

فَقِيهٌ وَقَدْ أَشَدَّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَنْفِ عَائِدٍ

فتاویٰ عالمگیری جدید

مترجم

مولانا سید میر علی رضا

تسبیح و عنوانات

مولانا ابو عجمہ سید اللہ

مکتبہ رحمانیہ

قز سٹریٹ، غازی سٹریٹ - اردو بازار - لاہور

فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری جدید

جلد چہارم

تسہیل و عنوانات

مولانا ابو عبید اللہ
خطیب جامع مسجد قضاۃ کلمین
ڈیفنس روڈ لاہور

مترجم

مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ

مصنف تفسیر مواہب الرحمن و عین البصائر وغیرہ

۔ کتاب الشکرۃ ۔ کتاب الوقف

۔ کتاب البیوع

مکتبہ رحمانیہ

اقراسنٹر عزیز نی شٹریٹ - اردو بازار - لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب — فتاویٰ عالمگیری ^{مدنیہ} اردو

مترجم — مولانا سید امیر علی ^{رحمۃ اللہ علیہ}

تہذیب و عنوانات — مولانا ابو عبید اللہ

تصحیح — طارق اسماعیل صاحب ایم اے اسلامیات

مطبع — علی اعجاز پرنٹرز

ناشر — مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت

طباعت صحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ

کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر

(ادارہ)

گزار ہوں گے۔

فہرست

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴	باب : ۴ شرکت عنان کے بیان میں فصل اول ☆ عنان کی تفسیر و شرائط و احکام کے بیان میں فصل دوم ☆ نفع و نقصان مال و گھنٹی کی شرط کے بیان میں فصل سوم ☆ شریک عنان کا مال شرکت میں اور دوسرے شریک کے عقد میں تصرف کرنے کے بیان میں	۹	کتاب الشركة باب : ۱ شرکت کی اقسام و ارکان کے بیان میں فصل اول ☆ انواع شرکت کے بیان میں فصل دوم ☆ ان الفاظ کے بیان میں جن سے شرکت صحیح ہوتی ہے اور جن سے نہیں صحیح ہوتی فصل سوم ☆ جو چیز اس المال ہو سکتی ہے اور جو نہیں ہو سکتی اس کے بیان میں
۳۵		۱۰	
۳۸		۱۵	
۴۲	باب : ۵ شرکت وجوہ و شرکت اعمال کے بیان میں	۱۷	باب : ۲ فصل اول ☆ معاوضہ کی تفسیر و شرائط کے بیان میں فصل دوم ☆ احکام معاوضہ کے بیان میں فصل سوم ☆ ان امور کے بیان میں جو دونوں میں سے ہر ایک متفاضل پر بحکم کفالت از جانب دیگر لازم آئے ہیں فصل چہارم ☆ جس سے معاوضت باطل ہوتی اور جس سے نہیں باطل ہوتی ہے اس کے بیان میں فصل پنجم ☆ ہر دو متفاضلین میں سے ہر ایک کے مال معاوضہ میں تصرف کرنے کے بیان میں فصل ششم ☆ متفاضلین میں سے ایک نے جو عقد کیا اور اس سے واجب ہوا اس میں دوسرے کے تصرف کے بیان میں فصل ہفتم ☆ متفاضلین کے اختلاف کرنے کے بیان میں فصل ہشتم ☆ متفاضلین پر ضمان واجب ہونے کے بیان میں
۴۶	باب : ۵ شرکت قاسدہ کے بیان میں	۱۹	
۵۰	باب : ۶ مفرقات کے بیان میں	۲۰	
۶۷	کتاب الوقف	۲۲	
۶۹	باب : ۱ وقف کی تعریف رکن و سبب و حکم کے بیان میں	۲۳	
۷۸	باب : ۲ جس کا وقف جائز اور جس کا نہیں جائز ہے	۲۶	
۸۲	باب : ۳ مصارف کے بیان میں فصل اول ☆ کس صورت میں وقف کا مصرف ہوگا اور کون ہو سکتا ہے اور کون نہیں ہو سکتا؟ فصل دوم ☆ اپنی ذات و اپنی اولاد و ان کی نسل پر وقف کرنے کے بیان میں	۲۸	
۸۸		۳۳	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۷۳	باب : ۱۱ مسجد واس کے تعلقات کے بیان میں فصل (۱۷۱) ☆ ان امور کے بیان میں جن سے مسجد ہو جاتی ہے فصل (۱۷۲) ☆ مسجد پر وقف اور اس کے مال میں قیم وغیرہ کے تصرف کرنے کے بیان میں	۹۴	فصل (۱۷۳) ☆ قرابت پر وقف کرنے اور قرابت کی شناخت کے بیان میں فصل (۱۷۴) ☆ فقراء سے قرابت پر وقف کرنے کے بیان میں فصل (۱۷۵) ☆ پڑوسیوں پر وقف کرنے کے بیان میں
۱۷۹	باب : ۱۲ رہاغات و مقابر و خلعات و حیاض و طرق و سقایات کے بیان میں	۱۰۶	فصل (۱۷۶) ☆ اہل بیت و آل و جنس و عقب پر وقف کرنے کے بیان میں فصل (۱۷۷) ☆ موالی و مدبرین و احات اولاد پر وقف کرنے کے بیان میں
۱۸۳	باب : ۱۳ ان اوقات کے بیان میں جن سے استغناء ہو جائے	۱۰۹	فصل (۱۷۸) ☆ فقیروں پر وقف کرنے کے بیان میں
۱۹۰	باب : ۱۴ متفرقات میں	۱۱۲	باب : ۱۵ وقف میں شرط کرنے کے بیان میں
۱۹۲	باب : ۱۵ کتاب البیوع	۱۱۳	باب : ۱۶ ولایت وقف و تصرف قیم در اوقاف و کیفیت تقسیم ثلہ کے بیان میں
۱۹۸	باب : ۱۶ بیع کی تعریف اور اس کے رکن	۱۲۵	باب : ۱۷ وقف میں دعویٰ و شہادت کے بیان میں فصل (۱۷۹) ☆ دعویٰ کے بیان میں فصل (۱۸۰) ☆ گواہی کے بیان میں
۱۹۹	باب : ۱۷ ایسے کلمات کے بیان میں جو بیع منعقد ہونے کی طرف رجوع کرتے ہیں فصل (۱۸۱) ☆ کلمات کے بیان میں جن سے منعقد ہوتی ہے فصل (۱۸۲) ☆ ان چیزوں کے بیان میں جو خریدنے کی غرض سے قبضہ میں لی گئی ہوں	۱۳۷	باب : ۱۸ وقف نامہ کے بیان میں باب : ۱۹ اقرار وقف کے بیان میں
۲۰۲	باب : ۱۸ کلمے والی چیز	۱۵۱	باب : ۲۰ وقف کو غصب کر لینے کے بیان میں
۲۱۲	باب : ۱۹ ایجاب و قبول میں	۱۵۷	باب : ۲۱ مریض کے وقف کرنے کے بیان میں
۲۱۵		۱۵۹	
		۱۶۵	
		۱۶۹	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۰	فصل سو ☆ اس بیان میں کہ کن وجہوں کے ساتھ اس بیع کا نفاذ ہوتا ہے	۲۱۹	باب : ۴ بیع کو ثمن کے واسطے روک رکھنے اور بائع کی اجازت یا بلا اجازت اس پر قبضہ کرنے میں
۲۷۲	فصل چہارم ☆ دونوں باہم بیع کرنے والوں کے شرطِ اختیار کر لینے میں اختلاف کرنے کے بیان میں	۲۲۱	فصل دس ☆ بیع کو سپرد کرنے کے بیان میں
۲۷۴	فصل پنجم ☆ بعض بیع کے اندر اختیار کی شرط کرنے کے اور عقد کرنے والوں کے سوا دوسرے کے واسطے	۲۲۸	فصل سو ☆ بلا اجازت بائع کے بیع پر قبضہ کرنے کے بیان میں
۲۸۰	فصل ششم ☆ جو چیز بشرطِ اختیار خریدی گئی تھی	۲۳۰	فصل ہجہم ☆ بیع کو دوسری چیز سے ملا دینے اور اس میں نقصان و خیانت کر دینے کے بیان میں
۲۸۲	باب : ۵ اختیار رویت کے بیان میں	۲۳۸	فصل ثمن ☆ اس بیان میں کہ دونوں عقد کرنے والوں کو بیع اور ثمن کے سپرد کرنے میں کیا مومنّت برداشت کرنا لازم ہے
۲۸۹	فصل ثریں ☆ اختیار رویت کے ثبوت اور اس کے احکام کے بیان میں	۲۳۹	باب : ۵ ان چیزوں کے بیان میں جو بدون صریح ذکر کرنے کے بیع میں داخل ہو جاتی ہیں
۲۹۳	فصل دس ☆ ان چیزوں کے بیان میں جن کا تھوڑا سا دیکھنا اختیار کے باطل ہونے کے حق میں کل کے دیکھنے کے مانند ہے	۲۴۵	فصل ثریں ☆ داروغیرہ کی بیع میں
۲۹۵	فصل سو ☆ اندھے اور وہیل اور قاصد کے خرید کے احکام کے بیان میں	۲۵۱	فصل دس ☆ ان چیزوں کے بیان میں جو زمین اور تاک کی بیع میں داخل ہو جاتی ہیں
۳۰۲	باب : ۸ خیار عیب کے بیان میں	۲۵۳	فصل سو ☆ ان چیزوں کے بیان میں جو اشیائے منقولہ کی بیع میں بلا ذکر داخل ہو جاتی ہیں
۳۰۷	فصل ثریں ☆ خیار عیب کے ثبوت اور اسکے حکم میں		باب : ۶ خیار شرط کے بیان میں
۳۱۲	فصل دس ☆ چوپایوں وغیرہ کے عیب پہچاننے کے بیان میں		فصل ثریں ☆ جن صورتوں میں خیار شرط صحیح ہے اور جن صورتوں میں خیار شرط صحیح نہیں
۳۲۲	فصل ہجہم ☆ عیبوں سے براءت کرنے اور ان سے ضمانت لینے کے بیان میں	۲۵۶	فصل دس ☆ عملِ خیار اور اسکے حکم کے بیان میں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱۰	باب : ۱۱	۳۳۰	فصل منع ☆ بیویوں سے صلح کرنے کے بیان میں
۳۱۵	باب : ۱۲	۳۳۳	فصل بفتح ☆ وصی اور وکیل اور مریض کی بیع و شری کے بیان میں
	بیع موقوف کے احکام	۳۳۸	باب : ۱۳
	دو شریکوں میں ایک کے بیع کرنے کے بیان میں		اُن چیزوں کے بیان میں جن کی بیع جائز ہے
۳۲۱	باب : ۱۳		فصل لڑکے ☆ دین کی بیع بغرض دین کے
	اقالہ کے بیان میں		فصل ورنہ ☆ بچوں اور انکے خوشوں اور چٹوں اور فالیزوں کی بیع
۳۲۵	باب : ۱۴	۳۵۳	فصل سو ☆ مرہون اور اجارہ دی ہوئی اور غصب کئے ہوئے اور بھاگے ہوئے غلام یا باندی اور
	بیع مراہجہ اور تولیہ کے بیان میں		ارضی قطعیہ اور اجارہ اور کارہ کی بیع کے بیان میں
	وضعہ کے بیان میں	۳۵۹	فصل چہارہ ☆ حیوانات کی بیع کے بیان میں
۳۳۲	باب : ۱۵	۳۶۳	فصل پنجم ☆ احرام باندھنے والے کا شکار کو بیع کرنے اور حرمت کی بیع کے بیان میں
	استحقاق کے بیان میں	۳۶۶	فصل منع ☆ ربوہ اور اس کے احکام کے بیان میں
۳۳۷	باب : ۱۶	۳۷۰	فصل منع ☆ پانی اور برف کی بیع کے بیان میں
	ثمن میں زیادتی اور کمی اور ثمن سے بری کرنے کا بیان	۳۷۶	فصل منع ☆ بیع یا ثمن کے نامعلوم ہونے کے بیان میں
۳۴۱	باب : ۱۷	۳۷۷	فصل نہم ☆ ان چیزوں کی بیع کے بیان میں جو دوسری چیز سے متصل ہوں
	باپ، اور وصی اور قاضی کے نابالغ لڑکے کا مال بیچنے اور اس کے لیے خریدنے کے بیان میں	۳۸۷	فصل دہم ☆ ایسی دو چیزوں کے فروخت کرنے کے بیان میں کہ جن میں ایک کی بیع جائز ہی نہ ہو
۳۴۵	باب : ۱۸	۳۹۱	باب : ۱۹
	بیع سلم کے بیان میں	۳۹۳	ان شرطوں کے بیان میں جن سے بیع فاسد ہوتا ہے
	فصل لڑکے ☆ اس کی تفسیر اور رکن اور شرائط		
	فصل ورنہ ☆ اُن چیزوں کے بیان میں جن میں سلم جائز ہے اور جن میں نہیں		
۳۴۹			

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۷۱	باب : ۱۵ قرض اور قرض لینے اور کوئی چیز بخوانے کے بیان میں	۴۵۳	فصل سوم ☆ ان احکام کے بیان میں جو مسلم فیہ اور اس المال پر قبضہ کرنے کے متعلق ہیں
۴۷۹	باب : ۱۶ ایسی بیع کے بیان میں جو مکروہ ہیں	۴۵۹	فصل چہارم ☆ رب المسلم اور مسلم الیہ کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان میں
۴۸۵	فصل اولیٰ ☆ احکام کے بیان میں	۴۶۵	فصل پنجم ☆ بیع سلم میں اقالہ اور صلح اور خیار عیب
۴۸۶	اگر پختہ مٹی کا تیل یا گھوڑا بچوں کے بہلانے کو خرید اتو صحیح نہیں ہے اور نہ اس کی کچھ قیمت ہے.....	۴۶۸	فصل ششم ☆ بیع سلم میں وکیل کرنے کے بیان میں

کتاب الشریکۃ

اس میں چند ایجاب ہیں

باب اول:

شرکت کی اقسام، ارکان، شرائط، احکام و متعلقات کے بیان میں
اس میں چند تفصیلیں ہیں

فصل اول:

انواع شرکت کے بیان میں

☆ شرکت کی اقسام

شرکت کی دو قسمیں ہیں اول شرکت ملک اور وہ یہ ہے کہ دو شخص مثلاً ایک چیز کے مالک ہو جائیں بدون اس کے کہ دونوں میں عقد شرکت واقع ہوا ہے یہ تہذیب میں ہے دوم شرکت عقد اور وہ اس طرح ہے کہ مثلاً دو آدمیوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ اس امر میں شرکت کی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کی یہ کنزالذائق میں ہے۔ پھر شرکت ملک کی دو قسمیں ہیں اول آنکہ شرکت جبر ہو دوم آنکہ شرکت اختیار ہو پس شرکت جبر یہ ہے کہ دو شخصوں کے وہ مال بغیر اختیار مالکوں کے اس طرح خط ہو جائیں کہ حقیقت دونوں میں تمیز ممکن نہ ہو باین طور کہ ہر دو مال کی جنس واحد ہو پس اختلاط سے تمیز نہ ہو سکے یا تمیز ممکن تو ہو مگر بری کلفت و مشقت سے جیسے گیہوں اور جو غلط ہو جائیں یا دونوں کسی ایک مال کے حصہ رسد وارث ہوں اور شرکت اختیار یہ ہے کہ دونوں کو ایک مال بہ کیا جائے یا دونوں ایک ہی مال کے باستیلاء مالک ہوں یا اپنے اختیار سے ہر دو اپنا اپنا مال باہم خلط کر دیں کذا فی الذخیرہ یا بطریق خرید کے یا ہبہ صدقہ کے دونوں ایک مال کے مالک ہوں کذا فی فتاویٰ قاضی خان یا دونوں کے واسطے ایک مال کی وصیت کی جائے پس دونوں اس وصیت کو قبول کر لیں یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور شرکت اختیار کا رکن ہر دو حصہ کا مجتمع ہوتا ہے اور حکم شرکت اختیار یہ ہے کہ مال مشترک میں جو زیادت ہو وہ بھی شرکت پر باندازہ ملک ہوگی یعنی جتنی جس کی ملک ہے زیادت میں بھی اس حساب سے ہر ایک کی شرکت ہوگی اور یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کو روٹا نہیں ہے کہ دوسرے کے حصہ میں تصرف کرے لا اس کے حکم سے اور دونوں میں سے ایک اپنے شریک کے حصہ میں مثل اجنبی کے ہے اور ہر ایک کے لیے اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرنا تمام صورتوں میں جائز ہے اور کسی اجنبی

۱۔ دونوں کی ملک ایک شے واحد میں بدون ان کے عقد شرکت قرار دینے کے حاصل ہوگئی مثلاً زید مراد اس کی میراث میں ایک مکان ہے جو اس کے دو بیٹوں کے درمیان مشترک میراث ہو گیا ہے۔

کے ہاتھ فروخت کرنا بغیر اجازت شریک کے جائز ہے باستثناء صورت غلط و اختلاط^(۱) کے یہ کافی میں ہے۔

شرکت عقود کی اقسام ☆

شرکت عقود کی تین قسمیں ہیں ایک شرکت بالمال دوم شرکت بوجہ و سوم شرکت باعمال اور ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں شرکت معاوضہ و شرکت عتمان یہ ذخیرہ میں ہے اور شرکت عقد کارکن ایجاب و قبول ہے اور یہ اس طرح ہے کہ ایک کہے کہ میں نے تجھے مشارک کیا چاہیں و چناں میں اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا کذا فی الکافی اور اس پر گواہ کر لینا مندوب^۲ ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور ان میں شرکتوں کے جواز کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر عقد شرکت قرار دیا گیا ہے وہ قابل وکالت ہو کذا فی المحیط اور یہ شرط کی نفع کی مقدار معلوم ہو پس اگر مجہول ہوگی تو شرکت فاسد ہوگی اور یہ شرط ہے کہ جزو نفع ایک ایسا جزو قرار دیا جائے جو تمام میں شائع ہو ایسا نہ ہو کہ معین ہو چنانچہ ایک مانند دس یا بیس یا سو وغیرہ (درہم و دینار وغیرہ) کے معین کر دیا تو شرکت فاسد ہوگی یہ بدائع میں ہے اور شرکت عقد کا حکم یہ ہے کہ معقود علیہ اور جو اس معقود علیہ کے ذریعہ سے مستفاد ہوگا وہ سب دونوں میں مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

واضح ہو کہ شرکت بالمال اس طرح ہے کہ دو آدمی کس قدر اس مال کو ملا کر دونوں یوں کہیں کہ ہم دونوں نے اس میں باہم شرکت کر لی اس شرط پر کہ ہم دونوں اس سے ایک ساتھ یا جدا جدا خرید و فروخت کریں یا یہ شرط نہ بیان کریں مطلق چھوڑ دیں کہ ہم نے باہم اس میں شرکت کر لی۔ بشرط آنکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ہم کو اس میں نفع روزی کرے وہ ہم دونوں کے درمیان ایسی ایسی شرط پر مشترک ہوگا یا دونوں میں سے ایک اس طرح کہے کہ ہاں کذا فی البدائع۔

فصل دوم :

أن الفاظ کے بیان میں جن سے شرکت صحیح ہے اور جن سے نہیں صحیح ہوتی ہے

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر دو آدمیوں نے بغیر مال کے اس شرط سے شراکت کی کہ جو کچھ ہم دونوں آج کے روز خریدیں وہ ہم دونوں میں مشترک ہوگا خواہ کسی صنف یا عمل کی خصوصیت بیان کر دی یا مطلق چھوڑ دیا تو یہ جائز ہے اور اسی طرح اگر بجائے آج کے روز کے اس مہینے میں بھی کیا تو روا ہے اور اسی طرح اگر شرکت کے واسطے کوئی وقت نہ بیان کیا باس طور کہ ہم دونوں نے شرکت کے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو ہمارے مذکورہ بالا جائز ہے لیکن جاننا چاہیے کہ بشر نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ یہ جائز ہے اگر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف کہا اور سوائے طحاوی کے دیگر مشائخ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر دونوں نے لفظ شرکت کا نہ کہا لیکن ایسا لفظ کہا جس سے استعمال میں شرکت سمجھی جاتی ہے مثلاً ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ میں نے آج خریدا وہ میرے تیرے درمیان ہے اور دوسرے نے اس کی موافقت کی مثلاً کہا کہ اچھا تو آیا شرکت ہوگی یا نہ ہوگی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اصل میں ذکر نہیں فرمایا اور ابو سلیمان نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جائز ہے اور اس قدر سے شرکت ثابت ہو جائے گی آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر وہ دونوں لفظ خرید کو جانیں سے ذکر کرتے تو روا تھا اور شرکت ثابت ہوتی باعتبار ذکر حکم شرکت کے اگرچہ لفظ شرکت نہیں کہا پس یہاں بھی ثابت ہوگی اور یہی صحیح ہے اور یہ شرکت فقط خرید میں جائز ہوگی پس دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے نے جو خریدا ہے اُس کے حصہ میں سے کچھ فروخت کرے لہذا اُس کی

۱۔ یعنی کچھ بھلائی سے خالی نہیں ہے ۱۲۔ ح مثلاً آٹھواں حصہ یا دواں حصہ یا نواں حصہ وغیرہ ۱۳۔ یہ شرط اوپر کی مطلق و مشروط دونوں کے ساتھ ہے ۱۴۔

(۱) جو صورت بوجہ غلط و اختلاط کے ہوگی ۱۴۔

اجازت سے فروخت کر سکے گا۔ یہ غیاثہ میں ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو کوئی چیز میں نے خریدی پس وہ میرے تیرے درمیان ہے یا کہا وہ ہمارے درمیان ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہاں اچھا پس اگر اُس کی مراد یہ ہے کہ ہم دونوں بمعنی ہر دو شریک تجارت ہوں تو یہ شرکت ہوگی حتیٰ کہ بدون بیان جنس خرید کردہ شدہ یا نوع یا مقدار شئ کے صحیح ہوگی جیسے صریح لفظ خرید فروخت کہنے میں ہوتا ہے اور اگر یہ مراد لی ہے کہ خرید کردہ شدہ بعینہ فاصنہ دونوں میں مشترک ہو اور اسپر میں دونوں مانند دو شریک تجارت کے نہ ہوں بلکہ خریدی ہوئی چیز بعینہ دونوں میں مشترک ہو چنانچہ دونوں نے میراث پائی یا دونوں کو بیہ کی گئی تو اس صورت میں وکالت ثابت ہوگی نہ شرکت پس اگر وکالت صحیح ہونے کی شرط پائی گئی تو وکالت صحیح ہوگی ورنہ نہیں اور وکالت دو وجہ سے ہوتی ہے ایک وکالت خاصہ دوم عامہ پس وکالت خاصہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ خرید کردہ شدہ چیز کی جنس بیان ہو اور اس کی نوع اور مقدار شئ بیان ہو اور وکالت عامہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ موکل تمام رائے وکیل کے سپرد کردے یا وقت یا مقدار شئ یا جنس بیع بیان کر دے کذا فی البدائع اور مفتی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر دو شخصوں نے کہا کہ جو کچھ ہم دونوں نے خریدی وہ ہم دونوں کے درمیان نصفاً نصف ہے تو یہ جائز ہے اور نیز مفتی میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت حسن بن زیاد مذکور ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو چیز میں نے امتناف تجارت سے خریدی اور میرے اور تیرے درمیان ہے پس اس کو دوسرے نے قبول کیا تو یہ جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ آج کے روز خریدی تو بھی یہی حکم ہے کہ جائز ہے اور جو چیز اُس نے اُس روز خریدی وہ دونوں میں نصفاً نصف ہوگی قال المحترجم لفظ بمعنی و بینک علی الاطلاق بمعنی المشترك نصفاً نصف ہوتا ہے اور مترجم نے تیرے درمیان سے اسی معنی میں لیا ہے پس محفوظ رکھنا چاہیے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے کہا اور کوئی وقت بیان نہ کیا تو بھی روا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے جس قدر آنا خرید اوہ میرے اور تیرے درمیان ہے تو بھی روا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے نے جو خریدا ہے اس کے حصہ فروخت کرے بدون اُس کی اجازت کے اس واسطے کہ دونوں نے خریدنے میں شرکت کی ہے نہ فروخت کرنے میں ہاں اگر دوسرے سے اجازت لے کر فروخت کیا تو جائز ہے (۱)۔ یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں نے غلام خرید اتو وہ میرے و تیرے درمیان ہے تو یہ فاسد ہی لا آتک نوع بیان کر دے مثلاً کہے کہ غلام خراسانی باہر ہو وغیرہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر کہا کہ میں نے جو کوئی چیز خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور بھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کذا فی البدائع اور مفتی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بشیر بن الولید مذکور ہے کہ ایک نے کہا کہ میں نے آج کے روز جو کوئی چیز خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہے تو یہ جائز ہے اور اس طرح اگر ایک سال کا وقت بیان کیا تو بھی جائز ہے اور اگر وقت بیان نہ کیا لیکن خریدی چیز کی مقدار بیان کی مثلاً کہا کہ گیسوں سو من تک جس قدر خریدے وہ میرے و تیرے درمیان ہیں تو یہ جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ جو چیز میں نے تیری جہت پر خریدی وہ میرے و تیرے درمیان ہے حالانکہ جس طرف وہ گیا ہے اسی طرف نکل کر چل دیا کہ جو چیز میں نے بصرے میں خریدی تو یہ باطل ہے جب تک ثمن یا مبیع یا ایام بیان نہ کرے جائز نہ ہوگی یہ محیط میں ہے ایک نے دوسرے کو حکم کیا کہ فلاں غلام معین میرے و اپنے درمیان مشترک خریدے پس اُس نے کہا کہ اچھا پھر خریدنے کے وقت گواہ کر لیے کہ میں نے اُس کو خاص اپنے ہی واسطے خریدا ہے تو غلام مذکور دونوں میں مشترک ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔

۱۔ قال المحترجم یہ قید شاید موافق قول طحاوی و تضعیف روایت تو قیت ہے ورنہ شامل ہے ۱۲۔

(۱) یہ جواز بطور وکالت ہوگا نہ شرکت ۱۲۔

مجرد میں ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب اُس نے اُس کو خریدنے کا حکم کیا تھا اُس وقت اُس نے اگر سکوت کیا ہاں نہ کہا اور نہ نہیں کہا یہاں تک کہ خریدنے کے وقت گواہ کر لیے کہ میں نے اُس کو خاص اپنے ہی واسطے خریدا ہے تو اُس کا ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ تم لوگ گواہ ہو کہ میں نے اُس کو فلاں یعنی حکم دہندہ کے واسطے خریدا پھر اس کو خرید کیا تو وہ حکم دہندہ کا ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس کے خریدے کے وقت سکوت کیا پھر بعد خریدنے کے کہا کہ تم گواہ ہو کہ میں نے اس کو فلاں کے واسطے خریدا ہے تو فلاں حکم دہندہ کے واسطے ہوگا بشرطیکہ غلام مذکور اس وقت صحیح و سالم ہو اور اگر غلام میں کوئی عیب پیدا ہو جائے یا مرنے کے بعد اُس نے ایسا کہا تو اس کا قول قبول نہ ہوگا لہذا اس صورت میں کہ حکم دہندہ اس کی تصدیق کر لے یہ تاثر خازینہ میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان یعنی مشترک خرید کر پس عمرو نے کہا کہ اچھا پھر خریدنے چلا پھر بکر نے اُس سے کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پس اس نے کہا کہ اچھا پھر اس کو خرید کیا تو وہ زید و بکر کے درمیان مشترک ہوگا کذا فی الخلاصہ اور مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ بکر کی وکالت اُس نے بغیر حضور زید کے قبول کی ہو اور اگر زید کی حضوری میں قبول کی تو یہ غلام بکر و عمر کے درمیان نصفانصف ہوگا کذا فی المحیط اور اس درمیان میں (بدن آگاہی) عمرو کو شعیب ملا اور اُس نے بھی یہی کہا کہ خالد کا غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پھر عمرو نے اس کو خرید لیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر عمرو نے بغیر حضوری زید و بکر کے شعیب سے کہا کہ اچھا تو غلام مذکور زید و بکر کے درمیان مشترک ہوگا اور عمرو و شعیب کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر دونوں کی حضوری میں اچھا کہا تو غلام مذکور عمرو و شعیب کے درمیان نصفانصف مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور منشی میں مذکور ہے کہ ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ زید نے عمرو کو حکم دیا کہ ایک کپڑا جس کا وصف بیان کر دیا ہے میں درہم کو میرے اور اپنے درمیان خرید کر بدین شرط کہ میں ہی درہم نقد دوں گا تو فرمایا کہ یہ جائز ہے اور یہ کپڑا دونوں کے درمیان مشترک ہوگا اور شرط مذکور باطل ہے یعنی ثمن عمرو ہی ادا کرے گا اور نیز منشی میں ابراہیم کی روایت سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلاں کی باندی میرے اور اپنے درمیان خرید کر بدین شرط کہ میں ہی اس کو فروخت کروں گا تو فرمایا کہ شرط فاسد ہے اور شرکت جائز ہے اور فرمایا کہ شرکت میں ہر شرط فاسد کا یہی حکم ہے یعنی شرکت جائز ہوگی اور شرط باطل و بے کار ہوگی اور اگر اُس نے کہا کہ بدین شرط کہ ہم اُس کو فروخت کریں تو یہ جائز ہے اور باندی مذکورہ دونوں میں مشترک ہوگی کہ دونوں اپنی تجارت میں اس کو فروخت کریں گے یہ محیط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر ہر ایک نے دوسرے کی وکالت کی ☆

اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم دونوں میں سے جس نے اس غلام کو خرید لیا تو دوسرا یعنی اس میں اُس کا شریک ہو یا دوسرا اُس کا اس میں شریک ہے تو یہ جائز ہے پس دونوں میں سے جو اُس کو خریدے گا نصف اپنے واسطے اور اس میں دوسرے کے واسطے خریدنے والا اچھا ہوگا پس جب کہ دوسرا اس پر قبضہ کرے گا تو وہ مثل دونوں کے قبضہ کے ہوگا حتیٰ کہ اگر اتفاق سے وہ غلام مر گیا تو دونوں کا مال گیا اور اگر دونوں نے اس کو ساتھ ہی خریدا یا مالک نے اس میں سے نصف پہلے خریدا پھر دوسرے نے باقی نصف خریدا تو بھی دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر اس صورت میں دونوں میں سے ایک نے اگرچہ بغیر حکم دوسرے کے پورا ثمن ادا کر دیا تو نصف ثمن دوسرے سے واپس لے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ہر ایک نے دوسرے سے اس کی بیع میں وکالت حاصل کی پھر ایک نے اس کو کسی کے ہاتھ اس شرط سے فروخت کیا کہ اس کا فقط نصف ہے تو وہ حصہ شریک کا بعض نصف ثمن کے فروخت کرنے والا ہوگا اور اگر فروخت کیا یہ غلام لانا نصیب یعنی باستثناء نصف غلام کے تو جو کچھ ثمن حاصل ہوا ہے وہ پورا ثمن اور نصف غلام نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے

دونوں میں مساوی مشترک ہوگا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ بیع خاصہ حصہ ہائع کی طرف راجع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔
 مفتی میں ہے کہ ہشام نے فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک نے دوسرے ایک شخص سے جس کی ملک میں کچھ نہیں ہے یوں کہا کہ آ اور میرے پاس دس ہزار درہم ہیں پس ان کو میری اور اپنی شرکت مساوی میں لے تو فرمایا کہ یہ جائز ہے اور نفع اور نقصان دونوں پر ہوگا یہ محیط میں ہے ایک نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر دوسرے نے اس غلام میں شرکت کی درخواست کی پس مشتری نے اس کو اس غلام میں شریک کر لیا تو شریک کو نصف غلام بعوض نصف ثمن مذکور کے یعنی جتنے کو خریدا ہے ملے گا اس بنا پر کہ مطلق شرکت مساوات کو چاہتی ہے لہذا آ نکہ اس کے برخلاف بیان کر کے ظاہر کر دے والبتہ شرکت موافق بیان ہوگی۔ یہ فتح القدیر میں ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو شریک (یعنی مطلقاً) لیا تو وہ چیز ان تینوں میں مساوی تین تہائی مشترک ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید نے ایک غلام خرید کر کے اس پر قبضہ کر لیا پھر عمرو نے اس سے کہا کہ مجھے اس میں اپنا شریک کر لے پھر خالد اس کو ملا اور اس نے بھی یہی درخواست کی اور زید نے منظور کر لیا پس اگر خالد کو عمرو کی مشارکت کا علم ہو تو خالد کے واسطے چہارم غلام ہوگا اور چہارم زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور اگر یہ علم نہ ہو تو عمرو کے واسطے نصف اور خالد کے واسطے نصف ہوگا اور زید درمیان سے خارج ہو جائے گا کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر ایک غلام خرید اپس عمرو نے اس سے کہا کہ مجھے اس میں شریک کر لے پس مشتری نے اس کو شریک کیا، پھر نصف غلام مذکور کسی اور نے استحقاق ثابت کر کے لیا تو عمرو کو نصف باقی ملے گا اور مشتری درمیان سے خارج ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید نے نصف غلام خرید کر کے قبضہ حاصل کیا پھر عمرو نے اس سے کہا کہ مجھے اس میں شریک کر لے حالانکہ عمرو جانتا ہے کہ اس نے کل غلام خریدا ہے پس زید نے اس کو شریک کر لیا تو عمرو کو پورا نصف جس کو زید نے خریدا ہے ملے گا اور اگر عمرو جانتا ہو کہ زید نے نصف ہی خریدا ہے تو اس کو نصف کا نصف ملے گا یہ محیط میں ہے قال المحرر جم یہ مسئلہ نوادر سے معلوم ہوتا ہے اور اگر وجہ منظور ہے تو آگے مسئلہ پر غور کرنا چاہیے حیث قال اور اگر کسی نے کوئی چیز خریدی پس دوسرے نے کہا کہ مجھے اس میں شریک کر لے پس اس کو شریک کر لیا تو یہ بمنزلہ بیع کے ہے پس اگر مشتری نے اس چیز پر قبضہ کر لینے سے پہلے ایسا کیا تو شرکت صحیح نہ ہوگی اور اگر بعد قبضہ کے شریک کیا اور شریک کو سپرد نہ کیا یہاں تک کہ مشتری کے قبضہ میں تلف ہوگئی تو شریک پر ثمن لازم نہ آئے گا اور جانا چاہیے کہ خواست گار شرکت کی درخواست کے بعد جب مشتری نے کہا کہ اچھا میں نے تجھے اس میں شریک کیا تو ضروری ہے کہ پھر خواستگار شرکت قبول کرے اس واسطے کہ میں نے تجھے شریک کیا یہ لفظ ایجاب بیع ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور مفتی میں مذکور ہے کہ اگر مشتری نے نصف پر قبضہ کیا اور نصف پر قبضہ نہیں کیا ہے پھر کسی اور کو اس میں نصف کا شریک کیا اور یہ شرکت شائع مقبوضہ وغیر مقبوضہ دونوں میں واقع ہوئی تو مقبوضہ میں صحیح ہے اور شریک کو اختیار ہوگا چاہے لے چاہے نہ لے کیونکہ اس کے حق میں صفحہ متفرق ہو گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی کے گھر میں گیسوں ہوں اور وہ مدعی ہو کہ یہ سب میرے ہیں پھر دوسرے کو اس کے نصف کا شریک کر لیا اور شریک نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ اس میں سے نصف جل گئے تو شریک کو اختیار ہے چاہے باقی نصف کو لے یا شرکت کو ترک کر دے اور اگر بیع کر دیے ہوں تو ایسی صورتوں میں بیع میں یہی حکم ہے اور کوئی شخص اس میں سے نصف گیسوں کا مستحق ثابت ہوا تو بیع و شرکت دونوں میں یہاں مختلف حکم ہوگا چنانچہ اگر بیع واقع ہوئی ہو تو بیع مذکور باقی نصف پر رہے گی اور شریک کرنے کی صورت میں باقی نصف میں دونوں شریک رہیں گے مگر شریک ہونے والوں کو اختیار حاصل ہوگا۔ یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر زید و عمرو نے ایک غلام مساوی نصف نصف

خرید پھر دونوں نے خالد کو اس میں شریک کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر دونوں نے آگے پیچھے اُس کو علیحدہ علیحدہ شریک کیا تو خالد کو اس میں سے نصف اور ان دونوں کو چہارم چہارم ملے گا کذا فی محیط السرخسی اور اگر دونوں نے اس کو ساتھ ہی شریک کیا یا اس طور کہ اکٹھا دونوں نے اُس سے کہا کہ ہم دونوں نے تجھ کو اس غلام میں شریک کیا تو استحساناً خالد کو اس میں سے ایک تہائی ملے گا کذا فی محیط اور اگر دونوں مشتریوں میں سے ایک نے اس کو اپنے حصہ اور دوسرے کے حصہ میں شریک کیا پھر دوسرے نے اس کی اجازت دے دی تو خالد کو نصف ملے گا اور دونوں مشتریوں کو باقی نصف یعنی چہارم چہارم ملے گا کذا فی محیط السرخسی اور اگر دوسرے شریک نے اجازت نہ دی تو خالد کو شریک کرنے والوں کے حصہ کا نصف یعنی چہارم غلام ملے گا کذا فی محیط اور اگر ایک مشتری نے دوسرے مشتری کی اجازت سے خالد کو شریک کیا ہو تو غلام مذکور ان سب کے درمیان تین تہائی ہوگا کذا فی المصنوع اور اگر خالد نے درخواست کی کہ تو مجھے اس غلام میں اپنے ساتھ اور اپنے شریک کے ساتھ شریک کر لے پس اُس نے ایسا کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر شریک نے اجازت دے دی تو خالد کو تہائی غلام ملے گا اور اگر اجازت نہ دی تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دونوں مشتریوں میں سے ایک نے خالد سے کہا کہ میں نے تجھے اس غلام کے نصف میں شریک کیا تو ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اس صورت میں شریک کرنے والا اس کو اپنے پورے حصہ کا شریک کر دینے والا ہوگا بخلاف اس قول کے کہ میں نے تجھے اُس کے نصف کا شریک کیا آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر مشتری ایک ہی ہوتا اور وہ کسی شخص سے کہتا کہ میں نے تجھے اس کے نصف میں شریک کیا تو شریک ہونے والوں کو نصف غلام ملتا جیسے اس قول میں کہ میں نے تجھے اس کے نصف کا شریک کر لیا بخلاف اس کے اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے حصہ میں شریک کیا تو اس لفظ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ اپنے پورے حصہ کا دے دینے اور مالک کر دینے والا قرار دیا جائے اس واسطے کہ اس نے بجائے اپنے حصہ کا کہنے کے اپنے حصہ میں کہا ہے اور اگر وہ یوں کہتا کہ میں نے تجھے اپنے حصہ کا اپنے ساتھ شریک کر لیا تو باطل ہوتا پس اس واسطے شریک ہونے والے کو اس شریک کرنے والے کے حصہ کا نصف ملے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر زید نے ایک غلام ہزار درہم کو خرید کر کے اس پر قبضہ کر لیا پھر عمرو سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کر لیا مگر عمرو نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ زید نے خالد سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کیا پھر دونوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا تو یہ غلام عمرو و خالد کے درمیان نصفاً نصف ہوگا اور مشتری درمیان سے خارج ہو جائے گا یہ محیط میں ہے اگر مشتری سے ایک نے کہا کہ تو مجھے اس میں شریک کر لے پس اُس نے شریک کیا مگر خواست گار نے یہ نہ کہا کہ میں نے قبول کیا یہاں تک کہ مشتری نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کر لیا پھر دونوں نے قبول کیا تو اول خواست گار کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور دوسرے شخص کے واسطے جس کو ثانی شریک کیا ہے نصف غلام ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے ایک سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں شریک کیا پھر دوسرے سے اسی طرح کہا پھر تیسرے سے یوں ہی کہا اور ان میں سے کسی نے قبول نہیں کیا ہے پس اگر ایک نے قبول کیا تو غلام مذکور مشتری اور اس قبول کرنے والے کے درمیان ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تم سب کو اس میں شریک کیا پھر ان میں سے ایک نے قبول کیا تو اس کو چہارم ملے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے پاس دس دینار ہیں پس مجھے تو سونا دے کہ میں سب کا کوئی سلعہ مشترک خریدوں اور کوئی مقدار معین نہ کی پس دوسرے نے اس کو پانچ دینار دیئے اور اس نے پندرہ دیناروں کا کوئی سلعہ خرید کیا تو یہ ان میں تین تہائی مشترک ہوگا گویا اس نے کہا کہ پندرہ دینار کا ایک سلعہ شرکت میں خریدوں گا اور اس طرح کہنے کی صورت میں تین تہائی ہوتا ہے پس ایسا ہی اس صورت میں ہوگا اور لفظ شرکت محتمل شرکت املاک ہے پھر فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ مانگنے والے نے جنس سلعہ

مثل گیبوں وغیرہ کے معین کردی ہو اور اگر معین نہ کی ہو تو پورا سلعہ مشتری کا ہوگا اور مشتری پر پانچ دینار اس شخص کے جس نے دیئے ہیں ادا کرنے واجب ہوں گے اس وجہ سے کہ توکیل صحیح نہیں ہوئی اس واسطے کہ جنس مجہول ہے یہ قیہ میں ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ غلام خرید کر اور مجھے اس میں شریک کر پس اُس نے کہا کہ اچھا پھر اس کو خرید کیا تو وہ دونوں میں مشترک ہوگا اور یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہ استحسان ہے یہ محیط میں ہے قال المحرجم اور قیاس یہ ہے کہ مشتری کا ہو کیونکہ شریک کر لینا بعد خرید کے ہوگا وجہ استحسان العرف وہو ابقاء ہر ایک شخص نے ایک گائے بعوض دس دینار کے خریدی پھر قبضہ کرنے کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں نے تجھے اس میں بعوض قدر دینار کے شریک کیا اور اس نے قبول کیا تو اس کو پانچواں حصہ گائے کا ملے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔ پچاس دینار کو ایک قالین فروخت کی پھر بائع نے اُس سے کہا کہ میں اس میں تیرا شریک ہوں گا پس مشتری نے کہا کہ ہاں پھر اتنی ہی بات پر دونوں خاموش ہوئے پھر بائع اس میں سے خرپوزے لایا کرتا تھا اور مشتری ان کو بازار میں بیچا کرتا تھا یہاں تک کہ تمام خرپوزے ہو چکے تو بائع کی محنت رائیگاں ہے وہ مشتری کا شریک نہ ہو جائے گا یہ قیہ میں ہے۔

اگر پہلے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر ☆ ایک نے گیبوں خریدے اور ان کی پسوائی ایک درہم دیا پھر اس کی بچو کی ایک درہم دیا پھر اس میں ایک شخص کو شریک کر لیا تو شریک ہونے والا گیبوں کا نصف ثمن اور مشتری کا نصف خرچہ دے گا اور اسی طرح اگر روئی لی اور اس کی کتابی اور کپڑے بنائی میں خرچ کیا یا محل لیے اور ان کے پروانے میں خرچ کیا تو ایسی صورتوں میں یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے بذات خود پیسا و پکایا اور کاٹا اور بنا ہوا اور اس کی کچھ اجرت نہ دی ہو اور باقی مسئلہ بحال واقع ہوا تو شریک ہونے والے پر نصف ثمن کے سوائے اس کے کام کے مقابلہ میں اور کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ جو میں نے آج کے روز خریدادہ میرے اور تیرے درمیان ہے پس اس نے کہا کہ ہاں اچھا پھر اس سے کسی شخص نے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر پس اس نے کہا کہ اچھا پھر یہ غلام خرید اتو اس میں سے نصف اس دوسرے کا ہوگا جس نے خریدنے کا حکم دیا ہے اور باقی نصف مشتری اور اول کے درمیان نصفاً نصف ہوگا اور اگر پہلے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے یہ غلام میرے اور اپنے درمیان خرید کر۔ پس اس نے کہا کہ اچھا پھر اُس نے دوسرے سے کہا کہ جو آج میں نے خریدادہ میرے تیرے درمیان ہوگا اور اس نے قبول کیا پھر اس نے غلام مذکور خرید اتو اس میں سے نصف حکم دہندہ اول کا ہوگا اور باقی نصف میں مشتری اور دیگر نصفاً نصف کے شریک ہوں گے یہ محیط سرخی میں ہے۔

فصل سوم :

جو چیز اس المال ہو سکتی ہے اور جو نہیں ہو سکتی ہے اس کے بیان میں

داخ ہو کہ جب شرکت بالمال ہو تو خواہ شرکت بطریق معاوضہ ہو یا بطریق عتاق ہو تو جب ہی جائز ہوگی کہ جب اس المال ایسے قسموں میں سے ہو جو مبادلہ کے عقدوں میں متعین نہیں ہوتے ہیں جیسے درہم و دینار وغیرہ اور اگر ایسے ہوں جو متعین ہوتے ہیں جیسے عروض (۱) و حیوان وغیرہ تو ان سے شرکت صحیح ہے خواہ دونوں کا اس المال یہی ہو یا فقط ایک کا ہو یہ محیط میں ہے اور شرکت کے عقد

کے وقت یا خرید کے وقت اس کا حاضر و سامنے موجود ہونا شرط ہے یہ خزانہ المقتنین و فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پس اگر ہزار درہم ایک شخص کو دیے اور کہا کہ ان کے مثل یعنی برابر تو اپنے نکال کر ان سب سے خرید و فروخت کر پس اُس نے نکالے تو شرکت صحیح ہوگی۔ یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور اگر مال غائب ہو یا قرضہ ہو تو ہر دو حال میں ایسے مال سے شرکت صحیح نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور وقت عقد کے مقدار اس المال سے آگاہی ہونا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے۔ یہ بدائع میں ہے اور ہر دو مال کا سپرد کرنا شرط نہیں ہے اور نیز دونوں کا خلط کرنا بھی شرط نہیں ہے۔ خزانہ المقتنین میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک کے پاس ہزار درہم اور دوسرے کے پاس سو دینار ہوں یا ایک کے دو دھیا اور دوسرے کے سیاہ درہم ہوں پس دونوں نے شرک کر لی تو یہ شرکت جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور سونے و چاندی کے پتر یعنی بغیر سکہ زدہ ظاہر الروایہ کے موافق مثل عروض کے ہیں یعنی شرکت مالی کار اس المال نہیں ہو سکتے ہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہاں کے لوگ آپس میں ان پتروں سے معاملہ کرتے ہوں تو جائز ہے ورنہ نہیں یہ تہذیب میں ہے اور اگر سونے چاندی کی ڈھالی ہوئی چیز مثل زیور وغیرہ کے ہو یعنی بغیر سکہ زدہ ہو تو وہ جملہ روایات کے موافق بمنزلہ عروض کے ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ہے پس اگر ایسے پیسے ہیں جن کا چلن جاتا رہا ہے تو ان سے شرکت و مضاربہ نہیں جائز ہے اس واسطے کہ یہ عروض ہیں اور اگر چلن باقی ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور روایت کے موافق اس میں بھی وہی حکم ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے پیسوں کے شرکت جائز ہے کذا فی البدائع اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی السراجیہ و المصنعات اور مبسوط میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چلن وار پیسوں سے عقد و شراکت سب اماموں کے قول کے موافق جائز ہے۔ کافی میں ہے۔

قال المصنف جم ہمارے دیار میں اسی پر فتویٰ دیا جائے فلجیال اور یہی شرکت کیل و وزنی چیزوں سے سبب ایک جنس کی ہوں تو خلط کرنے سے پہلے اور جب دو جنس مختلف کی ہوں تو قبل خلط کے اور بعد خلط کے بالاتفاق نہیں جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر شرکت کر لی تو فاسد ہوگی اور ہر ایک کو اپنی اپنی متاع ملے گی اور اس کا نفع اسی کو اور اُس کا نقصان اسی پر ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر ایک ہی جنس کی ہوں اور دونوں نے خلط کر کے شرکت کی تو شرکت عقد فاسد ہے اور شرکت ملک ثابت ہے اور جو کچھ دونوں کو نفع ہو وہ دونوں کا ہوگا اور جو گھٹی ہو وہ دونوں پر ہوگی کذا فی محیط السرخسی اور ہی ظاہر البروایۃ ہے یہ کافی میں ہے۔ پھر جنس مختلف ہونے کی صورت میں جب دونوں نے اس مخلوط کو فروخت کر دیا تو اُس کا ثمن ان دونوں کے درمیان بقدر قیمت متاع ہر ایک کے جو خلط کرنے کے روز بلحاظ متاع مخلوط کے تقبی مشترک ہوگا کذا فی المبسوط اور ائمہ مشائخ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے کہ یوں کہا جائے کہ بیع کرنے کے روز متاع مخلوط کے لحاظ مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دونوں کی متاع میں سے ایک کی متاع ایسی ہو کہ خلط سے اس میں بہتری آ جاتی ہے یعنی بلحاظ مخلوط اُس کی قیمت لگانے میں بڑھتی ہے اور بغیر خلط کے اتنی نہیں پہنچتی ہے تو ثمن باٹنے کے روز اس کی متاع غیر مخلوط کے انداز سے جو قیمت ہوتی ہو اُس کے حساب سے شریک کیا جائے گا یہ محیط و فتح القدیر میں ہے اور اگر دونوں نے کوئی متاع ایک من گہیوں و ایک من جو کے عوض خریدی پس ایک نے گہیوں ناپ دیے اور دوسرے نے اپنے جو ناپ دیے پھر دونوں نے اس متاع کو درہموں کے عوض فروخت کیا تو اس ثمن کو جس روز تقسیم کرتے ہیں اس روز جو قیمت ایک من گہیوں و ایک من جو کی ہو اس حساب سے شریک کیے جائیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں کے عروض میں تفاوت ہو؟

جس حصہ پر منافع شرط کیا ہے اُس کے واسطے ہر ایک کے اس المال کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو وقت شرکت کے تھی اور مشتری کی ملک واقع ہونے کے واسطے دونوں کے اس المال کی وقت شرکت والی قیمت معتبر ہوگی اور دونوں کے حصہ میں یا ایک کے حصہ میں نفع ظاہر ہونے کے واسطے وقت تقسیم والی قیمت معتبر ہوگی اس واسطے کہ جب تک اس المال نہ ظاہر ہوگا تب تک نفع نہیں ظاہر ہوگا یہ قیہ میں ہے اور عروض میں ہر ایسے مال میں جو تمہیں سے متعین ہو جاتا ہے عقد شرکت جائز ہونے کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا نصف مال دوسرے کے نصف مال کے عوض فروخت کر ڈالے حتیٰ کہ ہر ایک کے مال میں ہر ایک کا نصف نصف ہوگا پس دونوں میں شرکت ملک حاصل ہو جائے گی پھر اس کے بعد دونوں عقد شرکت قرار دیں پس بلا خلاف عقد شرکت جائز ہو جائے گا کذا فی البدائع اور اگر دونوں کے عروض میں تفاوت ہو۔ مثلاً ایک کے عروض کی قیمت سو درہم اور دوسرے کے عروض کی چار سو درہم ہوں تو چاہیے کہ کم قیمت والا اپنے عروض کے چار پانچویں حصہ بموض دوسرے کے عروض کے پانچویں حصہ کے فروخت کرے پس پوری متاع پانچ حصہ ہو کر دونوں میں مشترک ہوگی کہ کم والے کا ایک پانچواں حصہ اور دوسرے کے چار پانچویں حصہ ہوں گے یہ کافی میں ہے۔

اسی طرح اگر ایک کے پاس عروض اور دوسرے کے پاس درہم ہوں تو چاہیے کہ عروض والا اپنے نصف عروض کو دوسرے نصف درہموں کے عوض فروخت کر دے اور باہمی قبضہ کرنے کے بعد پھر عقد شرکت قرار دیں چاہیں شرکت معاوضہ چاہیں شرکت عتاق یہ محیط میں ہے اور مشہقی میں ہشام کی روایت سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں نے اس میں شرکت معاوضہ یا شرکت عتاق قرار دی تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور مشہقی میں مذکور ہے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک کے پاس اثاثہ ہے ایک جنس کا یا گےہوں ہیں پس دونوں نے خلط کر کے شرکت قرار دی حالانکہ ایک کے گےہوں کھرے اور دوسرے کھونٹے ہیں تو شرکت جائز ہے اور ثمن دونوں کے درمیان نصفاً نصف ہوگا اس واسطے کہ ہر گاہ انہوں نے خلط کر دیا بدیں قرار داد کہ یہ ہم دونوں میں مشترک ہے تو اس شرط کے لحاظ سے یہ مشابہ بیع کے ہو گیا اور دوسرے مقام پر اسی کتاب میں صریح بیان کیا کہ ثمن دونوں کے درمیان فروخت کرنے کے روز کی قیمت کھرے دکھوٹے کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ محیط سرخس میں ہے اور قول ثانی جو اس کتاب مشہقی میں صریح مذکور ہے بنظر اصول الحق ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔

باب دوم:

مفاوضہ کے بیان میں

اس میں آٹھ فصلیں ہیں

فصل اول:

مفاوضہ کی تفسیر و شرائط کے بیان میں

پس شرکت مفادضہ یہ ہے کہ دو شخص باہم شرکت کریں کہ دونوں اپنے مال میں وتصرف میں و دین میں مساوی ہوں اور جیسے ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہے ویسے ہی ہر ایک دوسرے کی طرف سے ہر عہدہ کا جو اس کو خریدی چیز میں لازم آیا ہے کفیل ہو یہ بیع القدر میں ہے۔ پس مفادضہ دو آزادوں بالغوں کے درمیان کہ دونوں مسلمان ہوں یا دونوں ذی ہوں جائز ہوگا کذا فی الہدایہ اور ذمیوں

۱۔ کیونکہ اگر اس المال سے کسی ہوتو کھنی ہوئی شے ۱۲۔

میں ہم ملت ہونا ضروری نہیں ہے خواہ دونوں ہم ملت ہوں یا ایک کتابی مثلاً نصرانی یا یہودی ہو اور دوسرا مجوسی ہو یہ محیط سرحدی میں ہے اور آزاد و مملوک کے درمیان و طفل و بالغ کے درمیان نہیں جائز ہے کذا فی النافع اور حر (آزاد) و مکاتب کے درمیان نہیں جائز ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور نیز مجنون و عاقل کے درمیان نہیں جائز ہے۔ یہ یعنی شرح کلمہ میں ہے اور درمیان دو غلاموں یا دو لڑکوں یا دو مکاتبوں کسی کے درمیان نہیں صحیح ہے یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر آزاد مسلمان نے کسی مرتد مرد یا مرتدہ عورت سے یا کسی ذی سے معاوضہ کیا تو معاوضہ نہیں صحیح ہے پھر اگر مرتد کے دارالحرب میں جا ملے کا حکم دینے جانے سے پہلے مرتد مسلمان ہو گیا تو معاوضہ صحیح ہو جائے گا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شرکت معاوضہ کی صورت ☆

شرکت معاوضہ کی صورت جیسے مبسوط صدر الاسلام میں مذکور ہے یہ ہے کہ دو شخص شرکت کریں اور کہیں کہ ہم نے باہم شرکت معاوضہ ہر قلیل و کثیر میں اس شرط پر کی کہ ہم ایک جا اور متفرق خرید و فروخت نقد یا ادھار کریں اور ہر ایک ہم میں سے اپنی رائے سے کام کرے بدیں شرط کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ہم کو نفع روزی کرے وہ درمیان مساوی مشترک ہوگا اور کھٹی مال پر ہوگی یہ مضمرات میں ہے اور اس کے واسطے چند شرائط ہیں چنانچہ محیط میں ہے از الجملہ یہ ہے کہ معاوضہ پر حصص ہو یعنی معاوضہ کھلا ظاہر ہو خواہ لفظاً یا معنایاً چنانچہ مضمرات میں ہے کہ اگر معاوضہ کے معنی جاننے والے نے عقد معاوضہ بغیر بیان لفظ معاوضہ قرار دیا اس طرح کہ معنی معاوضت کے پورے پورے آگئے تو عقد معاوضہ صحیح ہوگا۔ اور یہ شرط ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کفالت کی اہلیت رکھتا ہو یا اس طور جو کہ دونوں آزاد عاقل بالغ دین میں متفق ہوں یہ ذخیرہ میں ہے اور یہ شرط ہے کہ شریک عامہ عموم تجارت میں ہو یہ محیط میں ہے اور یہ شرط ہے کہ اگر اس المال جنس واحد و نوع واحد سے ہو تو مقدار کی راہ سے مساوی ہو اور اگر دو جنس مختلف سے مثل درہم و دینار کے یا جنس واحد ہو مگر نوع میں مختلف ہو جیسے درہم کسور (ثلث) و درہم صحاح (عایت) تو مساوات مقدار کے ساتھ قیمت میں برابر ہونا بھی شرط ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

یہ شرط ہے کہ دونوں میں سے کسی کے واسطے سوانے اس المال کے جس پر عقد قرار دیا ہے کچھ اور ایسا مال جس پر عقد معاوضہ جائز ہو سکتا ہے ابتداء یا انتہاء نہ ہو کذا فی محیط پس اگر ہر دو مال وقت شرکت کے مساوی ہوں حتیٰ کہ معاوضہ صحیح ہوا پھر دونوں میں سے ایک مال میں قبل اس کے کہ دونوں خرید کریں زیادتی ہوگی مثلاً قبل خرید کے ہر دو نقد میں سے ایک کی قیمت نرخ بدلنے سے بڑھ گئی تو معاوضہ ٹوٹ گیا اور شرکت عنان ہو گئی اور اسی طرح اگر ایک سے خرید کی اور ہنوز دوسرے سے خرید نہیں کی ہے کہ اس میں زیادتی ہو گئی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں مالوں سے خرید ہونے کے بعد زیادتی ہوئی تو معاوضہ اپنے مال پر رہے گا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک کی ملک میں ایسا مال زیادہ ہے جس پر عقد معاوضہ نہیں صحیح ہے جیسے عروض و عقار و مکانات تو معاوضہ جائز ہے اور اسی طرح اگر کسی کی ملک میں مال غائب زائد ہو تو بھی معاوضہ میں فساد نہیں ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کی ودیعت نقد کسی کے پاس رکھی ہو تو معاوضہ صحیح نہ ہوگا اور اگر ایک کا قرضہ نقد کسی پر ہو تو جب تک اس کو وصول نہ کر لے تب تک معاوضہ صحیح رہے گا پھر جب قبضہ کر لیا تو معاوضہ فاسد ہو کر شرکت عنان ہو جائے گی۔ اور اسی طرح تصرف میں بھی مساوات شرط ہے پس اگر دونوں میں سے ایک شریک ایسے تصرف کا مالک ہے جس کا دوسرا مالک نہیں ہے تو مساوات جاتی رہے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔

۱۔ قول مرتد مسلمان ہو گیا قبل و کذا الذی اذ ۱۱ سلم قول ہذا ہم دیکھیں اس معاملہ فرق قد بر ۱۲۔ ۲۔ قول مال غائب مثلاً قرضہ ہو یا کسی مقام پر گناہ بھول گیا ہو تو مانند اس کے فاقہ ۱۲۔

فصل دوم:

احکام معاوضہ کے بیان میں

ہر دو متفاوضین یعنی دو شریک معاوضہ میں سے ہر ایک جو چیز خریدے گا وہ شرکت پر ہوگی سوائے اپنے اہل و عیال کے طعام و لباس کے یا اپنے لباس کے یا روٹی کے ساتھ کھانے کی چیز سالن وغیرہ کے اور یہ استحسان ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اسی طرح متعہ و نفقہ کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اسی طرح رہنے کے واسطے اجارہ پر لینا اور حاجت ذاتی مثل حج وغیرہ کے لیے سواری کرایہ پر لینا بھی ایسا ہی ہے یہ تبیین میں ہے۔ پس اہل و عیال کے واسطے اثاثہ و کپڑا وغیرہ مذکورہ بالا چیزیں خریدنے والینے سے مخصوص مشتری کی ہوں گی اور باوجود اس کے بھی اُس کا شریک اس کی طرف سے کفیل ہوگا حتیٰ کہ جو کچھ اُس نے اثاثہ و کپڑا وغیرہ اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کے واسطے خریدا ہے اُس کے بائع کو اختیار ہوگا کہ اُس کے شریک دیگر سے ثمن کا مطالبہ کرے پھر اگر شریک نے اُس کی طرف سے بائع کو ثمن دے دیا تو کچھ ادا کیا ہے وہ مشتری سے واپس لے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر مشتری نے ادا کیا تو اُس کا شریک اُس سے اُس کا نصف ثمن واپس لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

مفاوض کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بغیر اجازت شریک کے وطنی یا خدمت کے واسطے کوئی باندی خریدے اور اگر خریدی تو اس کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس سے وطنی کرے اور اُس کے شریک کو یہ بھی اختیار نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ باندی دونوں کی شرکت میں آئی ہے پس کسی ایک کی نہ ہوگی بلکہ دونوں میں مشترک ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر شریک کی اجازت سے کوئی باندی واسطے وطنی کے خریدی تو یہ خاصہ اسی کی ہوگی اور بائع کو اختیار ہوگا کہ ثمن کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے اور صاحبین کے نزدیک شریک اُس سے اُس کا نصف ثمن واپس لے گا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کچھ نہیں لے گا یہ جامع صغیر میں بیان کر دیا ہے کذا فی محیط السرخسی اور اگر مفاوض نے اپنے شریک کی اجازت سے وطنی کے واسطے کوئی باندی خریدی اور اُس سے استیلاؤ کیا پھر کسی نے اپنا اس باندی پر استحقاق ثابت کیا تو وطنی کرنے والے پر اُس کا عقر واجب ہوگا اور مستحق مذکور اس عقر کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے کچھ میراث پائی یا سلطان کی طرف سے کسی نے کچھ جائزہ پایا یا بہ پایا کسی نے صدقہ دیا تو یہ خاص اسی کا ہوگا اور دوسرا اس میں اُس کا شریک نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی نے ہدیہ دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مستودع نے کہا کہ اپنے شریک کے مرنے سے پہلے میں اس کو کھا گیا ہوں تو اُس کی ضمان خاص

اسی پر لازم ہوگی ☆

اگر ہر دو شریک میں سے ایک کی ملک کسی چیز میں ایسے سبب سے ثابت ہوئی جو شرکت سے پہلے واقع ہو چکا ہے تو دوسرا اس میں شریک نہ ہوگا مثلاً کوئی غلام بائع کے واسطے خیار شرط کر کے خریدا ہے پھر مشتری نے کسی شخص کے ساتھ شرکت معاوضہ کر لی پھر بائع نے اپنا خیار ساقط کر دیا تو اُس کے شریک کے واسطے اس غلام میں شرکت ثابت نہ ہوگی یہ کافی میں ہے اور جو مال و دیعت کہ ان دونوں میں سے ایک کے پاس رکھا ہو وہ دونوں کے پاس و دیعت قرار پائے گا چنانچہ اگر و دیعت رکھنے والے نے بدون بیان کے انتقال کیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا پس اگر زندہ شریک نے بیان کیا کہ جس شریک نے رکھی تھی اُس کے پاس قبل موت کے ضائع ہو گئی تھی تو اُس کی تصدیق نہ کی جائے گی ہاں اگر و دیعت رکھنے والا بھی زندہ ہو تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر

۱! ورنہ قیاساً یہ بھی شرکت پر ہونا چاہیے ۱۲۔ ۲! باندی مملوکہ کو ام ولد بنا ۱۳۔ ۳! شرکت کے بیان میں اس کی توجیح مفصل مذکور ہوئی اس مقام پر دیکھو ۱۴۔

مستودع^(۱) نے کہا کہ اپنے شریک کے مرنے سے پہلے میں اس کو کھایا ہوں تو اس کی ضمان خاص اسی پر لازم ہوگی لیکن اگر اس نے اپنے قول پر گواہ قائم کر دیے تو ضمان ان دونوں پر ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر ہر دو شریک میں سے ایک کے پاس مال مضاربت ہو جس سے اس نے نفع کمایا ہے یا مال ودیعت ہو کہ خلاف اس کے مالک مذکور کو اپنے کام میں لا کر نفع اٹھایا ہے تو منافع ان دونوں کا ہوگا کذا فی المسنون قال المحرر جم کذا فی النسخۃ الموجودۃ واللہ اعلم۔
فصل سوم:

ان امور کے بیان میں جو دونوں میں سے ہر ایک متفاضل پر بحکم کفالت از جانب دیگر لازم آتے ہیں

اگر دو متفاضل میں سے ایک نے ایسے شخص کے واسطے جس کی گواہی اس کے حق میں جائز ہو سکتی ہے کچھ مال کا اقرار کیا تو اس مال کے واسطے دوسرا شریک بھی ماخوذ ہوگا اور حق والے کو اختیار ہے کہ چاہے ہر ایک سے علیحدہ مطالبہ کرے یا دونوں سے اکٹھا مطالبہ کرے یہ مضمرات میں ہے۔ اگر دو متفاضلین میں سے ایک نے ایسے شخص کے واسطے جس کی گواہی اس کے حق میں روانہ نہیں ہے کچھ مال کا اقرار کیا مثلاً اپنے باپ یا بیٹے یا ماں یا اُن کے مانند کسی کے واسطے اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو اس کا اقرار اس کے شریک کے حق میں روانہ ہوگا حتیٰ کہ اس کا شریک اس مال کے واسطے ماخوذ نہیں ہو سکتا ہے یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہ ظاہر ہے کذا فی المحيط اور اسی طرح اگر اپنی بیوی کے واسطے جو اس کی طرف سے طلاق بائنہ کی عدت میں ہے اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شریک نے نکاح قاسد کر کے عورت سے دخول کیا اور اس کے واسطے مہر کا اقرار کیا تو اس کے شریک پر لازم نہ ہوگا اور اگر کسی دوسرے قرضہ کا اقرار کیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر ایک شریک نے اپنی بیوی کی ماں کے واسطے یا اپنی بیوی کے ایسے فرزند کے واسطے جو اس کے سوائے دوسرے کے نطفہ سے ہے کچھ مال کا اقرار کیا تو دونوں شریکوں پر لازم ہوگا بوجہ اس کے کہ اقرار اس کا اعتبار گواہی کے ساتھ ہے اور اگر شرکت مفادہ میں ایک شریک کوئی عورت ہے پس اس نے اپنے شوہر کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا تو چونکہ اس عورت کی گواہی اپنے شوہر کے حق میں نہیں جائز ہے اس کا اقرار قرضہ بھی اس کے شریک مفادہ پر روانہ ہوگا اور ایسی عورت مفادہ کا اقرار اپنے شوہر کے والدین اور اپنے شوہر کے ایسے فرزند کے واسطے جو اس عورت کے سوائے اس کی دوسری بیوی کے بیٹ سے ہے اور عورت پر اور اس کے شریک پر دونوں پر جائز ہے چنانچہ ان لوگوں کی گواہی اس عورت کے حق میں جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی شریک نے اپنی ام ولد کو آزاد کیا پھر اس کے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کیا تو دونوں شریکوں پر لازم ہوگا اگر چہ ام ولد مذکور اس اقرار کنندہ کی عدت میں ہو یہ محیط سرخی میں ہے۔

جو قرضہ کہ ان میں سے ایک شریک پر بوجہ تجارت کے مثل بیع و خرید اور اجارہ وغیرہ اس کے مانند مثل غصب و استحلاک و کفالت باکمال بحکم مکفول عنہ و اعادہ و رہن کے لازم آیا تو دوسرا اس کا ضامن ہوگا اور اگر مفادہ نے بغیر حکم مکفول عنہ کے اس کی

۱۔ مال شریک میت پر زندہ پر ۱۲۔ ۲۔ مکتبائے امانت کے برخلاف اس سے تجارت کر کے نفع کمایا ۱۳۔ ۳۔ جس کی گواہی اس کے حق میں ادا نہیں ہے اس کے واسطے اقرار کرنا خاص اسی پر ہوگا شریک پر نہ ہوگا اور جس کی گواہی اس کے حق میں روا ہے اس کے واسطے اقرار دونوں پر ہوگا ۱۴۔ ۴۔ بمعنی ضائع و برباد کر دینے کے ہے ۱۵۔

طرف سے کفالت کر لی تو شریک اُس کے واسطے سب اماموں کے نزدیک ماخوذ نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور یہی حکم بیوع فاسدہ میں ہے یہ محیط میں ہے اور حق والے کو اختیار ہے کہ چاہے ہر ایک سے علیحدہ مطالبہ کرے اور چاہے دونوں سے اکٹھا مطالبہ کرے یہ مضمرات میں ہے لیکن یہ واضح رہے کہ مال ضمان خاصہ اُسی پر ہوگا جو اس تاوان کے فعل کا کرنے والا ہے حتیٰ کہ ایک دوسرے نے مال شرکت میں سے اوکھا تو دوسرے سے نصف واپس لے گا یہ مبسوط میں ہے بخلاف خرید فاسدہ کہ خرید فاسدہ کی صورت میں تاوان فقط مشتری ہی پر نہ رہے گا بلکہ دونوں پر ہوگا اور اگر ان میں سے ایک نے کفالت بالذات کر لی تو بالا جماع اُس میں اس کا شریک ماخوذ نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک مفاد میں کسی شخص کی طرف سے مہر یا ارش جنایت کی کفالت کر لی تو یہ بمنزلہ قرضہ کی کفالت کرنے کے ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک نے خریدی ہوئی باندی سے واپس کی پھر کسی نے اس باندی کا استحقاق ثابت کیا تو مستحق کو اختیار ہوگا کہ حقہ کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ایک کے ذمہ ایسا تاوان لاحق ہوا جو مشابہ ضمان تجارت نہیں ہے تو اس کے واسطے اُس کا شریک ماخوذ نہ کیا جائے گا جیسے جنایتوں کے جرمانہ اور نفقہ اور بدل خلع اور قصاص سے صلح کا مفاد وغیرہ اور علیٰ ہذا اگر جنایت کنندہ شریک کے فعل سے دوسرے شریک نے انکار کیا تو ولی جنایت کو اختیار نہ ہوگا کہ شریک منکر سے قسم لے بخلاف اس کے اگر مدعی نے دونوں میں سے ایک پر بیع غلام کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے اُس سے انکار کیا تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ مدعا علیہ سے قطعی قسم لے اور دوسرے شریک سے اس کے علم پر قسم لے اس واسطے کہ یہاں دونوں میں سے ہر ایک ایسا ہے کہ اگر مدعی کے دعویٰ کا اقرار کرے تو دونوں پر لازم آتا ہے بخلاف جنایت مذکورہ کے کہ اگر ایک اقرار کرے تو دوسرے پر لازم نہ آئے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اسی طرح ہر عمل جو اعمال تجارت سے ہو اگر اس کا کسی مدعی نے ان میں سے ایک شریک پر دعویٰ کیا اور قاضی نے مدعا علیہ سے اس پر قسم کی تو مدعی کو پہنچتا ہے کہ دوسرے سے بھی قسم لے کذا فی الحیط پس اگر کسی نے اعمال تجارت میں سے کسی عمل کا ان دونوں پر دعویٰ کیا تو مدعی کو پہنچتا ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک سے قطعی قسم لے پھر دونوں میں سے جو شخص قسم سے انکار کرے گا تو دعویٰ مدعی دونوں پر لازم ہوگا اور اگر یہ دعویٰ اُس نے ان میں سے ایک پر کیا حالانکہ وہ غائب ہے تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے اس کے علم پر قسم لے پس اگر اُس نے قسم کھالی پھر غائب مذکور آ گیا تو مدعی کو اختیار ہوگا کہ اُس سے قطعی قسم لے جیسے دونوں کے حاضر ہونے کی صورت میں ہوتا ہے کہ مدعی علیہ سے قطعی قسم لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے کسی شخص پر اعمال تجارت میں سے کسی عمل کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قاضی نے اُس سے اس امر پر قسم لے لی پھر دوسرے متفاوض نے چاہا کہ اُس سے اسی امر پر قسم لے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے ایک متفاوض پر بیع کفالت کے مال کا دعویٰ کیا اور اس سے اس پر قسم لی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدعی کو پہنچتا ہے کہ اس کے شریک سے بھی اس پر قسم لے یہ مبسوط میں ہے اور اگر دو متفاوض میں سے ایک نے کوئی چیز فروخت کی یا کسی کے ہاتھ قرض کوئی چیز فروخت کی یا اس کے واسطے کسی نے دوسرے کی طرف سے مال کی کفالت کر لی یا اس سے کسی نے غصب کیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اُس سے مطالبہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک متفاوض نے ایک غلام اجارہ پر دیا تو دوسرے شریک متفاوض کو اختیار ہے کہ مستاجر سے اجرت کا مطالبہ کرے اور مستاجر اس سے غلام سپرد کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے اور اگر معارض نے اپنا میراث پایا ہو غلام یا خاصہ اپنی کوئی چیز اجارہ پر دی تو دوسرے شریک کو اجرت کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور نہ مستاجر کو اُس سے غلام مذکور سپرد کرنے کا مطالبہ پہنچتا ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر مفاوض مذکور نے اپنی ذاتی ضرورت یا حج کے سفر کے واسطے اجارہ پر لیا ☆

اسی طرح اگر مفاوض نے اپنی ذاتی مخصوص کوئی چیز فروخت کی تو شریک کو مشتری سے حق کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور نہ مشتری اس سے بیع پر در کرنے کا مطالبہ کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دو متفاوض علیحدہ ہو گئے پھر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام کو شرکت میں مکاتب کیا تھا تو حق شریک میں اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی لیکن اپنے حق میں تصدیق کیا جائے گا اور شریک کے حق میں ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا فی الحال اس نے عقد کتابت قرار دے دیا ہے پس اس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس عقد کتابت کو رد کر دے یہ محیط میں ہے اور اگر ہر دو متفاوض میں سے ایک نے اپنے آپ کو کسی شخص کو کوئی چیز حفاظت کرنے یا کپڑے سینے یا اور کسی کام کے واسطے اجارہ پر دی تو جو اجرت ہوگی وہ دونوں میں مشترک ہوگی اور اسی طرح جس مزدوری سے ایک نے کچھ کمایا تو اجرت دونوں میں مشترک ہوگی سوائے اس کے کہ اگر ایک نے اپنے آپ کو کسی کی خدمت میں اجرت پر دیا تو اجرت خاصہ اسی کی ہوگی یہ تاتار خانیہ میں ہے اور اگر ایک مفاوض نے کوئی مزدور یا جانور اجرت پر لیا تو اجرت پر دینے والے کو اختیار ہوگا کہ اجرت کے واسطے دونوں میں سے جس سے چاہے مطالبہ کرے لیکن اگر مفاوض مذکور نے اپنی ذاتی ضرورت یا حج کے سفر کے واسطے اجارہ پر لیا ہے تو شریک جو کچھ ادا کرے گا اس کو حصہ رسد دوسرے سے واپس ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل چہارم:

جس سے مفاوض باطل ہوتی ہے اور جس سے باطل نہیں ہوتی

اس کے بیان میں

اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک کو ایسا مال جس پر عقد شرکت مفارضہ جائز ہے بسبب میراث یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت وغیرہ کے حاصل ہوا اور اس کے قبضہ میں آگیا تو شرکت مفارضہ باطل ہو کر شرکت عنان ہو جائے گی کذا فی السراجیہ اور اگر وہ عروض کا وارث ہو یا دیون کا وارث ہو تو شرکت مفارضہ باطل نہ ہوگی جب تک کہ وہ ان پر قبضہ نہ پائے کذا فی محیط السرخسی قال المترجم اور عروض میں بعد قبضہ پانے کے بھی باطل نہ ہوگی اور ہدایہ میں ہے کہ عقار کا بھی یہی حکم ہے یعنی ان کی میراث پانے سے مفاوضت باطل نہیں ہوتی ہے خواہ قبضہ پائے یا نہ پائے اور اگر دونوں نے دونوں مالوں میں سے ایک سے کوئی چیز خریدی تو قیاساً شرکت مفارضہ باطل ہوگی مگر بوجہ تائید نہیں باطل ہوگی۔ اور اگر بروز شرکت دونوں کا مال مساوی ہو حتیٰ کہ مفاوضت صحیح ہو گئی پھر قبل اس کے کہ دونوں کچھ خریدیں ایک مال میں زیادتی ہو گئی باقی طور کہ جن دو نقدوں پر عقد مفارضہ قرار دیا ہے ایک کے نقد میں قبل خرید کے ازراہ قیمت یعنی نرخ بازار کے زیادتی ہو گئی تو مفاوضت ٹوٹ جائے گی قال المترجم مثلاً ہزار درہم ایک کے اور سو دینار دوسرے کے عقد کے مساوی تھے پھر سو دینار کے بارہ سو درہم ہو گئے بسبب زیادتی بھاد اشرفی کے قبل اس کے کہ اس سے خرید واقع ہو تو مفاوضت ٹوٹ جائے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر ہر دو مال میں سے ایک سے کوئی چیز خریدی پھر دوسرے میں زیادتی ہو گئی تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی پھر خریدی ہوئی چیز ازراہ قیمت کے بڑھ گئی تو قیاساً مفاوضت باطل ہو جائے گی مگر

۱۔ جو فی الحال دونوں میں مشترک مملوک ہے ۱۲۔ مترجم کہتا ہے کہ ان کتابوں میں جو بوقت ترجمہ موجود ہیں اس طرح ہے کہ دواستخدام احد المتفاوضین ممالا يجوز علیہ الشریکۃ ہارث الخ اور یہ کتابوں کی غلطی ہے اور صحیح وہی ہے جو میں نے ترجمہ میں لکھا قائل ۱۲۔

استحساناً باطل نہ ہوگی یہ مضمرات میں ہے۔ اگر ہر دو مال سے خرید واقع ہونے کے بعد ایک میں زیادتی ہوگئی تو معاوضت اپنے مال پر رہے گی اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک مال سے خرید واقع ہوئی اور جس سے خرید واقع ہوئی ہے اس میں بعد وقوع خرید کے زیادتی ہو گئی تو معاوضت نہ ٹوٹے گی یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر ہر دو متفاوضین میں سے کسی ایک نے ایک اجنبی ثالث سے کہا کہ مجھے ایک درہم بہہ کر دے اس نے بہہ کر کے سپرد کر دیا تو معاوضت باطل ہو جائے گی اگر چہ اس کا شریک غائب ہو پس اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے اپنے شریک مفارض کے غائب ہونے کی صورت میں معاوضت کو توڑنا چاہا تو اس کا یہی حلیہ ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنا ذاتی مخصوص غلام اجارہ پر دیا یا فروخت کر دیا تو جب تک اجرت وصول نہ پائے یا ٹخن پر قبضہ نہ پائے تب تک معاوضت باطل نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور جب ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے انکار کیا تو معاوضت صحیح ہو جائے گی اور واجب ہے کہ یہی حکم تمام شرکتوں میں ہو یہ ظہیر یہ میں ہے۔ جس سے شرکت عنان فاسد ہوئی ہے اس سے شرکت مفارضہ بھی فاسد ہو جاتی ہے یہ بدائع میں ہے۔

فصل ہنہم:

ہر دو متفاوضین میں سے ایک کے مال مفارضہ میں تصرف کرنے کے بیان میں

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ کیلیا یا دوزنی چیز بعوض اس جنس کے جو اس کے قبضہ میں ہے خرید کرے پس اگر اُسے اس جنس کے عوض خریدی تو جائز ہے یعنی شرکت پر ہوگی اور اگر ایسی جنس کے عوض خریدی جو اس کے قبضہ میں نہیں ہے مثلاً درموں یا دیناروں کے عوض خریدی حالانکہ مال شرکت میں سے اُس کے پاس درہم یا دینار نہیں ہیں تو خریدی ہوئی چیز خاصۃً اُسی مشتری کی ہوگی اور شرکت پر اُس کی خرید جائز نہ ہوگی اور متفاوضین میں سے ہر ایک کو روا ہے کہ دونوں کے شرکتی تجارت کے غلام کو مکاتب کروے اور نیز اختیار ہے کہ غلام کو تجارت کی یا ادائے کمائی کی اجازت دے یہ محیط میں ہے اور تجارتی باندی کا بیاہ کر دے اور غلام کا نکاح نہیں کر سکتا ہے اور نہ غلام کو کسی قدر مال پر آزاد کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے اپنے دونوں کی تجارت کے ایک غلام کو تجارت کی ایک باندی سے بیاہ دیا تو قیاساً جائز ہے اور استحساناً نہیں جائز ہے اور یہی ہمارے علماء کا قول ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ متفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ نقد و ادھار جس طرح چاہے فروخت کرے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور متفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ قلیل یا کثیر ثمن کے عوض فروخت کرے لہذا اس قدر کمی سے نہیں فروخت کر سکتا ہے کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا خسارہ فاحش نہیں اٹھاتے ہیں یہ بدائع میں ہے اور اگر متفاوض نے شرکت مفارضہ کی چیز ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دی جس کی گواہی اُس کے حق میں غیر مقبول ہوتی ہے تو بالا جماع یہ بیع شرکت مفارضہ پر نافذ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے ادھار لانا خرید یا تو اس کا ٹخن ان دونوں پر ہوگا بخلاف شرکت عنان کے کہ اگر اُس کے ایک شریک نے ایسا کیا تو یہ حکم نہیں ہے اور اگر متفاوضین میں سے ایک نے اناج کی بیع سلم قبول کی تو یہ دوسرے شریک پر بھی جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک نے اناج لینے کی بیع سلم میں درہم دیے تو یہ دونوں پر جائز ہوگا اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک نے عین کر لیا تو بھی دونوں پر روا ہوگا اور عین کی صورت یہ ہے کہ کوئی مال عین اس کی قیمت سے زیادہ واموں کو ادھار بدیں غرض خرید کہ اُس کو نقد اُس کی قیمت کے

۱۔ کیلی وہ جنس جس کی خرید و فروخت شرعاً بذریعہ کیا نہ کے ہے اگرچہ لوگوں نے اسے طور پر اس کی فروخت بطور وزن کے کر لی ہو مثلاً غلہ کہ یہ کیلی ہے اور ہمارے دیار میں وزن کے ساتھ فروخت ہوتا ہے پس اس کا کچھ اعتبار نہیں اور وہ بدستور کیلی ہی شمار ہوگا ورنہ دوزنی جنس جس کا حکم شرعاً خرید و فروخت باعتبار وزن کے ہے جیسے سونا چاندی ۱۲۔ ۱۳۔ روا ہے اور صحیح ہے ۱۲۔

برابر دوسوں کے فروخت کر کے سرت نقد مال حاصل کرے یہ مبسوط میں ہے۔

مفاوض کو ہدیہ دینے میں بھی کھانے کی چیزوں کا ہدیہ مثل گوشت و روٹی و فواکہ کا اختیار ہے ☆

دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مفاوضت کا مال بعض قرضہ مفاوضت کے یا اپنے ذاتی قرضہ میں بدون اجازت اپنے شریک کے رہن کر دے اس واسطے کہ رہن حکماً ادائے قرضہ ہے اور ادائے قرضہ مفاوضت کے یا اپنے ذاتی قرضہ مثل مہر وغیرہ ادا کرنے کا دونوں میں سے ہر ایک بدون اجازت اپنے شریک کے اختیار رکھتا ہے کذا فی محیط السرخسی پس اگر اُس کے شریک نے مرتہن سے مال مرہون واپس کر لینا چاہا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ پھر ایک قرضہ مذکور دونوں کی شرکت میں سے ہو تو راہن پر ضمان نہ ہوگی اور اگر خاصۃً راہن کا قرضہ ہو تو شریک اُس کے نصف کو راہن سے واپس لے گا اور اگر مال مرہون کی قیمت بہ نسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو مقدار زیادہ میں اس پر ضمان نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اسی طرح اگر مفاوض نے قرضہ مفاوضت میں اپنی خاص ذاتی متاع کو رہن کیا تو تیسرے کرنے والا نہ ہوگا بلکہ اپنے شریک سے نصف قرضہ واپس لے سکتا ہے اگرچہ مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو یہ محیط میں ہے اور اگر قرضہ تجارت کے عوض دونوں میں سے کسی نے رہن لیا تو جائز ہے کذا فی محیط السرخسی خواہ بیع کرنے والا یہی ہو جس نے رہن کیا ہے یا دوسرا ہو یہ مبسوط میں ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ رہن دینے یا رہن لینے کا اقرار کرے یعنی اُس کا اقرار صحیح اور دونوں پر نافذ ہوگا اور اگر ایسا اقرار اپنے شریک کے مرنے کے بعد یا شرکت مفاوضت سے دونوں کے الگ ہو جانے کے بعد کیا تو اس کا اقرار شریک کے حق میں جائز نہ ہوگا یہ سراج و ہاج میں ہے اور ہر مفاوض کو روا ہے کہ کسی کے پاس ودیعت رکھے اور اختیار ہے کہ حوالہ قبول کرے یہ بدائع میں ہے اور یہ اختیار ہے کہ مال مفاوضت میں سے ہدیہ بھیجے اور اس میں سے دعوت تباہ کرے اور اس کی کوئی مقدار نہیں بیان کی گئی ہے کہ کس قدر تک ہدیہ دعوت میں صرف کر سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ عرف راجع ہوگا اور وہی اس قدر ہے کہ جس کو تاجر لوگ عرف میں اسراف نہیں قرار دیتے ہیں یہ غیاثیہ میں ہے اور دوسروں کو روا ہے کہ مفاوض سے ہدیہ قبول کریں اور اُس کا کھانا کھائیں اور اس سے مستعار لیں اگر چہ ان کی دانست میں اُس نے بغیر اجازت شریک کے ایسا کیا ہو اور جس نے کھایا یا جس کو اُس نے صدقہ دیا ہے اس پر تاوان لازم نہ ہوگا اور یہ استحسان ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ مگر واضح رہے کہ مفاوض کو ہدیہ دینے میں بھی کھانے کی چیزوں کا ہدیہ مثل گوشت و روٹی و فواکہ کا اختیار ہے اور سونے و چاندی کے ہدیہ دینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مفاوض نے کسی کو کپڑا دیا یا جانور بہہ کیا یا سونا چاندی و متاع و مانع بہہ کیا تو اس کے شریک کے حصہ میں روانہ ہوگا اور شریک کے حصہ میں جب ہی روا ہوگا کہ جب ہدیہ مثل فواکہ و گوشت و روٹی کے مانند چیزوں سے ہو یہ فتاویٰ کا ضی خان میں ہے اور ہر ایک مفاوض کو اختیار ہے کہ مال کے ساتھ بدون اجازت اپنے شریک کے سفر کرے اور یہی صحیح مذاہب امام اعظم و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر جس امام کے قول پر مسافرت مفاوض بطریق مذکور جائز ہے اگر اُس کے شریک نے اس کو اس کی اجازت دے دی تو اُس کو اختیار ہوگا کہ مجملہ اس المال کے اپنے کرایہ دکھانے میں صرف کرے اس کو حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے پھر اگر اُس نے نفع کمایا تو یہ خرچہ اس نفع میں سے محسوب ہوگا ورنہ اس المال میں سے محسوب ہوگا یہ ظہیر میں ہے اور مفاوضین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال کو مضاربت پر دے کذا فی البدائع اور یہ اصل کی روایت ہے اور یہی اصح ہے یہ نہر الفائق و ہدایہ میں ہے اور اسی طرح اس کو روا ہے کہ دوسرے مال کو مضاربت پر لے لے اور اس میں جو نفع ہوگا وہ خاصۃً اُسی کا ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

نیز ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال کو بضاعت پر دے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کچھ مال بضاعت پر دیا پھر ہر دو متفاضلین الگ ہو گئے پھر لینے والے نے بضاعت سے کوئی چیز خریدی پس اگر بضاعت لینے والے کو دونوں کا الگ ہو جانا معلوم ہے تو جو چیز اُس نے خریدی ہے وہ خاصہ اُسی کی ہوگی جس نے بضاعت دی ہے اور اگر اس کو دونوں کے جدا ہونے کا حال نہیں معلوم ہے پس اگر شریک اس بضاعت قبول کرنے والے کو دے دیا ہے تو اُس کی خرید اس حکم دینے والے اور اُس کے شریک دونوں پر روا ہوگی اور اگر شریک اُس کو نہیں دیا گیا ہے تو خاصہ حکم دینے والے کے واسطے خریدنے والا ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وہ شریک مر گیا جس نے بضاعت کے واسطے نہیں کہا ہے پھر بضاعت پر کام کرونا قبول کرنے والے نے متاع خریدی تو وہ خاصہ زندہ شریک کو لازم ہوگی پھر اگر مستضعف نے یعنی جس نے بضاعت پر کام کرنا قبول کیا ہے دیئے ہوئے مال سے ثمن ادا کر دیا ہو تو مفاوض میت کے وارثوں کو اختیار ہے چاہیں مستضعف سے ثمن کی ضمان لیں اور چاہیں مضیع یعنی بضاعت کا حکم دینے والے سے تاوان لیں پس اگر انہوں نے مستضعف سے تاوان لینا اختیار کیا تو وہ مضیع سے واپس لے گا اور چاہیں بائع سے اپنا ثمن بطریق ضمان وصول کر لیں پس اگر انہوں نے بائع سے ضمان لیا تو وہ مستضعف سے رجوع کرے گا پھر مستضعف اپنے مضیع سے رجوع کرے گا۔ اور اگر متفاضلین میں سے ایک نے ہزار درہم جو اس کے اور اُس کے شریک عنان کے ہیں برضا مندی شریک عنان کے کسی کو بضاعت پر دیے تاکہ مستضعف ان دونوں کے واسطے کوئی متاع خریدے پھر ان تینوں میں سے ایک مر گیا پس اگر مضیع مر گیا پھر مستضعف نے متاع خریدی تو وہ متاع اس مشتری کی ہوگی اور وہ مال کا ضامن ہوگا جس میں سے نصف مال شریک عنان کا ہوگا اور نصف دوسرے مفاوض زندہ وارثان مفاوض میت کے درمیان مشترک ہوگا اور اگر شریک عنان مر گیا پھر مستضعف نے کوئی متاع خریدی تو خریدی ہوئی چیز پوری انہیں دونوں متفاضلین کی ہوگی پھر شریک عنان میت کے وارثوں کو اختیار ہوگا کہ چاہیں اپنے حصہ کے واسطے ان متفاضلین سے رجوع کریں دونوں میں سے جس سے چاہیں اور چاہیں مستضعف سے رجوع کریں پھر مستضعف ان دونوں میں سے جس سے چاہے گا لے گا اور اگر وہ مفاوض مر گیا جس نے بضاعت نہیں قرار دی ہے پھر مستضعف نے متاع خریدی تو اس میں سے نصف شریک عنان کی ہوگی اور نصف دوسرے مفاوض زندہ کی جس نے حکم کیا ہے اور مفاوض زندہ مفاوض میت کے وارثوں کو ان کے حصہ کی ضمان دے گا اور وارثوں کو اختیار ہے کہ چاہیں مستضعف سے اپنے حصہ کی ضمان لیں پھر مستضعف اُس کو حکم دہندہ سے واپس لے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔

پس اگر کسی سے شرکت عنان کر لی تو یہ شرکت اُس پر اور اُس کے شریک مفاوض دونوں پر جائز ہوگی ☆

متفاضلین میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرض دے یہ ظاہر الروایت ہے اور بھی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے لیکن اگر اُس کا شریک اس کو بصریح اجازت قرض دینے کی دے دے تو دے سکتا ہے لیکن اگر اس قدر کہا کہ اپنی رائے سے عمل کر تو اس میں قرض دینے کا اختیار حاصل نہ ہوگا یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر اُس نے بغیر اجازت شریک کے قرض دیا تو اُس کی نصف کا ضامن ہوگا اور مفاوضت باطل نہ ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جس قرض دینے میں لوگوں کو خطرہ نہیں ہے ویسا قرض دینے کا اختیار ہوتا ہے چاہے یہ محیط میں ہے اور متفاضلین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ مال شرکت میں سے بعض مال سے کسی دوسرے کے ساتھ شرکت عنان کر لے کذا فی المسووط خواہ عقد مفاوضت میں دونوں نے شرط کی ہو کہ ہر ایک اپنی رائے سے کام کرے یا ایسی شرط نہ کی ہو کذا فی الذخیرہ۔ پس اگر کسی سے شرکت عنان کر لی تو یہ شرکت اُس پر اور اُس کے شریک مفاوض دونوں پر جائز ہوگی خواہ شریک کی اجازت سے اُس نے شرکت کی ہو یا بغیر اجازت کذا فی المحیط اور اگر اُس نے شرکت مفارضہ کر لی اپنے شریک کی اجازت سے تو دونوں پر جائز ہوگی

جیسے دونوں کسی ثالث سے شرکت مفارضہ کر لیں تو روا ہے اور اگر بدوں اجازت شریک کے کی ہو تو مفارضہ نہ ہوگی مگر شرکت عثمان ہوگی اور جس سے شرکت کی ہے چاہے وہ اس کا باپ یا بیٹا ہو یا کوئی اجنبی ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔

منہجی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر متفاضلین میں سے ایک نے کسی سے بردوں کی تجارت میں شرکت عثمان کر لی تو جائز ہے اور یہ شرکت جو رقیق خریدے گا اس میں سے نصف اس مشتری کی ہوں گے اور باقی نصف ان دونوں متفاضلین کے درمیان نصفاً نصف ہوں گے اور اگر متفاضلین میں سے جس نے شرکت عثمان نہیں کی ہے اس نے کوئی غلام خریدے تو اس میں سے بھی نصف اس کے شریک کا ہوگا اور باقی نصف ان دونوں متفاضلین کے درمیان نصفاً نصف ہوگا یہ محیط میں ہے اور ہر مفارض کو اختیار ہے کہ وکیل مقرر کرے کہ اس کو مال شرکت سے مال دے کر حکم کرے کہ اس کو ہماری شرکت کی چیزوں میں سے کسی میں خرچ کرے پھر اگر دوسرے شریک نے اس کو وکالت سے خارج کیا تو خارج ہو جائے گا اگر خرید یا فروخت یا اجارہ کا وکیل ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر اس نے اس کو اس واسطے وکیل کیا کہ جو میں نے قرضہ ادھار فروخت کیا ہے وہ دام تقاضا کر کے وصول کر لائے تو دوسرے شریک کے خارج کرنے سے خارج نہ ہوگا۔ یہ محیط میں ہے اور مفارض کو اختیار ہے کہ عاریت دے دے اور یہ اتحسان ہے حتیٰ کہ اگر مفارض خیال مفادضت سے کوئی جانوری عاریت دیا اور وہ مسعیر کے پاس تلف ہو گیا تو اتحساناً اپنے شریک کے واسطے ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مفارض نے اپنے دونوں کی شرکت کا جانور سواری مستعار دیا اور مسعیر اس پر سوار ہو کر روانہ ہوا پس جانور مذکور تھک کر مر گیا پھر دونوں نے اس مقام میں اختلاف کیا جہاں وہ سوار ہو کر گیا ہے پس دونوں میں سے جس کسی نے اس مقام تک کے لیے اس کے عاریت دینے کی تصدیق کی تو مسعیر اس کے تادان سے بری ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جو امر کہ ہر دو شریک عثمان میں سے ہر ایک کر سکتا ہے وہی ہر دو مفارض میں سے ہر ایک کر سکتا ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

فصل منہج:

متفاضلین میں سے ایک نے جو عقد کیا اور جو اس کے عقد سے واجب ہوا اس میں

دوسرے کے تصرف کے بیان میں

اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے کی فروخت کی ہوئی بیع کیبیع کا اقالہ کر دیا تو وہ اقالہ دوسرے پر بھی جائز ہوگا اور اسی طرح اگر ایک نے دوسری کی بیع سلم قرار دی ہوئی کا اقالہ کر دیا تو یہ اقالہ دونوں پر جائز ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ہر دو متفاضلین میں سے ایک نے اپنی مشترک تجارت کی باندی کسی کے ہاتھ ادھار فروخت کی تو قبل تمام ثمن وصول پانے کے دونوں میں سے کسی کو جائز نہ ہوگا کہ اس کو مشتری سے ثمن سے کم داسوں کے خرید لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز ادھار فروخت کی پھر مر گیا تو دوسرے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے اس کے واسطے مخاصمہ (۱) کرے پھر اگر مشتری نے اس کو نصف ثمن دے دیا تو اس سے بری ہو جائے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز فروخت کی پھر ثمن مشتری کو ہبہ کر دیا یا مشتری کو بری کر دیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے

۱۔ یعنی ایک نے کہا کہ مسعیر نے خلاف کیا یہاں تک کہ واسطے عاریت نہیں لیا تھا اور دوسرے نے کہا کہ نہیں یہیں تک کہ واسطے لیا تھا ۱۲۔

۲۔ عقد بیع کے توڑنے کو کہتے ہیں یعنی باہمی معاملہ کو نسخ کرنا ۱۲۔

(۱) یعنی کل کے واسطے ۱۲۔

اور اگر دوسرے نے مشتری کو ثمن بہہ کیا یا بری کر دیا تو اُس کے حصہ میں جائز ہوگا اور اُس کے شریک کے حصہ میں جس نے بیع قرار دی تھی بالا جماع جائز نہ ہوگا۔ کذا فی المحیط اور اگر متفادضین سے ایک نے ایسے قرضہ میں جو دونوں کے واسطے کسی پر واجب ہوا ہے تاخیر دے دی تو بالا جماع دونوں حصوں میں تاخیر جائز ہوگی کذا فی الظہیر یہ خواہ یہ قرض اسی متفادض کے فعل سے واجب ہوا جس نے تاخیر دے دی ہے یا دوسرے کے فعل سے یا دونوں کے فعل سے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں متفادضین پر مال میعاد یا اُدھار ہو یعنی قرضہ ہو جس کے ادا کرنے کی مدت مقرر ہو پھر دونوں میں سے ایک نے اس میعاد کو ساقط کر دیا یعنی مدت باطل کر دی تو باطل ہو جائے گی اور مال فی الحال دونوں پر واجب الادا ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو میت پر بقدر اُس کے حصہ کے قرضہ فی الحال واجب الادا ہو جائے گا اور دوسرے کا اپنی میعاد پر ہے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کا متفادضین پر مال ہو پس اُس نے ایک کو اس کے حصہ سے بری کر دیا تو دونوں متفادضین پورے مال سے بری ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے۔

جس عقد کا متولی ایک ہی ہوا ہے اُس کے حقوق دونوں کی طرف راجع ہوں گے حتیٰ کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی تو جیسے بائع سے بیع سپرد کرنے کا مطالبہ ہوگا ویسے ہی دوسرے شریک سے بھی تسلیم بیع کا مطالبہ ہوگا اور اگر دوسرے شریک نے جو بائع نہیں ہوا ہے مشتری سے ثمن کا مطالبہ کیا تو مشتری پر اس کو ثمن دینے کے واسطے اسی طرح جبر کیا جائے گا جیسے بائع کو دینے کے واسطے جبر کیا جاتا ہے یہ تا تار خانہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز خریدی تو جیسے مشتری سے ثمن کا مطالبہ ہوگا ویسے ہی اُس کے شریک سے مطالبہ ہوگا یہ سراج و ہاج میں ہے اور دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ بیع پر قبضہ کر لے جیسے مشتری کو اختیار ہے اور اگر مشتری نے اس بیع میں کوئی عیب پایا تو اُس کے شریک کو واپس کر دینے کا اختیار ہے جیسے مشتری کو اختیار ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنی تجارت کی کوئی چیز خریدی اور دوسرے نے اس میں عیب پایا تو دوسرے کو اس کے واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر خریدی ہوئی چیز کسی نے استحقاق ثابت کر کے لے لی تو دونوں یعنی مشتری و دوسرے شریک دونوں کو اختیار ہے کہ بائع پر ثمن کے واسطے رجوع کریں یہ سراج و ہاج میں ہے۔ جس نے ان دونوں میں سے ایک سے ان کی شرکتی تجارتی چیز کوئی خریدی اور اس میں عیب پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ بسبب عیب کے دونوں میں سے جس کو چاہے واپس کر دے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر اُس نے عیب سے انکار کیا پس اگر بائع ہے تو اُس سے قطعی قسم لے سکتا ہے اور اگر دوسرا شریک ہے تو اُس سے علم پر قسم لے سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے عیب کا اقرار کر لیا تو اُس کا اقرار اُس پر اور اُس کے شریک پر دونوں پر نافذ ہوگا اور اگر متفادضین میں سے ہر ایک نے نصف نصف غلام اپنے شرکتی تجارت کا کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری نے بیع میں عیب پایا تو مشتری و اختیار ہے کہ ہر ایک سے قسم لے اس طرح کہ جس نصف کو اُس نے فروخت کیا ہے اُس کی قطعی قسم اور جس کو اس کے شریک نے فروخت کیا ہے اس کی قسم ایک ہی قسم میں جمع کر کے اُس سے قسم لے اور یہ امام محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ہر ایک سے جو نصف اس نے فروخت کیا ہے اس کی قطعی قسم لے اور ہر ایک کے ذمہ سے باقی نصف کی قطعی قسم ساقط ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر متفادضین میں سے ایک نے کوئی متاع شرکت مفادضت میں سے کسی کے ہاتھ فروخت کی پھر دونوں شرکت سے جدا ہو گئے مگر مشتری کو معلوم نہ ہوا کہ دونوں جدا ہو گئے ہیں تو مشتری کو رد و اہوگا کہ ثمن دونوں میں سے جس کو چاہے دے دے یہ محیط میں ہے۔

اگر مشتری کو دونوں کے الگ ہو جانے کا حال معلوم تھا تو فقط اُسی کو دے جس نے اُس کے ساتھ بیع مقرر دی ہے اور اگر اس کے شریک کو دے گا تو بیع کرنے والے کے حصہ سے بری نہ ہوگا اور اسی طرح اگر بیع میں عیب پایا تو اُسی سے خاصہ کر سکتا ہے جس نے اس کے ہاتھ فروخت کی ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔ اور اگر مشتری نے قبل دونوں کی جدائی کے بائع کے شریک کو بیع بسبب عیب کے

واپس کردی اور مشتری کے واسطے ثمن کا حکم یا بسبب واپسی محذور ہونے کے نقصان عیب کے پانے کا حکم ہو گیا پھر دونوں الگ ہوئے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے یہ محیط میں ہے اور اگر غلام خرید اور قبل اس کے کہ متفاوضین الگ ہوں مشتری نے سب ثمن ادا کر دیا پھر غلام مذکور استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا تو مشتری کو رد ہے کہ ثمن کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے یہ ظہیر میں ہے۔ اگر دو متفاوضین جدا ہو گئے تو قرضوں کو اختیار ہے کہ اپنے تمام قرضہ کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہیں ماخوذ کریں اور دونوں میں سے کوئی شریک دوسرے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے جب تک کہ اُس نے نصف سے زائد ادا نہ کیا ہو پس اگر زائد ادا کیا تو اُس زائد کو واپس لے سکتا ہے جامع صغیر میں ہے۔ اگر ہر دو متفاوضین میں سے ایک نے کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی خواہ معین ہو یا غیر معین ہو اس قدر ثمن مسکمی کے عوض خریدے پھر دوسرے شریک نے وکیل کو ممانعت کر دی تو ممانعت جائز ہوگی پھر اگر اس کے بعد وکیل نے یہ باندی خریدی تو اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر دوسرے نے اس کو منع نہ کیا یہاں تک کہ وکیل نے خریدی تو دونوں کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور ثمن کو دونوں میں سے جس سے چاہے واپس لے گا یہ محیط میں ہے۔

ساتویں فصل ☆

متفاوضین کے اختلاف کرنے کے بیان میں

اگر زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے شرکت متفاوضہ کی تھی اور عمرو نے انکار کیا اور مال اُسی منکر کے پاس ہے تو قسم کے ساتھ قول اُسی عمرو کا قبول ہوگا اور زید پر لازم ہے کہ گواہ پیش کرے یہ فتح القدیر میں ہے پھر اگر مدعی اپنے گواہ لایا جو اس کے دعویٰ پر گواہی دیتے ہیں تو اس میں چند صورتیں ہیں اول آنکہ گواہوں نے بیان کیا کہ یہ زید اس عمرو کا مفادض ہے اور مال جو عمرو کے پاس ہے ان دونوں کے درمیان کا ہے یعنی نصفانصف دوئم آنکہ گواہی دی کہ یہ اس کا مفادض ہے اور مال جو اس کے پاس ہے وہ ان دونوں کی شرکت کا ہے اور ان دونوں صورتوں میں مدعی کے گواہ مقبول ہوں گے اور حکم دیا جائے گا کہ مال دونوں کے درمیان نصفانصف ہے سوئم آنکہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ اُس کا مفادض ہے اور مال اُس کے قبضہ میں ہے اور اس صورت میں دونوں کے درمیان مال نصفانصف ہونے کا حکم دیا جائے گا خواہ گواہوں نے مجلس دعویٰ میں ایسی گواہی ادا کی ہو یا مجلس دعویٰ سے دونوں کے متفرق ہونے کے بعد ادا کی ہو اور چہارم یہ کہ انہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ اُس کا مفادض ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا اور اس صورت کی نسبت ثمن الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مال دونوں کے درمیان نصفانصف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب میں بعد اس مسئلہ کے اُسی طرف اشارہ کیا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ان لوگوں نے اگر مجلس دعویٰ میں ایسی گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی اور مال دونوں کے درمیان مساوی ہونے کا حکم دیا جائے گا جب تک گواہ یوں گواہی نہ دیں کہ یہ مال دونوں کے درمیان نصفانصف ہے یا گواہی دیں کہ یہ دونوں کی شرکت کا ہے یا منکر اس امر کا اقرار کرے کہ امر دوز مال میرے پاس ہے یا گواہ لوگ اس منکر کے ایسے اقرار کی گواہی دیں یہ محیط میں ہے۔

پھر جب قاضی نے دونوں کے درمیان مال نصفانصف ہونے کا حکم دیا پھر جس کے پاس مال ہے اس نے اپنی مقبوضہ چیزوں

میں سے کسی چیز کی نسبت دعویٰ کیا کہ یہ میری ذاتی مخصوص ملک بوجہ میراث یا ہبہ یا صدقہ کے از جانب غیر مدعی ہے تو اس مسئلہ میں بھی چند صورتیں ہیں اول آنکہ اگر مدعی مفادضہ کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ اُس کا مفادضہ ہے اور یہ مال دونوں کے درمیان نصفاً نصف ہے یا یوں گواہی دی تھی کہ یہ اُس کا مفادضہ ہے اور یہ مال دونوں کی شرکت کا ہے تو ایسی دونوں صورتوں میں مدعی قابض کا دعویٰ مذکور مسوع نہ ہوگا اور گواہ قبول نہ ہوں گے۔ دوم آنکہ اگر مدعی مفادضہ کے گواہوں نے یوں گواہی دی تھی کہ یہ اُس کا مفادضہ ہے اور مال اس مدعا علیہ کے پاس ہے یا یوں گواہی دی کہ یہ اس کا مفادضہ ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا تو ان دونوں صورتوں میں مدعی قابض کا دعویٰ مذکور مسوع ہوگا اور گواہ قبول ہوں گے یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس میں خلاف کرتے ہیں اور اگر قابض مال نے مقبوضہ چیزوں میں سے کسی چیز کا از جانب مدعی مفادضت اپنی ملک میں آنے کا اقرار کیا تو سب صورتوں میں (۱) اُس کا دعویٰ مسوع اور گواہ قبول ہوں گے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر زید نے عمرو پر دعویٰ کیا کہ یہ میرا شریک بشرکت مفادضت ہے اور عمرو نے اس کا اقرار کر لیا اور عمرو پر اُس کے مقبوضہ مال کی نسبت شرکت کا حکم دے دیا گیا پھر مدعا علیہ نے اپنے مقبوضہ مال میں سے کسی چیز کی نسبت اپنی ذاتی مخصوص ملک بوجہ میراث یا ہبہ ہونے کے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مال دو شخصوں کے قبضہ میں ہو اور دونوں مفادضت کا اقرار کرتے ہوں پھر دونوں میں سے ایک نے اس مال سے کسی چیز کا اپنی مخصوص ملک کا بوجہ اپنے باپ کی میراث یا کے دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے تو قبول ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دونوں متفادضین میں سے ایک مر گیا اور مال باقی کے قبضہ میں ہے پھر وارثان میت نے مفادضت کا دعویٰ کیا اور زندہ نے انکار کیا پھر انہوں نے گواہ قائم کیے جنہوں نے یہ گواہی دی کہ ان کا باپ اس مدعا علیہ کے ساتھ شریک مفادضت تھا تو مدعا علیہ کے مقبوضہ مال سے ان کے واسطے کچھ حکم نہ دیا جائے گا اس صورت میں کہ یہ لوگ گواہ پیش کریں جو یہ گواہی دیں کہ یہ مال مفادضت ان کے مورث میت کی زندگی میں اُس کے پاس تھا یا یوں کہیں کہ یہ مال اُس شرکت کا ہے جو دونوں کے درمیان تھی تو ایسی صورت میں ان کے واسطے نصف مال مذکور کا حکم دیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر مدعا علیہ مذکور پر ایسا حکم ہو جانے کے بعد اُس نے گواہ پیش کیے کہ یہ اس کے باپ کی میراث سے اس کو ملا ہے تو اس میں دو صورتیں ہیں اول آنکہ اگر گواہان وارثان میت نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ مال ان دونوں کی شرکت کا ہے تو گواہ مدعا علیہ مقبول نہ ہوں گے دوم اگر انہوں نے یہ گواہی دی تھی کہ یہ مال اس مدعا علیہ کے پاس وقت شرکت کے تھا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مثل اول کے اُس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مال مذکور وارثوں کے قبضہ میں ہو اور انہوں نے شرکت سے انکار کیا پس مفادضہ زندہ نے ان پر گواہ قائم کیے کہ مفادضت تھی اور وارثوں نے گواہ دیے کہ ان کا باپ مر اور یہ مال ان کے واسطے سوائے اس شرکت کے جو ان کے باپ مدعی کے درمیان تھی اور چھوڑ گیا ہے تو وارثوں کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور شمس الائمہ نے صحیح کی ہے کہ یہ بالا جماع سب اماموں کا قول ہے اور اگر وارثان میت نے کہا کہ ہمارا داد امر تھا اور یہ مال ہمارے باپ کے واسطے میراث چھوڑ گیا تھا اور اس پر گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول نہ ہوں گے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقبول ہوں گے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر احد واسباب دونوں میں سے ایک کے قبضہ میں ہوں پس اُس نے مفادضت سے انکار کیا تو اس کے انکار سے شرکت مفادضت ٹوٹ گئی اور دونوں جدا ہو گئے پھر جب مفادضت پر گواہ قائم ہوں گے تو یہ انکار کرنے والا اس تمام مال کے نصف کا جو اُس کے

۱۔ یعنی ہبہ صدقہ مدعی کی طرف سے نہیں بلکہ غیر کی طرف سے ہے ۱۲۔ ۲۔ قولہ گواہ یعنی اس دعویٰ پر اگر گواہ لادے تو بھی قبول نہ ہوں گے ۱۳۔

قبضہ میں ہے ضامن ہوگا اس واسطے کہ وہ امین تھا پس انکار کرنے سے ضامن ہو جائے گا اور اسی طرح اگر قابض مر گیا اور اُس کے بعد اس کے وارث نے اس طرح انکار کیا تو وہ بھی اس صورت میں ضامن ہوگا اور اگر دونوں متفاوضین مرے اور ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ کر دیا ہے تو ہر ایک کے وصی کو اختیار ہوگا کہ جس خرید و فروخت کا انجام دینے والا خود اُس کا وصی ہوا ہے اُس کے مطالبہ کو پورا کرے پھر جب اُس نے سب وصول کر لیا تو اس پر ضمان نہیں ہے اور وارثوں پر بھی کچھ ضمان نہیں ہے مگر یہ اس وقت ہے کہ یہ سب مفاوضت کا اقرار کرتے ہوں جیسے خود وصی کی صورت میں ہے کہ اگر اس نے بذات خود سب وصول کیا اور وہ مفاوضت کا اقرار کرتا ہے تو اپنے شریک کے حصہ کی بابت امین ہوگا ضامن نہ ہوگا یہ مسوط میں ہے۔ دو متفاوضین میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ دوسرا جو میرے ساتھ شریک ہے ایک تہائی کا شریک ہے اور مدعا علیہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میرے ساتھ ایک تہائی کا شریک ہے یعنی ہر ایک اپنے واسطے دو تہائی کا دعویٰ کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ دونوں مفاوضت کا اقرار کرتے ہیں تو تمام مال خواہ عتقار ہو یا اور ہو سب بحکم مفاوضت ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا سوائے پہننے کے کپڑوں و اسباب خانہ داری و روزینہ کھانے پینے کی چیزوں و ایسی باندی کہ جس سے وٹلی کیا کرتا ہے یہ چیزیں خاصہ اُسی کی ہوں گی جس کے قبضہ میں ہیں اور یہ استحسان ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ شرکت سے جدائی کے بعد قبل تقسیم مال کے اس طرح اختلاف واقع ہوا ہو اور اگر دونوں متفرق نہ ہوئے لیکن دونوں میں سے ایک مر گیا پھر زندہ اور وارثوں نے مقدار شرکت میں اختلاف کیا تو بھی اس صورت میں ویسا ہی حکم ہے جیسا دونوں کے الگ ہونے کے بعد مقدار شرکت میں اختلاف کرنے کی صورت میں مذکور ہوا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی صورت میں حکم دیا جائے گا کہ مفاوضت ثابت اور مال نصفاً نصف ہے ☆

اگر زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ میں اس کا شریک بشرکت مفاوضت ہوں اور جو مال اس کے قبضہ میں ہے وہ تین تہائی ہے اس طرح کہ اس میں سے دو تہائی میرا ہے اور ایک تہائی اُس کا ہے اور مدعا علیہ سرے سے مفاوضت سے منکر ہے پھر مدعی نے ایسے گواہ قائم کیے جنہوں نے ایسی ہی گواہی دی جیسے ہم نے مدعی کا دعویٰ بیان کیا ہے تو قیاساً ایسی گواہی قبول نہ ہوگی اور استحساناً مفاوضت پر قبول ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر مدعی نے مفاوضت کا دعویٰ کیا اور دعویٰ میں شرکت نصفاً نصف بیان کی اور جو گواہ پیش کیے انہوں نے تین تہائی کی شرکت بیان کی تو ایسی گواہی نامقبول ہوگی۔ مدعی نے مفاوضت کا دعویٰ کیا اور بس پھر اُس کے گواہوں نے تین تہائی کی شرکت کی گواہی دی پھر مدعی نے کہا کہ شرکت یوں ہی تھی تو گواہی استحساناً قبول ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو متفاوضین شرکت سے الگ ہو گئے یعنی پھر دونوں میں سے ایک نے گواہ قائم کیے کہ کل مال اُس کے شریک کے قبضہ میں تھا اور فلاں شہر کے قاضی نے اُس کے شریک پر اس کا حکم دے دیا ہے اور ان گواہوں نے مال بیان کر دیا اور گواہی دی کہ قاضی مذکور نے اس مال کا دونوں کے درمیان نصفاً نصف ہونے کا حکم دیا ہے پھر دوسرے نے اُسی کے مثل بغینہ اسی قاضی کے حکم کے یا دوسرے قاضی کے گواہ قائم کیے پس اگر ایک ہی قاضی کا دونوں نے حوالہ دیا اور ہر دو احکام قضا کی تاریخ معلوم ہو گئی تو اخیر حکم کو لیا جائے گا اور اگر نہ معلوم ہوئی یا حکم قضا اور قاضیوں کا ہے تو ہر ایک پر وہ حکم قضا لازم ہوگا جو اس پر نافذ کیا گیا ہے اس واسطے کہ ظاہر میں دونوں میں سے ہر ایک صحیح ہے پس ہر ایک مدعی دوسرے سے جو اس پر ہے حساب کر کے محسوب کر دے اور جو کچھ بڑے وہ باہم ایک دوسرے سے لے لے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر ہر دو متفاوض مر گئے پھر جمیع

۱۔ فائدہ یہ ہے کہ اگر بعد وصول کے یہ مال تلف ہوا تو امانت میں گیا یہ نہیں ہے کہ ضمان واجب ہو جائے کیونکہ بدون انکار کے ضمان نہ ہوگی ۱۲۔ ۲۔ حکم دیا جائے گا کہ مفاوضت ثابت اور مال نصفاً نصف ہے تین تہائی ۱۲۔ ۳۔ خواہ یہ کہا کہ مدعی کی دو تہائی اور مدعا علیہ کی تہائی ہے یا برعکس ۱۲۔ ۴۔ یعنی دعویٰ موافق اپنے اور والد قاضی کا بغینہ اسی قاضی کا جس کا قول نے دیا ہے یا کسی دوسرے قاضی کا ۱۲۔

دارثوں نے جو کچھ دونوں نے چھوڑا تھا باہم تقسیم کر لیا پھر ان لوگوں نے مال کثیر پایا پھر ہر دو فریق میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہمارے حصہ کا ہے تو بدو گواہوں کے ان کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور دوسرے فریق پر قسم عائد ہوگی پھر اگر انہوں نے قسم کھالی تو مال مذکور دونوں میں نصف نصف کیا جائے گا اور اگر مال مذکور انہی مدعیوں کے قبضہ میں ہو پس اگر انہوں نے براءت کے گواہ نہ کر لیے ہوں تو فریق دیگر سے قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ مال اس فریق کے حصہ تقسیم میں نہیں داخل ہوا ہے پس اگر انہوں نے یہ قسم کھالی تو یہ مال ان دونوں میں نصف نصف کیا جائے گا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مال مذکور ایک فریق کے قبضہ میں ہو پس انہوں نے کہا کہ یہ مال ہمارے باپ کا مفادست سے پہلے کا ہے اور فریق دیگر نے تکذیب کی تو مال مذکور دونوں فریقوں میں نصف نصف ہوگا اگرچہ مال شرکت سے اپنا حق تمام وصول پانے کے اقرار براءت کے گواہ کر لیے ہوں اور اگر انہوں نے شرکت وغیرہ سب سے براءت کا اقرار کیا اور انہوں نے اُس کے گواہ کر لیے ہوں تو وہ خاصۃً انہیں کا ہوگا اور اگر مال مذکور ہر دو فریق کے سوائے کسی دوسرے کے قبضہ میں ہو تو وہ ان دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا کسی فریق کے واسطے گواہ قائم ہوں یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر گواہوں نے دس برس سے مفادست کے اقرار کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے یہ گواہی قبول کر لی تو مفادست دس برس سے اور اُس کے پہلے سے ثابت ہوگی حتیٰ کہ جو کچھ اُس کے قبضہ میں ہے دس برس سے یا پہلے سے سب کی نسبت دونوں میں نصف نصف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر گواہوں نے دس برس کی ابتداء سے مفادست شروع و اقرار پانے کی گواہی دی تو فقط دس برس سے مفادست کا حکم دیا جائے گا اور اُس سے پہلے سے مفادست کا حکم نہ دیا جائے گا پس جس مال کی نسبت پر یقینی معلوم ہو کہ یہ ان دونوں میں سے اسی کا قبل مفادست کا ہے وہ اسی کے ساتھ مختص ہوگا اور جس مال کی نسبت دونوں میں احتمال ہوں کہ قبل کا ہے یا مفادست کا ہے وہ مفادست میں قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر متفاضلین میں سے ایک نے دو شخصوں کو حکم دیا کہ تم دونوں ہم دونوں کے واسطے ایک غلام خریدو اور جنس غلام واس کاٹمن بیان کر دیا پھر دونوں نے ایسا غلام خریدا اور حال یہ ہے کہ دونوں متفاضلین شرکت سے جدا ہو گئے ہیں پس حکم دہندہ نے کہا کہ بعد جدا ہونے کے انہوں نے خریدا ہے پس یہ خاصۃً میرا ہے اور دوسرے نے کہا کہ دونوں نے اس کو قبل ہمارے جدا ہونے کے خریدا ہے پس ہم دونوں میں مشترک ہے تو قسم سے حکم دہندہ کا قول قبول ہوگا اور گواہ دوسرے کے قبول ہوں گے یعنی اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ دوسرے کے قبول ہوں گے اور واضح رہے کہ اگر ہر دو وکیل نے گواہی دی تو قبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر شریک نے جو جدا ہو گئے ہیں کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ وکیلوں نے اس کو کب خریدا ہے تو وہ حکم دہندہ کے واسطے مخصوص ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر حکم دہندہ نے کہا کہ دونوں نے اس کو قبل جدا ہونے کے خریدا ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہمارے جدا ہونے کے بعد خریدا ہے تو قول دوسرے کا اور گواہ حکم دہندہ کے قبول ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر متفاضلین میں سے ایک نے اپنی شرکت کا غلام آزاد کر دیا تو جیسے غیر مفادست کا قول اس میں ویسے مفادست کا قول ہوگا بعد میں اگر متفاضلین جدا ہو گئے پھر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں مکاتب کیا تھا تو اُس کی تصدیق کی جائے گی لیکن اُس کا اقرار اس کے ذاتی حصہ کی نسبت صحیح ہے اور اُس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُسی وقت اس کتابت کو رد کر دے لیکن اُس سے پہلے اُس کے علم پر قسم لی جائے گی اور یہ اختیار اُس کو اس وجہ سے ہے کہ اُس کی ذات سے ضرر دفع ہو اور اسی طرح اگر ایک نے اقرار کیا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں آزاد کر دیا ہے یعنی اس صورت میں بھی اس کا اقرار فقط اپنے ذاتی حصہ کی نسبت صحیح ہوگا اور اس صورت میں دوسرے سے قسم لینے میں مشغول نہ ہوتا

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ اس میں اعتراض ہے اور چاہئے تھا کہ باہمی رضامندی، صلح پر مجبور نہ کئے جائیں لیکن اس میں کچھ حکم بھی نہ دیا جائے ۱۲۔ ۲۔ اس واسطے

چاہیے بخلاف صورت کتابت کے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر متفاوضین جدا ہو گئے اور ہر ایک نے دوسرے سے ہر شرکت سے براءت کے گواہ کر دیے پھر ہر ایک نے کہا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں آزاد کیا تھا پس نصف قیمت جو مجھ پر آئی وہ میں نے تجھ سے براءت کرائی پس دوسرے نے اس کے قول اعتناق میں تصدیق کی لیکن یہ کہا کہ میں نے اسی وقت غلام سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو قول اسی کا مقبول ہوگا جس نے آزاد نہیں کیا ہے مگر اس سے قسم لی جائے گی اور اس کو اختیار ہوگا کہ غلام سے نصف قیمت تاوان لے مگر شریک لے مگر شریک سے نہیں لے سکتا ہے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور اگر شریک دیگر نے کہا کہ میں نے تجھ سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو آزاد کنندہ اس ضمان سے بسبب براءت واقع ہونے کے بری ہو گیا اور غلام پر بھی کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے کچھ اختیار نہیں کیا تھا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ غلام سے ضمان لے مگر شریک سے نہیں لے سکتا ہے۔ یہ محیط سرحسی میں ہے اور اگر اقرار کنندہ نے گواہ قائم کیے کہ اس نے اس وقت اس مقرر سے تاوان لینا اختیار کیا تھا تو گواہوں سے ثابت مثل معائنہ سے ثابت قرار دیا جائے گا پس مقرر مذکور تاوان سے بری ہوگا اور غلام پر بھی کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر شریک نے کہا کہ اس نے جدا ہونے کے بعد ہی آزاد کیا ہے حالت شرکت میں نہیں آزاد کیا ہے تو اس میں بھی قول اسی کا قبول ہے پھر اگر آزاد کنندہ نے گواہ قائم کئے کہ اُس نے حالت شرکت میں آزاد کیا تھا اور اس شریک نے آزاد کنندہ سے نصف قیمت تاوان یعنی اختیار کی تھی اور شریک نے گواہ دیے کہ اس نے بعد جدا ہونے کے آزاد کیا اور شریک نے غلام سے سعایت کرائی اختیار کی تھی تو گواہ آزاد کنندہ کے مقبول ہوں گے اور آزاد کنندہ اور غلام دونوں نصف قیمت غلام سے بری ہوں گے یہ مبسوط میں ہے۔

اگر ان دونوں متفاوضوں میں سے ایک نے اقرار کیا کہ میں نے اس غلام کو حالت شرکت میں ہزار درہم پر مکاتب کر دیا تھا اور یہ مال کتابت اس سے وصول پایا اور غلام مر گیا پس یہ براءت میں داخل ہو گیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ تو نے اس کو بعد جدا ہونے کے مکاتب کیا ہے تو قول اسی کا قبول ہوگا جس نے مکاتب نہیں کیا تھا اور اگر غلام مذکور مر گیا اور مال چھوڑ گیا پس اُس نے کہا کہ میں نے اُس کو بعد جدا ہونے کے مکاتب کیا ہے اور میں ہی اُس کا وارث ہوں اور دوسرے نے کہا کہ تو نے حالت مفادضت میں مکاتب کیا پس ہم دونوں اُس کے وارث ہیں اور حال یہ ہے کہ مکاتب مذکور نے کچھ اور نہیں لیا تھا تو بھی قول اسی کا قبول ہوگا جس نے مکاتب نہیں کیا ہے یہ محیط سرحسی میں ہے اور اگر مفادضین میں سے ایک نے مال مفادضت میں سے کچھ مال کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر مستودع نے دعویٰ کیا کہ میں نے تجھے یا تیرے ساتھی کو واپس دیا ہے تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے پھر اگر اُس شخص نے جس پر ایسا دعویٰ کیا کہ میں نے تجھے یا تیرے ساتھی کو واپس دیا ہے تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر شریک مذکور نے مستودع کی تصدیق کی ☆

پھر اگر اُس شخص نے جس پر ایسا دعویٰ کیا ہے اس امر سے انکار کیا تو وہ ودیعت کے امانت دار کے کہنے سے ایک دوسرے شریک کے واسطے اس کے حصہ کا ضامن نہ ہوگا لیکن اُس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے وصول نہیں پایا ہے یہ محیط میں ہے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک مر گیا پھر مستودع نے میت کو دے دینے کا دعویٰ کیا تو بھی یہی حکم ہے مگر یہاں وارثان میت سے ان کے علم پر قسم لی جائے گی کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ ہمارے مورث نے یہ مال ودیعت وصول پایا ہے۔ اگر مستودع نے وارثان میت کو دینے کا دعویٰ کیا اور انہوں نے قسم کھالی کہ ہم نے نہیں وصول پایا ہے تو مستودع مذکور حصہ شریک زندہ کا ضامن ہوگا جو شریک زندہ

۱۔ یعنی آزاد کنندہ ۱۲۔ ۲۔ قولہ قول اسی کا الخ اور یہ حکم اس بناء پر ہے کہ مکاتب نے کچھ مال نہیں ادا کیا تھا اور اگر ادا کر چکا ہو تو جس نے مکاتب کیا اسی کا قول قبول ہوگا فہم ۱۲۔ ۳۔ مستودع جس کے پاس ودیعت ہے ۱۲۔ ۴۔ نصف ودیعت کا ۱۲۔

وارثان میت کے درمیان مساوی مشترک ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر مستودع نے کہا کہ جو مال مجھے اُس نے ودیعت دیا تھا وہ میں نے اس شریک کے مرنے کے بعد جس نے مجھ کو ودیعت نہیں دیا تھا واپس کر دیا ہے اور اس پر قسم کھالی تو وہ ضمان سے بری ہو گیا لیکن زندہ شریک کے ذمہ مال مذکور لازم ہونے کے واسطے اُس کی تصدیق نہ کی جائے گی اگر شریک زندہ قسم کھالیں کہ میں نے اس مال کو وصول نہیں پایا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر مودع مر گیا پھر جس کے پاس ودیعت تھی اُس نے کہا کہ میں نے اس میں سے نصف مال شریک زندہ کو اور نصف مال وارثان میت کو واپس دیا اور اُس پر قسم کھالی تو وہ ضمان سے بری ہو گیا پس اگر ہر دو فریق میں سے ایک نے اقرار کیا کہ میں نے نصف وصول پایا ہے تو دوسرا فریق اس میں شریک ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر دونوں شریک زندہ ہوں پس مستودع نے کہا کہ میں نے مال ودیعت دونوں کو واپس دیا ہے پس ایک نے اُس کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مستودع بری ہوگا اور اس پر قسم بھی عائد نہ ہوگی اور اگر دونوں شریک جدا ہو گئے ہوں پھر مستودع نے کہا کہ میں نے اس کو واپس دیا جس نے میرے پاس ودیعت رکھا تھا تو وہ بری ہے اور اگر کہا کہ میں نے دوسرے کو واپس دیا ہے اور اُس نے تکذیب کی تو وہ اس نصف مال کا جو ودیعت ہے ضامن ہو گا پھر جو کچھ مودع نے وصول پایا ہے وہ دونوں میں نصفاً نصف ہوگا اور اگر شریک مذکور نے مستودع کی تصدیق کی تو مودع کو اختیار ہے چاہے اپنے شریک سے ضمان لے اور چاہے مستودع سے ضمان لے یہ مبسوط میں ہے۔

فصلیٰ بمقام :

متفاوضین پر ضمان واجب ہونے کے بیان میں

اگر متفاوضین میں سے ایک نے کوئی جانور سواری کسی مقام معلوم تک جانے کے واسطے مستعار لیا پھر اُس کا شریک اُس پر شوار ہو گیا اور جانور مذکور تھک کر مر گیا تو دونوں اُس کے ضامن ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک نے کوئی جانور اپنا مخصوص طعام لانے کے واسطے مستعار لیا پھر اُس پر اُس کے شریک نے اپنا اُسی قدر طعام یا اُس سے ہلکا بوجھ لا دیا (اگر مر جائے) تو وہ ضامن نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ سوار ہونے کے مسئلہ مذکور بالا میں جب دونوں پر ضمان واجب ہوئی اور سوار ہونے والے نے مال شرکت میں سے یہ ضمان ادا کی پس آیا اُس کا شریک اُس کا نصف اُس سے واپس لے سکتا ہے یا نہیں تو اُس میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ وہ دونوں کے کام کے واسطے سوار ہو کر گیا تھا اور اس صورت میں وہ واپس نہیں لے سکتا ہے دوم آنکہ سوار ہونے والا صرف اپنے ذاتی کام کے واسطے سوار ہو کر گیا تھا تو جو شریک سوار نہیں ہوا تھا وہ اُس سے نصف مال ضمان واپس لے سکتا ہے اور جانور کے مالک کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مال ضمان وصول کر لے یہ محیط میں ہے اور اسی طرح اگر متفاوضین سے ایک نے کوئی جانور طے کپڑوں کی گھڑی بار کرنے کے واسطے مستعار لیا پھر اُس کے شریک نے اتنے بوجھ کی دوسری گھڑی اُس پر لا دی اور مستعار لینے والے نے کچھ نہیں لا دیا تو وہ بھی ضامن نہ ہوگا اور اگر شریک نے اُس پر پوتین و چادریں وغیرہ اور جس کے کپڑے لا دے تو وہ ضامن ہوگا کیونکہ جنس مختلف ہوگئی اور اس وجہ سے جانور کے حق میں ضرر متفاوت ہو گیا ہے پس اس صورت میں اگر مستعار لینے والا اس طرح مختلف الجنس و متفاوت الضرر بار کرتا تو ضامن ہوتا پس ایسا ہی اُس کا شریک بھی ضامن ہوگا پھر اس تاوان کو دیکھا جائے گا کہ اگر مال مذکور دونوں کی تجارت کا ہو تو لزوم تاوان دونوں پر ہوگا اور اگر مال مذکور لادنے والے کے پاس بضاعت ہو تو ضمان اگرچہ دونوں پر لازم ہوگی اس وجہ سے کہ لانے والا غاصب ہے اور دوسرا اُس کی طرف سے ضامن ہے لیکن جس شریک نے مال نہیں لادا ہے وہ دوسرے سے اُس کا نصف واپس لے گا اگر

یہ مال تاوان مال شرکت سے ادا کیا ہو یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک نے دس گون گیسوں لادنے کے واسطے مستعار لیا پھر دوسرے نے اُس پر دس گون جو لادے اور یہ مال ان دونوں کی شرکت کا ہے تو ضامن نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر دونوں کے درمیان شرکت عنان ہو اور دونوں میں سے ایک نے مستعار لیا تھا تو اس میں بھی جواب اسی طرح ہوگا جیسے شرکت معاوضت میں مذکور ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو بخارا سے آگے ناجانا پھر شریک مذکور آگے نکل گیا اور مال تلف ہو گیا تو وہ ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر ہر دو متقاضین میں سے ایک مر گیا حالانکہ جو مال اُس کے پاس تھا اُس کا حال نہیں بیان کیا ہے تو وہ اپنے شریک کے واسطے اس کے حصہ کا ضامن نہ ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

باب سوم:

شرکت عنان کے بیان میں

اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اول:

عنان کی تفسیر و شرائط و احکام کے بیان میں

شرکت عنان یہ ہے کہ دو آدمی ایک نوع تجارت مثل گیسوں یا اناج میں شرکت کریں یا عموم تجارت میں شرکت کریں مگر خاصہ کفالت کا ذکر نہ کریں اور نہ معاوضت کو ذکر کریں کہ جو متضمن معنی وکالت ہے تاکہ یہ شرکت تمام ایسے لوگوں کے درمیان جائز ہو جو تجارت کی اہلیت رکھتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور جائز ہے ایسی شرکت درمیان مردوں و عورتوں و بالغ و طفل و ماذون و آزاد و غلام ماذون و مسلمان و کافر کے کذا فی فتاویٰ قاضی خان و فی التجرید اور یہ مکاتب کے تہذیب میں ہے اور اگر کفالت کو ذکر کیا اور باقی شروط معاوضت کے پورے پورے پائے جاتے ہیں تو معاوضت منعقد ہوگی اور اگر پورے نہ پائے جاتے ہوں تو چاہیے کہ شرکت عنان منعقد ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور شرکت عنان جائز ہونے کے شروط یہ ہیں کہ مال عین ہو حاضر ہو یا مجلس عقد سے غائب ہو مگر مشارالیه ہو اور اس حال میں مساوات ہونا شرط نہیں ہے اور نیز باوجود اس المال مساوی ہونے کے نفع میں ایک کے واسطے بہ نسبت دوسرے کے زیادتی شرط کرنی جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحریر کی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے ہذا ما اشترک علیہ فلان و فلان یعنی وہ چیز ہے کہ اشتراک کیا اس میں فلاں و فلاں نے کہ دونوں نے اشتراک کیا تقوی اللہ تعالیٰ و ادا امانت پر^(۱) اور تحریر کرے کہ یہ سب مال ان دونوں کے قبضہ میں ہے کہ اس سے دونوں خریدیں و فروخت کریں گے ہر دو اکٹھا اور نیز علیحدہ علیحدہ اور ہر ایک دونوں میں سے اپنی رائے سے کام کرے گا اور نقد ادھار جیسا چاہے گا فروخت کرے گا پھر تحریر کرے کہ پس جو کچھ نفع حاصل ہوگا وہ ان دونوں کے درمیان بقدر ہر ایک کے اس المال کے دونوں میں مشترک ہوگا اور جو کچھ گھٹی یا تلف ہو وہ بھی دونوں پر اسی حساب سے ہو گی۔ اور اگر دونوں نے نفع و نقصان میں تفاوت شرط کیا ہو تو اسی طرح لکھیں جس طرح شرط کیا ہے اور آخر میں تحریر کر دے کہ دونوں نے اس قرار داد پر بروز فلاں ماہ فلاں سنہ فلاں اشتراک کیا یہ فتح القدیر میں ہے اور حکم عنان یہ ہے کہ وہ دونوں میں سے ہر ایک اپنے شریک

۱۔ مثلاً دو تہائی ایک کی اور ایک تہائی دوسرے کی ۱۲۔ ۲۔ سامان و سرمایہ و پونجی بھی کہتے ہیں ۱۳۔

(۱) پھر ہر ایک کے اس المال کی مقدار بیان کر دے ۱۴۔

کی طرف سے عقد تجارت میں وکیل ہو جاتا ہے لیکن جو کچھ اس کے شریک کے عقد سے واجب ہو، اس کے استغناء کے واسطے اپنے شریک کی طرف سے وکیل نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور شرکت عثمان میں ہر ایک دوسرے کی طرف سے کفیل نہیں ہوتا ہے جب کہ کفالت کو بیان نہ کیا ہو تو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فصل دوم:

نفع و نقصان مال و گھٹی کی شرط کے بیان میں

اگر دونوں کی جانب سے مال شرکت عثمان میں ہو اور کام کرنا ایک کے ذمہ ہو پس اگر دونوں نے نفع اپنے اپنے اس المال کی مقدار پر شرط کی تو جائز ہے اور اس کا نفع اسی کا اور نقصان اسی پر ہوگا اور اگر دونوں نے کام کرنے والے کے واسطے اس کے اس المال کی مقدار سے زائد نفع شرط کیا تو شرط کے موافق جائز ہے اور کام کرنے والے کے پاس دینے والے کا مال بطور مضاربت ہوگا اور اگر دینے والے کو واسطے اس کے اس المال سے زیادہ نفع شرط کیا تو شرط نہیں صحیح ہے اور کام کرنے والے کے یادینے والے کا مال بضاعت ہوگا اور ہر ایک کے واسطے اس کے مال کا نفع ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر دونوں پر کام کرنے کی شرط کی گئی تو شرکت صحیح ہوگی اور اگر ایک کا اس المال قلیل اور دوسرے کا کثیر ہو اور نفع کی شرط یہ کی کہ دونوں میں مساوی ہو یا ایک کے واسطے کم اور دوسرے کے واسطے زیادہ حصہ ہو تو نفع دونوں میں موافق شرط کے ہوگا اور گھٹی ہمیشہ ہر ایک پر دونوں میں سے بقدر دونوں کے اس المال کے ہوگی یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر باوجود شرط عمل دونوں کے ایک نے کام کیا اور دوسرے نے بلا عذر یا بعد رکام کیا تو مثل معا دونوں کے کام کرنے کے ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ اگر پورا نفع دونوں نے ایک ہی کے واسطے شرط کیا تو یہ نہیں جائز ہے یہ نہر الغافق میں ہے۔ دو شخصوں نے شرکت کی پس ایک ہزار درہم اور دوسرا ہزار درہم لایا اور یہ شرط قرار دی کہ نفع و گھٹی دونوں میں نصفانصف ہو تو عقد جائز ہے اور شرط مذکور گھٹی کے حق میں باطل ہے پس اگر دونوں نے کام کیا اور نفع اٹھایا تو دونوں میں موافق شرط کے نصفانصف ہوگا اور اگر گھٹی اٹھائی تو گھٹی دونوں میں سے ہر ایک پر بقدر اس المال کے ہوگی یعنی دو حصہ دو ہزار والے پر اور ایک حصہ ایک ہزار والے پر ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور شرکت عثمان میں جائز ہے کہ ہر ایک اپنے کل مال میں سے تھوڑے مال پر قرار دے اور تھوڑے پر نہ قرار دے یہ عطا بیہ میں ہے اور اگر مال شرکت یا دونوں میں سے ایک مال قبل اس کے کہ دونوں اس سے خرید کریں تلف ہو گیا تو شرکت باطل ہو جائے گی یہ ہدایہ میں ہے اور ہر دو مال میں سے جو مال قبل خرید واقع ہونے کے تلف ہوا وہ اپنے مالک کا مال گیا خواہ مالک کے ہاتھ میں تلف ہوا ہو یا دوسرے کے قبضہ میں سے ضائع ہو گیا یہ محیط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی ایک صورت جس میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر ضمان نہ ہوگی ☆

اگر دونوں میں سے ہر ایک ہزار درہم لایا اور عقد شرکت عثمان قرار دے کر دونوں مالکوں کو غلط کر دیا پھر اس مال غلط میں سے قبل خرید کے تلف ہوا تو جس قدر تلف ہوا ہے دونوں کا مال گیا اور جو باقی رہا ہے وہ دونوں میں مشترک ہوگا لیکن اگر تلف شدہ میں سے یا باقی میں سے کچھ پہچانا جائے کہ وہ ان دونوں میں سے خاص اس کا ہے تو تلف شدہ میں سے یہ پہچانا ہوا اسی کا مال گیا اور باقی میں پہچانا ہوا اسی کا ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے مال سے خرید اور دوسرے کا مال تلف ہو گیا تو جو کچھ خرید ا ہے وہ دونوں میں دونوں کی باہمی شرط کے موافق مشترک ہوگا یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اگر چہ دونوں نے وقت عقد کے وکالت کی کہ ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہے تصریح نہ کی ہو یہ مضمرات میں ہے پھر جس نے خرید ا ہے وہ دوسرے سے اس خریدی چیز کی ٹمن سے جس قدر حصہ

اُس پر پڑتا ہے اُس سے واپس لے گا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ اس خریدی ہوئی چیز میں جو دونوں کی شرکت بیان کی گئی یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرکت عقد ہوگی پس دونوں میں سے ہر ایک کو اس میں تصرف کرنے کا اختیار ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے اور بھی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ ایک شریک کے اپنے مال سے خریدنے کے بعد دوسرے کا مال تلف ہو گیا اور قبل خرید واقع ہونے کے ایک مال تلف ہوا پھر دوسرے نے اپنے مال سے خریدنے کے بعد دوسرے کا مال تلف ہو گیا اور قبل خرید واقع ہونے کے ایک مال تلف ہوا پھر دوسرے نے اپنے مال سے خرید کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر دونوں نے عقد شرکت میں دکالت کی تصریح کر دی ہو تو خریدی چیز دونوں میں بحکم دکالت مفردہ مشترک ہوگی اور خرید ہونے والا دوسرے سے اُس کا حصہ ختم واپس لے گا اور اگر عقد شرکت ہی بیان کیا ہو اور عقد شرکت میں دکالت کی تصریح نہ کی ہو تو خریدی چیز فقط مشتری کی ہوگی یہ تبیین میں ہے تو اور میں مذکور ہے کہ زید نے عمرو کو ہزار درہم اس شرط پر دیے کہ اُن سے کار تجارت کرے بدین شرط کہ نفع کام کرنے والے کا اور گھٹی بھی اُسی رہوگی پھر یہ درہم قبل خرید واقع ہونے کے تلف ہو گئے تو عمرو اُس کا ضامن ہوگا اور اگر زید نے اُس سے کہا کہ ان سے کام کر بدین شرط کہ نفع ہم دونوں میں اور گھٹی ہم دونوں پر ہوگی پھر قبل اس کے کہ وہ ان درہموں سے کام کرے یہ درہم تلف ہو گئے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عمرو نصف مال مذکور کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس پر ضمان نہ ہوگی۔ اور اگر عمرو نے اُس سے کچھ خریدا مگر ہنوز ادا نہ کیا تھا کہ یہ مال تلف ہو گیا تو زید پر نصف مال کی ضمان اور عمرو پر (۱) نصف مال دیگر کی ضمان ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک کا اس المال درہم اور دوسرے کا اس المال دینار ہوں اور ان دیناروں کی قیمت ان درہموں کے برابر ہے پھر درہموں والے نے درہموں کے عوض ایک غلام خریدا اور دیناروں والے نے دیناروں کے عوض کوئی باندی خریدی اور ہر دو مال ادا کر دیئے گئے اور یہ خرید دو صفقوں (الک الگ) میں واقع ہوئی پھر غلام و باندی ان دونوں کے قبضہ میں تلف ہو گئے تو دونوں میں سے ہر ایک اپنے شریک سے اپنا نصف اس المال واپس لے گا اور اگر دونوں نے دونوں بیع کو ایک ہی صلحہ میں خرید اور باقی مسئلہ بحال ہے تو دونوں میں سے کوئی اپنے شریک دیگر سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر دونوں نے درہموں کے عوض ایک متاع خریدی پھر اُس کے بعد دیناروں سے ایک متاع خریدی پھر دونوں نے ایک میں نفع کمایا اور دوسرے میں گھٹی کھائی تو خریدی چیز میں خرید کرنے کے روز جس قدر دونوں میں سے ہر ایک کی ملک تھی اسی قدر اُس کا نفع یا گھٹی ہر ایک کے حق میں ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی و مبسوط میں ہے۔ اگر دونوں نے عروض یا کیلی چیز سے شرکت کی پھر اُس سے کوئی چیز خریدی تو خریدی چیز میں سے ہر ایک کے واسطے بقدر قیمت اس کی متاع کے ہوگی پھر اگر دونوں نے خریدی چیز کو فروخت کر کے ثمن باہم تقسیم کر لینا چاہا پس اگر شرکت ایسی چیز سے واقع ہوئی جو مثلی نہیں ہے تو اس کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو خرید کے روز تھی اور اگر اُس کے واسطے مثل ہو یعنی کیلی یا وزنی یا عددی متغایر ہو تو اصل میں مذکور ہے کہ اس کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تقسیم کا قصد کرنے کے روز اُس کی قیمت ہے (۲) اور املاء میں مذکور ہے کہ خرید کے روز کی قیمت معتبر ہوگی اور قدوری نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور دونوں شریک عنان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے چاہے نقد بیچے یا ادھار بیچے اور اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس کو اختیار ہے کہ چاہے ایسی چیز کے عوض فروخت کرے جو یقین کیا ہو اور خیس کے عوض فروخت کرے یہ سراج و ہاج میں ہے۔

ہر شریک عنان کو اختیار ہے کہ اترائی کرادے یا اترائی قبول کرے اور چاہے اجارہ پردے یہ تہذیب میں ہے اور یہ نہیں اختیار ہے کہ دوسرے اجنبی سے شرکت کر لے بشرطیکہ عنان میں صریح یہ شرط نہیں کر لی تھی کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی رائے سے

۱۔ ایک ساتھ نہ جدا جدا ۱۲۔ ۲۔ مثل انہما و غیرہ ۱۳۔

(۱) یعنی بائع کے واسطے ۱۲۔ (۲) اگر چنان کے قبضہ میں نہیں ہے ۱۳۔

عمل کرے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے کسی سے شرکت عتاق کر لی تو جو شریک سوم نے خریدا اُس میں سے نصف مشتری کا ہوگا اور باقی نصف ہر دو شریک اول کے درمیان مشترک ہوگا اور جو اُس کے اس شریک نے خریدا جس نے تیسرے سے شرکت عتاق نہیں کی تھی وہ فقط اس کے اور اس کے شریک کے درمیان مشترک مساوی ہوگا اور شریک ثالث کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہر دو شریک عتاق میں سے اگر ایک نے کسی ثالث کے ساتھ اپنے شریک کی حضوری میں شرکت معاوضہ کر لی تو معاوضت صحیح ہوگی اور اول کے ساتھ اُس کی شرکت باطل ہو جائے گی اور اگر بغیر حضوری (یعنی رائے میں) ثالث سے معاوضت کر لی تو معاوضت صحیح نہ ہوگی۔ یہ ظہیر یہ میں ہے اور دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ شرکت کے غلام کو مکاتب کر دے اور یہ بلا خلاف ہے (یعنی بالاتفاق ہے) کذا فی الحیطہ اور نہ غلام شرکت کو مال پر آزاد کر سکتا ہے خواہ عقد شرکت میں یہ شرط قرار پائی ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یا نہ قرار پائی ہو اور نیز یہ اختیار نہیں ہے کہ تجارتی شرکت کے غلام کا نکاح کر دے اور یہ بالا جماع ہے اور اسی طرح تجارتی باندی کا بھی نکاح نہیں کر سکتا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے ایک تجارتی شرکتی باندی کی نسبت جو اس کے قبضہ میں ہے اقرار کیا کہ یہ فلاں کی ملک ہے تو اُس کا اقرار اُس کے شریک کے حصہ میں درست نہ ہوگا اگرچہ دوسرے کی طرف سے اُس کو اجازت ہو کہ اپنی رائے سے عمل کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور دونوں میں سے کوئی شخص شرکت کی کوئی چیز بعوض اس قرضہ کے جو اس پر آتا ہے رہن نہیں کر سکتا ہے لہذا شریک کی اجازت سے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک نے ایسے قرضہ کے عوض جو دونوں پر آتا ہے تجارتی شرکت کی کوئی چیز رہن کی تو جائز نہیں ہے اور مال مرہون کا ضامن ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان لیکن اگر موجب قرضہ کا عاقد یہی ہو یا شریک نے اس کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی ہو تو یہ حکم نہیں ہے یہ سراج و ہاج میں ہے۔

اسی طرح اگر قرضہ شرکت کے عوض قرض دار سے رہن لیا تو حصہ شریک کے حق میں نہیں جائز ہے لہذا اس صورت میں کہ موجب قرضہ اُسی کے عقد سے ہو یا متولی عقد نے اس کو اجازت دے دی ہو۔ پھر اگر مال مرہون اُس کے پاس تھا ہو گیا اور اُس کی قیمت اور قرضہ دونوں مساوی ہیں تو حصہ مرتہن یعنی نصف قرضہ ساقط ہو گیا اور دوسرے شریک کو اختیار ہے چاہے قرض دار سے اپنا حصہ یعنی نصف قرضہ لے لے پس قرض دار مذکور مرتہن سے رہن کی نصف قیمت لے لے گا اور چاہے شریک سے جو اُس نے وصول پایا ہے اس میں سے اپنا حصہ لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر شریک عتاق نے رہن دینے یا لینے کا اقرار کیا پس اگر وہ بذات خود متولی عقد ہوا ہو یعنی جس عقد کی وجہ سے قرضہ واجب ہوا کہ جس کے عوض رہن دیا یا لیا ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر خود متولی عقد نہیں ہوا تھا تو اقرار جائز نہ ہوگا یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر ہر دو میں سے ایک شریک عتاق نے بعد تاقض شرکت کے رہن دینے یا لینے کا اقرار کیا پس اگر اس کے شریک نے تکفیب کی تو اُس کا اقرار صحیح نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے تجارت کے واسطے مال قرض کیا تو دونوں کے ذمہ لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان و بدائع و محیط سرخسی میں ہے۔

اگر دو شخصوں میں شرکت بطریق خلط مال کے ہو گئی ہو ☆

شرح قدوری میں لکھا ہے کہ اگر ہر ایک نے اپنے شریک سے کہہ دیا کہ تو اس میں اپنی رائے سے کام کر تو دونوں میں سے ہر ایک کو رد ہوگا کہ رہن دینا و لینا اور دوسرے کے مال سے اپنا مال بطریق شرکت ملاوینا وغیرہ جو امور کہ تجارت میں واقع ہوتے ہیں

۱ یعنی تقسیم خمن میں ہر ایک اپنے مال شرکت کی قیمت کے حساب سے شریک کر کے حصہ بانٹ دیا جائے گا پس قیمت اس کی چیز کی کس روز کی شمار و مستحب ہو گی۔

عمل میں لائے اور ہاہیہ و قرض دینا اور جو امور کہ اختلاف (تلف و خائج کرنا) مال و بلا غرض دوسرے کی ملک میں دے دینا ہوتے ہیں سو ایسے امور نہیں کر سکتا ہے لہذا اس صورت میں کہ شریک نے صریح اس کو اجازت دی اور صاف کہہ دیا ہو اور نیز اسی مقام پر فرمایا کہ اگر شریک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اپنی رائے سے کام کر تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مال شرکت کو اپنے خاصہ ذاتی مال میں مخلوط کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور شریک عثمان اور بضاعت لینے والے اور جس کے پاس ودیعت ہو اور مضارب ان سب کو اختیار ہے کہ مال کے ساتھ سفر کریں اور یہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مذہب ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر دو شخصوں میں شرکت بطریق غلط مال کے ہوگئی ہو یعنی دونوں نے مال کو غلط کر دیا ہو تو وہ دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بدوں اجازت شریک کے سفر کرے پس اگر اُس نے اس مال کو لے کر سفر کیا اور وہ تلف ہو گیا پس اگر اس قدر ہو کہ اُس کے واسطے بار برداری و خرچہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اس کے واسطے بار برداری و خرچہ نہ ہو تو ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے مال کے ساتھ سفر کیا اور حال یہ ہے کہ اس کے شریک نے مال لے کر سفر کرنے کی اجازت دی ہو یا کہہ دیا ہے کہ اپنی رائے سے کام کرے یا بحالت شرکت مطلقہ ہونے کے موافق قول امام اعظم و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بنا بر روایت صحیح کے تو اس کو اختیار ہوگا کہ جملہ مال میں سے اس المال سے اپنے کھانے و کرایہ و ضروری خرچہ میں صرف کرے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت کی ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ استحسان ہے یہ بدائع میں ہے۔ پھر اگر اُس نے نفع اٹھایا یا تو نفع مذکور نفع میں سے محسوب ہوگا اور اگر نفع نہ پایا تو نفع اس المال میں سے ہوگا یہ خزائن المغنی میں ہے اور اگر اتنی دور گیا کہ وہاں سے اپنے گھر آ کر شب گزاری کر سکتا تھا تو اُس کا نفع مال شرکت سے محسوب نہ ہوگا یہ تہذیب میں ہے۔

☆ فصل سوم

شریک عثمان کا مال شرکت میں اور دوسرے شریک کے عقد میں اور جو شریک کے

عقد سے واجب ہو اُس میں تصرف کرنے کے اور متصلات کے بیان میں

دونوں شریک عثمان میں سے ہر ایک کو روا ہے کہ کسی کو خرید یا فروخت یا اجارہ لینے کے واسطے وکیل کرے اور دوسرے کو اختیار ہے کہ اس وکیل کو وکالت سے خارج کر دے اور اگر ایک نے کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ جن کے ہاتھ اُس نے ادھار فروخت کیا ہے اُسے دام تقاضا کر کے وصول کر لائے تو دوسرے کو ایسے وکیل کے خارج کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ ظہیر میں ہے۔

بیع کے اقالہ (پھر جانے) کی ایک صورت ☆

دونوں میں سے عائد کو یہ اختیار ہے کہ جو بیع اُس نے خریدی اُس پر قبضہ کر لے یا جو بیع ہے اُس کے دام وصول کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کرے یہ بدائع میں ہے اور ماسوائے اس کے جو تصرفات ہیں ان میں ہر شریک عثمان مثل ایک شریک مفاوضت کے ہے کہ جو تصرفات ہر دو شریک مفاوضت میں سے ایک کر سکتا ہے وہی ہر شریک عثمان کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے مگر واضح رہے کہ جو تصرف دونوں میں سے ہر ایک کر سکتا تھا جب اُس تصرف سے اُس کے شریک نے اس کو منع کر دیا پھر اُس نے کیا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا اور اسی واسطے اگر شریک نے اس کو دمیاط (نام شہر) سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ دمیاط تک جا پھر اُس نے مال لے کر دمیاط سے تجاوز کیا اور مال تلف ہو گیا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر شریک کو ادھار بیچنے کی اجازت دینے

کے بعد پھر اس کو ادھار بیچنے سے منع کر دیا تو بھی حصہ شریک کا ضامن ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی پھر دوسرے نے اس بیع کا اقالہ کر لیا تو اقالہ کرنا جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے کوئی متاع فروخت کی پھر بسبب عیب کے اس کو واپس دی گئی اور اُس نے بغیر حکم قاضی کے قبول کر لی تو دونوں پر واپسی جائز ہوگی اور اسی طرح اگر بسبب عیب کے اُس نے ٹمن میں سے کچھ گھٹایا یا ٹمن دینے میں تاخیر و مہلت دے دی تو بھی دونوں پر جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اُس نے بغیر علت یا بغیر ایسے امر کے جس سے خوف کرتا ہو ٹمن میں سے گھٹا دیا تو اُس کے حصہ میں جائز اور شریک کے حصہ میں جائز نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اسی طرح اگر مشتری کو ٹمن ہیہ کر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر کسی متاع میں عیب کا اقرار کر لیا تو اُس پر دوسرے شریک دونوں پر جائز ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر علی العموم شرکت عمان کے دو شریک ہوں پس ایک نے دوسرے کو دس من گیسوں کی تجارتی شرکت کی بیع مسلم میں روپے دے تو صحیح نہیں ہے یہ یقینہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے بعض ٹمن حال ٹمن کے کوئی چیز فروخت کی پھر دوسرے نے ٹمن کے واسطے تا جیل دے دی یعنی مہلت دے دی کہ فلاں وقت معلوم پر ادا کرے تو مہلت دینا دونوں حصوں میں سے کسی میں جائز نہ ہوگا لا اس صورت میں کہ دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے کہہ دیا ہو کہ جو تیری رائے میں آئے اُس پر کام کر اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تا جیل و مہلت دینے والے کے حصہ میں جائز ہوگا دوسرے کے حصہ میں جائز نہ ہوگا اور اگر اُس شخص نے جو متولی عقد بیع ہو اپنی مشتری کو مہلت دے دی تو بالا جماع دونوں کے حصوں میں جائز ہوگی یہ مضمرات میں ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسئلہ مذکورہ میں تاخیر جائز نہ ہوگی ☆

اگر دونوں نے مجتمع ہو کر کسی کے ہاتھ ادھار فروخت کیا پھر دونوں میں سے ایک نے مشتری کو تاخیر دے دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی تاخیر جائز نہ ہوگی نہ اُس کے حصہ میں اور نہ اُس کے شریک کے حصہ میں اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے حصہ میں جائز اور شریک کے حصہ میں تا جائز ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک ہی نے عقد قرار دیا پھر اسی عاقد نے تاخیر دے دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس کا تاخیر دینا دونوں حصوں میں جائز ہوگا یہ سراج و ہاج میں ہے اور مضمرات میں لکھا ہے کہ اُس کا تاخیر دینا بالا جماع جائز ہوگا جس صورت میں تاخیر صحیح ہوتی ہے وہاں تاخیر دینے والا ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے دونوں کی تجارت میں قرضہ کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو پورا قرضہ اقرار کرنے والے پر لازم ہوگا بشرطیکہ اُس نے بذات خود متولی عقد ہونے کا اقرار کیا ہو مثلاً یوں کہا کہ میں نے فلاں شخص سے ایک غلام اتنے درموں کا خریدا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے اس طرح اقرار کیا کہ ہم دونوں نے ایسا کیا تو اُس کے ذمہ نصف قرضہ لازم ہوگا اور اگر اُس نے یوں اقرار کیا کہ میرے شریک نے موجب قرضہ کو منعقد کیا ہے مثلاً یوں کہا ہے کہ میرے شریک نے فلاں سے ہزار درہم کو غلام خریدا ہے تو تمام نسخہ ہائے کتاب الاقرار میں مذکور ہے کہ اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر ہر دو شریک عمان میں سے ایک نے اقرار کیا کہ ہمارا قرضہ ایک مہینہ کی میعاد پر ادھار ہے تو اُس کا اقرار اُس کے حصہ میں بالا جماع جائز ہے اور اسی طرح اگر ایک نے قرض دار کو بری کر دیا تو اُس کے حصہ میں بری کرنا بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں کی تجارت کی مشترکہ باندی کی نسبت جو اُن میں سے ایک کے قبضہ میں ہے قابض نے اقرار کیا کہ یہ فلاں شخص کی ملک ہے تو اُس کے شریک کے

حصہ میں اُس کا اقرار جائز نہ ہوگا اور اُس کے حصہ میں جائز ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر ہر دو شریک عثمان میں سے ایک نے اقرار کیا کہ میں نے ہم دونوں کی تجارت کے واسطے فلاں سے ہزار درہم قرض لیے ہیں تو یہ مال خاصہ اُسی کے ذمہ لازم ہوگا کذا فی المحیط لیکن اگر اُس نے گواہ قائم کیے اور ثابت ہوا تو قرض دینے والا اس اقرار کنندہ سے لے لے گا پھر اقرار کنندہ اپنے شریک سے بقدر حصہ لے لے گا یہ تا تاریخانیہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اپنے پر قرضہ لینے کا اختیار دے دیا تو خاصہ اُسی پر لازم ہوگا حتیٰ کہ قرض دینے والے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے لے لے اور اُس کو شریک سے واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات ومحیط و فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جس عقد کا متولی دونوں میں سے ایک ہوا ہے اُس کے حقوق اُسی عائد کی طرف راجع ہوں گے حتیٰ کہ اگر ایک نے کوئی چیز فروخت کی تو دوسرے کو اختیار نہ ہوگا کہ ثمن میں سے کچھ وصول کر لے اور اسی طرح ہر قرضہ جو کسی شخص پر اُن دونوں میں سے ایک کے عقد کرنے سے لازم آیا تو دوسرے کو اختیار نہ ہوگا کہ اس کو وصول کر لے اور قرض دار کو بھی روا ہے کہ شریک دیگر کو دینے سے انکار کرے جیسے وکیل بیع سے خریدنے والے کا حکم ہے کہ ایسے خریدنے والے کو اختیار ہوتا ہے کہ موکل کو ثمن دینے سے انکار کرے اور اگر اس مدیون نے شریک کو یہ قرضہ دے دیا حالانکہ دونوں میں سے ایک دوسرے کا وکیل یا جس کو دیا ہے وہ دوسرے کی طرف سے وکیل نہیں ہے تو قرض دار مذکور جو جس کو دیا ہے اُس کے حصہ سے بری ہو جائے گا اور جس نے اُس کے ساتھ ادھار عقد کیا تھا اُس کے حصہ سے بری نہ ہو گا اور یہ بحکم احتسان ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے شرعی تجارت کی کوئی چیز خریدی پھر اس میں عیب پایا تو دوسرے کو اختیار نہ ہوگا کہ اس کو بسبب عیب کے بائع واپس کر دے یہ مبسوط میں ہے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک نے تجارت کی کوئی چیز کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دی تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے شریک کو واپس دے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو ادھار معاملہ ایک نے کیا یا فروخت کیا ہے اُس میں دوسرا خاصہ کرے بلکہ خصومت کرنے والا وہی ہو گا جس نے معاملہ کیا ہے اور نیز اگر تالیش کی جائے تو اُسی پر ہوگی جس نے معاملہ کیا ہے اور جس نے معاملہ نہیں کیا ہے اُس پر اُس میں سے کوئی بات نہیں ہو سکتی ہے اور اس معاملہ میں اس پر گواہ بھی نہ سنے جائیں گے اور نہ اس سے قسم لی جائے گی بلکہ وہ اور اجنبی اس میں یکساں ہے یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر دو شریک عثمان میں سے ایک نے کوئی چیز اجارہ پر لی تو اجارہ پر دینے والے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے شریک سے اجرت کا مطالبہ کرے یہ محیط میں ہے۔ پھر اگر مستاجر نے مال شرکت سے اجرت ادا کی تو اُس کا شریک اُس سے اُس کا نصف واپس لے گا بشرطیکہ اُس نے اپنی ذاتی حاجت کے واسطے اجارہ پر لی ہو اور اگر دونوں میں شرکت خاص کسی چیز میں شرکت ملک ہو تو دوسرا شریک اُس سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اور اس طرح اگر دونوں میں سے ایک نے اپنی تجارت میں سے کوئی چیز اجارہ پر دی تو دوسرے شریک کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مستاجر سے اجرت کا مطالبہ کرے یہ محیط میں ہے۔

اگر ہر دو شریک عثمان میں سے ایک نے اپنے آپ کو ایسے کام میں اجارہ پر دیا جو دونوں کی تجارت میں ہے تو اجرت خاصہ اُسی کی ہوگی ☆

دو شخصوں نے کسی تجارت میں شرکت عثمان قرار دی بدین شرط کہ ہم دونوں نقد ادھار خرید و فروخت کریں پھر دونوں میں سے ایک نے سوائے اُس چیز تجارت کے دوسری خریدی تو وہ خاصہ اُسی کی ہوگی اور اگر اس نوع تجارت کی چیز ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کی بیع یا خرید خواہ نقد ہو یا ادھار ہو اُس کے شریک پر نافذ ہوگی لیکن اگر دونوں میں سے کسی نے کیلی یا وزنی یا نقد کے عوض ادھار خریدی اور

حال یہ ہے کہ اس شخص کا مال شرکت اُس کے پاس موجود ہے تو اُس کی خریداری شرکت پر جائز ہوگی اور اگر موجود نہیں ہے تو اُس کی خرید اُس کی ذات کے واسطے ہوگی اور اگر اُس کے پاس نقد میں درہم موجود ہیں اور اُس نے دیناروں سے اُدھار خریدی تو قیاساً وہ اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہوگا مگر احتساباً شرکت پر خرید جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے اپنے آپ کو ایسے کام میں اجارہ پر دیا جو دونوں کی تجارت میں سے ہے تو اُجرت دونوں کے درمیان مشترک ہوگی اور اگر ایسے کام میں دیا جو دونوں کی تجارت میں سے نہیں ہے یا اپنا ذاتی غلام اجارہ پر دیا تو اُجرت خاصہ اُسی کی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے مضاربت پر مال لیا تو نفع خاص اُسی کا ہوگا چنانچہ کتاب میں اسی طرح علی الاطلاق مذکور ہے مگر اس میں تفصیل ہے کہ اگر اُس نے مال مضاربت ایسے تصرف کے واسطے لیا جو دونوں کی تجارت میں سے نہیں ہے تو نفع خاصہ اُسی کا ہوگا اور اگر مال مضاربت کو ایسے تصرف کے واسطے لیا جو دونوں کی تجارت میں سے ہے آیا شریک کے غائب ہونے کی حالت میں مطلقاً لیا تو نفع دونوں کے درمیان مشترک ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

منقہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے ان رقیقوں میں شریک کیا جن کو میں اس سال خریدوں گا پھر اُس نے اپنے کفارۃ ظہار یا اس کے مانند کے واسطے کوئی بردہ خریدنا چاہا اور وقت خرید کے گواہ کر لیے کہ میں اس کو اپنی ہی ذات کے واسطے خریدتا ہوں تو جائز نہ ہوگا اور شریک کے واسطے اُس کا نصف ہوگا اس صورت میں کہ شریک نے اس کے واسطے ایسی اجازت دے دی ہو اور اسی طرح اگر دوسرے سے طعام کی بابت کہا کہ جو میں خریدوں اس میں میں نے تجھے شریک کیا پھر اپنی ذات کے واسطے اناج خریدتا تو اس میں بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور جو گھنٹی دونوں میں سے کسی کو دونوں کی شرکت کے علاوہ میں لاحق ہو وہ خاصہ اُسی پر ہوگی اور علی ہذا اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے پر سوائے معاملہ شرکتی کے اور معاملہ میں گواہی دی تو جائز ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور منقہ میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر دو شخص بشارت عنان شریک ہوں کہ ان کا اس المال مساوی ہو اور دونوں میں سے ہر ایک اپنی رائے پر دوسرے کی اجازت سے عمل کرتا ہو اور تنہا اُس کی خرید و فروخت اُس پر اور اس کے شریک پر جائز ہو پس ایسے دونوں شریکوں میں سے ایک نے اپنا حصہ متبايع فروخت کیا اور اس پر گواہ کر لئے تو بیع مذکور اس کے اور اس کے شریک کے حصہ سے ہوگی اور اسی طرح اگر اپنے شریک کا حصہ بیچا اور اس پر گواہ کیے تو بھی دونوں کے حصہ سے بیع ہوگی یہ محیط میں ہے۔

جو مال شرکت دونوں میں سے ایک کے ہاتھ ہے ضائع ہو گیا تو اُس پر اُس کے شریک کے حصہ کی ضمانت ہوگی اور جو مال اُس کے قبضہ میں تلف ہوا ہے اس میں قسم سے ہیہ کا قول قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک نے کسی کی کوئی چیز غصب کر لی یا اُس کا مال تلف کر دیا تو اُس کے تادان میں اُس کا شریک ماخوذ نہ ہوگا اور اگر کوئی چیز بطریق بیع قاسد خریدی اور وہ اُس کے قبضہ میں تلف ہوگئی تو قیمت کا ضامن ہوگا مگر اپنے شریک سے بقدر اس کے حصہ کے واپس لے لے گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ہر دو شریک عنان میں سے ایک مر گیا اور مال اُسی کے قبضہ میں تھا اور اُس نے بیان و اظہار نہیں کیا تو ضامن ہو گیا کہ اُس کے ترکہ سے وصول کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک شریک عنان نے کسی سے کوئی جانور اپنا ذاتی اناج لادنے کے واسطے مستعار لیا تھا کہ اُس کے شریک نے اس جانور پر اپنا اناج مثل اس کے یا اُس سے ہلکا اناج لاد اور وہ مر گیا تو شریک ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے تجارتی شرکت کا اناج لادنے کے واسطے کسی سے جانور مستعار لیا پھر اس جانور پر اُس کے شریک نے باہمی تجارت کا اناج مثل اس کے جتنے کو مستعیر نے کہا ہے یا اس سے ہلکا لاد اور جانور مر گیا تو ضامن نہ ہوگا پس حاصل یہ ہے کہ

مستعار لینے کی صورت میں جب عاریت کی منفعت مخصوص دونوں میں سے ایک ہی کی طرف راجع ہو تو عاریت مخصوص اسی سے قرار دی جائے گی جس نے مستعار لیا ہے اور جب عاریت کی منفعت دونوں کی طرف راجع ہو تو ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا معیر نے دونوں کو عاریت دی ہے یہ محیط میں ہے۔ ہر دو شریک عثمان نے چند طرح کی متاع دونوں نے خریدیں پر ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرے ساتھ شرکت میں کام نہیں کروں گا اور غائب ہو گیا یعنی چلا گیا پھر دوسرے نے اس متاع کی تجارت کی تو جو کچھ جمع ہوا وہ سب اسی تجارت کنندہ کا ہوگا اور وہ اپنے شریک کے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

باب چہارم:

شرکت وجوہ و شرکت اعمال کے بیان میں

شرکت وجوہ اس کو کہتے ہیں کہ دو شخص باہم شرکت کر لیں حالانکہ دونوں کے پاس مال نہیں ہے لیکن لوگوں میں ان کی وجاہت ہے پس دونوں یوں کہیں کہ ہم دونوں نے شرکت کی بدین شرط کہ ہم دونوں ادھار خریدیں اور نقد فروخت کریں اس شرط سے کہ جو کچھ اللہ عزوجل ہم کو اس میں نفع روزی کرے وہ ہم دونوں میں اس شرط سے ہوگا یہ بدائع و مضمرات میں ہے اور یہ شرکت مذکورہ مفاوضت ہو گی باپس طور کہ دونوں کفالت کی اہلیت رکھتے ہوں اور جو چیز خریدی وہ دونوں میں نصفانصف ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا نصف شئ واجب ہوگا اور نفع میں دونوں مساوی مشترک ہوں گے خواہ دونوں مفاوضت کا لفظ ذکر کریں یا دونوں اس کے مقتضیات ذکر کریں پس ثمنوں و میبعوں میں وکالت و کفالت تحقق ہو جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی چیز نہ پائی گئی تو شرکت عثمان ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر علی الاطلاق رکھی گئی یعنی مطلق شرکت تو بھی عثمان ہوگی یہ ظہیر میں ہے۔ ایسے دونوں شریکوں سے شرکت عثمان باوجود اشتراط تقاضی کے ملک خرید کردہ میں جائز ہوگی اور چاہے کہ ایسی شرکت میں دونوں نفع کو بقدر خرید کردہ چیز کی ملک مشروط کی شرط کر دیں یعنی جس قدر خرید کردہ میں ہر ایک کی ملک مشروط ہے اس حساب سے نفع مشروط ہوتی کہ اگر خرید کردہ چیز میں ملک کی بیشی کے ساتھ مشروط کی اور نفع میں مساوات شرط کی یا اس کے برعکس کیا تو یہ شرط باطل ہوگی اور نفع دونوں میں اسی مقدار پر مشروط ہوگا جو انہوں نے خرید کردہ کی ملک میں شرط لگائی ہے یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اگر دو شخصوں نے اپنے مالوں و وجوہ سے شرکت عثمان قرار دی پھر دونوں میں سے ایک نے کوئی متاع خریدی پس جس شریک نے نہیں خریدی ہے اس نے کہا کہ یہ متاع ہم دونوں کی شرکت کی ہے اور مشتری نے کہا کہ یہ میری ہی ہے اور میں نے اس کو اپنے مال سے اپنی ذات کے واسطے خریدا ہے پس اگر بعد شرکت واقع ہونے کے مشتری اپنی ذات کے واسطے خریدنے کا دعویٰ کرتا ہو تو وہ دونوں کے درمیان شرکت پر ہوگی بشرطیکہ متاع مذکور دونوں کی تجارت کی جنس سے ہو اگر وہ قبل شرکت کے اپنے واسطے خریدنے کا دعویٰ ہو اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں بلکہ تو نے بعد عقد شرکت واقع ہونے کے خریدی ہے تو دیکھا جائے کہ اگر تاریخ شرکت اور تاریخ خرید معلوم ہو اور تاریخ خرید قبل تاریخ شرکت کے ہو تو مشتری کی ہوگی مگر اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ ہمارے دونوں کی شرکت کی نہیں ہے اور اگر تاریخ شرکت مقدم ہو تو وہ شرکت پر ہوگی اور اگر تاریخ خرید معلوم ہوئی کہ اس جھگڑے سے ایک مہینہ پہلے کی خرید ہے اور تاریخ شرکت معلوم نہ ہوئی تو وہ مخصوص مشتری کی ہوگی اور اگر تاریخ شرکت معلوم ہوئی کہ اس جھگڑے سے ایک مہینہ پہلے واقع ہوئی اور تاریخ خرید بالکل معلوم نہ ہوئی تو وہ شرکت پر ہوگی اور اگر شرکت خرید دونوں میں سے کسی کی تاریخ معلوم نہ ہوئی تو مشتری کی ہوگی مگر اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ یہ ہمارے دونوں کی شرکت کی نہیں

ہے اس واسطے کہ جب دونوں کی تاریخ معلوم نہ ہوئی تو ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا یہ دونوں معاویہ ہوئی ہیں اور اگر دونوں معاویہ ہوں تو خریدی چیز شرکت پر نہ ہوتی پس ایسا ہی یہاں ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے ایک متاع خریدی پس تجھ پر نصف ثمن واجب ہوا اور اُس کے شریک نے تکذیب کی پس اگر متاع مذکور قائم ہو تو قول مدعی کا مقبول ہوگا اور اگر موجود نہ رہی تو اُس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اسی طرح اگر اس کے شریک نے اقرار کیا کہ اس نے خریدی مگر قبضہ سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے مگر اُس کے شریک سے اُس کے علم پر قسم لی جائے گی اور اگر مدعی نے گواہ قائم کیے کہ اس نے خریدی اور قبضہ کیا تو اُس کا قول قبول ہوگا مگر تلف ہو جانے پر اُس سے قسم لی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے متنی میں لکھا ہے کہ اگر دو شخصوں نے چاہا کہ شرکت معاوضہ قرار دیں اور حال یہ ہے کہ دونوں میں سے ایک کے پاس مکان و خادم یا عروض ہے اور دوسرے کے پاس کچھ نہیں ہے پس دونوں نے شرکت معاوضہ اس طرح قرار دی کہ معاوضت پر دونوں اپنے وجہ سے کام کرتے تھے اور جو عروض کہ دونوں میں سے ایک کے واسطے ہیں اس کا اپنی شرکت میں کچھ بیان نہیں کیا تو شرکت جائز ہوگی اور شرکت معاوضہ ہوگی اور عروض مذکورہ مخصوص اپنے مالک کے ہوں گے اور یہ شرکت وجہ ہے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک کے واسطے سونے کے پترے سکے کے ہوں اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور رہی شرکت اعمال تو جیسے دو درزی ہوں یا دو سونار ہوں یا ایک درزی اور دوسرا سونار ہو یا موچی ہو کہ دونوں بغیر مال کے شرکت کریں اس شرط پر کہ دونوں شریک لوگوں سے کام لیں گے پھر کئی دونوں میں مشترک ہوگی تو یہ جائز ہے یہ مضمرات میں ہے۔

اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ کام قبول کرنے میں ہر ایک دوسرے کی طرف سے وکیل ہوگا اور قبول اعمال کی توکیل جائز ہے خواہ وکیل اس کام کو بخوبی انجام دے سکتا ہو یا نہ دے سکتا ہو یہ ظہیر یہ میں ہے۔ پھر یہ شرکت کبھی معاوضت ہوتی اور کبھی عتاق ہوتی ہے چنانچہ اگر شرکت میں لفظ معاوضت کا یا معنی معاوضت کے بیان کیے بایں طور کہ دو سوناروں نے شرکت اس شرط سے کی کہ دونوں اعمال کو قبول کریں اور دونوں کے دونوں ان اعمال میں یکساں ضامن ہوں اور نفع اور نقص اور گھٹئی میں دونوں مساوی ہوں اور بسبب شرکت کے جو کچھ دونوں میں سے کسی پر لاحق^(۱) ہو اُس کا دوسرا کفیل ہو تو یہ معاوضت ہے اور اگر کام اور اجرت میں باہم کی بیشی شرط کی بایں طور کہ دونوں نے کہا کہ اس ایک پر دو تہائی کام اور اس دوسرے پر ایک تہائی کام ہے اور اجرت اور گھٹئی بھی دونوں پر اسی حساب سے ہے تو یہ شرکت عتاق ہے اور اسی طرح اگر صریح لفظ عتاق ذکر کر دیا تو بھی شرکت عتاق ہے اور اسی طرح اگر شرکت کو مطلق رکھا تو بھی شرکت عتاق ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ اگر دونوں نے معاوضت نہ کی لیکن مطلق شرکت قرار دی تو بعض احکام کے حق میں شرکت عتاق رکھی جائے گی چنانچہ اگر دونوں میں سے ایک نے صباون یا اشان وغیرہ کو تلف ہو چکے ہیں اُن کے ثمن کا اپنے اوپر اقرار کیا یا کسی اور کام نقلہ کے یا کسی مزدور کی مزدوری کا یا کرایہ مکان کا جس کی مدت گزر چکی ہے اقرار کیا تو وہ اپنے شریک کے حق میں تصدیق نہ کیا جائے گا لا بگوایں اور بدون گواہی کے خاصاً اُسی پر لازم ہوگا اور بعض احکام میں معاوضت، اعتبار کی جائے گی چنانچہ اگر کسی شخص نے ان میں سے ایک کو یا دونوں کو کوئی کام دیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے کام کی اجرت کا مطالبہ کرے اور اُس نے دونوں میں سے جس کو دے دی اجرت سے بری ہو جائے گا اور دونوں میں سے جس پر کام کی ضمان واجب ہوئی اُس کو اختیار ہوگا کہ دوسرے شریک سے اُس کا مطالبہ کرے پس یہ شرکت ان احکام کے حق میں احتساباً

۱۔ جس شرکت میں برابری ہو ۱۲۔ ع صاحب حق کو ۱۱۔

(۱) ان پر بطریق تعین ۱۲۔

مفاوضہ اعتبار کی گئی اگرچہ سوائے اس وجہ کے اور صورت میں ظاہر الروایہ کے موافق مفاوضہ نہیں اعتبار کی گئی ہے ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی وہ صورت جس میں اگر دونوں میں سے ایک نے کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو کمائی دونوں میں نصفاً نصف ہوگی ☆

اگر دونوں میں سے ایک کے ہاتھ سے کام میں چیز کو نقصان پہنچا تو اُس کا تاوان دونوں پر واجب ہوگا بدین طریق کہ صاحب عمل کو اختیار ہے کہ اس تمام ضمان کے واسطے دونوں میں سے جس کو چاہے ماخوذ کرے یہ محیط میں ہے اور ہر گاہ یہ شرکت عنان ہو تو اُس ضمان کے واسطے وہی ماخوذ ہوگا کہ جس نے سبب ضمان کیا ہے نہ اُس کا شریک بوجہ قضیہ و کالت کے اور عدم کفالت کے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو کمائی دونوں میں نصفاً نصف ہوگی خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان ہو اور اگر حال تھیل اعمال میں باہم نفع میں کمی بیشی شرط کر لی تو جائز ہے اگر دونوں میں سے ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ کام کرنے والا ہو یہ سراج و ہاج میں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک شریک بیمار ہو گیا یا سفر کو گیا یا بے کار اوقات گزارے اور دوسرے نے کام کیا تو اجرت دونوں میں مساوی ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کو کام لینے والے سے مطالبہ اجرت کا اختیار ہوگا اور وہ جس کو دے دے گا بری ہو جائے گا اگرچہ دونوں کی شرکت بمفاوضہ نہ ہو اور یہ احتسان ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اسی طرح جو کام سفر کرنے والے نے کیا اس کی اجرت کا بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ دونوں میں سے ہر ایک نے جو کام قبول کیا ہے اس کا کرنا دونوں پر واجب ہے پس جب تنہا ایک نے یہ کام کر دیا تو دوسرے کے واسطے مددگار ہوایہ سراج و ہاج میں ہے۔ باپ اور بیٹا ایک ہی صنعت کا کام انجام دیا کرتے ہیں اور دونوں میں سے کسی کا مال نہیں ہے تو پوری کمائی باپ کی ہوگی جب کہ بیٹا اُس کے عیال میں سے ہو اس واسطے کہ بیٹا اُس کا معین ہو آیا تو نہیں دیکھتا ہے اگر بیٹے نے درخت جمایا تو وہ باپ کا ہوتا ہے اور اسی طرح بیوی و مرد میں ہے کہ اگر دونوں کے پاس مال نہ تھا پھر دونوں کی کوشش و کام سے بہت مال جمع ہو گیا تو یہ شوہر کا ہوگا اور بیوی اُس کی معینہ ہوگی لیکن اگر عورت کا کام و کمائی علیحدہ ہو تو وہ اُسی کا ہوگا یہ قیہ میں ہے اور بیوی نے جس قدر شوہر کی روٹی کائی اور شوہر مذکور اُس کا کپڑا پہنا ہے وہ بالا جماع شوہر کا ہوگا یہ فتاویٰ عمادیہ میں ہے اور اگر دونوں نے کام برابر شرط کیا اور مال تین تہائی تو احتساناً جائز ہے یہ یعنی شرح کنز میں ہے اور یہی تمیین و ہدایہ و کانی میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر دونوں نے باہم ایک کے واسطے زیادہ نفع کی شرط کی حالانکہ کام اُس کے ذمہ کم ہے تو اصح یہ ہے کہ جائز ہے یہ نہر الفائق و ظہیر یہ میں ہے اور اگر دونوں نے شرکت کی اور کمائی باہم اپنے درمیان تین تہائی شرط کر لی اور کام کو بیان نہ کیا تو یہ جائز ہے اور کمائی کی کمی بیشی کی تصریح کر دینا بھی کام کی کمی بیشی کے واسطے بیان ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور ربی و ضیعت (رقبان) سود دونوں کے درمیان ضمان ہی کے قدر پر ہوگی یہ بدائع میں ہے۔

اگر دونوں نے یہ شرط کر لی ہو کہ جو کچھ دونوں قبول کر لیں پس اُس کا دو تہائی کام دونوں میں سے خاص اُس پر اور ایک تہائی اس دوسرے پر ہوگا اور ضیعت دونوں پر نصفاً نصف ہوگی تو شرکت عمل دونوں کی شرط کے موافق ہوگی مگر شرط ضیعت باطل ہے اور ضیعت اُسی حساب سے ہوگی جس قدر دونوں نے قبول کام میں شرط کی ہے یہ سراج و ہاج میں ہے۔ ایک نے اپنا کپڑا ایک درزی کو دیا کہ اُس کو سیوے اور اُس درزی کا درزی گری میں ایک شریک مفاوضہ ہے۔ تو کپڑے کے مالک کو اختیار ہے کہ جب تک دونوں میں

۱۔ قال المحرر جمہود شیخ مقام آنکہ زید و عمرو میں سے زید کو خالد نے کام دیا اور شرکت عنان ہے اور عمرو نے کام کیا اور نقصان کر دیا تو ضامن عمرو ہوگا بسبب اس کے کہ کالت طرفین سے ہے اور دوسرے سے مطالبہ نہ ہوگا بدین وجہ کہ کفالت کسی طرح سے بھی نہیں ہے ۱۲۔

مفاوضت باقی ہے دونوں میں سے جس سے چاہے کام کا مطالبہ کرے اور جب دونوں جدا ہو گئے یا وہ مر گیا جس نے کپڑا لیا تھا تو دوسرے کام کے واسطے ماخوذ نہ ہوگا کذا فی المسبوط بخلاف اس کے اگر کپڑے کے مالک نے اُس پر یہ شرط نہ کی ہو کہ خودی دے اور پھر دونوں جدا ہو گئے تو دوسرا شریک اُس کے سینے کے واسطے ماخوذ ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے اور نوادر میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ اگر دونوں میں صبیح ایک پر ایک شخص نے ایک کپڑے کا جو دونوں کے پاس ہے دعویٰ کیا پس ایک نے دونوں میں سے اقرار کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اُس کا اقرار اُس کے شریک پر بھی جائز ہوگا اور کپڑا دے کر اجرت لے لے گا یہ استحسان ہے کذا فی محیط السرخسی اور اسی طرح اگر کپڑے میں شکاف ہو کہ جس کی نسبت دونوں میں سے ایک نے اقرار کیا کہ یہ ہماری کندہ کی کرنے کی وجہ سے ہے اور دوسرے نے سرے سے طالب کے واسطے کپڑا ہی ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ کپڑا ہمارا ہے تو اقرار کرنے والے کے اقرار کی تصدیق کی جائے گی اس واسطے کہ اگر وہ طالب مذکور کے لیے اقرار کرتا کہ یہ کپڑا اُس کا ہے تو تصدیق کی جاتی اور اگر اقرار کرنے والے نے بعد انکار اول کے جو ذکر کیا گیا ہے کسی دوسرے مدعی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ کپڑا اُس کا ہے تو دوسرے کے واسطے اُس کا اقرار طالب اول کے واسطے کپڑے کا اقرار ہوگا اور کپڑے کے حق میں دوسرے کے واسطے اُس کے اقرار کی تصدیق نہ کی جائے گی مگر اپنی ذات پر تاوان کے حق میں اُس کی تصدیق کی جائے گی یعنی دوسرے مدعی کے واسطے ضامن ہوگا لیکن اس میں سے کچھ اپنے شریک سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے یا ایک نے کسی تلف شدہ کپڑے کی نسبت کسی شخص کے واسطے اقرار کیا کہ اُس کا کپڑا تھا کہ ہم دونوں کے فضل سے تلف ہوا ہے اور دوسرا اُس سے منکر ہے تو ضمان خاصۃً اسی مقرر پر واجب ہوگی اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک نے ثمن صابون یا اشتان تلف شدہ کے قرضہ ہونے کا یا حر دور کی اجرت یا اجارہ مکان کی اجرت جن کی مدت گزر چکی ہے قرضہ ہونے کا اقرار کیا تو بدوں گواہوں کے اُس کے اقرار کی تصدیق اُس کے شریک کے حق میں نہ کی جائے گی یہ ضمان خاصۃً اسی پر واجب ہوگی اور اگر اجارہ گذرانہ ہو اور مجمع تلف نہ ہوگی ہو تو یہ دونوں پر لازم ہوگا اور اُس کا اقرار اُس کے شریک پر بھی نافذ ہوگا لہذا اس صورت میں کہ شریک مذکور یہ دعویٰ کرے کہ یہ چیزیں بغیر خرید کے ہماری تھیں تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

دو چکیوں نے حاجیوں کی کتابیں نخل کر لانے میں اس شرط سے شرکت کی جو کچھ اللہ تعالیٰ ہم کو اس میں روزی کرے وہ ہم دونوں میں مساوی مشترک ہو تو ایسی شرکت جائز ہے یہ قیہ میں ہے اور اگر دو معلموں نے لڑکوں کو حفظ کرانے یا تخریر سکھانے یا قرآن پڑھانے میں شرکت کی تو صدر شہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بخاریہ ہے کہ یہ جائز ہے کذا فی الخلاصہ اور اسی طرح اگر فقہ سکھانے میں شرکت کی تو بھی جائز ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر دونوں نے ایسے کام میں شرکت کی جو حرام ہے تو شرکت صحیح نہ ہوگی یہ خزائنہ الفتاویٰ میں ہے اور دلالوں کی شرکت کار دلالی میں اور جو لوگ مجلس و تعزیتوں میں زحرمہ سے پڑھا کرتے ہیں ان کی شرکت نہیں جائز ہے یہ قیہ میں ہے اس واسطے کہ یہ فعل ناجائز ہے ابن ساعد نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر تین شخصوں نے جو ناپنے کا کام کرتے ہیں باہم اس شرط پر شرکت کی کہ لوگوں سے اناج ناپنے کا کام قبول کریں اور ناپیں پس جو کچھ ان کو حاصل ہو وہ ان میں مساوی مشترک ہو پھر انہوں نے اجرت معلومہ پر اناج ناپنے کے واسطے قبول کیا پھر ان میں سے ایک مریض ہو کر بیکار ہو گیا اور باقی دونوں نے کام کیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اجرت مذکورہ ان سب کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی اور اگر ایسا ہوا کہ جس وقت ان میں سے ایک بیمار ہوا ہے باقی دونوں نے اس کا کام کر دینے کو گوارا نہ کیا پس اس کی حضوری میں دونوں نے شرکت توڑ دی یا دونوں نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ ہم نے شرکت توڑ دی پھر دونوں نے پورا اناج ناپ دیا تو دونوں کو اجرت مسمیٰ سے دو تہائی ملے گی اور باقی تہائی کے واسطے ان کو

۱۔ ظاہر اس ملک میں یہ رواج ہوگا کہ درزی ایسا کرتا ہوگا جیسے یہاں لوہا پھیر دیتا ہے ۱۲۔ ۲۔ اور دوسرا جو اقرار کرتا ہے گواہ لادے تاکہ تجاضان سے بری ہو ۱۳۔

۳۔ یعنی جو کچھ مزدور قرار دیا ہو چکا وہی ملے گا ۱۴۔

کچھ اجرت نہ ملے گی اور وہ اُس کے نامے میں مملوع یعنی مفت احسان کرنے والے ہوں گے اور جو کچھ اجرت دونوں نے پائی ہے اس میں تیسرا شریک نہ ہوگا اور اسی طرح اگر تین شخصوں نے جو باہم شرکت پر نہیں ہیں کسی شخص سے ایک کام بعض کچھ اجرت معلومہ کے قبول کیا پھر ان میں سے ایک نے تنہا یہ کام پورا کر دیا تو اس کو تنہائی اجرت ملے گی اور دو تنہائی باقی میں وہ مملوع ہوا اس جہت سے کہ کام لینے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ان میں سے ایک ہی سے پورے کام کا مواخذہ کرے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

خیاط اور اُس کے شاگرد دونوں نے سلائی میں اس شرط سے شرکت کی کہ استاد کپڑے قطع کر دے اور شاگرد سیا کرے اور اجرت دونوں میں نصف نصف ہو ۛ

تین نفروں نے جنہوں نے باہم شرکت تقبل نہیں قرار دی ہے کسی سے کچھ کام لیا پھر ان میں سے ایک ہی نے آکر یہ پورا کام انجام دے دیا اُس کو تنہائی اجرت ملے گی اور باقی دونوں کے واسطے کچھ استحقاق نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں ہے۔ خیاط اور اُس کے شاگرد دونوں نے سلائی میں اس شرط سے شرکت کی کہ استاد کپڑے قطع کر دے اور شاگرد سیا کرے اور اجرت دونوں میں نصف نصف ہو یا دو جولا ہوں نے اس شرط سے کہ ایک تانا بانا درست کر دیا کرے اور دوسرا نیا دیا کرے تو چاہیے کہ یہ شرکت صحیح ہو جیسے درزی انگریز کی شرکت صحیح ہے یہ قلعہ میں ہے اور اگر کسی کاریگر نے اپنی دکان پر ایک شخص کو بٹھلایا کہ آدھے پر اس کو کام دیتا ہے تو استحسانا جائز ہے کذا فی الخلاصہ اور علی ہذا مشائخ نے فرمایا کہ اگر شاگرد نے کام لیا تو جائز ہے اور اگر صاحب دکان نے کام کیا تو جائز ہے حتیٰ کہ اگر دکان والے نے یوں کہا کہ قبول میں ہی کیا کروں گا اور تو قبول مت کر اور میں تجھے کام دیا کروں گا کہ آدھے پر کام کر دینا تو یہ نہیں جائز ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

باب پنجم:

شرکت فاسد کے بیان میں

شرکت فاسد وہ ہے کہ جس میں شرائط صحت میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے۔ یہ بدائع میں ہے۔ جلانے کی لکڑیاں لانے اور شکار کر لانے اور پانی لانے میں شرکت کرنا نہیں جائز ہے کذا فی الکافی اور اسی طرح خشک گھاس لانے میں اور گداگری کرنے میں بھی شرکت نہیں جائز ہے اور جو کچھ دونوں میں سے ایک نے شکار کیا یا لکڑیاں جمع کر کے لایا یا گداگری سے پایادہ اُسی کا ہوگا دوسرے کی اُس میں کچھ شرکت نہ ہوگی اور اسی طرح ہر ایسی چیز میں جو شرعاً مباح ہے مثل ہری گھاس لانے یا پہاڑوں سے انجیر و اخروٹ و پستہ وغیرہ پھل لانے میں بھی شرکت نہیں روا ہے اور اسی طرح مباح زمین سے مٹی لانے اور اُس کے فروخت کرنے یا گچ یا نمک یا برف یا سرمہ یا جاہلیت کے دفتینہ وغیرہ میں شرکت نہیں جائز ہے جب کہ یہ چیزیں بطور مباح ہوں اور اسی طرح اگر دو شخصوں نے شرکت کی کہ غیر مملوک مٹی سے عمارت بنادیں یا پختہ اثاثیں پکادیں تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر مٹی یا چونا وغیرہ کسی کی مملوک ہو اور دو آدمیوں نے شرکت کی اس قرارداد پر کہ دونوں خرید کر پکا کر کہ اس کو فروخت کریں تو جائز ہے اور یہ شرکت وجوہ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

مباحات میں سے جو جس کے ہاتھ آگئی ہے وہ اسی کی ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر دونوں نے ساتھ ہی اس کو لیا تو دونوں میں نصف نصف ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک نے لی اور دوسرے نے کچھ کام نہ کیا تو سب کام کرنے والے کی ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر دوسرے نے اس کو کسی چیز کے لینے میں مدد دی تو مددگار کو اُس کا اجر المثل ملے گا مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس چیز کے

۱۔ ظاہر امر ایہ ہے کہ اگر ہم میں سے کسی کو دفتینہ جاہلیت ملے تو وہ ہم دونوں کے درمیان مشترک ہے ۱۲۔

نصف شمن سے تجاوز نہ کرے گا اور امام اعظم و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہاں تک پہنچے پورا اجر المثل ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر جال وغیرہ مانند پھیلا نے اور قائم کرنے میں مدد کی مگر جال میں ایسا کوئی جانور نہ ملا جس کی کچھ قیمت ہو تو مددگار کو بلا خلاف اجر المثل ملے گا چاہے جس قدر ہو یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر دونوں نے اپنے لیے ہوئے کو خلط کر دیا تو جس قرار داد پر دونوں متفق ہوئے اسی پر یہ مخلوط ہوگا اور اگر دونوں کسی پر متفق نہیں ہوئے تو ایک نصف تک میں ہر ایک کا قول اپنے ساتھی کے دعویٰ پر قسم کھانے کے ساتھ قبول ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور اگر دونوں نے اُس کو خلط کر کے دونوں نے اُس کو فروخت کر دیا پس اگر یہ چیز ٹاپلی یا تولی جاتی ہو تو جس قدر ہر ایک کا حصہ کیل یا وزن سے تھا اسی حساب سے شمن دونوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اگر یہ چیز قیمتی ہو یعنی ہر ایک کی قیمت علیحدہ ہوا کرتی ہے اور مثلی نہیں ہے تو جس قدر ہر ایک کے حصہ کی قیمت تھی اسی حساب سے شمن تقسیم ہوگا یہ جو ہرہ نہرہ میں ہے اور اگر پیمانہ یا وزن یا قیمت معلوم نہ ہوئی تو اس چیز کے نصف تک میں ہر ایک کا قول جس قدر وہ دعویٰ کرتا ہے مع قسم کے اپنے ساتھی کے دعویٰ کو قبول ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

اگر ہر ایک کے کتے نے علیحدہ علیحدہ ایک ایک شکار پکڑا تو جس کے کتے نے جو شکار پکڑا ہے وہ خاصۃً اُسی کا ہوگا ☆

نصف سے زائد میں دعویٰ شریک پر قسم کے ساتھ بھی اُس کا قول قبول نہ ہوگا لا آنکھ اپنے دعویٰ پر گواہ لادے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر دونوں نے شکار کرنے میں باہم شرکت کی اور دونوں کا ایک ہی کتا ہے کہ اُس کو دونوں نے چھوڑا یا جال ہے جس کو دونوں نے اُس کو پھیلا یا تو اس کا شکار دونوں میں مشترک ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کتا فقط ایک ہی کا ہو اور وہ اُس کے قبضہ میں ہو پھر اُس کو دونوں نے رہا کیا تو جو شکار اس کتے نے پکڑا وہ کتے کے مالک کا ہوگا لیکن اگر کتے کے مالک نے اپنے کتے کی منفعت دوسرے کے واسطے کر دی ہو یعنی عاریت دیا ہو پس کتے نے شکار کیا تو پورا شکار اُس کا ہوگا جس کو عاریت دیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر دونوں میں سے ہر ایک کا ایک ایک کتا ہو اور ہر ایک نے اپنا کتا چھوڑا اور دونوں کتوں نے ایک شکار پکڑا تو یہ شکار دونوں میں نصفاً نصف ہوگا اور اگر ہر ایک کے کتے نے علیحدہ علیحدہ ایک ایک شکار پکڑا تو جس کے کتے نے جو شکار پکڑا ہے وہ خاصۃً اُسی کا ہوگا یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر ایک کے کتے نے ایک شکار پکڑا اور اس کو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کے کتے نے آکر اس کتے کی مدد کی تو شکار اس کا ہوگا جس کے کتے نے اول گھائل کر دیا ہے اور اگر اول کتے نے گھائل نہ کیا ہو یہاں تک کہ دوسرا کتا پہنچا اور دونوں نے شکار کو گھائل کیا تو دونوں میں نصفاً نصف ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

اگر دو آدمیوں نے شرکت کی اور ایک کے پاس بیل یا خچر ہے اور دوسرے کے پاس پکھال ہے بدین قرار داد کہ اس پکھال میں بھر کر اس بیل پر لاد کر پانی لادیں اور جو کمائی ہو وہ دونوں میں مشترک ہو تو شرکت صحیح ہوگی اور کمائی کل اسی کی ہوگی جو پانی لایا ہے اور اس پر واجب ہوگا کہ ایسے پکھال کی جو اجرت ہوتی ہے وہ پکھال والے کو دے بشرطیکہ پانی لانے والا وہ ہو جو بیل کا مالک ہے اور اگر پکھال والا پانی لایا اور یہ کام کیا ہے تو اس پر واجب ہوگا کہ بیل والے کو بیل کا اجر المثل دے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر ایک کے پاس خچر اور دوسرے کے پاس اونٹ ہے اور دونوں نے باہم شرکت کی بدین شرط کہ دونوں کو اجارہ پردیں اور جو کچھ اجرت آئے وہ دونوں میں مشترک ہو تو نہیں صحیح ہے اور اگر دونوں کو اجارہ پردے دیا تو یہ مال اجارہ دونوں میں خیر کے اجر المثل و اونٹ کے اجر المثل کے حساب سے قابل التزیم یہ بظاہر شرکت ہے ورنہ درحقیقت جو شرکت کہ صید کرنے میں ناجائز بتلاتی ہے وہ نہیں ہے کیونکہ دونوں نے یہ کام کیا اور ہاں ہر ایک تنہا کرے جس میں دوسرا شریک ہونا ہم ۱۲۔ اصل میں خچر مذکور ہے مگر ترجمہ نے بیل کا لفظ کر دیا بسبب رواج ملک اور فہم عام کے ۱۱۔

دونوں پر تقسیم کیا جائے گا یہ محیط سرخس میں ہے اور اسی طرح اگر فقط خیر کو اجرت پر دیا تو پوری اجرت خیر والے کی ہوگی اونٹ والے کو کچھ نہ ملے گا اور اگر دوسرے نے اجارہ دہندہ کی لادنے اور منتقل کرنے میں مدد کی تو جس نے مدد کی ہے اس کو اس کا اجرا المثل ملے گا مگر نصف مقدار اجرت سے جو قرار پائی ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیادہ نہ دیا جائے گا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اجرا المثل چاہے جس مقدار تک پہنچنے دیا جائے گا یہ سراج و باج میں ہے۔

اگر دونوں نے جانور کے ساتھ اپنا کام کرنا مثل اس کو ہانکنے ولادنے وغیرہ کے شرط کیا تو تمام اجرت مذکورہ دونوں کے جانوروں کے اجرا المثل اور خود دونوں کے اجرا المثل پر تقسیم کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ قال المتزجم میں ایک مثال ذکر کرتا ہوں اس جنس کے مسائل کی تقسیم قیاس کرنی چاہیے زید کا خیر بکر کا اونٹ دونوں نے شرکت فاسدہ پر بشرائط مذکورہ بالا کے (۱۰۲) روپیہ کو اجارہ پر دیا اور کام اپنے اپنے ذمہ شرط کیا پس زید نے لادا بکر نے ہانکا اور کام پورا کیا اور اجرت مذکورہ حاصل کی تو نصفانصف موافق شرکت کے نہ ہوگی اس واسطے کہ شرکت فاسدہ ہے پس خیر کے اجرا المثل اونٹ کے اجرا المثل زید کے کام کے اجرا المثل بکر کے کام کے اجرا المثل پر تقسیم ہوگی پس فرض کرو کہ ایسے خیر کی مزدوری اتنی دور تک دوسن بار پہنچانے کی (۸) روپیہ ہے اور اونٹ کی بدیں نظر (۱۰) روپیہ ہے اور زید نے جیسا کام کیا ہے اس کی مزدوری (۶) روپیہ ہوا کرتی ہے اور بکر نے جیسا کام کیا ہے اس کی مزدوری (۱۰) روپیہ ہوتی ہے پس زید کے جانور کا اور اس کا اجرا المثل ملا کر (۱۳) روپیہ اور بکر کے جانور کے اور اس کے اجرا المثل کا مجموعہ (۲۰) ہوئے کہ تمام مجموعہ (۳۳) ہوا پس اگر اجرت کل (۳۳) ہوئی تو زید کو (۱۳) اور بکر کو (۲۰) ملے چونکہ اجرت کل (۱۰۲) روپیہ ہے لہذا زید کے (۳۲) ہوئے اور بکر کے (۶۰) ہوئے فافہم اور اگر دونوں نے کچھ بار معلومہ کا باجرت معلومہ کسی مقام پر پہنچانا قبول کیا اور خیر و اونٹ کو اجارہ پر نہیں دیا پھر دونوں نے اسی خیر و اونٹ پر لاد کر پہنچایا جن کی طرف عقد شرکت کو مضاف کیا ہے تو اجرت دونوں میں نصفانصف ہوگی اس واسطے کہ وجوب اجرت کا سبب اس مقام پر بار نہ کور پہنچانے کا قبول کرتا ہے اور اس میں دونوں برابر ہیں چنانچہ اگر بار پہنچانا قبول کر کے اپنی اپنی گردنوں پر لاد کر پہنچاتے تو اجرت دونوں میں نصفانصف ہوتی اور مضمون پر مقدار اجرا المثل نہ ہوتی پس ایسا ہی اس مقام پر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دو آدمیوں میں سے ایک کے پاس جانور بار برداری اور دوسرے کے پاس اس کا پالان اور گون ہے اور دونوں نے اس شرط سے شرکت قرار دی کہ دونوں اس جانور کو اجارہ پر دیں بدیں شرط کہ مزدوری دونوں کے درمیان نصفانصف ہوگی تو یہ شرکت فاسدہ ہے یہ مبسوط میں ہے۔ پھر اگر جانور مذکور کسی مقام تک اتناج پہنچانے کے واسطے اجارہ دیا پھر انہیں ادوات^(۱) کے ذریعہ سے دونوں نے اتناج مذکور وہاں پہنچایا تو یہی اجرت مالک جانور کی ہوگی اور جانور کے اجرا المثل و پالان و گون کے اجرا المثل پر تقسیم نہ ہوگی اور اگر دونوں نے اس شرط سے شرکت کی کہ دونوں اتناج پہنچانے کی مزدوری قبول کریں بدیں شرط کہ یہ اپنے ادوات سے کام کرے اور وہ اپنے ادوات سے کام کرے تو اس میں یہ اجرت دونوں کے درمیان نصفانصف ہوگی اور اس کے جانور اور دوسرے کی اکاف و گون کے واسطے کچھ اجرت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر اپنا جانور ایک شخص کو دیا تاکہ وہ اجارہ پر دیا کرے بدیں شرط کہ اجرت دونوں کے درمیان نصفانصف ہوگی تو یہ شرکت فاسدہ ہے پس اگر اس شرکت پر اس نے جانور کو کرایہ پر دیا تو پوری اجرت مالک جانور کی ہوگی اور دوسرے کے واسطے اس کا اجرا المثل ہوگا اور اگر کسی کو اپنا جانور دیا کہ اس پر کپڑا یا اتناج لاد کر فروخت کیا کرے بدیں شرط کہ منافع دونوں میں نصفانصف ہوگا تو شرکت فاسدہ ہوگی غرض کہ شرکت عروض^۱ کے اور جب شرکت فاسدہ ہوئی تو نفع تمام اسی کا ہوگا جس کا اتناج و کپڑا ہے اور

جانور والے کو اُس کا اجر المثل ملے گا اور مکان و کشتی اس معاملہ شرکت میں مثل جانور کے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔
شکار نصفانصف مچھلیوں کی مقدار کے عوض عاریتاً دیا ☆

اسی طرح اگر دوسرے کو چال دیا کہ اُس سے مچھلیاں شکار کرے بدیں شرط کہ مچھلیاں دونوں میں نصفانصف ہوں گی تو تمام مچھلیاں شکار کرنے والے کی ہوں گی اور چال والے کو اُس کا اجر المثل ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو کندی کرنے والوں میں سے ایک کے پاس ادوات کندی گرمی ہوں اور دوسرے کے پاس مکان ہے پس دونوں نے شرکت کی کہ دونوں اس ایک کے ادوات سے دوسرے کے مکان میں کار کندی گرمی انجام دیں بدیں شرط کہ کمائی دونوں کے درمیان نصفانصف ہوگی تو یہ جائز ہوگا یہ سراج و باج میں ہے اور اسی طرح ہر حرفہ میں بھی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کی طرف سے کام اور دوسرے کی طرف سے کندی گرمی کے ادوات ہونے پر شرکت کی تو شرکت فاسد ہے اور جو کمایا ہے وہ کام کرنے والے کا ہوگا اور اُس پر ان ادوات کا اجر المثل واجب ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور پیچہ میں مذکور ہے کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ تین یا پانچ حمال^۱ ہیں انہوں نے شرکت کی بدیں شرط کہ بعض ان میں سے گون بھریں اور بعض گیبوں اُس کے مالک کے گھر پہنچا دیں اور بعض گون کو منہ پکڑ کر پیٹھ پر لادیں اس شرط سے کہ جو کچھ اُس سے حاصل ہو وہ ان سب کے درمیان مساوی مشترک ہو تو فرمایا کہ یہ شرکت نہیں صحیح ہے یہ تاتار خانیہ میں ہے۔ امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کرہ پیلہ کے انڈے اور شہوت کے پتے ایک کی طرف سے اور کام دوسرے کی طرف سے ہو بدیں شرط کہ بچے دونوں کے درمیان نصفانصف ہوں یا کی کشتی کے ساتھ ہوں تو یہ نہیں جائز ہے اور نیز اگر کام بھی دونوں کے ذمہ شرط ہو تو بھی نہیں جائز ہے اور جب جائز ہے کہ انڈے دونوں کی طرف سے ہوں اور کام اور پرداخت بھی دونوں کے ذمہ ہو پھر اگر اس شخص نے جس نے پتے دیے ہیں کام نہ کیا تو کچھ معز نہیں ہے یہ قیہ میں ہے۔ فتاویٰ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کرہ پیلہ کے انڈے دوسرے کو دیے کہ وہ اس کو پرداخت کرنا ہے اور شہوت کے پتے کھلاتا رہے بدیں شرط کہ جو حاصل ہو وہ دونوں میں مشترک ہوگا پس اس شخص نے برابر پرداخت کی یہاں تک کہ انڈے پک کر بچے نکلے تو سب کرہ پیلہ اُسی کے ہوں گے جس کے انڈے ہیں اور جس نے پرداخت کی ہے اُس کے واسطے دوسرے پر کام کا اجر المثل اور شہوت کے پتوں کی قیمت جو اُس نے کھلائے ہیں واجب ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر انڈے اور پتے ایک کی طرف سے اور کام دوسرے کی طرف سے ہو تو کرہ پیلہ اُسی کے ہوں گے جس کے انڈے تھے اور دوسرے کو اُس کے کام کا اجر المثل ملے گا یہ سراجیہ میں ہے اور اسی طرح اگر کام دونوں کی طرف سے ہو تب بھی شرکت روانہ ہوگی اور یہ جب ہی جائز ہے کہ جب انڈے دونوں کے اور کام دونوں پر ہو پھر اگر پتے دینے والے نے کام نہ کیا تو کچھ معز نہیں ہے چنانچہ شیخ محمدی نے صریح بیان کیا ہے یہ قیہ میں ہے۔

علی ہذا اگر اپنی گائے کسی آدمی کو دی کہ اُس کو اپنے پاس سے چارہ دیا کرے بدیں شرط کہ جو پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفانصف ہوگا تو شرکت روانہ نہیں ہے اور جو کچھ پیدا ہوا وہ گائے کے مالک کا ہوگا اور اس شخص کو اس کے چارہ کا مثل اور اُس کی پرداخت کا اجر المثل ملے گا اور علی ہذا اگر مرغی یعنی ماکیان کسی شخص کو دی کہ دانہ دیا کرے اور شرط کر لی کہ انڈے دونوں میں نصفانصف ہوں گے یعنی کہا کہ تو یہ مرغی لے جا اور اس کو اپنے پاس سے دانہ دیا کر بدیں شرط کہ اُس کے انڈے دونوں کے درمیان نصفانصف ہوں گے تو بھی یہی حکم ہے اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ نصف گائے یا نصف مرغی یا نصف کرہ پیلہ کے انڈے اس شخص کے ہاتھ بعض ضمن معلوم کے فروخت کر دے حتیٰ کہ گائے یا مرغی یا پیلہ کے انڈے دونوں میں مشترک ہو جائیں پھر جو کچھ حاصل ہوگا وہ دونوں میں شرکت پر ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے

اور ہر شرکت جو فاسد ہو اس میں نفع بحساب مقدار اس المال کے ہوگا چنانچہ اگر ہزار ایک کے اور دو ہزار دوسرے کے ہوں تو نفع دونوں کے درمیان تین تہائی ہوگا اور اگر دونوں نے باہم نصفاً نصف منافع شرط کیا ہو تو یہ شرط باطل ہوگی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے مثل اس کے ہو جو دوسرے کے واسطے ہے پھر باہم تین تہائی نفع شرط کیا تو نفع کی کمی بیشی کی شرط باطل ہوگی بلکہ نفع دونوں کے درمیان نصفاً نصف تقسیم ہوگا اس واسطے کہ نفع کا وجود تابع مال کے ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ واضح ہو کہ بعض فاسد شرطوں سے شرکت باطل ہو جاتی ہے اور بعض سے نہیں باطل ہوتی ہے چنانچہ اگر کمی بیشی کام کی باہم شرط کی تو شرکت باطل نہ ہوگی اور اگر ایک کے واسطے دس درہم نفع زائد شرط کیا تو شرکت باطل ہوگی اگرچہ در نفع یہ دونوں شرطیں فاسد ہیں یہ ذخیرہ میں ہے اور ہر دو شریک میں سے ایک کے مرنے سے شرکت باطل ہو جاتی ہے خواہ دوسرے شریک کو اس کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا اور موت کا لفظ یہاں اس موت کو بھی شامل ہے جو حکم میں مثل موت کے ہے جیسے مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا گیا اور اس کے چلے جانے کا حکم دے دیا گیا تو یہ حکم موت میں ہے اور اگر اس کے چلے جانے کا ہنوز حکم نہیں دیا گیا ہے تو بالا جماع ابھی شرکت منقطع ہو جانے میں توقف ہوگا چنانچہ اگر قتل حکم ہونے کے ہی وہ واپس آیا تو شرکت باقی رہے گی اور اگر مر گیا یا قتل کیا گیا تو منقطع ہو جائے گی یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر وہ دار الحرب میں نہیں گیا تو شرکت مفادضہ بطور توقف منقطع ہوگی چنانچہ اگر قاضی نے باطل ہو جانے کا حکم نہ دیا یہاں تک کہ وہ دوبارہ مسلمان ہو گیا تو شرکت مفادضہ بخود کرے گی اور اگر وہ مر گیا تو شرکت مفادضہ اس کے مرتد ہونے کے وقت سے باطل قرار دی جائے گی پھر جب شرکت مفادضہ بطور توقف منقطع ہوئی تو پھر آیا عتاق ہو کر باقی رہے گی یا نہیں سوا اس میں اختلاف ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عتاق ہو کر باقی رہے گی چنانچہ اس کو دلوائی نے ذکر فرمایا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر دونوں میں سے کوئی مر نہیں بلکہ دونوں میں سے ایک نے شرکت کو فسخ کر دیا مگر دوسرے شریک کو اس کے فسخ کا علم نہ ہوا تو شرکت فسخ نہ ہو جائے گی اور اگر اس کو علم ہو گیا تو دو صورتیں ہیں کہ اگر شرکت کا اس المال نقد درہم و دینار ہوں تو شرکت فسخ ہو جائے گی اور اگر اسباب و عروض ہو تو طحاوی نے ذکر کیا کہ وقت فسخ سے فسخ نہ ہوگی کذا فی الخلاصہ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ فسخ ہو جائے گی اگرچہ اس المال اسباب و عروض ہو اور یہی مختار ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ایک شریک نے شرکت ہونے سے انکار کیا حالانکہ مال شرکت اسباب و عروض ہے تو یہ انکار شرکت کا فسخ ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر شریک تین شخص ہوں جس میں سے ایک مر گیا حتیٰ کہ اس کے حق میں شرکت فسخ ہوگئی تو باقیوں کے حق میں فسخ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے اپنے شریک سے کہا کہ میں تیرے ساتھ شرکت پر کام نہ کروں گا تو یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ کہا کہ میں نے تجھ سے شرکت فسخ کر دی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر تین شخص باہم شریک مفادضہ ہوں جن میں سے ایک غائب ہو گیا اور باقی دوسروں نے یہ چاہا کہ باہم شرکت کو توڑ دیں تو بدون موجودگی غائب مذکور کے ان کو ایسا اختیار نہیں ہے اور بعض بدون بعض کے نہیں توڑ سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

باب منہم :

مستقرقات کے بیان میں ہے

دو شریکوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کے مال کی زکوٰۃ بدون اس کی اجازت کے ادا کرے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دے دی کہ میری طرف سے زکوٰۃ مال ادا کر دے پھر دونوں نے ایک ہی

وقت میں اپنی اپنے شریک کی زکوٰۃ ادا کی تو دونوں میں سے ہر ایک اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا خواہ اس کو دوسرے کے خود ادا کرنے کا حال معلوم تھا یا نہ تھا یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کذا فی الکافی اور اگر دونوں نے آگے پیچھے ادا کی تو پچھلا ادا کرنے والا ضامن ہوگا خواہ اس کو اپنے شریک کے خود ادا کرنے کا حال معلوم تھا یا نہ تھا یہ امام رضی اللہ عنہ کا قول ہے کذا فی النہر الفائق اور اس میں اشارہ ہے کہ صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے خلاف ہے اور اسی اختلاف پر وکیل باداے زکوٰۃ و کفارات کا حکم ہے یعنی کسی کو اپنی زکوٰۃ یا کفارات ادا کرنے کا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل کے ساتھ وقت میں یا اس سے پہلے خود ادا کر دی پھر وکیل نے ادا کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وکیل ضامن ہوگا خواہ جانتا تھا کہ موکل نے ادا کر دی ہے یا نہ جانتا تھا بخلاف قول صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے یہ یقین میں ہے۔ مگر جو شخص کہ احصاء حج سے قربانی کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا اور اس نے احصاء دور ہو جانے اور موکل کے حج کر لینے کے بعد ذبح کیا تو وکیل مذکور بالا جماع ضامن نہ ہوگا خواہ اس کو یہ حال معلوم ہو گیا تھا یا نہیں ہوا تھا یہ سراج و ہاج میں ہے۔

ہر قرضہ کہ دو مخصوص کا ایک شخص پر حقیقی اور حکمی سبب^۱ واحد سے واجب ہوا وہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگا چنانچہ اگر ایک نے اس میں سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وصول شدہ میں اس کا مشارک ہو جائے یہ محیط میں ہے اور جب کوئی قرضہ جو دو مخصوص کا مشترک کسی شخص پر ہے خواہ کسی ایسے غلام کے دام ہیں جو دونوں میں مشترک تھا اور اس کو دونوں نے فروخت کیا ہے یا دونوں نے اس کو نقد اپنے مشترک ہزار درہم قرض دیے ہیں یا اس شخص نے ان دونوں کا مشترک تھان کپڑے کا تلف کر دیا جس کا تادان واجب ہے یا کسی میت کا قرضہ اس شخص پر تھا جس کو ان دونوں نے میراث پایا ہے پھر ان میں سے ایک نے اس قرضہ سے اپنا حصہ یا تھوڑا قرضہ وصول کیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اس کے ساتھ وصول شدہ میں شریک ہو کر جعید وصول کردہ کا اس سے نصف بٹالے خواہ جو وصول کیا ہے یہ مال قرض کے مثل ہو یا اس سے کمر اہو یا کھوٹا ہو یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر وصول کرنے والے نے چاہا کہ شریک دیگر کو وصول کردہ کے سوائے دوسرے مال سے دے دے تو اس کو اختیار نہیں ہے لہذا اس وقت کہ شریک مذکور دوسرے مال سے لینے پر راضی ہو جائے اور اسی طرح اگر شریک مذکور نے چاہا کہ وصول کرنے والے سے اپنا حصہ دوسرے مال سے سوائے مقبوضہ کے لے لوں تو اس کو بھی یہ اختیار نہ ہوگا لہذا برضا مندی وصول کنندہ کذا فی الذخیرہ لیکن جس نے وصول نہیں کیا ہے اس کو یہ اختیار ہے کہ چاہے اس قدر مال کو جس کو وصول کرنے والے شریک نے وصول کیا ہے اسی کو مسلم کر دے اور اپنے حصہ کے واسطے قرض دار کا دامن گیر ہو کر اس سے وصول کرے پھر جب اس نے قرض دار کا دامن گیر ہونا اختیار کیا تو جو کچھ شریک نے وصول کیا ہے اس کا نصف اس سے نہیں لے سکتا ہے جب تک کہ قرض دار پر جو باقی ہے وہ باقی ہو ڈوب نہ گیا ہو یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر ایک نے کسی کو وصول کرنے کا وکیل کیا اور وکیل نے وصول کیا اور موکل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا حصہ گیا ☆

اگر قرض دار پر قرضہ ڈوب گیا تو اس کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ جو کچھ شریک نے وصول کیا ہے اس سے نصف وصول شدہ لے لے لیکن یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو اس نے وصول کیا تھا جعید اسی کا نصف لے لے بلکہ وصول کرنے والے کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے بقدر اس کے حصہ کے اس کو دوسرے مال سے دے دے یہ محیط میں ہے اور اگر جو کچھ شریک نے وصول کیا ہے وہ اس کے پاس تلف ہو گیا تو اس پر حصہ شریک کی ضمان واجب نہ ہوگی ہاں یہ ہوگا کہ اس نے اپنا حصہ قرض بھر پایا پھر جو کچھ قرض دار پر رہا ہے وہ اس کے شریک کا حصہ ہے یہ قیہ میں ہے اور اسی طرح اگر ایک نے کسی کو وصول کرنے کا وکیل کیا اور وکیل نے وصول کیا اور موکل کے پاس تلف ہوا تو موکل کا

۱۔ قول سبب واحد یعنی حقیقی سبب واحد ہو اور حکمی سبب واحد ہو۔ ۲۔ جب کہ پورا اپنا حصہ وصول کیا ہو۔

حصہ گیا اور اگر وہ قائم رہا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس میں شرکت کر کے اپنا حصہ بنالے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر وصول کرنے والے نے جو کچھ وصول کیا ہے وہ اپنے قبضہ سے بائیں طور خارج کیا کہ کسی کو بیہ کر دیا یا اپنے قرض خواہ کو ادائے قرضہ میں دے دیا یا اور کسی وجہ سے اس کو تلف کر دیا تو اس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اس نے وصول کیا تھا اس کے نصف کی اس سے ضمان لے اور یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ مال اب جس کے پاس معینہ موجود ہے اس کے قبضہ سے لے لے یہ سراج و باج میں ہے۔

جس قدر شریک نے اپنے شریک وصول کرنے والے کے وصول کیے ہوئے ہیں میں سے لے لیا اسی قدر قرض دار پر اس وصول کنندہ کا قرضہ ہے گا اور جو کچھ قرض دار پر باقی ہے وہ دونوں میں اسی قدر کے حساب سے مشترک ہوگا چنانچہ اگر قرض دار پر دونوں کے ہزار درہم مساوی ہوں پس ایک نے پانچ سو درہم اس سے وصول کیے پھر شریک دیگر نے اس وصول کرنے والے سے اس میں سے دو سو پچاس درہم اس کا نصف لے لیا تو وصول کرنے والے کا قرض دار پر باقی کا نصف ہوگا یعنی دو سو پچاس درہم اور باقی قرضہ میں جیسے شرکت پہلے یہ تھی اب بھی باقی رہے گی یہ بدائع میں ہے اور ہر قرضہ کہ دو آدمیوں کے واسطے ایک شخص پر دو سہیوں سے جو حقیقتاً و حکماً مختلف ہیں یا حکماً مختلف ہیں حقیقت میں مختلف نہیں ہیں واجب ہوا تو وہ دونوں میں مشترک نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر دونوں میں سے ایک نے قرض دار سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس میں شرکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر دو آدمیوں نے اپنا ایک غلام جو دونوں میں مساوی مشترک ہے بعض ثمن معلوم کے ایک شخص کے ہاتھ دونوں نے فروخت کیا پھر دونوں میں سے ایک نے مشتری سے ثمن میں سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس وصول شدہ میں شرکت سے بنالینے کا اختیار ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے حصہ کا ثمن علیحدہ بیان کیا پھر ایک نے ثمن میں سے کچھ وصول کیا تو ظاہر الروایت کے موافق دوسرے کو اس میں بنالینے کا اختیار نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر زید کا غلام اور بکر کی باندی ہے دونوں نے ان دونوں کو بعض ہزار درہم کے فروخت کیا تو جو کچھ وصول کریں اس میں دونوں شریک ہوں گے کذا فی السراجیہ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے مملوک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو پھر ایک نے کچھ وصول کیا تو دوسرا اس میں مشارک نہیں ہو سکتا ہے یہ ظاہر الروایت ہے یہ خزانہ المفتین ہے اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو حکم کیا کہ دونوں میرے واسطے ایک باندی خریدیں پس دونوں نے اس کے واسطے باندی خریدی اور اس کا ثمن ایسے مال سے جو دونوں میں مشترک ہے ادا کیا یا اپنے اپنے علیحدہ مال سے ادا کیا تو جو کچھ ماکل سے وصول کریں اس میں کوئی دوسرے کا شریک نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر زید کا بکر پر ہزار درہم قرضہ ہے پھر بکر کی طرف سے عمرو خالد نے کفالت کی اور مال ادا کر دیا پھر ہر دو کفیل میں سے ایک نے بکر سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس میں مشارکت کا اختیار ہوگا بشرطیکہ دونوں نے اپنے مال مشترک سے ادا کیا ہو یہ خزانہ المفتین و ظہیر یہ میں ہے اور اگر ہر دو کفیل میں سے ایک نے اپنے حصہ کے عوض مکفول عنہ سے ایک کپڑا خرید یا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ اس سے کپڑوں کے داموں کا آدھا تاوان لے مگر کپڑے میں شرکت کرنے کی اس کو کوئی راہ نہیں ہے ہاں اگر دونوں نے باہمی رضامندی سے کپڑے میں شرکت کرنے پر اتفاق کر لیا تو یہ جائز ہے یہ سراج و باج میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں حیلہ کے دو طریقے ☆

اگر اس نے اپنے حصہ کے عوض کوئی کپڑا خرید بلکہ مکفول عنہ سے اپنے حصہ کے عوض ایک کپڑے پر صلح کر لی اور اس پر قبضہ کر لیا شریک دیگر نے جو اس نے وصول کیا ہے اس کا مطالبہ کیا تو وصول کرنے والے کو اختیار ہے چاہے اس کو نصف کپڑا دے دے اور

۱۔ قال المحرجم لیکن دوسرے کا شریک کرنا ایسا ہے گویا کہ اڈل مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اس میں سے نصف فروخت کیا پس احکام مذکورہ ابواب سابق اس میں جاری ہوں گے ۱۲۔

چاہے اس کے نصف حق کے مثل^(۱) دے دے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے چاہا کہ میں جو کچھ قرض دار سے وصول کروں اس میں دوسرے کو شرکت کا اختیار نہ تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ قرض دار اس کو بقدر اُس کے حصہ کے مال بہہ کر کے دے دے پھر یہ شخص اس قرض دار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دے پس جو کچھ اُس نے بطریق ہیہ وصول کیا ہے اس میں دوسرے شریک کو مشارکت کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور دوسرا طریق حیلہ کا اس طرح مذکور ہے کہ دو شخصوں کا ایک شخص پر ہزار درہم قرضہ ہے اور ایک قرض خواہ نے چاہا کہ اپنا حصہ اس طرح وصول کرے کہ اُس میں دوسرے کو شرکت کا اختیار حاصل نہ ہو تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ قرض دار اس کو پانچ سو درہم بہہ کر کے دے دے پھر وہ قرض دار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دے اور شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ قرض دار کے ہاتھ ایک منہی کشش مثلاً بھوس اس قدر شین کے کہ جتنا اُس کا اُس پر قرضہ ہے فروخت کرے اور کشش اس کے قبضہ میں دے دیا پھر جو کچھ اس کا حصہ اس پر قرضہ ہے۔ اس سے قرض دار کو بری کر دے پھر قرض دار مذکور سے اس کشش کے دام کا مطالبہ کرے نہ قرضہ کا کذا فی الحقیقہ قال المحرر جم حیلہ اول اولیٰ واسلم ہے کیونکہ بیع کی صورت میں اگر مشتری کو بائع نے اپنے حصہ قرضہ سے بری نہ کیا تو رونا قرض دار ہو گیا بخلاف ہیہ کے کہ اُس سے رجوع کر سکتا ہے لیکن اگر بیع بشرط الخیار للمشتري ہو تو نظر بحق قرض خواہ تامل ہے لیکن نظر بتدیس ہر دو یکساں ہیں فافہم اور اگر دونوں میں سے ایک نے قرض دار کو اپنے حصہ قرضہ سے بری کر دیا یا اپنا حصہ اس کو بہہ کر دیا تو جائز ہے اور اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک نے قرض دار کو سو درہم بہہ کر دیے حالانکہ اس پر دونوں کا مساوی مشترک قرضہ ہزار درہم ہے پھر قرضہ میں سے کچھ وصول ہوا تو اُس میں سے دونوں بقدر اپنے اپنے قرضہ کے بانٹ لیں گے یعنی وصول شدہ مقدار کے نو حصہ کر کے چار حصے بری کرنے والے کو اور پانچ حصے دوسرے کو ملیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

تجربہ میں لکھا ہے کہ اسی طرح اگر کچھ قرضہ وصول کر لینے کے بعد اور آپس میں تقسیم کر لینے کے قبل ایک نے اس طرح یعنی سو درہم سے مثلاً اس کو بری کر دیا تو بھی وصول شدہ کو بطور مذکورہ بالا تقسیم کریں گے اور اگر تقسیم کر لینے کے بعد دونوں میں سے ایک نے قرض دار کو بری کیا ہو تو تقسیم مذکور پوری ہوگئی ہے وہ باقی رہے گی نہیں ٹوٹے گی یہ تاثر خانیہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے اپنے حصہ کے بابت قرض دار کو تاخیر دے دی تو اس میں اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا تاخیر دینا نہیں روا ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اس کا تاخیر دینا اُس کے شریک کے حصہ میں رونا نہیں ہے یہ بدائع میں ہے قال المحرر جم پس صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اگر اُس نے اپنے حصہ میں تاخیر دی تو روا ہے اور اسی پر متضرع ہوتا ہے کہ اگر اس شریک نے جس نے نہیں تاخیر دی ہے کچھ وصول کیا تو تاخیر دینے والے کو اُس میں شرکت دہائی کرنے کا اس وقت تک اختیار نہ ہوگا کہ جب تک اس کی میعاد آئے پھر جب اس کے قرضہ کی بھی میعاد آئی تو شریک مذکور سے ہائی کرے گا اگر وصول شدہ اُس کے پاس بعینہ قائم ہو اور اگر اس نے تلف کر دیا ہو تو بقدر اپنے حصہ کے اس سے تاوان لے لے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر دوسرے نے کچھ وصول نہ کیا یہاں تک کہ تاخیر دینے والے کی مہلت بھی گزر گئی اور میعاد آگئی تو جو حال قبل مہلت دینے کے تھا وہی اب پھر ہو جائے گا چنانچہ اگر دونوں میں سے کسی نے کچھ اُس سے وصول کیا تو دوسرا اس میں شرکت کر لے گا یہ بدائع میں ہے۔

اگر قرض دار نے اس شریک کو جس نے اپنے حصہ میں تاخیر دے دی ہے سو درہم بطور تعجل و تہنگی کر دیئے تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اُس میں سے نصف اُس سے لے لیے یعنی پچاس درہم پھر جب دوسرے شریک نے پچاس درہم لے لیے تو اس کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُس سے لے لیا گیا ہے اُس کا مثل قرض دار سے بوجہ قرضہ تعجل سو درہم کے پھر لے لے یعنی پچاس درہم اُس کے حصہ

سے جس نے تاخیر نہیں دی ہے لےنا کہ سودرہم پہنچی ہو جائیں اس جہت سے کہ جس نے تاخیر نہیں دی ہے جب اُس نے تاخیر دینے والے سے لیا تو اس کے حصہ میں سے اس کے مثل تاخیر دینے والے کے واسطے ہو گیا کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر قرض دار نے تاخیر دینے والے واسطے اُس کے پورے حق کی تعمیل کر دی پھر جس نے تاخیر نہیں دی اُس نے اس میں سے نصف لے لیا تو تاخیر دینے والے کو اختیار ہوتا ہے کہ جس قدر اس سے لیا گیا ہے اس قدر اپنے شریک کے حصہ سے قرض دار سے لے لے پس ایسا ہی یہاں بھی ہے یہ ذخیرہ میں ہے پھر جب اُس کو وصول کیا تو وہ اور اُس کا شریک دونوں اُس کو دس حصہ کر کے اس طرح تقسیم کریں گے کہ نو حصے اُس کا شریک لے گا اور ایک حصہ یہ لے گا یہ ظہیر یہ میں ہے دو شخصوں کا ایک شخص پر میعاد قرضہ ہے پھر قرض دار نے دونوں میں سے ایک کا حصہ قبل میعاد آنے کے ادا کر دیا پس دونوں شریکوں نے اس کو بانٹ لیا تو جو باقی رہا وہ دونوں کے واسطے میعاد پر ملے گا یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر دو مردوں کا قرضہ ایک عورت پر ہے پھر دونوں میں سے ایک نے اپنے حصہ کو مہر قرار دے کر اس عورت سے نکاح کر لیا تو اُس کا شریک اس شریک سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر شریک مذکور نے عورت مذکورہ سے پانچ سودرہم پر مطلقاً نکاح کیا یعنی یہ قید نہ لگائی کہ ان پانچ سودرہم پر جو میرے حصہ کے تھے پر قرضہ ہیں تو اُس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ نکاح کرنے والے سے اُس کا نصف یعنی دو سو پچاس درہم لے لے یہ محیط میں ہے اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے اپنے حصہ کے بدلے قرض دار سے کوئی چیز اجارہ پر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس شریک سے بقدر اپنے حصہ کے واپس لے اور یہ بالا جماع ہے یہ سراج و ہاج میں ہے اور اگر ہر دو شریک قرض خواہ میں سے ایک پر قرض دار کا قرضہ ایسے سبب سے واجب ہوا جو ان دونوں کا اُس پر قرض واجب ہونے سے پہلے واقع ہوا ہے اور اُس شریک کا قرضہ اُس قرضہ سے جو قرض دار کا اس شریک پر پہلا واجب ہے قصاص ہو گیا تو دوسرے شریک کا اختیار نہ ہوگا کہ جس شریک کا حصہ قصاص ہو گیا ہے اُس سے بقدر اپنے حصہ کے واپس لے اور اگر شریک پر قرض دار کا قرضہ ایسے سبب سے واجب ہوا جو ان دونوں کا اُس پر قرضہ واجب ہونے کے بعد واقع ہوا ہے اور پھر بطور مذکور قصاص ہو گیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اپنے شریک مذکور سے رجوع کرے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر ایک شریک نے قرض دار کا ایسا مال تلف کیا جس کی قیمت اس کے حصہ قرضہ کے مثل تھی ☆

اور اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے اقرار کیا کہ اس قرض دار کا مجھ پر میرے حصہ قرضہ کے برابر قرضہ اس وقت کا ہے کہ جب ہم دونوں کا قرضہ اس پر واجب نہ ہوا تھا تو قرض دار مذکور اُس کے حصہ سے بری ہو جائے گا اور اس کا شریک بھی اس کی طرف رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر ایک شریک نے قرض دار پر ایسی کوئی جنابت کی جس کا ارش یعنی جرمانہ پانچ سودرہم ہے اور شریک کا حصہ قرضہ بھی پانچ سودرہم ہے پس قصاص میں ساقط ہوا تو بھی اُس کے شریک کو اُس سے کچھ رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے بشر نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ اگر ہر دو شریک قرض خواہ میں سے ایک نے قرض دار کو عہد اموضہ زخم پہنچایا پھر اس سے اپنے حصہ قرضہ پر صلح کر لی تو اُس پر اپنے شریک کے واسطے کچھ نہیں لازم ہوگا اس واسطے کہ شریک مذکور کو کوئی ایسی چیز وصول نہیں ہوئی جس میں مشارکت ممکن ہو یہ بدائع میں ہے اور قدوری میں مذکور ہے کہ اگر ایک شریک نے قرض دار کا ایسا مال تلف کیا جس کی قیمت اس کے حصہ قرضہ کے مثل تھی پس باہم قصاص ہو گیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ اس شریک سے بقدر اپنے حصہ رسدی کے لے لے اور مفتی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر ایک شریک قرض خواہ نے قرض دار کی کوئی متاع تلف

۱۔ عوض معاوض جس کو ہمارے عرف میں اڈل بدل بولتے ہیں ۱۲۔ ۲۔ اپنے حصہ کے رسدی واپس لے ۱۳۔ ۳۔ سر پر ایسا زخم جس سے ہڈی کل جائے موضو ہے اور بعض نے کہا کہ چہرہ و سر دونوں کو شامل ہے واللہ اعلم ۱۴۔

کردی یا اس کے غلام کو قتل کیا یا اس کے جانور کی کوچیں (اولاد یا) کاٹ ڈالیں پھر جو کچھ اس پر تاوان واجب ہو وہ اس کے حصہ قرضہ میں قصاص ہو گیا تو اس کے شریک کو اختیار نہ ہوگا کہ اس شریک سے اپنے حصہ رسدی کو لے لے کذا فی الحیطہ وقال المحرر جمہد ہوا لا ظہرہ اللہ اعلم اور اگر شریک مذکور نے لے کر پھر جلا دی یا اس سے غصب کر لی تو ایسی صورت میں بالا جماع دوسرے شریک کو اس سے لے لینے کا اختیار ہوگا اور اسی طرح اگر بطریق خرید فاسد کے اس سے خرید کر قبضہ کے بعد اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا یا آزاد کر دیا یا اس کے پاس مر گیا یا دونوں میں سے ایک نے قرض دار سے اپنے حصہ کے عوض کچھ رہن لیا جو اس کے پاس تلف ہو گیا تو ایسی صورت میں دوسرے شریک کو اختیار ہوگا کہ جو کچھ وصول ہوا ہے اس میں سے اپنے حصہ رسدی کی اس سے ضمان لے یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر ضمان غصب میں غاصب کے پاس یا خرید فاسد میں مشتری کے پاس یا رہن کی صورت میں مرتہن کے پاس یعنی شریک قرض خواہ کے پاس غلام کی ایک آنکھ کسی آسانی آفت سے جاتی رہی تو وہ اپنے شریک کے واسطے کچھ ضامن نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے اور نو اور بن ساعد میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ اگر دونوں قرض خواہ شریکوں میں سے ایک نے قرض دار کا غلام عہداً قتل کیا اور اس پر قصاص واجب ہوا پس قرض دار نے اس قاتل سے پانچ سو درہم یعنی اتنی مقدار پر جس قدر اس کا حصہ قرضہ ہے صلح کر لی تو یہ جائز ہے اور قرضہ دار مذکور اس قاتل کے حصہ قرضہ سے بری ہو جائے گا پس شریک دیگر کو جو قاتل نہیں ہے اختیار ہوگا کہ قاتل سے شرکت کر کے اس سے اس مدار کا نصف یعنی دو سو پچاس درہم لے لے یہ بدائع میں ہے۔ منقہی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے قرض دار کے لیے اس کے قرض دار کی طرف سے کفالت کر لی تو اس کا حصہ قرضہ اس کفالت میں قصاص ہو جائے گا اور اس کے شریک دیگر کو بھی اس سے شرکت کرنے کا اور ضمان لینے کا اختیار نہ ہوگا پھر اگر اس کفیل نے اپنے مکفول عنہ سے مال کفالت جو اس کی طرف سے اس کے حکم سے ادا کیا ہے وصول پایا تو بھی اس کے شریک کو اس کی طرف رجوع کر کے اس میں مشارکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر قرض دار نے ایک شریک کو اس کے حصہ کے عوض کوئی کفیل دے دیا یا کسی پر اترائی کرادی تو جو کچھ اس شریک کو کفیل سے یا اترائی قبول کرنے والے سے وصول ہوگا اس میں دوسرے شریک کو اس کے ساتھ شرکت کرنے کا اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ دو شخصوں کے ایک شخص پر ہزار درہم قرضہ ہیں پھر دونوں میں سے ایک نے قرض دار سے ان پورے ہزار درہم سے سو درہم پر صلح کر لی اور ان کو وصول کر کے قبضہ کر لیا پھر شریک دیگر نے جو کچھ اس نے کیا ہے سب کی اجازت دے دی تو یہ جائز ہے اور اس کو سو درہم کا نصف ملے گا اور اگر وصول کنندہ نے کہا کہ یہ درہم تلف ہو گئے تو وہ امانت دار تھا کہ اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور قرض دار بھی بری ہو گیا اور اگر شریک دیگر نے فقط صلح کی اجازت دے دی اور یہ نہ کہا کہ جو کچھ اس نے کیا سب کی میں نے اجازت دے دی تو اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے قرض دار سے پچاس درہم وصول کر لے پھر قرض دار مذکور اس وصول کرنے والے سے پچاس درہم واپس لے لے گا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ صلح کی اجازت دینا قبضہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر دو شخصوں کا تیسرے شخص کے قبضہ میں غلام یا مکان ہے پس دونوں میں سے ایک نے اس سے اس مال سے سو درہم پر صلح کر لی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تیسرا شخص جس کے قبضہ میں غلام ہے وہ اقرار کرتا ہو کہ غلام ان دونوں کی ملک ہے تو دوسرا شریک اس صلح کرنے والے کے ساتھ سو درہم میں شرکت نہ کرے گا اور اگر وہ اس سے منکر ہو تو شرکت کر سکتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں صورتیں یکساں ہیں کہ دونوں صورتوں میں صلح کرنے والے کے ساتھ اس بدل صلح میں مشارکت نہیں کر سکتا ہے لہذا اس صورت میں کہ غلام مذکور تلف ہو گیا ہو یہ ظہیر یہ میں ہے۔

۱۔ متاع لے کر یا غلام غصب کر لیا یا جانور علیٰ ہذا ۱۲۱۔ ح۔ آسانی آفت یعنی جس میں اس کا یا اس چیز کا کچھ دخل نہیں مثلاً آسمان سے اولاً اگر آنکھ پھوٹ گئی یا پتار ہوا اور آنکھ جاتی رہی ۱۲۔

منفعتی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص سے ایک باندی خریدی اس طرح کہ ایک نے نصف باندی ہزار درہم کو اور دوسرے نے نصف باقی باندی ہزار درہم کو خریدی پھر دونوں نے اُس میں عیب پا کر دونوں نے اس کو واپس کیا پھر ایک نے اپنا ثمن جو اپنے حصہ کی بابت دیا تھا وصول کر لیا تو اس میں اس کا دوسرا ساقی حصہ بٹائی نہیں کر سکتا ہے خواہ ابتداء میں دونوں نے ثمن کو ملا کر دیا ہو یا علیحدہ علیحدہ ہر ایک نے دیا ہو اور اسی طرح اگر باندی مذکورہ کسی شخص نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لی تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہے کہ ایک نے جو اپنا حصہ وصول کیا ہے اس میں دوسرا شرکت نہیں کر سکتا ہے اور اگر وہ باندی آزاد نکلی اور حال یہ ہے کہ ابتدا میں دونوں نے ثمن ملا کر دے دیا تھا تو اس صورت میں جو کچھ وصول کرنے والے نے وصول کیا ہے اُس میں دوسرا شریک شرکت کر سکتا ہے اور نیز منفعتی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو و بکر ان دونوں کا مجھ پر قرضہ ہزار درہم ایک باندی کا ثمن ہے جو میں نے ان دونوں سے خریدی تھی پس ان میں سے ایک نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور دوسرے نے کہا کہ تو نے یہ جھوٹ کہا بلکہ تو نے جن پانچ سو درہم کا اقرار کیا ہے یہ پانچ سو درہم میرے تجھ پر گیسوں کے دام ہیں جو تو نے مجھ سے خریدے تھے پھر قرض دار نے اس کو پانچ سو درہم ادا کیے تو دوسرے کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو اُس نے وصول کیا ہے اُس میں شرکت کر لے اور قرض دار کا یہ قول کہ یہ مال دونوں میں مشترک ہے تصدیق نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ دو شریکوں کا تیسرے پر ہزار درہم قرضہ ہے ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے شریک کے واسطے قرض دار کی طرف سے ضمانت کر لی تو ضمانت باطل ہے اور اگر اُس نے اسی ضمانت پر دوسرے شریک کو ادا کر دیا تو اُس کو رجوع کر کے واپس لے لے گا اور اگر اُس نے اپنے شریک کے واسطے کچھ ضمانت نہ کی لیکن بغیر کفالت کے شریک کا حصہ شریک کو ادا کر دیا تو ادائیگی ہے اور جب ہر ایک شریک سے دوسرے کو ادا کرنا صحیح ہوا تو جو کچھ شریک دیگر نے ادا کرنے والے سے وصول پایا ہے اس میں ادا کرنے والا شرکت نہیں کر سکتا ہے پھر اگر وہ قرضہ جو قرض دار پر تھا ذوب گیا تو جو کچھ شریک نے اپنے شریک کی ادائیگی سے وصول کیا ہے اُس کی طرف اس ادا کرنے والے شریک کو کوئی راہ نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر قرض دار یا اجنبی نے ایک شریک کی ادائیگی سے وصول کیا ہے اُس کی طرف اس ادا کرنے والے شریک کو کوئی راہ نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر قرض دار یا اجنبی نے ایک شریک کا حصہ اس کو ادا کیا اور دوسرے شریک نے اس میں بٹائی نہ کی بلکہ اسی کے پاس مسلم رکھا پھر جو کچھ قرض دار پر رہا تھا وہ ذوب ہوا تو شریک کو اختیار ہوگا کہ دوسرے نے جو وصول پایا ہے اُس کی طرف رجوع کر کے اس کے وصول کردہ میں سے حصہ بٹالے یہ ذخیرہ میں ہے۔ علی بن الجعد نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر قرض دار مر گیا اور دونوں قرض خواہ دونوں شریکوں میں سے ایک اس کا وارث ہے اور میت مذکور نے اس قدر مال نہیں چھوڑا جس سے ادائے قرضہ کامل ہو سکے تو دونوں اس مقدار متروکہ میں حصہ رسد شریک ہو جائیں گے یہ بدائع میں ہے۔

ایک شخص پر تین اشخاص کا مشترک قرض ہو اور دولا پتہ ہو گئے ہوں تو؟

اور اگر تین شخصوں کا مشترک قرضہ ایک شخص پر ہو پھر ان میں سے دو قرض خواہ غائب ہو گئے اور تیسرا قرض خواہ حاضر آیا اور اُس نے قرض دار سے اپنا حصہ طلب کیا تو قرض دار اس کو دینے پر مجبور کیا جائے گا یہ صنفی میں ہے اگر دو آدمیوں میں ایک اونٹ مشترک تھا جس پر ان میں سے ایک شریک دیہات سے کوئی چیز یا جازت اپنے شریک کے لاد کر شہر کو لے چلا اور راہ میں یہ اونٹ گر پڑا پس شریک نے اس کو ذبح کر ڈالا تو دیکھا جائے گا کہ اس اونٹ کی زندگی کی امید تھی تو ضامن ہوگا اور اگر امید زندگی نہ تھی تو ضامن نہ ہوگا اور

۱۔ اصل میں ثمن الہی ہے پس شاید بمعنی گندم ہو جو براہ پہلے ہے جیسا کہ ترجمہ کیا گیا یا بڑا بھجہ ہو تو بڑا ہوگا جو بمعنی ثوب ہے ثمن الہی بمعنی قیمت ثوب ہوگا ۱۲۔

۲۔ کہ اس میں وصول پانے والے کا ضرر ہے ۱۳۔

اگر شریک مذکور کے سوائے کسی اور نے ذبح کر ڈالا تو بہر حال ضامن ہوگا خواہ اس کی زندگی کی امید ہو یا نہ ہو اور یہی اصح ہے کذا فی محیط السرخسی اور اسی طرح اگر گائے یا بکری کے چرانا ہے نے گائے یا بکری کو ذبح کر ڈالا پس اگر اس کی زندگی کی امید نہ تھی تو احتساباً ضامن نہ ہوگا اور اگر امید زندگی تھی تو ضامن ہوگا اور اگر سوائے چرواہے کے کسی اجنبی نے ذبح کی تو بہر حال ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہے جس میں سے ایک کہیں چلا گیا اور غائب ہو گیا تو دوسرے کو روکا ہوگا کہ اُس کے حصہ میں بھی سکونت رکھے پس پورے دیار میں سکونت رکھ سکتا ہے اور اسی طرح اگر خادم یعنی غلام یا باندی دو شخصوں میں مشترک ہو پھر دونوں میں سے ایک غائب ہو گیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ خادم سے حصہ شریک کی بھی خدمت لے کذا فی خزانة المفتیین اور اس پر حصہ شریک کی بابت کوئی اجرت واجب نہ ہوگی اگرچہ (۱) مسئلہ مکان میں یہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو اور اگر اراضی دونوں میں مشترک ہو تو مفتی بہ قول کے موافق اُس کو پوری اراضی میں زراعت کا اختیار ہے بشرطیکہ اس زمین کے حق میں زراعت مانع ہو پھر جب اُس کا شریک آجائے گا تو وہ بھی اتنی مدت تک اُس میں تنہا زراعت (یعنی اگر چاہے) کر لے گا اور اگر زراعت سے اُس میں نقصان پہنچتا ہو یا خالی چھوڑ دینا اُس کو نفع دیتا ہو تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ تمام زمین میں زراعت کرے یہ بحر الرائق میں ہے اور جانور مشترک کی صورت میں بغیر اجازت شریک کے اس پر سوار نہ ہوگا اس واسطے کہ سواری کا ضرر بسبب اختلاف سوار کے مختلف ہوتا ہے ہاں سوائے سواری کے اور کام مثل بل جوتے یا پانی دینے وغیرہ کے کام میں بلا اجازت استعمال کر سکتا ہے کیونکہ اس میں تفاوت نہیں ہے چنانچہ عقد القراند میں مذکور ہے۔

اگر ایک باندی دو شریکوں میں مشترک ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ ایک روز ایک کی خدمت کرے اور دوسرے روز دوسرے کی اور اگر دونوں میں سے ایک کو اپنے شریک کی طرف سے یہ خوف ہو کہ شاید یہ اُس کو اپنے تعارف میں لائے اور اُس نے درخواست کی کہ کسی ثقہ آدمی کے پاس رکھی جائے تو یہ درخواست قبول نہ کی جائیگی یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر چار دیواری کے اندر باغ انگور دار ارضی دو آدمیوں میں مشترک ہو جس میں سے ایک غائب ہے یا اراضی ایک بالغ و طفل یتیم کے درمیان مشترک ہو تو وہ قاضی کے حضور میں مراجعہ کرے اور اگر حاضر نے قاضی سے مراجعہ نہ کیا اور غائب کے حصہ زمین میں بھی زراعت کر لی تو پیداوار اُس کے واسطے حلال ہوگی اور رہا باغ انگور پس جو حاضر ہے اس کی پرداخت کرے پھر جب پھل تیار ہوں تو اُن کو فروخت کر کے اُس کے ثمن سے اپنا حصہ لے لے کے اور غائب کا حصہ ثمن رکھ چھوڑے لیکن جب غائب حاضر آیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے یہ ثمن لے لے اور چاہے اُس سے اپنے حصہ کی قیمت کی ضمان لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اثنا عشر یا دہم دو آدمیوں میں مشترک تھے جس میں سے ایک غائب ہو گیا اور جو حاضر ہے اُس کو احتیاج پیش آئی پس اُس نے اس میں سے اپنا حصہ لے لیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اس میں کچھ مضا ثقہ نہ ہو اور فقہیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔ کیلی دو زنی چیزوں میں سے شریک کو اختیار ہے کہ دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ اُس میں سے نکال لے اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا بشرطیکہ باقی سالم رہا اور اگر باقی تلف ہو گیا تو اس کی بربادی دونوں پر پڑے گی یہ نہر الفائق میں ہے۔ ایک مکان دو شخصوں کے درمیان مقبوض اس طرح ہے کہ ہر ایک کا حصہ جدا کیا ہوا تقسیم کیا ہوا ہے اور ان میں سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ

۱۔ قال المحرر جم ہمارے دیار میں بل چلانے میں بھی تفاوت ہے پس جائز نہ ہونا چاہئے واللہ اعلم ۱۲۔ شریک حاضر بھی اس میں سے نصف کا ضامن ہوگا ۱۳۔

(۱) قولہ مسئلہ مکان یعنی بجائے غلام کے ایسا مکان ہو جو کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا تو بھی شریک پر کچھ واجب نہ ہوگا ۱۳۔

دوسرے شرکت کے حصہ میں سکونت رکھے اور نہ اُس کو اجارہ پر بدون حکم قاضی دے سکتا ہے ہاں قاضی اگر دیکھے کہ در صورت یہ کہ اس میں کوئی نہ رہے گایہ خراب ہو جائے گا تو اُس کو اجارہ پر دے دے اور اس کی اجرت اس کے مالک غائب کے واسطے رکھ چھوڑے یہ خزانہ المقتضیٰ میں ہے ایک مکان دو بھائیوں اور اُن کی دو بہنوں کے درمیان مشترک ہے اور بھائیوں کی جو روئیں اور بہنوں کے شوہر موجود ہیں تو بھائیوں کو اختیار ہے کہ اگر بہنوں کے شوہران کی جو روئیں کے ایسے قرابتی رشتہ دار نہ ہوں جن کے ساتھ ان کی جو روئیں کا نکاح ناجائز ہے تو ان کو اندر آنے سے منع کریں اور اگر ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہے جس میں دو دونوں رہتے ہیں تو دونوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو اُس کی چھت پر چڑھنے سے منع کرے اس واسطے کہ یہ تصرف اُس کا ایسی چیز میں ہے جس میں اُس کا حق ہے یہ قیہ میں ہے۔

ایک کو چہ غیر نافذ دس آدمیوں میں مشترک ہے جس میں سے ہر ایک کا اس کو چہ میں مکان ہے مگر ان میں سے ایک کا مکان دوسرے کو چہ میں ہے جس کا راستہ اس کو چہ میں نہیں ہے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو چہ میں اپنے مکان کا دروازہ پھوڑے چنانچہ شیخ ابوالقاسم و شیخ ابو جعفر و فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پر فتویٰ دیا اور یہی صحیح ہے یہ قادی غیاثیہ میں ہے۔ ایک طاحونہ دو آدمیوں میں مشترک ہے ایک نے اس کی عمارت میں خرچ کیا تو وہ مفت بطور احسان پر خرچ کرنے والا نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر غلام مشترک کو ایک شریک نے نفقہ دیا یا باغ انگوڑ مشترک کا خرچ ایک ہی نے ادا کیا تو مفت احسان کرنے والا ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہے جس میں سے ایک غائب ہے اور دوسرے نے اس کو کرایہ پر دے دیا اور کرایہ وصول کیا تو جو غائب ہے وہ حاضر ہو کر مختار ہے کہ اُس میں اُس کے ساتھ حصہ بنائی کرے یہ قیہ میں ہے شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ ایک زمین چند لوگوں کے درمیان مشترک غیر مقسوم ہے پس بعض نے اس اراضی میں تھوڑی زمین میں اپنے بیجوں سے زراعت کی اور اُس کو ایسے پانی سے سیرھا جو ان سب میں مشترک ہے اور چند سال تک بدون اجازت اپنے شریکوں کے زمین کا اشتراک کیا تو فرمایا کہ اگر مہابات کے بعد اس کو اپنے حصہ میں اسی قدر حاصل ہوئی ہے اور قبل اس کے یہ سب شریک باری باری کی مہابات کرتے ہوں تو اُس پر کچھ ضمان نہ ہوگی اور مشترک میں اس کے شریکوں کو استحقاق شرکت بھی حاصل نہ ہوگا یہ تارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درہم ہیں اُس نے تیسرے کو چوتھے دو شخصوں کو حکم دیا کہ میری طرف سے قرض خواہ کو ہزار درہم اُس کا قرضہ جو مجھ پر ہے ادا کر دو ☆

جو راہن پر واجب ہوا اگر اس کو مرتہاں نے بدون اجازت راہن کے ادا کر دیا تو مطلق ہوگا یعنی مفت احسان کرنے والا ہوگا اور اسی طرح جو مرتہاں پر واجب ہوا اگر راہن نے اس کو اس طرح ادا کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے جو دوسرے پر واجب ہوا ہے دوسرے کی اجازت سے یا قاضی کے حکم سے ادا کیا تو اُس سے واپس لے سکتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر راہن غائب ہوا اور مرتہاں نے قاضی کے حکم سے خرچ کیا تو راہن سے یہ خرچہ واپس لے گا اور اگر راہن حاضر ہوا تو واپس نہیں لے سکتا ہے۔ مگر فتویٰ اُس پر ہے کہ اگر راہن حاضر ہوا اور اُس نے خرچہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے مرتہاں کو خرچ کرنے کا حکم دیا پس اُس نے خرچ کیا تو راہن (۱) سے واپس لے سکتا ہے اور شرکت کے مسائل اسی قیاس پر ہونے چاہیے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جامع میں بیان فرمایا کہ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درہم ہیں اُس نے

۱۔ بعض نے کہا کہ طاحونہ چکی اور بعض نے کہا کہ طاحونہ چکی مگر اور یہی اکثر مراد ہے ۱۲۔ ۲۔ بلکہ شریک سے حصہ رسد واپس لے گا ۱۳۔

(۱) یہ مسئلہ پہلے گذر گیا ہے ۱۲۔

تیسرے دو چوتھے دو شخصوں کو حکم دیا کہ میری طرف سے قرض خواہ کو ہزار درہم اُس کا قرضہ جو مجھ پر ہے ادا کر دو پس دونوں نے ادا کیے پھر ان میں سے ایک نے حکم دہندہ سے پانچ سو درہم وصول کیے پس اگر دونوں نے اس کو اپنے مشترک مال سے ادا کیا ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ وصول کرنے والے سے شرکت کر کے حصہ بانٹ لے اور اگر دونوں نے مشترک مال سے ادا نہ کیا ہو بایں طور کہ ہر ایک نے جو کچھ دیا ہے وہ حقیقت میں الگ اپنا ذاتی مال لایا تھا مگر ادا اس طور سے کیا کہ دونوں نے ساتھ ہی ادا کر دیا تو ایسی صورت میں جو ایک نے وصول پایا ہے اُس میں دوسرا شرکت نہیں کر سکتا کذا فی المحیط اور اسی طرح اگر دونوں نے ایک ہی صلحہ میں ایک نے اپنا غلام دوسرے نے اپنی باندی کسی کے ہاتھ فروخت کیے یا دونوں نے اجارہ پر دیے تو بھی جو کچھ وصول ایک کرے گا اُس میں دوسرا شرکت کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔

نیز جامع میں مذکور ہے کہ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے اپنا غلام بعض دو ہزار درہم کے مکاتب کیا ہے کہ ایک سال میں یہ مال کتابت ادا کرے اور غلام کی قیمت ہزار درہم ہے پھر دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے ہر دو گواہ سے غلام کی قیمت ہزار درہم فی الحال لے لے اور چاہے مکاتب سے بدل کتابت لینا اختیار کرے کہ وہ ایک سال کی مدت پر دو ہزار درہم اُس سے لے لے گا پھر اگر اُس نے گواہوں سے ہزار درہم فی الحال لے لیے تو ہر دو گواہ مذکور بجائے مولیٰ کے بدل کتابت کی ملک میں قائم ہوں گے یعنی دو ہزار درہم بدل کتابت دونوں گواہوں کی ملک بجائے مولیٰ کے ہو جائیں گے پھر دونوں نے مکاتب سے دو ہزار درہم وصول کیے تو اس میں سے ایک ہزار درہم ان کو حلال ہیں اور باقی ہزار درہم صدقہ کر دیں اور مکاتب آزاد ہو جائے گا اور اُس کی ولاء اُس کے مولیٰ کے واسطے ہوگی پھر اگر مکاتب نے ہزار درہم ان دونوں گواہوں میں سے ایک کو ادا کیے تو آزاد نہ ہوگا اور جو کچھ اُس نے وصول کیا ہے اس میں دوسرے گواہ کو شرکت کرنے کا بھی اختیار نہ ہوگا خواہ جو مال قیمت گواہوں نے مولیٰ کو ادا کیا ہے وہ اپنے مشترک مال سے ادا کیا ہو یا غیر مشترک سے دیا ہو اور یہی حکم بیع کا بھی ہے چنانچہ اگر دو گواہوں نے زید پر یہ گواہی دی کہ اس نے غلام اس بکر کے ہاتھ دو ہزار درہم کو بوعہ ایک سال کے فروخت کیا اور غلام کی قیمت ہزار درہم ہے اور بکر اُس کا مدی ہے اور زید منکر ہے پس گواہوں کی گواہی پر حکم دے دیا گیا پھر دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو مولیٰ یعنی زید کو اختیار ہے چاہے مشتری سے ایک سال کی مدت پر دو ہزار درہم اُس کا ثمن لینا اختیار کرے اور چاہے گواہوں سے اُس کی قیمت ایک ہزار درہم فی الحال لے لے پس اگر زید نے گواہوں سے ثمن لینا اختیار کیا تو دونوں گواہ بجائے زید کے ملک ثمن میں نہ ملک غلام میں قائم ہوں گے پس ان دو ہزار درہم ثمن میں سے ان کو ایک ہزار درہم حلال ہوں گے اور باقی ہزار درہم صدقہ کر دیں پھر اگر ان میں سے ایک گواہ نے مشتری سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اُس کے ساتھ شرکت کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے بائع یعنی غاصب سے تاوان لینا اختیار کیا اور دوسرے نے مشتری سے ضمان لینی پسند کی.....؟

اگر مکاتب مذکور ادا نہ کتابت سے عاجز ہو گیا اور کتابت صحیح ہو گئی یا بیع صحیح ہو گئی تو جو کچھ مولائے غلام نے گواہوں سے بطور ضمان وصول کیا ہے وہ ان کو واپس دے گا اور جو کچھ انہوں نے مکاتب سے وصول کیا ہے اس کو مولیٰ ان سے واپس لے لے گا یا مشتری ان سے جو ثمن انہوں نے وصول کیا ہے واپس لے لے گا یہ کافی میں ہے۔ دو شخصوں میں ایک باندی مشترک تھی جس کو کسی غاصب نے غصب کر کے زید کے ہاتھ فروخت کر دیا اور زید نے اس کو ام ولد بنایا یعنی اُس سے بچہ پیدا ہوا پھر تلاش ہونے پر قاضی نے دونوں مالکوں

کے واسطے باندی و اس کے عقر و بچہ کی قیمت کا محکم دے دیا تو دونوں مالکوں میں سے ایک جو کچھ وصول کرے گا اس میں دوسرے کو شرکت کرنے کا اختیار ہوگا اگر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے الگ الگ محکم حاصل ہوا تو قیمت باندی و عقر میں دونوں ایک دوسرے کی شرکت کر سکتے ہیں اور بچہ کی قیمت میں نہیں کر سکتے ہیں چنانچہ اگر دونوں میں سے ایک نے بچہ کی قیمت میں سے اپنا حصہ وصول کیا تو دوسرا اس میں شرکت دینا ہی نہیں کر سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے بائع یعنی غاصب سے تاوان لینا اختیار کیا اور دوسرے نے مشتری سے ضمان لینی پسند کی تو ایک کے کچھ وصول کیے ہوئے میں دوسرا شرکت نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایک کے واسطے بچہ کی نصف قیمت کا محکم دیا گیا پھر یہ بچہ مر گیا پھر دوسرا شریک حاضر ہوا تو اس کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر مشتری کے پاس باندی مر گئی تو مولیٰ کو اختیار ہے چاہے بائع سے باندی کی قیمت تاوان لے لے اور چاہے مشتری سے لے اور ہر دو صورت میں اس کو اختیار ہوگا کہ مشتری سے عقر کی اور بچہ کی قیمت کی ضمان لے اور اسی طرح اگر دونوں نے کسی سے ایک مکان خریدا اور اس میں کچھ عمارت بنائی پھر کسی نے اس مکان کو اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا پھر دونوں کے واسطے بائع پر عمارت مذکورہ کی قیمت کا محکم دیا گیا تو جو کچھ ایک وصول کرے گا اس میں دوسرا شرکت کر سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے علیحدہ علیحدہ محکم دیا گیا تو ایک کے ساتھ دوسرا اس میں شرکت نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جامع میں فرمایا کہ دو شخصوں نے ایک شخص سے ایک غلام جس کی قیمت ہزار درہم ہے غصب کر لیا پھر اس کی قیمت دو ہزار درہم ہو گئی پھر ایک اور شخص نے اگر ان دونوں سے یہ غلام غصب کر لیا پھر دوسرے غاصب کے پاس مر گیا پھر اس غلام کا مولیٰ حاضر ہوا تو اس کو اختیار ہوگا چاہے ہر دو غاصب اول سے اس کی قیمت ایک ہزار درہم تاوان لے اور چاہے دوسرے غاصب سے دو ہزار درہم تاوان لے پھر اگر اس نے اولین سے تاوان لینا اختیار کیا تو دونوں دوسرے غاصب سے دو ہزار درہم لے لیں مگر اس میں سے ایک ہزار درہم ان کو حلال ہیں اور باقی ایک ہزار درہم صدقہ کر دیں اور اگر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے غاصب سے ہزار درہم وصول کیے تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اس میں اس کے ساتھ شرکت کرے اور نیز جامع میں مذکور ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص سے ایک غلام غصب کیا پھر اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری کے پاس یہ غلام مر گیا تو مولیٰ کو اختیار ہوگا چاہے دونوں غاصبوں سے اس کی ضمان لے اور چاہے مشتری سے تاوان لے۔ پھر اگر اس نے دونوں غاصبوں سے ضمان لی تو ان کی بیع تمام ہو گئی اور جو شخص مشتری سے ملے گا وہ ان دونوں کا ہوگا پھر اگر دونوں میں سے ایک نے مشتری سے کچھ وصول کیا تو دوسرے کو اس میں مشارکت کا اختیار ہوگا اور اگر مولیٰ نے ہر دو غاصب میں سے ایک کو پا کر اس سے نصف قیمت تاوان لے لی تو اس کے حصہ کی بیع تمام ہو جائے گی اور اس کے واسطے نصف ثمن واجب ہوگا پھر اس غاصب نے جس نے نصف قیمت تاوان ادا کی ہے مشتری سے کچھ ثمن وصول نہ کیا یہاں تک کہ مالک نے دوسرے غاصب سے بھی نصف قیمت تاوان لے لی حتیٰ کہ اس کے حصہ کی بیع بھی نافذ ہو گئی پھر ان دونوں غاصبوں میں سے ایک نے مشتری سے اپنا حصہ ثمن وصول کیا تو دوسرے کو اس میں مشارکت کا اختیار ہوگا اور اگر اس غاصب نے جس سے مولائے غلام نے پہلے نصف تاوان لے لی ہے مشتری سے اپنا حصہ ثمن وصول کیا پھر مالک غلام نے دوسرے غاصب سے بھی نصف قیمت تاوان لے لی حتیٰ کہ اس کے حصہ کی بیع بھی نافذ ہو گئی پھر دوسرے نے یہ چاہا کہ اول نے جو کچھ وصول کیا ہے اس میں شرکت کرے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا پھر جب دوسرے کو اول کے مقبوضہ میں شرکت کا اختیار نہ ہوا تو دوسرے کو یہ اختیار ہوگا کہ مشتری کا دامن گیر ہو کر اپنا حصہ ثمن وصول کرے پھر جب دونوں نے بطریق مذکور بالا اپنا حصہ ثمن مشتری سے وصول کیا پھر اول نے جو وصول کیا ہے اس کو

رصاص یا ستون (درہم کے رنگ) پائے (اور واپس کر دیا) تو اُس کو اختیار ہوگا چاہے اپنے حصہ ثمن کے واسطے مشتری کا دامن گیر ہو اور چاہے دوسرے نے جو وصول کیا ہے اُس میں شرکت کرے پھر باقی کے واسطے دونوں مشتری مذکور کے دامن گیر ہوں گے اور اگر اوّل نے جو وصول کیا ہے اُس کو نہریہ یا زیوف پایا اور مشتری کو واپس کر دیا تو اس کو اختیار نہ ہوگا کہ جو دوسرے نے وصول کیا ہے اُس میں شرکت کرے بلکہ مشتری سے لے گا اور اگر دوسرے نے جو وصول کیا ہے اُس کو رصاص یا ستون یا زیوف پا کر مشتری کو واپس کر دیا تو اس کو اوّل کے مقبوضہ میں شرکت کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر قتل کرنے والا مدبر ہو تو دونوں اُس کی قیمت میں سے ایک وصول کردہ میں شریک ہونگے ☆
اگر مکاتب نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں پس ایک نے اُس کو قاضی کے پاس پیش کیا اور گواہ قائم کیے اور قاضی نے مکاتب قاتل پر پورے خون کا تاوان یعنی قیمت کا حکم دے دیا کہ اس قاتل کی قیمت اس مقتول کے دونوں ولی لے لیں تو جو ولی غائب ہے وہ حاضر کے مقبوضہ میں شرکت کرے گا اور اگر قاضی نے حاضر کے واسطے نصف قیمت کا حکم دیا اور اُس نے قاتل سے نصف قیمت وصول کر لی تو اس میں دوسرا شریک نہ ہوگا اور اگر مقتول دو ہوں تو ہر دو ولی میں سے جو کچھ ایک نے وصول کیا اس میں دوسرا شریک نہ ہوگا خواہ حکم قضا دونوں کے واسطے ساتھ ہی واقع ہوا ہو یا بعد انجدا یہ محیط سرخی میں ہے اور اگر قتل کرنے والا مدبر ہو تو دونوں اُس کی قیمت میں سے ایک کے وصول کردہ میں شریک ہوں گے خواہ حکم قضا دونوں کے واسطے معاویہ واقع ہوا ہو یا آگے پیچھے اور اگر قتل کرنے والا غلام ہو اور مقتول کے دو ولی ہوں اور مولائے غلام نے یہ اختیار کیا کہ ایک کو نصف غلام دے دے یا ہر دو ولی میں سے ایک کو اُس کا حصہ قیمت نہ یہ غلام میں دیا تو یہی دوسرے کے حق میں بھی اختیار کرنا ہو جائے گا اور ہر دو اس ایک کے مقبوضہ میں شریک ہوں گے اور اگر اُس نے دو آدمیوں کو قتل کیا پس مولیٰ نے ایک کے ولی کو نصف غلام دیا یا اُس کے نصف کا نقد یہ دیا تو دوسرا اُس میں شریک نہ ہوگا اور اگر اُس نے عمرہ ایک شخص کو قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں پس مولیٰ نے ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ ہزار درہم پر صلح کر لی تو اُس میں دوسرا شریک نہ ہوگا اس واسطے کہ اصل میں دونوں کا حق قصاص ہے اور اس قصاص کی تحویل ہزار درہم کی طرف بسبب صلح کے ہو گئی اور یہ مختلف ہے حتیٰ کہ اگر دونوں کا اتفاق ہو کہ دونوں مولائے قاتل سے صلح کریں تو مقبوضہ صلح میں دونوں شریک ہو سکتے ہیں یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک غلام مشترک دو آدمیوں کے درمیان ہو اور اس کو دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے غصب کر لیا اور کسی مشتری کے ہاتھ اُس کو ہزار درہم کو فروخت کر دیا تو اُس کے حصہ کی بیع جائز ہوگی اور اگر ہنوز اُس نے ثمن وصول نہ کیا ہو یہاں تک کہ دوسرے شریک نے اُس کی بیع کی اجازت دے دی تو بائع کو روا ہوگا کہ مشتری سے تمام ثمن وصول کرے پھر اگر مشتری سے تموزا ثمن وصول کیا تو دونوں میں مشترک ہوگا حتیٰ کہ اگر تلف ہو گیا تو دونوں کا مال گیا بخلاف اس کے اگر ہر دو شریک میں سے ایک نے قرضہ مشترک میں سے اپنا حصہ وصول کیا تو اُس کا اپنے حصہ پر قبضہ کرنا صحیح ہوگا حتیٰ کہ اگر دوسرے کی اُس میں شرکت کرنے سے پہلے وہ قابض کے پاس تلف ہوا تو قابض کا مال گیا یہ محیط میں منتفی سے منقول ہے اور اگر زید و عمرو کے مشترک غلام میں سے دونوں میں سے ایک کا مثلاً زید کا حصہ خالہ نے غصب کر لیا اور دوسرے شریک کے ساتھ دونوں نے اس کو ایک ہی صفحہ میں فروخت کیا پھر زید نے بیع کی اجازت دے دی تو دونوں میں سے جو کچھ ایک وصول کرے اُس میں دوسرا اُس کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے اور اگر عمرو کے اپنا حصہ وصول کر لینے کے بعد زید

۱۔ قال بتاویں کہ قتل مکاتب میں جو خطا سے ہو اس کی قیمت واجب ہوتی ہے اور اگر نسو موجود کے موافق ہو تو یہ تقدیر باقی ہوگی کہ مقتول بھی غلام یا مکاتب تھا اور باوجود اس کے بھی توجیہ تمام ہے پس صحیح دی ہے جو مترجم نے بیان کیا اور نسو موجود غلط ہے اور اگر قیمت کا لفظ بمسافہ ہے کہ بقرض مملوک تو دیت آزاد ہونی چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔

نے اجازت دی تو عمرو کے مقبوضہ میں شرکت نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔

اسی طرح اگر دو شخصوں نے ایک غلام کو اس شرط پر فروخت کیا کہ دونوں کو تین روز تک اختیار ہے پھر دونوں میں سے ایک نے بیع کی اجازت دے دی پھر دوسرے نے اجازت دے دی پھر دونوں میں سے ایک نے ثمن میں سے جو کچھ وصول کیا تو دوسرا اُس میں اُس کا شریک ہوگا اور اگر جس نے پہلے اجازت دی ہے اپنا حصہ وصول کر لیا پھر دوسرے نے بیع کی اجازت دی تو اول کے مقبوضہ میں شرکت نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ نوازل میں مذکور ہے کہ شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا ایک نے دوسرے کو مال دیا کہ اس سے کام کرے بریں شرط کہ نفع دونوں کے درمیان مساوی ہوگا اور کہا کہ میں اُس پر راضی نہیں ہوں کہ تو میرے سوائے دوسرے کی شرکت میں کام کرے پھر اگر تو نے میرے سوائے دوسرے کی شرکت میں کام کیا تو میں بھی اس میں سے حصہ چاہتا ہوں پس دونوں اس امر پر رضامند ہو گئے پھر جس کو مال دیا ہے اُس نے کسی دوسرے کو مضارب پر دیا اور مضارب نے نفع کمایا تو شیخ نے فرمایا کہ رب المال کو یعنی جس نے اول مال دیا ہے اس کو سوائے اپنے مال کے اور مال سے جو دستہ نے اپنے مضارب کو دیا ہو کچھ نفع نہ ملے گا یہ تاجر خانہ میں ہے اور اگر وارثوں میں سے ایک نے ترکہ مشترکہ میں تصرف کیا اور نفع کمایا تو تمام نفع اسی تصرف کرنے والے کا ہوگا یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔

اگر کوئی غلام بائع کے واسطے خیار کی شرط دے کر خریدے ☆

اگر دو شریک معاوضت میں سے ایک نے ایک شخص کو ہزار درہم کے عوض ایک غلام خریدنے کا وکیل کیا اور اس کو ثمن نہیں دیا ہے پھر دونوں نے عقد معاوضت کو توڑ دیا اور ہر ایک نے اُس میں سے ایک ایک آدمی سے معاوضت کر لی پھر وکیل مذکور نے ایک غلام خریدا اور حالیکہ وکیل مذکور کو دونوں کی معاوضت کا حال معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے تو یہ خرید خاصہ اُس کے موکل کے واسطے ہوگی اور پہلے شریک کے واسطے اُس میں سے کچھ نہ ہوگا اس واسطے کہ شریک اول کی توکیل اس وکیل پر بسبب معاوضت کے ضمننا ثابت ہوئی تھی پس جب متضمن یعنی معاوضت باطل ہوئی تو جو اُس سے ضمننا ثابت ہوئی تھی یعنی توکیل وہ بھی بلا شرط آگاہی باطل ہوگئی اس لیے کہ یہ عزل حکمی ہے اور موکل کا اب جو شریک ہے یعنی معاوضہ دوم اُس کے واسطے بھی اُس میں سے کچھ نہ ہوگا اس واسطے کہ موکل مذکور کے واسطے اس خریدی چیز یعنی غلام میں جو ملک ثابت ہوئی ہے وہ معاوضت سے پہلے ایک سبب یعنی توکیل سے ثابت ہوئی ہے چنانچہ اگر یہ توکیل نہ ہوئی تو موکل مذکور کی ملک اس غلام میں ثابت نہ ہوتی اور یہ قاعدہ ہے کہ ہر دو شریک میں سے جب ایک کے واسطے کسی چیز کی ملک ایسے حساب سے ثابت ہو جو شرکت سے پہلے واقع ہوا ہے تو دوسرا شریک اُس میں اُس کا شریک نہ ہوگا جیسے اگر کوئی غلام بائع کے واسطے خیار کی شرط دے کر خرید پھر مشتری نے کسی سے معاوضت کر لی پھر بائع نے اپنا خیار ساقط کر دیا (اور بیع لازم ہوئی) تو شریک کے واسطے اس غلام میں شرکت ثابت نہ ہوگی لیکن وکیل کو اختیار ہوگا چاہے مال ثمن کے واسطے اپنے موکل کی طرف رجوع کرے اور چاہے اُس کے شریک سے رجوع کرے پھر شریک اُس کے موکل مذکور سے لے لے گا یہ کافی میں ہے۔

اس مسئلہ میں اگر موکل نے وکیل کو ایک کر گیہوں دیے اور کہا کہ اس کے عوض میرے واسطے ایک غلام خریدے اور باقی مسئلہ موافق مذکورہ بالا ہے پھر وکیل نے اُس ٹر کے مثل کے عوض خرید اتو قیاساً وکیل مذکور خلاف کرنے والا ہوا اور مستحسناً مخالف نہ ہوگا پھر اگر

۱۔ پس اگر اول کا دوم نے دیا ہے تو جملہ شرط ملے گا اور اگر اپنا ذاتی مال دیا ہے تو اول کو اس کے نفع میں سے کچھ نہ ملے گا اور جو شرط کی ہے وہ اس شق کے ساتھ انو ہے ۱۲۔ ۲۔ یہ نہ فرمایا کہ وہ نفع اس کو حلال ہے یا نہیں اور چاہئے کہ حلال نہ ہو اس واسطے کہ تصرف ملک غیر بطور غصب ہے اور اصح یہ ہے کہ حلال ہو گا واللہ اعلم ۱۳۔

وکیل نے دونوں کے مفاد و نفع کو لینے سے آگاہ ہو کر خریدا ہے تو یہ اور اول دونوں یکساں ہیں اور اگر نہ جانتا تھا تو غلام مذکور اس کے موکل اور موکل کے شریک اول کے درمیان مشترک ہوگا یہ محیط سرحدی میں ہے اور نوازل میں ہے کہ شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ دو آدمیوں نے باہم شرکت کی پس ایک نے کام کیا اور دوسرا غائب ہو گیا پھر وہ حاضر آیا تو حاضر نے اس کا حصہ اس کو دیا پھر حاضر غائب ہو گیا اور غائب نے جو حاضر ہے کام کیا اور نفع کمایا اور غائب ہو جانے والے کو نفع میں سے اس کا حصہ دینے سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر دونوں کی شرکت بطور صحیح واقع ہوئی اور باہم دونوں نے کام کر نیکی شرط کر لی تھی کہ اکٹھا یا متفرق کام کریں تو جو نفع ان دونوں کی تجارت سے حاصل ہو خواہ دونوں کے اکٹھا کام کرنے سے یا متفرق کام کرنے سے وہ سب دونوں میں موافق باہمی شرط کے مشترک ہوگا اور نیز شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ دو شخصوں نے باہم شرکت کی اس شرط پر کہ دونوں خریدیں اور دونوں فروخت کریں اور نفع دونوں میں نصفانصف ہوگا اور ہر ایک کے واسطے ایسے درہم ہیں جو اس تجارت سے علاوہ ہیں پھر ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ ہم مال تقسیم کریں گے اور شرکت توڑیں گے اس واسطے کہ مجھے اس میں کچھ منفعت نہیں ہے پھر اس نے متاع کا ہزارہ کر لیا پھر دونوں میں سے ایک نے اپنا حصہ پورا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور کچھ درہم وصول کر کے اور کام شروع کر دیا اور دونوں نے باہم یہ نہ کہا کہ ہم دونوں الگ ہو گئے تو شیخ نے فرمایا کہ پہلا کلمہ کہ ہم شرکت کو قطع کریں گے اس پچھلی بیج کے ساتھ قطع شرکت ہوگا یہ تا تاریخانیہ میں ہے۔

دو شخصوں نے کپڑے کے سوٹ میں اس طرح شرکت کی کہ ایک کا تانا اور دوسرے کا بانا ہو پس دونوں نے کپڑا بنایا تو یہ کپڑا دونوں میں بحساب قیمت تانے و بانے کے مشترک ہوگا یہ محیط میں ہے اور شیخ فخر الدین نے فرمایا کہ باب کو اور وصی کو روا ہے کہ طفل صغیر کے مال کو اپنے مال کے ساتھ شرکت میں لائیں اور اگر صغیر کا اس المال بہ نسبت اس کے اس المال کے زائد ہو اور نفع میں مساوات وغیرہ شرط کی پس اگر گواہ کر لیے تو نفع دونوں میں موافق شرط کے ہوگا اور اگر گواہ نہ کر لیے ہوں تو نفع مشروط فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ باپ یا وصی کو حلال ہوگا لیکن قاضی اس کے قول کی تصدیق نہ کرے گا بلکہ نفع کو بمقتدر اس المال قرار دے گا یہ سراج و ہاج میں ہے منشی میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر مفاد میں کسی کو بہت کیا تو جائز نہیں ہے اور اس کے شریک کو اختیار ہوگا کہ موہوب لہ سے نصف مال بہ واپس لے لے پھر جب لے لیا تو یہ دونوں شریکوں میں نصفانصف ہوگا اور جو باقی رہے گا ہے اس کا بہت بھی ٹوٹ جائے گا اور دونوں کی طرف نصفانصف واپس آئے گا اور بھی منشی میں مذکور ہے کہ اگر دو شریک عنان میں سے ایک خرید و فروخت کیا کرتا تھا پس اس نے کچھ قرضہ کر لیا پھر دوسرے نے شرکت کو توڑ کر نصف متاع وصول کر لینی چاہی اور کہا کہ جب تجھ سے قرضہ لیا جائے تب تو مجھ سے واپس لینا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک نے باغ انکور کے پھل خریدے پھر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اس میں تہائی کا شریک کیا پس اگر پھلوں کے اور اک سے پہلے ایسا کیا تو یہ (شرکت) فاسد ہے یہ قتیہ میں ہے اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تو مجھے ہزار درہم قرضہ دے کہ میں اس سے تجارت کروں گا اور نفع میرے تیرے درمیان مشترک ہوگا پس عمرو نے اس کو ہزار درہم قرضہ دیے اور زید نے تجارت کر کے نفع کمایا تو تمام نفع زید کا ہوگا اور عمرو کے واسطے اس میں کچھ شرکت نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو سے سودینا قرض لیے پھر قبضہ کر کے عمرو کو دیے پھر عمرو نے سودینا اور نکالے اور دونوں مالوں کو خلط کر دیا پھر زید سے کہا کہ یہ مال لے جا اور اس سے شرکت پر تجارت کر پس زید نے ایسا ہی کیا اور نفع اٹھایا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ

۱۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک صغیر کی والدہ نے انتقال کیا مثلاً اور اس کو درہم میں مال ملا جو اس کے باپ کی اور اولاد وہ جو دوسری بیویوں سے ہے ان میں سے کوئی اس مال کا سوائے اس کے مستحق نہ ہوگا اس باپ کو اختیار ہے کہ اس کا مال اپنے مال سے ملا کر تجارت کرے یا باپ مر گیا اور کوئی وصی مقرر کر گیا اس وصی کو اختیار ہے کہ اس کا مال اپنے مال سے ملا کر تجارت کرے فافہم ۱۲۔ ۲۔ قال المتزجم یعنی اس قدر مال جو متخارف نہیں ہے یہ انتقال بہہ کیا قائل ۱۲۔

محل و ناقص ہے شرط زائد ہونا ضروری ہے تاکہ شرکت صحیح ہو اور نیز شیخ سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کے پاس گےہوں ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ گےہوں تو اپنے گےہوں میں ملا دے پھر ان کے کھتے میں بھردے پس عمرو نے ایسا کیا اور فن کر دیا پھر اُس میں سے دو تہائی چوری ہو گئے پھر زید آیا اور عمرو نے اس کو بقیہ گےہوں دے دیے پھر اس کے بعد عمرو نے دعویٰ کیا کہ اس گےہوں میں سے مجھے میرا حصہ دے دے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے اس واسطے کہ جب زید کے حکم سے اُس نے خلط کیے پھر وہ چوری ہو گئے ہیں وہ دونوں کے حصوں سے شرکت پر گئے یہ تار خانہ میں ہے۔

اگر شریک قابض نے اپنے شریک کی موت کے بعد دعویٰ کیا کہ میں نے اُس کو دے دیا ☆

اگر دو شخصوں کے درمیان ایک من گےہوں مشترک ہوں اور ایک میں جو مشترک ہوں اور دونوں میں سے کسی نے دوسرے کو اُس کے بیع کی اجازت نہ دی پھر دونوں میں سے ایک نے جانور مستعار لیا تاکہ اُس پر گےہوں لادے جائیں پھر بغیر اُس کے حکم کے دوسرے نے اُس پر لادے تو یہ لادنے والا اس جانور کا اور اپنے شریک کے حصہ شعیر (جو) کا ضامن ہوگا اور یہ ویسا نہیں ہے جیسے شریک عنان یا شریک مفادض میں مذکور ہوا ہے یہ مبسوط میں ہے اور فتاویٰ مذکور ہے کہ شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ دو شریکوں میں سے ایک مجنون ہو گیا اور دوسرے نے مال سے تجارت کر کے نفع اٹھایا یا گھٹی پائی تو فرمایا کہ شرکت دونوں میں قائم ہے یہاں تک کہ جنون کا مطہر ہونا اُس پر ثابت ہے۔ پھر جب یہ حکم اُس پر دیا گیا تو دونوں میں سے شرکت فسخ ہو جائے گی پھر جب اس کے بعد اُس نے مال سے کام کیا تو پورا نفع کام کرنے والے کا اور سب گھٹی اس پر ہوگی اور یہ مثل مال مجنون کے غصب کرنے کے ہے پس شریک مذکور کو اپنے حصہ مال کا نفع حلال ہوگا اور مال مجنون کے حصہ کا نفع اس کو حلال نہ ہوگا پس اُس کو صدقہ کر دے یہ محیط میں ہے اور شریک کے قبضہ میں جو اُس کے شریک کا مال ہو اُس پر اس کا قبضہ امانت کا قبضہ ہوگا پس اگر اُس نے دعویٰ کیا کہ میں نے شریک کو دیا ہے اور شریک نے انکار کیا تو قسم لی جائے گی اور رب المال و مضارب دونوں کا بھی یہی حال ہے یہ بزاز یہ میں ہے اور اگر شریک قابض نے اپنے شریک کی موت کے بعد دعویٰ کیا کہ میں نے اُس کو دے دیا تو بحر الرائق میں فرمایا کہ ولوالجیہ کی کتاب الوکالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں بھی وہی حکم ہے اور فرمایا کہ دو صورتیں واقع ہوئیں اول یہ کہ شریک نے دوسرے کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا تھا مگر شریک نے ادھار فروخت کیا تو میں نے اُس کے جواب میں کہا کہ بائع کے حصہ کی بیع نافذ ہوگی اور حصہ شریک کی بیع متوقف ہے پس اگر اُس نے بھی اجازت دی تو نفع دونوں میں تقسیم ہوگا۔ دوم یہ کہ شریک نے دوسرے شریک کو مال باہر لے جانے سے منع کیا تھا پھر رد لے گیا اور نفع کمالایا تو میں نے جواب دیا کہ وہ حصہ شریک کا بسبب باہر نکال لے جانے کے غاصب ہوا پس چاہیے کہ نفع مذکور دونوں میں موافق شرط کے مشترک نہ ہو اتنی اور اس کا مقتضاء فساد شرکت ہے اور اس کو بھی قبضہ شریک کی امانت ہونے پر تفریع کیا ہے یہ فتاویٰ قاری الہدایہ میں ہے اور شیخ سے سوال کیا گیا کہ اپنے شریک سے یا مضارب سے جو اُس نے فروخت کیا اور صرف کیا ہے اُس کا حساب مانگا (یعنی مفصل) پس اُس نے کہا مجھے نہیں معلوم ہے پس آیا محاسبہ مذکور اُس پر لازم کیا جائے گا تو فرمایا کہ مقدار نفع و نقصان میں قسم کے ساتھ شریک یا مضارب کا قول (یعنی بدو قسم) قبول ہوگا اور اس پر یہ لازم نہ کیا جائے گا کہ تمام مفصل ذکر کے اور ضائع ہونے اور شریک کو واپس دینے میں بھی اس کا قول قبول ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے۔ شریک نے کہا کہ میں نے دس نفع کمائے پھر کہا کہ نہیں بلکہ تین نفع کمائے تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اس سے

۱۔ برابر رہنا اور مقدار مطابق میں اختلاف ہے ۱۲۔ ۲۔ قال المترجم باہر لے جانے کی صورت میں کل نفع اس سرک کا جویا گیا ہے بوجہ غصب کے ہے نہ مقتضائے فساد شرکت کا جو ہم اور اس صورت میں اس کا قبضہ حصہ شریک پر قبضہ ضمانت ہے نہ امانت پس تفریع اول صورت کی باسطر دوم مراد ہوگی واللہ اعلم ۱۳۔

قسم لے کہ دس نفع (دیہ یا درہم یا) نہیں کمائے ہیں یہ قبیہ میں ہے۔

اور ناظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ جملہ امانات تجہیل کے ساتھ بدون بیان چھوڑ کر مر جانے سے مطلب ہو کر مضمونات ہو جاتے ہیں سوائے تین صورتوں کے اول یہ کہ متولی مسجد نے اگر حاصلات جو مسجد کے واسطے ہے وصول کی اور بدون بیان کے مر گیا تو ضامن نہ ہوگا دوم یہ کہ اگر سلطان جہاد کے واسطے گیا اور لشکروں نے قیمت حاصل کی اور سلطان نے کچھ غنیمت بعض لشکریوں کے پاس ودیعت رکھی پھر سلطان مر گیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھی ہے تو ضامن نہ ہوگا۔ سوم آنکہ قاضی نے اگر مال یتیم حفاظت کے واسطے لے کر کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر مر گیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس کے پاس ودیعت رکھا ہے تو اس پر ضمان نہیں ہے اور اگر دو متفادضین میں سے ایک کے پاس مال شرکت ہو اور وہ مر گیا اور اس مال کا حال جو اس کے پاس تھا بیان نہ کیا تو بعض فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ وہ ضامن نہ ہوگا اور اصل کی کتاب الشریک کا حوالہ دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان فی الوقف اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ جو فتح القدر و دیگر فتاویٰ میں مذکور ہے وہ ضعیف ہے اور صحیح یہی ہے کہ شریک اس تجہیل کے ساتھ مرنے سے ضامن ہوگا خواہ شرکت عنان ہو یا مفادضہ ہو یہ تحریر ائق میں مذکور ہے۔ اگر شریک مر گیا اور مال شرکت لوگوں پر قرضہ ہے اور اس کو بیان نہ کیا بلکہ مجہول چھوڑ کر مر گیا تو ضامن ہوگا جیسے مال عین کو مجہول چھوڑ کر مر جانے میں ضامن ہوتا ہے یہ قبیہ میں ہے۔

اگر شریک مفادض نے ایک شخص سے ایک مال عین بعوض ہزار درہم کے خریدا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع مذکور مشتری کے دوسرے شریک سے ملا جس نے بائع سے بھی مال مذکور بعوض ڈیڑھ ہزار درہم کے خریدا تو خرید ہی دوسری ہوگی اور اول خرید ٹوٹ جائے گی اور ہر دو متفادض بمنزلہ شخص واحد کے ہیں یہ محیط میں ہے دو شخصوں نے ایک غلام بعوض ہزار درہم کے خریدا اور دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے کفالت کر لی تو جب تک دونوں میں سے کوئی نصف سے زائد ادا نہ کرے تب تک دوسرے سے رجوع نہیں کر سکتا ہے۔ دو شخصوں نے ایک شخص کی طرف سے مال کی کفالت اس شرط سے کی کہ دونوں میں سے ہر ایک شخص دوسرے کی طرف سے کفیل ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک نے اصل کی طرف سے پورے مال کی کفالت کر لی پھر اپنے ساتھی کفیل کی طرف سے بھی کفالت کر لی پس دونوں میں سے جو کچھ دوسرا ادا کرے گا اس کا نصف دوسرے کفیل سے واپس لے سکتا ہے اور ادا کرنے والے کو یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے اصل سے جو کچھ ادا کیا ہے سب واپس لے لے اور اگر رب المال نے یعنی طالب مال نے دونوں میں سے ایک کو بری کر دیا تو دوسرا پورے مال کے واسطے ماخوذ ہو سکتا ہے بسبب آنکہ اصل کی طرف سے بھی اس نے کفالت کی ہے دو مکاتب ہیں کہ دونوں ایک ہی کتابت میں مکاتب ہوئے ہیں ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے پورے مال کی کفالت کر لی تو جو کچھ دونوں میں سے ایک ادا کرے اس کا نصف دوسرے سے واپس لے سکتا ہے اور اگر دونوں نے کچھ ادا نہ کیا ہو یہاں تک کہ مولیٰ نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کر دیا تو حقیق جائز ہے اور نصف مال کتابت سے دونوں بری ہو جائیں گے اور حصہ باقی کے واسطے مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مواخذہ کرے اس لیے کہ آزاد شدہ ہے بحکم کفالت پکے اور دوسرے سے بحکم اصالت کے مواخذہ کر سکتا ہے پس اگر مولیٰ نے آزاد شدہ سے لے لیا تو وہ دوسرے سے واپس لے گا اور اگر دوسرے سے لے لیا تو وہ آزاد شدہ سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ جامع صغیر میں ہے۔

اگر دو شریکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ باندی خاص اپنے واسطے خریدوں پس شریک خاموش ہو رہا پھر اُس نے وہ باندی خریدی تو اُسی کے واسطے خاص نہ ہوگی ☆

اگر جانور مشترک علیل ہو گیا اور دونوں شریک میں سے ایک غائب ہے اور بیطاروں نے کہا کہ اس کو داغ دینا ضرور ہے پس حاضر نے اس کو داغ دلایا پھر وہ مر گیا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر ان دونوں کی مشترک متاع کسی جانور پر لدی ہوئی ہو پس راستہ میں یہ جانور گر گیا پس ایک نے دوسرے کی غیبت میں ایک جانور اس خوف سے کرایہ کر لیا کہ متاع تلف نہ ہو جائے یا ناقص نہ ہو جائے تو جائز ہے اور جو کچھ کرایہ ہو اُس کا حصہ شریک سے بھی لے لے گا یہ قیہ میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ باندی خاص اپنے واسطے خریدوں پس شریک خاموش ہو رہا پھر اُس نے وہ باندی خریدی تو اُسی کے واسطے خاص نہ ہوگی جب تک کہ شریک نے یہ نہ کہا ہو کہ اچھا یہ خلاصہ میں ہے۔ منقہ میں لکھا ہے کہ اگر دو شخصوں نے شرکت کر لی کام کرنے میں اس شرط پر کہ ان میں سے ایک کے واسطے دوسرا مال ہواری ہوں گے جو مال شرکت سے نہیں ہیں تو شرط باطل اور شرکت جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر شرکت مفادہ میں ایک شریک پر کام کرنا شرط کیا گیا ہو تو شرکت باطل ہے یہ تہذیب میں ہے اور دونوں شریک عتاق میں سے اگر ایک نے کسی شخص پر اپنی دونوں کی شرکت کی کسی چیز کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ قسم کھا گیا تو دوسرے شریک کو مدعا علیہ سے دوبارہ قسم لینے کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ عیون میں لکھا ہے کہ ابن سماعہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک مفادہ نے کسی سے ایک غلام ہزار درہم کو خرید اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع اُس کے دوسرے شریک سے ملا اور غلام اس سے ڈیڑھ ہزار درہم پر اجارہ پر لیا تو اجارہ جائز ہے اور پہلی خرید ٹوٹ جائے گی خواہ غلام کو شاخت کیا ہو یا نہیں یہ تاتار خانیہ میں ہے۔

۱۔ بیطار طیب چار پایہ یعنی وہ شخص جو جانوروں کا علاج کرتا ہے ہمارے عرف میں اس کو سالوتری کہتے ہیں ۱۲۔ ۲۔ علاوہ کفح مشترک کے اور دس درہم ماہواری ہوں گے ۱۲۔

کتاب الوقف

تمہید ☆ قبل ازیں کتاب الشریک کو بیان کیا گیا ہے۔ وقف اور شرکت میں مناسبت یہ ہے کہ شرکت سے اپنے مال میں کسی غیر کو اپنے ساتھ داخل کیا جاتا ہے اور غیر کی دخل اندازی سے شریک مالک کے ساتھ تصرف اور نفع میں داخل ہو جاتا ہے۔ جب کہ وقف میں اپنے ساتھ کسی غیر کو داخل کرنا مستلزم نہیں بشرطیکہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کیا جائے۔

درختار میں نہر الفائق کے حوالے سے صاحب نہر الفائق کا قول منقول ہے کہ وقف اور شرکت کے مابین مناسبت اس اعتبار سے ہے کہ ان دونوں (شرکت و وقف) سے مقصود اصل مال سے زائد "مال" سے نفع اٹھانا ہے۔ مگر شرکت میں اصل مال "صاحب مال" کی ملکیت میں رہتا ہے اور وقف میں اکثر فقہاء کے قول کے بموجب اس (صاحب مال) کی ملکیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس سے ظاہری طور پر شرکت اور وقف میں صاحب مال کی ملکیت (شرکت) اور عدم ملکیت (وقف) کا فرق عیاں ہوتا ہے۔

لغوی تشریح ☆ وقف: اصطلاح لغت میں "وقف" کا اطلاق جس (بند کرنا، روکنا) پر ہوتا ہے۔

شرح الالفاظ ☆ "وقف" باب ضرب یعرب "وقف یقف و قفا و قوفا" بمعنی چپ چاپ کھڑا ہونا۔ ٹھہرنا۔ اگر لفظ وقف کی اضافت مسئلہ کے ساتھ ہے تو اس کا معنی "مسئلہ میں شک کرنا" ہوگا۔ اگر وقف القاری علی الکلمۃ سے متعلق ہو تو پڑھنے میں آخری حرف کو ساکن کرنے کے معنی دیتا ہے۔ وقف علی الامر بمعنی کسی امر کو سمجھانا اور اس سے مطلع ہونا۔ وقف الدابة بمعنی جانور ٹھہرانا۔ وقف عن الشی بمعنی "روکنا" منع کرنا۔ وقف الدار بمعنی گھر کو وقف کرنا۔ وقف الامر علی حضور فلان بمعنی "معاہدہ کو کسی کی موجودگی پر مقوف رکھنا"۔ وقف القدر بالمیقات بمعنی ہڈیا کے اوچان کو ڈوری سے کم کرنا۔ وقف علیہ بمعنی معائنہ کرنا۔ وقف فی النصرانی بمعنی گرجا کی خدمت کرنا۔ باب تعلیل وقف بمعنی "کھڑا کرنا"۔ وقف الثمن بمعنی "ذمال کے گرد لوہے کا حلقہ بنانا"۔ وقف المرأة بمعنی "عورت کو نگہن پہنانا"۔ وقف السرج بمعنی "زین درست کرنا"۔ وقف الحدیث بمعنی بیان کرنا۔ وقف القاری: بمعنی پڑھنے والے کو مقامات وقف بتانا اور سکھانا۔ وقف الجیش: بمعنی ایک دوسرے کے پیچھے کھڑا ہونا وقفت المراب یدلہا بالحناء بمعنی "عورت کا ہاتھوں کو مہندی کے رنگ سے نقطے دار کرنا۔ وقف الواہ بمعنی جانور کو ٹھہرانا۔ وقف فلانا علی ذنبہ بمعنی "باخبر کرنا" مطلع کرنا۔ واقفہ موافقہ ووافقا بمعنی "ایک دوسرے کے مقابل کھڑا ہونا۔ جب کداس کی اضافت فی الحرب او المخصوصۃ کی طرف ہو۔ باب افعال سے واقفہ بمعنی کھڑا کرنا۔ او وقف الدار بمعنی گھر کو وقف کرنا۔ او وقف الجاریۃ: بمعنی "لڑکی کے لئے نگہن بنانا"۔ او وقف عن الامر بمعنی کسی امر سے رک جانا۔ باب لفعل سے توقف فی المكان بمعنی "ٹھہرنا" توقف علی الامر بمعنی کسی امر پر ثابت قدم رہنا۔ توقف عن کذا بمعنی "روکنا" باب استعمال سے استوقفہ بمعنی "کھڑے ہونے کے لئے کہنا۔ الوقف (مصدر) بمعنی "کلمہ کو بعد کے کلام سے جدا کرنا۔

علم عروض کی اصطلاح میں "ساتویں متحرک حرف کو ساکن کرنا" نگہن لوہے کے سینک کا حلقہ کسی چیز کو راہ اللہ وقف کرنا وقف شدہ چیز پر وقف کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ الوقیفہ بمعنی "وہ شکار جو تھک کر کھڑا ہو جائے۔ التوقیف (باب تعلیل کا مصدر) بمعنی جوئے کے تیر کا نشان نگہن کی جگہ کی سفیدی جانور کی ناگوں میں نگہن جیسی دھاریاں۔ الواقف (فاعل) جمع وقوع بمعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا۔ الواقف بمعنی سستی کرنے والا لڑائی سے روکنے والا۔ الواقف الواقفہ بمعنی "ٹھہرنے کی جگہ پر وہ نشین عورت کے وہ اعضاء (ہاتھ آنکھیں) جنہیں ظاہر کئے بغیر چارہ نہیں۔ الواقفان بمعنی دُبر کے پاس کی دو رگیں۔ الواقف (مفعول) بمعنی دونوں ہاتھوں پر گول دانوں والا جانور جو جل موقف بمعنی "تجربہ کار آدمی۔ رجل موقف علی الحق بمعنی "حق کا پیروکار"۔ المیقف والمیقاف بمعنی لکڑی کی ڈوکی۔ واقف علی بمعنی "آشنا شناسا۔ وقف الحرب بمعنی جنگ بندی۔ وقف اطلاق النار بمعنی "فائر بندی"۔ وقف تنفیذ بمعنی "سنے آرڈر"۔ نقطۃ الوقف بمعنی "اسٹاپ" وقفہ بمعنی "خردار طرز" وقفیہ بمعنی "وقف کردہ جائیداد"۔ وقوف السیارات بمعنی "کار پارکنگ"۔ ایقاف بمعنی "روک تھام"۔ توقف بمعنی "ڈیڈ ایک" خاتمہ۔ موقف بمعنی "پوزیشن حالت صورت حال رول رویہ طریقہ کار" اذا ایشیشن۔ موقف التاکسی بمعنی "ٹیکسی

۱۔ دوران تسبیل ہمیں احساس ہوا کہ کتاب الوقف میں کچھ چیزیں مشن طلب ہیں اس لئے ابتداء میں ان دو صفحات (۶۷، ۶۸) میں اس کا کچھ تعارف کرا دیا گیا۔ (ایوب)

اسیئتہ۔ موقف قوام وغیرہ بمعنی "اُشاپ۔ موقف جبری بمعنی "جرا تہندانہ صورت۔ موقف حاسم بمعنی مضبوط پالیسی۔ موقف حرج بمعنی تنگین و تنہیں صورت حال نازک پوزیشن۔ الموقف الدائم بمعنی "مستقبل پالیسی۔ الموقف المراہن بمعنی "موجودہ پالیسی۔ الموقف الزائد بمعنی "رہنمایانہ کردار۔ الموقف الشی بمعنی "خراب پوزیشن۔ موقف الشاہد فی الحکمۃ بمعنی "گواہ کا گہرا۔ الموقف الشجاع بمعنی دلیرانہ کردار۔ الموقف الضعیف بمعنی کمزور پوزیشن۔ موقف عدائی بمعنی معاندانہ رویہ و طرز عمل جارحانہ روش۔ موقف عربات او مرکبات بمعنی کار اسینڈ بس اسینڈ۔ الموقف العسکری بمعنی "فوجی پوزیشن۔ الموقف العصبی یا عصبی بمعنی "نازک صورت حال۔ موقف علی و شک الانفجار بمعنی "دھماکہ خیز صورت حال۔ موقف متعادل بمعنی کمزور کردار۔ موقف متدهور بمعنی بگڑی ہوئی صورت حال۔ متعلب : بمعنی سخت رویہ۔ موقف متعاض : متعہ پالیسی۔ موقف متعنت بمعنی سرکشانہ رویہ۔ الموقف المتقلقل بمعنی غیر یقینی صورت حال۔ موقف مماثل بمعنی یکساں پالیسی۔ موقف المہادۃ بمعنی "مصالحت پسندانہ پالیسی۔ موقف واقعی بمعنی حقیقت پسندانہ رویہ۔ موقف بمعنی گرفتار معطل اریست کیا ہوا۔ مواقف : مواقف بمعنی کردار احوال معاملات حالات اقدامات۔ الموقف الانفعالیہ بمعنی منفعلانہ اقدامات۔ الموقف الزائفہ بمعنی "بے حقیقت اقدامات۔ الموقف السیرۃ بمعنی سیرت کے اہم واقعات۔ الموقف الہو جاء بمعنی تنگین اقدامات۔ موقف علی شروط بمعنی شرائط پر موقوف۔ الموقف عن الدفع بمعنی "ادائیگی روکنے والا۔ الموقف عن العمل بمعنی کام چھوڑنے والا۔

قشربیح اصطلاح شریعت میں وقف ایسے عین مال کو کہتے ہیں جسے مالک (صاحب مال) اپنی ملکیت کو روکنے اور اس کا نفع خیرات کر دے۔

(عند ابی حنیفہ کما فی الداریہ)

جب کہ صاحبین کے نزدیک "کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں روکنے کا نام وقف ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے درمیان نفس وقف پر مبنی جواز کے بارے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ کے موقف کے بموجب منفعت خیرات کرنے کو وقف کہتے ہیں اور وہ (نفع) موجود نہیں۔ لہذا جو شے موجود نہ ہو اس کا صدق کرنا صحیح نہیں ہے۔ لیکن نفس وقف کے جواز پر اختلاف کے حوالے سے مذکورہ قول صحیح نہیں ہے۔ البتہ صحیح قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے مابین وقف لازم کے بارے میں اختلاف موجود ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف لازم نہیں گو کہ وہ (وقف کرنے والا) وقف کو اپنی موت کے ساتھ مطلق کرے۔ جب کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ وقف بہر حال لازم ہے۔ مفتی یہ قول بھی سبکی ہے۔ اس بارے میں قاضی خان کا قول یہ ہے کہ بعض حضرات نے ظاہری الفاظ پر تمسک کرتے ہوئے کہہ دیا ہے کہ امام ابو حنیفہ وقف کو جائز قرار نہیں دیتے۔ حالانکہ ایسا کوئی معاملہ نہیں۔

مولانا انور شاہ کا شیری فرماتے ہیں کہ بعض علمی مباحث و استدلال ایسے ہوتے ہیں جن کی گہرائی سے عام لوگ واقف نہیں ہوتے اور اپنی ناقص فہم کی بنا پر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں امام کے نزدیک فلاں معاملہ ناجائز ہے حالانکہ ایسا واقع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مذکورہ اختلاف (نفس وقف کے جواز اور وقف لازم) سے معلوم ہوا ہے۔

الغرض بقول قاضی خان یہ (وقف) جائز ہے۔ ہمارے (احناف کے) تمام ائمہ و فقہاء احادیث صحیحہ اجماع صحابہ سے متحقق (ثابت) ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وقف علی الاطلاق لازم نہیں ہوتا۔ اس بارے میں دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق "وقف" لازم ہو جاتا ہے اور ایک روایت کی رو سے لازم نہیں ہوتا۔ متن میں دوسری روایت کو اختیار کیا گیا ہے۔

امام شافعی کا قول ہے کہ میرے علم میں دور جاہلیت میں "وقف" کا وجود نہیں تھا۔ یہ پاکیزہ وصف و خصلت اسلام سے جاری ہوئی ہے۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ میں سات بار وقف کئے تھے۔ حضرات خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وقف شدہ املاک شہرت کے عروج کو چھو رہی ہیں۔

وقف "وقف کرنے والا" موقوف یا وقف "جو چیز وقف کی گئی ہو" (اس کی جمع اوقاف ہے) "موقوف علیہم" جن لوگوں پر وقف کا وقوع ہو۔ جہت وقف جس راہ پر وقف کیا گیا ہو۔ قیہدہ شخص جو وقف پر متولی مقرر ہو۔ جیسے رفاہی اداروں کے سربراہان وغیرہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الوقف

اس میں چندہ ابواب ہیں

باب اول ☆

وقف کی تعریف و رکن سبب حکم شرائط کے بیان میں اور جن الفاظ سے وقف پورا

ہو جاتا ہے اور جن سے پورا نہیں ہوتا ہے ان کے بیان میں

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف شرع میں جس کرنا مال عین کا ملک وقف کنندہ پر اور تصدیق کرنا اس کی منفعت کا تفسیروں پر یا کسی اور وجہ خیر پر اور یہ بمنزلہ عواری کے ہے کذا فی الکافی پس یہ لازم نہ ہوگا کہ اس سے رجوع نہ کر سکے بلکہ وقف کنندہ کو اختیار ہوگا کہ وقف سے رجوع کرے اور اس مال کو فروخت کر دے یہ مضمرات میں ہے اور کسی طریقہ سے سوائے دو طریقوں کے وقف لازم نہیں ہو جاتا ہے اور دو طریقے یہ ہیں اول آنکہ کوئی قاضی اس کے لازم ہو جانے کا حکم دے دے اور دوم آنکہ خارج مخرج وصیت ہو پس یوں کہے کہ میں نے اپنے اس دار کی آمدنی کی وصیت (وقف کیا) کر دی تو ایسی صورت میں وقف لازم نہ ہوگا یہ نہایت میں ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک شرع میں وقف یہ ہے کہ مال عین کا جس کر دینا ملک اللہ تعالیٰ پر ایسی وجہ سے کہ اس مال عین کی منفعت بندوں کی طرف عود کرتی رہے پس صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے موافق وقف لازم ہوتا ہے اور مال وقف فروخت و ہبہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ وہ میراث ہو سکتا ہے یہ ہدایہ میں ہے اور عیون و غنیہ میں مذکور ہے کہ فتویٰ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول پر ہے یہ شرح فقہیہ شیخ ابوالمکارم میں ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف کرنے والے کی ملک مال وقف سے قاضی کے حکم سے زائل ہو جاتی ہے پس لازم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وقف کرنے والا متولی کو مال وقف سپرد کر دے پھر یہ حجت کر کے کہ وقف لازم نہیں ہوا ہے وقف سے رجوع کرے پس قاضی اس کے لازم ہونے کا حکم دے دے پس یہ وقف بالاتفاق لازم ہو جائے گا اگر وقف کنندہ اور متولی نے کسی کو حکم مقرر کیا اور حکم نے وقف کے لازم ہونے کا حکم دے دیا تو صحیح یہ ہے کہ حکم کے حکم سے اختلاف مذکور مرتفع نہ ہوگا یہ کافی میں ہے۔

اگر وقف کرنے والے کو اپنے وقف کے باطل کیے جانے کا خوف ہو اور اس کو قاضی سے حکم لزوم حاصل کرنا میسر نہ ہو تو وقف نامہ میں تحریر کر دے کہ اگر اس وقف کو کوئی قاضی یا کوئی والی باطل کر دے تو یہ اراضی تمام اصل اراضی مذکور مع تمام اس چیز کے جو اس میں ہے میری طرف سے وصیت ہے کہ فروخت کی جائے اور اس کا ثمن فقروں پر تقسیم کیا جائے جبکہ متداعی خراب ہو پس ایسی صورت میں وارث کو قاضی کے پاس مرافعہ کرنا اور وقف کا ابطال کرنا کچھ مفید نہ گا اور وصیت تطبیق بالشرط کو متحمل ہے یہ خلاصہ میں ہے اور ثمن

۱۔ وصیت کو مطلق کسی شرط پر کر دے تو وصیت میں کچھ فساد نہیں آیا ہے ۱۲۔ تنبیہ لزوم وقف کے یہ معنی ہیں کہ ہمیشہ اس کا غلہ و آمدنی جن نیکوؤں کے واسطے وقف کیا ہے انہیں پر صرف ہوتا رہے گا کبھی مسدود نہیں ہو سکتا ہے اور نہ فروخت اور نہ ہبہ اور نہ اس کی آمدنی میراث ہو سکتی ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اصل رقبہ میراث ہوگا یا نہیں سوا امام اعظم کے نزدیک ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نہ ہوگا لیکن امام اعظم کے نزدیک اگر کسی قاضی نے حکم دے دیا کہ یہ وقف اپنے وقف کرنے والے کی ملک سے خارج ہوا ہے تو بالا جماع وہ ملک سے بھی خارج ہو گیا ۱۲۔

الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ہمارے زمانہ میں رسم جاری ہوئی ہے کہ لوگ وقفنامہ میں فروخت کرنے والے کا اقرار اُس طرح تحریر کرتے ہیں کہ قاضیوں میں سے ایک قاضی نے اُس وقف کے لازم ہونے کا حکم دے دیا ہے تو یہ کچھ نہیں ہے اور بعض متاخرین مشائخ نے کہا کہ جب آخر وقفنامہ میں یوں تحریر کیا کہ اُس وقف کے صحیح ہونے اور لازم ہونے کا قاضیان اسلام میں سے ایک قاضی نے حکم دے دیا ہے اور قاضی کا نام نہیں لیا تو جائز ہے اور مؤلف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحیح وہی ہے جو شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ وقف کی تعلیق بموت سے وقف کرنے والے کی ملک اُس سے زائل نہ ہوگی مگر وہ بالا جماع لازم ہو جائے گا لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس مال میں کار قبہ وقف کرنے والے کی ملک یا اُس کے وارثوں کی ملک رہے گا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک دونوں میں سے کسی کی ملک نہ ہوگا جیسے اعتاق و مسجد میں ہوتا ہے یہ کفایہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ (وقف کو موت پر معلق کرنا) میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ☆

اگر وقف کو اپنی موت پر معلق کیا جائے طور کہ کہا کہ جس وقت میں مرا تو ضرور میں نے اپنا یہ مکان ان وجوہ خیر پر معلق کیا پھر مر گیا تو وقف صحیح ہو پس اگر اُس کے ترکہ کی تہائی ہو یا تہائی سے برآمد نہ ہو اتنا لازم ہو گیا اور اگر تہائی سے برآمد نہ ہو تو بقدر تہائی کے جائز ہو اور باقی ابھی باقی رہے گا یہاں تک کہ میت کا کچھ اور مال ظاہر ہو یا وارث لوگ اجازت دے دیں پھر اگر میت کا کچھ اور مال ظاہر نہ ہو اور نہ وارثوں نے اجازت دی تو اُس کا غلہ تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے ایک ایک تہائی واسطے وقف کے اور باقی دو تہائی وارثوں کے واسطے اور اگر ایسی حالت میں اپنی موت پر معلق کر کے وقف کیا کہ جب وہ مرض الموت کا مریض تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس نے حالت مرض الموت میں وقف تمیزی کر دیا یعنی اُس کو اپنی موت پر معلق نہ رکھا بلکہ کہہ دیا کہ میں نے ابھی اُس کو وقف کر دیا تو امام طحاوی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بمنزلہ تعلیق بموت کے ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ وقف بمنزلہ حالت صحت کے وقف تمیزی کے ہے پس لازم نہ ہوگا اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک تہائی سے لازم ہوگا یہ تبیین میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ جب صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ملک زائل ہو جاتی ہے تو دونوں میں یہ اختلاف ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط قول سے زائل ہو جاتی اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام مالک و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے اور مشائخ طبع اسی پر ہیں اور قیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تک وقف کر کے اُس کا متولی کر کے اُس کے سپرد نہ کر دے تب تک ملک زائل نہیں ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجیہ میں ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے پس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق مشائخ یعنی غیر مقسوم و مفرز کا وقف صحیح ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح وقف کی ولایت یعنی متولی ہونا اپنی ذات کے واسطے شرط کرنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہے اور یہی ظاہر اہل ہب ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں صحیح ہے اور اسی طرح وقف کا شرط کرنا کہ جب چاہے دوسری اراضی سے استبدال کرے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استحساناً صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ شرح نقایہ ابو الکلام میں ہے اور جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق بعد حکم قاضی کے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے موافق مجرد وقف کرنے سے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق وقف کرنے اور متولی کے سپرد کرنے کے بعد یہ عین وقفی وقف کرنے والے کی ملک سے نکل گئی تو جس پر وقف کی گئی ہے اُس کی ملک میں داخل نہ ہو

جائے کی کذا فی الکافی اور بھی مختار ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور وقف کارکن وعی الفاظ خاصہ ہیں جو وقف پر دلالت کریں یہ بحر الرائق میں ہے اور سبب وقف خواہش تقرب بجناب باری عزوجل ہے یہ عنایہ میں ہے۔ رہا حکم وقف کا سو صاحبین رحمۃ اللہ علیہا کے نزدیک یہ ہے کہ وقف مال عین اپنے وقف کرنے والے کی ملک سے خارج ہو کر اللہ تعالیٰ کی ملک حقیقی میں داخل ہوتا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف کا حکم مال عین کا محبوس ہونا اُس کے وقف کنندہ کی ملک پر اُس طرح سے کہ ایک ملک سے دوسری ملک میں منتقل نہ ہو سکے اور غلہ معدومہ کا صدقہ ہونا بشرطیکہ وقف صحیح ہو یا اس طور کہ اُس نے کہا میں نے یہ اپنی اراضی صدقہ موقوفہ موبدہ کر دی یا میں نے اپنی موت کے بعد کے واسطے اُس کی وصیت کر دی پس یہ وقف صحیح ہے حتیٰ کہ اُس کی بیچ کا مالک نہیں ہے اور نہ اُس کی میراث ہو سکتا ہے لیکن یہ دیکھا جائے گا کہ اگر اُس کے تہائی ترکہ سے برآمد ہوا تو جائز ہے اور وقف اُس میں بقدر تہائی کے ہے یہ محیط سرخی میں ہے اور ہے شرائط وقف پس از انجملہ وقف کنندہ کا عاقل ہونا چاہئے یعنی یہ سمجھتا ہو کہ وقف سے ایسا ہوتا ہے اور بالغ ہونا چاہیے پس طفل و مجنون کا وقف صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اگر ایسے طفل نے جو تصرفات سے ممنوع ہے اپنی اراضی وقف کی تو فقہیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اُس کا وقف باطل ہے لا آنکہ باجارت قاضی ہو اور فقہیہ ابو القاسم نے فرمایا کہ اُس کا وقف ہر طرح باطل ہے اگرچہ قاضی نے اُس کو اجازت دی ہو اُس واسطے کہ تبرع ہے یہ محیط میں ہے۔

از انجملہ آزادی ہے کہ وقف کنندہ آزاد ہو مسلمان ہونا کچھ شرط نہیں ہے اور اگر ذمی نے اپنے فرزند اور اُس کی نسل پر وقف کیا اور آخر میں مساکین کو داخل کیا تو جائز ہے کہ مسلمان مسکینوں و ذمی مسکینوں کو دیا جائے اور اگر اُس نے وقف میں ذمی مسکینوں کی تخصیص کر دی ہو تو جائز ہے اور نصرانی و یہودی و مجوسی سب مسکینوں پر بانٹا جائے گا لا اگر اُس نے ان میں سے کسی صنف کی خصوصیت کر دی ہو تو اسی صنف کے مسکینوں کو تقسیم ہوگا پھر اگر حسیم نے ان مسکینوں کے سوائے دوسروں کو دیا تو ضامن ہوگا اگرچہ ہمارا قول ہے کہ کفر سب ایک ملت ہے اور اگر اُس نے اپنی اولاد و اُس کی نسل پر پھر فقیروں کے واسطے وقف کیا اُس شرط سے کہ جو اُس کی اولاد سے مسلمان ہو جائے وہ خارج از صدقہ ہے تو اُس کی شرط معتبر لازم ہوگی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ جو نصرانیہ سے کسی دوسری ملت کی طرف منتقل ہو جائے تو بھی اُس کی شرط معتبر ہوگی چنانچہ امام خصاص نے صاف صریح اُس کو بیان فرمایا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ فتاویٰ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ ایک نصرانی نے اپنی زمین اپنی اولاد و اولاد اولاد کے واسطے نسل بعد نسل ہمیشہ کے واسطے وقف کی اور آخر میں واسطے فقیروں کے کر دی جیسے کہ رسم ہے پھر اُس کی اولاد میں سے بعض مسلمان ہو گئے تو ان کو بھی دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو اور وقت تصرف کے قربت ہو پس اگر مسلمان یا ذمی نے بیعہ کنبہ پر یا حربی فقیروں پر وقف کیا تو نہیں صحیح ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔

اگر ذمی نے کہا کہ اُس کی آمدنی میتوں کے کفنوں یا ان کی قبریں کھودنے میں صرف کی جائے تو یہ

جائز ہے ☆

اگر ذمی نے اپنا گھر کسی بیعہ یا کنبہ یا آتش خانہ پر وقف کیا تو باطل ہے کذا فی الحیطہ اور اسی طرح اگر اُس کی درستی یا اُس کے چراغ کے تیل کے واسطے وقف کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ بیت المقدس کی مرمت یا اُس کی روشنی کے واسطے وقف کیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ اُس کی آمدنی سے ہر سال غلام خرید کر آزاد کیے جائیں تو اُس کی شرط کے موافق جائز ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ اُس کا

۱۔ کیونکہ اُس نے کوئی شرط نہیں لگائی ہے ۱۲۔ ج کہ یہ فی ذاتہ قربت نہیں ہے اگرچہ ذمی کی نیت پر ہوا کرے ۱۲۔ ج فی الحال قربت نہیں ہے مگر جبکہ وہ حربی ہونے سے باز آئیں ۱۲۔

نملہ فلاں بیعہ پر جاری رکھا جائے پھر اگر وہ بیعہ خراب ہو جائے تو اُس کا نملہ فقیروں و مسکینوں کے واسطے ہو تو اُس کی آمدنی فقیروں و مسکینوں پر جاری رکھی جائے گی اور بیعہ مذکورہ پر کچھ خرچ نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ ابواب خیر پر وقف کیا تو ابواب خیر اُس کے نزدیک بیعوں کی عمارت یا آتش خانہ کی تعمیر اور مسکینوں پر صدقہ کرنا ہے پس ان میں سے مسکینوں پر صدقہ کرنا جاری رہے گا اور باقی باطل کیے جائیں گے یہ حاوی میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ آمدنی اُس کی میرے پڑوسیوں کو بانٹ دی جائے اور اُس کے پڑوسیوں میں مسلمان و یہودی و نصرانی و مجوسی ہیں اور آخر میں واسطے فقیروں کے کر دیا ہے تو وقف جائز ہے اور اُس کی آمدنی اُس کے پڑوسی مسلمان و نصاریٰ وغیرہ سب پر بانٹ دی جائے گی اور اگر ذی نے کہا کہ اُس کی آمدنی میتوں کے کفنوں یا ان کی قبریں کھودنے میں صرف کی جائے تو یہ جائز ہے اور اُس کی آمدنی انہی ذمیوں کے فقیروں کے کھنوں اور ان کے فقیر مردوں کی قبریں کھودنے میں صرف کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی ذمی نے اپنا دار مسلمانوں کے واسطے مسجد کر دیا اور مثل مسلمانوں کے عمارت مسجد کی اُس کی عمارت بنائی اور مسلمانوں کو اُس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی پس انہوں نے نماز پڑھی پھر مر گیا تو یہ مکان اُس کے وارثوں کے واسطے میراث ہو گا اور یہ کل اماموں کا قول ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر کسی ذمی نے اپنا مکان بیعہ یا کنیسہ یا آتش خانہ کر دیا اور یہ اپنی صحت میں کیا پھر مر گیا تو یہ اُس کے وارثوں کی میراث ہو جائے گا ایسا ہی خصاص نے اپنے وقف میں اور ایسا ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے زیادات میں ذکر فرمایا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کوئی حربی امان لے کر دار الاسلام میں آیا اور یہاں اُس نے کچھ وقف کیا تو اُس میں سے اُسی قدر جائز ہو گا جو ذمیوں سے جائز ہوتا ہے یہ حاوی میں ہے از انجملہ یہ ہے کہ وقف کرنے کے وقت وقف کرنے والے کی ملک ہو حتیٰ کہ اگر کوئی اراضی غصب کر کے وقف کر دی پھر اُس کے مالک سے اُس کو خرید اور ثمن وے دیا جو دیا ہے اُس پر مالک سے صلح کر لی تو یہ اراضی وقف نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اگر زید نے عمرو کی اراضی کسی کار خیر میں جو بیان کر دیا ہے وقف کر دی پھر اُس زمین کا مالک ہو گیا تو وقف جائز نہ ہوا اور اگر مالک نے اجازت دے دی تو ہمارے نزدیک وقف ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کے واسطے ایک اراضی کی وصیت کی پس عمرو نے اُس کو فی الحال وقف کر دیا پھر اُس کے بعد زید مرا تو یہ زمین وقف نہ ہوئی یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر کوئی زمین خریدی بدیں شرط کہ بائع کو بیع میں خیار ہے پھر اُس کو وقف کر دیا پھر بائع نے بیع کو پورا کر دیا اور اجازت دے دی تو وقف جائز نہ ہوا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر زمین اُس شرط سے کہ مجھے خیار حاصل ہے خرید کر وقف کر دی پھر اپنا خیار ساقط کر کے بیع لازم کی تو وقف صحیح ہے اور اگر کسی نے دوسرے کو اراضی ہبہ کی اور جس کو ہبہ کی ہے اُس نے اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے اُس کو وقف کیا پھر اُس پر قبضہ کیا تو وقف صحیح نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی کو بطور ہبہ فاسد کے اراضی ہبہ کی گئی پس اُس نے قبضہ کر کے وقف کر دی تو صحیح ہے اور اُس پر اُس کی قیمت واجب ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کسی نے بطور خرید فاسد کے کوئی مکان خرید کر قبضہ کر کے اُس کو فقیروں و مسکینوں پر وقف کیا تو جائز ہے اور جس پر وقف ہو جائے گا اور اُس پر اُس کی قیمت بائع کے واسطے واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اراضی مذکور پر قبضہ کرنے سے پہلے اُس کو وقف کیا تو وقف جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص نے بطریق بیع جائز کوئی اراضی خریدی اور اُس کو قبل قبضہ وقف ثمن کے وقف کر دیا تو وقف ابھی متوقف رہے گا پھر اگر اُس کا ثمن ادا کر کے اُس پر قبضہ کر لیا تو وقف جائز ہے اور اگر مر گیا اور کچھ مال نہ چھوڑا تو یہ زمین فروخت کی جائے گی اور وقف باطل کیا جائے گا اور فقیر ابو الیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر مال وقف کا کسی نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو وقف باطل ہوا اور اگر مشتری کے وقف کرنے کے بعد اُس اراضی یا مکان کا جس کو خرید کر وقف کیا شفیع آیا اور شفیع طلب کیا تو وقف باطل ہو جائے گا یہ نہر الفائق میں ہے اور وقف کے واسطے وقت وقف کے ملک ہونا شرط کیے جانے سے مسائل ذیل بھی متفرع ہوتے ہیں۔ اگر اقطاع کا وقف کیا تو اقطاع کا وقف نہیں جائز ہے لہذا جبکہ ارض موات ہو یا یہ قطعہ زمین امام کی ملک ہو پس امام نے اُس کو کسی کو عطا کیا اور اگر ارض الحوزہ کو امام نے وقف کیا تو نہیں جائز ہے اُس واسطے کہ امام اُس کا مالک نہیں ہے اور ارض الحوزہ اُس زمین کو کہتے ہیں کہ اُس کا مالک اُس کی زراعت کرنے اور اُس کا خراج ادا کرنے سے عاجز ہوا پس اُس نے امام کو دے دی تاکہ اُس کے منافع اُس خراج کے نقصان کو پورا کریں یہ بحر الرائق میں ہے اور اسی طرح اگر مرتد نے اپنے روت کے زمانہ میں اپنی مملوکہ چیز کو وقف کیا تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ اُس حالت روت پر قتل کیا گیا یا مر گیا ہو اُس واسطے کہ اُس چیز سے اُس کی ملک بزدال موقوف زائل ہو گئی تھی یہ نہر الفائق میں ہے اور اسی طرح اگر دار الحرب میں چلا گیا اور قاضی نے اُس کے چلے جانے کا حکم دے دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ اگر چہ مرتد مذکور مسلمان بھی ہو جائے تو بھی وقف مذکور جائز نہ ہوگا قال المحترم والوجہ عدم الملک التام واللہ اعلم اور اگر مسلمان مرتد ہو گیا تو اُس کا وقف باطل ہو جائے گا یہ امام خصاف نے ذکر کیا ہے کہ انی انہر الفائق اور یہ مال میراث ہو جائے گا خواہ وہ اپنی روت پر قتل کیا گیا ہو یا مر گیا ہو یا اسلام میں لوٹ آیا ہو ہاں اگر اُس نے اسلام کی طرف خود کرنے کے بعد دوبارہ وقف کیا تو جائز ہوگا جیسے کہ خصاف نے آخر کتاب میں توضیح کر دی ہے اور مرتدہ عورت کا وقف صحیح ہے اُس واسطے کہ وہ قتل نہیں کی جاتی ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر وقف کیا اپنی نسل پر پھر مساکین پر پھر مرتد ہو گیا تو اُس کا وقف باطل ہو گیا اُس واسطے کہ جہت مساکین باطل ہو گئی اور وہ اُس کی نسل پر صدقہ ہو جائے گا بغیر اُس کے کہ آخر اُس کا مساکین کے واسطے قرار دیا جائے یہ حاوی میں ہے۔ قال المحترم جم توضیح یہ ہے کہ یہ مال اُس کی اولاد پر وقف ہے پھر بعد ان کے مساکین پر صدقہ ہے اُس طرح وقف کیا پھر مرتد ہو گیا تو وقف باطل ہوا اُس واسطے کہ یہ ایسا صدقہ رہے گا کہ جو بغیر جہت مساکین ہے کیونکہ مساکین کے واسطے جو قرار دیا ہے وہ جہت باطل ہو گئی ہے فافہم اور رہا یہ کہ جس مال کو وقف کرنا چاہتا ہے اُس سے حق غیر کا تعلق نہ ہونا مثل اُس کے کہ وہ رہن نہ ہو یا اجارہ پر نہ ہو یہ شرط نہیں ہے پس اگر زمین کو دو برس کے واسطے اجارہ پر دیا پھر قتل اُس مدت گزرنے کے اُس کو وقف کر دیا تو اُس شرط سے وقف لازم ہوگا اور عقد اجارہ باطل نہ ہوگا پھر جب مدت اجارہ گزر گئی تو زمین مذکور ان جہات میں ہو جائے گی جن کے واسطے وقف کیا ہے اور اسی طرح اگر اپنی اراضی کو رہن کیا پھر تک رہن کرانے سے پہلے اُس کو وقف کر دیا تو وقف لازم ہوگا اور اُس کی وجہ سے رہن سے خارج نہ ہوگی اور اگر چند سال تک وہ مرتجئن کے پاس رہی پھر رہن نے تک رہن کر لیا تو وہ جہالت وقف کی جانب راجع ہو جائے گی اور اگر تک رہن کرانے سے پہلے مر گیا اور اُس قدر مال چھوڑا جس سے تک رہن ہو سکے تو تک رہن کرائی جائے گی اور وقف لازم ہوگا اور اگر اُس قدر مال نہ چھوڑا تو زمین مذکور فروخت کی جائے گی اور وقف باطل کیا جائے گا اور اجارہ کی صورت میں اگر مستاجر یا موجر دونوں میں سے ایک مر گیا تو اجارہ باطل ہو کر اراضی مذکور وقف ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔

از انجملہ یہ ہے کہ وقف کرنے والا بسبب سفاہت یا قرضہ کے مجبور نہ ہو چنانچہ امام خصاف نے اسی طرح مطلقاً بیان فرمایا ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر سفاہت کی وجہ سے مجبور ہونے کی حالت میں اپنے اوپر وقف کیا پھر ایسی جہت پر وقف کیا جو منقطع نہیں ہوتی ہے^(۱) تو چاہیے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح ہو اور یہی متعین کے نزدیک ہے اور اگر کسی حاکم نے اُس کے صحیح

۱ یعنی امام نے کسی کو قطعہ زمین دے دی کہ اس سے اپنی سداقات کرے ہمارے عرف میں جس کو جائیداد لیتے ہیں ۱۲۔ ۲ سفاہت بے عقلی و نادانی ۱۲۔

۳ مجبور ممنوع از تصرف ۱۲۔

(۱) ویسے یہ خبر برابر جاری ہے ۱۲۔

ہونے کا حکم دے دیا تو کل اماموں کے نزدیک صحیح ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔ از انجملہ عدم جہالت ہے یعنی جو چیز وقف کرتا ہے وہ اُس وقت مجہول نہ ہو پس اگر اپنی اراضی وقف کی اور اُس کو بیان نہ کیا تو وقف باطل ہے اور اگر اُس دار میں سے اپنا تمام حصہ وقف کیا اور اپنے سهام بیان نہ کیے تو استحساناً جائز ہے اور اگر یہ زمین یا وہ زمین وقف کی یعنی کہا کہ میں نے یہ زمین یا وہ زمین وقف کی اور وجوہ خیر بیان کر دیں تو باطل ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ امام خصاص نے فرمایا کہ اُس طرح وقف کہ میں نے کر دیا یہ مال صدقہ موقوفہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ کے لیے یا اپنی قرابت پر تو وقف باطل ہے اُس واسطے کہ اُس نے شک پر وقف کیا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اُس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ موقوفہ ہمیشہ کے لیے زید یا عمرو پر اور بعد اُس کے مساکین پر کر دیا تو یہ بھی باطل ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص کا مال جاتا رہا اُس نے کہا کہ اگر میں نے اس کو پایا تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے ☆

اگر کسی نے اپنی زمین جس میں درخت ہیں وقف کی اور اشجار مستثنیٰ کر لیے تو وقف نہیں جائز ہے اُس واسطے کہ استثناء درخت میں مع مواضع درختان مستعصم ہونے سے باقی اراضی جو وقف کرتا ہے مجہول رہے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ وقف منجز ہو یعنی کسی شرط پر متعلق نہ ہو پس اگر کہا کہ اگر میرا بیٹا آگیا تو میرا یہ دار واسطے مسکینوں کے صدقہ موقوفہ ہے پھر اُس کا بیٹا آیا تو وقف نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور خصاص نے اپنی کتاب الوقف میں فرمایا کہ اگر یوں کہا کہ اگر کل کاروز ہو تو میری زمین صدقہ موقوفہ ہے تو یہ باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے اگر تو چاہے یا پسند کرے تو وقف باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں چاہوں پس خود کہا کہ میں نے چاہا تو باطل ہے اور کہا کہ میں نے چاہا اور اُس کو صدقہ موقوفہ ردیا تو اُس کلام متصل سے وقف صحیح ہوا ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے اگر فلاں نے چاہا اور فلاں نے کہا کہ میں نے چاہا تو باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک نے کہا کہ اگر یہ دار میری ملک ہے تو صدقہ موقوفہ ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس کلام کے وقف اُس کی ملک تھا تو صدقہ وقف صحیح ہے اُس واسطے کہ موجودہ شرط سے متعلق کرنا منجزی ہوتا ہے (تخلیق نہیں ہے ۱۲) یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کا مال جاتا رہا اُس نے کہا کہ اگر میں نے اُس کو پایا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ اپنی زمین وقف کروں پھر اُس کو پایا تو اُس پر واجب ہوا کہ اپنی زمین ایسے لوگوں پر وقف کرے جن کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اور اگر ایسے لوگوں پر وقف کیا جن کو زکوٰۃ دینی نہیں جائز ہے تو وقف صحیح ہوگا مگر نذر ادا نہ ہوگی بلکہ اُس پر نذر واجب رہے گی یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر کہا کہ جب فلاں آیا یا جب میں نے فلاں سے کلام کیا تو میری یہ زمین صدقہ ہے تو اُس پر لازم آئے گا اور یہ بمنزلہ قسم و نذر کے ہے اور جب شرط پائی گئی تو اُس پر واجب ہوگا کہ زمین کو صدقہ کر دے اور وہ وقف نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک نے کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض سے مر گیا تو ضرور میں اپنی یہ زمین وقف کر گیا تو وقف نہیں صحیح ہے خواہ مرے یا اچھا ہو جائے اور اگر کہا کہ اگر میں مر گیا اُس مرض سے تو تم اُس میری زمین کو وقف کر دو تو یہ جائز ہے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ اخیر صورت میں وقف کے واسطے وکیل کیا اور توکیل کو اپنی موت پر مشروط کیا ہے اور یہ جائز ہے یہ جو ہرہ نہرہ میں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ وقف کے ساتھ اشتراط اُس کی بیع کا اور اپنی حاجت میں اُس کا من صرف کرنے کا ذکر کرے اور اگر کیا تو وقف صحیح نہ ہوگا اور یہی مختار ہے چنانچہ بزاز یہ میں مذکور ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ وقف کے ساتھ اختیار شرط نہ ہو پس اگر وقف کیا اُس شرط سے کہ مجھے خیار ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں صحیح ہے خواہ وقت معلوم ہو یا مجہول ہو اور اسی کو ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف کنندہ کے واسطے تین روز کا خیار جائز ہے یہ شرح فتاویٰ ابوالکلام میں ہے۔

اگر اُس نے کہا کہ میں نے اپنا اختیار باطل کر دیا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف مذکور مہملہ ہو کر جائز نہ ہوگا چنانچہ ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقف میں ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور نوازل میں مذکور ہے کہ اُس میں اتفاق ہے کہ اگر کسی نے (اپنا مکان مسجد بنا دیا اُس شرط سے کہ مجھے تین روز تک اختیار ہے تو مسجد ہونا جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ تا تاریخ خانیہ میں ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ تاہید ہو اور یہ شرط بالا جماع کل کے نزدیک ہے لیکن اُس کا بیان کرنا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرط نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ کافی میں ہے اور اگر کسی نے اپنا مکان ایک روز یا ایک مہینہ یا کسی وقت معلوم کو وقف کیا اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو وقف جائز ہے اور یہ وقف ہمیشہ کے واسطے ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میری یہ زمین ایک مہینہ کے واسطے وقف ہے جب مہینہ گزر جائے تو وقف باطل ہوگا تو وقف ابھی سے ہلال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باطل ہوگا اُس واسطے کہ وقف نہیں جائز ہوتا ہے لاجبکہ ہمیشہ کے واسطے ہو پس جب ہمیشہ کے واسطے ہونا شرط ہوا تو کسی خاص وقت تک کے واسطے روانہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ یہ زمین بعد میری موت کے ایک سال تک صدقہ موقوفہ ہے اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ وقف ہمیشہ کے واسطے فقیروں پر جائز ہے اُس واسطے کہ اُس میں وصیت کے یعنی موجود ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ زمین بعد میری موت کے فلاں پر ایک سال تک وقف ہے پھر جب سال گزر جائے تو وقف باطل ہے تو یہ زمین اُس کی موت کے بعد سال تک کے واسطے فلاں کی وصیت رہے گی اُس کے بعد وہ مساکین کے واسطے وصیت ہو جائے گی پس اُس کا غلہ آمدنی مساکین کو تقسیم ہوگی اور اگر کہا کہ میری یہ زمین میری موت کے بعد فلاں پر سال بھر وقف کی گئی ہے اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو فلاں مذکور کے واسطے سال بھر تک اُس کی آمدنی ہوگی اور بعد اُس کے بعد یہ اراضی وغلہ واسطے وارثوں کے ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے از انجملہ یہ ہے کہ آمدنی وغلہ حاصلات و اجرت جو کچھ ہو وہ ایسی جہت کے واسطے ہو جو کبھی منقطع نہ ہو اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرط ہے اور اگر اُس کو ذکر نہ کیا تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک وقف صحیح نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اُس کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر ایسی جہت بیان کی جو منقطع ہو جاتی ہے تو بھی وقف صحیح ہے اور بعد اُس جہت کے منقطع ہو جانے کے وہ فقیروں کے واسطے ہو جائے گی اگر چہ ان فقیروں کو بیان نہ کیا ہو اُس واسطے کہ وقف کرنے والے کا قصد یہ ہوتا ہے کہ اُس کی اجرت فقیروں کے واسطے ہو اگر چہ ان کو بیان نہ کیا پس اُس شرط کا بیان ہونا از روئے دلالت ثابت ہے یہ بدائع میں ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جو چیز وقف کی ہے وہ عقار یا دار ہو پس مال منقولہ کا وقف صحیح نہیں ہے لہذا کراخ و سلاخ کا یہ نہایہ میں ہے۔

☆ فصل

جن الفاظ سے وقف پورا ہو جاتا ہے اور جن سے نہیں پورا ہوتا ہے ان کے بیان میں

اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ محررہ موبدہ میری حالت حیات میں و بعد وفات کے ہے یا کہا کہ میری یہ زمین صدقہ محبوسہ موقوفہ موبدہ میری حیات و بعد وفات کے ہے یا موقوفہ کا لفظ نہ کہا تو سب اماموں کے نزدیک یہ وقف فقیروں پر جائز لازم ہو جائے گا یہ محیط ہے لیکن بنا بر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جب تک وہ زندہ ہے یہ اُس کی طرف سے آمدنی اراضی مذکورہ تصدیق کرنے کی نذر ہوگی پس اُس پر واجب ہوگا کہ اُس کو وفا کرے اور معنی وصیت سے اُس کو رجوع کا اختیار ہوگا اور قول یہ ہے کہ میری وفات کے بعد لیکن اگر اُس نے رجوع نہ کیا تو یہ اُس کی تہائی ترکہ سے جائز ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ موبدہ ہے تو عامہ علماء کے نزدیک جائز ہے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احتیاج سپرد کرنے کی باقی ہے اور بنا بر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آمدنی

ارضی کی تصدیق کرنے کی نذر ہوگی اور وقف کرنے والے کی ملک اپنے حال پر باقی رہے گی چنانچہ بعد اُس کے مرنے کے اُس کی طرف سے میراث ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ یا صدقہ محبوبہ یا صدقہ حبیبہ ہے اور یہ نہ کہا کہ ہمیشہ کے واسطے تو عام علماء کے نزدیک جو وقف کو جائز رکھتے ہیں وقف ہو جائے گا اُس واسطے کہ صدقہ ثابت ہوتا ہے ہمیشہ کے واسطے کہ احتمال فتح کا خیال رکھتا ہے اور امام خصاص والہ بصرہ نے فرمایا کہ وقف نہ ہوگا اُس واسطے کہ وقف متعلق بتائید ہے اور اگر کہا کہ میری یہ ارضی ساکن پر صدقہ موقوفہ ہے تو بالا جماع وقف ہو جائے گا اُس واسطے کہ ساکن کا ذکر بھی تابید کا ذکر ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ راہ خیر پر یا راہ ثواب پر یا راہ نیکی و ثواب پر ہے تو وقف جائز ہوگا یہ وجہ ہے اور اگر صدقہ کا لفظ ذکر نہ کیا لیکن وقف کا لفظ ذکر کیا اور کہا کہ میری زمین وقف ہے یا میں نے اپنی یہ زمین وقف کر دی یا میری یہ زمین موقوفہ ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقیروں پر وقف ہو جائے گی اور شیخ صدر رشید رحمۃ اللہ علیہ و مشائخ بلخ بقول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ دیتے ہیں اور ہم بھی بسبب عرف کے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔ یہ اس وقت ہے کہ اُس نے فقیروں کا لفظ بیان نہ کیا اور اگر بیان کیا اور کہا کہ یہ میری زمین فقیروں پر موقوف ہے یا وقف ہے یا میں نے وقف کی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف ہوگی اور اسی طرح ہلال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اُس وجہ سے کہ فقیروں کے کہنے کی تصریح کرنے سے احتمال جا تا رہا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ یہ موقوفہ ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ تو جائز ہے اگر چہ صدقہ کا ذکر نہ کیا اور مساکین پر صدقہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر لفظ وقف کا ذکر کیا یا اُس کے ساتھ جس کا بھی ذکر کیا تو بتا بر مختار کے اُس سے وقف ثابت ہو جائے گا اور یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یہ غیاثہ میں ہے اور اگر کہا کہ حرمت ارضی مذہبہ اوی محرمہ میں نے اپنی یہ زمین حرام کر دی یا میری یہ زمین حرام کی ہوئی ہے تو فقہ ابو جعفر نے کہا کہ بتا بر قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے یہ قول مثل موقوفہ کہنے کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ زمین موقوفہ ہے فلاں پر یا میری اولاد یا میرے قرائتی فقیروں پر حالانکہ یہ لوگ گئے

ہوئے ہیں ☆

فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ موقوفہ محرمہ حبیبہ ہے یا موقوفہ محبوبہ محرمہ ہے تو بیع نہیں کی جاسکتی اور نہ میراث اور نہ ہبہ ہو سکتی ہے اور یہ سب اسی اختلاف پر ہے یعنی اُس میں بھی اختلاف مذکور جاری ہے اور مختار دینی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو ذکر ہوا یہ غیاثہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین حبیبہ صدقہ ہے تو شیخ ابو جعفر نے فرمایا کہ چاہیے کہ یہ بمنزلہ قول صدقہ موقوفہ کے ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین موقوفہ ہے فلاں پر یا میری اولاد یا میرے قرائتی فقیروں پر حالانکہ یہ لوگ گئے ہوئے ہیں یعنی اگر شمار کے جائیں تو ان کا احصاء ممکن ہے یا قیموں پر اور اُس کی مراد اُس سے جس ارضی مذکور نہیں ہے جو در واقع وقف ہے تو وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف نہ ہو جائے گی اُس واسطے کہ اُس نے ایسی چیز پر وقف کیا جو منقطع اور ختم ہو جائے گی ہمیشہ تک نہ رہے گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک وقف صحیح ہو جائے گا اُس واسطے کہ جس پر وقف کیا ہے اُس کا ہمیشہ جاری رہنا ان کے نزدیک شرط نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ ارضی یا یہ میرا صدقہ موقوفہ ہے فلاں پر یا اولاد فلاں تو اُس کی حاصلات جب تک

۱۔ یعنی میرے قرائتی قیموں پر جو احصاء ہیں اہل ہیں ۲۔ قال المتزیم صدقہ معروف موقوفہ وقف کی ہوئی جس بندہ کر رکھنا مراد یہ ہے۔ یہ زمین فروخت و ہبہ میراث وغیرہ کسی طرح منتقل نہ ہوئی ہوگی اور جو بمعنی محبوبہ محرمہ حرام کی ہوئی میراث و ہبہ بیع وغیرہ سے حرام کی گئی ہے لیکن اس میں ایک گونا گونا احتمال ہے چنانچہ ہمارے زبان میں اُس طرح کہا تو صحت وقف کا فتویٰ نہ دیا جائے گا واللہ اعلم ۱۲۔

یہ لوگ زندہ ہیں ان کو ملے گی اور ان کی موت کے بعد وہ فقیروں پر صرف ہوا کرے گی یہ وجہ کر دہی میں ہے اور کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یا موقوفہ ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یا اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ موقوفہ ہے تو وقف ہو جائے گی خواہ پیشگی کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اسی طرح اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ بوجہ اللہ تعالیٰ یا صدقہ موقوفہ لطلب ثواب اللہ تعالیٰ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی موقوفہ بوجہ خیر و ثواب ہے تو جائز ہے گویا اس نے کہا کہ صدقہ موقوفہ ہے یہ تمہیر یہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری زمین برائے سبیل ہے پس اگر ایسے شہر میں ہو جہاں کے لوگوں میں یہ لفظ وقف کے واسطے متعارف ہے تو زمین مذکور وقف ہو جائے گی اور اگر وہاں کے لوگوں میں یہ متعارف بمعنی وقف نہ ہو تو اس سے اس کی مراد دریافت کی جائے گی پس اگر اس نے وقف کا ارادہ کیا ہو تو وقف ہو جائے گی اور اگر اس نے صدقہ کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو نذر ہوگی پس یہ زمین یا اس کا ثمن صدقہ کر دیا جائے گا دقال الحزیم ہمارے عرف میں وقف کے معنی میں نہیں ہے ہاں نذر ہو سکتی ہے اگر اس کی نیت ہو واللہ تعالیٰ اعلم اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ میں نے اس کو فقیروں کے واسطے کر دیا پس اگر اس شہر والوں میں یہ وقف کے واسطے متعارف ہو تو وقف ہوگی اور اگر وقف کے لیے متعارف نہ ہو تو اس سے دریافت کیا جائے گا پس اگر اس نے وقف کی نیت کی تو وقف ہوگی اور اگر نیت صدقہ ہو یا کچھ نہ تو صدقہ کی نذر قرار دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کہا اراضی ہذا سبیل یعنی میری یہ زمین سبیل ہے تو وقف نہ ہوگی لیکن اگر کہنے والا ایسے شہر کا ہو جہاں کے لوگ اس کلام سے وقف ابدی مع اس کے شروط کے سمجھتے ہوں تو وقف ہوگی یہ سراجیہ میں ہے اور اگر کہا کہ سہلۃ ہذہ الدار فی وجہ امام مسجد کذا عن جہت صلواتی و صیاتی تو وقف ہو جائے گا اگرچہ نماز و روزوں سے واقع نہ ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کہا کہ میرا یہ دار بعد میری موت کے سبیل ہے بظاہر مسجد ہے تو وقف صحیح ہے بشرطیکہ تہائی ترکہ سے برآمد ہوتا ہے اور اس نے مسجد کو معین کیا ہو ورنہ نہیں یہ قیہ میں ہے اور اگر کہا میں نے اپنا یہ حجرہ مسجد کے تیل کے واسطے کر دیا اور اس سے زیادہ نہ کہا تو فقیر ابو جعفر نے فرمایا کہ حجرہ مذکور مسجد پر وقف ہو جائے گا بشرطیکہ متولی کو سپرد کیا ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنے مرض میں کہا کہ میرے اس دار کی آمدنی سے ہر مہینہ دس درہم کی روٹیاں خرید کر مساکین کو بانٹ دیا کرو تو دار مذکور وقف ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے قال الحزیم ہمارے عرف میں وقف نہ ہونا چاہیے واللہ اعلم اور نوازل میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے اس چار دیواری دار باغ انگوڑ کے پھلوں کو وقف کر دیا خواہ اس وقت اس میں پھل تھے یا نہ تھے تو باغ مذکور وقف ہو جائے گا اور اس طرح اگر کہا کہ میں نے اس کی حاصلات وقت قرار دی تو وقف ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے اپنی موت کے بعد وقف کیا یا وصیت کی کہ وقف کرو میری موت کے بعد تو صحیح ہے اور یہ وقف تہائی ترکہ سے ہوگا یہ تہذیب میں ہے اور وقف ہلال رحمۃ اللہ علیہ پس مذکور ہے کہ اگر وصیت کی کہ میری تین تہائی بعد میری وفات کے اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ کے لئے ہے تو یہ اس کی وصیت فقیروں پر وقف کی ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میرا تہائی مال وقف ہے اور اس سے زیادہ نہ کہا تو شیخ ابونصر نے فرمایا کہ اگر مال اس کا نقد ہو تو وقف باطل ہے اور اگر اراضی ہو تو وقف فقیروں پر جائز ہوگا اور بعض

۱۔ قلائد یا اولاد یا فقراء قرابت پر وجہ مذکور ۱۲۔ ۲۔ قال الحزیم بوجہ اللہ علی قولہا اذ ایاتی ما ذکرہ علی قولہ فللیا ۱۲۔ ۳۔ سبیل کر دیا میں نے یہ دار ۱۲۔ وچہ امام مسجد فلان از جانب نماز ہائے دروازہ ہائے خلیفہ قال الحزیم اگر یہی مراد ہے تو خیر ورنہ یہ سرکہ محارہ ہوگا ہمارے عربیت سے متعارف نہیں ہے دقال الحزیم اور شاید توجیہ حجت وقف شخص لفظ سبیل ہے ولعلہ مکان عرف مصر نہ اسکندر چہ نو اتی فللیا ۱۲۔ ۴۔ شاید یہ شرط خارج اختیار مذہب امام محمد کے ہے واللہ اعلم ۱۲۔ ۵۔ وقف جائز ہوگا اور فقیروں پر قرار دیا جائے گا ۱۲۔

نے فرمایا کہ فتویٰ اُس پر ہے کہ بدون بیان مصرف کے یہ وقف جائز نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے تو صدقہ کر دینے کی نذر ہوگی حتیٰ کہ اگر عین اُس زمین کو صدقہ کیا یا اُس کی قیمت صدقہ کر دی تو نذر ادا ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنی اُس زمین کو مسکینوں پر صدقہ کیا تو وقف نہ ہوگی بلکہ یہ نذر ہے کہ اُس عین اراضی یا اُس کی قیمت کا صدقہ کرنا اُس پر واجب آیا پس اگر اُس نے ایسا کر دیا تو نذر کے عہدہ سے نکل گیا ورنہ اُس کی موت کے بعد وہ میراث ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور قاضی اُس کو صدقہ کرنے پر مجبور نہ کرے گا جیسے نذر ادا کرنے پر مجبور نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ بمنزلہ نذر کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین نیکی و ثواب کی راہوں پر صدقہ ہے تو یہ وقف نہیں ہے بلکہ نذر ہے کذا فی الظہیر یہ ایک نے کہا کہ میں نے اپنے اُس دار کا غلہ آمدنی واسطے مسکینوں کے کر دی تو یہ آمدنی کے صدقہ کرنے کی نذر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنا یہ دار واسطے مسکینوں کے کر دیا تو یہ عرف میں دار مذکور کے مسکینوں پر صدقہ کرنے کی نذر ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور اگر کہا کہ صدقہ ہے کہ فروخت نہ کیا جائے تو صدقہ کی نذر ہے وقف نہیں ہے اور اگر زیادہ کر کے کہا کہ اور بہت نہ کیا جائے گا ورنہ میراث ہو جائے گا تو مسکینوں پر وقف ہو جائے گا کذا فی البحر الرائق میں ہے۔

باب دوم:

جس کا وقف جائز ہے اور جس کا نہیں جائز ہے

وقف مشاع کے بیان میں عقار مثل اراضی و مکانات و دوکانات کا وقف جائز ہے یہ حاوی میں ہے اور اسی طرح متغولات میں سے جو اُس عقار کی جمعیت میں ہوں اُن کا وقف بھی بالجمع جائز ہو جائے گا مثلاً کسی اراضی کے ساتھ کارکن غلام و نبل و آلات کاشت کاری وقف کیے تو سب وقف ہو جائیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے اور امام خفاف نے فرمایا کہ اگر کوئی زمین وقف کی اور اُس کے ساتھ غلام و نبل و آلات ہوں تو ان کو بیان کر دے اور ان کی تعداد بیان کر دے اور ان کی تعداد بیان کرے اور اسی طرح اگر اُس کے ساتھ نبل ہوں تو ان کو بیان کر دے اور ان کی تعداد بیان کرے اور چاہے کہ صدقہ میں شرط کر دے کہ رقیقوں و بیلوں کا نفقہ اُس زمین کی آمدنی سے ہوگا اور یہ شرط کرے تو اُس زمین کی آمدنی میں ان کا نفقہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اسعاف میں ہے کہ اگر ان کا نفقہ اُس زمین کی آمدنی و حاصلات سے شرط کیا پھر بعض ان میں سے بیمار ہوئے تو وہ اپنے نفقہ کا اُس زمین کی حاصلات سے مستحق ہوگا اور برابر ان کا نفقہ اُس کی حاصلات سے ان پر برابر جاری رہے گا جب تک وہ زندہ ہیں اور اگر اُس نے یہ کہا کہ اُس زمین میں ان کے کام پر ان کا نفقہ اُس کی حاصلات سے ہو تو جو رقیق ان میں سے کام سے بے کار رہا اُس کو حاصلات زمین سے نفقہ نہ ملے گا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر رقیق کام سے ضعیف ہو گیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ اُس کو فروخت کر کے اُس کے ثمن سے دوسرا خریدے جو بجائے اُس کے کام کرے پھر اگر اُس کے ثمن سے دوسرا غلام نہ ملا اور چاہا کہ اُس کے ثمن میں حاصلات زمین سے کچھ بڑھا کر دوسرا غلام خریدے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اسی طرح جو جانور و آلات زراعت کہ اراضی کے ساتھ وقف کیے گئے اور ان میں سے کوئی نکلا ہو تو بجائے اُس کے دوسرا قائم کرنے کے واسطے بھی یہی حکم ہے اور جو شخص صدقہ کا متولی ہو وہ ایسا کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر غلامان وقف میں سے کوئی قتل کیا گیا اور اُس کی دیت وصول کر لی گئی تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اُس دیت سے بجائے اُس کے دوسرا خریدے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اسعاف میں مذکور ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے جنایت کی اور ولی جنایت دعویٰ دار ہو تو اُس غلام مجرم کو دینے یا اُس کا فدیہ دینے دونوں میں سے جو بات بہتر ہو وہ متولی پر واجب ہے اور اگر اُس نے غلام کے فدیہ میں جرمانہ جنایت سے زائد مال دیا تو زائد میں

مطلوع قرار دیا جائے گا پس اپنے مال سے اس کا ضامن ہوگا اور اگر جن لوگوں پر وقف ہے انہوں نے اس غلام جرم کنندہ کا فدیہ ادا کر دیا تو وہ مطوع ہوں گے اور غلام مذکور جس طرح وقف میں کام کرنے کے واسطے تھا ویسا ہی باقی رہے گا یہ بحر الرائق میں ہے اور مال منقول کے وقف بالمقصود میں دو صورتیں ہیں اگر یہ مال منقول کراخ یا سلاح ہو تو وقف جائز ہے اور اگر سوائے ان کے ہو تو پھر دو صورتیں ہیں کہ اگر یہ ایسی چیز ہو جس کے وقف کرنے کا تعارف جاری نہیں ہے جیسے کپڑے و حیوانات تو ہمارے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر اس کا وقف متعارف ہو جیسے آ رہ و بسولا جنازہ و جنازے کے کپڑے اور دیگر چیزیں جن کی حاجت پڑتی ہے مثل ظرف و دیگر واسطے غسل میت کے و مصاحف وغیرہ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ نہیں جائز ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جائز ہے اور ائمہ مشائخ جن میں سے امام سرخسی بھی ہیں اسی طرف گئے ہیں کذا فی الخلاصہ اور یہی مختار ہے اور فتویٰ بھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے یہ شمس الائمہ حلوائی نے بیان فرمایا ہے کذا فی مختار الفتاویٰ اور اگر جنازہ و ملات و مختسل جس کو فارسی میں حوض مسین کہتے ہیں ایک محلہ میں وقف کیا پھر اس محلہ والے سب کے سب مر گئے تو وقف کرنے والے کے وارثوں کو واپس نہ دیا جائے گا بلکہ اس محلہ سے جو جگہ سب سے قریب ہو وہاں منتقل کر دیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر مصحف کو اہل مسجد پر وقف کیا کہ اس کو پڑھا کرتے یا حفظ کرتے ہیں تو جائز ہے اور اگر مسجد پر وقف کیا تو بھی جائز ہے اور اسی مسجد میں پڑھا جائے گا اور بعض مقام پر مذکور ہے کہ اسی مسجد پر مقصود نہ ہوگا یہ وجہ کروری میں ہے اور لوگوں نے کتابوں کے وقف میں اختلاف کیا ہے اور فقہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جائز نکالا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے جانور سواری کی پیٹھ یعنی سواری لیٹا اس کی پشت پر اور اپنے غلام کی کمائی کی آمدنی مسکینوں میں وقف کی تو ہمارے علماء کے قول میں نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک گائے وقف کی اس شرط پر کہ اس کا دودھ و گھی و منار اہی مسافروں کو دیا جائے پس اگر ایسے مقام پر ہو جہاں کے لوگوں میں یہ متعارف ہے تو جائز ہوگا جیسے سقایہ کا پانی جائز ہوتا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور بتل یا بکرہ وغیرہ ز جانور کا اس واسطے وقف کرنا کہ اس سے مادہ کا بھن کرانی جایا کریں نہیں جائز ہے یہ قیہ میں ہے اور واقعات میں مذکور ہے کہ بلال بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وقف میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر کسی نے فقط عمارت کو بدون اصل کے وقف کیا تو نہیں جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرح وقف دار بدون عقار نہیں جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ محیط میں ہے۔ وقف عمارت کا ایسی زمین میں جو عارت پر بنی یا اجارہ پر ہے نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور خصاف نے بیان فرمایا کہ بازار کی دکان کا وقف جائز ہے بشرطیکہ زمین اجارہ پر ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہو جنہوں نے ان دکانوں کو بنایا ہے کہ سلطان ان کے ہاتھ سے نکال نہ سکتا ہو اور اس سے ثابت ہوا کہ جو عمارت کہ زمین متحرکہ میں ہو اس کا وقف جائز ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔ اگر قطعہ زمین وقف کی ہوئی میں کسی نے عمارت بنائی اور اس کو اسی جہت پر وقف کیا جس پر یہ قطعہ زمین وقف ہے تو اس کی طبیعت میں اس کا وقف بھی بلا خلاف جائز ہوگا اور اگر قطعہ مذکورہ کی جہت وقف کے سوائے دوسری جہت پر وقف کیا تو اس کے جواز میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہ ہوگا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر کوئی درخت جمایا پھر اس کو وقف کر دیا پس اگر اس کو ایسی زمین میں لگایا گیا ہے جو وقف کی ہوئی نہیں ہے اور اس درخت کو مع اس کے موضع زمین کے وقف کیا یا جتنی زمین پر اس کا قیام ہے تو زمین کی جمعیت میں بحکم اتصال کے یہ درخت بھی وقف ہو جائے گا اور اگر فقط درخت کو بدون اصل زمین کے وقف کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر وقف کی زمین میں لگایا ہے تو اگر اسی جہت پر وقف کیا جس پر یہ زمین وقف ہے تو

۱۔ مطوع بترع و احسان کنندہ ۱۲۔ یعنی عقار کے تابع کر کے نہیں بلکہ مقصود ہی منقول کا وقف کرتا ہے ۱۳۔ بلکہ دوسری مسجد میں پڑھا جائے ۱۴۔ قال المرحوم جم قولہ لوگوں نے یعنی اہل علم نے اور شاید مؤلف کے نزدیک یہ اختلاف بعید ہے لہذا لوگوں سے اس لفظ کی تعبیر کی ۱۵۔ بشرطیکہ موضع زمین اس کی ملک ہو ۱۶۔

جائز ہے جیسے عمارت میں جائز ہے اور اگر اس جہت کے سوائے دوسری جہت پر وقف کیا تو اس میں بھی ویسا ہی اختلاف ہے جیسا عمارت میں مذکور ہوا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر درہم یا کیلی چیزیں یا کپڑے وقف کیے تو نہیں جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ جہاں اس کا رواج ہو وہاں جواز کا فتویٰ دیا جائے گا ☆

رباط کے کام کاج کے واسطے غلام و باندیوں کا وقف کرنا جائز ہے اور اگر حاکم نے اس وقف کی باندیوں کا نکاح کر دیا تو جائز ہے اور اگر اس کا غلام بیاہ دیا تو نہیں جائز ہے اس واسطے کہ غلام پر مہر و نفقہ لازم ہو جائے گا اور اگر وقف کے غلام کو وقف کی باندی سے بیاہ دیا تو نہیں جائز ہے یہ وجہ کر دہری میں ہے اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ بدون ان کے عین تلف کرنے کے ان سے انتفاع نہیں حاصل ہو سکتا ہے جیسے کھانے و پینے کی چیزیں، سونا چاندی وغیرہ تو عام فقہاء کے نزدیک نہیں جائز ہے اور مراد چاندی و سونے سے درہم و دینار ہیں اور جو زیور نہ ہو یہ بیع القدر میں ہے اور اگر درہم یا کیلی چیزیں یا کپڑے وقف کیے تو نہیں جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ جہاں اس کا رواج ہو وہاں جواز کا فتویٰ دیا جائے گا تو دریافت کیا گیا کہ کیونکر تو فرمایا کہ درہم فقیروں کو قرض دیے جائیں گے پھر ان سے وصول کر لیے جائیں گے یہ مضاربہ پر دیے جائیں گے اور ان کا نفع صدقہ کیا جائے گا اور گہوں فقیروں پر قرض دیے جائیں گے کہ اس سے زراعت کریں پھر ان سے لے لیے جائیں گے اور کپڑے و لباس فقیروں کو دیے جائیں گے کہ اپنی ضرورت کے وقت ان کو پہنیں پھر ان سے لے لیے جائیں گے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور نہیں صحیح ہے وقف ادویہ کا لا جب کہ اس نے کہا کہ فقیروں و توغروں سب پر تو جائز ہو اور توغروں فقیروں کی جمعیت میں داخل ہو جائیں گے یہ معراج الدرایہ میں ہے اور ناظمی نے کہا کہ اگر مسجدوں کی اصلاح کے واسطے مال وقف کیا تو جائز ہے اور اگر پلوں کے بنانے و راستوں کی درستی اور قبروں کے کھودنے اور مسلمانوں کے لیے سقایہ کاروں یا مسلمان مردوں کے واسطے کفن خریدنے کے لیے وقف کیا تو نہیں جائز ہے اور فتویٰ اس پر دیا جائے کہ جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مصلحت اس بیان سے ان چیزوں کا بیان ہے جو بدون ذکر کے داخل ہو جاتی ہیں اور جو ذکر ہی سے داخل ہوتی ہیں۔ امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الوقف میں بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی نے اپنی مکت میں اپنی اراضی بعض وجوہ پر جن کو بیان کیا ہے وقف کی اور بعد ان وجوہ کے فقرا پر وقف بیان کیا تو اس وقت میں جو عمارات و درختان خرما و دیگر اشجار ہوں گے سب داخل (بیان ۱۲) ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے اور خصاف بیان کر دیا ہے کہ درختوں کے وقف کرنے میں جو پھل اس پر اس وقت موجود ہیں وہ داخل نہیں ہو جاتے ہیں اور یہی اکثر شارح کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ غیابہ میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنی یہ زمین مع اس کے حقوق و تمام اس چیز کے جو اس میں یا اس سے ہے صدقہ موقوفہ کر کے وقف کی حالانکہ وقف کے روز اس اراضی کے درختوں میں پھل موجود ہیں تو ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ احتساباً اس پر لازم ہے کہ ان پھلوں کو فقیروں و مسکینوں پر صدقہ کر دے نہ بطور وقف کے بلکہ بطور نذر کے پھر اس کے بعد جو پھل اس میں پیدا ہوں گے وہ انہیں وجوہ پر صرف کیے جائیں گے جن کو اس نے وقف میں بیان کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے بعد میری وفات کے اس وجہ پر کہ جو اللہ تعالیٰ اس کی حاصلات و پیداوار فرمادے وہ واسطے عبد اللہ کے ہے پھر وقف کرنے والا مرا اور حال یہ ہے کہ اس اراضی کے درختوں میں پھل موجود ہیں تو فرمایا کہ یہ پھل عبد اللہ کے واسطے نہ ہوں گے اس واسطے کہ اس کے لیے اب وقف واجب ہوا ہے پس ایسا ہو گیا کہ اس نے ایک زمین وقف کی جس کے درختوں میں پھل موجود ہیں پس وصیت وقف میں

جو پھل موجود ہیں داخل نہ ہوں گے پھر مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُس مقام پر یہ موجود پھل بدلیل قیاس اُس کے وارثوں کے ہوں گے اور استحسان یہ ہے کہ فقیروں پر صدقہ کر دیے جائیں اور ہم استحسان ہی کو اختیار کرتے ہیں اور فقیر ابو جعفر نے فرمایا کہ اگر وقف کرنے والوں کے الفاظ اسی قدر ہوں جو بیان ہوئے ہیں تو قیاس و استحسان ہر دلیل سے یہ پھل وارثوں کے ہونے چاہیے ہیں اُس جہت سے کہ اُس نے وقف کو اپنی وفات کے بعد پر رکھا ہے پس زمین کو اُس کی حیات میں وقف نہیں ہوئی اور جب ایسا ہے تو جو پھل پیدا ہوئے ہیں وہ میت کی ملک پر پیدا ہوئے ہیں پس یہ اُس کے وارثوں کی ملک ہوں گے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر کوئی زمین وقف کی اور اُس میں زراعت ہے تو وہ وقف میں داخل نہ ہوگی خواہ زراعت کے واسطے قیمت ہو یا نہ ہو یہ مضمرات میں ہے اور فقیر ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے خصاف نے فرمایا کہ اگر اُس اراضی میں بقول (ساگ بات ۱۳) یا پھل پھول خوشبودار ہوں تو وہ وقف میں داخل نہ ہوں گے اور اگر اُس میں نرکل وغیرہ خلاف ہوں تو جوان میں سے ہر سال کا کاٹے جاتے ہیں وہ داخل نہ ہوں گے اور جو ایسے ہیں کہ ہر دو برس یا تین برس بعد کاٹے جایا کرتے ہیں وہ داخل ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے اور اسی طرح جو زمانہ آئندہ میں پیدا ہوں و پھلیں وہ داخل وقف ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور رطاب میں سے جو رطبہ اُگا ہوا ہو وہ وقف کرنے والوں کا ہوگا اور جو اسی کے اصول و جزیں ہیں وہ وقف میں داخل ہوں گے اسی طرح ہاونجان و قطن (دلایق بین ۱۳) ہے لیکن اگر روٹی کے درخت ہر سال جھاڑے جاتے ہوں تو وقف میں داخل نہ ہوں گے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ پیاز نرگس و زعفران وقف میں داخل ہوں گے اور عیشکر نہیں داخل ہوں گے اور گلاب و یاسمین و چنبیلی کے درخت زمین کی وقف میں داخل ہو جائیں گے یہ ذخیرہ میں ہے لیکن گلاب اور چنبیلی اور برگ (پھول ۱۲) حنا وقف کرنے والے کے ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میری زمین فقیروں پر صدقہ موقوفہ ہے اور اُس زمین کے حصہ پانی اور راستہ کا ذکر نہ کیا تو استحساناً اُس کا حصہ پانی اور راستہ داخل ہوگا ☆

اگر ایسی زمین وقف کی جس میں کھجی گڑی ہے تو وہ کھجی داخل وقف ہوگی خواہ کھجی ہو یا ہاتھ کی کھجی ہو اور اسی طرح کنویں کے چرخ داخل ہوں گے اور چرس داخل نہ ہوں گے یہ محیط میں ہے اور حمام کے وقف میں دیکھیں داخل ہوں گی اور وہ مقام بھی جہاں اُس کا گوبر در اکھ ڈالی جاتی ہے اور پانی بہنے کی نالی جو زمین مملوکہ میں ہو اور راستہ آمد و رفت کا داخل نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میری زمین فقیروں پر صدقہ موقوفہ ہے اور اُس زمین کے حصہ پانی اور راستہ کا ذکر نہ کیا تو استحساناً اُس کا حصہ پانی اور راستہ داخل ہوگا اُس واسطے کہ زمین اسی واسطے وقف کی جاتی ہے کہ اُس سے پیداوار و حاصلات ملے اور یہ بدون پانی و راستہ کے نہیں ہو سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور دار کے وقف میں اگر اُس طرح بیان نہ کیا کہ دار مع اپنے حقوق کے اور نہ یہ ذکر کیا کہ سب قلیل و کثیر کے ساتھ جو اُس وار کے واسطے اُس میں یا اُس سے اُس کے حقوق سے ہے تو وہی چیزیں داخل ہوں گی جو دار کی بیع میں بدون بیان کے داخل ہو جاتی ہیں اور دوکان کے وقف میں وہ چیزیں داخل ہوں گی جو ان کے بیع کرنے میں داخل ہو جاتی ہیں اور ولس (ذو شتاب ۱۲) بنانے والوں کے خم اور چڑا کمانے والوں کی دیکھیں وقف میں داخل نہ ہوگی خواہ یہ عمارت میں جمی ہوں یا نہ جمی ہوں یہ ذخیرہ میں ہے۔

فتح نصیر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنا دار وقف کیا جس میں مہمات ہیں یعنی ایسے کھتر ہیں جو از جاتے ہیں اور پھر چلے آتے ہیں تو فرمایا کہ دار کے وقف میں پالو کھتر داخل ہو جاتے ہیں چنانچہ فتاویٰ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ اگر کھتروں کے برج وقف کیے تو مجھے امید ہے کہ جائز ہو اُس واسطے کہ کھتر اگر چہ مال منقولہ میں سے ہیں۔ لیکن وہ اُس مکان وقف کی

تبعیت میں داخل ہو جائیں گے جیسے اگر کوئی زمین مع ان چیزوں کے جو اس میں بیلوں وغلاموں سے وقف کی تو بیلوں وغلاموں کا وقف جائز ہے اور اسی طرح اگر ایسا مکان وقف کیا جس میں شہد کی مکھوں کے چھتے ہیں تو جائز ہے اور شہد کی مکھیاں تابع مکان و شہد کے ہو جائیں گی اور واضح ہو کہ یہاں تابع وقف ہو جانے کی تاویل اسی طرح واجب ہے کہ مراد یہ کہ مکان کو مع شہد کی مکھوں کے جو اس میں ہیں یا کبوتروں کے برجوں کو مع ان کبوتروں کے جو اس میں ہیں وقف کیا جیسے زمین کی صورت میں ہے کہ زمین کو مع اس کے بیلوں و غلاموں کے وقف کیا یہ محیط میں ہے۔

فصل ☆

وقف مشاع کے بیان میں

قال المحترّم جم: مشاع سے مراد یہ ہے کہ تمام میں وقف پھیلا ہوا ہو متقسم و متعین کسی حصہ میں نہ ہو اور واضح ہو کہ محتمل قسمت یا لفظ قابل تقسیم سے یہ مراد ہے کہ بعد تقسیم کے اس سے وہی فائدہ ہو سکے جو قبل بانٹنے کے حاصل تھا اور غیر قابل تقسیم سے یہ مراد ہے کہ بعد تقسیم کے وہ فائدہ جو قبل تقسیم کے حاصل تھا حاصل نہ ہو سکے قاضی اب ہم بیان کتاب کو شروع کرتے ہیں۔ جو چیز کہ غیر قابل تقسیم ہے اگر اس میں اسے کوئی حصہ وقف کیا جو تقسیم کیا ہوا سب طرح علیحدہ نہیں ہے بلکہ یہ حصہ تمام میں مشاع ہے تو یہ وقف بلا خلاف جائز ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر آدھا حمام وقف کیا تو وقف جائز ہے اگر چہ مشاع ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ جو چیز قابل تقسیم ہے اس میں وقف مشاع (غیر مشوم و غیر معین) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اسی کو مشائخ بخارا نے لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجہ میں ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور متاخرین مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور یہی مختار ہے یہ خزانہ المفتین میں ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ غیر مقسوم کو مسجد یا مقبرہ کر دینا مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ ایسی چیز ہو جو قابل تقسیم ہے یا ایسی ہو جو قابل تقسیم نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی قاضی نے غیر مقسوم وقف کے صحیح ہونے کا حکم دے دیا تو اس کا حکم نافذ ہو جائے گا اور وہ اتفاقی ہو جائے گا جیسے اور مسائل مختلفہ میں حکم ہے یہ شرح نفاہ ابو الکلام میں ہے۔ پھر جو چیز قابل تقسیم ہے اس میں مشاع وقف کے صحیح ہو جائے گا کسی قاضی نے حکم دیا یا پھر بعض شریکوں نے درخواست کی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بؤارہ نامنظور نہ ہوگا ہاں وہ لوگ باری باری مقرر کر لیں اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہا کے نزدیک بؤارہ کر دیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اس امر پر اتفاق ہے کہ اگر کل چیز وقف ہو اور بعضوں نے یا سب نے بؤارہ چاہا تو تقسیم نہ کی جائے گی اور نیز باری بھی نہیں کر سکتے ہیں یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر عقار میں دو شریک ہوں پھر ایک نے اپنا حصہ وقف کیا تو خود ہی اپنے شریک سے بؤارہ کرے اور اس کی موت کے بعد اس کے وصی کو بؤارہ کرانے کا حق پہنچتا ہے اور اگر اس نے اپنے عقار میں سے نصف کو وقف کر دیا تو اس سے بؤارہ کرانے والا قاضی ہوگا یا یہ باقی اپنا حصہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دے پس مشتری اس سے بؤارہ کرالے گا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر دو شخصوں کے درمیان ایک اراضی مشترک ہے پس ہر ایک نے اپنا حصہ ایک قوم پر جو معلوم ہیں وقف کر دیا تو یہ جائز ہے اور دونوں کو اختیار ہوگا کہ باہم اس زمین کا بؤارہ کریں پس ہر ایک اپنا اپنا حصہ جو وقف کیا جدا کر کے اپنے قبضہ میں رکھے گا جس کا خود متولی ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کل

۱۔ قال المحترّم جم وجوب یہ ہے کہ یہ چیزیں اس کے تابع یعنی حقوق وغیرہ کے نہیں ہیں کہ بلا ذکر داخل ہو جائیں جیسے جمع میں ہو جانا پس یہ مراد ہے کہ وقت منقول نہیں جائز ہے مگر بالجمع ۱۲۔ ۲۔ خواہ اصل کے شریک یا جن پر وقف کیا گیا ہے ۱۲۔ ۳۔ اراضی یا مکان وغیرہ غیر منقول ۱۲۔

کو وقف کر دیا پھر اُس میں سے ایک جزو کا^۱ کوئی شخص مستحق ثابت ہوا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باقی کا وقف باطل ہو گیا اُس واسطے کہ وقف کے وقت شیوع موجود تھا اور اگر اُس میں سے نصف غیر معین کا کوئی مستحق ثابت ہوا تو باقی کا وقف باطل نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنی تمام اراضی وقف کر دی پھر اُس میں سے کسی جزو معین کا کوئی مستحق ثابت ہوا اور قاضی نے مستحق کے واسطے نصف کا حکم دے دیا اور باقی نصف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بحال خود وقف رہی تو وقف کرنے والوں کو اختیار ہوگا کہ مستحق سے بزارہ کرے یہ محیط میں ہے۔ پھر واضح ہو کہ بنا بر قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اگر ایک اراضی دو شخصوں میں مشترک ہو پس دونوں نے اُس کو صدقہ موقوفہ خواہ مسکینوں پر یا جن راہ خیر پر وقف جائز ہے ان میں سے کسی راہ پر وقف کر دیا اور دونوں نے اُس کو قیم کے سپرد کر دیا جو اُس کے امور کی پرداخت پر قائم رہتا ہے تو یہ جائز ہے اُس واسطے کہ امام محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک وہ شیوع جواز وقف سے مانع ہے جو قبضہ کے وقت ہو یا وہ شیوع جو عقد کے وقت ہو اور اُس صورت میں شیوع کسی وقت پر نہیں پایا گیا نہ وقت وقف کے کیونکہ دونوں نے زمین کو ساتھ ہی وقف کیا ہے اور نہ وقت سپردگی قیم کے کیونکہ دونوں نے اُس کو ساتھ ہی سپرد کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اسی طرح اگر ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ علیحدہ وقف کیا اور صدقہ موقوفہ مسکینوں پر کر دیا اور دونوں نے ایک ہی قیم کو مقرر کیا پس قیم مذکور نے دونوں کے حصہ پر ایک ساتھ یا جدا جدا قبضہ کر لیا تو بھی روا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے ساتھ ہی دو شخصوں کو متولی مقرر کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الوجیز اور اسی طرح اگر وقف کی جہت مختلف ہو مثلاً ایک نے اپنی اولاد پر نسلًا بعد نسل وقف کیا اور کہا کہ جب یہ لوگ کوئی نہ رہیں تو مساکین پر وقف ہے اور دوسرے نے حج پر کہ اُس سے ہر سال حج کیا جائے پھر دونوں نے ساتھ ہی ایک متولی کو سپرد کی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر وقف کرنے والا ایک ہی ہو پس اُس نے آدمی غیر مقسوم و معین فقیروں و مسکینوں پر وقف کی اور باقی نصف دوسرے امر پر وقف کی تو بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر قبضہ کرانے کے وقف جائز ہے پس غیر مقسوم کو وقف بھی روا ہے ☆
اگر متولی نے دونوں میں سے ایک کے حصہ پر قبضہ کیا اور دوسرے کے حصہ پر قبضہ نہ کیا تو وقف صحیح نہ ہوگا حتیٰ کہ جس کے حصہ پر قبضہ کیا ہے اُس کو اُس سے رجوع کرنے کا اختیار ہوگا کہ واپس لے کر دیا ہے اُس کو فروخت کر دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو شریکوں میں سے ہر ایک نے نصف زمین مشاع غیر مقسوم حالت میں صدقہ موقوفہ کر دی اور ہر ایک نے اپنے وقف کے واسطے جدا جدا دو متولی مقرر کیے تو جائز نہیں ہے کیونکہ وقت عقد کے شیوع پایا گیا ہے اُس واسطے کہ ہر ایک علیحدہ عقد کا مباشر ہوا ہے اور وقت قبضہ کے بھی شیوع نہ ممکن تھا اُس لیے کہ ہر ایک متولی نے نصف مشاع پر قبضہ کیا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے متولی سے قبضہ کے وقت کہا کہ تو میرے حصہ پر حج میرے شریک کے حصہ کے قبضہ کر تو وقف جائز ہوگا اور یہ سب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ان سب صورتوں میں وقف جائز ہے اُس واسطے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر قبضہ کرانے کے وقف جائز ہے پس غیر مقسوم کا وقف بھی روا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے مکان یا زمین سے ہزار گز وقف کیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے پس تمام دار یا زمین ٹاپا جائے گا پس اگر وہ ہزار گز یا کم نکلا تو سب وقف ہوگا اور اگر دو ہزار گز ہو تو اُس میں سے نصف وقف ہوگا اور اگر ڈیڑھ ہزار گز نکلا تو دو تہائی حصہ وقف ہوگا اور اگر اُس میں سے بعض ٹکڑے میں درختان خرباہوں اور بعض میں نہ ہوں تو وقف کے واسطے درختان خرباہ سے حصہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک زمین سے ایک جریب مشاع وقف کی پھر تقسیم واقع ہوئی اور بزارہ میں وقف میں ایک جریب سے کم پڑا اُس وجہ سے کہ وقف کے ٹکڑے کی زمین عمدہ تھی پس

دوسرے ٹکڑے کے گزروں یعنی رقبہ میں بڑھا دیا گیا ہے یا اس کے برعکس واقع ہوا تو جائز ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنا حصہ اس دار میں سے وقف کر دیا اور یہ تمام دار کی تہائی ہے پھر پیچھے اس کا حصہ اس تمام دار کا آدھا یا دو تہائی نکالا تو یہ سب وقف ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر زمینیں و مکانات دو شخصوں میں مشترک ہوں پھر ان میں سے ایک نے اپنا حصہ وقف کر دیا پھر چاہا کہ اپنے شریک سے بڑا کرے اور تمام وقف کو ایک زمین یا ایک دار میں مجتمع کر دے تو قیاس قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و شیخ ہلال رحمۃ اللہ علیہ میں یہ جائز ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر دو شخصوں میں ایک زمین مشترک ہے پس ایک نے اس میں سے اپنا حصہ وقف کر دیا ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے پھر اگر وقف کرنے والے نے اپنے شریک سے بڑا کر دیا اور بڑا کرے میں کسی قدر ورہم معدود و معلوم داخل کیے تو اس میں دو صورتیں ہیں کہ اگر وقف کرنے والے نے زمین کا ایک ٹکڑا مع ان درہموں کے لیا تو نہیں جائز ہے اس واسطے کہ وہ وقف میں سے کچھ بعض درہموں کے فروخت کرنے والا ہوا اور یہ فاسد ہے اور اگر وقف کرنے والے نے ورہم دیے ہیں تو جائز ہے اور ایسا ہو جائے گا کہ گویا اس نے حصہ وقف لیا اور اس کے ساتھ ایک ٹکڑا اور درہموں کے عوض حصہ شریک میں سے خرید اپس جائز ہو گا پھر جو حصہ واقف کا ہے وہ وقف ہو گا اور جو اس نے ورہموں سے لیا ہے وہ اس کی ملک ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر تقسیم میں کچھ ورہم بڑھائے گئے ہوں بایں طور کہ دو حصوں میں سے ایک حصہ کی زمین عمدہ تھی اور دوسرا حصہ زمین اس سے خراب تھا پس بمقابلہ عمدگی کے کچھ ورہم بڑھائے گئے تو دیکھا جائے کہ اگر وقف کنندہ نے ورہم لیے ہیں تو جائز نہیں ہے اور اگر شریک نے لیے ہیں تو جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک دکان دو شریکوں میں مشترک ہے جن میں سے ایک نے اپنا حصہ وقف کیا پھر وقف کرنے والے نے چاہا کہ اس حصہ کے دروازہ پر وقف کا تختہ لگا دے اور دوسرے شریک نے اس کو روک دیا تو وہ وقف کا تختہ نہیں لگا سکتا ہے لہذا اس صورت میں کہ قاضی نے اس کو بغرض حفاظت وقف کے اس کی اجازت دے دی ہو اور یہ مسئلہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ٹھیک پڑتا ہے جس کو مشائخ کرام نے اختیار فرمایا ہے یہ منعمرات میں ہے۔ ایک گاؤں میں سے کچھ وقف ہے اور کچھ بادشاہت کی زمین ہے اور کچھ دوسروں کی ملک ہے پھر انہوں نے اس میں سے تھوڑی زمین کا بڑا کر دیا بدیں غرض چاہا کہ اس کو مقبرہ بنا دیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر کل کی تقسیم چاہی تو جائز ہے یہ وجہ میں ہے۔

باب سوم :

مصارف کے بیان میں یعنی جہاں جہاں مال وقف صرف کیا جائے

اور اس میں آٹھ فصلیں ہیں

فصل اول :

اس صورت میں وقف کا مصرف ہو گا اور کون شخص مصرف ہو سکتا ہے کہ اس پر وقف صحیح ہو اور کون نہیں ہو سکتا ہے کہ اس پر صحیح ہو۔ حاصلات وقف میں سے پہلے وقف کی تعمیر میں مصرف کیا جائے گا خواہ وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو یا نہ کی ہو پھر جو امر اس عمارت سے قریب ہو اور مصلحت میں سب سے عام ہو جیسے مسجد (وقف مسجد میں سے ۱۲) کے واسطے اس کا امام اور مدرسہ (وقف مدرسہ میں سے ۱۲) کے واسطے اس کا مدرس پس ان کو بقدر ان کی کفایت سکے دیا جائے گا پھر چراغ و پورے فرش وغیرہ میں مصرف کیا جائے پھر اسی طرح آخر

تک مصلحتوں میں لحاظ رکھا جائے گا یہ اُس وقت ہے کہ وقف کا کوئی مصرف معین نہ ہو اور اگر کسی چیز پر معین کیا گیا ہو وہ اُس وقف کی تعمیر و اصلاح میں صرف کرنے کے بعد اسی مصرف معین کی طرف خرچ کیا جائے گا یہ حاوی قدسی میں ہے اور اگر وقف کی آمدنی اُس نے ایک سال یا دو سال تک فلاں شخص کے واسطے پھر بعد اُس کے فقیروں کے واسطے کر دی ہو اور آمدنی سے اُسکی تعمیر شرط کر دی ہو تو ایسی صورت میں فلاں مذکور کے حق سے وقف کی تعمیر پیچھے کر دی جائے گی لیکن اگر تعمیر میں دیر کرنے سے وقف کو کوئی کھلا نقصان پہنچتا نظر آئے تو تعمیر مقدم رکھی جائے گی یہ حاوی میں ہے۔ جن وجہوں پر وقف ہے وقف کی سب آمدنی ان وجہوں پر کٹے کٹے کر دی جائے گی لیکن اگر تاخیر عمارت میں کھلا ضرر پہنچتا ہو تو پہلے تعمیر مقدم کی جائے گی اور رہا ناظر پس اگر اُس کے واسطے وقف میں سے کچھ شرط کر دیا گیا ہو تو وہ گویا مستحقوں میں سے ایک مستحق ہے اور اگر ایسا نہ ہو پس اگر وہ کام کرتا ہو تو اپنی اجرت کی قدر لے لے گا اور اگر کچھ کام نہ کرتا ہو تو کچھ پنا دے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر وقف ایک شخص معین یا کئی مخصوص معلوم پر ہو اور آخر میں واسطے فقیروں کے ہو تو یہ وقف کرنے والے کے مال سے ہے کہ اپنی زندگی میں جس مال سے چاہے دیا کرے پھر جب مرا تو یہ مال ان کو اُس وقف کی آمدنی سے دیا جائے گا پھر وقف کی تعمیر اُسی قدر لازم ہے کہ جس سے وقف کی ہوئی چیز ویسی ہی باقی رہے جیسے وقف کی تھی اور اُس سے بڑھانا سوبہ واجب نہیں ہے پس بدوں اُس کی رضامندی (جس پر وقف ہو) کے متولی اُس سے زیادہ عمارت میں خرچ نہ کرے گا اور اگر وقف فقیروں پر ہو تو بعض کے نزدیک متولی کسی حال میں اُس سے زیادہ تعمیر نہ بڑھائے گا جس وصف پر وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اور یہی اصح ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر کسی نے اپنا مکان اپنی اولاد کی سکونت کے لیے وقف کیا تو جو اُس میں رہے اسی پر اُس کی تعمیر و مرمت واجب ہے پھر اگر اُس نے اُس سے انکار کیا یا وہ فقیر ہے تو قاضی اُس کو اجارہ پر دے کر اُس کی اجرت ہے مرمت و تعمیر کا حکم دے گا پھر جب اُس کی مرمت ہو جائے گی تو جس پر وقف تھا پھر اسی کو واپس دے دے گا اور انکار کرنے والے پر تعمیر کے واسطے جبر نہیں کیا جائے گا اور اگر اسی نے اجارہ پر دیا جس کو حق سکونت حاصل ہے تو اُس کا اجارہ نہیں صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر سکونت کے حقدار نے اپنے خالص مال سے وقف میں عمارت بنائی پس اگر اُس عمارت میں سے کچھ عینہ قائم ہو تو وہ اُس بنانے والے کے وارثوں کی ہوگی چنانچہ ان لوگوں کا اختیار ہوگا کہ اُس کو لے لیں بشرطیکہ اُس سے واقف کو کوئی ضرر نہ پہنچے کذا فی الحاوی اور اُس کے وارثوں سے کہا جائے گا کہ اپنی اُس عمارت کو یہاں سے دور کر کے جاؤ پس اور وہ لے گئے تو خیر ورنہ ان پر جبر کیا جائے گا اور اگر انہوں نے عمارت کا اُس شخص کو مالک کر دیا جس پر ان کے مورث کے بعد وقف ہے اور قیمت اُس کے عوض لے لی تو دونوں فریق کی باہمی رضامندی سے جائز ہے اور اگر دونوں فریق میں سے ایک بنے اُس سے انکار کیا تو اُس پر اُس امر کے واسطے جبر نہیں کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر اُس عمارت میں سے عینہ کچھ قائم نہ ہو تو بنانے والے کے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر اُس شخص نے جس کے واسطے سکونت شرط کی گئی تھی مکان موقوفہ کی دیوار میں پکی اینٹیں لگائیں اور اُس پر سچ کی یا اُس مکان میں شہتیر ڈالے یا دھنیاں پھر وہ مر گیا اور ان میں سے کوئی چیز بغیر ضرر عمارت وقف کے جدا نہیں ہو سکتی ہے تو اُس کے وارثوں کو اُس میں سے کوئی چیز جدا کر کے لینے کا اختیار نہ ہوگا لیکن اب جس کو سکونت کا استحقاق پہچ شرط وقف کے حاصل ہوا ہے اُس سے کہا جائے گا کہ وارثوں کو ان کی عمارت کی قیمت دے دے اور تجھ کو سکونت کا استحقاق حاصل ہوگا پھر اگر اُس نے انکار کیا تو مکان مذکور اجارہ پر دے دیا جائے گا اور اُس کا کرایہ ان وارثوں کو اُس وقت تک دیا جائے گا کہ جب تک ان کی عمارت کی پوری قیمت ان کو مل جائے پھر جب ان کو پوری قیمت پہنچ گئی تو مکان مذکور اُس شخص کو دے دیا جائے گا جس کو سکونت کا استحقاق

حاصل ہے اور ایسی صورت میں جس کو اب استحقاق سکونت حاصل ہے یہ اختیار نہیں ہے کہ ان وارثوں کے ساتھ اُس امر پر راضی ہو جائے کہ اپنی عمارت کو کھود کر توڑ لے جاؤ یہ ظہیر یہ میں ہے۔

ایک رباط کے دروازہ پر ایک بڑی نہر کا پل ہے کہ اُس رباط سے کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا ☆

عمارت وقف میں سے جو چیز منہدم ہوگئی اور ٹوٹ گری تو قاضی اُس کو عمارت وقف میں صرف کرے گا اگر وقف میں اُس کی ضرورت ہو ورنہ اُس کو رکھ چھوڑے گا تاکہ جب وقف میں اُس کی ضرورت پیش آئے تو اُس کی عمارت میں صرف کرے اور اگر بعینہ اُس کا عمارت میں صرف کرنا حذر ہو تو اُس کو فروخت کر کے اُس کا ثمن مرمت میں صرف کرے گا اور یہ روا نہیں ہے کہ مستحان وقف میں تقسیم کر دے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر رباط کی کوئی چھت گر پڑی یا اُس کی کوئی دیوار منہدم ہوگئی اور مستحان وقف نے اُس سے نفع لینا چاہا تو اُن کو یہ اختیار نہیں ہے بلکہ جب کہ اُس کی تعمیر سے یاں ہو جائے تو بعض نے فرمایا کہ اُن کو ایسی اجازت حاصل ہو جائے گی بشرطیکہ حاجت مند محتاج ہوں اور یہ بھیاں قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ وقف کرنے والے کے وارثوں کو ملے گی اور یہ قیاس قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ہے یہ تہذیب میں ہے۔ ایک رباط کے دروازہ پر ایک بڑی نہر کا پل ہے کہ اُس رباط سے کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ اُس پل پر سے اُس پار نہ جائیں اور اس پل کی کوئی آمدنی نہیں ہے تو رباط کی آمدنی سے اُس پل کی تعمیر میں خرچ کرنا روا ہے بشرطیکہ وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو کہ وقف کی آمدنی ایسے امور میں صرف کی جائے جن میں رباط کے واسطے بہتری ہے اور اگر اُس نے یہ شرط نہ کر دی ہو بلکہ فقط رباط کی مرمت کا ذکر کیا ہو تو جائز نہیں ہے اُس واسطے کہ یہ رباط کی مرمت نہیں ہے حتیٰ کہ اگر رباط کی حالت ایسی ہو کہ اگر اُس کی آمدنی ہے پل کی مرمت نہ کی جائے تو رباط خراب و ٹکست ہو جائے گی تو علماء نے استحساناً فرمایا کہ پل کی مرمت ایسی حالت میں رباط کی آمدنی سے جائز ہے کہ یہ محیط سرخس میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے قرائتیوں پر اگر وقف کیا تو مختصر الفتاویٰ میں مذکور ہے یہ جائز ہے اور اسی پر سید امام ابو القاسم نے فتویٰ دیا ہے کہ ذاتی السراجیہ اور مختاریہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرائتیوں پر وقف جائز ہے یہ غیاثہ میں ہے اور اکیلے تو نگروں پر وقف نہیں روا ہے اور اگر تو نگروں پر جو گنتی کے ہیں اور بعد ان کے فقیروں پر وقف کیا تو جائز ہے اور حق تو نگروں کا ہوگا پھر فقیروں کا یہ محیط سرخس میں ہے اور مسافروں پر وقف کیا تو جائز ہے اور یہ فقیر مسافروں پر ہوگا نہ تو نگر مسافروں پر یہ خلاصہ میں ہے اور اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ بدیں شرط کہ اُس کی آمدنی سے ہر سال میری طرف سے حج کیا جائے یا عمرہ کیا جائے یا میرا قرضہ ادا کیا جائے تو یہ جائز ہے اور اگر کار ہائے خیر پر وقف کیا چنانچہ وقف نامہ میں بیان کیا کہ اُس کی سالانہ آمدنی سے منکے خرید کر کے اُس میں پانی بھرا دیا جائے کرے یا اُس سے بیوہ عورتوں و یتیموں کا سامان کر دیا جائے اُس سے کپڑے خرید کر فقیروں کو پہنائے جائیں یا ہر سال صدقہ کیا جائے کرے بجائے اُن گناہوں کے جن میں حد سے تجاوز کر کے نافرمانی کی ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اُس کے آخر میں ایسا مصرف مقرر کر دیا ہو جو ہمیشہ فقیروں کے واسطے ہو اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین وقف کی بدیں شرط کہ ہر سال میری طرف سے ایک پورا حج پانچ ہزار درہم سے کیا جائے اور سواری کے ساتھ حاجی کا خرچ فقط ایک ہزار درہم پڑتے ہیں تو اُس میں سے ہزار درہم حج میں صرف کیے جائیں گے اور باقی مسکینوں کو دیے جائیں گے یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ جہاد اور غازیوں پر ہے یا مردوں کے کفنوں پر یا قبروں کے کھودنے پر یا اور اُسی کی

۱۔ انہدام گر پڑنا اور ہمار ہو جانا عمارت وغیرہ کا ۱۲۔ ۲۔ مجاہدین کے واسطے بنادیے ہیں اور وہ حدود متصل ملک کفرستان ہوتا ہے ۱۲۔ ۳۔ محل اشتباہ یہ ہے کہ وقت صدقہ ہے اور صدقہ اذکار رسول اللہ ﷺ پر روا نہیں ہے ۱۲۔

مشابہت پر تو جائز ہے کذا فی الذخیرہ اور امام خصاف نے باب الوقف میں فرمایا کہ اور وہ وقف کہ جو نہیں جائز ہے اُس طرح کہ میری یہ اراضی اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ موقوف ہے لوگوں پر ہمیشہ کے واسطے تو وقف باطل ہے اسی طرح اگر کہا کہ بنی آدم پر یا اہل بغداد پر جب وہ لوگ سب مر کھپ کر ختم ہو جائیں تو وہ مسکینوں پر ہے تو وقف باطل ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ لہجوں و اندھوں پر تو وقف باطل ہے اور امام خصاف نے لہجوں و اندھوں پر وقف کا مسئلہ ایک اور مقام پر ذکر کیا اور فرمایا کہ اُس وقف کی آمدنی مسکینوں کو ملے گی اور وہ لہجوں و اندھوں کے واسطے مخصوص نہ ہوگی اور اسی طرح اگر قرآن شریف کے قاریوں پر وقفیوں پر وقف کیا تو بھی باطل ہے اور ہلال کی کتاب الوقف میں مذکور ہے کہ لہجوں و اندھوں و منقطع لوگوں پر وقف صحیح ہے پس اُن میں سے محتاجوں کو ملے گا تو مگروں کو نہ ملے گا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ مسجد کے معلم پر جو مسجد میں لڑکے پڑھایا کرتا ہے نہیں جائز ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے اور شیخ شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ قاضی امام استاذ نسفی فرماتے تھے کہ علیٰ ہذا القیاس اگر طالب علمان شہر فلاں پر وقف کیا تو جائز ہے اگرچہ ان میں سے محتاجوں کی شرط نہ کر دی ہو اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الوقف میں بیان فرمایا کہ اُس جنس کے مسائل میں حاصل قاعدہ یہ ہے کہ جب وقف کرنے والے نے ایسا مصروف ذکر کیا جس میں ظاہر صاف معلوم ہوتا ہے کہ فقیروں و محتاجوں پر وقف ہے تو وقف صحیح ہوگا خواہ یہ لوگ کتنی و شمار سے حصر میں آسکتے ہوں یا حصر میں نہ آتے ہوں اور جب اُس نے ایسا مصروف بیان کیا کہ اُس میں تو مگر و فقیر یکساں ہیں پس اگر یہ لوگ حصر میں آتے ہوں تو یہ اُن کے واسطے صحیح ہے باعتبار ان کے اعیان کے یعنی گویا ہر فرد معتیکو تملیک کر دی اور اگر یہ لوگ شمار میں نہ آتے ہوں تو وقف باطل ہے اور فرمایا کہ لیکن اگر اُس کے لفظ سے باعتبار لوگوں کے استعمال کے نہ باعتبار حقیقت لفظ کے یہ دلالت پائی جاتی ہو کہ محتاجی ہونے کے ساتھ ان کو دیا جائے جیسے قیموں کا لفظ کہا کہ لوگوں کے استعمال میں محتاج بے کس پر دلالت پائی جاتی ہے تو ایسی حالت میں دیکھا جائے گا کہ اگر یہ لوگ داخل شمار ہیں تو ان میں تو مگر و فقیر سب یکساں ہیں اور اگر داخل شمار نہ ہوں تو بھی وقف صحیح ہے مگر ان میں سے فقیروں کو دیا جائے گا تو مگروں کو نہ ملے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر اصحاب حدیث پر وقف کیا تو وقف میں کوئی شافعی مذہب والا جب کہ وہ حدیث کی طالب علمی میں نہ ہوئی نہ داخل نہ ہوگا اور حنفی مذہب والا اگر حدیث کی طلب و تحصیل میں ہو تو داخل ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنی زمین یا مکان ہر اُس شخص کے واسطے جو اُس خاص مسجد کے واسطے مؤذن مقرر ہوئے یا امام مقرر ہوئے وقف کیا تو شیخ اسماعیل زاہد نے فرمایا کہ ایسا وقف نہیں جائز ہے اور اگر مؤذن فقیر ہو تو بھی نہیں جائز ہے اور اُس میں حیلہ جواز کا یہ ہے کہ وقف نامہ میں یوں تحریر کرے وقت ^۵ هذا المنزل علی کلی مؤذن یؤذن فقیر یکون فی هذا المسجد لوالمحلۃ فلما خرب المسجد وعلی من لعل تصرف الغلۃ بعد ذلك الی فقراء المسلمین ومہاجرین وجہم تو جائز ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے ہر مؤذن فقیر پر وقف کیا تو یہ مجبول ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور زمین کا وقف کرنا ایسے شخص پر کہ وقف کرنے والے کی قبر کے پاس قرآن پڑھا کرے نہیں صحیح ہے یہ قیہ میں ہے اور شیخ ابو بکرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک نے اپنی اراضی کو مصاحف مجید پر جو وقف کیے ہوئے ہیں اُس شرط سے وقف کیا کہ ان مصاحف میں سے جو پڑھا پڑھایا جائے اُس کی درستی اُس اراضی کی آمدنی سے ہوا کرے تو فرمایا کہ وقف باطل ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر صوفی لوگوں پر وقف کیا تو بعض نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے اور ان میں سے فقیروں پر صرف

۱۔ یعنی بنظر مصنف نہیں جائز ہے ۱۲۔ ۲۔ جو کمال سے جاتے رہے ہیں مثلاً پانچ و کوڑھی وغیرہ ۱۳۔ ۳۔ قال المرحوم اشعار ہے کہ طالب علم حدیث کا اگر شافعی مذہب ہو تو داخل ہوگا ہذا وجہ توفیق فی المسجد الموجودہ ۱۴۔ ۴۔ جس زمانہ میں جو مؤذن ہو یا جو امام ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ جو اس میں اذان دے گا چاہے ایک ہی وقت میں دس ہوں ۱۵۔ ۵۔ میں نے یہ مکان اپنا ہر مؤذن پر اذان دے فقیر کہ اس مسجد محلہ میں ہو پھر جب مسجد خراب ہو جائے اور اپنے نمازیوں سے خالی ہو تو اس کے بعد اس کی آمدنی مسلمانوں میں سے فقیروں و محتاجوں پر صرف کی جائے ۱۶۔

کیا جائے گا اور یہی اصح ہے یہ قیہ میں ہے۔

فصل دوم:

اپنی ذات و اپنی اولاد و ان کی نسل پر وقف کرنے کے بیان میں

اگر ایک نے کہا کہ میری یہ اراضی میری ذات پر وقف ہے تو قول مختار کے موافق یہ وقف جائز ہے یہ خزانہ المقتنین میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے وقف کی اپنی ذات پر بعد اپنے فلاں پر پھر بعد اُس کے فقیروں پر تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی وقف ہے فلاں پر و بعد اُس کے مجھ پر یا کہا کہ مجھ پر و فلاں پر یا کہا کہ میرے غلام پر و فلاں پر تو مختار یہ ہے کہ صحیح ہے یہ غیاثہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنی زمین اپنے فرزند پر اور بعد اُس کے مسکینوں پر وقف صحیح وقف کی تو وقف میں اُس کا وہی فرزند داخل ہوگا جو آمدنی پائے جانے کے روز موجود ہو خواہ وہ وقف کے روز موجود تھا یا بعد اُس کے پیدا ہوا ہو اور یہ شیخ ہلال رحمۃ اللہ کا قول ہے اور اسی کو مشائخ صحیح نے اختیار کیا ہے کذا فی المحیط اور یہی مختار ہے یہ غیاثہ میں ہے اور اسی طرح اور اگر یوں کہا کہ میرے فرزند پر اور جو میرا فرزند بعد اُس کے پیدا ہوا اُس پر وقف ہے پھر جب یہ سب گزر جائیں تو بعد اُس کے مسکینوں پر وقف ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے میرے اُس فرزند پر جو میرا فرزند پیدا ہو حالانکہ اُس وقت اُس کا کوئی فرزند موجود نہیں ہے تو یہ وقف صحیح ہے پھر جب حاصلات آئے گی تو فقیروں کو تقسیم کر دی جائے گی پھر اگر بعد تقسیم کے اُس کا فرزند پیدا ہو تو اُس کے بعد جو حاصلات آئے گی وہ اُس کے فرزند کو دی جایا کرے گی جب تک وہ زندہ رہے پھر جب اُس کا کوئی فرزند باقی نہ رہے گا تو اُس کی حاصلات فقیروں پر تقسیم ہوا کرے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اپنی اولاد پر وقف کیا تو اُس میں مذکر و مؤنث و خلی سب داخل ہوں گے اور اگر پیران پر وقف کی تو اُس میں خلی داخل نہ ہوں گے اور اگر دختروں پر وقف کی تو بھی خلی داخل نہ ہوں گے اُس واسطے کہ یہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ خلی در حقیقت لڑکا ہے یا لڑکی ہے اور اگر لڑکوں و لڑکیوں پر وقف کی تو خلی داخل ہو جائیں گے یہ سراج و ہاج میں ہے۔ پھر جہاں اولاد کے واسطے استحقاق ثابت ہو وہاں وہی اولاد داخل ہوں گی جن کا نسب اُس وقف کنندہ سے معروف ہے اور جن کا نہیں معروف ہے اور صرف وقف کنندہ کے قول سے معلوم ہوا ہے تو وہ استحقاق میں ان لوگوں کے ساتھ داخل نہ ہو گا اُس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی میری اولاد پر وقف ہے پھر وقف کرنے والے کی ایک باندی ایک بچہ لائی لینے اُس کے بچہ پیدا ہوا اور وہ وقت حاصلات سے چھ مہینہ سے کم میں ہوا پس وقف کرنے والے نے اُس کے نسب کا دعویٰ کیا تو اُس سے نسب ثابت ہو جائے گا لیکن اُس حاصلات میں سے اُس کا حصہ نہ ہوگا اور اگر اُس کی جو رو یا ام ولد کے وقت غلہ سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو اُس صورت میں اُس کے واسطے اُس آمدنی سے حصہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

اگر وقف سے غلہ حاصل ہونے کے بعد واقف زندہ رہا ☆

اگر چھ مہینہ یا زیادہ میں پیدا ہوا تو ان کے ساتھ شریک نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر آمدنی حاصل ہونے کے وقت وقف کرنے والا مر گیا پھر اُس کی اُس وقت سے کہ غلہ تیار ہوا ہے دو برس تک کے درمیان میں بچہ جنی تو یہ بچہ پہلی اولاد کے ساتھ مشارک ہوگا اور اسی طرح اگر بجائے موت کے طلاق ہائے ہو گئی ہے اور عورت مطلقہ نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو اُس صورت میں بھی یہی حکم ہے اور اگر طلاق رجعی ہو تو اُس میں بھی ویسا ہی حکم ہے جیسا کہ منکوحہ کی صورت میں یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر وقف سے غلہ حاصل ہونے کے

بعد وقف زندہ رہا اور ایسا ہے کہ بیوی کے پاس جاسکتا ہے پھر مر گیا اور غلہ کے حاصل ہونے کے وقت سے دو برس تک کے درمیان میں عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اُس بچہ کا اُس غلہ میں کچھ حق نہ ہوگا کیونکہ یہ وہم ہے کہ غلہ حاصل ہو جانے کے بعد اُس کا نطفہ قرار پایا ہو لیکن اگر وجود غلہ سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہو تو پہلی اولاد کے ساتھ یہ بچہ بھی شریک ہوگا اور اگر غلہ حاصل ہونے کے ایک یا دو روز بعد وقف کرنے والا مر گیا پھر اُس کی بیوی اُس وقت وجود غلہ سے دو برس کے درمیان میں بچہ جنی تو اُس بچہ کو اُس غلہ سے حصہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ پھر مشائخ نے اُس دن کی شناخت میں کہ جس روز آمدنی میں استحقاق واجب ہوتا ہے اختلاف کیا ہے پس شیخ ہلال نے بیان کیا ہے کہ وہ روز ہے کہ جس روز یہ حاصلات ایسی ہوگی کہ اُس کی کچھ قیمت ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ خرچہ سے زائد کچھ قیمت ہو اور بعضوں نے فرمایا کہ وہ روز ہے جس روز اُس کی قیمت ہوگی مگر اُس حیثیت سے کہ خرچہ وخراج کی دنوائے کا ہرہ مثل قرضہ کے جو غلہ پر واجب ہوا ہے ان سب کو محسوب کر کے اُس کی قیمت ہو کذا فی محیط السرخسی اور اسی کو متاخرین مشائخ بخارا نے اختیار کیا ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد کا انوں و اندھوں پر وقف صدقہ ہے تو وقف ایسی ہی اولاد کے لیے ہوگا اور ان کے لیے نہ ہوگا اور کا نا و اندھ ہونا اُس وقت سے معتبر ہوگا جس وقت وقف کیا ہے اور حاصلات آنے کے روز کا کا نا و اندھ ہونا شرط معتبر نہیں ہے اور اگر کہا کہ میری زمین میری اولاد و صغار پر صدقہ موقوفہ ہے تو صدقہ خاصہ اولاد و صغار کے واسطے ہوگا اور استحقاق کے واسطے وہ معتبر ہوگا جو وقف کے وقت صغیر تھا یہ شرط نہیں ہے کہ غلہ حاصل ہونے کے وقت بھی نا بالغ ہو یہ ظہیر میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میری زمین میری اُس اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے جو بصرہ میں سکونت پذیر ہوں تو آمدنی انہی کو ملے گی جو ساکن بصرہ ہوں اور ان کو نہ ملے گی اور بصرہ کی سکونت غلہ حاصل ہونے کے روز کی معتبر ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

حاصل یہ ہے کہ استحقاق اگر ایسی صفت سے ہو جو زائل نہیں ہوتی ہے یا زائل ہوتی ہے مگر بعد زوال کے عود نہیں کرتی ہے تو استحقاق کے لیے وقف کے وقت اُس صفت کا ہونا معتبر ہے اور اگر استحقاق اسی صفت سے ہو جو زائل ہوا جاتی ہے اور پھر عود کرتی ہو تو استحقاق غلہ کے واسطے غلہ موجود ہونے کے وقت اُس صفت کا پایا جانا معتبر ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی زمین فرزند ان زینہ پر وقف کی تو اُس میں زینہ اولاد داخل ہوگی اور لڑکیاں داخل نہ ہوں گی اُس لیے کہ اُس نے اولاد کو ایسی صفت سے بیان کیا جو زائل نہیں ہو سکتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ لڑکے میری اولاد سے یا میری اولاد کے لڑکوں پر تو اُس کی شرط کے موافق ہوگا اور وہی لوگ داخل ہوں گے جو وقف کے روز اُس صفت پر موجود تھے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ جو شخص میری اولاد میں سے مسلمان ہو جائے یا جو شخص نکاح کرے اُس پر وقف ہے تو وہ شخص داخل ہوگا جو وقف کے بعد مسلمان ہو جائے یا نکاح کرے اور وہ داخل نہ ہوں گے جو وقف کے روز مسلمان تھے یا ان کا نکاح ہو گیا تھا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری فقیر اولاد پر اور اُس سے زیادہ نہ کہا تو غلہ آنے کے وقت جو فقیر ہودہ داخل ہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر کہا کہ جو میری اولاد میں سے فقیر ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ جو تو مگری کے بعد محتاج ہو ادنیٰ داخل ہوگا اور سوائے امام محمدؒ کے اور علماء نے فرمایا کہ غلہ آنے کے وقت جو محتاج ہودہ داخل ہوگا خواہ وہ تو مگر تھا کہ اب محتاج ہوا یا بالکل غنی تھا یہی نہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور بھی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ اگر جس کو میری اولاد سے محتاجی ہو تو غلہ آنے کے وقت جو ایسا ہودہ داخل ہوگا یہ حاوی میں ہے اور اگر اپنی اراضی اپنی عالم اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اگر عالم ہو وقف کی پھر ان میں سے کوئی ایک صغیر پسر چھوڑ کر مر گیا جو چند سال کے بعد عالم ہوا تو اُس کا حصہ پہلے سے نہیں رکھ چھوڑا جائے گا اور اُس صفت کے پائے جانے سے پہلے وہ کچھ مستحق نہ ہوگا یہ قیدیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی میرے فرزند پر صدقہ موقوفہ ہے تو اُس کی حاصلات اُس کی پشت کے فرزند پر

تقسیم ہوگی خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں یا دونوں ہوں سب یکساں ہیں اور جب ایسا وقف جائز ہو گیا تو جب تک اُس کی پشت کے فرزند میں سے ایک بھی پایا جائے گا تب تک آمدنی اسی کی ہوگی اور کسی کو نہ ملے گی اور جب کوئی اُس کی پشت کا نطفہ نہ رہا تو آمدنی فقیروں پر تقسیم ہوگی اور فرزند سُنَّہ کی اولاد پر صرف نہ کیا جائے گا اور اگر وقف کے وقت اُس کی پشت سے کوئی فرزند نہ ہو بلکہ اُس کے پسر کی اولاد ہو تو پسر کی اولاد کو ملے گا اور ان سے نیچے جو پشت ہے ان کو کچھ نہ ملے گا اور اُس کے نطفہ سے فرزند نہ ہونے کے وقت پسر کی اولاد مثل اُس کی پشت کی اولاد کے ہوگی اور اُس میں دختر کی اولاد موافق ظاہر الروایۃ داخل نہ ہوگی اور اسی کو ہلال نے لیا ہے اور ظاہر الروایۃ یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

پھر اگر اُس کے بعد اگر اُس کے پشت کے نطفہ سے اُس کا کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی تو آئندہ جو حاصلات آئے گی اور اُس کے صلیبی فرزند کو دی جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر پشت اول دوم دونوں معدوم ہوں اور تیسری و چوتھی پشت پائی گئی اور ان کے نیچے بھی اور پشت موجود ہیں تو تیسری پشت اور اُس کے نیچے کی پشتیں سب اُس حاصلات میں شریک ہوں گی اگرچہ کثرت سے ہوں یہ محیط میں ہے اور جو حکم اپنے فرزند پر وقف کرنے کی صورت میں مفصل مذکور ہوا ہے ویسا ہی اگر فلاں کے فرزند پر وقف کیا تو اسی تفصیل سے حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میرے فرزند پر اور میرے فرزند کی اولاد پر ہے تو اُس میں اُس کی پشت کی اولاد اور اولاد کی اولاد جو وقف کے روز موجود ہیں اور جو بعد کو پیدا ہوں سب داخل ہوں گی اور ہر دو پشت میں اُس آمدنی میں شریک ہوں گی اور جوان دونوں پشتوں سے نیچے ہیں وہ ان کے ساتھ شریک نہ ہوں گی اور اُس میں دختر کی اولاد ظاہر الروایۃ کے موافق داخل نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میرے فرزند پر و میرے فرزند کی اولاد پر اور فرزند کی اولاد کی اولاد پر وقف ہے یعنی تیسری پشت کو بھی ذکر کیا تو وقف کی آمدنی ہمیشہ اُس کی اولاد پر نسلاً بعد نسل تقسیم ہوگی اور فقیروں پر صرف نہ کی جائے گی جب تک کہ ان لوگوں میں سے جس پر وقف کا نام لیا ہے اور جوان سے نیچے پشت میں ہوں ایک بھی باقی رہے اور اُس میں اقرب والہ یعنی نزدیک والے اور ذور والے سب برابر ہیں لیکن اگر وقف کرنے والے نے وقف میں کہہ دیا کہ اقرب فالاقرب یعنی نزدیک پہلی پشت والے پھر ان کے بعد جو سب سے نزدیک ہیں یعنی دوسری پشت والے علیٰ ہذا القیاس یا کہ میرے فرزند کے فرزند پر پھر بعد ان کے میرے فرزند پر یا کہ بطناً بعد بطن یعنی پشت بعد پشت کے تو ایسی صورت میں جس سے وقف کرنے والے نے شروع کیا ہے اُس سے شروع کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے میری اولاد پر تو سب پشتیں داخل ہو جائیں گی کیونکہ اولاد کا لفظ عام ہے لیکن کل آمدنی پہلی پشت والوں کو ملے گی جب تک ان میں سے کوئی باقی رہے پھر جب سب گزر گئے تو دوسری پشت والوں کو ملے گی پھر جب گزر گئے تو تیسری پشت والے و چوتھی و پانچویں جتنی موجود ہوں سب کو ساتھ ہی ملے گا اور تیسری سے لے کر باقی سب شریک ہوں گے اور دور و نزدیک اُس میں برابر ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ غلہ کے وقت اُس کا ایک فرزند موجود ہے تو نصف غلہ اُس کو ملے گا اور نصف فقیروں کو ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ایک فرزند ہے اور اُس کا ایک فرزند ہے تو پورا وقف اُسی کا ہوگا اور اسی طرح اگر اُس کے اولاد میں مگر سب مر گئے فقط ایک باقی رہا تو اُسی کو ملے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ یہ اراضی میری ہر دو اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے پھر جب دونوں گزر جائیں تو ان لوگوں کی اولاد و اولاد کی اولاد و نسلاً بعد نسل

۱۔ ان کی کوئی خصوصیت نہیں ہے ۱۲۔ قال امیر جم ظاہر الروایۃ کے موافق چاہئے کہ ان پشتوں میں اولاد پسران داخل ہو اولاد و دختران نہ ہو وائد اعظم ۱۳۔ دو پشت کے بعد باقی تیسری و چوتھی و پانچویں سب یکساں اور سب شریک ہوں گی ۱۴۔

صدقہ موقوف ہے پس ان دونوں پر آمدنی صرف کی جائے گی پھر اگر ان میں سے ایک مر گیا اور ایک فرزند چھوڑا تو فقط ایک فرزند وقف کنندہ کو نصف ملے گا اور نصف فقیروں پر تقسیم ہوا کرے گا یہاں تک کہ وہ بھی مر جائے پھر جب وہ بھی مر گیا تو ان دونوں بیٹوں کی اولاد و اولاد کی اولاد پر جس قدر نسل ہوتا بعد نسل ہمیشہ کے واسطے صدقہ جاری رہے گا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری محتاج اولاد پر اور اُس کی اولاد میں سے کوئی محتاج نہیں ہے سوائے ایک کے تو نصف آمدنی اُس محتاج کو دی جائے گی اور باقی نصف فقیروں کو صدقہ دی جائے گی یہ خزانہ امتین میں ہے اور اگر کہا کہ یہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میرے بیٹوں پر ہے اور اُس کے دو بیٹے یا زیادہ ہیں تو آمدنی ان سب کے واسطے ہوگی اور اگر پیدا ہونے غلہ کے وقت اُس کا ایک بیٹا ہو تو نصف غلہ اُس کا اور نصف فقیروں کا ہوگا اور اگر اُس کے بیٹے و بیٹیاں ہوں تو شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ غلہ ان سب کو مساوی ملے گا اور یہی صحیح ہے جیسے اگر کہا کہ اراضیؑ هذا صدقہ موقوفہ علیٰ اخوتی حالانکہ اُس کے بھائی ہیں و بہنیں ہیں تو سب مساوی شریک ہوں گے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلاں پر صدقہ موقوفہ ہے حالانکہ فلاں کے بیٹے و بیٹیاں ہیں تو امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی کہ یہ صدقہ خاصۃً اُس کی زینہ اولاد پر ہوگا عورتوں پر نہ ہوگا اور یوسف بن خالد سنی نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ اولاد مذکر و مؤنث سب داخل ہوں گی اور اگر فلاں مذکور کی اولاد ایک بڑا قبیلہ ہو کر داخل شمار نہ ہوں تو سب روایت کے موافق یہ صدقہ مذکر و مؤنث سب اولاد پر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اُس نے کہا یہ اراضی صدقہ وقف ہے میرے بیٹوں پر حالانکہ اُس کے بیٹے نہیں ہیں بیٹیاں ہیں تو ساری حاصلات فقیروں پر صدقہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میری بیٹیوں پر حالانکہ بیٹیاں نہیں بیٹے ہیں تو آمدنی فقیروں پر صدقہ ہوگی اور بیٹیوں کو کچھ نہ ملے گا یہ وجہ میں ہے اور اگر اپنے کوئی ایک بیٹے اور اُس کی اولاد و اولاد و اولاد پر نسل وقف کیا تو ان سب کے درمیان آمدنی تقسیم ہوگی یعنی جو اُس کے بیٹے کی اولاد ہو ان کی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگا جس میں مذکر و مؤنث سب برابر ہوں گے اور دختر کی اولاد اُس میں داخل ہوگی یہ خزانہ امتین میں ہے اور اگر اپنی نسل یا اپنی ذریت پر وقف کیا تو اُس میں بیٹوں کی اولاد و بیٹیوں کی اولاد خواہ نزدیک کی ہوں یا دور کی ہوں سب داخل ہوں گی اور اگر اپنی عزت پر وقف کیا تو ابن الاعرابی و ثعلب نے فرمایا کہ عزت و عی ذریت ہیں اور عینی نے فرمایا کہ وہ عشیرہ ہیں اور اگر کہا کہ میرے ان لوگوں پر وقف ہے جو نسب میں میری طرف نسبت دیے جائیں تو اُس میں اُس کی دختر کی اولاد داخل نہ ہوگی یہ سراج و ہاج میں ہے۔ ایک نے کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میری اولاد میری نسل پر ہے تو وقف صحیح ہے اور اُس میں اُس کی اولاد اور اولاد کی اولاد مذکر ہوں یا مؤنث خواہ نزدیک کی قرابت سے ہوں یا دور کے نسب سے ہوں سب داخل ہوں گی اور بیٹیوں و بیٹوں کی اولاد و برادر داخل ہوں گی خواہ آزاد ہوں یا مملوک ہوں اور مملوکوں کا حصہ ان کے مولیٰ کا ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میری نسل پر میری ذریت پر تو یہ جائز ہے اور اُس کا حکم مثل اول کے ہے یہ حاوی میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے اپنی اولاد و اپنی نسل پر وقف کیا اور اُس کے فرزند کا فرزند ہے پھر بعد وقف کے اُس کا فرزند اُس کی پشت سے پیدا ہوا تو سب استحقاق میں داخل ہو جائیں گے اور اگر کہا کہ میرے فرزندوں پر جو پیدا ہو گئے ہیں اور میری نسل پر وقف ہے تو جو اُس کا فرزند بعد اُس کے پیدا ہوا وہ نسل کے کہنے کی وجہ سے داخل استحقاق ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری ان اولاد پر جو مخلوق ہو گئی ہے اور ان کی نسل پر تو اُس میں اُس کی وہی اولاد جو پیدا ہو گئی ہے اور ان کی نسل داخل ہوگی خواہ مخلوق ہوئی ہو یا ہنوز نہ ہوئی ہو اور جو اُس کے فرزند پیدا نہیں ہوئے ہیں وہ داخل نہ ہوں گے اور نہ ان کی نسل داخل ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے اور اسی طرح اگر کہا میری ان اولاد پر جو پیدا ہو گئی ہیں

اور ان کی اولاد پر صدقہ ہے پھر اُس کے بعد اُس کی پشت سے کوئی فرزند پیدا ہوا تو اُس کو کچھ استحقاق نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری اولاد پیدا شدہ اور ان کی اولاد کی اولاد وان کی نسل پر صدقہ ہے تو اُس کی اولاد جو پیدا ہوگئی ہے اور اولاد اولاد ہمیشہ نسل بعد نسل استحقاق میں داخل ہوں گی اور اگر کہا کہ میری اولاد جو پیدا ہوگئی ہے اور ان کی اولاد اولاد پر صدقہ ہے اور خاموش ہو رہا تو اُس کے فرزند کے فرزند کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ میری اولاد پر جو قلوب ہو گئے ہیں اور ان کی نسل پر اور میری اُس اولاد کی نسل پر جو آئندہ پیدا ہو تو جو اُس کی پشت سے اُس کی اولاد آئندہ پیدا ہو وہ استحقاق میں شامل نہ ہوں گی ہاں ان کی اولاد شامل ہوگی اور اگر کہا کہ میری اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر جب تک نسل ہے صدقہ موقوف ہے اور حال یہ ہے کہ قبل وقف کے اُس کی بعض اولاد تھی جو مر چکی مگر اپنی اولاد چھوڑی ہے تو یہ لوگ استحقاق میں شامل نہ ہوں گے اور اگر کہا ہو کہ میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر اور ان کی اولاد پر تو صورت مذکورہ میں یہ لوگ وقف کے استحقاق میں داخل ہوں گے یہ حاوی میں ہے۔ اگر اپنی صحت میں کہا کہ میں نے یہ راضی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ کے لئے صدقہ موقوف کر دی اپنی اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر اور ان کی نسل پر جب تک ان کی نسل رہے تو ایسے صدقہ کی آمدنی میں اُس کا ہر فرزند جو وقف کے روز موجود تھا اور ہر فرزند جو وقف کے بعد غلہ پیدا ہونے سے پہلے پایا گیا اور اولاد کی اولاد ہمیشہ سب داخل ہوں گی اور جو شخص ان میں سے غلہ کے وجود سے پہلے مر گیا اُس کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور جو غلہ موجود ہونے کے بعد مرا ہے اُس کے حصہ کے اُس کے وارث مستحق ہوں گے کیونکہ وہ اپنے حصہ کا مستحق ہو چکا ہے اور اُس صدقہ میں نیچے اور اوپر کی پشتیں سب برابر ہوں گی لیکن اگر اُس نے وقف میں کہہ دیا ہو کہ پہلے یہ صدقہ ان میں سے اول پشت سے شروع کیا جائے پھر اُس پشت کو جو ان کے نیچے متصل ہے علیٰ ہذا الترتیب تو یوں ہی کیا جائے گا پھر اگر اُس نے اُس طور پر کہہ دیا ہو پھر اول پشت کے سب مر گئے سوائے ایک کے تو تمام آمدنی اسی اکیلے باقی کو ملے گی اور دوسری پشت والوں میں کسی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر یوں کہا کہ اُس کی آمدنی پہلے اول پشت سے شروع کی جائے پھر ان کے گزر جانے کے بعد دوسری پشت والوں کو دی جائے مگر اُس شرط پر کہ ان میں سے مذکور کو مؤنث سے دو چند دیا جایا کرے پھر اس وقف کی آمدنی حاصل ہوئی اور اول پشت میں سب مذکور ہی مذکور ہیں ان کے ساتھ کوئی مؤنث نہیں ہے یا سب مؤنث ہیں کوئی مذکر نہیں ہے تو سب غلہ ان کے درمیان میں مساوی تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ و محیط میں ہے۔

اگر وقف کنندہ نے کہا ہو کہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر ہمیشہ جب تک نسل باقی رہے صدقہ موقوف ہے اور یہ نہ کہا کہ بطناً بعد بطن مگر یہ کہا کہ ہر گاہ ان میں سے ایک مر گیا تو اصل آمدنی میں سے اُس کا حصہ اُس کی اولاد کا ہوگا تو ان میں سے کسی کے مرنے سے پہلے وہی حکم ہے جو بیان ہوا کہ آمدنی اُس کی سب اور اولاد کی اولاد اور نسل کے درمیان مساوی ہوگی پھر اگر اُس کی پشت کا کوئی فرزند مرا اور کوئی فرزند چھوڑا پھر آمدنی آئی تو ان سب کی تعداد پر یعنی اولاد اولاد کی اولاد دیا جائے جس قدر نیچی پشت کے ہوں اور اُس فرزند صلیبی پر جو مر گیا ہے سب کی تعداد پر مساوی تقسیم ہوگی پھر جو حصہ اُس میت کے پرتے میں پڑا ہے وہ اُس کی اولاد کو دے دیا جائے گا پس اولاد میت کے واسطے دو حصہ ہوئے ایک تو ان کا خود حصہ جو وقف کرنے والے کی شرط پر ان کو ملا اور دوسرا ان کے والد کا حصہ یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میری اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور ان کی نسل پر اور ان کی اولاد پر جب تک تاسل رہے بدیں شرط کہ پہلے یہ اول پشت سے دینا شروع کیا جائے پھر ان کے گزرنے کے بعد دوسری پشت جو ان کے متصل نیچے ہے اُن کو دیا جائے علیٰ ہذا الترتیب بطناً بعد بطن ملے اور ہر گاہ کہ ان میں سے کوئی مر جائے اور فرزند چھوڑے تو میت کا حصہ اُس کے فرزند کو اور اُس کے فرزند و نسل کو ہمیشہ

جب تک تامل رہے ملا کرے بدیں شرط کہ اعلیٰ بطن مقدم کیا جائے اور ہر گاہ ان میں سے کوئی مرے کوئی فرزند نہ چھوڑے اور نہ فرزند کا فرزند اور نہ نسل چھوڑے تو اس صدقہ میں اس کا حصہ اس صدقہ والوں پر رد کیا جائے پس غلہ چند سال تک بطن اعلیٰ پر تقسیم کیا گیا پھر اس کے بعد ان میں سے بعض کا انتقال ہو گیا اور اس نے فرزند و فرزند کا فرزند چھوڑا تو وقف کی آمدنی وقف کرنے والے کی اولاد پر جو وقف کے وقت موجود تھی یا اس کے بعد پیدا ہوئی سب پر تقسیم کیا جائے گا پھر جس قدر ان میں سے زندوں کو ملا ہے وہ ان کا ہوگا کہ اس کو ملے لیں گے اور جو کچھ مردوں کو پہنچا تو موافق شرط وقف کنندہ کے اس کے فرزند کو ملے گا مگر اس کے فرزند و فرزند کے فرزند میں بطن اول مقدم کیا جائے گا موافق شرط وقف کنندہ کے اور اگر پہلی پشت سے جو شخص مرا ہے اس نے اپنی پشت کا کوئی فرزند نہ چھوڑا بلکہ فرزند کا فرزند چھوڑا تو آمدنی میں سے میت کا حصہ اس کے فرزند کے فرزند کو ملے گا جو وقف کنندہ کی اولاد میں تیسری پشت سے ہے اور اسی طرح اگر تیسری سے بھی بچا ہو تو وہ بھی پائے گا اس واسطے کہ وقف کنندہ نے یونہی شرط کر دی ہے اور اگر اول پشت کی تعداد دس نفر ہوں پھر ان میں سے دوسرے اور کوئی فرزند یا فرزند کا فرزند وغیرہ نہ چھوڑا پھر اس کے بعد دواغیر اور مر گئے اور ہر ایک نے فرزند اور فرزند کا فرزند چھوڑا پھر ان دونوں کے بعد دواغیر مرے اور کوئی فرزند نہ چھوڑا اور نہ فرزند کا فرزند چھوڑا پھر چاروں باقیوں نے اور اولاد ہر دو میت نے تازع کیا تو جس وقت غلہ آئے اس وقت اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ سب غلہ ان چاروں باقیوں اور ان دونوں میتوں پر جو اولاد چھوڑ مرے ہیں چھ حصہ پر تقسیم کیا جائے گا پھر جو چاروں باقیوں کے حصہ میں پڑا وہ ان کو مل جائے گا اور جو ان دونوں میتوں کے پڑتے ہیں آیا جنہوں نے اولاد چھوڑی ہے تو یہ ان دونوں کی اولاد کو ملے گا اور باقی چار میت جنہوں نے اولاد نہیں چھوڑی ہے ساقط ہو گئے یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی زمین اپنی اولاد پر وقف کی اور آخر میں اس کی آمدنی فقیروں کے واسطے کی پھر ان اولاد میں سے بعض مرے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ تمام آمدنی باقیوں پر صرف کی جائے گی پھر جب باقی بھی مرجائیں تو آمدنی فقیروں پر صرف کی جائے گی اور ان اولاد کی اولاد کو نہ ملے گی اور اگر اس نے اپنی اولاد پر اس طرح وقف کیا کہ ہر ایک کا نام لے لیا کہ فلاں پر فلاں پر اور آخر وقف فقیروں پر کیا پھر ان میں سے کوئی مرا تو اس کا حصہ فقیروں پر صرف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر یوں کہا کہ عبد اللہ وزید و عمرو اور ان کی نسل پر تو استحقاق غلہ میں عبد اللہ وزید و عمرو اور ان کی اولاد و اولاد کی اولاد ہمیشہ جب تک نسل ہو شامل ہوں گی اور اگر کہا کہ عبد اللہ وزید و عمرو اور اس کی نسل تو استحقاق میں عبد اللہ وزید و عمرو اور جو شخص کہ اولاد عمرو سے خاصہ ظاہر ہوں شامل ہوں گے اور اگر کہا کہ عبد اللہ وزید و عمرو اور ان دونوں کی نسل پر تو استحقاق میں عبد اللہ وزید و عمرو اور جو اولاد زید و عمرو سے ہوں شامل ہوں گے اور اگر کہا کہ اولاد عبد اللہ پر اور اولاد زید پر حالانکہ زید کا کوئی فرزند نہیں ہے تو پوری آمدنی اولاد عبد اللہ کے واسطے ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر وارثان زید پر وقف کیا اور زید زندہ موجود ہے تو اس کے وارثوں کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور کل غلہ فقیروں کے واسطے ہوگا پھر جب مرے تو غلہ مذکور اس کے وارثوں کے درمیان ان کی تعداد پر حصہ کر دیا جائے گا کہ عورت و مرد سب مساوی پائیں گے پھر اگر ان میں سے بعض مر گئے تو اس کا حصہ ساقط ہو گیا اور جو لوگ غلہ حاصل ہونے کے روز موجود ہوں انہی پر تقسیم ہوگا اور اگر ان میں سے ایک باقی رہے گا تو نصف اس کا ہوگا

۱۔ قال اکثر جم کیونکہ اس نے اولاد پر کہا ہے اور ایک پر اولاد کا اطلاق نہیں ہے بلکہ ولد کا ہے اور حسب اتفاق سے ہماری زبان میں بھی کتر جمع دو ہے اور یہاں عربیت میں بھی دو کا اعتبار کیا ہے لہذا ہم خوشی سے اپنی زبان کے موافق پا کر ترجمہ کرتے ہیں فافہم کیونکہ اگر تہائی غلہ کا حکم دیتے کتر جمع تین ہے تو اس کو اپنی زبان میں نصف لینا پڑتا کہ ہماری زبان میں دو کتر جمع ہے فافہم ۱۲۔

اور باقی نصف فقیروں پر تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ اولاد زید پر اور وہ فلاں و فلاں و فلاں و فلاں یعنی پانچ کو مثلاً مکن دیا تو ان پانچ کے سوائے اوروں کو خواہ اُس وقت موجود ہوں یا اُس کے بعد پیدا ہوں اُس غلہ سے کچھ نہ ملے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی مساکین پر صدقہ موقوف ہے اُس شرط پر کہ پہلے اُس میں سے میری پشت کی اولاد پر شروع کیا جائے پس اُس وقف کا غلہ ان پر جاری رکھا جائے پھر ان کے بعد کو ان کی اولاد اور ان کی نسل پر جاری رکھا جائے تو غلہ اُس کی پشت کی اولاد کے واسطے ہوگا اور اُس کی اولاد کی اولاد کے واسطے تمام اُس کی شرط کے موافق رہے گا پھر مسکینوں پر تقسیم ہوا کرے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ میرے اُس صدقہ کا غلہ واسطے مساکین کے ہے کہ ان سے خارج نہ ہوگا اور باوجود اُس کے یہ کہا کہ اور اُس شرط سے کہ اُس وقف کا غلہ میرے قرائتی پر جاری رکھا جائے جب تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی رہے تو بھی اُس وقف کا غلہ برابر اس کے قرائتی کے واسطے رہے گا پھر جب ایک بھی نہ رہے تو پھر مسکینوں پر جاری ہو جائے گا قال المترجم میرے نزدیک یہ طریقہ وقف بہت مستحسن ہے یعنی تقدیم مساکین فافہم واللہ اعلم اور اگر اُس نے کہا کہ اُس شرط پر کہ اُس کا غلہ واسطے عبد اللہ بن جعفر اور واسطے اولاد زید کے ہے جب تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی رہے پھر جب سب گزر جائیں تو یہ مساکین پر ہے تو غلہ مذکور اولاد زید کی تعداد اور عبد اللہ بن جعفر پر تقسیم کیا جائے گا پس اگر اولاد زید پانچ نفر ہوں تو غلہ چھ حصہ پر تقسیم کیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ زمین بعد میری وفات کے صدقہ موقوف ہے میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور ان کی نسل پر پھر مر گیا تو اُس کی پشت کی اولاد پر وقف نہ ہوگا اور اولاد کی اولاد پر جائز ہوگا مگر جب تک پشت کی اولاد میں سے کوئی زندہ ہے تب تک کل غلہ اولاد کی اولاد کے واسطے نہ ہوگا بلکہ تقسیم ہر سال اسی طرح ہوگی کہ سالانہ غلہ سب کی تعداد پر حصہ لگایا جائے گا پس جو کچھ اولاد کی اولاد کے پڑتے ہیں پڑا وہ ان کے واسطے وقف تصور ہوگا اور جو کچھ واقف کی پشت کے فرزندوں کے پڑتے ہیں پڑے وہ وارثوں کے درمیان میراث ہوگا حتیٰ کہ شوہر و زوجہ کی بھی شرکت ہوگی جیسے اور وارثوں کی شرکت ہوگی اور اگر اُس کی پشت کے فرزندوں سے بعض مر گئے تو غلہ مذکور اُس کی پشت کے باقی فرزندوں اور اولاد کی اولاد کی تعداد پر تقسیم ہوگا پھر جو کچھ پشت کے باقی فرزندوں کے پڑتے ہیں پڑا ہے وہ سب وارثوں کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا خواہ یہ وارث زندہ ہوں یا مر چکے ہوں بشرطیکہ وہ وقف کرنے والے کی موت کے وقت زندہ تھے یہ خلاصہ میں ہے اور وقف ہلال میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور وقف میں ذکر کیا کہ یہ وقف ہے میری حیات میں اور بعد میری وفات کے تو اُس کا یہ قول کہ بعد میری وفات کے یہ کچھ موجود جب فساد نہ ہوگا اور یہی اصح ہے اور یہ نہ ہوگا کہ اُس قول سے یہ وقف وارثوں کے واسطے وصیت ہونا قرار دیا جائے بلکہ اُس پر محمول ہوگا کہ اُس نے تائید یعنی ہمیشہ ایسا رکھنے کا قصد کیا ہے یہ وجہ میں ہے۔

فصل سوم:

قرابت پر وقف کرنے اور قرابت کی شناخت کے بیان میں

قال المترجم چونکہ اس فصل و مابعد میں مسائل کی بنا بیشتر زبان عرب پر ہے لہذا اعتدال ہے کہ اس کو زبان عرب پر محمول کریں ہاں جا بجا میں اپنی زبان کے موافق تصریح و اشارہ کر دوں گا واللہ الموفق والکفیل امام ابو یوسف و امام محمدؒ نے فرمایا کہ قرابت ہر ایسے شخص

۱۔ قال المترجم اور نیز جو اس میں سے مراد اس کا حصہ فقیروں پر تقسیم ہونا چاہئے نہ باقیوں پر قال ۱۲۔ ح۔ مثلاً دس ہوں تو ایک عبد اللہ سمیت ۶۱ حصے پر تقسیم ہوگا ۱۲۔ ح۔ یعنی اگر واقف عورت ہے تو اس کے شوہر کا اور مرد ہے تو اس کی بیوی کا حصہ ہوگا ۱۲۔ ح۔ غیر محرم و وہ لوگ جن کے ساتھ نکاح جائز ہے ۱۲۔

پر صادق ہوگی جو اسلام میں اس کے نسب سے اعلیٰ انتہائی باپ کی وجہ سے اس کی طرف نسب سے منسوب ہے خواہ پدر اعلیٰ از جانب اس کے باپ کے ہو یا از جانب اس کی ماں کے ہو اور محرم وغیر محرم قریب و بعید و جمع و مفرد اس میں یکساں ہے پس اگر اپنی قرابت پر یا صاحبان قرابت پر وقف کیا تو دونوں صورتوں میں امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہ سب جو مذکور ہوئے ہیں استحقاق وقف میں داخل ہوں گے اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے بلفظ المفرد وقف کیا جیسے میری قرابت پر یا میرے صاحب قرابت پر تو استحقاق وقف میں وہی قرابت والے داخل ہوں گے جو وقف کنندہ سے اقرب اور اس کے محارم میں سے ہوں اور اگر بلفظ الجمع وقف کیا جیسے میرے صاحبان قرابت پر یا میرے اقرباؤں پر تو باوجود اقرب ہونے و محارم ہونے کے یہ بھی معتبر ہوگا کہ جمع ہوتی کہ لفظ مذکور دو یا زیادہ کی طرف راجع ہوگا اور مشائخ نے صاحبین کے اس قول کے معنی میں کہ اسلام میں اس کے سب سے اعلیٰ انتہائی باپ کے ان اختلاف کیا ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ اقرب کو بترتیب اعتبار کرتے ہیں اور صاحبین کے نزدیک آمدنی مذکور ہر دو چچا اور ہر دو (۲) اماموں کے درمیان چار حصے ہوگی ☆

بعضوں نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ سب سے اول اس کے اجداد میں سے جو مسلمان ہوا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس کے اجداد میں سے سب سے اونچا جس نے اسلام کا زمانہ پایا خواہ مسلمان ہو گیا یا نہ ہوا ہو اور اس اختلاف کا ثمرہ جب ظاہر ہوتا ہے کہ ایک علویؑ نے اپنی قرابت پر وقف کیا تو بناء بر قول ثانی کے اولاد عقیل بن ابی طالب و جعفر بن ابی طالب داخل وقف ہوں گے اور بناء بر قول اول کے فقط اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہوں گی اور اگر وقف کنندہ کے دو چچا دو ماموں ہوں اور اس نے بلفظ جمع وقف کیا تو بر قول امام اعظم وقف کی آمدنی اس کے دونوں چچا کی ہوگی اس واسطے کہ امام رحمۃ اللہ اقرب کو بترتیب اعتبار کرتے ہیں اور صاحبین کے نزدیک آمدنی مذکور ہر دو چچا اور ہر دو ماموں کے درمیان چار حصے ہوگی اس واسطے کہ صاحبین رحمہما اللہ اقرب کا کچھ اعتبار نہیں کرتے ہیں اور اگر وقف کنندہ کے ایک چچا دو ماموں ہوں تو امام کے نزدیک آمدنی سے نصف چچا کو اور باقی نصف ہر دو ماموں کو برابر ملے گی یہ محیط میں ہے۔

قرابت کے استحقاق میں سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق مذکور مؤنث و مسلمان و کافر و آزاد و مملوک سب یکساں ہیں لیکن جو کچھ مملوک کے واسطے واجب ہوگا وہ اس کے اس مولیٰ کو ملے گا جو غلہ پیدا ہونے کے روز اس کا مالک تھا مگر قبول کا اختیار اس غلام کو ہوگا مولیٰ کو نہ ہوگا اور بعد آزاد ہو جانے کے اس کا حصہ اسی کا ہوگا یہ حاوی میں ہے اور قریب پر وقف ہونے کی صورت میں قرابت داروں کی تعداد پر غلہ تقسیم ہوگا جس میں صغیر و کبیر مذکور مؤنث و فقیر و ثروتمند سب یکساں ہیں کیونکہ اسم قریب سب پر یکساں صادق ہے یہ وجہ میں ہے اور وقف کرنے والے کا باپ اور اس کی پشت کی اولاد اس میں داخل نہ ہوگی اور واداء کے حق میں دو روایتیں ہیں چنانچہ ایک میں ہے کہ داخل ہوگا اور ظاہر الروایہ میں ہے کہ نہیں داخل ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے ایک نے اپنے قرابات کے محتاجوں پر کچھ وقف کیا پھر مر گیا پس آیا قیام کو یہ اختیار ہے کہ واقف کے پوتے کو جب کہ وہ فقیر ہو تو اس میں سے دے دے یا نہیں تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول پر نہیں دے سکتا ہے اس واسطے کہ پوتا ان دونوں اماموں کے نزدیک قرابت میں سے نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اپنے صاحبان قرابت و اقرباء کے الفاظ سے وقف کرنے میں جو حکم ہم نے بیان کیا ہے وہی اپنے ارحام اور صاحبان ارحام اور اپنے انساب

وصاحبان انساب کے لفظ سے وقف کرنے میں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میرے موجب قرابت پر وقف ہے تو قیاس سے یہ لفظ ایک پر واقع ہونا چاہیے حتیٰ کہ اگر اُس کا ایک چچا دو ماموں ہوں تو آمدنی تمام اس ایک چچا کو ملے گی اس واسطے کہ لفظ مذکور باعتبار صیغہ کے مفرد ہے اور استحساناً یہ سب مساوی ہوں گے اس واسطے کہ اس سے جنس مراد لی جائے گی یہ حاوی میں ہے اور اگر اپنے قرابتیوں یا اپنے اقرباؤں یا اپنے انساب یا اپنے ارحام پر اس شرط سے کہ پہلے اقرب کو پھر اُن کے بعد جو اقرب ہوں اسی ترتیب سے وقف کیا تو جو سب سے زیادہ قریب ہو اسی پر وقف ہوگا اگرچہ وہ ایک ہو اور اس میں لفظ جمع کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور یہ بالاتفاق ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے قرابت میں یا قرابت پر اور یہ نہ کہا کہ میری قرابت پر تو فرمایا کہ یہ دونوں لفظ یکساں ہیں پس اس کی قرابت پر وقف ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اقارب کے واسطے یا انساب کے واسطے یا ذوی الارحام کے واسطے اور اپنی ذات کی طرف نسبت نہ کی تو یہ وقف اس کی قرابت پر ہوگا بوجہ اس کے کہ عرف میں ایسا بولتے ہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ ماں باپ کی جانب سے میری قرابت پر یا ماں کی جانب سے میری قرابت پر وقف ہے تو اُس کے قول کے موافق ہو گا اور آمدنی ایسے ہی قرابتیوں پر ان کی تعداد مساوی تقسیم ہوگی اور اگر کہا کہ ماں و باپ کی جانب سے میری قرابت پر اور باپ کی جانب سے میری قرابت پر یا کہا کہ باپ و ماں کی جانب سے میری قرابت پر اور ماں کی جانب سے میری قرابت پر وقف ہے تو آمدنی اُن سب کی تعداد پر تقسیم ہوگی اور اس میں ماں و باپ کی جانب کے قرابت دار اور فقط باپ کی جانب کے یا فقط ماں کی جانب کے قرابت دار دونوں یکساں ہوں گے کہ ماں و باپ دونوں کی جانب والے قرابتیوں کو ترجیح نہ ہوگی اور اگر کہا کہ درمیان میرے باپ کی جانب والے قرابتیوں اور درمیان میری ماں کے جانب والے قرابتیوں کے وقف ہے تو نصف آمدنی باپ کی جانب والوں کے واسطے ہوگی اور نصف آمدنی اُس کی ماں کے جانب والے قرابتیوں کی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے میری قرابت پر اقرب پھر اقرب کے تو وقف کی آمدنی انہی لوگوں کے واسطے واجب ہوگی جو اس کے قرابتیوں میں سب سے زیادہ اُس سے قرابت رکھتے ہیں پھر اگر سب سے قریب ایک ہی شخص ہو تو پورا غلہ اُسی کا ہوگا اگرچہ دو سو درہم سے زائد ہو اور اگر ایک جماعت ہو تو سب غلہ اُن کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا جس میں مرد و عورتیں برابر ہندوار ہوں گی پھر جب یہ لوگ گذر جائیں تو پھر جو لوگ میت سے سب سے زیادہ قریب ہوں اگرچہ ان گذرے ہوؤں کی نسبت ایک درجہ دور ہوں گے وہ اس غلہ کے مستحق ہوں گے اسی طرح ترتیب وار پہنچتے پہنچتے ایسے لوگوں کو پہنچے گا جو دور کے قرابت وار تھے اگرچہ اپنے وقت میں باقیوں کی بہ نسبت میت سے سب سے زیادہ قریب ہوں گے اور یہ امام محمد کا قول ہے اور اسی کو ہلال رحمۃ اللہ نے لیا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قرابتیوں میں سے وقف کرنے والے سے قریب والے و بعید والے سب کے واسطے آمدنی یکساں واجب ہوگی جو ان میں مساوی تقسیم ہوگی اور اسی طرح اگر اُس نے کہا کہ میری قرابت اولیٰ پھر ادنیٰ پر تو بھی ایسا ہی حکم اختلافی ہے پھر اگر بعض نے فرمایا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور غلہ باقیوں کے واسطے ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ اس شرط پر کہ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اُس کی آمدنی سے دیا جائے اقرب کو پھر اقرب کو تو تمام غلہ اُسی کو ملے گا جو سب سے زیادہ وقف کنندہ سے قریب ہو یہ محیط میں ہے اور اگر کوئی اراضی اپنی قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں اس کی قرابت سے ہوں تو اُس کو تکلیف دی جائے گی کہ گواہ قائم کرے اور اُس کے گواہ بدون خصم کے قبول نہ ہوں گے پس خصم یعنی مدعا علیہ وقف کرنے والا ہوگا بشرطیکہ زندہ ہو اور اگر مر گیا ہو تو اُس کا وہ وصی جس کے قبضہ میں یہ زمین ہے خصم ہوگا اور اگر وصی نے کسی کے واسطے

اقرار کیا کہ یہ اُس کی قرابت سے ہے تو اُس کا اقرار صحیح نہ ہوگا مگر وہ مدعی کی جانب سے گواہ قائم کرنے کی صورت میں فقط خصم ہو سکتا ہے یہ حادی میں ہے اور اگر وقف کنندہ کے دو وصی ہوں یا زیادہ ہوں پھر مدعی نے اُس میں سے ایک پر دعویٰ کیا تو جائز ہے اور ان سب وصیوں کا مجتمع ہونا شرط نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور وقف کرنے والا میت کا وارث اس مقدمہ میں مدعی خصم نہ ہوگا فلاں اس صورت میں کہ وہ متولی ہو اور اسی طرح جن لوگوں پر وقف کیا ہے وہ بھی مدعی کے خصم نہ ہوں گے یہ محیط میں ہے پس اگر مدعی نے متولی کے مقابلہ میں یہ امر ثابت کر لیا کہ یہ وقف کنندہ کا قریبی ہے تو اسی قدر قبول نہ ہوگا یہاں تک کہ دو گواہوں سے ثابت کر دے کہ اُس کا نسب معلوم یہ ہے کہ مثلاً مادر پدر کی جانب سے یا فقط باپ کی جانب سے یا فقط ماں کی جانب سے واقف میت کا بھائی ہے اور اگر صرف بھائی ہونے کو ثابت کر لیا تو قبول نہ ہوگا اور اسی طرح اگر چچا ثابت کر لیا تو بھی قبول نہ ہوگا پھر اگر گواہوں نے کہا کہ ہم اس کے سوائے دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں تو قاضی اُس کو دے دے گا اور اگر گواہوں نے اس طرح نہ کہا تو چندے ٹھہر کر پھر اس کو دے گا یہ وجہ میں ہے۔

اگر ایک شخص نے گواہ پیش کیے کہ قاضی شہر فلاں نے حکم دیا ہے کہ یہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ قاضی ان سے دریافت کرے گا کہ وہ کیا قرابت ہے جس کا حکم دیا گیا ہے ☆

امام اعظمؒ کے نزدیک دینے کے وقت اُس سے لفیل نہ لیا جائے گا جیسے میراث میں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ وقف کنندہ کے قرائبی غائب ہیں تو قاضی ان کے حصوں کو تقسیم کر کے خدارکھ چھوڑے گا اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم ان کی تعداد نہیں جانتے ہیں کہ وہ کتنے ہیں تو قاضی کو چاہیے کہ ان سے کہے کہ تم لوگ احتیاطاً کرو اور گواہی نہ دو فلاں اُسی کی جس کا تم کو یقین ہو پس کہو کہ ہم کوئی قرائبی نہیں جانتے ہیں سوائے کذا و کذا کے یہ ذخیرہ میں ہے پس اگر ایک شخص نے گواہ پیش کیے کہ قاضی شہر فلاں نے حکم دیا ہے کہ یہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ قاضی ان سے دریافت کرے گا کہ وہ کیا قرابت ہے جس کا حکم دیا گیا ہے پس اگر انہوں نے ایسی قرابت بیان کر دی کہ اُس سے وقف کا مستحق ہوتا ہے تو اُس کو دے گا ورنہ نہیں اور قبل اس بیان کے گواہ غائب ہو گئے یا مر گئے تو مدعی سے دریافت کیا جائے گا پس اگر اُس نے ایسی قرابت بیان کر دی جس سے مستحق ہوتا ہے تو دیا جائے گا ورنہ نہیں اور نہ دینے کے حکم سے قاضی اول کا حکم توڑنا نہیں لازم آتا ہے اس لیے کہ اُس نے فقط یہ حکم دیا تھا کہ اُس کا قریب ہے اور ہر قریب مستحق وقف نہیں ہوتا ہے ہاں اگر اُس نے یہ حکم دیا ہو کہ اُس کو غلہ میں سے دیا جائے یا یہ موقوف علیہ ہے تو یہ قاضی بھی اُس کو نافذ کرے گا اور اُس کو دے گا یہ وجہ کروری میں ہے۔ اگر مدعی نے قرابت کی تفسیر نہ کی شایہ طفل ہے تو شیخ ہلال نے فرمایا کہ یہ قاضی اُس کو وقف کا غلہ دے گا اور قاضی اول کا حکم صحت پر محمول کرے گا یعنی اُس نے ایسی قرابت کا حکم دیا ہے جس سے وقف کا مستحق ہوتا ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنی قرابت کو قاضی کے سامنے ثابت کیا اور قاضی نے اس کی قرابت ہونے کا حکم دیا پھر دوسرا آیا اور دعویٰ کیا کہ میں وقف کنندہ کا قریب ہوں مگر اُس نے قاضی کو نہ پایا پس چاہا کہ جس کے لیے قاضی نے حکم دے دیا ہے اُس سے خصمہ کرے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اُس نے غلہ میں سے کچھ لیا ہے تو وہ دوسرے مدعی کا خصم ہوگا اور اگر نہیں لیا ہے تو خصم نہ ہوگا خواہ اول کو اسی قاضی کے پاس لائے

۱۔ یعنی چچا ہونے کا رشتہ خواہ دونوں میں سے کوئی چچا کوئی بھتیجا ہو ۱۲۔ کہ اگر دوسرا وارث پیدا ہو تو میں اس مال کا لفیل ہوں ۱۳۔ تم احتیاط سے بیان کرو اور یہ نہ کہو اس کے قرائبی فلاں اس قدر ہیں بلکہ کہو کہ ہم سوائے اس کے نہیں جانتے ہیں۔ ۱۴۔ فلاں و فلاں سکے یا سوائے چار کے مثلاً ۱۵۔ قال المترجم او پر بیان کیا کہ تفسیر کی گمراہی تفسیر کہ جس سے مستحق نہیں ہوتا ہے تو کچھ نہ دیا جائے گا ۱۶۔ یہاں مراد یہ ہے کہ مدعی نے تفسیر نہ کی اور نہ بیان کیا پس اس پر جبر نہ کیا جائے گا اور یہ مراد نہیں ہے کہ اس نے ایسی تفسیر نہ کی جس سے مستحق ہوتا ہے تو بھی لیا جائے گا ۱۷۔

جس نے اُس کے نام حکم دیا ہے یا کسی دوسرے قاضی کے پاس لائے اور یہی استحسان ہے کہ جس کی طرف شیخ ہلال گئے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اقرباؤں میں سے کسی نے اپنی قرابت وقف کنندہ سے ثابت کرائی پھر دوسرے نے گواہ دیے کہ یہ اُس کا بیٹا ہے جس نے اپنی قرابت ثابت کرائی ہے یا اُس کا پوتا ہے اسی پر اکتفا کیا جائے گا اور اُس کو میت سے اپنی قرابت کی تفسیر کرنے کی حاجت نہ ہوگی جیسے کہ اول کو اس تفسیر کی حاجت ہوئی تھی اور اسی طرح اگر گواہ کیے کہ یہ اُس کا مادرو پدر کی طرف سے بھائی ہے تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الحاوی اور اسی طرح اگر وہ شخص جس کے واسطے اول حکم دیا گیا ہے کوئی عورت ہو اور باقی مسئلہ موافق مذکورہ بالا واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر دوسرے نے گواہ دیے کہ یہ اول مرد کا جس کے واسطے حکم ہو چکا ہے باپ کی طرف سے بھائی ہے پس اگر قاضی نے اول کے واسطے یہ حکم دیا ہو کہ وہ وقف کنندہ کا باپ کی طرف سے بھائی ہے تو دوسرے کے واسطے بھی قرابت کا حکم دے دے گا اور اگر اول کی نسبت وقف کنندہ کا ماں کی جانب سے بھائی ہونے کا حکم دیا ہو تو دوسرا مدعی وقف کنندہ سے اجنبی ہوگا اور اسی سے اس جنس کے مسائل کو نکال لینا چاہیے یہ محیط میں ہے اور اگر وقف کنندہ کے دو بیٹوں نے ایک مدعی کی نسبت گواہی دی کہ یہ ہمارے باپ کا قرابت دار ہے اور قرابت بیان کر دی تو گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دوسروں نے دوسروں کے واسطے قرابت کی گواہی دی اور ان دونوں نے ان دونوں کے واسطے قرابت کی گواہی دی پس ہر ایک فریق نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اگر قاضی نے پہلے دونوں گواہوں کی گواہی پر دونوں مدعیوں کے واسطے حکم دے دیا پھر دونوں مدعیوں نے گواہوں کے واسطے گواہی دی تو مدعیوں کی گواہی ان گواہوں کے حق میں مقبول نہ ہوں گی مگر پہلے مدعیوں کے حق میں گواہان اول کی گواہی بحال خود صحیح باقی رہے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر دو اہل قرابت نے ایک شخص کے واسطے قرابتی ہونے کی گواہی دی مگر گواہوں کی شہادت ثابت نہ ہوئی یعنی تعدیل نہ کی گئی تو ان اہل قرابت گواہوں کے پاس غلہ جو وقف ہوگا اُس میں یہ شخص جس کے واسطے گواہی دی ہے شرکت کر لے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر اپنی زمین اپنی قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص آیا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ میں وقف کنندہ کی قرابت سے ہوں اور وقف کرنے والے نے اقرار کیا اور اُس کی قرابت کو بہ نسبت معلوم بیان کیا اور کہا کہ یہ اُنہی میں سے ہے جس پر میں نے وقف کیا ہے پس اگر وقف کنندہ کے کوئی قرابت والے معروف لوگ ہوں اور یہ اُنہیں سے معروف نہ ہو تو اُس کا اقرار صحیح نہ ہوگا اور یہ اس وقت ہے کہ وقف کرنے والے نے بعد وقف کرنے کے ایسا اقرار کیا اور اگر اُس نے وقف میں ایسا اقرار کیا یا اس طور کہ کہا کہ یہ اُنہی لوگوں میں ہے جن پر میں نے وقف کیا ہے تو یہ اقرار اُس کی طرف سے قبول ہوگا اور اگر وقف کنندہ کے قرابتی معروف لوگ نہ ہوں تو استحساناً اُس کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ وقف کرنے والے نے اُس کی نسبت اقرار کیا ہے کہ میرا یہ قرابت دار ہے اور حالانکہ وقف کرنے والے کے قرابتی لوگ معروف ہیں تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر اُس کے قرابت والے معروف نہ ہوں تو استحساناً میں کہتا ہوں کہ اُس کو وقف کے غلہ میں سے دیا جائے بشرطیکہ گواہوں نے اقرار میت کی مع تفسیر قرابت کے گواہی دی ہو یہ حاوی میں ہے۔

اگر اپنی اولاد اپنی نسل پر وقف کیا پھر ایک مرد کے واسطے اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو آمدنی ہائے گذشتہ کی بابت تصدیق نہ کیا جائے گا اور آمدنی ہائے پیوستہ یعنی آئندہ میں تصدیق کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک نے اپنی قرابت پر وقف کیا پھر ایک مرد آیا اور دعویٰ کیا کہ میں اس کی قرابت سے ہوں اور گواہ قائم کیے جنہوں نے گواہی دی کہ وقف کرنے والا اپنی زندگی میں قرابت کے ساتھ اس شخص کو بھی ہر سال کچھ دیا کرتا تھا تو ایسی گواہی سے کچھ مستحق نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ فلاں قاضی اُس کو قرابت والوں

کے ساتھ ہر سال کچھ یا کرتا تھا تو بھی کچھ مستحق نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر وقف کیا ایسوں پر جو سب لوگوں سے زیادہ اُس کا قریب ہو پھر بعد اس کے مساکین پر اور اُس کا بیٹا یا باپ ہے تو استحقاق و قسمیں شامل ہوگا اور اگر قرابتوں میں سے سب سے زیادہ قریب پر وقف کیا تو یہ دونوں داخل استحقاق نہ ہوں گے اور اگر اُس کا بیٹا اور والدین ہوں تو غلہ بیٹے کا ہوگا اور اسی طرح اگر بجائے بیٹے کے دختر ہو تو بھی ایسا ہی ہے پھر جب بیٹا یا بیٹی مر گئی تو غلہ مساکین کا ہوگا اور والدین کے لیے کچھ نہ ہوگا اور اگر فقط اُس کے والدین ہوں تو آمدنی دونوں میں نصفانصف ہوگی پھر اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو باقی کے واسطے نصف ہوگا اور نصف مساکین پر صدقہ ہوگا اور اسی طرح اگر اولاد ہوں اور دس ہوں پھر ایک مر گیا تو اُس کا حصہ مساکین پر صدقہ ہوگا اور اگر وقف کنندہ کی ماں اور بھائی ہوں تو غلہ ماں کا ہوگا نہ بھائیوں کا اور اسی طرح اگر اُس کا سگا دادا یا نانا اور ماں ہو تو ماں ان دونوں سے قریب تر ہے اور بھائیوں سے بھی قریب تر ہے اور مثل ماں کے باپ کا بھی حکم ہے اور اگر دادا یعنی باپ کا باپ ہو اور بھائی ہوں تو جس امام کے نزدیک دادا بجائے باپ کے ہے اُس کی رائے میں غلہ دادا کا ہوگا اور دیگر علماء کے قول میں بھائیوں کا ہوگا دادا کا نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر وقف کنندہ کے دو بھائی ہوں ایک سگا ایک ماں و باپ سے اور دوسرا فقط باپ کی طرف یا فقط ماں کی طرف سے تو جو ماں و باپ دونوں کی طرف سے ہے وہ اولیٰ و مقدم ہوگا اور اسی طرح بھائیوں و بہنوں کی اولاد اور چچا اور پھوپھیوں اور ماموں و خالہ اور اُن کی اولاد جو سگی ایک ماں و باپ کی طرف سے ہوں وہ اُن سے جو فقط ماں کی طرف سے یا فقط باپ کی طرف سے ہوں اولیٰ ہوں گی اور اگر اُس کے تین ماموں ہوں جن میں سے ایک ماں و باپ دونوں سے اور دوسرا باپ کی طرف سے اور تیسرا ماں کی طرف سے اور ایک چچا باپ کی طرف سے تو پہلے وہ ماموں پائے گا جو ماں و باپ دونوں کی طرف سے ہے اور اگر اُس کا ایک بھائی باپ کی طرف سے اور ایک بھائی ماں کی طرف سے ہو تو امام اعظمؒ کے اول قول کے موافق باپ کی طرف والا بھائی مقدم ہوگا اور امام اعظمؒ کے دوسرے قول کے موافق اور یہی صاحبین کا قول ہے کہ دونوں یکساں برابر ہیں اور علیٰ ہذا تمام اقارب میں جو باپ کی طرف سے ہو وہ ماں کی طرف والے سے امام اعظمؒ کے اول قول کے موافق مقدم ہوگا اور دوسرے قول کے موافق دونوں برابر ہیں اور یہی صاحبین کا قول ہے یہ حاوی میں ہے۔

ماں کی طرف والے بھائی کا بیٹا استحقاق وقف میں باپ کی طرف والے چچا سے مقدم ہوگا ☆

اگر وقف کرنے والے کا باپ ہو اور پسر کا پسر ہو تو غلہ وقف باپ کا ہوگا پوتے کا نہ ہوگا اور اگر اُس کا ایک سگا بھائی ماں و باپ کی طرف سے دادا پوتا یعنی بیٹے کا بیٹا ہو تو غلہ پوتے کا ہوگا اور اگر اُس کی دختر کی دختر ہو اور پسر کے پسر کا پسر ہو یعنی ایک درجہ دختر مذکور سے نیچا ہو تو وقف کا غلہ دختر کی دختر کا ہوگا اور واضح ہو کہ اگر بجائے وقف کے وصیت ہو تو وصیت میں بھی ایسی تمام صورتوں میں یہی حکم ہے اور اگر ایک ماں و باپ سے سگی بہن ہو اور دختر کی دختر کی دختر کی دختر مستحق مقدم ہوگی کذا فی محیط پس حاصل یہ ہے کہ پہلے وقف کنندہ کی اولاد سے شروع کیا جائے گا اور وہ مقدم رکھے جائیں گے پھر جب وہ نہ ہوں تو باپ کی اولاد پھر دادا کی اولاد سے ابتدا ہوگی اور اگر نانا یعنی ماں کا باپ ہو اور سگے بھائی کی دختر یا فقط ماں کی جانب والے بھائی کی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک نانا مقدم ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بھائی کی دختر مقدم ہوگی اور اگر بجائے بھائی کے دختر کی دختر ہو تو یہ دختر بالاتفاق مقدم ہوگی اور اگر اُس کا باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے بھائی ہو اور ماں باپ کی طرف سے سگے بھائی کا بیٹا ہو تو وقف کی آمدنی بھائی کی ہوگی یہ ذخیرہ میں

۱۔ یعنی اس کے باپ کا سگا بھائی نہیں ہے بلکہ اس کے باپ کا باپ کی طرف سے بھائی ہے ۱۲۔ ۲۔ اُس کی ماں کا سگا بھائی ایک ماں و باپ سے ۱۳۔

ہے۔ ماں کی طرف والے بھائی کا بیٹا استحقاق وقف میں باپ کی طرف والے چچا سے مقدم ہوگا یہ حاوی میں ہے اور اگر کسی نے اپنے ایسے اقارب پر جو مقیم شہر فلاں ہیں پھر آخر میں فقیروں پر وقف کیا پس اگر یہ لوگ داخل شمار ہوں تو وہ جہاں جائیں ان کا حصہ ان کے ساتھ جائے گا۔ اور اگر یہ لوگ داخل شمار نہ ہوں تو جو شخص ان میں سے دوسرے شہر و مقام میں وطن منتقل کر لے گا وہ محروم ہو جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی باقی نہ رہا تو غلہ فقیروں پر صرف کیا جائے گا اور اگر پھر لوٹ کر اسی شہر میں چلا آیا تو آئندہ غلہ اُس کو ملا کرے گا اور گذشتہ کا مستحق نہ ہوگا یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے اور اگر اپنی اراضی وقف کی اور حکم کیا کہ میرے اقرباء کو بقدر آئندہ کی کفایت کے دیا جائے اور حال یہ ہے کہ اُس کے اقرباء کثرت سے ہیں لہذا داخل شمار نہیں ہیں پس اگر اُس نے اولاد کا ذکر نہ کیا تو اولاد اقرباء وہ ان کی اولاد سب داخل ہوں گی اس لیے کہ وہ بھی وقف کرنے والے کے قریبوں میں سے ہیں اور اگر اُس نے ذکر کیا اور یوں کہا کہ پھر ان اقرباءوں کے بعد ان کی اولاد کو ملے تو یہ اولاد اپنے باپوں کی زندگی میں داخل استحقاق نہ ہوں گے۔ پھر قدر کفایت کی حد یہ ہے کہ اُس کی ذات و اس کے اہل و اولاد اور ایک خادم کی حاجت کے لائق دیا جائے یہ مضمرات میں ہے۔

ایک وقف اپنے وقف کرنے والے کے قبضہ میں ہے اور وہ آمدنی و حاصلات کو اپنے اقرباءوں اور اپنے آزاد کیے ہوئے غلاموں پر صرف کرتا ہے اور بعضوں کو بہ نسبت دوسروں کے زیادہ دیتا ہے اور جہاں چاہتا ہے صرف کرتا ہے پھر وہ مرا اور اُس نے دوسرے کو وصی مقرر کیا اور یہ بیان نہ کیا کہ وقف مذکور کا صرف کیونکر تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ جن کو وقف کنندہ دیا کرتا تھا انہی کو وصی بھی دیا کرے اور اگر وصی پر یہ امر مشتبہ و مشکل ہو کہ وقف کنندہ اپنے اقرباءوں اور آزاد کیے ہوئے غلاموں میں سے کس کو زیادہ دیتا تھا تو وہ زیادتی کو فقیروں پر تقسیم کیا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فصل چہارم :

فقراء قرابت پر وقف کرنے کے بیان میں

اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوف ہے میرے قرائتی فقیروں پر یا کہا کہ میری اولاد کے فقیروں پر اور بعد ان کے مساکین پر تو یہ وقف صحیح ہے اور وقف کا مستحق وہ ہوگا جو غلہ پائے جانے کے روز فقیر ہو اور یہ ہلال کے نزدیک ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں کذا فی المغنمات اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر کہا میری اراضی صدقہ موقوف ہے میری قرابت میں سے مسکینوں یا میری قرابت کے محتاجوں پر تو بھی وہی حکم ہے جو قرائتی فقیروں پر صدقہ کرنے کی صورت میں بیان ہوا ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوف ہے واسطے میرے قرائتی فقیروں کے یا میرے قرائتی فقیروں میں تو ایسا ہی ہے جیسا کہا کہ میرے قرائتی فقیروں پر اس واسطے کہ حروف صلات ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں اور اگر کہا کہ میری قرابت کے یتیموں پر تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ان یتیموں میں سے غلہ حاصل ہو جانے کے بعد کوئی تکلم ہوا یعنی بالغ ہو گیا تو اس کو اس غلہ میں سے حصہ ملے گا اور آئندہ غلہ سے نہ ملے گا اور اگر اس کے اور دوسرے مستحقوں میں سے کسی کے درمیان خصومت واقع ہوئی پس دوسرے مستحق نے کہا کہ تو غلہ حاصل ہونے سے پہلے بالغ ہوا ہے پس تیرے واسطے حصہ نہ ہوگا اور اُس نے کہا کہ نہیں بلکہ میں غلہ حاصل ہونے کے بعد تکلم ہوا ہوں تو قسم سے قول اُسی کا قبول ہوگا اور اسی طرح اگر

۱۔ جوان جائیں وہاں پائیں گے ۱۲۔ قابل اکثر جمہ واضح رہے کہ داخل شمار میں اختلاف ہے کہ کس قدر ہوں بعض نے فرمایا کہ سو سے زائد ہوں بعض نے فرمایا کہ مسجد محلہ میں نہ سائیں بالجملہ یہ مقدمہ سے غائب کرنا چاہئے ۱۳۔ حروف صلات یعنی حرف (میں) و (پر) اور واسطے وغیرہ جو فعل کو فاعل وغیرہ سے وصول کرنے میں بولے جاتے ہیں وہ ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں جیسے میری قرابت پر وقف ہے میرے قرابت میں وقف ہے میری قرابت کے لئے وقف ہے علیٰ ہذا القیاس پس معنی کا لحاظ رکھنا چاہئے ۱۴۔

قیم لڑکی کو حیض آیا اور اس میں ایسی خصوصیت واقع ہوئی تو قسم سے لڑکی کا قول قبول ہوگا اور اگر اہل قرابت میں سے کوئی شخص غلہ حاصل ہونے کے بعد مراد اور صغیر اولاد چھوڑی کہ جو قیم ہوگئی تو ان کو اس غلہ سے نہ ملے گا (آئندہ غلہ سے ملے گا ۱۲) یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اپنی قرابت کے محتاجوں پر وقف کیا اور آخر اس وقف کا فقیروں کے واسطے قرار دیا پھر خود مراد اور اس کا ایک بیٹا فقیر ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قرابت کے لفظ میں داخل نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میرے قرائقی فقیروں میں سے صلحاء پر وقف ہے تو صالح ہر وہ شخص ہے کہ مستور ہو یعنی کوئی برائی اُس کی ظاہر نہ ہو اور اُس کا چال چلن سیدھی راہ پر ہو سلیم الناحیہ ہو کہ ادھر والے لوگوں میں سلیم ہو اور کامن الاذی ہو کہ اس کا کسی کو رنج پہنچانا ظاہر نہ ہو قلیل الشرب ہو کہ شراب کا کھٹا ہوا قلیل ہو اور حرمت شرع کی ہتک کرنے والا نہ ہو اور صاحب زنیہ نہ ہو کہ فسق ظاہر ہو اور نیز محسنات طہیفہ پاک عورتوں کا زنا کی طرف نسبت دینے والا نہ ہو اور جھوٹ بولنے میں معروف نہ ہو پس جو ایسا شخص ہو وہ صالح ہے یعنی ایسے لوگوں کو جو اُس کی قرابت سے فقیر ہوں ملے گا اور اگر اس نے کہا کہ اہل عفاف پر یا اہل الخیر یا اہل فضل پر وقف ہے تو مثل اہل الصلاح کہنے کے ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری قرابت کے فقیروں پر وقف ہے اور اس کی قرابت میں ایسا فقیر ہیں جو اس شہر کے سوائے جن میں وقف کرنے والا ہے دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو یہاں سے ایک شہر میں نہ بھیجا جائے گا بلکہ اُس شہر میں جو اُس کے قرائقی فقیر ہیں اُنہی پر تقسیم کیا جائے گا اور اگر قیم نے یہاں سے اس شہر میں ان کو بھیج دیا تو اُس پر ضمان لازم نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ وقف ہے میری قرابت کے فقیروں پر اس طرح کہ شروع اُن لوگوں سے کیا جائے جو سب سے زیادہ قریب ہیں پھر ان کے بعد جو سب سے زیادہ قریب ہوں علیٰ ہذا القیاس تو جب غلہ حاصل ہو تو جو اُن میں سے وقف کرنے والے سے سب سے زیادہ قریب ہوں اُن سے شروع کیا جائے گا پس دو سو درہم دیے جائیں گے اس سے زیادہ نہ دیا جائے گا پھر جو زندقی میں اُن کے متصل ہیں اُن کو دو سو درہم دیے جائیں گے اسی طرح آخر تک تقسیم ہوگا پس اگر غلہ تین سو درہم ہوں تو اول کو دو سو درہم دیے جائیں گے اور دوم کو سو درہم ملیں گے اور اگر کچھ غلہ ضائع ہو گیا تو اس میں سے اول کو پورا دیا جائے گا اور ضائع شدہ کی کسی دوسرے درجہ والوں کے حصہ میں رہے گی یہ حاوی میں ہے پھر اگر اُس نے اُن میں سے ہر ایک کو دو سو درہم دیئے اور آمدنی سے کچھ باقی رہا تو اتنا مساوی تقسیم کر دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ وقف ہے میرے فقراء قرابت پر اسی شرط سے کہ پہلے تمام غلہ سب سے قریب والوں کو دے دیا جائے پھر جو اُن کے بعد سب سے قریب ہوں علیٰ ہذا الترتیب تو ایسی صورت میں تمام آمدنی اُس کے سب سے قریب والوں کو دے دی جائے گی اور اگر کہا کہ میری قرابت کے فقیروں پر وقف ہے کہ اُس میں سے سب سے قریب والوں کو دیا جائے پھر جو اُن کے بعد سب سے قریب ہوں اسی ترتیب سے تو آمدنی میں سے سب سے قریب کو دو سو درہم ملیں گے اور پوری آمدنی نہ دی جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

مسئلہ ☆ اگر مذکورہ شخص کی ملک میں دو سو درہم قیمت کی زمین ہو حالانکہ اس میں سے غلہ اس قدر حاصل نہ ہوتا ہو جو اُس کے واسطے کافی ہو تو بنا بر مختار کے وہ غنی ہے ☆

واضح ہو کہ جو شخص باب زکوٰۃ میں فقیر قرار دیا گیا ہے ویسا ہی باب وقف میں بھی قرار دیا گیا ہے اور یہی مشہور ہے کہ انانی الحادی پس جس شخص کی ملک میں فقط رہنے کا ٹھکانا ہے اور کچھ نہیں ہے یا جس کی ملک میں رہنے کا ٹھکانا اور ایک باغی یا غلام ہے اور کچھ نہیں ہے وہ زکوٰۃ و وقف دونوں میں فقیر قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح اگر باد جو درہن کے مکان و غلام کے اس کی ملک میں بقدر کفایت لباس

ہو اس پر زیادتی نہ ہو تو بھی فقیر ہے اور اسی طرح اگر باوجود مسکن و غلام و لباس قدر کفایت کے اس کی ملک میں متاع خانہ داری میں سے ایسی چیزیں ہوں جن کے بغیر چارہ نہیں ہے تو بھی فقیر ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی قرائتی کی ملک میں دوسورہم یا بیس مثقال سونا ہو تو اس کے لیے وقف سے کچھ حصہ نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اس کی ملک میں متاع خانہ داری یا کپڑوں میں قدر کفایت سے زائد ہو اور زائد اس قدر ہو کہ کم سے کم اُس کی قیمت دوسورہم ہے تو وہ شخص تو نگر ہے کہ اُس کو زکوٰۃ اور وقف لینا حلال نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اُس کی ملک میں دو مسکن اور دو خادم ہوں اور جو مسکن و خادم کہ اُس کی حاجت سے فاضل ہے وہ دوسورہم قیمت کے ہوتے ہیں تو وہ تو نگر ہے کہ اُس کو زکوٰۃ و وقف لینا حلال نہیں ہے اگرچہ وہ اس معنی کے تو نگر نہیں ہے کہ اُس پر زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہو اور یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر اُس کی ملک میں کپڑوں میں سے کچھ حاجت سے زائد ہو اور کچھ متاع و بیت میں سے زائد ہو اور کچھ مسکن حاجت سے زائد ہو اور ان زیادتیوں میں سے ہر ایک زیادتی دوسورہم قیمت کو نہیں پہنچتی ہے مگر سب کا مجموعہ کم سے کم دوسورہم کا ہے تو وہ اس باب میں تو نگر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس کی ملک میں دوسورہم قیمت کی زمین ہو حالانکہ اس میں سے غلہ اس قدر حاصل نہ ہوتا ہو جو اُس کے واسطے کافی ہو تو بتا بر مختار کے وہ غنی ہے یہ خزائنہ المغنی میں ہے اور اگر اس کی ملک میں مال کثیر ہو مگر وہ سب غائب ہو یا اُس کا مال لوگوں پر قرضہ ہو جس کے وصول کرنے پر قادر نہ ہو تو اُس کو زکوٰۃ و وقف دونوں سے دیا جائے گا اس واسطے کہ وہ بمنزلہ ابن السبیل کے ہے اور اگر اُس کا مال اُس سے غائب ہو یا لوگوں پر قرضہ ہو جس کو وصول کرنے پر قدرت نہیں رکھتا ہے مگر وہ قرض لے سکتا ہے تو صدقہ قبول کرنے سے اُس کو قرضہ لے لینا بہتر ہے لیکن اگر اُس نے قرضہ نہ لیا اور زکوٰۃ لے لی تو مضائقہ نہیں ہے اور وقف کا مال ایسے فقیر کو دیا جائے جو کمائی کرتا ہے اور کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر اُس کو زکوٰۃ لینا مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اُس کا مال کسی مفلس پر ہو تو وہ اس قرضہ کی وجہ سے غنی نہ ہوگا بلکہ فقیر ہے اور اگر اس کا مال کسی مال دار پر ہو جو اقرار کرتا ہے تو یہ غنی ہے اور اگر وہ انکار کرتا ہو اور اُس کے گواہ موجود ہوں تو بھی ایسا ہی ہے اور اگر گواہ نہ ہوں تو فقیر ہے ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے اپنی اراضی اپنے احفاد میں سے ان پر جو فقیر ہوں وقف کی حالانکہ اس کے بعض احفاد ایسے ہیں کہ ان کے پاس گھوڑا ہے تو دیکھا جائے کہ اگر حقیقہ سے اس گھوڑے کو جہاد کے واسطے رکھا ہے یا اپنی سواری کے لیے بسبب لٹے ہونے کے رکھا ہے تو اس کو وقف میں سے دیا جائے گا اور اگر اپنی بڑائی کے واسطے باندھا ہے تو اُس کو نہ دیا جائے گا بشرطیکہ یہ گھوڑا دوسورہم کا ہو اور اس پر قرضہ دہر نہ ہو یہ مضمرات میں ہے اور ہر ایسا شخص جس کا نفقہ کسی دوسرے کے مال میں واجب ہو اور خود اس کو بغیر حاکم قاضی اور بنیر رضامندی اس دوسرے کے لے سکتا ہے اور دوسرے کی نصیبت میں قاضی اس کے واسطے دوسرے کے مال سے نفقہ کا حکم دیتا ہے اور املاک کے منافع دونوں کے درمیان متصل ہیں حتیٰ کہ ان دونوں میں سے کسی کی گواہی دوسرے کے حق میں قبول نہ ہوگی تو نفقہ دینے والے کی مال داری کی وجہ سے یہ بھی وقف کا مال ناجائز ہونے کے حق میں تو نگر قرار دیا جائے گا اور اُس کی مثال مثل والدین و اولاد و اجداد کے ہے اور ہر ایسا شخص جس کا نفقہ دوسرے کے مال میں قاضی کے قرض کرنے سے واجب ہو اور یہ خود اُس کو اس کے مال سے بدون حکم قاضی یا بدون اُس کی رضامندی کے نہیں لے سکتا ہے اور اسی مال والے کے غائب ہونے کی صورت میں قاضی اس کے مال سے نفقہ کا حکم نہ دے گا اور املاک کے منافع جدا جدا ہیں حتیٰ کہ دونوں میں سے ہر ایک کی گواہی دوسرے کے حق میں مقبول ہے تو وقف کا مال لینے کے حق میں یہ شخص اپنے نفقہ دینے والے کی تو نگر ہے تو نگر شمار نہ ہوگا اور مثال اُس کی جیسے بھائی و بہنیں و دیگر محارم ہیں اور اسی اصل پر اس جنس کے مسائل دائر ہیں یہ محیط

میں ہے۔

اگر اپنی زمین اپنے قریبی فقیروں پر وقف کی اور حال یہ ہے کہ اس کا ایک قریب ایک شخص غنی ہے جس کی اولاد فقیر ہیں پس اگر یہ اولاد صغیر ہوں یا مذکور ہوں یا مؤنث ہوں یا بالغ عورتیں ایسی ہوں جن کے شوہر نہیں ہیں یا بالغ مرد ایسے ہوں جو اپانچ یا مجنون ہیں تو ان کو اس وقف سے حصہ نہ ملے گا اور اگر اس تو مگر مذکور کے بھائی یا بہنیں فقیر ہوں یا کوئی اولاد بالغ فقیر کمائی کرتی ہو تو ان کو اس وقف سے حصہ ملے گا یہ محیط سرحدی میں ہے اور اگر عورت فقیر ہو مگر اس کا شوہر تو مگر ہو تو اس عورت کو وقف نہ دیا جائے گا اور اگر شوہر فقیر ہو تو اس کو دیا جائے گا اگر چہ اس کی عورت تو مگر ہو اگر وقف کرنے والے کے قریب کا فرزند بالغ ہو اور وہ اپانچ نہیں ہے مگر وہ فقیر ہے اور اس فرزند کی اولاد بالغ موجود ہیں کہ وہ بھی فقیر ہیں تو اس فرزند کی اولاد کو اس وقف سے حصہ نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ قاضی ان کا نفقہ ان کے دادا کے مال میں فرض کرے گا اور ان اولاد کا باپ یعنی ان کے دادا کا پسر پس اس کو وقف میں سے حصہ ملے گا اس واسطے کہ اس کا نفقہ اس کے باپ پر نہیں ہے کیونکہ وہ بالغ ہے اور اپانچ نہیں ہے اور اگر قریبیوں میں سے کسی کا پسر تو مگر ہو اور خود فقیر ہو تو اس کو اس وقف سے نہ دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ اراضی میرے قریبی فقیروں پر وقف ہے اور ان میں ایک مرد فقیر ہے اور جب غلہ حاصل ہوا تب بھی فقیر تھا مگر ہنوز اپنا حصہ لینے نہ پایا تھا کہ وہ تو مگر ہو گیا تو اپنے حصہ کا مستحق ہو گا اور اگر اس کی قرابت میں سے کوئی عورت بعد حصول غلہ کے چھ مہینہ سے کم میں جتنی تو اس غلہ میں اس بچہ کا حصہ نہ ہو گا یہ محیط میں ہے اور آئندہ حاصلات میں سے یہ بچہ بھی مستحق ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہر اس شخص پر ہے جو نسل فلاں یا آل فلاں میں سے فقیر ہو حالانکہ فلاں مذکور کی نسل یا آل میں سے ایک کے سوائے کوئی فقیر نہیں ہے ایک ہی فقیر ہے تو تمام غلہ اسی کا ہو گا بخلاف اس کے اگر کہا کہ صدقہ موقوفہ قرائے آل فلاں پر ہے تو اس صورت میں اس کو نصف ملے گا یہ ظہیر یہ میں ہے بڑا دہ من المتر جم۔ ایک ماں باپ سے دو بچے بھائیوں نے اپنے فقراء قرابت پر وقف کیا پھر قرابت میں سے ایک فقیر آیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر دونوں نے اپنے درمیان مشترک اراضی کو وقف کیا ہے تو اس فقیر کو ایک ہی قوت یعنی ایک روزینہ بقدر کفایت دیا جائے گا اور اگر ہر ایک نے اپنی علیحدہ اراضی وقف کی تو ہر ایک میں سے اس کو بقدر قوت دیا جائے گا اور قوت سے اس جنس کے سائل ہیں مراد قدر کفایت ہے اگر وقف اراضی ہو تو اس کو ایک سال کا قوت بغیر اسرار و بدوں تعمیر کے دیا جائے گا اور اگر وقف دکان ہو تو مہینہ کی قدر کفایت دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں جب قاضی نے اس کے معدوم ہونے کا حکم دے دیا تو یہ حکم اس کے قرضہ کے حق میں

معدوم ہونے کا حکم نہ ہو گا ☆

اگر اپنی اراضی اپنے فقراء قرابت پر وقف کی پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ فقیر ہے اور وہ وقف کنندہ کا قریب ہے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی قرابت ہونا اور فقیر ہونا ثابت کرے اور اگر چہ یہ باعتبار اصل و ظاہر کے ثابت ہے لیکن ظاہر حال تو دے دینے کے واسطے حجت ہے استحقاق کے واسطے حجت نہیں۔ پس اگر اس نے اپنی قرابت کے گواہ قائم کیے تو جب تک گواہ اس کی قرابت کو بہ نسبت معلوم بیان نہ کریں تب تک گواہی قبول نہ ہوگی یعنی اس کا ناتا وقف کنندہ سے کیا ہے اور اگر اس نے اپنے فقیر ہونے پر گواہ قائم کیے تو

۱۔ اس لئے کہ ان کا نفقہ اس غنی پر ہے اور یہ اس کی وجہ سے غنی ہیں ۱۲۔ قال المتر جم مراد مال سے یہاں وہ مال ہے جو فقیر کے مال سے مثل مسکن و خادم و احد و قدر کفایت کپڑے ضروری اس کو اشیائے خانہ داری سے زیادہ ہو کہ وہ سو رہم تک پہنچے بکذا منہی ان مخطوطہ ۱۱ المقام ۱۲۔

(۱) قول قرضہ کے حق یعنی اس ناداری کے حکم کی وجہ سے یہ لازم نہیں ہے کہ اس کے قرضہ وہ بسبب اس حکم کے اس سے قرضہ کا مطالبہ نہ کر سکیں ۱۲۔

چاہیے کہ گواہ یوں تفسیر کریں کہ یہ فقیر معدوم (۱۲/۱۶) ہے ہم اس کی ملک میں کچھ مال نہیں جانتے ہیں اور ہم کسی ایسے کو نہیں جانتے ہیں جس پر اس کا نفقہ لازم ہو پھر جب قاضی نے اس کے معدوم ہونے کا حکم دے دیا تو یہ حکم اس کے قرضہ (۱) کے حق میں معدوم ہونے کا حکم نہ ہوگا اور اگر قاضی نے مطالبہ قرضہ کے حق میں اس کے تادار ہونے کا حکم دیا پھر وہ وقف میں سے مانگنے آیا تو اس کو دیا جائے گا ایسا ہی ہلال بنے ذکر کیا ہے اور فقیر ابو جعفر نے فرمایا کہ باوجود اس کے یہ واجب ہے کہ ثابت ہو کہ اس کا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اس کا نفقہ لازم ہو گا اس واسطے کہ یہ امر طلب قرضہ میں فقیر کے حکم میں داخل نہیں ہوا ہے حالانکہ استحقاق وقف کے واسطے اس کا اثبات ضرور ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر اس نے گواہ قائم کیے کہ یہ شخص فقیر اور اس وقف کی طرف محتاج ہے اور اس کا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اس کا نفقہ لازم ہو تو قاضی اس کو وقف میں شامل کرے گا اور ہلال نے احتساباً فرمایا ابھی اس کو داخل نہ کرے یہاں تک کہ پوشیدہ دریافت کرے گا کہ ایسا ہی ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ اچھا ہے اور نیز ہلال نے فرمایا کہ اگر اس نے گواہ جیسے ہم نے بیان کیے ہیں قائم کئے اور قاضی نے پوشیدہ بھی دریافت کیا اور پوشیدہ خبر بھی گواہوں کی گواہی کے موافق ہوئی کہ یہ فقیر ہے اور اس کا کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس پر اس کا نفقہ لازم ہو تو قاضی اس کو وقف میں شامل نہ کرے گا یہاں تک کہ اس سے قسم لے گا کہ واللہ تیری ملک میں کچھ مال نہیں ہے اور تو فقیر ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بھی اچھا ہے اور اسی طرح بقول ہلال رحمۃ اللہ اس سے یہ بھی قسم لے گا کہ واللہ تیرا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر تیرا نفقہ لازم ہو اور یہی اچھا ہے یہ ذخیرہ میں ہے پس اگر اس نے امور مذکورہ بالا پر گواہ پیش کیے جیسے ہم نے ذکر کیا ہے اور دو عادلوں نے خبر دی کہ یہ تو ان دونوں عادلوں کی خبر گواہی سے اولیٰ ہوگی اور وہ مصرف وقف نہ کیا جائے گا اور شیخ ہلال نے فرمایا ہے کہ اس باب میں خبر اور گواہی دونوں یکساں ہیں اس واسطے کہ گواہی مذکورہ بھی درحقیقت گواہی نہیں بلکہ خبر ہے اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم ایسے کسی کو نہیں جانتے ہیں جس پر اس کا نفقہ واجب ہو تو اس کے واسطے کافی ہے اور اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ دونوں قطعی طور پر کہیں کہ اس کا کوئی ایسا نہیں ہے جس پر اس کا نفقہ واجب ہو جیسے میراث میں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور واضح ہو کہ اگر کوئی شخص اپنے فرزندوں کے وقف کنندہ سے قرابت ثابت کرنے اور ان کا فقیر ہونا ثابت کرنے کا حاجت مند ہو تو ایسا کر سکتا ہے بشرطیکہ فرزند ان مذکورہ نابالغ ہوں بخلاف اس کے اگر بالغ ہوں تو وہ خود اپنا فقر ثابت کریں اور باپ کا وصی بھی اس باب میں بمنزلہ باپ کے ہے اور اگر ان نابالغوں کا باپ نہ ہو اور نہ باپ کا مقرر کیا ہو وصی ہو مگر بھائی یا ماں کا چچا یا ماسوں ہو تو احتساباً ان لوگوں کو بھی صغیر کی قرابت و فقر ثابت کرنے کا اختیار حاصل ہے بشرطیکہ صغیر اس کی پرورش میں ہو پھر بعد اس کے ان ماں یا چچا یا بھائی ایسا شخص ہو کہ ان نابالغوں کا حصہ غلہ جو وقف سے ان کو ملے گا اس کے پاس رکھا جاسکتا ہے تو صغیر کو جو غلہ ملے گا وہ ان کو دیا جائے گا اور حکم کیا جائے گا کہ اس میں سے اس کے نفقہ میں خرچ کریں اور اس کے لائق نہ ہوں تو یہ غلہ کسی مرد ثقہ کے پاس رکھ دیا جائے گا اور اس کو حکم دے دیا جائے گا کہ اس صغیر پر خرچ کرے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی اراضی اپنی قرابت کے فقیروں پر وقف کی پھر اس کی قرابت کے بعض فقیروں نے بعض دیگر سے قسم لینی چاہی کہ یہ لوگ تو انگریز ہیں تو اگر ان لوگوں نے دوسروں پر صحیح دعویٰ کیا یا اس طور کہ ان پر ایسے مال کا دعویٰ کیا کہ جس سے تو انگریز ہو جاتے ہیں تو ان کو اختیار ہوگا کہ دوسروں سے قسم سے لے لیں اور اگر یہ لوگ جن سے قسم لینا چاہتے ہیں ان کی طرف قیم کا میان ہو

۱۔ کسی پر اس کا قرضہ بھی ممکن الوصول نہیں ہے ۱۲۔ ۲۔ قال اکثر جمہور میں سخت دشواری ہے اگر مراد یہی الفاظ ہیں کیونکہ اس کی ملک میں اتنے مال ہے کہ اس سے وہ فقیر ہونے سے خارج نہیں ہو جاتا ہے پس تاہل ضروری ہے کہ اس طور پر قسم لے جن میں شکل پیش آئے للیعال ۱۲۔ ۳۔ کہ اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے اس کے سوائے دوسرا وارث تو کافی ہے لیکن وارث ہونا ثابت کرنے کے لئے قطعی گواہی ضروری ہے ۱۲۔ ۴۔ اور اگر مجنون ہوں تو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے واللہ اعلم ۱۲۔ ۵۔ ان کے پاس اس قدر مال ہے حالانکہ اس سے وہ تو انگریز ہوں گے اگر صحیح ہے ۱۲۔

پس ان لوگوں نے قیم سے قسم لینی چاہی کہ واللہ تو نہیں جانتا کہ یہ لوگ غنی ہیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔
 اگر ایک شخص نے قاضی کے پاس اپنی قرابت و فقر کو گواہوں سے ثابت کر دیا اور قاضی نے حکم دے دیا پھر اُس نے ایک دوسرے وقف میں سے جو قرابت کے فقیروں پر وقف ہے اسی قرابت و فقر کے ذریعہ سے اپنا استحقاق طلب کیا تو اُس کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اس واسطے کہ جو شخص ایک وقف میں فقیر ہو وہ سب وقفوں میں فقیر ہے۔ اسی طرح اگر اُس نے گواہوں سے اپنی قرابت وقف کرنے والے کے ساتھ ثابت کر کے حکم لیا پھر اُس وقف کنندہ کے ایک ماں باپ سے اُس کے بھائی کے وقف میں سے جو قرابت پر وقف ہے اپنا حصہ طلب کرنے آیا تو اُس کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی اور اسی طرح اگر اُس شخص کا جس کے واسطے قرابت کا حکم دیا گیا ہے ایک ماں و باپ سے سگا بھائی آیا تو اُس کو بھی قرابت ثابت کرنے کی ضرورت نہ ہوگی یہ وجہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہ پیش کیے کہ تجھ سے پہلے جو قاضی تھا اُس نے اُس شخص کے قرابت و فقر کا حکم اس مدت سے پہلے دے دیا تھا تو قیاساً یہ شخص غلہ وقف کا مستحق ہوگا اگرچہ مدت دراز گزر گئی ہو لیکن ہم استحسان کو لیتے اور کہتے ہیں کہ اگر مدت زیادہ گزری ہو تو اُس سے فقیر ہونے کے گواہ دوبارہ مانگے گا کہ اب یہ فقیر ہے اس واسطے کہ ہر سال غلہ پائے جانے کے وقف مستحق کا فقیر ہونا شرط ہے پس جو قبل اس کے فقیر تھا وہ اس سال کے اس غلہ سے مستحق ہوگا اور جو بعد اس کے فقیر ہو وہ اس غلہ سے مستحق نہ ہوگا ہاں آئندہ دوسرے غلہ سے مستحق ہوگا۔ پھر اگر قاضی نے اس کے فقیر ہونے کا حکم دے دیا پھر اُس کے بعد وہ غلہ مانگتا ہوا آیا حالانکہ وہ غنی ہے اور اس نے کہا کہ میں غلہ پیدا ہونے کے بعد غنی ہو گیا ہوں اور اس کے شریکوں نے کہا کہ نہیں بلکہ تو غلہ پیدا ہونے سے پہلے غنی ہوا ہے تو قیاس یہ ہے کہ اس کا قول قبول ہو لیکن استحساناً اس کے شریکوں کا قول قبول ہوگا اور اگر قاضی نے اس کے فقیر ہونے کا حکم نہ دیا ہو پھر وہ غلہ مانگتا ہوا آیا حالانکہ وہ غنی ہے اور کہا کہ میں غلہ حاصل ہونے کے بعد غنی ہوا ہوں تو قیاساً استحساناً اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر غلہ مانگتا ہوا آیا اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں فقیر ہوں اور شریکوں نے کہا کہ یہ تو انگریز ہے اور اس سے قسم لینی چاہی تو ان کو یہ اختیار حاصل ہے اور قاضی اُس سے قسم لے گا کہ واللہ وہ آج کے روز اس وقف کے فقیروں کے ساتھ داخل ہونے سے اور اُس وقف کا کچھ غلہ لینے سے بے پروا نہیں ہے اور اگر گواہوں نے اس کے فقیر ہونے پر گواہی دی اور یہ غلہ پیدا ہو جانے کے بعد واقع ہوا تو وہ اس غلہ میں شریکوں کے ساتھ داخل نہ ہوگا ہاں آئندہ غلہ میں داخل کیا جائے گا لیکن اگر گواہوں نے اس کے فقیر ہونے کا وقت بھی بیان کر دیا ہو کہ فلاں وقت سے فقیر ہے اور یہ وقف بھی اس غلہ کے پیدا ہو جانے سے پہلے واقع ہوا تھا تو ایسی صورت میں اس غلہ میں اُس کا حق ثابت ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر فقراء قرابت پر وقف کیا گیا اور قرابت کے بعض لوگوں نے بعض دیگر کے واسطے گواہی دی پس اگر ان دونوں فریقوں میں سے ہر ایک نے دوسرے فریق کے واسطے گواہی دی ہے تو قبول نہ ہوگی اور اگر گواہ لوگ غنی ہوں اور انہوں نے اپنی قرابت میں سے ایک شخص کے واسطے گواہی دی کہ وقف کنندہ کا قریب اور فقیر ہے اور نسب بیان کیا تو امام خصاص نے اپنی کتاب الوقف میں باب الوقف علی فقراء القرابتہ میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر انہوں نے اپنی گواہی سے کوئی منفعت اپنی جانب کھینچی اور نہ اپنی ذات سے کوئی معذرت دفع کی ہے تو ان کی گواہی قبول ہوگی اور امام خصاص نے اس باب سے ملے ہوئے اس سے پہلے باب میں فرمایا ہے کہ اگر دو شخصوں نے جن کی قرابت ایک شخص سے صحیح ہے اس کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ شخص وقف کرنے والے کے قرابتیوں میں سے ہے اور قرابت کو بیان کیا تو یہ جائز ہے پھر ان کی گواہی کی تعدیل نہ ہوئی یعنی وہ لوگ گواہ عادل ثابت نہ ہوئے اور قاضی نے ان کی گواہی رد کر دی تو جس کے واسطے انہوں نے وقف کنندہ کے قرابتی ہونے کی گواہی دی ہے وہ ان دونوں کے ساتھ جو کچھ مال ان کو وقف سے پہنچے گا اس میں

۱۔ قبل وقف سے یا بعد وقف کے غلہ پیدا ہو جانے سے پہلے ۱۲۔ ۲۔ قال المرحوم یعنی جبکہ ساتھ ہی جو قبل حکم کے اور اگر آگے پیچھے ہو اور ایک کے واسطے ہو چکا تو سابق کے مقبول ہوں گے اور لاحق کے قبول نہ ہوں گے ۱۲۔

داخل کیا جائے گا اور شریک ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ہلال نے اپنے وقف میں ذکر کیا ہے کہ اگر مردوں نے جو اجنبی ہیں ایک شخص کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کی قرائتی سے ہے اور قرائتوں میں سے دو مردوں نے اس شخص کے واسطے یہ گواہی دی کہ یہ فقیر ہے تو ان کی گواہی مقبول ہوگی اور اس میں کوئی تفصیل نہیں فرمائی اور نیز شیخ ہلال نے اپنے وقف میں فرمایا کہ اگر قرابت میں سے ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں غنی ہوں پھر وہ وقف میں سے حصہ مانگتا ہوا آیا اور کہا کہ میں فقیر ہوں اور میں غلہ پیدا ہونے سے پہلے فقیر ہو گیا تو اس کا قول قبول نہ ہوگا اگرچہ وہ فی الحال فقیر ہو لیکن اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے غلہ پیدا ہونے سے پہلے اپنا مال تلف کر دیا ہے تو وہ غلہ وقف کا مستحق ہوگا پھر اگر انہوں نے کہا کہ تلجیہ کیا اور قاضی نے اس کو تلجیہ سے متہم سمجھا تو اب اس کو وقف سے نہ دے گا جب کہ اس کے تلجیہ سے وہ اس کے ہاتھ آسکتی ہو یہ حیثیت میں ہے۔

فصل پنجم ☆

پڑوسیوں پر وقف کرنے کے بیان میں

اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا تو قیاس یہ ہے کہ انہی لوگوں کی طرف صرف ہو جو اس کے بلاصق میں اور استحساناً ان لوگوں کی طرف راجع ہوگا کہ اس کو اور ان کو جنہیں مسجد محلہ جامع ہے یہ وجہ میں ہے۔
اگر وصی نے بعض کو بعض پر تفصیل دی تو ضامن ہوگا ☆

اور یہی مختار ہے یہ غیاثہ میں ہے پھر امام اعظمؒ کے ظاہر مذہب میں ہے کہ شرط فقط سکونت ہے چاہے رہنے والا اپنی ملک کے مکان میں ہو یا مالک مکان نہ ہو اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر رہنے والا مالک کے سوائے اور کوئی شخص ہو یعنی مالک نہ رہتا ہو تو استحقاق وقف رہنے والے کا ہے مالک کا نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اس وقف میں پڑوسی داخل ہوگا خواہ مسلمان ہو یا کافر ہونہ کر ہو یا مؤنث ہو یا غلام ہو آزاد ہو یا مکاتب ہو صغیر ہو یا کبیر ہو اور مال وقف اُن پر مساوی تقسیم ہوگا اور اگر وصی نے بعض کو بعض پر تفصیل دی تو ضامن ہوگا یہ حاوی میں ہے اور ایسی باندیاں جو ام ولد ہوں یا غلام و باندیاں جو مدبر ہوں اور شخص غلام و باندیاں اس وقف میں داخل نہ ہوں گی یہ خلاصہ میں ہے اور اسی طرح جو قرض دار کہ اس کے محلہ میں بسبب قرضہ کے محبوس ہوا ہے وہ بھی داخل نہ ہوگا یہ وجہ میں ہے اور اس وقف میں وقف کنندہ کی اولاد اور اس کا باپ و دادا اور زوجہ داخل نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اولاد کی اولاد اگر پڑوسی ہوں تو استحساناً داخل نہ ہوگی یہ خزائن میں ہے اور اس کا بھائی و چچا و ماموں داخل ہوں گے یہ ظہیر یہ محیط میں ہے اور واضح رہے کہ تقسیم غلہ کے وقت جو شخص پڑوسی ہو وہی پڑوسی اعتبار کیا جائے گا پس اگر وقف کرنے والے کے پڑوسیوں میں سے بعضوں نے اپنے مکانات فروخت کر دیے اور دوسرے محلہ میں چلے گئے اور یہاں اور لوگ بجائے چلے جانے والوں کے غلہ تیار ہو جانے کے بعد اور کاٹے جانے سے پہلے اگر آباد ہوئے تو یہ لوگ اس غلہ کے مستحق ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا تو اس کا ایک مکان تھا جس میں وہ رہتا تھا پھر اس کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلا گیا اور وہاں کرایہ پر رہا کیا یہاں تک کہ مر گیا تو وقف کا غلہ اس مکان کے پڑوسیوں کو ملے گا جن میں اُنھ کو مر گیا اور وہیں مرا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اپنے پڑوسیوں پر وقف کیا پھر مکہ معظمہ کو گیا اور وہاں مر گیا تو دیکھا جائے کہ اگر اس نے مکہ معظمہ میں گھر کر لیا ہے تو وقف کی آمدنی مکہ میں وہاں ان کے پڑوسیوں کے واسطے ہوگی اور اگر وہ حج یا عمرہ ادا کرنے کو نکلا تھا تو غلہ اس کے شہر والے پڑوسیوں کے واسطے ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر اس کے دو مکان ہوں جن

میں سے ایک میں رہتا ہو اور دوسرا کرایہ پر چلتا ہو تو جس مکان میں رہتا ہو غلہ اُسی کے پڑوسیوں کے واسطے ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اُس کے دو مکان ہوں جن میں سے ہر ایک میں اُس کی ایک ایک بیوی رہتی ہو تو غلہ دونوں میں دو مکانوں کے پڑوسیوں کو ملے گا اگرچہ وہ ان دونوں میں سے چاہے کسی مکان میں مرا ہو کذا فی الحاوی اور اسی طرح اگر اُس کا ایک مکان کوفہ میں ہو اور دوسرا بصرہ میں ہو اور ان دونوں میں سے ہر ایک میں اُس کی ایک ایک بیوی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اپنے پڑوسی فقیروں پر وقف کیا اور مر گیا پھر اس کے وارثوں نے یہ مکان فروخت کر دیا اور کسی دوسرے محلہ میں اُٹھ گئے تو جہاں وہ مرا ہے وہیں کے پڑوسی فقیر غلہ کے مستحق ہوں گے اور وارثوں کے فروخت کر ڈالنے کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ خزائن المستحقین میں ہے۔

اگر پڑوسی فقیروں پر وقف کیا اور یہ نہ کہا کہ میرے پڑوسی فقیروں پر یعنی اپنی طرف نسبت نہ کی تو یہ ایسا ہے جیسے اپنے پڑوسی فقیروں پر وقف کیا یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر مریض ہونے پر اُس کا بیٹا اُس کو دوسرے محلہ یا گاؤں اٹھالے گیا اور وہاں وہ مر گیا تو غلہ وقف کے مستحق اُس کے پہلے پڑوسی ہیں اور یہ سکونت منتقل کر لینے کے مانند نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت کسی مکان میں رہا کرتی تھی اور اُس نے پڑوسیوں پر کچھ وقف کیا پھر اُس نے کسی مرد سے نکاح کر لیا اور شوہر کے مکان میں گئی اور وہیں اُس کا انتقال ہوا تو وقف کے مستحق اُس کے پڑوسی وہ ہوں گے جو اُس کے شوہر کے پڑوسی ہیں اور اسی طرح اگر مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا حالانکہ اپنے پڑوسیوں پر وقف کر چکا ہے پھر اُس نے عورت مذکورہ اپنی بیوی کے یہاں سکونت اختیار کر لی تو اُس کا پہلا پڑوس منتقل ہو گیا یہ ظہیر یہ میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُس کا اسباب پہلے گھر میں ہو تو اُسی گھر کے پڑوسی غلہ وقف کے مستحق ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر وہ اپنے مکان سے عورت یعنی بیوی کے مکان میں اُٹھ نہ گیا ہو کہ وہیں رہتا اختیار کر لیا بلکہ جاتا آتا ہو اُس کے پڑوسی اُس کے مکان کے پڑوسی ہوں گے بیوی کے پڑوسی نہ ہوں گے یہ حاوی میں ہے۔

اگر پڑوسی فقیروں پر وقف کیا تو بے شوہر عورتیں اس استحقاق میں داخل ہوں گی اگر پڑوسی ہوں اور شوہر والیاں داخل نہ ہوں گی یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کون اُس کے پڑوسی ہیں تو غلہ تقسیم نہ کیا جائے گا یہاں تک کہ گواہ لوگ گواہی دیں کہ وہ فلاں مکان میں مرا ہے پس اسی مکان کے پڑوسیوں کو تقسیم ہوگا اور اگر کسی پڑوسی نے دعویٰ کیا کہ میں فقیر ہوں اور معروف نہیں ہے یعنی شناخت نہیں ہے کہ ہے یا نہیں ہے تو اس کو تکلیف دی جائے گی کہ اپنے فقیر ہونے پر گواہ قائم کرے اور اگر وقف کرنے والے یا وصی نے کہا کہ میں نے غلہ پڑوسی فقیروں کو دیا ہے تو قسم سے قول اسی کا قبول ہوگا اگرچہ پڑوسی فقیر اس سے انکار کیا کریں یہ حاوی میں ہے۔

فصل منہم:

اہل بیت آل جنس عقب پر وقف کرنے کے بیان میں

قال المحر جم اہل بیت گھر والے و کتبہ والے آل بمعنی اولاد و اہل بیت دیر دو مراد کتبہ والے و جنس معروف ہے اور عقب چچھے چھوڑے ہوئے یعنی بعد موت کے اگر کسی نے اپنی اراضی اپنے اہل بیت پر وقف کی تو اس وقف میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اس سے اس کے اجداد کی طرف سے سب سے اونچے باپ تک جو اسلام میں تھا متصل ہوئے جس میں مسلمان و کافر مذکور و غیر مذکور و غیر محرم و قریب و بعید سب داخل ہیں مگر سب سے اونچا باپ اس میں شامل نہ ہوگا اور اس میں وقف کرنے والے کی اولاد اس کا باپ بھی داخل ہوگا مگر اس کی دختر و بہنوں کی اولاد داخل نہ ہوگی اور ان کے سوائے دیگر عورتوں کی اولاد بھی داخل نہ ہوگی لیکن اگر ان عورتوں کے شوہر اس

وقف کرنے والے کے بنی اہل عام ہوں۔ یعنی اُسی کے چچا و دادا وغیرہ کی اولاد سے ہوں تو ان عورتوں کی اولاد بھی داخل ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ جس ائمہ سرخسی نے شرح سیر الکبیر میں فرمایا کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف میں اہل بیت کا لفظ ذکر کیا مثلاً ایک وقف کرنے والے نے کہا کہ میں نے اپنی یہ زمین محدودہ اپنے اہل البیت پر اور آخر فقراء پر وقف کی ہے تو اُس سے پوچھا جائے پس اگر اُس نے بیت السکنتی مراد لیا ہے یعنی گھر میں ساتھ رہنے والے تو اُس کے اہل بیت وہ ہیں جن کی پرورش کرتا ہے اور اُن کو اپنے گھر میں نفقہ دیتا ہے اگر چنانچہ سے قرابت نہ ہو اور اگر اُس نے بیت المسب مراد لیا ہے یعنی میرے نسب کے لوگ تو اس کے اہل بیت تمام اولاد اس کے باپ کی ہے جو اُس سے معروف ہیں اور قاضی علی سفدی نے ذکر کیا کہ اگر وقف کرنے والا کسی نسبتی گھرانے کا ہو جیسے عرف کے خاندان ہیں تو اُس کے اہل بیت اس کے باپ کی تمام اولاد ہیں اگر چہ اُس کے عیال میں نہ ہوں اور اگر اُس کا نسبتی خاندان نہ ہو تو اس کے اہل بیت وہ لوگ ہیں جن کو اپنے گھر میں ساتھ رکھتا اور ان کو نفقہ دیتا ہے اور اُن کے سوائے اور لوگ اُس میں داخل نہ ہوں گے اگر چنانچہ سے قرابت ہو اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اپنے اہل بیت پر وقف کیا تو وقف کے تحت میں جو اُس کے اہل بیت سے موجود ہیں اور جو آئندہ ان لوگوں کے بعد پیدا ہوں اُن کی اولاد اور اولاد کی اولاد سب داخل ہوں گی یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی آل پر وقف کیا یا اپنی جنس پر وقف کیا تو مثل اہل بیت پر وقف کرنے کے ہے اور اس میں فقیروں کی خصوصیت نہ ہوگی لیکن اگر اُس نے خود فقیروں کی تخصیص کر دی ہو تو خاص فقیروں ہی کو ملے گا پس اگر اُس نے کہا کہ علی الفقراء منہم یعنی ان میں سے فقیروں پر یا کہا کہ من افقر منہم یعنی جو ان میں سے فقیر ہو تو یہ دونوں یکساں ہیں کیونکہ غلہ اُسی کے واسطے ہوگا جو وقت غلہ کے فقیر ہوا مگر چہ وقف کے وقت غنی ہو اور یہ قید نہ ہوگی کہ غنی ہو کر پھر فقیر ہو گیا اور یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی عورت نے اپنے اہل بیت پر یا اپنی جنس پر وقف کیا تو اس عورت کی والدہ اور اُس کی اولاد اس میں داخل نہ ہوگی یہ خزانہ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اہل عبد اللہ پر وقف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ خاصہ اس کی بیوی پر ہوگا قال المحرر جم ہمارے عرف کے موافق ایسا ہونا چاہیے اور شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ لیکن ہم احتسان کو لے کر یہ کرتے ہیں کہ اُس کے وقف کو تمام ان لوگوں پر قرار دیتے ہیں جو اس کے گھر میں اُس کے عیال میں آزاد لوگ ہیں کذا فی الحاوی اور یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور وقف کے ماتحت میں اس کے مملوک لوگ داخل نہ ہوں گے کذا فی المحیط اور خود عبد اللہ بھی اس میں داخل نہ ہوگا اور اسی طرح جو اُس کو دوسرے مکان میں اپنے عیال میں رکھتا ہو وہ بھی داخل نہ ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

عیال ہر وہ شخص ہے جو کسی آدمی کے نفقہ میں پرورش پاتا ہو خواہ اُس کے مکان میں ہو یا دوسری جگہ ہو اور حشم (باندی غلام) بمنزلہ عیال کے ہیں یہ خزانہ المفتین میں ہے اور اگر عقب فلاں یعنی فلاں شخص کے عقب پر وقف کیا تو جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص کے عقب وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے باپوں سے اس شخص کی طرف راجع ہوں اور اس میں دختروں کی اولاد داخل نہ ہوگی لیکن اگر دختروں کے شوہر بھی فلاں شخص مذکور کی اولاد میں سے ہوں تو داخل ہوں گے اور اسی طرح سوائے دختروں کے اور بہنوں وغیرہ دیگر عورتوں کی اولاد بھی اس وقف میں داخل نہ ہوگی مگر جب کہ ان کے شوہر اُس شخص کی اولاد میں سے ہوں اور اگر کسی نے زید اور اُس کے عقب پر وقف کیا اور زید کی اولاد ہے اور زید زندہ موجود ہے تو اُس کی اولاد کے واسطے کچھ نہ ہوگا اس واسطے کہ کسی شخص کی اولاد جب ہی عقب کہلاتی ہے جب کہ وہ شخص مر جائے یہ محیط میں ہے۔

۱۔ کیونکہ انھما اس وقت حصول فقر ہے اور یہ معنی نہیں کہ تو انگری سے اس نے فقیری پائی ہو ۱۱۔ عیال حتیٰ کہ اگر آدمی کے نان و نفقہ میں اس کے ماں باپ ہوں تو وہ عیال ہیں اور معروف زوجہ اور اولاد کو اہل عیال اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ لوگ عموماً اس کی پرورش میں ہوتے ہیں ۱۲۔

ماہویں فصل ☆

موالی و مدبرین و امہات الاولاد پر وقف کرنے کے بیان میں

قال المکرّم جم موالی جمع مولیٰ اور مراد غلام یا باندی آزاد کی ہوئی اور مدبر وہ باندی یا غلام جس کا آزاد ہونا مالک نے اپنے مرنے کے بعد پر لکھا ہو اور امہات الاولاد جمع ام ولد وہ باندی جس کے مالک سے اس کے بچہ پیدا ہوا ہو اگر کسی اصلی آزاد شخص نے کہا کہ میری یہ اراضی عند قدہ موقوف ہے میرے مولادوں پر اور پھر فقیروں پر سب اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ وقف ان لوگوں پر ہوگا جن کو اُس نے آزاد کیا ہے بشرطیکہ اُس کے آزاد کیے ہوئے مملوکوں سے موجود ہوں اور اس وقف میں وہ لوگ داخل ہوں گے جن کو اُس نے وقف کے وقت آزاد کیا ہے اور وہ لوگ جو اُس کی طرف سے بعد وقف کے آزاد ہو جائیں اور جو لوگ اُس کی موت سے آزاد ہو جائیں یعنی امہات اولاد مدبروں کی اور جو بسبب وصیت کے اس کی موت کے بعد آزاد ہو جائیں خواہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں مذکر ہوں یا مؤنث ہوں اور اُس کے آزاد کیے ہوؤں کی اولاد بھی داخل ہوگی اس واسطے کہ سوائے وقف کرنے والے کے ان کا کوئی مولیٰ نہیں ہے کذا فی الحاوی لیکن آزادی کی ہوئی عورتوں کی اولاد اگر اپنے باپوں کی اولاد سے وقف کرنے والے کی طرف راجع ہوں تو وہ داخل ہوں گی اور اگر ان کے باپوں کی ولادت کسی اور قوم کے واسطے ہو تو داخل نہ ہوگی یہ خزانہ المختصین میں ہے۔

اُس کے مولادوں کے آزاد کیے ہوئے اس وقف میں داخل نہ ہوں گے لیکن اگر اُس کے مولیٰ مر گئے تو احتساباً یہ غلہ اُس کے مولیٰ کے آزاد کیے ہوؤں پر صرف کیا جائے گا اور اگر وقف کرنے والے کا ایک ہی مولیٰ ہو تو اُس کو آدھا غلہ ملے گا اور باقی آدھا فقیروں کے واسطے ہوگا اور اُس کے مولیٰ کے آزاد کیے ہوؤں کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر اُس کے آزاد کیے ہوئے وہ موجود ہوں تو کل غلہ فلاں ان دونوں کو دیا جائے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر اس کے آزاد کیے ہوئے غلام و باندیاں دونوں ہوں تو غلہ ان سب پر برابر تقسیم ہوگا اور اگر سب آزادی کی ہوئی عورتیں ہوں آدی مردان کے ساتھ نہ ہو تو سب غلہ ان آزادی کی ہوئی عورتوں کو ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس کے مولیٰ عتاقہ یعنی آزاد کیے ہوئے اور مولیٰ مولات یعنی جس نے حوالات کی ہے دونوں موجود ہیں تو غلہ وقف اُس کے مولیٰ عتاقہ کو ملے گا اور اگر فقط مولات ہی ہوں تو احتساباً غلہ اُن کو دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر وقف کرنے والے کے مولیٰ ہوں اور اس کے پسر کے بھی مولیٰ موجود ہوں اور پسر مذکور باپ کے آزاد کیے ہوؤں کی ولادت کا اپنے باپ سے وارث ہوا ہے تو وقف کی آمدنی وقف کنندہ کے مولیٰ کی ہوگی اور پسر کے مولیٰ کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر وقف کنندہ کا کوئی مولیٰ یعنی آزاد کیا ہوا نہ ہو بلکہ فقط اُس کے پسر کے آزاد کیے ہوئے موجود ہیں تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ غلہ اس کے پسر کے مولیٰ پر صرف کیا جائے گا اور یہی شیخ بلال کا قول ہے اور یہ احتسان ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤں اور میرے والد کے آزاد کیے ہوؤں پر وقف ہے تو اُس کے دادا کا آزاد کیا ہوا اُس میں داخل نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میرے اہل بیت کے مولیٰ پر وقف ہے تو اُس کی بیوی اور اُس کے ماموں کے آزاد کیے ہوئے اس میں داخل نہ ہوں

۱۔ قال المکرّم جم موالی کا لفظ مولیٰ عتاقہ یعنی آزادہ کہنے ہوئے غلاموں پر اور مولیٰ مولات یعنی جس نے اس سے شرط مولات کر لی ہو دونوں پر ہوا جاتا ہے جیسا کہ کتاب المولات میں مذکور ہے ۱۲۔ ۱۔ اصل مطبوعہ کلکتہ میں (دوٹ ہوا، ہم عن ایہ) لکھ کر حاشیہ پر شک لکھا حالانکہ بالکل غلط ہے اور صواب یہ ہے کہ (دوٹ ہوا، ہم عن ایہ) ہے جیسا کہ مترجم نے ترجمہ کر دیا ۱۲۔

گئے لہٰذا اس صورت میں کہ بیوی اور ماموں اس کے اہل بیت سے ہوں اور اگر کہا کہ آل عباس کے آزاد کیے ہوؤں پر وقف ہے تو آل عباس کے آزاد کیے ہوؤں نے جن کو آزاد کیا ہے وہ اس میں داخل نہ ہوں گے یہ حاوی میں ہے اور اگر یوں کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤں اور ان کی اولاد ان کی نسل پر وقف ہے تو اس میں اس کے آزاد کیے ہوئے اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد مرد و عورتیں سب داخل ہوں گی اور اس میں اس کے آزاد کیے ہوئے کی دختر کی اولاد بھی داخل ہوگی اگرچہ ان کی ولاء کسی اور قوم کے واسطے ہو اور اسی طرح اگر فرزند کی ماں اس وقف کنندہ کے آزاد کیے ہوؤں میں سے ہو اور اس کا باپ آزادان عرب سے ہو تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ یہ فرزند اس کے مولیٰ کی اولاد میں سے ہے اور نسل کے لفظ میں مردوں و عورتوں سب کی اولاد داخل ہے پھر اگر ان میں سے کوئی عورت مرگئی اور اولاد چھوڑی اور وقف کرنے والے نے یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کا حصہ اس کی اولاد کو دیا جائے تو اس عورت کا حصہ باقی جس قدر آزاد کیے ہوئے موجود ہیں ان کو رد کر دیا جائے ایسا ہی شیخ ابوالقاسم نے فتویٰ دیا ہے اور اگر وقف کرنے والے نے یہ کہا ہو کہ میرے آزاد کیے ہوؤں اور ان کی اولاد ان کی نسل سے ان لوگوں پر جن کی ولاء میری طرف رجوع کرتی ہو وقف ہے تو اس وقف میں اس کے آزاد کیے ہوؤں کی دختر کی ولاء اولاد جن کی ولاء اور قوم کی طرف راجع ہوتی ہے داخل نہ ہوگی اور اگر اس نے کہا میں نے یہ وقف کیا ان لوگوں پر جن کو میں نے آزاد کر دیا ہے یا میری طرف سے ان کو آزاد کر دیا ہے یا میری طرف سے ان کو آزادی حاصل ہوئی تو اس میں اس مولیٰ کی اولاد جس کو اس کی طرف سے آزادی ملی ہے داخل نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤں پر وقف ہے پھر کسی کو اس نے اور اس کے بھائی نے آزاد کیا ہے تو وہ وقف میں داخل نہ ہوگا ☆

ایک شخص نے اپنی اراضی یا مکان کو اپنے مولیٰ اور ان کی اولاد پر وقف کیا پھر موالی میں سے کسی کے بچہ پیدا ہوا تو ولادت سے چھ مہینے سے کم مدت پہلے مکان کا جو کرایہ آمدنی حاصل ہوئی ہے اس میں اس بچہ کا حصہ ہے اور جو اس سے قبل حاصل ہو گیا ہے اس میں اس کا حصہ نہیں ہے اور زمین کی آمدنی میں سے ولادت سے چھ مہینے سے کم مدت پہلے جو غلہ حاصل ہوا ہے اس میں بچہ کا حصہ ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میرے آزاد کیے ہوؤں پر وقف ہے پھر کسی کو اس نے اور اس کے بھائی نے آزاد کیا ہے تو وہ وقف میں داخل نہ ہوگا اور کہا کہ اگر ان مولادوں پر جن کی ولاء میری طرف رجوع کرے اور حال یہ ہے کہ اس کے باپ نے ایک غلام آزاد کیا تھا پس اس کی ولاء کا یہ اور اس کا بھائی وارث ہوا تو یہ آزاد شدہ غلام اس وقف میں داخل ہوگا اور اگر کہا کہ ان آزاد کیے ہوؤں پر جو میرے فرزند کے ساتھ لازم رہیں تو آزاد کیے ہوؤں میں سے جو اس کے فرزند کے ساتھ رہیں ان کو ملے گا اور جس نے ساتھ دینا چھوڑ دیا کچھ مستحق نہ ہوگا پھر اگر پھر کر ساتھ دینا شروع کیا تو اس کا استحقاق عود کرے گا یہ حاوی میں ہے۔

اگر اس نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے مولیٰ کے مولیٰ پر اور مولیٰ پر اور مولیٰ کے مولیٰ پر یعنی تیسرے فریق کو بھی ذکر کیا تو مسئلہ فرزند پر قیاس کر کے فریق چہارم و پنجم وغیرہ جس قدر بچے ہوں سب داخل ہوں گے یہ محیط میں ہے شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اراضی اپنے آزاد کیے ہوؤں دان کی اولاد پر بطناً بعد بطن اور کسی شخص کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا پس ان دو فریقوں میں سے ایک مر گیا اور اولاد چھوڑی تو اس کا حصہ کس کو ملے گا یا اس کی اولاد کو یا پہلے پشت میں سے جو لوگ زندہ ہیں ان کو تو شیخ نے فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس کا حصہ اس کی اولاد کو دیا جائے یہ تاتار خانہ میں ہے اور اگر وقف کرنے والے

نے ایک شخص مجبول الملب کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میرا آزاد کیا ہوا ہے اور اُس نے بھی تصدیق کی اور حال یہ ہے کہ اس تصدیق کرنے والے کا کوئی نسب معروف نہیں اور نہ کسی کی طرف اُس کی ولایت معروف ہے تو وہ وقف کا مستحق ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور جو حکم ذکر فرمایا ہے یہ وقف کی اُن حاصلات میں ٹھیک ہے جو آئندہ یعنی بعد اس اقرار کے حاصل ہوں اور جو پہلے حاصل ہو چکی ہیں ان میں ٹھیک نہیں ہے اور نیز جو قبل اس اقرار کے پیدا ہو کر ہنوز تقسیم نہیں ہوئی ہیں اُس کی بابت بھی ٹھیک نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ قال المصنف جمیعاً یعنی یہ حکم آئندہ پیدا ہونے والے غلات کی بابت مراد ہے اور یہ غرض نہیں ہے کہ صاحب کتاب سے غلطی ہوئی ہے فافہم اور اگر کسی نے اپنے موالی پر وقف کیا تو موالی اس کو بھی کہتے ہیں جس نے آزاد کیا اور اُس کو بھی جس کو آزاد کیا ہے پھر اگر وقف کرنے والے کے موالی ایسے ہوں جنہوں نے اُس کو آزاد کیا ہے اور ایسے بھی ہوں جن کو اُس نے آزاد کیا ہے اور وقف کنندہ مر گیا ہے تو ان دونوں فریقوں میں سے کسی فریق کو کچھ نہ دیا جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے اور اُس کی آمدنی فقیروں پر تقسیم ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے یہ صدقہ موقوف ہمیشہ میری ام ولد باندیوں و میری مدبرہ باندیوں پر ہے تو وقف جائز ہے برعکس اس کے وہ غلام و باندیاں ہیں جن کو مکاتب کیا ہو یا جن کو مال پر آزاد کیا ہو پھر جب وقف صحیح ہوا تو استحقاق میں دوام ولد و مدبرہ داخل ہوں گی جو اس کے پاس ہوں اگرچہ اس نے ان کا نکاح کر دیا ہو اور ہیں وہ ام ولد باندیاں جن کو اس وقف سے پہلے اپنی زندگی میں آزاد کر چکا ہو تو ان کا اس وقف میں کچھ حق نہ ہوگا کیونکہ ان باندیوں کا نام مولات ہے ہو گیا تو وہ اُس میں داخل نہیں ہو سکتی ہیں لا اُس صورت میں کہ وقف کرنے والا تصریح سے بیان کر دے یہ سراج و ہاج میں ہے۔

اگر اس کی کوئی ام ولد نہ ہو لا کہ وہ اُس کی حیات میں آزاد ہو گئی ہو یعنی جو اُس کی ام ولد تھی نہ اس کی حیات میں آزاد ہو گئی تو اس کو وقف سے ملے گا یہ حاوی ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے وقف کیا زید کی ام ولد باندیوں پر اور اس کی آزادی ہوئی باندیوں پر اور حال یہ ہے کہ زید کی باندیوں میں سے کچھ اُس کی ام ولد باندیاں موجود ہیں اور کچھ ام ولد باندیوں کو اُس نے آزاد کر دیا ہے تو وقف کی آمدنی اس کی ام ولد باندیوں اور اس کی آزادی ہوئی باندیوں کے درمیان تقسیم ہوگی اور جن باندیوں کو اُس نے آزاد کیا ہے وہ بھی استحقاق وقف میں داخل ہوں گی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ بعد میری وفات کے میرے آزاد کیے ہوئے مملوکوں پر ہے تو اس وقف میں سے اُس کی ام ولد باندیوں اور مدبرہ غلام و باندیوں کو جو اس کے مرنے پر آزاد بھی ہو چکے ہوں حصہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ اراضی میری صدقہ موقوفہ زید کے مملوک سالم نام پر ہے پھر زید نے اُس کو اپنی ملک سے نکال دیا یا اس طور کہ اُس کو فروخت کر دیا تو وقف مذکور کی آمدنی اس سالم کی ہوگی جہاں جائے اُس کے ساتھ ہوگی اور قبول کرنے کا اختیار اس سالم کا ہوگا سالم کے مالک کا نہ ہوگا پس جو غلہ پیدا ہونے کے وقت سالم کا مالک ہو یہ غلہ اُسی کا ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی سالم غلام زید پر اور بعد اس کے مسکینوں پر وقف ہے پھر زید نے سالم کو وقف کر دیا تو غلہ مذکور سالم کا ہے چاہے جہاں رہے اور اگر وقف کرنے والا اس سالم کا مالک ہو گیا تو سالم پر جو وقف کیا تھا وہ باطل ہے یہ خزائن المغنیین میں ہے اور اگر کہا کہ سالم میرے مملوک پر اور بعد اس کے مسکینوں پر وقف ہے تو آمدنی مسکینوں کی ہوگی سالم کی کچھ نہ ہوگی اور نہ وقف کنندہ کی ہوگی اور اگر اُس نے اس سالم کو کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی سالم یا اس کے مالک کے واسطے وقف سے کچھ نہ ہوگا پس واضح ہو کہ وقف کنندہ کی ام ولد باندیوں و مدبرہ باندیوں پر وقف جائز ہے اور جو اس کے شخص مملوک ہوں ان پر جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ نے اس کے فرق کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ام ولد و مدبرہ باندیوں پر وقف جائز نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور شیخ ابو

حامد سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک اراضی کسی نے اپنے آزاد کیے ہوؤں پر وقف کی پھر ان لوگوں نے اس اراضی کی تعمیر و اصلاح کے واسطے اس کی تقسیم کا ارادہ کیا تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں اگر حفاظت و تعمیر و اصلاح کے واسطے تقسیم کا قصد کیا تو تقسیم جائز ہے اور اگر مالک ہو جانے کے واسطے بنو ارہ چاہا تو نہیں جائز ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔

فصل ہفتم:

اگر فقیروں پر وقف کیا پھر جو دیا اُس کی بعض اولاد یا قرابت محتاج ہو گئی جن کو اس

وقف کی حاجت ہوئی تو ایسی صورتوں کے احکام کے بیان میں

فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی زمین فقراء و مساکین پر صدقہ موقوفہ کر دی پھر اس کے بعض قرابتی یا وہ خود محتاج ہوا پس اگر وہ خود محتاج ہوا تو اس کو اس وقف کے غلہ سے سب اماموں کے نزدیک کچھ نہ دیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اُس نے اپنی صحت میں کہا کہ میری اراضی میرے بعد فقیروں پر صدقہ موقوفہ ہے اور حال یہ ہے کہ یہ اراضی اس کی تہائی سے نکلتی ہے یا اُس نے اپنے مرض میں ایسا کہا کہ پھر مر گیا اور اس کی ایک لڑکی صغیرہ ہے تو اُس کا غلہ اس لڑکی کے صرف میں لانا نہیں جائز ہے اور یہ تفصیل شیخ ابوالقاسم سے مروی ہے اور صدر شہید حسام الدین نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اس کی قرابت میں سے بعضے یا اس کے بعضے فرزند اس کے محتاج ہوئے اور وقف مذکور حالت صحت میں واقع ہوا ہے تو اس میں چند احکام ہیں ایک یہ کہ وقف کا غلہ قرابتی فقیروں پر صرف کرنا اولیٰ ہے پھر اگر کچھ باقی رہے تو اجنبی فقیروں پر تقسیم ہو دوم یہ کہ غلہ پیدا ہونے کے روز بیجا جوں پر نظر نہ کی جائے گی بلکہ جس روز غلہ تقسیم ہوتا ہے اس روز والے لے لیتا جوں پر نظر ہوگی اور سوم یہ کہ وقف کرنے والے سے قرابت میں ترتیب وار سب سے قریب پھر سب سے قریب اس طرح دیکھا جائے گا جو اس کے نسب سے پیدا ہے وہ اول ہوگا پھر اس کے فرزند کی اولاد پھر تیسری پشت پھر چوتھی پشت اور چوتھی کے ساتھ پانچویں و چھٹی جس قدر نیچے تک ہوں داخل ہوں گی پھر اگر ان میں سے کوئی نہ ہو یا ہو اور بعد اس کے غلہ بچ رہا تو وہ قرابت کے فقیروں پر تقسیم ہوگا اور ان میں بھی قرابت کی راہ سے سب سے قریب کا اعتبار ہوگا پس پہلے اسی کو دیا جائے گا جو ان سب میں سے وقف کرنے والے سے قرابت میں قریب ہو یہ حاوی میں ہے۔

پھر اس کے بعد وقف کرنے والے کے آزاد کیے ہوؤں کا مرتبہ ہے پھر ان کے بعد وقف کرنے والے کے پڑوسیوں کا مرتبہ ہے پھر ان کے بعد وقف کنندہ کے شہر والوں کا مرتبہ ہے مگر ان میں بھی وہ مقدم ہوں گے جو اپنی سکونت کی راہ سے وقف کنندہ سے سب سے زیادہ نزدیک ہوں یہ محیط سرخسی و محیط و فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور چہارم یہ کہ جن لوگوں کو دیا جائے گا ان میں سے ہر ایک کو دو سو درہم سے کم دیا جائے گا اور یہ شیخ ہلال کا قول ہے یہ حاوی میں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ اُس نے فقیروں پر وقف کیا اور اُس کے بعضے قرابتی محتاج ہوئے ہیں اور اگر اُس نے اپنی قرابت کے فقیروں پر وقف کیا تو سب آمدنی انہی پر تقسیم ہوگی اگر چہ اس میں سے ہر ایک کو دو سو درہم سے زیادہ پہنچے اور اگر اُس نے فقراء قرابت میں ترتیب محتاجی کی کر دی ہو کہ اول سب سے فقیر کو پھر جو اس کے بعد سب سے زیادہ فقیر ہو علیٰ ہذا ترتیب تو ایسی صورت میں کل حصہ سند نہ دیا جائے گا بلکہ اس کو دو سو درہم سے کم دیے جائیں گے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر فقیروں پر وقف تھا جس میں سے قاضی نے بعض قرابتیوں کو کچھ دیا تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ قاضی نے اس کے دینے کا حکم نہیں دیا کہ ان کے واسطے کچھ واجب ہو جانے کا سبب ہو تو واجب نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کے بعد دوسرا قاضی آیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ یہ

طریقہ توڑ دے اور ان قرابتوں کو کچھ نہ دے دوم یہ کہ اول قاضی نے اس کا حکم دے دیا اور قیم سے کہہ دیا کہ میں نے اس کا حکم دے دیا اور یہ ان کے واسطے وظیفہ مقرر کر دیا وقف سے برابر تو یہ لوگ بہت اور فقیروں کے زیادہ حق دار ہو جائیں گے اور جو قاضی اس کے بعد آئے اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو توڑ دے یہ حاوی میں ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف میں شرط کی ہو کہ اس کی قرابت کے فقیروں کے واسطے اتنا اور مساکین و فقراء کے واسطے اتنا تو قرابت والے فقیروں کو فقراء کے حصہ سے دیا جائے گا ☆

اگر اپنی اراضی اس شرط پر وقف کی کہ اس میں سے نصف واسطے مسکینوں کے اور نصف واسطے اعلیٰ فقیروں کے ہے پھر اس کے قرائی فقیروں کو احتیاج لاحق ہوئی اور جس قدر ان کو ملتا ہے وہ ان کے واسطے کافی نہیں ہے تو جو کچھ اُس نے مسکینوں کے واسطے شرط کیا ہے اس میں سے ان کو دیا جائے یا نہیں تو شیخ ہلالؒ نے فرمایا کہ نہیں اور یہی یوسف بن خالد سستی کا قول ہے اور شیخ ابراہیم بن یوسف رحمہ اللہ اور علی بن احمد فارسی اور فقیر ابو جعفر ہندوانی نے کہا کہ ان کو مساکین کے حصہ سے دیا جائے گا اس واسطے کہ وہ لوگ اس کے قرابت کے مساکین ہیں کہ دونوں جہت سے مستحق ہیں جیسے ایک نے اپنی ایک اراضی اپنی قرابت پر اور دوسری اراضی اپنے پڑوسیوں پر وقف کی اور پڑوسیوں میں بعض اُس کے قرابت دار ہیں تو یہ لوگ دونوں وقفوں میں سے دونوں وصفوں کی جہت سے مستحق ہوں گے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف میں شرط کی ہو کہ اس کی قرابت کے فقیروں کے واسطے اتنا اور مساکین و فقراء کے واسطے اتنا تو قرابت والے فقیروں کو فقراء کے حصہ سے دیا جائے گا اور اگر اُس نے یہ شرط کی ہو کہ اُس کے قرائی فقیروں کے واسطے اس قدر اور باقی مساکین و فقراء کے واسطے ہے تو قرائی فقیروں کو حصہ فقراء میں سے نہ دیا جائے گا اور اسی کو محمد بن سلمہ و ابو نصر محمد بن سلام رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر وقف کرنے والے نے وقف کی آمدنی اس واسطے مشروط کر دی ہو کہ مرد مسلمان جو قرض داری میں پھنسا ہو اس کے چھٹکارے میں یا مسافروں کے لیے یا فی سبیل اللہ یعنی جہاد کے واسطے یا حج یا مسلمان غلاموں کی گردنیں آزاد کرانے کے لیے صرف کیا جائے پھر اُس کی بعض اولاد یا قرائی فقیروں کے حاجت مند ہوئے تو ان کو اُس میں سے کچھ نہ دیا جائے گا لیکن اگر اولاد یا قریب بھی ایسے لوگوں میں سے ہو پس قرض داری کے بوجھ میں پھنسا ہو یا مسافر ہو تو ایسی صورت میں پہلے اُسی کو دیا جائے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر کسی نے اپنی ایک اراضی اپنے قرائی فقیروں پر وقف کی اور دوسری اراضی مساکین پر وقف کی اور حال یہ ہے کہ جو قرائی فقیروں پر وقف کی ہے وہ اُن کے حق میں کافی نہیں ہوتی ہے پس اگر یہ وقف الگ الگ دو عقد میں واقع ہو تو قرابت والے فقیروں کو مساکین کے وقف سے بقدر کفایت دیا جائے گا اور اگر ایک ہی عقد میں اُس نے دونوں کو وقف کیا ہے تو نہ دیا جائے گا پھر جو حکم کہ ایک عقد میں وقف ہونے کی صورت میں بیان فرمایا کہ قرابتوں کو مساکین کے وقف سے نہیں دیا جائے گا پھر ضروری ہے کہ شیخ ہلالؒ و یوسف بن خالد کے قول پر یہ حکم ہو یہ محیط میں ہے۔ اگر اس کے قرائی فقیروں میں سے ایک دو سو درہم سے کم دیا گیا پس اُس نے یہ سب خرچ کر ڈالے اور حال یہ ہے کہ غلہ وقف میں سے ابھی باقی رکھا ہے تو اُس کو دوبارہ دیا جائے گا بشرطیکہ اُس نے نہ بے کام میں نہ خرچ کیا ہو یہ حاوی میں ہے اور اس فصل کی مصلحات سے یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنی یہ اراضی ہمیشہ کے واسطے صدقہ موقوف فرمادہ پر اور اس کی اولاد اور

اولاد اولاد پر برابر جب تک ان کی نسل ہوتی رہے کردی اور ان کے بعد مسکینوں پر کردی اس شرط سے کہ میری قرابت میں سے جو اس کا حاجت مند ہو یہ وقف اُن پر رد کیا جائے گا اور اُس کا غلہ انہی کا ہوگا اور حال یہ ہے کہ اُس کی قرابت میں ایک جماعت ہے جن میں سے بعض محتاج اور بعض تو انگریز ہیں تو جو حاجت مند ہو اُس پر رد کیا جائے گا اور اسی طرح اگر اُس نے کہا کہ اُس شرط سے کہ میرے آزاد کیے ہوؤں سے جو حاجت مند ہو اُس پر رد کیا جائے گا اور اُس نے کہا کہ اولاد زید پر پھر جب وہ مر جائیں تو عمرو پر وقف ہے پھر زید کی بعض اولاد مری اور بعض باقی ہیں تو غلہ وقف عمرو پر رد نہ کیا جائے گا یہاں تک کہ کل اولاد زید مر جائیں ایسا ہی امام خصاصؒ نے بیان فرمایا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

شیخ ہلالؒ نے اپنے وقف میں ذکر کیا کہ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ بعد میری موت کے فقیروں پر ہے پھر اگر میرے فرزند یا میرے فرزند کے فرزند میں سے کوئی اس کی طرف حاجت مند ہو تو بقدر کفایت اس کو دیا جائے تو جیسا اس نے کہا ہے ویسا ہی ہوگا پس اگر اس کی پشت کے فرزندوں میں سے کوئی حاجت مند ہو تو جس قدر اس کو کفایت کرے اسی قدر اس کو دیا جائے گا پس یہ مقدار تمام وارثوں کے درمیان میراث مشترک ہو جائے گی اور اگر فرزندوں کے فرزندوں میں سے کوئی حاجت مند ہو تو اُس کو بقدر اُس کی کفایت کے دیا جائے گا جو اسی کا ہوگا اور اگر اس کے نسب کے فرزندوں میں سے کوئی فرزند اور اس کے فرزندوں کے فرزندوں میں سے کوئی حاجت مند ہو تو دونوں کو ان کا قدر کفایت دیا جائے گا پھر جو کچھ اُس کے نسب کے فرزند کو پہنچا ہے تو تمام وارثوں کے درمیان میراث ہوگا اور جو فرزند کے فرزند کو ملا ہے وہ اسی کا ہوگا اور اگر اس کے فرزند و فرزند کے فرزند سب محتاج ہوئے تو غلہ وقف ان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا پھر جو کچھ اُس کی پشت کے فرزندوں کو ملا ہے وہ وقف نہیں بلکہ میراث ہوگا کہ جس میں سب وارث شریک ہوں گے اور جو فرزندوں کے فرزندوں کو ملا ہے وہ انہی کا ہوگا پھر اگر وہ شخص جو محتاج تھا غنی ہو گیا تو اس کو نہ دیا جائے گا اور یہ ظاہر ہے اور وقف مذکور ہر دو فریق کی قدر کفایت سے کم پڑھا اور حال یہ ہے کہ ہر دو فریق محتاج ہیں لیکن ایک فریق کے واسطے کافی ہوتا ہے تو پہلے فرزندوں کے فرزندوں کو دیا جائے گا یہ محیط میں ہے۔

باب چہارم:

وقف میں شرط کرنے کے بیان میں

ذخیرہ میں ہے کہ اگر اراضی یا اور کوئی چیز وقف کی اور کل اپنے واسطے شرط کر لی یا بعض اپنے واسطے شرط کر لی جب تک کہ زندہ ہے اور بعد اُس کے فقیروں کے واسطے کردی تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ وقف صحیح ہے اور مشائخؒ نے امام ابو یوسفؒ کا قول لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے تاکہ لوگ وقف کرنے میں رغبت کریں اور ایسا ہی فتاویٰ صغریٰ و نصاب و مضمرات میں ہے اور اپنی ذات کے واسطے شرط کر لینے کی صورتوں میں سے یہ بھی ہے کہ یوں کہا کہ اس شرط سے کہ میرا قرضہ اس وقف کی آمدنی سے ادا کیا جائے یا کہا کہ جب میں مروں اگر مجھ پر قرضہ ہو تو پہلے اس وقف کی آمدنی سے جو مجھ پر قرضہ ہے ادا کیا جائے پھر جو باقی رہے وہ وقف کی راہ پر صرف ہو تو یہ سب جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ جب فلاں پر یعنی خود وقف کنندہ پر حادثہ موت پیش آئے تو اس وقف کی آمدنی سے ہر سال دس سہام میں سے ایک سہم کے برابر نکال کر اس کو فلاں یعنی وقف کنندہ کی طرف سے حج میں یا اس کی قسموں سے کفارات میں خرچ کرے یا فلاں کا ذخیرہ یا

۱۔ دینی المنیۃ الموجودة وان قصرت الفلۃ عن سبی لکن فقیر وکان یملئ للاحد ہما فاقسبہ اولولہ الذلۃ فی الحیط وقال علماء کلکلت فی توامن لوکان ظاہرا منی بحصلہ اور یہ بھی غلط ہے اور ٹھیک عبارت یہ ہے وان قصرات الفلۃ السمین والکل فقیر الی آخر ہا جیسے ترجمہ میں لکھا گیا ہے فلجیاء فیہ ۱۲۔

فلاں کار و فلاں کار میں چند امور کا نام لیا ان میں خرچ کرے یا کہا کہ تو اس صدقہ کی آمدنی سے ہر سال اتنے اتنے درہم نکال کر ان امور مذکورہ میں صرف کر اور باقی اسی راہ میں جس پر وقف کیا ہے صرف ہو تو بھی جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ خدائے تعالیٰ کے واسطے ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس کا غلہ مجھ پر جاری رکھا جائے اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہے اور جب وہ مر جائے گا تو اُس کی آمدنی فقیروں پر صرف ہوگی اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تو اس کی آمدنی مجھ پر جاری رہے گی پھر بعد میری موت کے میرے فرزند میرے فرزند کے فرزند اور ان کی نسل پر جب تک ان کی نسل رہے جاری رہے گی پھر جب یہ سب گزر جائیں تو یہ مساکین پر صدقہ ہوگی تو یہ بھی جائز ہے یہ خزائن المستغنیٰ میں ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ اس میں سے اپنی ذات پر اور اپنے فرزند پر خرچ کروں اور اپنا قرضہ اس کی آمدنی سے ادا کروں پھر جب مجھے حادثہ موت پیش آئے تو اس کی آمدنی واسطے فلاں بن فلاں کے اور اُس کے فرزند اور فرزند کے فرزند و اُس کی نسل و اُس کے عقب کی ہوگی یا جو اُس نے فلاں مذکور کے واسطے شرط کیا ہے وہ پہلے بیان کیا ہے اور پھر جو اپنے واسطے شرط کیا ہے وہ پیچھے بیان کیا تو امام خفافؒ نے فرمایا کہ یہ اُس کی شرط پر جائز ہے اور تقدیم و تاخیر بھی بنا یہ قول امام ابو یوسف کے یکساں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ہمیشہ کے واسطے کچھ وقف کیا اور اپنی ذات کے واسطے استثناء کیا کہ اس وقف کی آمدنی سے جب تک زندہ ہے اپنے اور اپنے عیال و باندی و غلاموں پر خرچ کرے گا ☆

ایک نے فقیروں پر کچھ وقف کیا اور اس میں شرط کی کہ وقف کنندہ کو اختیار ہے کہ جب تک زندہ ہے خود کھائے و کھلائے پھر جب مر جائے تو اُس کے فرزند کی ہو اور اسی طرح اس کے فرزند کے فرزند کے واسطے برابر جب تک نسل باقی ہے رہے اور اس شرط پر وقف جائز ہے کذا فی المحصرات اور اسی کو شیخ شمس اللہ حلوانی اور صدر حسام الدین نے لیا ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر وقف میں کچھ آمدنی اپنی ام ولد باندیوں کے واسطے جو اس کے وقف کرنے کی حالت میں موجود ہیں اور جو بعد کو ام ولد ہو جائیں شرط کیا اور اپنی حالت حیات و بعد ممات کے ان میں سے ہر ایک کے واسطے کچھ قطع مقرر کر دی تو بلا خلاف جائز ہے یہ وجہ و ہبوط و ذخیرہ و فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہی اصح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اسی طرح اگر اپنی یہ مدبر باندی و غلاموں کے واسطے بیان کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی محض باندی و غلاموں کے واسطے کچھ آمدنی شرط کی تو یہ مثل اپنے واسطے شرط کرنے کے ہے پس امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز اور امام محمدؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے اور اگر ہمیشہ کے واسطے کچھ وقف کیا اور اپنی ذات کے واسطے استثناء کیا کہ اس وقف کی آمدنی سے جب تک زندہ ہے اپنے اور اپنے عیال و باندی و غلاموں پر خرچ کرے گا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وقف اور شرط دونوں جائز ہیں پھر جب یہ لوگ گزر گئے تو غلہ مذکور مسکینوں کے واسطے ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کچھ وقف کیا اور اپنے واسطے کہ جب تک زندہ ہے استثناء کیا اُس میں سے کھائے گا پھر جب وہ مر گیا تو اُس کے پاس اُس وقف میں سے خوشائے خرم انگور یا منقہ (انگور خشک) نکلے تو یہ سب لے کر وقف میں داخل کر دیے جائیں گے اور اگر اُس کے پاس اُس وقف کے گیسوں کی روٹی ہو تو وہ میراث ہوگی اُس واسطے کہ در حقیقت یہ وقف میں سے نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور وقف الخفاف میں مذکور ہے کہ اگر شرط کی کہ اپنی ذات و عیال و اولاد و باندی و غلاموں پر اُس وقف کے غلہ سے خرچ کرے گا پھر اُس وقف کا غلہ آیا پس اُس نے اُس غلہ کو فروخت کیا اور اُس کا ثمن وصول کر لیا پھر قبل اُس کے کہ اُس کو خرچ کرے وہ مر گیا تو فرمایا کہ یہ ثمن اُس کے وارثوں کا ہوگا وقف کے مستحقوں کا نہ ہوگا

۱۔ واقع نے جن باندیوں کو شرعاً ملک سے اپنے تحت میں لیا تو جو باندی ان میں سے حاملہ ہو کر بچہ جنمتی ہے یا آئندہ بعد وقف کے بچہ جنمتی ہو تو وہ اس وقف سے مستحق ہے کیونکہ وہ وقف کنندہ کی اولاد کی ماں ہوگئی ہے ۱۲۔

اُس واسطے کہ اُس کو اُس نے حاصل کیا ہے اور اسی کا تھا یہ فتح القدر میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی و اولاد پر وقف کیا پھر یہ عورت مر گئی تو اُس عورت کا حصہ اُس عورت کے پسر کے واسطے مخصوص نہ ہوگا بشرطیکہ وقف کرنے والے نے یہ شرط نہ کی ہو کہ جو مرے اُس کا حصہ اُس کی اولاد کا ہو پس اُس صورت میں اُس کا حصہ سب وارثوں کی طرف رد کر دیا جائے گا یہ کبریٰ میں ہے۔ ایک نے اپنی اراضی وقف کی بایں طور کہ اُس میں سے نصف اپنی بیوی پر اور نصف اپنے ایک معین فرزند پر بایں شرط کہ اگر بیوی مر جائے تو اس کا حصہ میری اولاد پر صرف کیا جائے اور آخر یہ وقف واسطے فقیروں کے ہے پھر اُس کی بیوی مر گئی تو اُس کے حصہ میں سے یعنی اُس فرزند معین کا جس پر نصف زمین وقف ہے حصہ ہوگا یہ مضمرات میں ہے ایک نے اپنی ایک اراضی ایک مرد پر اُس شرط سے وقف کی کہ اُس کی آمدنی میں سے اُس کو بقدر کفایت ماہواری دیا جائے اور حال یہ ہے کہ اُس مرد کے عیال نہیں ہیں پھر اس کے عیال ہو گئے تو اُس کو اور اُس کے عیال دونوں کی قدر کفایت اُس میں سے دیا جائے گا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر زید نے عمرو پر اُس شرط سے وقف کیا کہ عمرو تو اُس کو کچھ درہم معلوم و قرض دے تو وقف جائز اور شرط باطل ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اصل وقف میں یہ شرط کی کہ جب چاہے گا اُس اراضی کی جگہ دوسری اراضی بدل لے گا جو بجائے اُس کے وقف ہوگی تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقف اور شرط دونوں جائز ہیں اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اُس کو فروخت کرے گا اور اُس کے ثمن سے دوسری زمین خرید لے گا جو اُس کی جگہ وقف ہوگی تو بھی جائز ہے اور واقعات قاضی امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ میں امام ابو یوسف کے قول کے ساتھ شیخ ہلال کا قول بھی مذکور ہے اور اُس پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک مرتبہ اُس کی استبدال (یعنی بدل لینے) کے بعد اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوبارہ بدل لے اُس وجہ سے کہ اُس کی شرط ایک مرتبہ استبدال کر لینے سے ختم ہو گئی لیکن اگر اُس نے ایسی عبارت بیان کی ہو جو ہمیشہ اُس کے واسطے اُس کے استبدال کے اختیار کو مفید ہو تو اختیار حاصل ہوگا یہ فتح القدر میں ہے اور اگر وقف کرنے والے نے اصل وقف میں یوں کہا ہو کہ اُس شرط پر کہ میں اُس وقف کو جس قدر قلیل یا کثیر ثمن کے عوض میری رائے میں آئے فروخت کروں گا یا کہا کہ اُس شرط پر کہ میں اُس کو فروخت کروں اور اُس کے ثمن کے عوض غلام خریدوں یا کہا کہ اُس شرط پر کہ میں اُس کو فروخت کروں اور اُس سے زیادہ نہ کہا تو شیخ ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شرط فاسد ہے اس سے وقف فاسد ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدق موقوفہ ہمیشہ کے واسطے اُس شرط پر ہے کہ اُس کی جگہ میں دوسری بدل سکتا ہوں تو استحساناً وقف جائز ہوگا اگر پہلی اراضی کے ثمن سے دوسری کی خرید واقع ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور دوسری اراضی کو جیسے ہی خرید او ایسے ہی بجائے اول کے اُسی شرائط کے ساتھ وقف ہو جائے گی اور دوسری کے وقف کرنے اور شرائط وقف بیان کرنے کی حاجت نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اُس نے فقط استبدال کی شرط کی اور یہ بیان نہ کیا کہ بدل کر زمین یا دار کر لے گا اور اُس نے اول وقف کو فروخت کیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ جس عقار سے جو چاہے خواہ زمین یا مکان بجائے اُس کے بدل دے اور اسی طرح اگر اسی شہر کی قید نہ لگائی ہو تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے جس شہر میں استبدال کر دے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہہ دیا کہ اُس شرط سے کہ میں بجائے اُس کے دوسری زمین بدل سکتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بجائے اُس کے مکان بدل دے اور اسی طرح اُس کے برعکس بھی جائز ہے یہ فتح القدر میں ہے اور یہ اُس کو اختیار ہوگا کہ اُس کے ثمن کے عوض خالی زمین خریدے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا بایں شرط کہ بجائے اُس کے بصرہ کی اراضی سے بدل سکتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ سوائے بصرہ کے دوسری جگہ سے بدل کر دے مگر چاہیے یہ ہے کہ اگر دوسری جگہ کی زمین اُس کے بدلے میں بہتر آتی ہو تو جائز ہو اُس واسطے کہ یہ خلاف کرنا بہتری کی جانب ہے یہ فتح القدر میں ہے اور فقہ میں

مذکور ہے کہ مکان وقف کا دوسرے مکان سے مبادلہ کرنا بھی جائز ہے کہ جب محلہ ایک ہی ہو یا جو بدلے میں آتا ہے اُس کا محلہ بہ نسبت وقف کے محلہ کے بہتر ہو اور اگر اُس کے برعکس ہو تو نہیں جائز ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر اپنے واسطے اُس نے استبدال کا اختیار شرط کیا پھر استبدال کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے اور اگر اُس واسطے کسی کو اپنی موت کے وقت وصیت کر دی تو وصی کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا اور اگر استبدال کا اختیار اپنے واسطے مع دوسرے شخص کے اُس طرح شرط کیا کہ دونوں ساتھ ہی استبدال کریں پھر اُس دوسرے نے تنہا استبدال کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر وقف کنندہ نے تنہا استبدال کر دیا تو جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے استبدال کا اختیار ہر ایسے شخص کے واسطے شرط کر دیا جو اُس کا متولی ہو تو یہ صحیح ہے اور جو شخص اُس کا متولی ہوگا اُس کو اُس وقف کی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار ہوگا اور اگر وقف کرنے والے نے یہ کہا کہ اُس شرط پر کہ فلاں کو اُس کی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار ہے پھر وقف کرنے والا مر گیا تو بعد اُس کے فلاں مذکور کو اختیار استبدال حاصل نہ ہوگا لہذا اُس صورت میں کہ وقف کنندہ نے بعد اپنی وفات کے اُس کا اختیار شرط کیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور کسی قیم کو اختیار استبدال نہیں حاصل ہے لہذا اُس صورت میں کہ صریح اُس کے واسطے یہ شرط کیا جائے اور اگر وقف کنندہ نے قیم کے واسطے اختیار شرط کیا اور اُس واسطے شرط نہ کیا تو وقف کنندہ کو اختیار ہوگا کہ خود استبدال کر دے یہ فتح القدیر میں ہے۔ پھر جب وقف جائز ہو اور اُس میں اُس نے بیع و استبدال اُٹھانے کی شرط کی پھر اُس کو اس قدر ثمن کے عوض بیچا جتنے میں لوگ اپنے اندازہ میں خسارہ نہیں جانتے ہیں تو بیع جائز ہے اور اگر اپنے ثمن کو بیچا کہ اپنے انداز سے لوگ اُس میں خسارہ جانتے ہیں تو بیع باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُس کو عروض کے عوض فروخت کیا تو بقیہ اس قول امام رحمۃ اللہ علیہ صحیح ہے پھر اُس عروض کو بعض عقار کے فروخت کرے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و ہلال نے فرمایا کہ فقط نقد ہی کے عوض فروخت کر سکتا ہے کذا فی البحر الرائق یا بعض کسی زمین کے فروخت کرے جو بجائے اُس کے وقف ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر وقف کی زمین فروخت کر کے اُس کا ثمن وصول کیا پھر مر گیا اور ثمن کا حال بیان نہ کیا تو یہ ثمن اُس کے ترکہ پر قرضہ ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اسی طرح اگر اُس نے ثمن کو تلف کر دیا ہو تو بھی اُس کے اوپر قرضہ ہوگا جو وصول کیا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اس نے مال وقف کو فروخت کیا اور ثمن اس کے پاس سے جاتا رہا تو ضامن نہ ہوگا اور وقف باطل ہو گیا یہ محیط سرحدی میں ہے اور اگر اُس نے ثمن کے عوض اسباب عروض میں سے کوئی ایسی چیز خریدی جو وقف نہیں ہو سکتی ہے تو وہ اُسی کی ہوگی اور ثمن اُس پر قرضہ ہوگا اور اگر اُس نے ثمن مشتری کو بیہ کر دیا تو یہ صحیح ہے اور وہ ضامن ہوگا اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُس نے ثمن وصول کر کے پھر مشتری کو بیہ کیا تو بالاتفاق بیہ باطل ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اُس نے وقف کو فروخت کیا پھر اُس کے پاس ایسے سبب سے واپس آیا جو ہر طرح سے صحیح ہے تو اُس کو دوبارہ فروخت کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر اُس کے پاس بعد تجدید واپس آیا تو پھر دوبارہ اُس کی بیع نہیں کر سکتا ہے لہذا اُس صورت میں کہ اُس نے اپنے واسطے استبدال کی شرط جمعیم کر لی ہو یعنی ہر بار مجھے اختیار ہے تو دوبارہ بھی بیع کر سکتا ہے اور اگر بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی بعد قبضہ مشتری کے یا قبل قبضہ مشتری کے اُس کے پاس واپس آیا تو وقف واپس ہوگا اور اسی طرح اگر اُس نے مشتری سے قبل قبضہ کے یا بعد قبضہ ہو جانے

۱۔ بیع کر اُس کے ثمن سے بجائے اُس کے دوسرا بدل دے گا ۱۲۔ ۲۔ قال المحرجم اگر لوگوں نے ایک چیز کی قیمت کے اندازے میں اختلاف کیا گیا ایک نے دس انداز کئے اور دوسرے نے ساڑھے دس تیسرے نے سو اُس تو اس میں سے جن درہموں کو بیچے ایسے ہیں کہ لوگ اپنے انداز میں اس کو خسارہ نہیں جانتے ہیں یعنی وہ دام اندازے والوں میں سے کسی کی انداز پر ہوں اور اگر اس نے درہم گزینے تو یہ خسارہ ایسا ہے کہ انداز نے والوں کی انداز سے کم ہے پس بیع باطل ہے فافہم ۱۲۔ ۳۔ مثلاً مشتری سے خرید لیا آقا ۱۲۔

کے اقالہ کر لیا تو بھی وقف واپس ہو گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

بعد اقالہ کے اُس کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ اُس وقف کو دوبارہ فروخت کرے لہذا اسی صورت میں کہ اُس نے دوبارہ کی یا ہر بار کے اختیار کی شرط کر لی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے زمین وقف کو فروخت کیا اور اُس کے ثمن سے دوسری زمین خریدی پھر پہلی زمین بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دی گئی تو بھی وقف ہوگی اور دوسری کے ساتھ جو چاہے کرے اور اگر پہلی زمین اُس کو بغیر حکم قاضی دی گئی اور اُس نے واپس کر لی تو اول کی بیع نسخ نہ ہوگی پس دوسری زمین بجائے اول کے بدلہ باقی رہی پس دوسری زمین سے وقف ہونے کی صفت باطل نہ ہوگی اور پہلی زمین کا اپنے واسطے خریدنے والا ہو جائے گا اور دوسری زمین کا خریدنے والا اور اپنے واسطے وقف کرنے والا نہ ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر پہلی زمین کو بیچا اور دوسری خریدی پھر پہلی زمین استحقاق میں لے لے گئی تو قیاس یہ ہے کہ دوسری زمین کا وقف باطل نہ ہو اور استحساناً دوسری زمین وقف نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وقف مرسل ہو یعنی اُس میں استبدال کی شرط نہ کی ہو کہ تجھے بجائے اُس کے دوسری زمین مثلاً بدل لینے کا اختیار ہے تو اُس کو اُس وقف کے بیع کرنے اور اُس کی جگہ دوسرا بدلنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا اگرچہ زمین مذکور جو وقف کی ہے لو نیا ہو کہ اُس سے انتفاع حاصل نہیں ہو سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مگر قاضی کے بدلنے میں امام قاضی خان کا کلام مختلف ہے چنانچہ ایک مقام پر فرمایا ہے کہ قاضی اگر مصلحت دیکھے تو بدون وقف کنندہ کی شرط کے قاضی کو استبدال جائز ہے اور دوسرے مقام پر اُس سے منع فرمایا ہے اگرچہ زمین ایسی ہو جائے کہ اُس سے نفع حاصل نہیں ہو سکتا ہے اور اعتماد اُس پر ہے کہ قاضی کو بدل ڈالنا روا ہے بشرطیکہ زمین قاطع انتفاع ہونے سے بالکلیہ نکل جائے اور وہاں مال وقف سے کچھ مال بھی نہ ہو کہ اُس سے اُس زمین کی اصلاح ہو سکے اور نیز اُس کی بیع نہیں فاحش کے ساتھ نہ ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اسعاف میں یہ شرط لگائی کہ بدلنے والا قاضی الجنتہ ہو اور قاضی الجنتہ کی یہ تفسیر ہے کہ قاضی عالم ہو اور مقتضائے علم پر عمل کرتا ہو یہ نہر الفائق میں ہے اور جس الائمہ محمود اوز جندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا اور ان سے کہا کہ اگر تم اُس کے رکھنے سے عاجز ہو تو اُس کو فروخت کر تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وقف میں یہ شرط ہو تو وقف باطل ہے اور واجب ہے کہ یہ جواب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہو اور امام ابو یوسف کے قول پر وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے اور اگر کہا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ اصل زمین مذکور کو میری یا اُس شرط پر کہ میری ملک اُس کی اصلی سے زائل نہ ہوگی یا اُس شرط پر کہ میں اصل زمین کو فروخت کروں اور اُس کے ثمن کو صدقہ کروں تو وقف باطل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ وقف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کس صورت میں جائز کہا جاسکتا ہے؟

اگر یہ شرط کی کہ اُس کو فروخت کروں اور اُس کا ثمن اُس سے افضل وقف میں کروں تو اگر حاکم اُس کی فروخت میں بہتری دیکھے تو اُس کی اجازت دے گا کہ ایسا کرے یہ وجہ میں ہے اور امام خفاف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وقف میں بیان فرمایا ہے کہ اگر یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ اُس کو فروخت کر کے اُس کا ثمن کارہائے خیر میں جس میں چاہوں صرف کروں تو وقف باطل ہے اور اگر اصل وقف میں اُس کی بیع کے اختیار کی شرط کر لی تھی مگر اُس نے فروخت نہ کیا تو جو شخص اُس کے بعد متولی ہوا اُس کو اختیار نہ ہوگا کہ وقف مذکور کو فروخت کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ مجھے اُس صدقہ کے باطل کروینے کا اختیار ہے تو ہلال کے نزدیک وقف باطل ہے اور یوسف بن خالد کے نزدیک وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ بالکل اُس سے نفع حاصل نہ ہو سکے ۱۲۔ ۲۔ قال المتزیم نہیں فاحش اس کو کہتے ہیں کہ کوئی انداز نے والا اتنے کم کو انداز نہ کرے اور بعض نے کہا کہ ایک درہم کی اور بعض نے کہا کہ آدھا درہم اور اول معتد ہے ۱۲۔

سے اُس میں کوئی روایت نہیں ہے اور ان کے مذہب کے موافق کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ایسا وقف ان کے نزدیک جائز ہوگا اُس واسطے کہ یہ بمنزلہ اشراطِ خیار (یعنی اختیار) کے اپنے واسطے ہے اور دوسرا کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ایسا وقف ان کے نزدیک جائز نہ ہوگا یہ محیطِ سرخسی میں ہے۔

امام خصاف نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر اپنی کتاب الوقف میں چند مسائل ذکر فرمائے ہیں چنانچہ فرمایا کہ اگر وقف کنندہ نے وقف نامہ میں تحریر کیا کہ یہ وقف فروخت نہ کیا جائے گا اور نہ بہہ کیا جائے گا اور نہ ملک میں آئے گا پھر لکھا کہ اُس شرط پر کہ فلاں کو اُس کے بیچ کرنے اور اُس کی جگہ اُس کے مٹن سے ایسی چیز جو وقف ہوتی ہے خرید کر قائم کرنے کا اختیار ہے تو یہ جائز ہے اور اگر اس نے اول میں یہ تحریر کیا کہ اس شرط سے کہ فلاں کو اس کی بیچ کرنے اور اس کی جگہ دوسری چیز جو وقف ہوئی ہے اس کے بدلے خرید کر قائم کرنے کا اختیار ہے پھر آخر میں لکھا کہ اُس شرط پر کہ فلاں کو اُس کی بیچ کا اختیار نہیں ہے تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس کو فروخت کرے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اُس نے اپنی ذات کے واسطے یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے جب چاہوں اُس کی معالیم میں سے گھاؤں اور اُس میں بڑھاؤں اور جس کو چاہوں خارج کر دوں اور اُس کے بدلے دوسرا داخل کر دوں تو اُس کو یہ اختیار ہوگا مگر اُس کے قیم کو یہ اختیار نہ ہوگا لا اُس صورت میں کہ اُس کے واسطے بھی یہ اختیار شرط کیا ہو یہ فتح القدر میں ہے اور امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وقف میں فرمایا کہ جب اُس نے ایک بار ایسا تغیر کیا تو اُس کو پھر دوبارہ اُس قسم کے تغیر کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اُس نے چاہا کہ جب تک زندہ رہوں مجھے گھٹانے و بڑھانے و نکالنے اور بجائے اُس کے دوسرا لانے کا اختیار برابر بار بار جتنی دفعہ چاہوں حاصل رہے تو فرمایا کہ اُس کی صریح شرط کرے اور اگر وقف کرنے والے نے ان امور کو کسی شخص معین دیگر کے واسطے جب تک وہ زندہ رہے شرط کیا تو اُس کو یہ اختیارات حاصل ہو جائیں گے یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنے واسطے جب تک زندہ ہے پھر اُس کے متولی کے واسطے بعد اپنے ایسے اختیارات شرط کیے تو صحیح ہے اور اگر جب تک آپ زندہ ہے تب تک متولی کے واسطے ایسے اختیارات شرط کیے تو جب تک وہ زندہ رہے متولی کو ایسے اختیارات حاصل ہوں گے پھر جب وہ وقف کنندہ مر گیا تو متولی سے یہ اختیارات باطل ہو جائیں گے اور جس کے واسطے وقف کنندہ نے یہ اختیارات شرط کیے ہیں اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کے واسطے یہ اختیارات روا کر دے یا ان امور کی بابت دوسرے کو اپنا وصی کر دے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ زمین اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ موقوف ہے اُس شرط پر کہ اس کی آمدنی و غلہ میں جہاں چاہوں گا صرف کر دوں گا تو جائز ہے اور اُس کو یہ اختیار ہوگا کہ جہاں چاہے اُس کا غلہ صرف کرے پس اگر اُس نے مساکین پر یا حج کے واسطے یا کسی شخص معین کے واسطے قرار دیا تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ پھر اُس سے رجوع کرے (مثلاً شخص معین ۱۲) اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے یہ غلہ فلاں کے واسطے قرار دیا یا اُس کو عطا کیا تو اُس سے رجوع نہ کرے گا اور اگر اُس نے ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کے واسطے قرار دیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے اپنے نفس کے واسطے قرار دیا تو وقف باطل ہوا اور یہ حکم شیخ ہلال رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ٹھیک ہو سکتا ہے بخلاف اُس کے اگر اُس نے کہا کہ اُس شرط پر کہ اُس کا غلہ جس کو چاہوں گا دوں گا یا جس کو چاہوں گا عطا کروں گا تو یہ حکم نہیں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوف ہے اُس شرط پر کہ اُس کا غلہ میں اپنے فرزندوں میں جس کو چاہوں گا دوں گا تو وقف صحیح ہے اور اُس کو اختیار ہے کہ اپنے فرزندوں میں جس کو چاہے دے یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی اراضی اُس شرط پر وقف کی کہ اُس کا غلہ جس کو چاہے گا عطا کرے گا تو وقف جائز ہے اور اُس کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے اُس کو اُس کا غلہ دے دے پھر جب وہ مر گیا تو یہ خواہش باطل ہوگئی یہ محیط سرخسی میں ہے اور وقف کرنے والے کو یہ اختیار نہ ہوگا

کہ غلہ کو خود کھائے یہ حاوی میں ہے اور اگر وقف کنندہ نے غلہ کسی آدمی کے واسطے نہیں قرار دیا تھا کہ وہ مر گیا تو غلہ مذکور فقیروں کا ہوگا یہ محیط میں ہے اور جب یہ شرط کی کہ اُس کا غلہ جس کو چاہے دے یا کہا کہ جہاں چاہے صرف کرے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو نغروں کو دے دے یہ قیہ میں ہے اور اگر چاہا کہ کسی شخص معین تو نگر پر صرف کرے تو اُس کی مشیت جائز ہے اور اگر فقیر معین پر صرف کرنا چاہا تو بھی جائز ہے پس جب تک یہ تو نگر یا فقیر زندہ ہے تب تک غلہ اسی تو نگر یا فقیر کا ہوگا جس کو اُس نے چاہا ہے اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس سے پھیر کر دوسرے پر صرف کرے پھر جب یہ شخص جس کو چاہا ہے مر گیا تب وقف کنندہ کو اختیار ہوگا پھر جس کو چاہے اُس کے واسطے قرار دے اور اگر اُس نے تو نغروں پر صرف کرنا چاہا نہ فقیروں پر یعنی فقیروں کو نہیں دیا تو یہ خواہش باطل ہے اور اگر اُس نے فقروں پر صرف کرنا چاہا نہ تو نغروں پر مشیت (خواہش ۱۲) جائز ہے اور اگر اُس نے تو نغروں و فقیروں دونوں کو دینا چاہا تو قیاساً وقف باطل ہوگا مگر استحساناً وقف نہیں باطل ہوگا بلکہ اُس کی خواہش باطل ہوگی پس تمام غلہ فقیروں کے واسطے ہو جائے گا یہ محیط سرحدی میں ہے۔ اگر ایک سال تک اُس کا غلہ کسی شخص معین کے واسطے کر دیا تو جائز ہے اور اُس کے بعد اُس کو اختیار ہوگا کہ جس کے واسطے چاہے کر دے اور اگر اُس کا غلہ دو شخصوں کے واسطے کر دیا تو جب تک دونوں زندہ رہیں غلہ مذکور دونوں میں نصف نصف ہوگا پھر اگر دونوں میں سے ایک مر گیا تو زندہ کے واسطے نصف غلہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے اُس کا غلہ اپنے والدین کے واسطے کر دیا تو صحیح ہے جیسے ابتداء سے اگر اُس نے والدین کے واسطے اُس کا غلہ وقف کیا تو صحیح ہوتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے وقف کا غلہ اپنے فرزند کے واسطے کر دیا تو جائز ہے یہ حاوی میں ہے ایک شخص نے اپنی زمین وقف کی اور یہ شرط کی کہ اُس کا غلہ جس کو چاہے دیا کرے تو جائز ہے اور قیہ کو اختیار ہوگا کہ تو نغروں کو اور فقیروں کو دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے مرض میں وقف کیا اُس شرط پر کہ فلاں اُس کا غلہ جس کو چاہے دے پس وہی مذکور نے یہ چاہا کہ وقف کنندہ کے فرزند کو دیا کرے تو نہیں جائز ہے اور قیاساً وقف باطل ہوگا مگر استحساناً وقف صحیح رہے گا اُس واسطے کہ اجل وقف تو فقیروں کے واسطے صحیح واقع ہوا ہے مگر وقف کنندہ نے غلہ کی بابت فلاں کو اختیار دے دیا ہے پس اگر اُس نے ایسا امر اختیار کیا جس سے وقف صحیح رہتا ہے تو اُس کا اختیار بھی صحیح ہوگا ورنہ اُس کا اختیار باطل ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ اُس شرط پر کہ فلاں اُس کا غلہ جس کو چاہے دے تو یہ جائز ہے اور فلاں مذکور کو اختیار ہوگا کہ وقف کنندہ کی زندگی میں اور بعد اُس کی موت کے اُس کا غلہ جس کو چاہے دے پس گویا اُس نے کہا کہ میری زندگی میں و بعد میری وفات کے جس کو چاہے دے اور قیاس ہے کہ اُس کی وفات کے بعد فلاں کو یہ اختیار نہ رہے پھر اگر وہ شخص جس کو اختیار دیا تھا مر گیا تو غلہ مذکور فقیروں کے واسطے ہوگا اور جس کو اختیار دیا ہے کہ جس کو چاہے دے اُس کو اختیار ہے کہ چاہے اپنی اولاد و نسل کو دے چاہے وقف کنندہ کی اولاد و اُس کی نسل کو لیکن اُس کو یہ روا نہیں ہے کہ اپنے آپ کو دے اور اگر اُس نے یوں کہا کہ میں نے اپنے آپ کو دیا تو اُس کہنے سے اُس کا اختیار اُس کے ہاتھ سے خارج نہ ہوگا اور اگر اُس نے وقف مذکور کا غلہ وقف کرنے والے کے واسطے کر دیا تو جو امام فرماتا ہے کہ آدمی کا وقف اپنی ذات پر نہیں جائز ہے اُس کے قول پر یہ جائز نہ ہوگا (اور وقف باطل ہوگا ۱۳) اور اسی طرح اگر ایک سال تک غلہ مذکور وقف کنندہ کے واسطے کر دیا تو بھی جائز ہے (اور وقف باطل ہوگا ۱۴) یہ حاوی میں ہے بخلاف اُس کے اگر وقف کنندہ نے اُس کے غلہ دینے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لیا پس اُس نے اپنے آپ کو دیا تو وقف باطل نہ ہوگا اور اگر فلاں مذکور جس کے اختیار میں غلہ دینے کی مشیت رکھی تھی اُس نے کہا کہ میں نے اُس کا غلہ تو نغروں کے واسطے کر دیا تو وقف باطل ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی زمین فلاں پر وقف کی اُس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ اُس کا غلہ جس کو چاہوں دیا کروں پھر اُس نے بنی فلاں میں

سے ایک معین کو دینا چاہتا تو اُس کا چاہنا جائز ہے اور اگر اُس نے ان سب پر صرف کرنا چاہا تو بھی اُس کا چاہنا جائز ہے اور غلہ مذکور اُن سب پر مساوی تقسیم ہوگا اُس واسطے کہ اُس کا یہ قول کہ جس کو چاہوں کلہ عام ہے پس کل کو شامل ہوگا اور اگر سوائے بنی فلاں کے اور کسی کے صرف میں کرنا چاہتا تو اُس کا چاہنا باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلاں پر صدقہ موقوف ہے اُس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہوں غلہ دوں تو اُس کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے دے اور اگر اُس نے کہا میں ان میں سے کسی کو دینا نہیں چاہتا ہوں تو غلہ ان سب کا ہوگا اور اُس کی مشیت باطل ہوئی پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُس نے اپنے واسطے کوئی مشیت شرط نہیں کی تھی اور اگر وقف کنندہ مر گیا یا اُس نے فقط اسی قدر کہا کہ میری یہ اراضی بنی فلاں پر صدقہ موقوف ہے اور خاموش رہا تو غلہ مذکور سب بنی فلاں کے واسطے ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے اُس کا غلہ بنی فلاں کے واسطے کر دیا نہ اُس کے بھائیوں کے واسطے تو جائز ہے اور وہ اُس سے پھر نہیں سکتا ہے اور اُس کو اختیار ہے کہ ان میں سے بعض کو زیادہ دے اور بعض کو کم اور یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے بعض کو محروم رکھے اور احتساناً یہ بھی اختیار ہے کہ چاہے سب بنی فلاں کو دے پھر اگر وہ شخص جس کے واسطے غلہ مذکور کر دیا تھا مر گیا تو اُس کے مرنے کے بعد پھر اُس کو اختیار ثابت ہوگا کہ اور جس کے واسطے چاہے مقرر کر دے یہ حاوی میں ہے۔ اگر اُس نے کل بنی فلاں کے واسطے چاہا تو اُس کی مشیت باطل ہوگی اور غلہ فقیروں کے لئے ہوگا اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول بدلیل قیاس ہے اور صاحبین کے نزدیک بدلیل احتسان جائز ہے اور غلہ بنی فلاں کا ہوگا اور اُس اختلاف کی بناءً اُس پر ہے کہ لفظ منہم یعنی ان میں سے من واسطے تعین کے ہے امام کے نزدیک اور واسطے بیان کے ہے صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر وقف کنندہ نے ان میں سے بعض پر صرف کرنا چاہا پھر وقف کنندہ مر گیا اور یہ بعض جن پر اُس نے صرف کرنا اختیار کیا ہے مر گئے اور باقی بنی فلاں موجود ہیں تو اُن کا حصہ فقیروں پر صرف کیا جائے گا اور اگر اُس نے بنی فلاں کے سوائے اوروں کو اختیار کیا تو اُس کا چاہنا باطل ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے یہ غلہ بنی فلاں اور ان کی نسل میں قرار دیا تو اُس کا چاہنا فقط بنی فلاں کے حق میں جائز ہوگا اور ان کی اولاد و نسل کو کچھ نہ ملے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوف ہے بنی فلاں پر اُس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہوں تفصیل دوں تو یہ جائز ہے اور اُس کو اختیار حاصل ہوگا کہ بنی فلاں میں سے جس کو چاہے تفصیل دے اور اگر اُس نے اپنے چاہنے کو رد کر دیا پس کہہ دیا کہ میں نہیں چاہتا ہوں یا وہ مر گیا تو غلہ مذکور بنی فلاں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اگر اُس نے ان میں سے بعض کو محروم رکھا تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر اُسے بنی فلاں پر اُس شرط سے وقف کیا کہ زید کو مثلاً یعنی ایک شخص معین فلاں کو یہ اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے تفصیل دے تو فلاں مذکور کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جس کو چاہے تفصیل دے یہ محیط میں ہے۔

اگر اُس نے نصف غلہ خاص ایک معین کے واسطے کر دیا اور باقی نصف دیگر باقیوں کے واسطے کیا تو جائز ہے پس نصف اُس اکیلے کا ہوگا اور باقی نصف اُس کے اور باقیوں کے درمیان مساوی حصہ رسد مشترک ہوگا اُس لیے کہ اُس نے اُس اکیلے کو ایک نصف غلہ کے ساتھ تفصیل دی ہے اور نصف کے ساتھ تفصیل دینا اُس کا مقتضی ہے کہ نصف باقی میں باقیوں کے ساتھ اُس کی شرکت ہے اور اگر اُس نے یوں کہا کہ اُس شرط سے کہ مجھے اختیار ہے کہ اُس نے غلہ میں سے جس قدر کے ساتھ جس کو چاہوں مخصوص کر دوں پس اُس نے نصف غلہ کے ساتھ ایک کی خصوصیت کی تو جائز ہے اور باقی میں اُس کی شرکت کچھ نہ ہوگی اور اگر اُس نے ان سب کو چاہا تو جس کا

۱۔ قال الحرم اس میں اعتراض ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو یہ سب کا قول ہوتا یعنی بقیاس اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ (من) کلمہ جمع ہے لیکن ان دونوں اماموں نے بدلیل احتسان اس کو بیان پر محمول کیا ۱۲۔ ۲۔ قال الحرم یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور صاحبین نے منہم کو بیان پر محمول کیا اور یہ احتسان ہے ۱۳۔

چاہنا بھی روا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے اُس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہوں مخصوص کروں تو ایسا ہی ہوگا (یہ جائز ہے ۱۲) جیسا اُس نے کہا ہے اور اُس کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جس کو چاہے مخصوص کرے اور اگر اُس نے کل غلہ ایک ہی کو دیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے کل غلہ کل کو دیا تو بنظر اُس کے کہ اُس نے ان میں سے کہا تھا قیاساً جائز نہیں ہے مگر استحساناً جائز ہے اور اگر اُس نے کہا کہ اُس سال کے غلہ میں اُس میں سے کسی کی تخصیص نہ کروں گا تو جائز ہے اور سب میں مساوی تقسیم ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر اُس نے اُس شرط سے بنی فلاں پر وقف کیا کہ ان میں سے جس کو چاہوں محروم رکھوں پس اُس نے سوائے ایک کے سب کو محروم کیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے سب کو محروم کیا تو قیاساً نہیں جائز ہے اور استحساناً ایسا کر سکتا ہے پس یہ وقف فقیروں کے واسطے ہو گیا اور پھر اُس کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ بنی فلاں پر دوبارہ رد کرے (والہیں کرے ۱۲) اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے ان کو اُس سال غلہ سے محروم کیا تو ان کو اُس سال کے غلہ میں کچھ استحقاق نہ ہوگا اور یہ غلہ فقیروں کا ہوگا اور آئندہ کے غلہ میں وقف کنندہ کے واسطے پھر مشیت یعنی چاہنا ثابت رہے گا پھر اگر ان میں سے کسی کو محروم کرنے سے پہلے مر گیا تو غلہ ان سب پر مساوی مشترک ہوگا اور اگر اُس نے یہ شرط کی کہ مجھے اختیار ہے کہ بنی فلاں میں سے جس شخص کو میں چاہوں اُس وقف سے خارج کروں پھر اُس نے ایک کو یا سب کو خارج کیا تو جائز ہے اور غلہ مذکور فقیروں کے واسطے ہو جائے گا اور اگر اُس نے ایک کو خارج کیا پھر اُس کو داخل کرنا چاہا تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور یہ سب وقف باقیوں پر ہو گیا اُس وجہ سے کہ اُس کو نکالنے کا اختیار حاصل ہو داخل کرنے کا اختیار نہیں ملا تھا یہ حاوی میں ہے۔ پھر اگر نکالنے کے وقت وقف میں غلہ موجود تھا تو ہلال نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ مخصوصاً اسی غلہ سے خارج ہوگا اور جو وصائے یا اصل و جامع صغیر میں مذکور ہے اُس پر قیاس کرنے سے یہ حکم ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے غلہ سے خارج ہو جائے گا چنانچہ اگر اُس نے اپنے باغ کے حاصلات کی کسی کے لیے وصیت کر دی اور وصیت کنندہ کی موت کے روز باغ میں غلہ موجود ہے تو جس کے لیے وصیت کی ہے اُس کو یہ موجودہ غلہ اور جو آئندہ ہمیشہ پیدا ہوا کرے سب ملے گا اور بنا بر روایت ہلال کے اُس کو غلہ موجودہ ملے گا نہ وہ غلہ جو آئندہ پیدا ہوگا اور یہی ہمارے بعض اصحاب سے روایت کیا گیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اُس نے اُس کلام سے نکالا کہ میں نے فلاں کو یا فلاں کو اُس وقف سے خارج کیا تو جائز ہے اور بیان کا اختیار کہ تو نے ان دونوں میں سے کس کو نکالا ہے اسی کا ہوگا پھر اگر اُس نے بیان نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو غلہ مذکور باقیوں کی تعداد پر مساوی حصہ لیا جائے گا اور ان دونوں کے واسطے ایک حصہ لگایا جائے گا پھر اگر دونوں نے باہم صلح کر لی تو اُس حصہ کو دونوں کو آدھا آدھا لے لیں اور اگر دونوں نے انکار کیا یا ایک نے انکار کیا تو یہ حصہ رکھ چھوڑا جائے گا کسی کو نہ ملے گا یہاں تک کہ دونوں کی امر پر اتفاق کریں اور باہم صلح کر لیں یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر وقف کرنے والے نے یوں کہا کہ میں نے فلاں کو خارج کیا نہیں بلکہ فلاں کو تو دونوں خارج ہو جائیں گے اور اگر وقف کنندہ نے شرط لگائی کہ مجھے اختیار ہے کہ میں جس کو چاہوں داخل کر لوں تو اُس کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے داخل کرے اور یہ اختیار نہ ہو گا کہ ان میں سے جس کو چاہے خارج کر دے۔ پھر اگر قبل اُس کے کسی کو داخل کرے مر گیا تو غلہ ان سب کا ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے فلاں کو اُس کے غلہ میں ہمیشہ کے واسطے داخل کیا تو جیسا اُس نے کہا ایسا ہی ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ میری یہ اراضی اولاد عبد اللہ پر صدقہ وقف ہے اُس شرط پر کہ مجھے اختیار ہے کہ میں اُس میں اولاد ذید کو داخل کر لوں تو اُس کو سوائے اولاد ذید کے کسی اور کے

۱۔ اختیار محروم کرنے کا حاصل رہے گا ۱۲۔ ۲۔ قابل الترتیب یہ اختیار استحساناً مباحین ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ وہ اختیار بنظر نقاباً بہت یہ ہے کہ مقصود وقف سے ثواب و حصول رزق فقراء کا ہے قابل واللہ اعلم ۱۲۔ ۳۔ قیاس روایت ہلال قابل ۱۲۔ ۴۔ ہنوز کسی کو داخل نہ کیا تھا ۱۲۔ ۵۔ اولاد ذید ۱۲۔

داخل کرنے کا اختیار نہ ہوگا ہاں یہ اختیار ہوگا کہ چاہے اولاد نہ ہو سب کو داخل کرے اور یہ سب اولاد عبد اللہ کے ساتھ مساوی شریک ہوں گے پھر اگر اُس نے کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ ان کو داخل کر دوں تو اُس کی مشیت یعنی ان کے داخل کرنے کے چاہنے کا اختیار منقطع ہو گیا اور یہ وقف محض اولاد عبد اللہ کے واسطے ہو گیا یہ حاوی میں ہے ایک نے اپنی ام ولد باندیوں پر کچھ وقف کیا باستثنائے اُس کے جس نے نکاح کر لیا کہ اُس کے واسطے کچھ نہ ہوگا پھر ان میں سے بعض نے نکاح کر لیا پھر اُس کے شوہر نے اُس کو طلاق دے دی تو اُس میں دو صورتیں ہیں اول آنکہ وقف کرنے والے نے یہ شرط نہیں کی کہ ان میں سے جن سے نکاح کیا اور اُس کے شوہر نے اُس کو طلاق دے دی پھر اسکو بھی ملے دوم یہ کہ اُس نے یہ شرط کر دی تھی پس اگر اول صورت ہو تو ایسی ام ولد کو جو بعد نکاح کے مطلق ہو گئی ہے کچھ نہ ملے گا اُس واسطے کہ وقف کنندہ نے ہر ایسی ام وار کو جو نکاح کر لے مستثنیٰ کر دیا ہے اور دوم صورت ہو تو اس کو ملے گا اُس واسطے کہ اُس مستثنیٰ میں سے بھی اُس نے ایسی ام ولدوں کو جو نکاح کریں پھر طلاق دی جائیں استثناء کر دیا ہے اور نفی سے استثناء اثبات ہوتا ہے اور اسی طرح اگر ایک نے بنی فلاں پر وقف کیا اور ان میں سے اُس کو استثناء کیا جو شہر سے خارج ہو جائے پھر ان میں سے بعض یہ شہر چھوڑ کر چلے گئے پھر اسی شہر میں واپس آ کر رہے تو اُس میں بھی انہیں دو وجہ مذکورہ بالا کے لحاظ پر حکم ہوگا اور اسی طرح اگر بنی فلاں میں سے ان پر جو علم سیکھیں وقف کیا پھر بعض نے علم سیکھنا چھوڑ دیا پھر علم سیکھنے میں مشغول ہوا تو اُس میں بھی دونوں مذکورہ بالا صورتوں کے لحاظ سے حکم ہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

وقف الخصاص میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنی اراضی اپنی اولاد و نسل و عقب پر ہمیشہ کے واسطے جب تک ان کی نسل ہوتی رہے اور پھر ان کے بعد فقیروں و مساکین پر صدقہ موقوف کر دی اور وقف میں یہ شرط کی کہ جو ان میں سے مذہب حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب ہو جائے وہ وقف سے خارج ہو تو اُس کی شرط کے موافق عمل ہوگا چنانچہ جو شخص مذہب حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب ہو جائے گا وہ وقف سے خارج ہوگا اور اگر ان میں سے بعض نے دوسرے بعض پر یہ دعویٰ کیا کہ یہ شخص مذہب حنفی چھوڑ کر شافعی مذہب میں چلا گیا ہے اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا تو قول مدعا علیہ کا قبول ہوگا اور مدعی پر اُس کے گواہ پیش کرنے واجب ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اپنی اولاد پر وقف کیا اور یہ شرط کی کہ جو شخص مذہب معتزلہ اختیار کر لے گا وہ وقف سے خارج ہو تو جو شخص ان میں سے معتزلی ہو وہ خارج ہو گیا اور اسی طرح اگر وقف کنندہ معتزلہ مذہب ہو اور اُس نے شرط کی کہ جو معتزلہ مذہب چھوڑ کر اہل سنت کا مذہب اختیار کرے گا وہ وقف سے خارج ہو جائے گا تو اُس کی شرط کی پابندی کی جائے گی اور اگر یہ شرط کی کہ جو شخص اہل سنت کے مذہب سے اُس کے سوائے اور کسی کی طرف انتقال کرنے لگے گا پس خارجی یا رافضی ہو جائے گا تو وہ وقف سے خارج ہوگا پھر اگر ان میں سے کوئی شخص دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو گیا نفوذ باللہ منہ وہ وقف سے خارج ہو جائے گا اور واضح رہے کہ اُس میں عورت و مرد دونوں کا حکم یکساں ہے اور شرط کی کہ جو شخص مذہب قدریہ چھوڑ کر دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو وہ وقف سے خارج ہو جائے گا تو وہ وقف سے خارج ہوگا پھر اگر ان میں سے کوئی مذہب قدریہ چھوڑ کر دوسرے مذہب میں گیا پھر اُس کو ترک کر کے قدریہ مذہب میں آ گیا تو اتحقات وقف عود نہ کرے گا لہذا اسی صورت میں کہ وقف کنندہ نے شرط کر دی ہو جس سے ثابت ہو کہ اگر پھر لوٹ آئے تو پھر مستحق ہوگا اور اسی طرح اگر وقف کنندہ نے مذہبوں میں سے کسی مذہب کو معین کر دیا کہ جو اُس مذہب سے دوسرے میں منتقل ہو اور وہ وقف سے خارج ہوگا تو اُس کی شرط کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ میری قرابت میں سے جو شخص شہر بغداد سے رہنا چھوڑ کر کے دوسرے شہر میں جا بے گا وہ وقف سے خارج ہوگا کہ اُس کا کچھ حق نہ ہوگا تو بھی

اُس کی شرط کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اتنا فرق ہے کہ اُس صورت میں اگر واپس ہو کر اُس نے بغداد میں سکونت اختیار کی تو اُس کا استحقاق وقف بھی عود کرے گا اور وہ وقف میں شامل کیا جائے گا یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر کہا کہ میری یہ اراضی اللہ تعالیٰ کے واسطے زید پر عمرو پر جب تک دونوں زندہ ہیں اور ان دونوں کے بعد مسکینوں پر ہمیشہ کے واسطے صدقہ موقوف ہے اُس شرط پر کہ زید سے پہلے کی جائے کہ اُس کو ہر سال اُس کے غلہ سے ہزار درہم دیے جائیں اور عمر کو سالانہ قوت (روزینہ ۱۲) دیا جائے تو یہ اُس کے قول کے موافق جائز ہے پھر اگر ایسا کرنے کے بعد آمدنی میں سے کچھ بچا تو وہ دونوں کے درمیان نصفاً نصف ہوگا اور اگر اُس کی آمدنی فقط ہزار درہم ہوں تو وہ سب زید کو دیے جائیں گے اسی طرح اگر ہزار درہم سے بھی کم ہوں تو سب زید کو دیے جائیں گے پھر اگر زید مر گیا اور وقف کی سالانہ آمدنی آئی تو اُس میں سے عمر کو ایک سال کا قوت (روزینہ ۱۲) دیا جائے گا پھر اگر آمدنی تین ہزار درہم ہو اور عمرو کا سالانہ روزینہ ایک ہزار درہم ہوں تو اُس کو ایک ہزار درہم دیے جائیں گے اور نصف آمدنی سالانہ یعنی ڈیڑھ ہزار درہم تک جو اُس کی قوت سے اور زیادہ ہے یعنی پانچ سو درہم سودہ بھی دیے جائیں گے اور باقی ڈیڑھ ہزار درہم مسکینوں پر تقسیم ہوں گے اور اگر زید نہیں مرا بلکہ عمرو مر گیا تو زید کو وہ ہزار درہم جو اُس کے واسطے بیان کیے ہیں دیے جائیں اور نصف آمدنی تک جس قدر اور اُس سے زیادہ ہو وہ بھی دی جائے اور باقی نصف آمدنی مسکینوں پر تقسیم ہوگی اور اگر کسی نے کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے زید و خالد و عمرو پر کہ زید سے شروع کیا جائے پس جب تک زید زندہ رہے اُس کو صدقہ کی آمدنی دی جائے پھر اُس کے بعد عمرو کو جب تک زندہ رہے اُس صدقہ کی آمدنی دی جائے پھر بعد اُس کے خالد کو جب تک وہ زندہ رہے اُس کی آمدنی دی جائے پھر بعد اُس کے مسکینوں پر صدقہ ہے تو جس طرح اُس نے بعض کو بعض پر مقدم کیا ہے اسی طرح اُس پر عمل درآمد ہوگا پھر جب زید و عمرو و خالد سب مر جائیں تو اس کی آمدنی فقیروں پر صدقہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

کتاب العیون میں مذکورہ ایک مسئلہ ☆

سیر العیون میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھوڑا دس برس کے واسطے اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی جہاد کے واسطے محبوب کر دیا بشرطیکہ بعد دس برس کے اپنے مالک کو واپس ملے تو یہ باطل ہے اور شیخ ہلال کے استاد یوسف بن خالد شمشی سے روایت ہے کہ وقف جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا گھوڑا جہاد میں یا راہ خدا میں کر دیا اُس شرط پر کہ جب تک زندہ ہے اپنے پاس رکھے گا تو یہ جائز ہے اُس واسطے کہ اگر وہ شرط نہ کرتا تو بھی اُس کے واسطے یہ اختیار ہوتا اور راہ خدا میں کر دینے کے یہ معنی ہیں کہ اُس پر سوار ہو کر جہاد کیا جائے اور اگر اُس نے چاہا کہ سوائے اُس کے اور راہ میں اُس پر سوار ہونے کا نفع لیا جائے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُس کو کرایہ پر دیا تو صحیح نہیں ہے لا اُس صورت میں کہ اُس کے نفقہ (۱۰۰ پارہ ۱۲) کی ضرورت ہو یہ وجہ میں ہے اور معتبر شرطوں میں سے یہ بھی ہے جو خصاف نے بیان فرمائی کہ متولی اُس اراضی کو اجارہ پر نہ دے تو یہ شرط معتبر ہے پس اگر متولی نے اُس کو اجارہ پر دیا تو اجارہ باطل ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ جو اُس میں درختاں خرما وغیرہ ہیں وہ بیٹائی پر نہ دیے جائیں جس کو عربی میں معاملۃ الاشجار کہتے ہیں تو اُس شرط کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر متولی نے اُس اراضی کو اجارہ پر دیا تو وہ متولی ہونے سے خارج ہوگا تو جب متولی اُس کے خلاف کرے گا تو خارج ہو جائے گا اور قاضی اُس کا متولی ایسے شخص کو مقرر کرے گا جس کی امانت داری پر بھروسہ ہو اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر اُس وقف والوں میں سے کسی نے ایسی بات اس وقف کی بابت کی کہ جس سے اُس وقف کے باطل کرنے کا قصد کرتا تھا تو وہ اُس وقف کے مستحقوں میں سے خارج ہوگا تو یہ شرط بھی معتبر ہے پھر اگر بعضوں نے اُس وقف کی بابت نزاع

کیا مثلاً بایں معنی کہ یہ وقف صحیح یا لازم نہیں ہوا ہے پھر اس نے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ وقف بالاتفاق صحیح ہو جائے پس میں نے اس کی صحیح کا قصد کیا تھا اور باقی الی وقف نے کہا کہ تم نے اس کے باطل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو قاضی ملاحظہ و نظر فرمائے گا کہ جن لوگوں نے اس میں نزاع کیا ہے ان کا کیا حال تھا پس اگر وہ لوگ اس کی صحیح کا قصد رکھتے تھے تو قاضی کو ایسا اختیار ہے یعنی ان کو باقی رکھے اور اگر وہ لوگ اس وقف کو باطل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے تو ان کو وقف سے خارج کر دے اور ان کے خارج کر دینے پر گواہ کر دے یعنی تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے ان کو خارج کر دیا تا کہ بوقت ضرورت ان کے نکالے جانے کا ثبوت موجود رہے اور اگر اس نے یہ شرط لگائی کہ جو شخص اس میں سے وقف کے متولی سے نزاع کرے اور اس سے تعرض کرے وہ وقف سے خارج ہے اور یہ نہ کہا کہ نزاع و تعرض اس ارادہ سے کرے کہ وقف کے باطل کرنے کا قصد رکھتا ہو پھر ان میں سے بعض نے متولی سے نزاع کیا اور کہا کہ اس نے مجھے میرے حق سے روکا ہے تو خارج ہو جائے گا یعنی وقف کے استحقاق سے نکل جائے گا اگرچہ وہ اپنے حق کا مانگنے والا تھا اور یہ نکل جانا بیحد پابندی شرط وقف کنندہ کے ہے جیسے اس نے یوں شرط کی کہ جو شخص متولی سے اپنے حق کا مطالبہ کرے متولی کو اس کے خارج کر دینے کا اختیار ہے پس ایسا ہی اس میں بھی ہے اور متولی کو بعد اس کے خارج ہونے کے یہ اختیار نہیں ہے کہ دوبارہ اس کو وقف کے استحقاق میں داخل کرے لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کر دی ہو کہ بعد خارج ہونے کے جو شخص راہ بر آجائیں وہ پھر داخل ہو یا ہو سکتا ہے تو ایسی صورت میں متولی دوبارہ اس کو داخل کر سکتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

باب پنجم :

ولایت وقف و تصرف قیم در اوقاف و کیفیت تقسیم غلہ کے بیان میں

اس بیان میں جب بعض نے قبول کیا اور بعض نے نہ قبول کیا یا بعض زندہ ہیں اور بعض مر گئے تو کیونکر حکم ہوگا اصلاح و درستی کی نظر کے لائق وہ شخص ہوگا جس نے وقف کی ولایت کے واسطے خود درخواست نہ کی ہو اور اس میں کوئی فسق معروف نہ ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اسعاف میں مذکور ہے کہ وقف پر وہی متولی کیا جائے جو امین ہو اور بذات خود یا اپنے نائب سے اس کے سرانجام پر قادر ہو خواہ مرد ہو یا عورت ہو خواہ آنکھوں والا ہو یا اندھا ہو اور اسی طرح اگر محدود اندف ہو بشرطیکہ وہ بہر چکا ہو تو بھی مضائقہ نہیں ہے اور متولی وقف ہونے کی صحت کے واسطے یہ شرط ہے کہ عاقل و بالغ ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کسی وقف کرنے والے نے یہ شرط کر دی ہو کہ اس وقف کی ولایت میری اولاد میں سے جو میرے پیچھے رہے اس کو تو قاضی وقف کنندہ کے فرزند صغیر کا ایک شخص خلیفہ مقرر کر دے گا بشرطیکہ وہ لائق ولایت ہو پس اصل ولایت اس کے فرزند کو ہوگی اور یہ استحسان ہے اگرچہ قیاساً باطل ہے اور اسی طرح اگر وقف کنندہ نے کسی طفل کو اپنے وقف کا وصی مقرر کیا تو قیاساً باطل ہے مگر استحساناً میں حکم دیتا ہوں کہ ولایت اس کو حاصل ہوگی جب بالغ ہو جائے اور اگر غائب کو وصی مقرر کر دیا تو قاضی اپنی طرف سے ایک شخص کو چند روز اس کے واسطے مقرر کر دے گا یہاں تک کہ جب یہ شخص غائب آجائے گا تو اس کو سوئپ دے گا یہ حاوی میں ہے۔

ولایت وقف صحیح ہونے کے واسطے آزاد ہونا اور مسلمان ہونا شرط نہیں ہے جیسے اسعاف میں مذکور ہے اور اگر غلام ہو تو قیاساً و استحساناً جائز ہے اور ذی حکم میں مثل غلام کے ہیں لیکن اگر قاضی نے غلام یا ذمی متولی کو ولایت وقف سے خارج کر دیا پھر غلام آزاد کر دیا

۱۔ قول تعرض یعنی چونکہ واقف نے نزاع کو مطلق رکھا تھا تو اسی کی پابندی ہوگی ۱۲۔ ۲۔ کہ میں وقف کا متولی مقرر کیا جاؤں ۱۳۔ ۳۔ زمانہ کی تہمت لگانے کی وجہ سے شرعی مار کھا چکا ہو ۱۴۔

کیا یا ذی مسلمان ہو گیا تو ان دونوں کی ولایت عود نہ کرے گی یہ عذر الراقی میں ہے فتاویٰ محمد بن الفضل میں مذکور ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی وقف کنندہ نے اصل وقف میں اپنے اور اپنی اولاد کے واسطے ولایت شرط کر دی ہو تو فرمایا کہ بالا جماع جائز ہے یہ تا تاریخانیہ میں ہے۔ اگر کسی نے کچھ وقف کیا اور ولایت کا کسی کے واسطے ذکر نہ کیا تو بعض نے فرمایا کہ ولایت وقف کنندہ کے لیے ہوگی اور یہ بتا کر قول ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ہے اُس واسطے کہ ان کے نزدیک سپرد کردینا شرط نہیں ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ وقف صحیح نہ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ کسی شخص نے ایک اراضی مزرعہ وقف کر کے اپنے قبضہ سے نکال کر کسی قیم کے قبضہ میں دے دی پھر چاہا کہ اُس کے قبضہ سے نکال کر اپنے قبضہ میں لے لے پس اگر اُس نے اصل وقف میں یہ شرط کر لی ہو کہ مجھے قیم کے معزول کرنے اور اُس کے قبضہ سے نکال لینے کا اختیار ہوگا اور اگر یہ شرط نہ کی ہو تو بتا کر قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور بتا کر قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اُس کو اختیار ہے اور مشائخ پنجاب یہ بقول امام ابو یوسف کے فتویٰ دیتے ہیں اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا یہ مضمرات میں ہے۔ اگر ابو الیث نے لیا ہے اور مشائخ بخارا بقول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ دیتے ہیں اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا یہ مضمرات میں ہے۔ اگر وقف کنندہ نے اپنے واسطے ولایت شرط کر لی ہو حالانکہ وقف کنندہ اُس وقف کے حق میں ان میں نہیں سمجھا جاتا ہے تو قاضی کو اختیار ہے کہ اُس کے قبضہ سے نکال لے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر متولی نے تعمیر وقف ترک کی حالانکہ اُس کے پاس حاصلات وقف سے اُس قدر ہے کہ اُس سے تعمیر و اصلاح وقف کر سکتا ہے تو قاضی اُس کو تعمیر و اصلاح پر مجبور کرے گا پس اگر اُس نے کیا تو خیر ورنہ اُس کے ہاتھ سے نکال لیا گیا یہ محیط میں ہے اور اگر وقف کرنے والے نے اپنے واسطے ولایت شرط کی اور یہ شرط کی کہ سلطان یا قاضی کو اُس کے معزول کرنے کا اختیار نہ ہوگا پس اگر وہ شخص ولایت وقف کے واسطے امانت دار نہ ہو تو یہ شرط باطل ہوگی اور قاضی کو اختیار ہوگا کہ اُس کو معزول کر دے اور دوسرے کو متولی کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور نیز قاضی کو اختیار ہوگا کہ اگر وقف کے حق میں بہتر معلوم ہو تو جس کو واقف نے مقرر کیا ہے اُس کو معزول کر کے دوسرا لائق مقرر کر دے یہ فصول عمادہ میں ہے اور اگر یہ شرط قرار دی کہ فلاں اُس کا متولی ہو اور مجھے اُس کے خارج کرنے کا اختیار نہ ہوگا تو متولی کرنا جائز ہے مگر شرط عدم اختیار اخراج باطل ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر واقف نے کسی شخص کے واسطے شرط کی کہ میری حیات و بعد وفات کے یہ متولی ہو تو جائز ہے پس اُس کی حیات حیات میں اُس کی طرف سے وکیل ہوگا اور بعد موت کے وصی ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اُس وقف کا متولی کیا تو اُس کی حیات تک اُس کی ولایت رہے گی اور بعد موت وقف کرنے والے کے نہ رہے گی اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے اُس صدقہ پر اپنی زندگی میں اور بعد موت کے وکیل کیا تو یہ جائز ہے اور یہ شخص اُس کی زندگی میں وکیل ہوگا اور بعد موت کے وصی ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر واقف نے وقف کا کوئی قیم مقرر نہ کیا یہاں تک کہ اُس کی وفات کا وقت آ گیا پس اُس نے وفات کے وقت ایک شخص وصی مقرر کیا تو اُس کے اموال کے واسطے وصی ہوگا اور اُس کے اوقاف (جمع وقف) کے واسطے قیم ہوگا اور اگر اُس کے بعد دوسرے کو وصی کیا تو یہ دوسرا سوال کے واسطے ہوگا یعنی اموال کے واسطے دوسری ہو جائیں گے مگر دوسرا اُس کی اوقاف کے واسطے قیم نہ ہوگا اور اگر وقف کنندہ نے کسی کو قیم نہ کیا یہاں تک کہ قاضی نے ایک شخص کو قیم مقرر کیا اور اُس کے قیم ہونے کا حکم جاری کر دیا تو واقف کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس کو معزول کر کے اپنے آپ متولی ہو یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میں نے فلاں کو وصی کیا اور ہر وصیت سے جو میں نے رجوع کیا تو وقف کا متولی بھی

یہی ہوگا اور جو متولی تھا وہ متولی ہونے سے خارج ہو جائے گا ☆

اگر کسی کو خاصۃً وقف کا وصی کر گیا تو یہ شخص اُس کے جملہ اموال کا وصی ہوگا یہ ظاہر الروایہ کے موافق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ غیاثہ میں ہے اور علی ہذا اگر ایک شخص کو خاصۃً وقف کے واسطے وصی کیا اور دوسرے کو اپنی اولاد کے واسطے وصی کیا یا ایک کو ایک وقف خاص کا وصی کیا اور دوسرے کو دوسرے وقف معین کا وصی کیا تو دونوں ان دونوں چیزوں کے واسطے وصی ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اپنی اراضی وقف کی اور اُس کی ولایت اپنی زندگی و بعد وفات کے ایک شخص کو دی پھر اپنی وفات کے وقت اُس نے ایک اور شخص کو وصی مقرر کیا تو ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ وصی مذکور قیم مذکور کے ساتھ امر وقف میں شریک ہوگا گویا اُس نے ان دونوں کو وقف کا متولی کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر دو اراضی وقف کی اور ہر ایک کے واسطے ایک متولی مقرر کیا تو ان میں سے کوئی دوسرے کے ساتھ شریک نہ ہوگا اور اگر اپنی وقف کی ولایت ایک شخص کے واسطے کر دی پھر ایک شخص دیگر کو اپنا وصی مقرر کیا تو وصی مذکور امر وقف میں قیم کا شریک ہوگا لیکن اگر اُس نے اُس طور سے کہا کہ میں نے اپنی زمین چٹیں و چٹاں پر وقف کر کے اُس کا متولی فلاں کو مقرر کر دیا اور فلاں دیگر کو میں نے اپنے اموال ترکہ اور جمیع امور کے واسطے وصی مقرر کیا تو اُس صورت میں دونوں سے ہر ایک فقط اسی چیز کا متولی ہوگا جو اُس کو سپرد کی گئی ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر یہ شرط قرار دی کہ میری موت کے بعد فلاں متولی ہو پھر اُس کے بعد فلاں متولی ہو تو ایسی شرط جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے فلاں کو وصی کیا اور ہر وصیت سے جو میں نے رجوع کیا تو وقف کا متولی بھی یہی ہوگا اور جو متولی تھا وہ متولی ہونے سے خارج ہو جائے گا اور جب وقف کنندہ نے دو شخصوں کی ولایت کر دی یا وصی و متولی دونوں کے اختیار میں وقف کی ولایت ہوئی تو ان دونوں میں فقط ایک کو اختیار نہ ہوگا کہ غلہ وقف کو فروخت کر دے اور بنا بر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چاہئے کہ اُس کو یہ اختیار ہو اور جب دونوں میں سے ایک نے غلہ وقف فروخت کیا اور دوسرے نے اجازت دے دی یا ایک نے دوسرے کو اپنی طرف سے اُس کا وکیل کیا تو بیع جائز ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اگر کسی نے وقف میں ایک شخص کو متولی کیا اور اُس پر یہ شرط کر لی کہ اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو اپنی طرف سے وصی کرے تو شرط جائز ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر دو وصیوں میں سے ایک مر گیا اور اُس نے ایک جماعت کو وصی مقرر کیا تو ان میں سے کوئی تنہا تصرف کا مختار نہ ہوگا اور نصف غلہ اُس جماعت کے قبضہ میں رہے گا جو بجائے وصی فوت شدہ کے قائم ہوئی ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر واقف نے ایک مرد اور ایک طفل کو وصی کیا تو قاضی بجائے طفل کے ایک مرد مقرر کر دے گا ☆

اگر وقف کرنے والے نے قرار دیا کہ میری موت کے بعد فلاں و فلاں دو شخص اُس کے متولی ہیں پھر دونوں میں سے ایک مرا اور دوسرے متولی کو اپنی طرف سے امر وقف کا وصی کر گیا تو زندہ کا تصرف دونوں کی طرف سے تمام وقف میں جائز ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دو آدمیوں کو اپنا وصی کر گیا پھر ایک نے قبول کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی بجائے اُس کے دوسرا شخص مقرر کر دے گا تا کہ دوران میں مجتمع ہو جائیں کہ جو وقف کنندہ کی غرض تھی اور اگر قاضی نے تمام ولایت اسی ایک کو جس نے قبول کیا ہے دے دی تو جائز ہے اور چاہیے کہ یہ بلا خوف ہو یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر واقف نے ایک مرد اور ایک طفل کو وصی کیا تو قاضی بجائے طفل کے ایک مرد مقرر کر دے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر ولایت وقف اُس طرح قرار دی کہ فلاں شخص تنہا اُس کا متولی ہے یہاں تک کہ میرا فرزند بالغ ہو

۱۔ جیسے مذکور بالا بعض صورتوں سے ہو جائے گا ۱۲۔ ۲۔ قال المحرر جم ظاہر امرادیہ ہے کہ اس طفل کے بالغ ہونے تک اس کی نیابت میں مقرر کرے

پھر جب بالغ ہو تو اُس کا شریک ہوگا تو جو اُس نے اپنے فرزند کے واسطے قرار دیا ہے وہ حسن رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے موافق نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جائز ہے اور اگر کسی شخص کو وصی کیا یا سبب طور کہ اُس قدر مال معلوم کے عوض ایک زمین خرید کر کے اُس کو ان ان وجوہ پر وقف کر دے اور اُس وصیت پر گواہ کر دیے تو جائز ہے اور یہ شخص متولی ہو جائے گا اور اُس کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ دوسرے کو وصی کرے اور اگر وقف پر ایک شخص کو متولی کر دیا پھر دوسرا وقف کیا اور اُس پر کوئی شخص متولی نہ کیا تو پہلا متولی اُس وقف دوم کا متولی نہ ہوگا لہذا اُس صورت میں کہ واقف نے اُس سے یوں کہا ہو کہ تو میرا وصی ہے یہ بخرالرائق میں ہے اور اگر اُس نے ولایت وقف کی شرط اپنی اولاد کے واسطے اُس شرط سے کی کہ اولاد میں سے جو افضل ہو وہ متولی ہو پھر اُس کے بعد جو افضل ہو وہ متولی ہو اسی ترتیب سے تو اُس کی ولایت واقف کی اولاد میں سے افضل کو ہوگی پھر اگر افضل مذکور فاسق ہو گیا تو ولایت اُس شخص کو حاصل ہوگی جو فضیلت میں اُس کے مثل یا قریب قریب ہے پھر اگر افضل نے فسق چھوڑ کر توبہ کر لی اور دوسرے کی ہنسبت اعدل و افضل ہو گیا تو ظاہر الروایت کے موافق ولایت اُس کی طرف منتقل ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر واقف نے کہا کہ اُس وقف کی ولایت میری اولادوں میں سے افضل کو ہے پھر اُس کے بعد جو افضل ہو اسی ترتیب سے پھر افضل نے اُس کے قبول سے انکار کیا تو احتساباً ولایت وقف اُس کو ملے گی جو فضیلت میں اُس سے ملتا ہو اُس واسطے کہ افضل کا انکار کرنا اُس باب میں بمنزلہ اُس کے نہ ہونے و مرجانے کے قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے ولایت وقف اپنی افضل اولاد کے واسطے قرار دی اور یہ سبب فضیلت میں مساوی ہیں تو یہ ولایت اُس شخص کو حاصل ہوگی جو سبب میں ان سبب سے بڑا ہو خواہ مذکور ہو یا مؤنث ہو اور اگر ان سبب میں کوئی ولایت کے واسطے لائق نہ ہو تو قاضی کسی اجنبی کو متولی مقرر کر دے گا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی اُس کے لائق ہو جائے پس اُس کو واپس کر دے گا اور اگر واقف نے ولایت وقف اپنی اولاد میں سے دو آدمیوں کے واسطے قرار دی حالانکہ ان میں ایک مذکور ایک مؤنث و لائق ولایت ہیں تو مؤنث اُس کے ساتھ ولایت میں مشارک ہوگی کیونکہ فرزند کا اطلاق دختر پر بھی ہے بخلاف اُس کے اگر کہے کہ میری اولاد میں سے دو لڑکوں یا مردوں کو تو ایسی صورت میں دختر کا کچھ حق نہ ہوگا یہ بخرالرائق میں ہے۔

اگر قاضی نے ان میں سے افضل کو متولی کیا پھر وقف کنندہ کی اولاد میں کوئی بچہ ایسا نکلا کہ وہ اول سے بھی افضل ہے تو ولایت اسی کو حاصل ہوگی اور اگر اولاد میں سے دو شخص باقیوں سے افضل مگر آپس میں دونوں برابر ہوں تو ان میں سے جو شخص امر و وقف سے زیادہ دانا ہو وہ متولی ہوگا اور اگر دو میں سے ایک پر بیزگاری و صلاحیت میں زیادہ ہو اور دوسرا امور وقف میں بڑھ کر ہو تو دانا تر یا امور وقف مستحق ہوگا بشرطیکہ اُس کی جانب سے امن حاصل ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور حاوی میں لکھا ہے کہ نو اور بن ساعدہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے اپنے پسر صغیر کو وصی مقرر کیا پس قاضی نے اُس کا ایک وصی مرد بالغ مقرر کر دیا تو جب یہ پسر صغیر بالغ ہو تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وصی مذکور کو خارج کر دے لہذا محکم قاضی یہ تار خانہ میں ہے اور اگر ولایت وقف واسطے عبد اللہ کے قرار دی یہاں تک کہ زید آجائے تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُس نے کہا پھر جب زید آجائے گا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں متولی ہوں گے کذا فی الظہیر یہ لیکن اگر اُس نے یہ بھی کہا کہ پھر جب زید آجائے تو ولایت وقف اسی کی ہوگی پس اُس صورت میں زید کے آنے پر عبد اللہ کو ولایت وقف نہ رہے گی اور ہلال و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اول صورت میں بھی ولایت وقف زید کی طرف منتقل ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اُس نے کہا کہ ولایت وقف عبد اللہ کے واسطے ہے جب تک وہ بصرہ میں ہے تو اُس کی شرط کے موافق رکھا جائے گا

اسی طرح اگر کہا کہ میری بیوی کو ہے جب تک وہ کسی سے نکاح نہ کر لے پھر جب نکاح کر لے تو اُس کے واسطے ولایت نہ ہوگی تو اُس کے قول کے موافق ہوگا اور اگر کہا کہ ولایت وقف عبد اللہ کے واسطے ہے پھر اُس کے بعد زید کے واسطے ہو پھر عبد اللہ مر گیا اور ایک شخص وصی مقرر کیا تو ولایت وقف زید ہی کو حاصل ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اگر متولی مر گیا اور وقف کرنے والا زندہ ہے تو دوسرے متولی مقرر کرنے کی رائے واقف کے اختیار میں ہے قاضی کو نہ ہوگی اور اگر واقف مر گیا ہو تو متولی مقرر کرنے کا اختیار درجہ اول میں اُس کے وصی کو ہوگا کہ وہی قاضی سے اولیٰ ہوگا اور اگر میت نے کسی کو وصی نہ کیا ہو تو اُس کا اختیار قاضی کو ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اصل میں مذکور ہے کہ جب واقف کے گھرانے میں سے کوئی شخص متولی وقف ہونے کے لائق موجود ہو تب تک قاضی کسی اور اجنبی کو متولی مقرر نہ کرے گا اور اگر واقف کے گھرانے میں کوئی اُس لائق نہ ہو پس قاضی نے کسی اجنبی کو متولی مقرر کر دیا پھر اُس کے گھرانے میں کوئی ایسا پایا گیا جو متولی ہونے کے لائق ہے تو اجنبی سے ختم کر کے اُس کو دے دے گا یہ وجہ میں ہے۔

حاوی میں مذکور ہے کہ انصاری نے اپنی کتاب وقف میں ذکر فرمایا کہ اگر حاکم نے وقف کنندہ کے مقرر کیے ہوئے متولی کو بسبب اُس کے فساد کے خارج کر دیا پھر اُس کے بعد وہ صالح ہو گیا تو کیا آپ کے نزدیک یہ ہے کہ حاکم اُس کو پھر متولی کرے فرمایا کہ ہاں اور اگر وقف کنندہ کے قریبیوں یا پڑوسیوں میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ بغیر روزینہ لیے متولی وقف ہو اور دیگر اجنبیوں میں بعض ایسے لوگ ملتے ہیں کہ بغیر روزینہ لیے ہوئے کار وقف انجام دینے کو قبول کرتے ہیں تو فرمایا کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے کہ وقف اور جن لوگوں کو وقف کا نفع پہنچتا ہے ان کے حق میں جو بہتر دیکھو کرے یہ تاہم خانہ میں ہے۔ جامع المفصولین میں مذکور ہے کہ اگر واقف نے یہ شرط کی کہ متولی میری اولاد یا اولاد کی اولاد میں سے ہو پس آیا قاضی کو اختیار ہے کہ بلاظہور خیانت دوسرے کو متولی کر دے اور اگر دیا تو متولی ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ الاسلام برہان اللہ بن نے اپنے فوائد میں فرمایا کہ نہیں یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر قاضی مر گیا یا معزول کیا گیا تو جس کو وقف پر متولی مقرر کیا ہے وہ اپنے حال پر متولی رہے گا یہ قیہ میں ہے اور متولی وقف کو اختیار ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو ولایت وقف سپرد کر دے جیسے وصی کو روا ہے کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کر جائے لیکن اگر واقف نے متولی مذکور کے واسطے کچھ مال مسمیٰ مقرر کیا ہوگا تو وہ اُس شخص کے واسطے جس کو متولی نے مقرر کیا ہے نہ ہوگا بلکہ اُس امر کا مرافعہ قاضی کے حضور میں کرے جب کہ اُس نے تبرع سے کام کیا ہو تا کہ قاضی اُس کے واسطے اجر المثل مقرر کرے لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ اختیار ہر متولی کو دے دیا ہو تو متولی مذکور کے مقرر کرنے ہی سے اُس کے واسطے مال مسمیٰ و اجرت معلومہ جو متولی اول کے واسطے تھی اُس دوسرے کے واسطے مقرر ہو جائے گی اور قاضی سے مرافعہ کی ضرورت نہ ہوگی اور قاضی کو یہ نہیں پہنچتا ہے کہ جس کو متولی نے داخل کیا ہے اُس کے واسطے وہی قرار دے جو وقف کرنے والے نے اپنے مقرر کیے ہوئے کے لئے قرار دیا تھا یہ فتح القدیر میں ہے۔

ایک مسجد معین کے واسطے ایک وقف صحیح ہے اور اُس کا ایک متولی ہے پھر متولی مذکور مر گیا پھر اہل مسجد جمع ہوئے اور اتفاق کر کے بدون حکم قاضی کے انہوں نے ایک شخص کو متولی وقف کر دیا..... ☆

اگر متولی نے چاہا کہ اپنی صحت و حیات میں بجائے اپنے دوسرے کو مقرر کر دے تو نہیں جائز ہے لا اُس صورت میں کہ ولایت اُس کو بر سبیل تعین سپرد کی گئی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر چند گنتی کے معلوم لوگوں پر وقف ہوئے ہیں انہوں نے بدون حکم قاضی کے اپنا ایک متولی مقرر کر دیا تو اُس میں بہت گھٹگو ہے چنانچہ صدر الشہید حسام الدین نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ ان کی طرف سے متولی کر دینا نہیں صحیح ہے اور شیخ الاسلام ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ ایسی صورت میں یہ حکم دیتے تھے کہ اگر انہوں نے

متولی مقرر کر دیا تو متولی ہو جائے گا جیسے اگر قاضی نے اُس کو اجازت دے دی تو ہو جاتا ہے پھر متاخرین مشائخ و اُستاد ظہیر الدین نے اتفاق کیا کہ افضل یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے طور پر متولی مقرر کر لیں اور قاضی اُس سے آگاہ نہ ہو اور یا اس وجہ سے کہ انہوں نے اموال وقف میں ان کی جمع دیکھ کر احتمال فساد کیا اور بندہ کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وہ فساد واقع ہو گیا جس کا ان کو احتمال تھا پس واجب ہوا کہ متاخرین ہی کا فتویٰ اختیار کیا جائے یہ غیاثہ میں ہے۔ ایک مسجد معین کے واسطے ایک وقف صحیح ہے اور اُس کا ایک متولی ہے پھر متولی مذکور مر گیا پھر اہل مسجد جمع ہوئے اور اتفاق کر کے بدون حکم قاضی کے انہوں نے ایک شخص کو متولی وقف کر دیا پھر اُس متولی نے حاصلات وقف سے تعمیر و درستی مسجد مذکور کا انصرام کیا تو مشائخ نے اُس تالیہ میں اختلاف کیا اور اصح یہ ہے کہ یہ تالیہ انہیں صحیح ہے اور قیم کا مقرر کرنا قاضی کے اختیار میں ہوگا پھر اگر اُس متولی نے وقف کو اجرت پر دیا اور تعمیر مسجد میں حاصلات وقف کو خرچ کیا تو ضامن نہ ہوگا اُس واسطے کہ جب تالیہ صحیح نہ ہو تو وہ غاصب ہو جائے گا اور غاصب جب مال مقصب کو اجارہ پر دے تو اجرت اسی کی ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ امام بن الہام صاحب فتح القدیر اُس روایت کے ماخوذ نہ ہونے پر تنبیہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خود تجھے معلوم ہے کہ فتویٰ اُس پر ہے کہ اوقاف غصب کرنے والے سے تاوان لیا جائے کذا فی فتح القدیر قال المحترّم جمہاں جو اوقاف کو غصب کرے وہ ضامن قرار دیا جائے لیکن مسئلہ کتاب قاضی خان میں یہ ہے کہ اوقاف غصب کردہ کو اجارہ پر دے کر اُس کی اجرت لے تو اُس اجرت کا ضامن نہ ہوگا فالین احد ہما من الاخر فلیتامل اور اگر کسی نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ وہ لوگ دوسرے شہر میں ہیں تو ان کے شہر کے قاضی کو اختیار ہے کہ وقف کے واسطے کوئی متولی مقرر کرے اور اگر اُس کے واسطے سالانہ کوئی مقدار معلوم معین مقرر کر دی تو بقدر اجر المثل کے اس کے واسطے حلال ہے اگر چہ وقف کرنے والے نے یہ شرط نہ کیا ہو یہ سراجیہ میں ہے اور اگر وقف کے دو قیم ہوں کہ ایک کو ایک شہر کے قاضی نے اور دوسرے کو دوسرے شہر کے قاضی نے مقرر کیا ہو پس آیا دونوں میں سے ہر ایک کو روا ہے کہ بدون دوسرے کے تصرف کرے تو شیخ امام السیسی زاید نے فرمایا کہ چاہیے کہ دونوں میں سے ہر ایک کا تصرف جائز ہو اور اگر ان دونوں قاضیوں میں سے ایک نے چاہا کہ جس قیم کو دوسرے قاضی نے مقرر کیا ہے معزول کر دے تو فرمایا کہ اگر قاضی مذکور کو اُس کے معزول کرنے میں وقف کے واسطے کوئی مصلحت معلوم ہوئی تو اُس کو یہ اختیار ہوگا ورنہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قاضی نے وقف کے واسطے باوجود ایک قیم کے دوسرا قیم مقرر کیا تو اُس سے پہلے معزول نہ ہو جائے گا بشرطیکہ وہ وقف کنندہ کا مقرر کیا ہوا ہو اور اگر خود قاضی کا مقرر کیا ہوا ہو اور دوسرے کے مقرر کرنے پر اُس کو آگاہ کر دیا تو معزول ہو جائے گا فتاویٰ صاعد میں ہے کہ اگر متولی وقف نے وقف کی کوئی چیز فروخت کی یا رہن کی تو یہ خیانت ہے پس وہ معزول کر دیا جائے یا اُس کے ساتھ کوئی ثلث معتد اور مقرر کیا جائے اور وقف کنندہ کی طرف سے جو شخص متولی مقرر ہے اگر اُس نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو معزول کیا تو وہ معزول نہ ہو جائے گا لیکن اگر وقف کنندہ سے یا قاضی سے کہے اور وہ خارج کر دے تو خارج ہو سکتا ہے یہ قلعہ میں ہے۔ اگر متولی وقف نے کوئی چیز وقف کی اجارہ پر دی پھر معزول کیا گیا اور بجائے اُس کے دوسرا قیم مقرر کیا گیا تو بعض نے فرمایا کہ اجرت وصول کرنے کا اختیار اسی معزول کو ہوگا اور اصح یہ ہے کہ جو جہدہ مقرر ہوا ہے اُس کو ہوگا اُس واسطے کہ معزول نے اُس کو وقف کے واسطے اجارہ پر دیا تھا اپنی ذات کے واسطے نہیں دیا تھا اور اگر قیم نے ایسا دار فروخت کیا جس کو اُس نے مال وقف سے خریدا تھا پس اگر اُس کا ثمن جو مشتری سے قرار پایا ہے اُس کی قیمت سے زائد نہ ہو تو قیم کو اختیار ہے کہ مشتری کے ساتھ اُس کی بیع کا اقالہ کر لے اور اسی طرح اگر یہ معزول کیا گیا اور دوسرا

بجائے اُس کے مقرر کیا گیا تو مقرر شدہ کو اُس بیع کے اقالہ کا اختیار ہے اور اُس میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر وقف کنندہ نے وقف کے واسطے کوئی قیم مقرر کیا پھر قیم مذکور مر گیا تو اُس کو اختیار ہے کہ بجائے اُس کے دوسرا مقرر کرے اور اُس کی موت (۱) کے بعد قاضی کو اختیار ہوگا کہ قاضی مقرر کرے اور افضل یہ ہے کہ جس پر وقف ہے اُس کی اولاد یا اقارب میں سے جب تک کوئی ایسا پایا جائے جو اُس کام کے لائق ہے تب تک اسی کو مقرر کرے یہ تہذیب میں ہے اور اگر اراضی موقوفہ میں کوئی درخت خرما ہو اور قیم کو خوف ہو کہ یہ تلف ہو جائے گا تو قیم کو اختیار ہوگا کہ وقف کی آمدنی میں سے فیصل خرید کر کے اُس کو جمادے تاکہ وہ منقطع نہ ہو جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہ مسئلہ نظیر اُس کی ہے کہ اگر کوئی دار وقف کیا گیا تو اُس کو حکم دیا جائے گا کہ لکڑیاں اور اینٹیں جو اُس کی مرمت کے واسطے درکار ہوں داخل کرے تاکہ وہ خراب نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اُس اراضی میں سے کوئی قطعہ منجہ کہ اُس میں کچھ پیدا نہ ہوتا ہو پس اُس کی گنج و اصلاح کی ضرورت ہوتا کہ اُس میں پیداوار ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ جملہ اراضی کی حاصلات سے پہلے اُس قطعہ زمین کی اصلاح کرے یہ محیط میں ہے۔

اگر اراضی موقوفہ متصل آبادی شہر ہو کہ لوگ اُس کے مکانات کرایہ پر لینے پر رغبت رکھتے ہوں اور اسی طرح کرایہ سے آمدنی بنسبت پیداواری زراعت و درختوں کے زیادہ ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اُس میں مکانات بنوادے ☆

پھر واضح ہو کہ تعمیر جب بھی آمدنی وقف سے ہوگی کہ جب خرابی کسی شخص کے فعل سے نہ ہو اور اُس وجہ دلوا جیہ میں فرمایا کہ ایک شخص نے وقف دار کو اجارہ دیا پس مستاجر نے اُس کے رواق کو جانوروں کا مرہط بنایا کہ وہاں باندھا کرتا تھا پس اُس کو خراب کیا تو وہ ضامن ہوگا یہ بحر الرائق میں ہے۔ اگر اراضی موقوفہ کے قیم نے چاہا کہ اُس اراضی میں کوئی قریہ آباد کرے کہ اُس میں لوگ زیادہ ہوں اور حفاظت کریں اور اُس میں غلہ کی پیداوار بڑھے کیونکہ اُس کی ضرورت ہے تو اُس کو ایسا اختیار ہوگا اور یہ مثل اُس کے ہے کہ ایک کامواں سرائے فقیروں پر وقف ہے اور وہاں ایک خادم کی ضرورت ہے کہ کارواں سرائے کو جھاڑ بہار کر صاف رکھے اور دروازہ کھولے اور بند کرے پس متولی نے اُس میں سے ایک کوٹھری کسی شخص کو رہنے کے واسطے دی اور اُس کی اجرت کا عوض یہ ہے کہ ایسا کیا کرے اور اُس کی پرداخت میں مشغول رہے تو یہ جائز ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر اراضی موقوفہ متصل آبادی شہر ہو کہ لوگ اُس کے مکانات کرایہ پر لینے پر رغبت رکھتے ہوں اور اسی طرح کرایہ سے آمدنی بنسبت پیداواری زراعت و درختوں کے زیادہ ہو تو قیم کو اختیار ہوگا کہ اُس میں مکانات بنوادے کہ ان کو اجارہ پر دیا کرے بخلاف اُس کے اگر زمین موقوفہ عمارات شہر سے دور ہو تو ایسی صورت میں قیم کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس میں مکانات بنوا کر ان کو اجارہ پر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر غلہ اراضی کی مشروطہ ایک جماعت ہو جن میں سے بعض اُس امر پر راضی ہوئے کہ متولی اس کی مرمت مال وقف سے کرے اور بعض نے انکار کیا پس جو راضی ہوئے متولی اُس کا حصہ اُس کے حصہ آمدنی سے تعمیر کرے گا اور جو انکار کرتا ہے اُس کا حصہ اجارہ پر دے گا اور اُس کی آمدنی اُس کی عمارت میں صرف کرے گا یہاں تک کہ تعمیر پوری ہو جائے پھر بحال سابق اُس کی طرف عود کرے مگر یہ خزانہ مفتین و حاوی میں ہے اور فتاویٰ ابواللیث میں مذکور ہے کہ ایک دکان فقیروں پر وقف کی گئی ہے اور اُس کا ایک قیم ہے پھر ایک شخص نے بغیر اجازت قیم کے اُس میں کوئی عمارت بنائی تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس کا خرچہ قیم سے واپس لے پھر اُس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر بنانے والا اپنی عمارت اُس طرح رفع کر کے لے جاسکتا ہے کہ بنائے قدیم کو مضرت نہ پہنچے تو اُس کو اختیار ہوگا

کہ رفع کر لے جائے اور اگر بدون مضرت بنائے قدیم کے رفع کر لے جانا ممکن نہیں ہے تو نہیں لے جاسکتا ہے لیکن یہاں تک اُس کو انتظار دیا جائے گا کہ اُس کا مال تحت عمارت سے خلاص ہو کر نکل آئے پھر اُس کو وہ لے لے گا اگر وہ اُس امر پر راضی نہ ہوا کہ قیمت مذکور قیمت دے کر وقف کے واسطے اُس کا مالک ہو جائے اور اگر دونوں نے اُس امر پر اتفاق کر لیا کہ اُس قدر معاوضہ دے کر وقف کے واسطے قیمت اُس کا مالک ہو جائے تو جائز ہے لیکن یہ دیکھا جائے گا کہ بنے ہوئے ہونے کی حالت میں اُس کی کیا قیمت ہے اور توڑی ہوئی حالت میں اُس کی کیا قیمت ہے پس جو قیمت دونوں میں سے کم ہو اُس سے زیادہ معاوضہ دینے پر روانہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا گھر اُس شرط سے وقف کیا کہ فلاں شخص اپنی زندگی بھر اُس میں رہے یا دس برس یا زیادہ مدت معلومہ تک اُس میں رہے پھر بعد اُس کے یہ گھر مسکینوں پر وقف ہے تو یہ جائز ہے اور فلاں مذکور کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس دار کو کرایہ پر دے ہاں یہ اختیار ہوگا کہ خود اُس میں مع اپنے اہل و عیال و خادموں کے رہے پھر جن لوگوں پر وقف کیا ہے اگر وہ ایک جماعت ہو جن میں سے بعض اُس میں رہنا چاہتے ہیں اور بعض اُس کو اجرت پر دینا چاہتے ہیں تو قاضی ان کو حکم دے گا کہ تمہارے کر لیں (۱) یعنی چند روز کی باری کر لیں پھر جو شخص رہنا چاہتا ہے وہ باری کے ایام پھر اُس میں رہے اور جو شخص اجارہ پر دینا چاہتا ہے وہ اپنی باری پر اُس کو کرایہ پر دے دے یہ حاوی میں ہے اور اگر وقف کنندہ نے یہ شرط کی اُس کی آمدنی فلاں شخص کے واسطے ہے تو اُس کی کوئی روایت متقدمین سے نہیں پائی جاتی ہے اور اگر ایک شخص کے واسطے کرایہ مکان کی وصیت کی گئی ہو اور اُس نے چاہا کہ میں اُس میں رہا کروں تو متاخرین نے اُس میں اختلاف کیا ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ اُس کو یہ اختیار نہیں ہے پس کرایہ کی وصیت کی صورت میں اختلاف ہونے سے یہ طریق دلالت وقف میں بھی اختلاف ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ احتیاط یہ ہے کہ قیمت اُس کو سوائے اُس شخص کے جس پر وقف کیا گیا ہے دوسرے کو اجارہ پر دے کر اُس کا کرایہ وصول کر کے جس پر کرایہ وقف کیا گیا ہے اُس کو دے دے یہ محیط سرخی میں ہے۔

اگر وقف کنندہ نے یہ شرط لگائی کہ بدیں شرط کہ وہ لوگ اُس کو کرایہ پر چلا دیں اور ان کو اُس میں رہنے کا اختیار نہیں ہے تو اُس کی شرط کے موافق عمل درآمد ہوگا یہ حاوی میں ہے اور قیمت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو وقف پر وجہ تعمیر مدرسہ تھا اور باقی بوجہ فقرا اُس کی آمدنی سے تعمیر مدرسہ کی (۲) جو فاضل بچا ہے اُس کو بطور دین دے کر فقیہوں پر صرف کر دے اگر چہ وہ لوگ اُس کے حاجت مند ہوں یہ قبیہ میں ہے اور اگر اراضی وقف کی آمدنی سے قیمت کے پاس مال جمع ہو گیا اور اُس کو کوئی وجہ خیر نظر آئی مگر وقف میں بھی تعمیر و اصلاح کی ضرورت ہے اور قیمت کو خوف ہوا کہ اگر میں وقف کی تعمیر و اصلاح میں صرف کرتا ہوں تو یہ نیکی ہاتھ سے جاتی ہے تو دیکھا جائے کہ اگر اراضی وقف کی اصلاح و حرمت میں دوسری آمدنی وصول ہونے تک تاخیر کرتے میں کھلا ہوا ایسا ضرر نہ ہو کہ جس سے وقف کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو وہ حرمت و اصلاح وقف میں تا حصول آمدنی دیگر تاخیر کر دے اور موجودہ مال کو اُس وجہ خیر کی طرف صرف کر دے اور وجہ خیر سے یہاں یہ مراد ہے کہ ایسی وجہ خیر ہو کہ ایک نوع فقیروں پر آمدنی صرف ہوتی ہو جیسے کافروں کے ہاتھ میں مسلمان قید ہو گئے ہوں ان کی رہائی میں یا جو شخص جہاد سے منقطع ہو گیا ہے اُس کی دشگیری میں صرف کرے اور رہی تعمیر مسجد یا رباط یا اُس کے مانند ایسی وجہ خیر جس میں اہلیت تملیک نہیں ہے یعنی ایسی نہیں ہیں کہ صدق ان کے ملک میں کر دیا جائے تو ایسے وجہ کی جانب غلہ وقف کا صرف کرنا اُس کو نہیں روا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر وقف کی آمدنی اُس قدر موجود ہو کہ اُس سے دکان وقف کی تعمیر ہو سکے تو دونوں

۱۔ آمدنی خواہ از قسم نقد ہو یا جنس ہو اس کو اسی الفاظ سے تعمیر کریں گے ۱۲۔

(۱) باری باری کریں ۱۲۔ (۲) یہ مسئلہ غریب آتا ہے ۱۲۔

دکانوں کے مالکوں کو اختیار ہوگا کہ وہ قیم کو ماخوذ کریں ☆

اگر متولی نے وقف کی آمدنی سب مستحقین میں صرف کر دی حالانکہ وقف میں تعمیر و اصلاح کی ایسی ضرورت ہے کہ تاخیر روا نہیں ہے تو متولی مذکور ضامن ہوگا اور جب اُس نے ضمان دے دی تو چاہیے کہ جو مستحقین کو دیا ہے اُس کو مستحقین سے واپس نہ لے سکے برقیاس مودع یعنی جیسے پسر کا مال اگر کسی کے پاس ودیعت ہے اور اُس نے بغیر اجازت پسر نے یا قاضی کے پسر کے والدین کو ان کے نفقہ میں دیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور پسر کے والدین سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے وقف کی ایک دکان بازار میں اپنے قریب کی دوسری دکان پر جھک پڑی اور دوسری دکان تیسری دکان پر جھک پڑی اور قیم نے دکان وقف کی تعمیر سے انکار کیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر وقف کی آمدنی اُس قدر موجود ہو کہ اُس سے دکان وقف کی تعمیر ہو سکے تو دونوں دکانوں کے مالکوں کو اختیار ہوگا کہ وہ قیم کو ماخوذ کریں کہ آمدنی وقف سے اُس دکان کو مرمت و تعمیر کرائے اور اپنے موقع پر کرائے اور ان کے ملک سے اُس مشاغل کو دور کرے اور اگر وقف میں اتنی آمدنی نہ ہو کہ اُس سے اُس کی تعمیر و اصلاح ممکن ہو تو دونوں دکان والوں کو چاہیے قاضی کے حضور میں مرافعہ کریں پس قاضی اُس قیم کو اس تعمیر کے واسطے قرضہ لینے کا حکم دے گا جو آمدنی وقف سے ادا کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وقف کے پڑے ہوئے میدان میں اگر متولی نے کوئی عمارت بنائی تو وہ وقف کی ہوگی اگر اُس کو وقف کے مال سے بنایا ہو یا اپنے ذاتی مال سے بنایا اور وقف کے واسطے نیت کی یا کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر اُس نے اپنے واسطے بنائی اور گواہ کر لیے ہیں تو اسی کی ہوگی اور اگر کسی اجنبی نے کوئی عمارت بنائی اور کچھ نیت نہ کی تو اسی کی ہوگی اور یہی حکم درخت لگانے میں ہے یہ قیہ میں ہے اور اگر وقف کے درہم اپنے حاجت میں صرف کر لیے اور اُس کے مثل وقف کی عمارت و مرمت میں خرچ کر دیے تو ضمان سے بری ہو جائے گا۔ اگر وقف کے مکان میں قیم نے کوئی شہتیر داخل کیا بدین قصد کہ اُس کی آمدنی سے اُس کو لے لوں گا تو اُس کو اختیار ہے اور اگر متولی نے اپنے مال سے وقف پر خرچ کیا اور واپس لینے کی شرط کر لی تو واپس لے سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر قیم نے یا مالک نے مکان کے مستاجر سے کہا کہ میں نے تجھے اُس کے تعمیر کی اجازت دی پس اُس نے اُس میں کوئی تعمیر باجائزت قیم یا مالک بنائی تو اُس کا خرچہ مالک یا قیم سے واپس لے گا اور یہ اُس وقت ہے کہ جو عمارت بنائی ہے اُس کا بڑا فائدہ مالک کی طرف راجع ہو اور اگر مستاجر کی طرف راجع ہو اور مکان کے حق میں اُس سے ضرر ہو جیسے چپچہ یا کچھ مکان اُس تعمیر میں پھنسن جائے جیسے نور تو واپس نہیں لے سکتا ہے تا دقتیکہ اُس نے واپس لینے کی شرط نہ کر لی ہو یہ قیہ میں ہے شیخ ابو الفضل سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف کی چوتھائی آمدنی تعمیر مدرسہ میں اور تین چوتھائی تعمیر پر وقف تھی پس اُس نے آمدنی اسی طرف صرف کی مگر مدرسہ کی تعمیر کی امسال کی کوئی ضرورت نہ تھی پس وہ بچا ہوا رکھا ہے پس آیا قیم کو جائز ہے کہ اُس کو فقہیوں یعنی مدرسین مدرسہ کو بطور قرضہ کے دے دے کہ آئندہ سال کی ان کی آمدنی سے وضع کر لے اور حال یہ ہے کہ ان لوگوں کو حاجت ہے تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا یہ تاتار خانہ میں ہے۔

ایک شخص نے اراضی مزروعہ اُس طور پر وقف کی کہ میرے قرائتی محتاجوں کو اور میرے گاؤں کے محتاجوں کو پھر جو بچے وہ مسکینوں کو دیا جائے تو جائز ہے خواہ وہ لوگ داخل شمار ہوں یا نہ ہوں اور اگر متولی نے چاہا کہ ان میں سے بعض کو تفصیل دے تو اُس مسئلہ میں چند صورتیں ہیں اول آنکہ وقف اُس کے قرائتی محتاجوں اور گاؤں کے محتاجوں پر ہو اور ہر دو فریق داخل شمار نہیں ہیں دوم آنکہ ہر دو فریق داخل شمار ہیں سوم آنکہ ہر دو فریق میں سے ایک داخل شمار ہے اور دوسرا داخل شمار نہیں ہے پس وجہ اول میں نصف آمدنی واسطے

فقراء قریب کے اور نصف واسطے فقراء کاؤں کے الگ کرے پھر ہر فریق کے حصہ میں سے جس کو چاہے دے اور جس طرح تفصیل کے ساتھ چاہے دے اُس واسطے کہ وقف کرنے والے کا مقصود صدقہ ہے اور صدقہ میں یوں ہی حکم ہے اور دوسری صورت میں اُس کی آمدنی ان سب کی تعداد پر مساوی تقسیم کر کے بانٹ دے اور اُس کو تفصیل دینے کا اختیار نہیں ہے اُس واسطے کہ وقف کا قصد وصیت ہے اور وصیت کا حکم یوں ہی ہوتا ہے اور تیسری صورت میں پہلے اُس کی آمدنی کے دو حصے کرے پھر جس فریق کے لوگ داخل شمار ہیں ان کو مساوی ان کی تعداد پر بلا تفصیل تقسیم کر دے اور جو فریق داخل شمار ہے اُس کا حصہ مجموعی رکھ لے پھر ان میں سے جس کو چاہے اور جس طرح چاہے اُس مجموعہ میں سے دے پس تفصیل کا مختار ہے جیسے کہ ہم نے بیان کیا اور یہ تفریع بنا بر قول امام اعظم و امام ابو یوسف کے ہے اور بنا بر قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حاصل نہیں ہو سکتی ہے یہ چیز کر دہی میں ہے۔

اگر وقف کنندہ نے فقراء اُس شہر پر وقف کیا پس اگر یہ لوگ داخل شمار نہ ہوں تو قیم کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے دے دے اور اگر داخل شمار ہیں کسی ایک کا حصہ اپنی ذات پر خرچ کر لیا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے قیم سے ضمان لے یا اپنے شریکوں سے اپنا حصہ وصول کر لے پھر وہ لوگ قیم سے لے لیں گے اور اگر وقف کنندہ نے شرط کی ہو کہ محتاج کو اُس کا قوت دیا جائے تو اُس کی آمدنی سے جیسا کھانا اور کپڑا اور رہنے کا مکان ممکن ہوگا دے گا پھر اگر اراضی وقف ہو تو ہر ایک کو بشرط امکان سالانہ قوت دے دے اور دیگر اوقاف جو کرایہ پر چلائے جاتے ہیں انہیں ماہواری قوت دے گا یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے اور اگر اراضی وقف خراب ہو گئی اور متولی نے چاہا کہ اُس میں سے تھوڑی زمین فروخت کر کے اُس کے ثمن سے باقی کی مرمت کرے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر متولی نے عمارات میں سے کوئی عمارت جو منہدم نہیں ہوئی ہے فروخت کی تاکہ مشتری گرا لے یا پھل دار درخت بیچا تاکہ مشتری کاٹ لے تو بیع باطل ہے پھر اگر مشتری نے عمارت کو گرا لیا یا درخت کو کاٹ لیا تو قاضی کو لازم ہے کہ اُس قیم کو اُس وقف سے خارج کر دے اُس واسطے کہ وہ خائن ہو گیا پھر قاضی کو اختیار ہے چاہے اُس بیع کی قیمت اُس بائع سے تاوان لے اور چاہے مشتری سے تاوان لے پس اگر بائع سے تاوان لے تو اُس کی بیع نافذ ہو گئی اور اگر مشتری سے تاوان لی تو بیع باطل ہو گئی مشتری اپنا ثمن اُس سے واپس لے یہ ذخیرہ میں ہے۔

وقف اراضی کی ایک صورت ☆

ایک اراضی وقف ہے جس کے متولی کو وقف کنندہ کے وارث سے یا خالم سے خوف ہوا تو اُس کو اختیار ہے کہ اراضی مذکور کو فروخت کر کے اُس کا ثمن صدقہ کر دے ایسا ہی نوازل میں مذکور ہے اور فتویٰ اُس امر پر ہے کہ یہ نہیں جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ وقتی درخت اگر پھل دار ہوں تو ان کا فروخت کر دینا نہیں جائز ہے بلا جب کہ وہ اکھڑ گئے ہوں اور اگر ایسے درخت ہوں کہ پھل نہیں دیتے ہیں تو قبل اکھڑنے کے ان کی بیع جائز ہے یہ مضمرات میں ہے اور درختان وقف یعنی جو باغ انگور کے اندر ہیں ان کی بیع کرنے میں یہ حکم ہے کہ دیکھا جائے اگر انگوروں کے پھل ان کے سایہ سے ناقص نہ ہوتے ہوں تو ان کی بیع نہیں جائز ہے اور اگر انگوروں کے پھل ان کے سایہ سے ناقص ہوتے ہوں تو دیکھا جائے کہ اگر ان درختوں کے پھل بسبب انگوروں کے زائد ہوں تو متولی کو رو انہیں کہ ان کو فروخت کرے اور قطع کرے اور اگر بسبب انگوروں کے کم ہوتے ہوں تو متولی کو ان کی بیع کا اختیار ہے اور اگر یہ درخت ایسے ہوں کہ پھل نہ دیتے ہوں اور انگوروں کے پھل ان کے سایہ کی وجہ سے کم ہوتے ہوں تو متولی کو اختیار ہے کہ ان کو فروخت کر کے قطع کر دے اور اگر انگوروں کے پھل ان کے سایہ سے کم نہ ہوتے ہوں تو متولی کو اختیار نہیں ہے کہ ان کو فروخت کر کے قطع کرے اور اگر یہ درخت مثل و لب و بید وغیرہ کے ہوں تو ان کی بیع جائز ہے اُس واسطے کہ یہ درخت بمنزلہ پھلوں کے ہیں اُس لیے کہ بید و لب جب قطع کیے جاتے

ہیں تو دوبارہ اُسے گتے ہیں اور پھر کاٹے جاتے ہیں تو پھر اُسے گتے ہیں اسی طرح جب کاٹے جاتے ہیں پھر اُسے گتے ہیں اور اسی طرح اگر درختان تو ت کے پتے فروخت کر دے تو جائز ہے اور اگر مشتری نے ان درختوں کے پالو قطع کر لینی چاہی تو متولی اُس کو ممانعت کرے اور اگر متولی نے مشتری کو پالو کاٹنے سے ممانعت کرنے سے انکار کیا تو یہ فعل اُس کا خیانت ہوگا (معزول کیا جائے ۱۲) یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر مکان وقف میں جوڑ کا درخت ہو پھر یہ مکان خراب ہو گیا تو قیمت کو رد نہیں ہے کہ مکان کی تعمیر کے واسطے اُس درخت کو فروخت کر دے لیکن دار کو کرایہ پر دے اور کرایہ سے اُس کی تعمیر کرے اور درخت مذکور کے پھلوں کو فروخت کر کے تعمیر مکان میں لگا دے مگر یہ نہیں کر سکتا ہے کہ خود درخت بیچ کر ایسا کرے یہ مراجعہ میں ہے متولی مسجد نے اگر مال مسجد کے عوض کوئی دکان یا مکان خرید لیا پھر اُس کو فروخت کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ متولی مذکور کو خرید کرنے کا اختیار ولایت حاصل ہوئے اور یہ مسئلہ پر بنانی مسئلہ دیگر ہے اور وہ یہ ہے کہ متولی مسجد نے اگر ایسی حاصلات سے جو مسجد کے واسطے وقف ہے کوئی مکان یا دکان خریدی تو یہ مکان یا دکان آیا ان دکانوں سے ملحق ہوگی جو مسجد کے واسطے وقف ہیں یا نہیں اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ آیا یہ بھی وقف ہو جائے گی یا نہ ہوگی اور مشائخ نے اُس میں اختلاف کیا ہے اور صدر شہید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ وقف نہ ہو جائے گی لیکن مسجد کے واسطے کرایہ پر چلائی جائے گی یہ مضمرات میں ہے اور اگر وقف مسجد کے مال سے ایک کپڑا خرید کر مساکین کو دے دیا تو جوٹن اُس نے مال وقف سے دیا ہے اُس کا ضامن ہوگا اُس واسطے کہ یہ خرید اُس کی ذات کے واسطے واقع ہوئی تھی یہ اسعاف سے بحر الرائق میں نقل ہے۔

اگر فقیروں پر اپنا دار وقف کیا تو قیمت اس کو کرایہ پر دے گا اور اُس کی اجرت سے پہلے اُس کی تعمیر میں لگا دے اگر حاجت ہو (باقی فقیروں میں ۱۲) اور قیمت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُس دار میں کسی کو بغیر اجرت کے ساکن کرے یہ محیط میں ہے جامع الجوامع میں مذکور ہے کہ اگر منہدم ہو کر وہ دوبارہ بنایا گیا تو اُس کے ساکنین اُس کے حق ہوں گے لا اُس صورت میں کہ اُس طرح منہدم ہو گیا ہو کہ اُس میں سے کوئی بیت بھی باقی نہ رہا ہو یہ تاتار خانہ میں ہے اور اگر قیمت اجارہ پر دینے کے بعد مر گیا تو عقد اجارہ نہ ٹوٹے گا اور اگر وقف کنندہ نے خود اجارہ پر دیا پھر مر گیا تو اُس میں قیاس یہ ہے کہ اجارہ باطل ہو جائے اور اسی کو ابو بکر اسکاف رحمۃ اللہ علیہ نے اظہار فرمایا ہے اور استحسان یہ ہے کہ اجارہ نہ ٹوٹے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ فتاویٰ محمد بن الفضل میں مذکور ہے کہ متولی نے زمین وقف کو اجارہ پر دیا پھر متولی و مستاجر قبل انقضائے مدت کے مر گیا تو زراعت اس مستاجر کے وارثوں کی ہوگی جس نے اپنے بیجوں سے کھیتی بوئی ہے اور زراعت سے جو کچھ اراضی کو نقصان پہنچا وہ نقصان ان وارثوں پر واجب ہوگا اور یہ تاوان نقصان اُس اراضی وقف کے کاموں میں صرف کیا جائے گا اور جس پر اراضی وقف ہے ان کو نہ دیا جائے گا یہ حاوی جمیری میں ہے۔

اگر قاضی نے وقف کے دار کو اجارہ پر دیا پھر قبل مدت اجارہ گزرنے کے معزول کیا گیا تو اجارہ باطل نہ ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور اگر ایسا ہو کہ جس پر وقف ہے وہی متولی بھی ہو اور اُس نے اجارہ پر دیا پھر مر گیا تو اجارہ نہ ٹوٹے گا اگر چہ مال اجارہ اُسی کا ہے یہ حاوی میں ہے اور اسی طرح اگر مدت اجارہ تمام ہونے سے پہلے ان لوگوں میں سے جن پر وقف ہے بعض مر گئے تو بھی اجارہ باطل نہ ہوگا پھر جاننا چاہیے کہ اُس صورت میں اُس بعض موقوف علیہ کے مرنے تک جو کچھ اجرت واجب ہوئی ہے اُس میں سے ہر ایک کو اُس کا حصہ دیا جائے گا اور میت کا حصہ اُس کے وارث کو دیا جائے گا اور بعد ان کے بعض کے مرنے کے جو کچھ کرایہ تا آخر مدت واجب ہو وہ مخصوص انہی لوگوں کا ہوگا جو زندہ باقی ہیں اور اسی طرح اگر اول بعض کے مرنے کے بعد تھوڑی مدت پیچھے اور بعض بھی مر گئے تو اس میں بھی اسی طریقہ و قیاس سے آمدنی تقسیم ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اجرت پیشگی لے لی گئی ہو اور جن لوگوں پر وقف ہے انہوں نے

باہم تقسیم کر لی پھر ان میں سے بعض مرگے تو قیاس یہ ہے کہ قسمت ٹوٹ جائے گی اور جو مرا ہے اُس کے مرنے کے وقت جتنی اجرت واجب ہوئی اُس میں سے جو کچھ اُس کا حصہ ہو دیا جائے گا لیکن ہم استحسان کو لیتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ تقسیم نہ ٹوٹے گی اور اسی طرح اگر قبیلہ اجرت شرط کی گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ فرمایا کہ اگر مکان وقف کو سال بھر کے واسطے سود رہا پھر اجارہ دیا اور جن پر یہ مکان وقف کیا گیا ہے وہ تین نفر ہیں پھر تہائی سال گزرنے کے بعد ان میں سے ایک مر گیا پھر اور ایک تہائی گزرنے کے بعد دوسرا بھی مر گیا اور تیسرا باقی رہے گا تو سال میں سے اول تہائی سال کی اجرت درمیان وارثان میت اول و درمیان وارثان میت ثانی اور درمیان ثالث کے مساوی تین تہائی تقسیم ہوگی اور دوسری تہائی سال کی اجرت درمیان وارثان میت ثانی اور درمیان ثالث کے مساوی تقسیم ہوگی اور تیسری تہائی پوری شخص ثالث کو ملے گی پس مسئلہ کی تخریج انھارہ سے ہوگی یہ محیط میں ہے اور جامع الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر وقف کنندہ اپنا مقرر کیا ہوا وصی چھوڑ کر مر گیا تو وصی کو اختیار ہوگا کہ وقف کو اجارہ پردے دے اور اگر وصی نے اُس کو اجارہ فاسدہ پر دیا تو مستاجر پر اُس کا اجر المثل واجب ہوگا در صورتیکہ مستاجر نے اُس سے نفع اٹھایا ہو مگر اجر المثل اُس مقدار سے جس پر وصی راضی ہوا تھا زائد نہ کیا جائے گا یہ تا تاریخانیہ میں ہے اور اگر متولی وقف نے ایسے دار کو جو فقیروں و مسکینوں پر وقف ہے ایک سال سے زیادہ مدت کے واسطے اجارہ پر دیا تو نہیں جائز ہے اور اگر وقف کنندہ نے کوئی شرط نہ کر دی ہو تو مختار یہ ہے کہ اراضی موقوفہ کی صورت میں تین سال تک کے واسطے اجارہ دینے کے جواز کا حکم دیا جائے لا اُس صورت میں کہ قاضی کے نزدیک عدم جواز کے واسطے کوئی مصلحت ظاہر ہو پس عدم جواز کا حکم دے اور سوائے اراضی کے دیگر چیزوں میں جب یکساں سے زائد مدت مقرر کی ہو تو عدم جواز کا حکم دیا جائے لا اُس میں کہ جواز کے واسطے کوئی مصلحت نظر آئے تو جواز کا حکم دے اور یہ ایسی بات ہے کہ اختلاف مواضع و اختلاف زمانہ سے اُس کا حکم مختلف ہوگا کذا فی السراجیہ اور یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے اور زراعت و معاملات میں بھی ایسا ہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔

قاضی اعظم ابوعلی نسلی فرماتے تھے کہ متولی کو تین سال سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر نہ دینا چاہیے اور اگر اُس نے تین سال کی مدت سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر دیا تو اجارہ جائز ہوگا اور یہ قول حکم مختار سے قریب ہے اُس واسطے کہ متولی کا فعل کسی مصلحت دیکھ لینے پر دلالت کرے گا یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کر دی ہو کہ ایک سال سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر نہ دیا جائے حالانکہ لوگ ایک سال کے واسطے اُس کے اجارہ لینے پر رغبت نہیں کرتے ہیں اور ایک سال سے زیادہ کے واسطے اُس کا اجارہ پر دینا وقف کے حق میں آمدنی کی راہ سے بہت بہتر ہے اور فقیروں کے حق میں زیادہ نافع ہے تو متولی کو روکا نہیں ہے کہ وقف کنندہ کی شرط سے خلاف کرے اور اُس کو سال بھر سے زیادہ کے واسطے اجارہ پردے دے مگر ہاں یہ کرے گا کہ قاضی کے حضور میں یہ امر پیش کر دے گا تاکہ قاضی اُس کو سال بھر سے زیادہ کے واسطے اجارہ پردے دے اور اگر وقف کرنے والے نے وقف نامہ میں بیان کر دیا ہو کہ ایک سال سے زیادہ کے واسطے اجارہ پر نہ دیا جائے لا جب کہ زیادہ مدت کے واسطے اجارہ پر دینا فقیروں کے حق میں زیادہ نافع ہو تو ایسی صورت میں متولی کو خود اختیار ہوگا کہ اُس کو بھلائی دیکھ کر سال بھر سے زیادہ کے واسطے اجارہ پردے دے اور قاضی کے پاس مراعات کرنے کا محتاج نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی بڑے مکان میں سے ایک کوٹھری کی جگہ وقف ہو اور اُس کو کوئی سالانہ اجارہ پر نہ لیتا ہو ہاں اجارہ طویلہ پر مانگی جاتی ہو تو اُس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی راہ اُس کے شارع عام سے ملے ہو تو وہ اجارہ طویلہ پر نہ دی جائے گی اور دوم یہ کہ ایسا نہ ہو تو اجارہ

۱۔ قال المحریم ظاہر یہ ہے کہ یہ مراد ہے کہ اگر متولی نے مزارعت یا محالہ پر دیا تو اس میں بھی ایسا ہی حکم ہے واللہ اعلم ۱۲۔ ۲۔ اجارہ طویلہ کتاب الاجارۃ میں مذکور ہے وہاں رجوع کرنا چاہئے یا مقدمہ میں دیکھنا چاہئے اور خلاصہ آئندہ میں یہی کے واسطے ثبوت اجارہ پر لیتے تھے ۱۳۔

طویلہ پر دی جائے گی یہ وجہ میں ہے اور واضح ہو کہ وقف کا اجارہ دہنا اس کے اجر المثل سے کم پر نہیں جائز ہے یہ محیط سرحدی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے وقف کی دکان بعض اجر المثل کے کرایہ پر لی پھر کسی دوسرے نے آکر زیادہ اجرت دی قبول کی تو پہلا اجارہ صحیح نہ کیا جائے گا یہ سراجیہ میں ہے اور اگر وقف کی اراضی تین برس کے واسطے بعض اجرت معلومہ کے جو اس کے اجر المثل کے برابر ہے اجارہ پر لی حتیٰ کہ اجارہ جائز ہوگا پھر ایسی زمین کی اجرت ارزاں ہوگئی تو اجارہ صحیح نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے زمین وقف کو تین برس کے واسطے اجرت معلومہ پر جو اس کے اجر المثل کے برابر ہے اجارہ پر لی پھر جب دوسرا سال شروع ہو گیا تو لوگوں کی رغبتیں زیادہ ہو گئیں اور زمین کی اجرت کا نرخ بڑھایا تو متولی کو اختیار نہیں ہے کہ اجر المثل سے کم ہونے کی وجہ سے اجارہ کو توڑ دے یہ مضمرات میں ہے اور اگر وقف کی اراضی میں کسی کی دکان بنی ہو اور مالک دکان نے وقف کی اراضی کو اجر المثل یعنی ایسی اجرت پر جو ایسی زمین کی ہوتی ہے لینے سے انکار کیا تو دیکھا جائے کہ اگر یہ قدر یہ کہ یہ عمارت یہاں سے دور کر دی جائے تو یہ زمین اس سے زیادہ کرایہ پر لی جائے گی جتنا یہ دیتا ہے تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ اپنی عمارت یہاں سے دور کر کے لے جائے ورنہ اسی اجرت پر اس کے پاس چھوڑی جائے گی یہ سراجیہ میں ہے۔

متولی سے زمین اجارہ پر لینا اور عمارت کھڑی کرنا ☆

اگر کسی نے زمین وقف کی اراضی جو میدان پڑی ہوئی ہے کسی قدر مدت معلومہ تک کے واسطے اجرت معلومہ پر جو ایسی زمین کی اجرت کے برابر ہے متولی سے اجارہ پر لی اور اس میں متولی کی اجازت سے عمارت بنائی پھر جب مدت گزر گئی تو دوسرے شخص نے اس اراضی کا آئندہ اسی قدر مدت تک کے لیے زیادہ کرایہ منظور کیا پس پہلا مستاجر اس قدر زیادہ دینے پر راضی ہو گیا پس آیا پہلا مستاجر بے سبب اس دوسرے بڑھانے والے کے اولیٰ ہوگا تو جواب دیا گیا ہے کہ ہاں وہ اولیٰ ہے یہ فصول عموماً یہ میں ہے وصف انصاف میں مذکور ہے کہ اگر وقف کرنے والے نے وقف کو اجارہ طویلہ پر اجارہ دیا پس اگر اس قدر طویل اجارہ دینے سے اصل رقبہ وقف کے تلف ہونے کا خوف ہو تو حاکم کو اختیار ہوگا کہ اس اجارہ کو باطل کر دے یہ ذخیرہ میں ہے فتاویٰ اہل سرقد میں مذکور ہے کہ اگر کوئی سرائے یا رہاٹا فی سبیل اللہ بسبب بے مرتی کے کھنڈل ہونے کو آگنی تو وہ کرایہ پر چلائی جائے اور کرایہ سے اس کی مرمت کی جائے پھر جب اس کی تعمیر و درستی پوری ہو جائے تو آئندہ اجارہ پر نہ دی جائے یہ محیط میں ہے اور اگر وقف خراب ہو گیا اور متولی اس کی تعمیر سے عاجز ہو تو قاضی اس کو کرایہ پر دے دے اور اس کے کرایہ سے اس کی تعمیر و مرمت کرے پھر جب تعمیر سے درست ہو جائے تو متولی کے قبضہ میں واپس کر دے یہ تہذیب میں ہے۔

اگر متولی نے وقف کی مرمت کے واسطے ساڑھے پانچ آنہ پر ایک مزدور مقرر کیا حالانکہ ایسے مزدور کی اجرت پانچ آنہ ہے اور متولی نے مال وقف سے اس کی مزدوری دی تو جو کچھ دیا ہے سب کا ضامن ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے اور وقف کا عاریت دینا اور اس میں کسی کو بسانا جائز ہے یہ محیط سرحدی میں ہے۔ وقف کے متولی نے اگر کسی کو وقف کے مکان میں بلا اجرت بسایا تو شیخ ہلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رہنے والے پر کچھ اجرت نہ ہوگی اور متاخرین عامہ مشائخ کے نزدیک رہنے والے پر اجر المثل واجب ہوگا خواہ یہ مکان کرایہ پر چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو یا ایسا نہ ہو اور یہ بغرض وقف کی نگاہداشت کے ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ایسا ہی ان مشائخ نے فرمایا کہ جو شخص وقف کے مکان میں بدوں حکم قیم کے رہا تو اس پر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر رہو یہ مضمرات میں ہے اور اگر متولی نے

۱۔ رہاٹا فی سبیل اللہ وہ مکان بطور سرائے ہے جو سرحد اسلام پر جہاں سے دارالافتار ملتی ہے جاتے تھے تاکہ مجاہدین دودو چار چار آکر جمع ہوں پھر جب لشکر ہو جائے تو جہاد کریں ۱۲۔

وقف کو بعض قرضہ کے رہن کیا تو نہیں صحیح ہے اور اسی طرح اگر مسجد کے وقف کو اہل جماعت نے یا ان میں سے ایک نے رہن کیا تو نہیں صحیح ہے پھر اگر مرتبن نے اُس دار میں سکونت رکھی تو اُس پر اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو خواہ یہ مکان کرایہ چلانے کے واسطے رکھا گیا ہو یا نہیں اور شیخ صدر شہید حسام الدین نے فرمایا کہ فتویٰ کے واسطے یہی مختار ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔

متولی مسجد نے اگر ایسے مکان کو جو مسجد پر وقف ہے فروخت کیا اور مشتری نے اُس میں سکونت رکھی پھر یہ متولی معزول کیا گیا اور دوسرا متولی مقرر ہوا پس دوسرے متولی نے مشتری پر اُس مکان کا دعویٰ کیا اور قاضی نے پہلے متولی کی بیع باطل کر دی اور مکان مذکور دوسرے متولی کو سپرد کیا تو مشتری پر جو ایسے مکان کا کرایہ اُس قدر مدت کا ہو واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وقف کے متولی نے وقف کا مکان اُس کے اجر المثل سے اُس قدر کم کرایہ پر جس قدر لوگ اپنے انداز میں خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں کرایہ پر دے دیا حتیٰ کہ اجارہ جائز نہ ہو پھر مستاجر اُس میں رہا کیا تو بنا بر اختیار متاخرین مشائخ کے مستاجر پر پورا اجر المثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو اور اسی طرح اگر اُس کو اجارہ فاسدہ پر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فصولی عماد یہ میں ہے اور اگر قیم نے وقف کی اراضی کسی کو اجارہ پر دی پھر اُس اراضی پر پانی چڑھا آیا تو اجرت ساقط ہو جائے گی اور اگر مستاجر نے اُس پر قبضہ کر کے اُس میں زراعت نہ کی تو مستاجر پر اجرت واجب ہوگی اور اگر اجارہ فاسدہ ہو اور مستاجر نے قبضہ کر لیا پھر زمین میں زراعت نہ کی یا مکان تھا کہ اُس میں نہ رہا تو اُس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور بعض مشائخ نے وقف میں بغیر عقد کے اجارہ میں اجر المثل واجب ہونے کا فتویٰ دیا ہے یہ حاوی میں ہے۔ جامع المفصولین میں مذکور ہے کہ اگر متولی نے وقف کا مکان اپنے بالغ بیٹے یا باپ کو اجارہ پر دیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نہیں جائز ہے لہٰذا اُس وقت کہ اجر المثل سے زائد پر دیا ہو تو جائز ہے اور اسی طرح اگر متولی نے خود اجارہ پر لیا پس اگر اُس نے اجر المثل سے کرایہ زائد دیا تو صحیح ہے ورنہ نہیں اور اُسی پر فتویٰ دیا جائے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر قیم نے وقف کا مکان بعض اسباب کے کرایہ پر دیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ وقف کے اجارہ میں عروض و اسباب کے بدلے اجارہ انہیں متاع سے جائز ہے جن کو لوگ اپنے عرف میں بیعوں کا ثمن و اجاروں کی اجرت قرار دیتے ہیں جیسے گیسوں و جو وغیرہ اور جو ایسے نہیں ہیں مثل کپڑے و غلام وغیرہ کے تو ان کے عوض اجارہ بالا جماع نہیں جائز ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ پھر جب وقف کا اجارہ بعض متاع کے بنا بر قول اُس امام کے جو جائز ہونے کا حکم دیتا ہے جائز ہوا تو قیم اُس متاع کو جو اجرت قرار پائی ہے فروخت کرے گا اور اُس کا ثمن اُس وجہ میں صرف کرے گا جن پر وقف ہے یہ محیط میں ہے اور جو شخص وقف کا قیم قرار پایا ہے اُس کو اختیار ہے کہ زمین وقف میں وقف کے واسطے خود زراعت کرے اور اُس کام کے واسطے مزدور مقرر کرے اور ان کی اجرت اُس کے غلہ سے ادا کرے یہ حاوی میں ہے۔

ایسا شخص جس پر وقف ہے عین وقف کو خود اجارہ پر دے دیا تو فقہیہ ابو جعفرؒ کے نزدیک اسکی صورت ☆

اگر قیم نے وقف کو اجارہ پر دیا اور مستاجر پر حرمت کی شرط کی تو اجارہ باطل ہوا لیکن اگر اُس نے کسی قدر درہم معلومہ بیان کیے اور مستاجر کو حکم دیا کہ ان کو اُس کی حرمت میں صرف کرے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور وقف کو اجارہ پر لینے والے کو روا نہیں ہے کہ اُس میں اپنے واسطے غرفہ (محبوب بالا خانہ) بنائے لہٰذا اُس صورت میں روا ہے کہ اجرت میں بڑھادے اور عمارت وقف میں کسی طرح مضرت نہ ہو اور اگر یہ وقف اکثر معطل رہتا ہو اور بدون اُس وجہ کے کوئی اجارہ لینے پر رغبت نہ کرنا ہو تو بغیر اجرت میں زیادہ کرنے کے بھی جائز ہے یہ فقہیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا مکان ایک قوم معین پر وقف کیا اور آخر میں اُس کو فقیروں پر قرار دیا پھر متولی نے اُس مکان کو انہی لوگوں کو اجارہ پر دیا جن پر وقف ہے تو اجارہ جائز ہے یہ مضمرات میں ہے لیکن یہ واضح رہے کہ مستاجر کا حق ساقط ہو جائے گا (مال وقف

میں ہے) یہ محیط میں ہے اور اسی طرح اگر فقیر ایسے مکان میں اجارہ پر رہا جو فقیروں پر وقف ہے اور جو اُس کا حق واجب ہوا ہے وہ حساب لگا کر جو اُس پر واجب ہے اُس سے بدلا کر دیا گیا یعنی مثلاً اُس وقف میں سے سالانہ سودر ہم اُس کے واسطے واجب ہوئے اور اُس پر سودر ہم کرایہ واجب ہوا پس برابر کر دیا گیا تو یہ جائز ہے اُس واسطے کہ ہمارے علماء سے یہ روایت محفوظ ہے کہ جس کا حق بیت المال میں واجب ہے اگر اُس پر زمین کا خراج بجائے اُس کے بیت المال کے حق کے حساب سے چھوڑ دیا گیا تو جائز ہے پس ایسا ہی اُس وقف کے اجارہ میں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اُس شخص نے جس پر وقف ہے عین وقف کو خود اجارہ پر دے دیا تو فقیر ابو جعفر نے اُس کا قاعدہ یوں فرمایا ہے کہ ہر جگہ جہاں پوری اجرت اُس اجارہ دینے والے کی ہو یا اس طور کہ وقف مذکور میں تعمیر و مرمت کی حاجت نہ ہو اور اُس کے ساتھ کوئی اور شریک نہ ہو تو اُس کو اختیار ہے کہ مکانات و مکانیں وقف کو خود اجارہ پر دے دے اور اگر وقف اراضی ہو تو دیکھا جائے کہ اگر وقف کنندہ نے شرط کروئی ہو کہ اُس کی آمدنی سے پہلے خراج و عشر ادا کیا جائے پھر جو کچھ عشر و خراج و خرچہ عمارت سے بچے وہ اُس شخص کو جس پر وقف ہے دیا جائے تو اُس شخص کو جس پر وقف ہے یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُس اراضی وقفی کو خود اجارہ پر دے وے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اُس نے یہ شرط نہ کی ہو کہ پہلے اُس میں سے خراج و خرچہ ادا کیا جائے تو واجب ہے کہ جس پر وقف ہے اُس کا خود اجارہ پر دے دینا جائز ہو پس خراج و خرچہ اُس شخص پر جس پر وقف ہے واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر وقف کی اراضی جن پر وقف ہے وہ دو ہوں یا تین ہوں اور ان لوگوں نے باہم باری باری کر لی اور ہر ایک نے ایک ایک زمین لی تاکہ اُس میں خود زراعت کرے تو نہیں جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر اراضی عشری ہو تو اُن کی اُس طرح کی باری باندھنا جائز ہے اور اگر خراجی زمین ہو تو نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فقیر ابو جعفر ہندوئی کی حکایت کی گئی ہے کہ فرماتے تھے کہ چونکہ فتویٰ اُس پر ہے کہ وقف کا اجارہ زیادہ سالوں کے واسطے نہیں جائز ہے تو بعض وقف نامہ لکھنے والوں نے وقف ناموں میں اجارہ وقف کے واسطے ایک حیلہ نکالا کہ وقف نامہ میں تحریر کیا کہ وقف کرنے والے نے فلاں شخص کو (زیادہ مثلاً ۱۲) یہ اراضی فلاں شخص دیگر (عمر کو مثلاً ۱۲) کو اجارہ پر دینے کے واسطے وکیل کیا کہ ہر سال اسی کو سودر ہم پر مثلاً اجارہ پر دے اور ہر گاہ اُس کو وہ وکالت سے خارج کرے تو وہ اُس کا وکیل ہے اور اس سے اُن کی غرض یہ ہے کہ وقف مذکور اُس مستاجر کے پاس ایک سال سے زیادہ رہے پھر فقیر ابو جعفر نے فرمایا لیکن وقف کی بہتری دیکھ کر اور اُس کی بھلائی کے قصد سے وقف میں ایسی وکالت کو باطل کرتے ہیں اگر چہ قیاساً اس کے جائز ہونے کا متقاضی ہے جیسے کہ ہم اجارہ طویلہ کو بھی بنظر قصد بہتری وقف کے باطل کرتے ہیں اور ہر گاہ کہ وقف کی حفاظت و نگاہداشت کی غرض سے ایسی وکالت کا باطل کرنا جائز ہوا تو ایسے عقود عتقانہ کا باطل کرنا بھی بغرض حفاظت و نگاہداشت وقف کے جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں ہے۔ ایک نے وقف کی زمین اجارہ پر لے کر اُس میں دکان بنائی اور اُس میں رہنے لگا پھر دوسرے نے چاہا کہ اُس کا کرایہ بڑھا کر اُس مستاجر کو اُس میں سے نکلواوے تو دیکھا جائے گا کہ اگر قیم نے اُس کو ماہواری کرایہ پر دیا تو جب مہینہ شروع ہو تو قیم کو اجارہ فتح کرنے کا اختیار ہوگا پھر اُس کے بعد اگر اُس عمارت کے دور کر لے جانے میں وقف کو کچھ مضرت نہ پہنچتی ہو تو بنانے والے کو اختیار ہوگا کہ اپنی عمارت کو یہاں سے دور کر کے لے جائے اور اگر وقف کو مضرت پہنچتی ہو تو وہ نہیں لے جاسکتا ہے پھر اُس کے بعد دیکھا جائے کہ اگر مستاجر اُس امر پر راضی ہوا کہ اُس عمارت کے بنے ہونے کے حساب سے اور توڑے ہوئے اور جدا کئے ہوئے کے حساب سے دونوں حسابوں سے جس میں اُس کی قیمت

کم ہو اس قیمت سے عوض قیم کو وقف کے واسطے اس کا مالک کر دے اور یہ کم قیمت لے لے تو ایسا کر سکتا ہے ورنہ وہ اپنی عمارت یہاں چھوڑ جائے یہاں تک کہ اس کی ملک کسی طرح خلاص ہوئے جس میں وقف کو مضرت نہ پہنچے یہ سراجیہ میں ہے۔

متولی وقف نے اگر مکان وقف کو اجارہ پر دیا تو اس کو اختیار ہے کہ مستاجر کے قرض دار پر کرایہ کی اترائی قبول کر لے ☆

یہ حکم اس وقت ہے کہ بنانے والے نے بدون اجازت و حکم متولی کے عمارت بنائی ہو اور اگر اس نے متولی کے حکم سے عمارت بنائی ہو تو یہ عمارت وقف کی ہوگی اور بنانے والے نے جو کچھ خرچ کیا ہے وہ متولی سے واپس لے گا یہ ذخیرہ میں ہے مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ شیخ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین وقف پر مملوکہ عمارت ہے اور عمارت (۱) والے نے اس اراضی کو کچھ اجرت معلومہ پر جو آج اس کے اجرا مثل کے برابر ہے اجارہ پر لیا ہے پھر ایک زمانہ کے بعد اس عمارت کا مالک ہو گیا اور متولی بھی جدید مقرر ہوا اور عمارت کا مالک چاہتا ہے کہ اس کا کرایہ اسی قدر ادا کرے جو اگلے گزرے ہوئے وقت میں تھا اور متولی جدید اس پر راضی نہیں ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اب جو اس کا اجرا مثل ہے وہی دے پس آیا متولی کو یہ اختیار ہے تو شیخ نے فرمایا کہ ہاں کذا فی المفصول الہما دیہ۔ متولی وقف نے اگر مکان وقف کو اجارہ پر دیا تو اس کو اختیار ہے کہ مستاجر کے قرض دار پر کرایہ کی اترائی قبول کر لے بشرطیکہ قرض دار مذکور مال دار ہو اور اگر متولی نے کرایہ کی بابت کوئی کفیل قبول کیا تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

آخر اجارات فتاویٰ ابواللیث میں مذکور ہے کہ اگر متولی نے وقف کے درخت کسی کے ہاتھ فروخت کر دیے پھر زمین مشتری کو اجارہ پر دی پس اگر درخت مع جڑوں کے بدون زمین کے فروخت کیے تو جائز ہے بشرطیکہ اجارہ طویلہ نہ ہو اور اگر درختوں کو زمین کے اوپر سے فروخت کیا ہو یعنی زمین کے اوپر ریخ پر سے فروخت کیے تو زمین کا اجارہ نہیں جائز ہے اور اگر درختان مذکور اس شخص کو سال یا دو سال وغیرہ کے واسطے بٹائی پر دیے پھر اراضی اس کو اجرا مثل کے عوض اجارہ پر دے دی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر نہیں جائز ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کا معاملہ یعنی بٹائی جائز ہے پس اجارہ بھی جائز ہو اور احتیاط یہ ہے کہ درختوں کو مع جڑوں کے فروخت کر دے پھر زمین اس کو اجارہ پر دے دے تاکہ بالاتفاق جائز ہو یہ محیط میں ہے اور جو شخص وقف کا قیم ہے اس کو روا ہے کہ اراضی وقف میں کام کرنے اور اس کو برہے و نالیان بنانے و دیگر امور درستی کے واسطے مزدور کر لے بشرطیکہ اراضی مذکور میں اس کی حاجت ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر وقف کی اراضی مزارعت پر دے دی تو جائز ہے بشرطیکہ اس میں اس قدر کمی نہ کی ہو جس قدر لوگ اپنے اندازہ میں خسارہ اٹھاتے ہیں اور اسی طرح جو اس میں خرما کے درخت ہیں اگر ان کو بٹائی پر دیا تو بھی اسی شرط سے جائز ہے پھر اگر مزارعت یا بٹائی کی مدت گزرنے سے پہلے قیم مر گیا تو مزارعت و معاملہ (۲) باطل نہ ہوگا اور اگر کاشت کار یا بٹائی پر کام کرنے والا مر گیا تو مزارعت و معاملت باطل ہو جائے گی اور اگر قیم نے اراضی وقت کو سالہائے معلومہ کے واسطے مزارعت پر دیا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ یہ امر فقیروں کے حق میں زیادہ نافع و بہتر ہو پس اس سے ظاہر ہوا کہ بدون تین سال کی تعداد مقرر کرنے کے مزارعت کو مطلقاً سالہائے (۳) معلومہ کے واسطے

۱۔ مستاجر نے کرایہ اپنے مالدار قرضدار پر اترایا اور متولی نے یہ حوالہ قبول کر لیا ۱۲۔ ۲۔ قال المترجم واضح ہو کہ اگر کسی نے باغ کے پھل خریدے تو فی الفور توڑنے چاہیے ہیں اور اگر ان پھلوں میں اور نکلے تو غلط ہوں گے اور یہ مسئلہ اختلافی معروف ہے پس اگر مراد یہ ہو کہ یہ سب پھل بڑے ہوں اور درختوں پر آخر تک لگے ہیں تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ درخت مع جڑوں کے خریدے لے پھر زمین کو اجارہ پر لے اب تمام مسئلہ کتاب پر غور کر کے سمجھنا چاہئے تب سمجھ میں آئے گا ۱۲۔

(۱) کسی نے بٹائی ہے اور اپنے واسطے بٹائی ہے ۱۲۔ (۲) درخت بٹائی پر لیا ۱۲۔ (۳) تین ہوں یا زیادہ ہوں ۱۲۔

جائز رکھا اور یہ صحیح ہے پس جس معنی کی وجہ سے مشائخ نے احتساباً یہ حکم دیا ہے۔ وقف میں اجارہ طویلہ نہیں جائز ہے اور اگر وہ معنی یہ ہیں کہ مودی بالبطال وقف نہ ہو جائے سوزارعت میں یہ معنی نہیں پائے جاسکتے ہیں اور اگر وقف کی اراضی کو مزارعت پر یا وقف کے درختوں کی معاملات پر دے دیا حالانکہ اُس میں وقف کے واسطے کوئی حصہ نہیں رکھا ہے تو یہ مزارعت و معاملات کا پرتاؤ وقف پر جائز نہ ہوگا اور وہ زمین کا غصب کر لینے والا قرار دیا جائے گا پس اگر زمین مذکور نقصان سے بچی رہی تو ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر نقصان آیا تو ضمان واجب ہے چاہے دینے والے سے وصول کی جائے اور چاہے لینے والے سے لی جائے مگر جو غلہ زمین میں پیدا ہوا ہے اُس میں سے وقف کے مستحقوں کا کچھ نہ ہوگا لیکن معاملہ کی صورت میں درختوں سے جو پھل پیدا ہوئے ہیں وہ سب وقف کے مستحقوں کے ہیں اُس میں سے بٹائی پر لینے والے کا کچھ نہ ہوگا وہاں اُس کو اُس کے کام کا اجر المثل ملنا چاہے مگر یہ اجرت بھی دینے والے کے خالص مال سے ہوگی پھر وہ اُس کے لینے والے سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک اراضی وقف کی کسی نواح میں ہے جس کو وہاں کے حاکم سے کسی نے کچھ معلوم درہموں پر اجارہ پر لیا پھر اُس میں زراعت کی پھر جب غلہ حاصل ہوا تو متولی نے وہاں کی مزارعت کے رواج کے موافق آدھا یا تہائی غلہ طلب کیا اور لینے والے نے کہا کہ مجھ پر اجرت واجب ہے تو متولی کو اختیار ہوگا کہ اُس سے حصہ غلہ لے لے یہ نیز لایہ اکتین و فتاویٰ قاضی خان میں ہے فرمایا کہ اگر وقف کی زمین عشری ہو اور اُس کو قیم نے مزارعت یا معاملات (اگر باغ ۱۲) پر دیا تو تمام حاصلات کا عشر (دواں حصہ ۱۲) فقط دینے والے کے حصہ میں سے ہوگا اور یہ بنا پر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہے کہ ان کے نزدیک درہموں کے عوض اجارہ پر دینے میں زمین کا عشر مانند خراج کے دینے والے کے اوپر ہوتا ہے اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین کی پیداوار پر ہوتا ہے پس ایسا ہی مزارعت میں بھی تمام پیداوار پر ہوگا یہ محیط میں ہے اور وقف الہلال میں مذکور ہے کہ اگر وقف میں مرمت کی حاجت پیش آئی اور قیم کے پاس اُس قدر نہیں ہے کہ جو مرمت کے واسطے کافی ہو تو قیم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وقف پر قرضہ کر لے اور فقیر ابو جعفر سے مروی ہے کہ ہاں قیاس سے یہی حکم ہے لیکن جس صورت میں ضرورت پیش آئے تو قیاس چھوڑ دیا جائے گا مثلاً زمین وقف میں کھیتی ہے جس کو ٹیڑیاں کھائے جاتی ہیں اور قیم کو خرچہ کی ضرورت ہے کہ اُس ضرر کو دفع کرے یا سلطان نے خراج کا مطالبہ کیا تو ایسی صورت میں اُس کو وقف پر قرضہ لینا روا ہے اور ایسی ضرورتوں میں زیادہ احتیاط اُس میں ہے کہ حاکم سے حکم لے کر قرضہ لے لیکن اگر حاکم وہاں سے دور پر ہو اور اُس کے پاس حاضر نہیں ہو سکتا ہے تو ایسی حالت میں مضائقہ نہیں ہے کہ خود ہی قرضہ لے لے یہ ظہیر یہ میں ہے اور یہ اُس وقت ہے کہ اُس سال وقف میں غلہ نہ ہو اور اگر غلہ تھا مگر قیم نے تمام غلہ مستحقوں کو بانٹ دیا اور خراج کا حصہ نہ رکھا تو وہ حصہ خراج کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر وقف کے قیم سے خراج و دیگر بار جو اُس وقف پر باندھے گئے ہیں طلب کئے گئے حالانکہ قیم کے پاس وقف کے مال سے کچھ نہیں ہے پس اُس نے قرضہ لینا چاہا تو اگر وقف کنندہ نے وقف پر قرضہ لینے کی اجازت دی ہو تو اُس کو یہ اختیار ہوگا اور اگر اجازت نہ دی ہو تو اُس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اگر قیم ناچار ہو تو یہ امر قاضی کے حضور میں پیش کرے تاکہ وہ اُس کو قرضہ لینے کا حکم دے دے ایسا ہی فقیر ابو جعفر نے فرمایا ہے پھر جب غلہ حاصل ہو تو اُس میں سے یہ قرضہ ادا کر دے گا یہ مضمرات میں ہے اور جب تعمیر کی ضرورت پیش آئے کہ ناچاری ہے تو قاضی کے حکم سے قرضہ لے اور سوائے تعمیر و مرمت کے اور امر کے واسطے پس اگر مستحقوں پر صرف کے واسطے لینا چاہا تو نہیں جائز ہے اگر چہ قاضی کے حکم سے ہو یہ بخرالراق میں ہے اور اگر قیم نے وقف پر قرضہ اُس غرض سے لینا چاہا کہ اُس کی کاشت کے بیجوں کے

۱۔ جو نقصان زمین ملا ہے وہ بھی ان کو نہ ملے گا ۱۲۔ ۲۔ یا یہ مراد ہے کہ پس اسی طرح امام اعظم کے نزدیک مزارعت میں دینے والے کے حصہ پر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک تمام پیداوار پر ہوگا مال واحد ہے ۱۲۔

وام دے تو قاضی کے حکم سے بالاتفاق جائز ہے اور اگر اس نے بدون حکم قاضی کے خود ایسا کیا تو اس میں دور وایتیں ہیں یہ غیاثہ و ذخیرہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی تین صورتوں کا بیان ☆

اگر متولی نے وقف پر قرضہ لینا اس غرض سے چاہا کہ رہن کا ثمن ادا کرے یعنی جس کے عوض رہن ہے پس اگر قاضی نے حکم دیا تو ایسا کر سکتا ہے ورنہ نہیں یہ سراجہ میں ہے اور قرضہ لینے کی تعمیر یہ ہے کہ وقف کا غلہ نہ ہو پس اس کو قرضہ لینے کی ضرورت ہوئی اور اگر وقف کا غلہ ہو اور اس نے اپنے مال سے وقف کی بہتری میں صرف کیا تو یہ مال غلہ وقف سے واپس لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے وقف کی اراضی ایک کاشت کار کے پاس ہے جو اس میں بٹائی پر زراعت کرتا ہے اور اس زمین میں روٹی بھی پھر وہ روٹی چوری ہو گئی پھر کاشت کار نے یہ روٹی کسی آدمی کے مکان میں پائی پس کاشت کار نے اس کو مواخذہ میں پکڑا اور اس سے محاصرہ کیا پس مکان والے نے کہا کہ میں تیرے لیے ضامن ہوا کہ میں تجھے پانچ من روٹی دوں گا پس آیا قیوم کو حلال ہے کہ یہ اس سے لے تو اس میں تین صورتیں ہیں اول یہ کہ یہ معلوم ہو کہ مکان والا اپنی بدنامی و سبے آبروئی کے خوف سے اس کو دیتا ہے دوم آنکہ یہ معلوم ہو گیا کہ اس نے اس قدر یا زیادہ خیرائی یا اس نے اقرار کر دیا ہے کہ میں نے اس مقدار روٹی چرائی ہے سوم آنکہ معلوم ہو کہ اس نے چرائی لیکن جس قدر دیتا ہے اس سے کم چرائی تھی۔ تو اذل صورت میں اس کو لینا نہیں جائز اور دوسری صورت میں جائز ہے اور تیسری صورت میں جس قدر کا چرانا یعنی معلوم ہے اسی قدر کا لینا جائز ہے اور زیادہ نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کاشت کار نے مال وقف سے کچھ کھالیا اور متولی نے اس سے کسی چیز پر صلح کر لی پس اگر متولی کے پاس اس کے دعویٰ کے جو کاشت کار پر کرتا ہے گواہ ہوں یا کاشت کار مقرر ہو تو متولی کو رد نہیں ہے کہ اس میں سے کچھ چھوڑ کر صلح کرنے بشرطیکہ کاشت کار تو نگر ہو اور اگر کاشت کار فقیر ہو تو گھانا جائز ہے بشرطیکہ جو کاشت کار پر ہے اس کی نسبت کر کے جس پر صلح ہوئی ہے غبن فاحش (حد سے زیادہ نقصان ۱۲) نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وقف کرنے والے نے وقف کے کار پر واز کے واسطے اس کی کار پر وازی کے عوض سالانہ کچھ مال معلوم مقرر کیا ہو تو جائز ہے اور اس کار پر واز کو ان کاموں کی جو اس کے مثل آدمی کرتا ہے اور کرنے کی عادت چلی آئی ہے تکلیف دی جائے گی جیسے وقف کی تعمیر و مرمت کرانا اور اس کا کرایہ پر چلانا اور اس کی آمدنی وصول کرنا اور جن وجوہوں پر وقف ہے ان پر تقسیم و صرف کرنا کذا فی الحادوی اور اس کو نہ چاہیے کہ ان کاموں میں کچھ تعمیر کرے اور وہ جو وکیل لوگ یا مزدور لوگ کرتے ہیں تو اس کو ایسا کرنا نہیں پہنچتا ہے یہ محیط میں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے کسی عورت کو متولی کیا اور اس کے واسطے کوئی اجرت معلومہ مقرر کی تو اس کو ویسی ہی تکلیف دی جائے گی جیسے رواج کے موافق عورتیں کر سکتی ہیں اور اگر وقف کے مستحقوں نے قیام سے نزاع کیا اور حاکم سے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ مال اس کے واسطے بمقابلہ اس کے کام کے قرار دیا ہے اور یہ شخص کام نہیں کرتا ہے تو حاکم اس کو ایسے کام کرنے کی تکلیف نہ دے گا جو متولی لوگ نہیں کیا کرتے ہیں یہ بحر الرائق میں ہے۔ متولی کو کوئی مرض مثل جنون یا اندھے ہو جانے یا گونگے ہو جانے کے لاحق ہو پس اگر باوجود اس کے وہ کام کرنے کا حکم دے سکتا اور ممانعت کر سکتا ہے تو اجرت قائم رہے گی اور اگر اس سے یہ نہ ہو سکے تو اس کو اجرت نہ ملے گی اور اگر متولی میں کسی نے طعن کیا تو قاضی اس کو متولی ہونے سے خارج نہ کرے گا قاضی جب کہ اس سے کوئی خیانت ظاہر ہو پس جب اس کو خارج کیا تو اس سے وہ اجرت جو وقف کرنے والے نے اس کے واسطے وقف کا کام انجام دینے کے مقابلہ میں

۱ یعنی ہم ہوا یا اس کا اقرار پایا کیا ۱۲۔ ۲ قال المحرر جمہ نے کہا کہ نصف یا زائد غبن فاحش ہے اور بعض نے کہا کہ ایک درہم یا زائد غبن فاحش ہے واللہ

مقرر کی غمی قطع کر دے گا اور جس متولی کو قاضی نے خارج کیا اگر وہ پھر صالح ہو جائے تو پھر اُس کو ولایت وقف دے دے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر چاہا کہ اُس کے ساتھ دوسرا آدمی کا وقف میں داخل کرے یعنی دونوں آدمی کام انجام دیں اور اُس مال میں سے تھوڑا اُس کے واسطے ہو تو اُس کا مضائقہ نہیں ہے اور اگر یہ مال جو اُس نے بیان کیا ہے وہ قلیل ہے جس میں اول کے لیے تنگی ہو پس حاکم کی رائے میں آیا کہ اُس دوسرے کے واسطے جس کو داخل کیا ہے وقف کے غلہ میں سے کچھ مقرر کر دے تو اُس کا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر وقف کرنے والے نے اُس متولی کے واسطے جو وقف کا کام کرتا ہے اُس کے کام کے مقابلہ میں سالانہ کچھ مال معلوم مقرر کیا اور یہ مال جو وقف کرنے والے نے اُس کے واسطے مقرر کیا ہے اس کے اجر المثل سے زائد ہے تو یہ جائز ہے اور ایسی صورت میں اس کے اجر المثل کو نہ دیکھا جائے گا اور جو شخص وقف کا نگہبان مقرر کیا گیا ہے اس کو اختیار ہے کہ وقف کے امور میں جو کام اس کے اختیار میں ہے اس کے واسطے کسی کو وکیل کر دے جو بجائے اس کے اس کام کو انجام دے اور وقف میں جو اس کو ملتا ہے اس میں سے اس وکیل کے واسطے کچھ مقرر کر دے اور اُس کو اختیار ہے کہ جب چاہے اُس وکیل کو معزول کر دے اور چاہے اُس کی جگہ دوسرا بدل دے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر وقف کرنے والے نے امر وقف کے کام سرانجام دینے والے قیم کے واسطے مال مقرر کر دیا پھر اُس قیم نے کسی دوسرے کو قیم مقرر کیا اور یہ مال اسی کے واسطے کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے لہذا اُس صورت میں کہ وقف کرنے والے نے اُس کو ایسا اختیار دے دیا ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر اُس قیم نے کسی کو وقف کے کام میں وکیل کیا یا کسی کو اُس لیے اپنا وصی کر دیا اور جو کچھ وقف کرنے والے نے اُس کے لیے مقرر کیا تھا وہ سب یا اُس میں سے کچھ اُس وکیل یا وصی کے واسطے کر دیا پھر اُس کو جنون مطبق ہو گیا تو اُس کی توکیل و وصیت باطل ہو جائے گی اور مال میں سے جو کچھ اُس نے وصی یا وکیل کے واسطے مقرر کیا ہے وہ وقف کے غلہ میں واپس جائے گا لیکن اگر وقف نے یہ شرط کر دی ہو کہ جب یہ مال قیم کی طرف سے منقطع ہو تو فلاں راہ میں صرف کیا جائے تو یہ مال اسی راہ میں صرف کیا جائے گا اور وقف کے غلہ میں واپس داخل نہ کیا جائے گا یہ بخرالرائق میں ہے اور قاضی کی طرف رجوع کیا جائے گا کہ وہ کسی قیم کو مقرر کر دے یہ فتح القدیر میں ہے اور واضح ہو کہ جنون مطبق ایسا جنون ہے جو ایک سال کامل برابر ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر ایک سال اُس کی عقل زائل رہی اور کار وقف کے سرانجام سے عاجز رہا پھر اُس کی عقل اُس کی طرف عود کر آئی اور وہ چنگا ہو گیا تو مثل سابق کے وہ اُس وقف کے قیام میں مقرر ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر حاکم کے نزدیک یہ بات صحیح ٹھہری کہ یہ متولی اُس وقف کے کام کے لائق نہیں ہے پس اُس کو حاکم نے خارج کر دیا اور بجائے اُس کے دوسرا متولی مقرر کیا پھر حاکم کی جگہ دوسرا حاکم آیا پس معزول شدہ متولی نے دعویٰ کیا کہ جو حاکم تجھ سے پہلے تھا اُس نے بدون اُس کے کہ مجھ پر ایسی کوئی بات ثابت ہو جس سے میں خارج کیے جانے کا مستوجب ہوں مجھے اُس وقف سے خارج کیا ہے تو اُس کا دعویٰ مسوع نہ ہوگا و قول قبول نہ ہوگا لیکن دوسرا حاکم اُس سے فرما دے گا کہ تو میرے سامنے یہ امر ثابت کر کہ تو اُس وقف کے کام سرانجام دینے کے لائق ہے تاکہ میں تجھے اُس کے قیام میں واپس مقرر کر دوں پھر اگر اُس حاکم کے نزدیک صحیح ہوا کہ یہ اُس کے لائق ہے تو اُس کو دوبارہ اُس کی جگہ پر مقرر کر دے اور جب مقرر کیا تو اُس وقف کی آمدنی سے اُس کے واسطے جو مال مقرر تھا وہ جاری کر دے یہ ذخیرہ میں ہے اور اسی طرح اگر حاکم نے اُس کو بسبب فاسق ہونے و خائن ہونے کے خارج کیا پھر اُس نے ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لی اور گواہ قائم کئے کہ یہ شخص اب اُس کام کی اہلیت رکھتا ہے تو حاکم اُس کو اُس کی جگہ پر دوبارہ مقرر کر دے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر قاضی نے اُس قیم کو جس کو وقف کنندہ نے مقرر کیا ہے اور اُس کے واسطے وقف سے اُس کے کام سے زائد مال مقرر کر دیا

۱۔ دوسرے قیم کا مقرر کرنا بھی اور یہ مال اس کا کرتا بھی دونوں طیفہ و طیفہ و جائز نہیں ۱۲۔ ۲۔ اندام ربتا ہے اتفاق نہیں ہوتا ہے وکیل ایک سال کامل گذرے تو جنون مطبق ہے اور مادہ کامل کا قول قوی ہے ۱۲۔ ۳۔ کار پرداز و مکران و اصلاح کنندہ ۱۲۔

ہے کسی وجہ سے خارج کر دیا اور بجائے اُس کے دوسرا مقرر کیا تو قاضی کو چاہیے کہ اُس مقرر شدہ کے واسطے وقف میں سے جس قدر قیمت سابق کو ملتا تھا اُس میں سے بطور معروف یعنی بقدر اجر المثل کے اُس کو دے اور باقی کو وقف کی حاصلات میں داخل کر دے یہ محیط میں ہے اور اگر وقف کنندہ نے کہا ہو کہ قیمت کے واسطے اُس قدر مال جو میں نے اُس کے واسطے مقرر کیا ہے وقف سے برابر جاری رہے گا اگرچہ قاضی اُس کو وقف کے متولی ہونے سے خارج کر دے یا کہا کہ جب یہ مر جائے تو اُس کی اولاد و اولاد کی اولاد کا بھی برابر جاری رہے گا تو یہ شرط صحیح ہے یہ حاوی میں ہے ایک شخص نے اپنے آزاد کیے ہوئے مملوکوں پر کوئی وقف صحیح کیا پھر وقف کرنے والا مر گیا اور قاضی نے یہ وقف کسی قیمت کے قبضہ میں دیا اور وقف کی آمدنی کا دسواں حصہ اُس قیمت کے واسطے مقرر کیا اور وقف میں سے ایک طا حونہ ہے جو ایک مستاجر کے قبضہ میں مقاعدہ پر ہے اور اُس میں قیمت کی کوئی حاجت نہیں ہے اور یہ طا حونہ جن پر وقف ہے وہ لوگ خود وہ اس کی آمدنی وصول کرتے ہیں تو اُس طا حونہ کی آمدنی کا دسواں حصہ اُس قیمت کے واسطے واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قاضی معزول کیا گیا اور قیمت نے دعویٰ کیا کہ اُس نے میرے واسطے اُس قدر ماہواری یا سالانہ مقرر کیا تھا اور قاضی معزول نے اُس کی تصدیق کی تو بدون گواہوں کے قبول نہ ہوگا پھر جو کچھ اُس کے واسطے مقرر کیا تھا اگر اُس کے کام کا اجر المثل ہے یا کم ہے تو دوسرا قاضی اُس کو دیا کرے گا ورنہ بقدر زیادتی کے کم کر کے باقی اُس کو دینے کا حکم دے گا اور قیمت ہمیشہ اپنے کام کے اجر المثل کا مستحق ہوگا خواہ قاضی یا اہل محلہ نے اُس کے واسطے کچھ اجرت کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو اُس واسطے کہ بظاہر وہ قیمت ہونا بدون اجرت کے قبول نہ کرے گا اور جو امر معبود ہوتا ہے وہ مثل مشروط کے ہوتا ہے یہ قیہ میں ہے مجموع التوازل میں مذکور ہے کہ جو شخص قاضی کی جانب سے متولی ہوا اگر خود ہی اُس نے اُس کام سے انکار کیا اور باز رہا اور یہ امر قاضی کے سامنے پیش نہ کیا تا کہ اُس کو معزول کرے دوسرے کو اُس کی جگہ مقرر کرے پس آیا وہ متولی ہونے سے خارج ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ خارج نہ ہوگا اور اگر وہ مال وقف جو وقف کی زمین وغیرہ قبول کرنے والوں پر چاہیے ہے اُس کو تقاضا کر کے وصول کرنے سے ایک زمانہ تک باز رہا پس آیا اُس میں وہ گناہ گار ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ نہیں پھر اگر بعض قبول کرنے والے نے جن پر مال کثیر بحق قبالہ چڑھ گیا تھا بھاگ گئے پس متولی اُس کا ضامن ہوگا یا نہ ہوگا تو شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ نہیں یہ ظہیر یہ میں ہے۔

متولی وقف نے اگر غلہ وقف وصول کر لیا پھر مر گیا اور بیان نہ کیا کہ اُس نے یہ غلہ کیا کیا ہے تو ضامن نہ ہوگا یہ مضمرات میں ہے اور اگر کسی نے اپنی اراضی عبد اللہ وزید پر صدق وقف کی تو اُس کا غلہ انہی دونوں کے لیے ہوگا پھر جب دونوں مر گئے تو سب غلہ فقیروں کے لیے ہو جائے گا اور اگر ان دونوں میں سے ایک مر گیا تو نصف غلہ فقیروں کے لیے ہوگا اور اگر اُس نے عبد اللہ وزید وغیرہ ایک جماعت کا نام لیا تو غلہ ان سب میں ان کی تعداد مساوی تقسیم ہوگا پھر اگر ان میں سے ایک مر گیا تو اُس کا حصہ فقیروں کا ہوگا اور جو باقی رہا وہ ان باقیوں پر مساوی تقسیم ہوگا اور اگر اُس نے اولاد عبد اللہ پر وقف کیا اور ان کا نام بعد اد بیان نہ کیا تو جب تک عبد اللہ کی اولاد میں سے ایک بھی رہے گا تب تک فقیروں کو کچھ نہ ملے گا یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر اُس نے زید و عمرو کو بیان کیا اور نصف زید کے واسطے اور دو تہائی عمرو کے واسطے قرار دیا اور خاموش رہا تو تمام غلہ بطریق عول کے سات حصوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے تین حصے زید کو اور چار حصے عمرو کو ملیں گے اور اگر کہا کہ زید کے واسطے نصف اور عمرو کے واسطے ایک تہائی ہے اور خاموش رہا تو جو کچھ ہر ایک کے واسطے بیان کیا ہے وہ اُس کو دے کر باقی دونوں میں نصفانصف تقسیم کر دیا جائے گا یہ خزانہ المفتیین میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ اراضی زید و عمرو پر صدق موقوفہ ہے اور عمرو کے واسطے اُس میں سے تہائی غلہ ہے یا کہا کہ عمرو کے واسطے اُس میں سے سو درہم ہیں تو عمرو کو اسی قدر ملے گا جو اُس کے

واسطے بیان کیا ہے اور باقی دوسرے کو جس سے سکوت کیا ہے دیا جائے گا اور اسی طرح ہر چیز میں جس میں بیان کر دیا ہو یہی طریقہ ہے کہ جس کے واسطے کچھ بیان کر دیا ہے اُس کو اسی قدر جو بیان کیا ہے دیا جائے گا اور باقی دوسرے کو جس کے واسطے کچھ بیان نہیں کیا ہے ملے گا اور اگر کہا کہ زید کے واسطے اُس میں سے سود رہم اور عمرو کے واسطے دوسود رہم ہیں حالانکہ مجموعہ آمدنی تین سود رہم سے کم ہے تو جو کچھ حاصلات ہے وہ دونوں کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگی اور اگر غلہ اُس سے زیادہ ہو تو جو کچھ ہر ایک کے واسطے بیان کیا ہے وہ اُس کو دے کر باقی دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا یعنی سب پر مساوی بانٹ دیا جائے گا اور جو کچھ ہر ایک کے واسطے بیان کیا ہے اُس کے حساب سے باقی تقسیم نہ ہوگا اور اگر کہا کہ یہ صدقہ موقوف ہے جس میں سے زید کے واسطے سود رہم اور عمرو کے واسطے دوسود رہم ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو اسی قدر دیا جائے گا جو اُس کے واسطے بیان کیا ہے اور باقی سب فقیروں کے واسطے ہوگا یہ حادی میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اگر غلہ اس قدر ہو کہ اُس میں سے ہر ایک کو قدر کفایت پہنچتا ہے تو ہر ایک کو اُس کا قدر کفایت دیا جائے گا ☆

اگر کہا کہ صدقہ موقوف ہے اُس شرط پر اُس میں زید کے واسطے سود رہم اور عمرو کے واسطے باقی ہے پھر حاصلات میں فقط سود رہم آئے تو زید کو دیے جائیں گے اور عمرو کو کچھ نہ ملے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ اُس میں زید کے واسطے سود رہم ہیں اور عمرو کے واسطے کچھ بیان نہ کیا پھر غلہ فقط سود رہم آیا تو زید کو ملے گا اور عمرو کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کہا کہ صدقہ موقوف ہے اُس میں عبد اللہ کے واسطے نصف غلہ اور زید کے واسطے سود رہم ہیں تو عبد اللہ کو نصف غلہ دیا جائے گا اور باقی نصف میں سے زید کو سود رہم ملیں گے اور جو باقی رہا وہ فقیروں کے واسطے ہوگا اور اگر آمدنی میں فقط سود رہم ہوں تو سب زید کو مل جائیں گے اور عبد اللہ کو کچھ نہ ملے گا اور اگر آمدنی دوسود رہم ہوں تو عبد اللہ کے واسطے سود رہم اور زید کے واسطے سود رہم ہوں گے اور فقیروں کے واسطے کچھ نہ ہوگا اور اگر آمدنی کے ڈیڑھ سود رہم ہوں تو زید کے واسطے سود رہم اور باقی عبد اللہ کے واسطے ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ میرے قرائتی فقیروں پر ہے تو اُس میں سے ہر ایک کو جو اُس کے کھانے دیکڑے کے واسطے بطور معروف کافی ہو اس قدر دیا جائے گا پس جس قدر ہر ایک کے واسطے کافی ہوتا ہے ہر ایک کے واسطے اُسی قدر حساب لگا کر سب لوگ اُس کی آمدنی میں حصہ دار ہوں گے پس اگر غلہ اُس قدر ہو کہ اُس میں سے ہر ایک کو قدر کفایت پہنچتا ہے تو ہر ایک کو اُس کا قدر کفایت دیا جائے گا اور اگر کم ہو تو اسی حساب سے شریک کیے جائیں گے اور غلہ ان کی قدر کفایت سے زائد ہو تو بڑھتی سب پر مساوی تعداد پر حصہ لگا کر برابر تقسیم ہوگا یہ ظہیر میں ہے۔

اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ ہے پس ہر سال جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس میں غلہ پیدا فرمادے اُس میں سے میری قرابت کے ہر فقیر کو ہر سال اُس قدر دیا جائے جو اُس کے کھانے دیکڑے کو بطور معروف کافی ہو پھر اُس طرح تقسیم کے بعد آمدنی بڑھی تو یہ بڑھتی فقیروں کی ہوگی یہ خزانہ امتین میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ ہے پس جو کچھ اُس کا غلہ پیدا ہو پس زید و عبد اللہ کے واسطے ہزار درہم ہیں عبد اللہ کے واسطے اُس میں سے سود رہم ہیں پھر اُس کی آمدنی میں ہزار درہم آئے تو اُس میں سے عبد اللہ کے سود رہم ہوں گے اور باقی زید کے واسطے ہوں گے اور اگر اُس کی آمدنی میں پانچ سود رہم حاصل ہوئے پانچ سود رہم تو دونوں کے درمیان دس سہام پر تقسیم ہوں گے جس میں سے ایک حصہ فقط عبد اللہ کو ملے گا اور باقی زید کو ملیں گے اور اگر اُس نے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس میں

۱۔ اسی طرح اگر سو سے کم ہوں تو بھی یہی حکم ہے ۱۲۔ ۲۔ قال اکثر جم مثلاً ایک کا قدر کفایت ۱۴ اور دوسرے کا ۱۸ اور تیسرے کا ۱۲ ہے اور آمدنی ۲۳ ہے تو ہر ایک کو اس کی قدر کفایت دیا جائے گا اور اگر آمدنی ۱۸ ہو تو ۴ واسطے کو ۳ اور دوم اور سوم کو ۹ دیئے جائیں اور اگر آمدنی ۳۴ ہے تو ۲۳ قدر کفایت ہر ایک کو دیئے جائیں اور باقی ۹ سب پر ۳ حصے مساوی کر دیئے جائیں کہ ہر ایک کو دو دیئے جائیں علی بنہ القیاس ۱۲۔

آمدنی عطا فرمائے اُس میں سے ہر سال ہزار درہم نکالے جائیں جس میں سے عبد اللہ کو سو درہم دے جائیں اور باقی تریسے واسطے ہوں گے پھر اُس کی آمدنی ہزار درہم سے کم آئی تو پہلے عبد اللہ کو سو درہم دے جائیں گے پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ سب زید کا ہوگا اور اگر کچھ نہ بچا تو زید کو کچھ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے۔ اگر اُس نے کہا ہو کہ پس وہ واسطے عبد اللہ و مساکین کے ہے تو نصف واسطے عبد اللہ کے اور نصف واسطے مسکینوں کے ہوگا یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوف ہے پس جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس کی آمدنی پیدا فرمائے پس یہ عبد اللہ و فقیروں و مسکینوں کے واسطے ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر نصف حاصلات عبد اللہ کی اور نصف واسطے فقیروں و مسکینوں کے ہوگی اور یہی شیخ ہلال کا قول ہے اور امام اعظم کے قول پر ایک تہائی عبد اللہ کی اور تہائی فقیروں کی اور تہائی مسکینوں کی ہوگی اور بنا پر قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے آمدنی کے پانچ حصے کیے جائیں گے جس میں سے ایک حصہ عبد اللہ کا اور دو حصے فقیروں کے اور دو حصے مسکینوں کے ہوں گے اور اُس کی نظیر جامع کی کتاب الوصایا میں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر کہا کہ واسطے میری قرابت اور میرے پڑوسیوں اور میرے آزاد کیے ہوؤں اور مسکینوں کے ہے تو قرابت میں سے ہر ایک پڑوسیوں میں سے ہر ایک اور آزاد کیے ہوؤں میں سے ہر ایک شخص ایک ایک حصہ کے ساتھ اور مساکین کے ہے تو قرابت میں سے ہر ایک شخص ایک ایک حصہ سے اور جملہ مساکین سب کے واسطے ایک حصہ کے شریک کئے جائیں گے یہ خزائنہ المغنی میں ہے اور اگر کہا کہ واسطے میری قرابت اور واسطے مساکین ایک حصہ سے شریک کیے جائیں گے یہ حاوی میں ہے۔

اگر کہا کہ فقیروں اور قرضہ سے لدے ہوؤں اور فی سبیل اللہ اور گردنیں آزاد کرنے کے واسطے ہے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان میں سے ہر فریق دو سهام سے شریک کیا جائے گا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک حصہ سے شریک کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میری یہ اراضی صدقہ موقوفہ و جوہ صدقات پر ہے تو وہ دو جوہ صدقات وہ ہیں جو قرآن مجید میں آیت زکوٰۃ میں مذکور ہیں چنانچہ کتاب الزکوٰۃ میں باب المصروف میں مفصل ذکر ہوا ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ وقف کی صورت میں عاقلوں کو نہ دیا جائے گا اور جن کی تالیف قلوب مقصود ہوتی ہے وہ تو زکوٰۃ وقف سب سے جاتے رہے ہیں پس ان کے سوائے جو باقی قسمیں رہی ہیں اُن پر تقسیم کیا جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر اُس نے کہا ہو کہ دو جوہ صدقات دو جوہ البر پر وقف ہے تو فقراء و مساکین ایک حصہ سے اور گردنیں آزاد کرنے کے واسطے ایک حصہ سے اور قرضہ سے لدے ہوؤں کے واسطے ایک حصہ سے اور فی سبیل اللہ ایک حصہ سے اور ابن السبیل یعنی مسافر کے لیے ایک حصہ سے اور دو جوہ البر کے واسطے تین حصہ سے شرکت رکھی جائے گی اور اگر اُس نے کہا کہ واسطے فقیروں و قرض سے لدے ہوؤں اور فی سبیل اللہ اور حج کے صدقہ موقوفہ ہے اور ان میں سے ہر ایک کے واسطے کچھ درہم معلوم بیان کر دیے پھر اُس کی آمدنی اُس سے زیادہ ہوئی تو جس قدر زاد ہو وہ ان سب دو جوہ کی تعداد پر تقسیم ہو کر ہر جوہ میں مساوی بڑھایا جائے گا یہ حاوی میں ہے۔

کیا کسی صورت میں ایک سال قبول کرنے کے بعد دوسرے سال انکار کرنے کا حق برقرار رہ سکتا ہے؟

ایک شخص نے اپنی اراضی کسی شخص پر وقف کی اور شرط کی کہ اُس کو ماہواری بقدر اُس کی کفایت کے دیا جائے حالانکہ اُس شخص کے عیال نہیں ہیں پھر اُس کے عیال ہو گئے تو اُس کو اُس کے عیال کی کفایت کے لائق دیا جایا کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے ایک قوم پر وقف کیا مگر انہوں نے قبول نہ کیا تو اُس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ سب نے رد کر دیا دوم آنکہ بعض نے رد کیا پس اگر سب نے رد کر دیا تو وقف جائز رہے گا اور غلہ فقیروں پر تقسیم ہوگا اور اگر بعض نے رد کیا تو دیکھا جائے کہ جس لفظ سے ان پر وقف کیا ہے یہ لفظ ان باقیوں پر جنہوں نے قبول کیا ہے بولا جاتا ہے تو پورا غلہ انہی باقیوں کا ہوگا اور اگر یہ لفظ ان باقیوں پر نہیں بولا جاتا ہے تو جنہوں نے نہیں قبول کیا ہے اُن کا حصہ فقیروں پر صرف کیا جائے گا اور اُس کی مثال یہ ہے کہ اگر اُس نے اولاً عبد اللہ پر وقف کیا

پس بعض اولاد نے قبول نہ کیا تو تمام غلہ باقیوں پر تقسیم ہوگا اور اگر اُس نے زید و عمرو پر وقف کیا پس زید نے قبول نہ کیا تو اُس کا حصہ فقیروں پر تقسیم ہوگا یہ حاوی میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میری اراضی صدقہ موقوفہ اولاد عبد اللہ و اُس کی نسل پر ہے سب نے ایک بارگی قبول نہ کیا تو یہ غلہ فقیروں کا ہوگا پھر غلہ اُس کے بعد پیدا ہوا پس انہوں نے قبول کیا تو غلہ ان کے واسطے ہو جائے گا یہ ظہر یہ میں ہے۔ اگر اُس کے بعد اُس کا کوئی بچہ پیدا ہوا پس اُس نے قبول کیا تو غلہ اُس کا ہوگا یہ محیط میں ہے پس اگر اُس نے ایک سال غلہ قبول کیا پھر کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اُس کا رد کرنا کچھ مؤثر نہ ہوگا اور فقیر ابو جعفر نے فرمایا کہ لی ہوئی آمدنیوں کے حق میں یہ جواب صحیح ہے اُس واسطے کہ وہ سب اُس کی ملک ہو گئی ہیں پس ان کو رد نہیں کر سکتا ہے اور ہے وہ غلات جو آئندہ پیدا ہوں گے تو ان میں اُس کی کچھ ملک نہیں ہے ہاں فقط حق اُس کا ان میں ثابت ہے اور خالی حق اگر رد کیا جائے تو رد ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر زید پر اور اُس کے بعد اُس کی نسل پر وقف کیا ہو پس زید نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں نہ اپنے نفس کے واسطے اور نہ اپنی نسل کے واسطے تو اپنے نفس کے واسطے اُس کا رد کرنا جائز ہے اور اُس کی نسل و اولاد کے حق میں اُس کا رد کرنا نہیں جائز ہے اگر اُس کا فرزند صغیر ہو یہ حاوی میں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میں ایک سال قبول کرتا ہوں تو ایسا ہی ہوگا جیسا اُس نے کہا ہے اور اُس کا قبول کرنا فقط ایک سال کے واسطے مؤثر ہوگا اور اسی طرح اگر اُس نے کہا کہ اُس کے ماسوائے میں قبول نہیں کرتا ہوں تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ۔ اسی طرح اگر کہا کہ میں نصف آمدنی قبول کرتا ہوں اور نصف نہیں قبول کرتا ہوں تو بھی اُس کے قول کے موافق ہوگا اور اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ عبد اللہ و زید پر جب تک دونوں زندہ رہیں پھر دونوں میں سے ایک مر گیا تو دوسرے کا نصف اُس کو بحالہ ملے گا اور اُس کا یہ کہنا کہ جب تک دونوں زندہ رہیں اُس سے دوسرے کا حصہ باطل نہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ عبد اللہ اور اُس کے بعد زید پر وقف ہے پھر عبد اللہ نے اُس وقف کے قبول کرنے سے انکار کیا تو وہ زید کے واسطے ہوگا اور اگر عبد اللہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور زید نے کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو وہ عبد اللہ کے واسطے جب تک زندہ رہے برابر حاوی رہے گا اور جب عبد اللہ مر جائے تو وہ فقیروں کے واسطے ہوگا یہ حاوی میں ہے۔

باب ششم:

وقف میں دعویٰ و شہادت کے بیان میں

اُس میں دو فصلیں ہیں

فصل اول:

دعویٰ کے بیان میں

اگر کسی نے ایک زمین فروخت کی پھر کہا کہ میں اُس کو وقف کر چکا تھا یا کہا کہ یہ زمین میرے اوپر وقف ہے پس اگر اُس پر گواہ قائم نہ ہوئے اور اُس نے مدعا علیہ سے قسم لینی چاہی تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اُس واسطے کہ قسم لینے کی شرط یہ ہے کہ پہلے صحیح دعویٰ ہونے والا نہ ہو۔ حالانکہ یہاں بسبب تاقض کے دعویٰ صحیح نہ ہوا اُس لیے کہ وقف مقتضی عدم ملک و بطلان بیع ہے اور خود یہاں بیع کی ہے جو مقتضی ملک ہے اور اگر اُس نے وقف ہونے پر گواہ قائم کیے تو مختار یہ ہے کہ گواہ سنے جائیں گے اُس واسطے کہ دعویٰ اگرچہ بسبب تاقض کے باطل ہوا ہے مگر گواہی باقی رہی ہے کہ وقف پر بدون دعویٰ کے گواہی سنی جاتی ہے یہ غیاثہ میں ہے اور جب گواہی سن کر قبول ہوئی تو بیع ٹوٹ

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ ایک نذر میں قول لا اقبل سے بعد ہے متصل قول لا اقبل فیما سوئی ذالک ذکر کیا ہے اور میرے گمان میں یہ غلطی کاتب کی ہے فالجہم وقال المترجم فی النسخۃ بعد قول لا اقبل سے ذکر متصلاً قول لا اقبل فیما سوئی ذالک داخل نہ غلط کاتب فالجہم ۱۲۔ ۲۔ بیع باطل ہونے کا حکم دیا جائے گا ۱۳۔

جائے گی یہ واقعات حسامیہ میں ہے اور فتاویٰ نسفی میں یہ ذکر فرمایا کہ وقف پر گواہی بدون دعویٰ کے صحیح ہے اور اس کو مطلقاً فرمایا کوئی تفصیل نہیں فرمائی حالانکہ علی الاطلاق یہ جواب صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح اس تفصیل سے ہے کہ ہر وقف جو حق اللہ تعالیٰ ہو اس پر بدون دعویٰ کے گواہی صحیح ہے اور ہر وقف جو حق العباد ہو تو اس کے وقف ہونے پر بدون دعویٰ کے گواہی صحیح نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور شیخ رشید الدین نے یہ تفصیل ذکر کر کے کہا کہ امام فضلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح تفصیل فرمائی ہے اور یہی مختار ہے اور یہ امام ابوالفضل کرمانی کا فتویٰ ہے یہ فصول عماد یہ میں ہے۔

اس صورت میں مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ثمن وصول کرنے کی غرض سے اس اراضی کو اپنے قبضہ میں روک رکھے یہ تا تاریخانیہ میں ہے اور اگر بائع نے دعویٰ کیا کہ یہ اراضی فلاں مسجد پر وقف ہے اور گواہ پیش کیے تو قبول ہوں گے اور بیع ٹوٹ جائے گی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ بائع کے کلام میں تناقض نہ ہوگا اور وہ تناقض نہیں قرار دیا جائے گا اور اول اصح ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس نے یہ نہ کہا کہ یہ زمین مجھ پر وقف ہے تو شیخ نسفی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے کہ ایسا دعویٰ بالکل سرے سے مسوع نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اس نے دوسرے سے کہا کہ یہ اراضی تجھ پر وقف ہے پھر اس کے بعد دعویٰ کیا کہ مجھ پر وقف ہے تو اس کا دعویٰ مسوع نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ملک ہے میں نے اس کو اپنے باپ سے میراث پایا ہے پھر دعویٰ کیا کہ اس کو میرے باپ نے مجھ پر وقف کیا ہے تو بسبب تناقض (۱) کے دعویٰ مسوع نہ ہوگا اور اگر وقف کیے ہوئے مکان کا متولی ہونا قبول کیا یا کسی ترکہ کا وصی ہونا قبول کیا اور یہ قبول کرنا بعد اس امر سے آگاہ ہونے اور یقین جاننے کے تھا کہ یہ ترکہ ہے یا وقف ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے تو دعویٰ مسوع نہ ہوگا اور اگر پہلے وقف ہونے کا دعویٰ کیا پھر میراث ہونے کا دعویٰ کیا تو بھی دعویٰ مسوع نہ ہوگا لیکن اگر اس نے دونوں دعویوں میں اس طرح توفیق دی اور بات بتائی کہ میرے باپ نے پہلے مجھ پر وقف کیا تھا لیکن یہ وقف لازم نہیں ہونے پایا تھا کہ یہ میرا باپ مر گیا تو یہ دعویٰ قبول ہوگا اور اگر کسی مکان یا زمین کی نسبت دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ وقف ہے تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اس نے اس عقار کے رقبہ کا دعویٰ بسبب اپنے متولی ہونے کے کیا تھا تو دونوں دعویوں میں توفیق ہو سکتی ہے اس واسطے کہ عادت کے موافق وقف کو متولی اپنی طرف نسبت کرتا ہے بدیں اعتبار کہ اس کو اس میں تصرف کا اور اس کی بابت خصومت کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور اگر کسی مکان کی نسبت دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ وقف ہے کہ اس کو فلاں شخص نے فلاں مسجد پر وقف کیا ہے تو وقف کا دعویٰ مسوع نہ ہوگا یہ خزانیہ ائمہ فصول عماد یہ میں ہے۔

اگر وقف کا دعویٰ کیا یا گواہوں نے وقف کی گواہی دی اور انہوں نے وقف کرنے والوں کو بیان نہ کیا ☆

فتاویٰ نسفی میں مذکور ہے کہ اگر زمین کے مشتری نے بائع پر دعویٰ کیا کہ یہ زمین وقف ہے اور تو نے میرے ہاتھ اس کو جب فروخت کیا تو بغیر حق فروخت کیا ہے تو فرمایا کہ مشتری کو اس خصومت کا اختیار نہیں ہے بلکہ اس کا اختیار متولی کو ہے اور اگر اس کا کوئی متولی نہ ہو تو قاضی ایک متولی مقرر کرے گا جو اس سے محاسبہ کرے گا اور وقف ہونے کو ثابت کرے گا پھر جب یہ بات ثابت ہوگئی تو بیع کو باطل ہونا ظاہر ہو جائے گا پس مشتری اپنا ثمن اپنے بائع سے واپس لے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی متولی نے مشتری پر دعویٰ کیا کہ یہ مکان وقف ہے فلاں کی اولاد پر اور اس نے مشتری پر استحقاق ثابت کیا پس مشتری نے چاہا کہ بائع سے ثمن واپس لے پس بائع نے کہا

۱۔ اس کے وقف ہونے پر ۱۲۔ ۲۔ واپس لینے تک ۱۲۔ ۳۔ یعنی مجھ پر کالفاظ نہ کہا ۱۲۔ ۴۔ اصل میں ادلی الوقفیہ ہے اور یہ غلط الکاتب ہے اور میرے نزدیک صحیح دعویٰ رقبہ ہے ۱۲۔

(۱) تناقض دو یا تین باتیں ایسی ہوں کہ ایک دوسرے کی مخالف ہوں کہ کسی راہ سے دونوں نہ بن سکتی ہوں ۱۲۔

کہ ہاں فلاں نے اُس کو فلاں مذکور کی اولاد پر وقف کیا تھا لیکن جب وقف کرنے والا مرا تو اُس کے وارثوں نے قاضی کے حضور میں مقدمہ پیش کیا حتیٰ کہ قاضی نے اُس کے وقف کے باطل ہونے کا حکم دے دیا اور میں وقف کنندہ کا وارث تھا پس ہم سب نے ترکہ گویا باہم تقسیم کیا تو یہ مکان میرے حصہ میں آیا پس میری بیع صحیح واقع ہوئی ہے تو اُس سے دعویٰ وقف مندرج ہو جائے گا اور مشتری کے قبضہ میں باقی رہے گا یہ فصول عماد یہ میں ہے۔ اگر وقف کا دعویٰ کیا گیا گواہوں نے وقف کی گواہی دی اور انہوں نے وقف کرنے والوں کو بیان نہ کیا تو خصاف نے ادب القاضی کے باب قبض الحاضر من دیوان القاضی المعزول میں ذکر فرمایا ہے کہ وقف کا دعویٰ اور وقف پر گواہ بدون بیان وقف کرنے والے کے صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ اراضی مجھ پر وقف ہے تو دعویٰ مسوع نہ ہوگا اور یہ جو مذکور ہے کہ دعویٰ مسوع ہوگا تو یہ اسی شخص سے مسوع ہوگا جو متولی ہو اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر اُس نے دعویٰ کیا کہ مجھ پر وقف ہے تو دعویٰ مسوع ہوگا لیکن اذل اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے اور شیخ رشید الدین نے فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے کہ جس پر وقف ہے اُس نے دعویٰ کیا کہ یہ مجھ پر وقف ہے پس اگر اُس کا دعویٰ باجائز قاضی ہو تو بلا تفاق صحیح ہوگا اور اگر قاضی کی بغیر اجازت ہو تو اُس میں دور وایتیں ہیں جن میں سے اصح یہ ہے کہ ایسا دعویٰ نہیں صحیح ہے اُس لیے کہ اُس کا حق فقط اُس کی آمدنی سے متعلق ہے اور کچھ نہیں ہے پس اور کسی چیز کے واسطے محکم نہیں ہو سکتا ہے اور اگر ایک جماعت پر وقف ہو پس ان میں سے ایک نے بدون اجازت قاضی کے دعویٰ کیا کہ یہ وقف ہے تو نہیں صحیح ہے اور اُس میں بھی ایک روایت ہے کوئی مختلف روایت نہیں ہے اور نیز فتاویٰ رشید الدین میں مذکور ہے کہ جو شخص وقف کی آمدنی کا مستحق ہو تو اُس کی آمدنی کا دعویٰ نہیں کر سکتا ہے بلکہ اُس کا دعویٰ متولی کر سکتا ہے یہ فصول عماد یہ میں ہے۔

وقف والے نے چاہا کہ وقف کے معاملات میں دعویٰ کی سماعت کرے اور گواہوں پر یا قسم سے باز رہنے پر حکم کرے تو دیکھا جائے گا کہ اگر سلطان نے اُس کو یہ اختیار دیا ہے خواہ صریح یا بدلا لٹ ثابت ہو تو اُس کا حکم جائز ہوگا ورنہ نہیں یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک زمین ایک حاضر کے قبضہ میں ہے اور دوسری زمین ایک دوسرے کے قبضہ میں ہے جو غائب ہے پس زید نے اُس حاضر پر دعویٰ کیا کہ یہ دونوں زمینیں مجھ پر وقف ہیں کہ ان دونوں کو اُس کے دادا نے مجھ پر اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد پر وقف کیا ہے تو شیخ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ دونوں زمینیں وقف کرنے والے کی تھیں اور اُس نے ان دونوں کو ایک ساتھ وقف کیا ہے تو دونوں زمینوں کے وقف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر گواہوں نے ان کے جدا جدا وقف کرنے کی گواہی دی تو فقط اسی زمین کے وقف ہونے کا حکم دے گا جو حاضر کے قبضہ میں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ دو بھائیوں کے درمیان ایک وقف ہے جن میں سے ایک مر گیا اور یہ وقف میت کی اولاد اور دوسرے زندہ کے پاس رہا پھر زندہ نے اپنے بھائی کی اولاد میں سے ایک کے اوپر گواہ قائم کیے کہ یہ وقف بطن بعد بطن ہے یعنی جب اول پشت والے گذر جائیں تب دوسری پشت والوں کو ملے اور حال یہ ہے کہ باقی اولاد برادر میت غائب ہیں اور وقف کرنے والا ایک اور وقف ایک ہی تو گواہ مقبول ہوں گے اور بھائی کا یہ فرزند جو حاضر جس پر دعویٰ کیا ہے یہ سب باتوں کی طرف سے بھی خصم ہوگا اور اگر برادر میت کی اولاد نہ گواہ دیے کہ یہ وقف ہم پر اور تجھ پر مطلقاً ہے یعنی بطن بعد بطن کی قید نہیں ہے تو برادر زندہ یعنی جس نے بطن بعد بطن وقف کے گواہ قائم کیے ہیں اُس کے گواہ اولیٰ ہوں گے یعنی وہی مقبول ہوں گے یہ قیہ میں ہے۔ ایک باغ انکور زید کے قبضہ میں ہے اُس کا عمرو نے دعویٰ کیا پس زید نے کہا کہ میں نے اُس باغ کو وقف کے شرائط کے ساتھ وقف کیا ہے اور عمرو کے پاس گواہ نہیں ہیں پس عمرو نے زید سے قسم طلب کی تو اگر عمرو نے اُس غرض سے قسم چاہی ہے کہ اگر یہ قسم سے انکار کرے تو میں باغ مذکور لے لوں تو زید پر قسم عائد نہ ہوگی اور اگر اُس غرض سے قسم چاہی کہ اگر انکار کرے تو اُس سے قیمت لے لوں تو

زید پر قسم عاید ہوگی یہ مضمرات میں ہے ایک بیت^۱ کے اوپر دوسرا بیت ہے اور یہ بیت متصل المسجد ہے کہ مسجد کی صف میں نیچے والے بیت کی صف سے متصل ہے اور نیچے والے بیت میں گرمیوں و جازوں میں نماز پڑھی جاتی ہے پھر اہل مسجد نے اور ان لوگوں نے جو اوپر والے بیت میں رہتے ہیں اختلاف کیا اور اوپر کے بیت والوں نے کہا کہ یہ ہماری ملکیت میں بطریق میراث آیا ہے تو قول انہی کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ زید نے ایک مکان پر جو عمرو کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ مکان اپنی اصل و عمارت سے میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ فلاں مسجد کی حاجات و اصلاح کے واسطے وقف ہے پس مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے اور اُس کے نام حکم دے دیا گیا اور اُس کے واسطے اُس کی ملکیت کا بجل قاضی نے لکھ دیا پھر مدعی نے اقرار کیا کہ اصل مکان یعنی زمین و رقبہ اُس کا وقف ہے اور اُس کی عمارت میری ہے تو اُس کا دعویٰ اور حکم و بجل سب باطل ہو گیا ایسا ہی فتاویٰ اہل سرقتہ میں لکھا ہے کذا فی المضمرات۔ ایک نے ایک مکان کا دعویٰ کیا اور اُس کے نام اُس کی ملکیت کا حکم ہو گیا پھر متولی نے دعویٰ کیا کہ اُس کی زمین وقف ہے اور گواہ قائم کئے پس اگر مدعی مذکور نے مکان کا دعویٰ زمین و عمارت سمیت کیا تھا تو متولی کے گواہ قبول نہ ہوں گے اور اگر اُس نے دعویٰ مکان مع اُس کی عمارت کے نہیں کیا تھا تو زمین وقف رہے گی اور اگر ایک مکان کا دعویٰ کیا اور قبضہ حاصل کر لیا پھر متولی نے رقبہ مکان کا استحقاق ثابت کر دیا تو اُس کی عمارت مدعی کی ملک میں باقی رہے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک مکان دو بھائیوں پر وقف ہے جس میں سے ایک غائب ہو گیا اور جو حاضر رہا اُس نے نو برس تک اُس کی آمدنی وصول کی پھر جو حاضر تھا یہ سر گیا اور اپنا وصی چھوڑا پھر جو غائب ہو گیا تھا وہ حاضر آیا اور اُس نے وصی سے اپنا حصہ غلہ کا مطالبہ کیا تو فقیر ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ جو حاضر تھا جس نے آمدنی وصول کی ہے اگر وہی اُس کا متولی تھا تو غائب مذکور کو اختیار ہوگا کہ اپنے حصہ حاصلات کو اُس کے ترکہ سے وصول کر لے اور اگر خاص وصول کرنے والا اُس وقف کا متولی نہ ہو لیکن بات یہ تھی کہ دونوں بھائیوں نے ساتھ ہی اُس وقف کو اجارہ پر دیا تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُس کو اجارہ پر فقط اسی حاضر نے دیا تھا تو قضاء پوری اجرت اسی حاضر کی ہوگی مگر سب اُس کو حلال نہ ہوگی بلکہ جو وصول کی ہے اُس میں سے بقدر حصہ غائب کے صدقہ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید کے قبضہ میں نصف مکان ہے عمرو نے دعویٰ کیا کہ میں نے اُس دار کو وقف کیا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ میری ملک تھا اور پورے مکان کے وقف کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہوں گے اُس واسطے کہ مدعی نے پورے دار کے وقف کا دعویٰ کیا ہے مگر بات اتنی ہے کہ اُس نے گواہ قائم کیے ایک قابض نے جتنا اُس کے قبضہ میں تھا پس کل میں یہ بھی آگیا اور کل اُس کا مقبوضہ وقف کیا ہوا ثابت ہوا یہ مضمرات میں ہے۔

اگر کسی نے وقف میں کچھ دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ ان لوگوں کے مقابلہ میں جن پر وقف ہے مسوع نہ ہوگا بلکہ بمقابلہ قیم کے یا وقف کنندہ کے مسوع ہوگا یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے اور اگر متولی نے وقف ہونے پر گواہ قائم کیے اور کسی مدعی نے اپنی ملک ہونے پر گواہ دیے اور فی الحال قبضہ متولی کا ہے تو قابض کے گواہ مسوع نہ ہوں گے بلکہ غیر قابض مدعی کے گواہوں پر حکم ہوگا پھر اگر اُس کے بعد متولی نے خارج ہو کر وقف ہونے کے گواہ دیے تو مسوع نہ ہوں گے^(۱) اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ متولی قابض کے گواہ وقف ہونے کے قبول ہوں گے اور مدعی غیر قابض کے گواہ ملک مقبول نہ ہوں گے مگر فتویٰ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر خالد نے ایک مکان کی ملک کا دعویٰ کیا اور مکان مذکور ایک متولی کے قبضہ میں ہے اور وہ کہتا ہے کہ اُس کو زید نے فلاں مسجد پر وقف کیا ہے اور قاضی نے مدعی یعنی خالد کے نام حکم دے دیا پھر دوسرا متولی آیا اور اُس نے خالد یعنی مدعی مذکور پر دعویٰ کیا کہ اُس کو عمرو نے فلاں مسجد پر وقف کیا ہے تو دعویٰ و گواہ مقبول ہوں گے اور اگر قاضی نے کسی کو حکم دیا کہ مکان وقف کو ماہواری

کرا یہ پر دیا کرے تو یہ شخص کسی مدعی کا خصم نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر اراضی کا کاشت کار ہو تو اس پر بھی دعویٰ نہیں صحیح ہوتا ہے خواہ اراضی وقف کا کاشت کار ہو یا غیر وقف کا اور اسی طرح اگر کاشت کار کے پاس اراضی کی آمدنی جمع ہوتی ہے یا مکان وقف کی آمدنی جمع ہوتی ہو اگر اس کا کسی نے دعویٰ کیا تو اس کاشت کار یا غلہ دار کے اوپر نہیں صحیح ہے یہ خزانہ ائمین میں ہے۔

فصل دوم:

گواہی کے بیان میں

اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے اپنی زمین وقف کی ہے اور گواہوں نے اس زمین کی حدود بیان نہ کیے تو گواہی باطل ہے اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک نے حدود بیان کیے اور دوسرے نے نہ بیان کیے تو بھی یہی حکم ہے کہ گواہی باطل ہے اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنی وہ زمین جو فلاں مقام پر ہے وقف کی اور دونوں نے کہا کہ ہم سے اس نے اس کے حدود بیان نہ کیے تو گواہی باطل ہے اور امام خصاص نے فرمایا لیکن اگر یہ اراضی مشہور ہو کہ اس کی شہرت کی وجہ سے اس کے حدود بیان کرنے کی حاجت نہ رہی ہو تو ایسی صورت میں اس کے وقف ہونے کا حکم دوں گا اور اگر گواہوں نے اس کی دو حدیں بیان کی ہوں تو ہمارے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ گواہی غیر مقبول ہے اور اگر گواہوں نے تین حدیں بیان کی ہوں تو ہمارے علمائے شیعہ کے نزدیک گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر گواہوں نے اس کی تین حدیں بیان کیں اور کہا کہ ہمارے سامنے اس نے فقط انہی تین حدود کا اقرار کیا تھا تو گواہی جائز ہوگی یہ حاوی میں ہے اور امام خصاص سے دریافت کیا گیا کہ جب ہم نے تین حدود کی گواہی قبول کی تو چوتھی حد کی نسبت کیونکر حکم کریں تو فرمایا کہ بمقابلہ تیسری حد کے قرار دوں گا کہ وہ حد اول کے شروع تک پہنچ جائے یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنی زمین جو فلاں مقام پر ہے وقف کی اور ہم سے اس کے حدود بیان کیے تھے مگر ہم بھول گئے ہیں تو ان کی گواہی قبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اس نے اپنی زمین وقف کی اور ہم سے اس کے حدود بیان نہیں کیے لیکن ہم اس کے حدود جانتے ہیں تو ہلال نے ذکر فرمایا ہے کہ قاضی ان کی گواہی قبول نہ کرے گا اور قاضی امام ابو زید شروٹی نے فرمایا کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ باوجود اس کہنے کے گواہوں نے قاضی سے اس کے حدود بیان نہیں کیے اور اگر بیان کئے اور ٹھیک ہیں تو گواہی قبول ہوگی اور امام خصاص نے فرمایا کہ میں اس گواہی کو جائز رکھتا ہوں اور حکم دوں گا کہ زمین مذکور اپنے حدود سے وقف ہے اور گواہوں سے کہوں گا کہ حدود بیان کر دہیں جو حدود بیان کریں گے انہی کے ساتھ حکم دوں گا یہ ظہیر یہ محیط و ذخیرہ میں ہے اور شیخ ہلال نے فرمایا کہ اور اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ اس شخص کی اس شہر میں سوائے اس زمین کے اور زمین نہ تھی تو بھی قبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنی زمین وقف کی اور ہم سے اس کے حدود بیان نہیں کیے لیکن ہم اس کی زمین کو پہچانتے ہیں تو قبول نہ ہوگی کیونکہ شاید وقف کرنے والے کی اور زمین بھی ہو سوائے اس کے جس کو وقف کیا ہے اور جس کو گواہ پہچانتے ہیں اور اسی طرح اگر گواہوں نے یہ کہا ہو کہ ہم اس کی اور کوئی زمین نہیں جانتے ہیں تو بھی گواہی مقبول نہ ہوگی اس لیے کہ شاید اس کی اور زمین ہو مگر اس کو یہ دونوں گواہ نہ جانتے ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنی زمین وقف کی اور ہم سے اس کے حدود بیان نہیں کیے ☆

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے ہم کو گواہ کیا تھا کہ اس نے اپنی وہ زمین وقف کی جس میں یہ ہے اور اس نے ہم سے

حدود بیان نہیں کیے تھے تو گواہی جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُس کی تاویل یہ ہے کہ گواہوں نے اُس کو قاضی سے بیان کر دیا کہ فلاں زمین ہے اور اُس کو گواہ جانتے تھے اور اگر انہوں نے اظہار نہ کیا ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ اُس نے ہم سے اُس کے حدود بیان کیے تھے مگر ہمیں یاد نہیں ہے کہ اُس نے ہم سے کیا زمین کے حدود بیان کیے تھے تو گواہی باطل ہے یہ محیط میں ہے اور دونوں نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین وقف کی اور زمین کے حدود بیان کیے لیکن ہم یہ نہیں جانتے ہیں کہ یہ زمین کہاں واقع ہے تو ان کی گواہی جائز ہے اور مدعی کو تکلیف دی جائے گی کہ گواہ قائم کرے کہ جس کا دعویٰ کرتا ہے وہ یہی زمین ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے کہا کہ ہم کو اُس نے اُس کے حدود پر پھرایا اور حدود کو نام رکھ کر بیان نہیں کیا تو گواہی مقول ہے پس اگر گواہوں نے حدود پر گواہی دی اور کہا کہ ہم پہچانتے نہیں ہیں تو گواہی جائز ہے اور مدعی (جو وقف کا دعویٰ کرتا ہے) کو تکلیف دی جائے گی کہ ایسے گواہ لائے جو حدود کو پہچانتے ہوں یہ حاوی میں ہے۔

اگر دونوں نے گواہی دی کہ اُس نے ہمارے سامنے اقرار کیا کہ اُس نے اپنا حصہ اُس اراضی میں سے جو فلاں مقام پر ہے جس کے حدود نہیں وچناں ہیں اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ موقوفہ کر دیا اُس جہت پر اور آخر میں مساکین پر صدقہ موقوفہ کیا اور یہ حصہ میرا اُس جمیع اراضی میں سے ایک تہائی ہے پھر جب حاکم نے معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ اُس کا حصہ اُس اراضی میں سے ایک تہائی سے زائد ہے تو امام خصاف نے فرمایا کہ اُس کا تمام حصہ وقف گردانا جائے گا انہی وجوہ پر جن پر اُس نے وقف کیا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر اُس کا غلہ ایک قوم پر جن کو بیان کیا ہے اور بعد ان کے مسکینوں پر وقف کیا پھر جن لوگوں پر وقف کیا ہے انہوں نے ان کی تصدیق کی اور انہوں نے کہا کہ اُس نے فقط تہائی ہم پر صدقہ کی ہے تو امام خصاف نے فرمایا کہ ان کی تصدیق کرنا یا خاموش رہنا اُس میں یکساں ہے اور حکم دیا جائے گا کہ اُس نے اپنا سب حصہ وقف کیا ہے مگر اُس تمام میں سے فقط زمین کے تہائی حصہ کی آمدنی ان سب لوگوں کو جن کو معین بیان کیا ہے دی جائے گی اور باقی مسکینوں پر صدقہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے اُس دار میں سے اپنا حصہ یا اُس دار میں سے جو کچھ اُس نے اپنے باپ سے میراث پایا ہے وقف کیا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کس قدر ہے تو قیاساً گواہی جائز نہیں ہے اور استحساناً جائز ہے یہ حاوی میں ہے۔

اگر گواہوں نے وقف کرنے والے پر گواہی دی کہ اُس نے اُس اراضی یا دار میں سے اپنا حصہ وقف کرنے کا اقرار کیا ہے اور اگر گواہوں کو یہ نہیں معلوم کہ اُس کا حصہ اُس میں سے کس قدر ہے تو قاضی اُس وقف کرنے والے کو ماخوذ کرے گا کہ اُس میں سے اپنے حصہ کی مقدار بیان کرے پس جو کچھ حصہ اُس نے بیان کیا اُس میں قول اسی کا قبول ہوگا اور اُس قدر کے وقف ہونے کا اُس پر حکم دیا جائے گا اور اگر وقف کرنے والا مر گیا تو اُس بیان کے واسطے اُس کا وارث اس کے قائم مقام ہوگا پس جو کچھ اُس نے بیان کیا اسی قدر وقف ہونا اُس پر لازم ہوگا یہاں تک کہ قاضی کے نزدیک اُس کے بیان کے سوائے کچھ اور صحیح ہو پھر جب قاضی کے نزدیک جو کچھ صحیح ہوا ہے اُس کے وقف ہونے کا حکم دے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین وقف کی ہے مگر دونوں نے اُس کا مقام بیان کرنے میں باہم اختلاف کیا پس ایک نے کہا کہ اُس نے اپنی زمین جو فلاں مقام پر واقع ہے وقف کی اور دوسرے نے کہا کہ اُس نے اپنی زمین جو فلاں (۱) مقام دیگر میں واقع ہے وقف کی ہے تو گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر دونوں نے اس طرح اختلاف کیا کہ اس نے اپنی زمین جو فلاں مقام پر واقع ہے وقف کی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اُس نے یہ زمین اور ایک

۱۔ یعنی مطالبہ اور پرسش کرے گا ۱۲۔ ۲۔ ملازم کہا جائے گا یہاں تک کہ قاضی کے نزدیک ثابت ہو ۱۲۔

(۱) اذل کے سوائے دوسرا مقام بیان کیا ۱۲۔

دوسری زمین وقف کی ہے جس پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اُس کی بابت گواہی قبول ہوگی اور اُس کے وقف ہونے کا حکم دے دیا جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک نے کہا کہ اُس نے یہ زمین پوری وقف کی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے یہ زمین نصف وقف کی ہے تو نصف پر گواہی قبول ہوگی اور نصف زمین مذکور کے وقف ہونے کا حکم دے دیا جائے گا ایسا ہی شیخ ہلال و امام خصاف نے ذکر فرمایا ہے اور اگر دونوں میں سے ایک گواہ نے کہا کہ اُس نے اُس شخص یا اُس کار خیر کے واسطے تہائی غلہ مقرر کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اُس کے واسطے نصف غلہ قرار دیا ہے تو ان دونوں عالموں کے نزدیک تہائی کی بابت گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ان دونوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اُس نے نصف اُس زمین کا مشاع یعنی بے بانٹا ہوا اور جدا تمیز کیا ہوا وقف ہے اور دوسرے نے کہا کہ اُس زمین کا نصف بانٹا ہوا الگ تمیز کیا ہوا وقف کیا ہے تو گواہی مذکور باطل ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے وقف کی ہے اور دوسرے نے وقف کی ہے یا ایک نے کہا کہ اُس نے کوہ میں وقف کی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اُس نے بھرہ میں وقف کی ہے تو گواہی جائز ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی زمین وقف کی ہے اور دوسرے نے کہا کہ اُس نے اپنی زمین وقف صحیح قطعی فی الحال قرار دی تو گواہی باطل ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُس کو اپنی صحت میں وقف کیا اور دوسرے نے کہا کہ اپنے مرض میں وقف کیا تو دونوں کی گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے عتقار کو فقیروں پر صدقہ وقف کیا گیا قرار دیا ہے دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے اُسکو مسکینوں پر صدقہ موقوف قرار دیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور حاصل یہ ہے کہ جب دونوں گواہ اُسکے صدقہ موقوف ہونے پر متفق ہوئے مگر دونوں میں سے ایک کی گواہی میں کوئی زائد بات ہے جس کو دوسرا اپنی گواہی میں نہیں کہتا ہے تو جتنے پر دونوں متفق ہیں اُس قدر ثابت ہوگا یعنی فقروں پر اُس کا صدقہ ہونا ثابت ہوگا اور اسی سے ہم نے نکالا ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُسکو عبد اللہ پر صدقہ موقوف قرار دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے اُسکو زید پر صدقہ موقوف قرار دیا ہے تو یہ فقیروں پر وقف ثابت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اسکو عبد اللہ و اُسکی اولاد پر وقف کیا ہوا صدقہ قرار دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ عبد اللہ پر صدقہ موقوف قرار دیا ہے تو میں اُس کو عبد اللہ پر صدقہ موقوف ہونے کا حکم دوں گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ زمین اُس نے وقف کی ہم دونوں پر یا ہم میں سے ایک پر یا ہماری

اولاد پر یا ہماری عورتوں پر یا ہمارے والدین پر یا اپنی قرابت پر ☆

امام خصاف نے اپنی وقف میں بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس شخص نے اُس کو عبد اللہ و زید پر صدقہ موقوف کر دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے خالصہ عبد اللہ پر صدقہ وقف کیا ہے تو ہم اُس میں سے نصف کا واسطے عبد اللہ کے اور نصف باقی کا واسطے فقیروں کے حکم دیں گے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو امام خصاف نے فرمایا ہے کہ ہم عبد اللہ کے واسطے تصرف عتقار کا حکم دیں گے یہ سب اماموں کے قول پر ہونا واجب ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک نے گواہی دی کہ یہ فقیروں پر وقف ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ ثواب کے کاموں پر وقف ہے تو گواہی جائز ہوگی اور وقف مذکور کی حاصلات فقیروں پر صدقہ ہوگی یہ حاوی میں ہے۔

امام خصاف نے اپنی وقف میں بیان فرمایا ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُس زمین کو فقیروں و مسکینوں پر صدقہ موقوف کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے اُس کو فقیروں و مسکینوں و کارہائے خیر و ثواب پر صدقہ موقوف کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی اراضی کو فقیروں و مسکینوں پر صدقہ موقوف قرار دیا ہے اور دوسرے نے

گواہی دی کہ اُس نے اپنی اراضی کو فقیروں و مسکینوں اور اپنی قرابت کے فقیروں پر صدقہ موقوفہ کیا ہے تو فرمایا کہ یہ زیادتی (۱) مثل کار ہائے ثواب کے زیادتی کے نہیں ہے اُس واسطے کہ جس نے قرابت کے فقیروں کو زیادہ کیا ہے اُس نے فقیروں و مسکینوں کے واسطے تمام حاصلات کی گواہی نہ دی یہ محیط میں ہے۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ زمین اُس نے وقف کی ہم دونوں پر یا ہم میں سے ایک پر یا ہماری اولاد پر یا ہماری خورتوں پر یا ہمارے والدین پر یا اپنی قرابت پر حالانکہ یہ دونوں گواہ اُس کی قرابت میں سے ہیں یا آل عباس پر حالانکہ یہ دونوں آل عباس سے ہیں یا اپنے آزاد کیے ہوؤں پر حالانکہ یہ دونوں بھی اُس کے آزاد کیے ہوؤں میں سے ہیں تو ایسی گواہی باطل ہے اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ اُس نے یہ زمین ہم دونوں اور فلاں قوم پر وقف کی ہے تو پوری گواہی باطل ہے پھر اگر دونوں نے کہا کہ جو کچھ اُس نے ہمارے واسطے قرار دیا ہے ہم اُس کو قبول نہیں کرتے ہیں تو باقیوں یعنی فلاں قوم کے حق میں ان کی گواہی جائز ہو گی کہ ان کو جو ان کے واسطے بیان کیا ہے دیا جائے گا اور ان دونوں گواہوں کا حصہ فقیروں کے واسطے قرار دیا جائے گا یہ حاوی میں ہے اور اگر دونوں گواہوں نے وقف کرنے والے کی قرابت کے لیے گواہی دی حالانکہ دونوں خود بھی اُس کی قرابت سے ہیں اور دونوں نے کہا کہ جو اُس نے ہمارے واسطے کیا ہے ہم نے اُس کو قبول نہیں کیا ہے تو بھی ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اگرچہ ان دونوں کی اولاد نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر وقف میں خصوصیت واقع ہوئی پس دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کے پڑوسیوں پر صدقہ موقوفہ ہے حالانکہ دونوں گواہ بھی اُس کے پڑوسی فقیروں میں سے ہیں تو ان کی گواہی جائز ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک اراضی کی نسبت گواہی دی کہ یہ وقف کنندہ کے قرائتی فقیروں پر صدقہ ہے حالانکہ یہ دونوں بھی اُس کے قرائتی فقیروں میں سے ہیں تو دونوں کی گواہی قبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دو مخصوص (دو مردوں) نے گواہی دی کہ اُس نے یہ زمین اپنی قرابت کے فقیروں پر صدقہ موقوفہ کی ہے حالانکہ یہ دونوں بھی اُس کی قرابت سے ہیں مگر گواہی دینے کے روز دونوں تو انگریز ہیں تو گواہی جائز نہ ہوگی اُس واسطے کہ اگر دونوں فقیر ہو جائیں گے تو ان کے واسطے اُس وقف سے حصہ ہوگا یہ حاوی میں ہے اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اُس نے اپنی یہ اراضی اپنی مسجد کے فقیروں پر وقف کی ہے حالانکہ یہ دونوں اُس کی مسجد کے فقیروں میں سے ہیں تو گواہی جائز ہے اور اسی طرح اگر اہل مدرسہ نے مدرسہ کے واسطے وقف ہونے کی گواہی دی تو ان کی گواہی قبول ہوگی اور اگر کسی نے ایک چوکی ایک مسجد پر قرآن شریف پڑھنے کے واسطے یا اہل مسجد پر وقف کی اور اہل مسجد مذکور نے اُس چوکی کے وقف کی گواہی دی تو یہ مسئلہ ہر دو مسئلہ مذکورہ بالا کی نظیر ہے یعنی اہل مدرسہ نے مدرسہ کے واسطے وقف کی گواہی دی یا اہل محلہ نے اُس محلہ کے واسطے وقف کی گواہی دی اُس صورت میں کہ اہل مسجد نے چوکی کے وقف کی گواہی دی تو قبول ہوتی چاہیے اور مشائخ نے ان مسلوں میں جواب میں تفصیل فرمائی ہے چنانچہ اہل مدرسہ کی گواہی میں فرمایا کہ اگر گواہ لوگ اُس وقف مدرسہ سے وظیفہ لیتے ہوں تو ان کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر خود نہ لیتے ہوں تو گواہی قبول ہوگی اور اسی طرح اہل محلہ کی گواہی میں بھی اسی طرح تفصیل فرمائی ہے اور اسی طرح اگر کتب پر وقف ہونے کی گواہی دی اور گواہ کا لڑکا اُس کتب میں ہے تو گواہی قبول نہ ہوگی اور بعض نے فرمایا ہے کہ ان سب صورتوں میں گواہی مقبول ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ فصول عماد یہ میں ہے۔

۱۔ کیونکہ کارہائے خیر میں فقیروں و مسکینوں پر صدقہ کرنا ہے پس فقیروں و مسکینوں پر صدقہ ہوگی اور کل غلامانہ کے لئے ہوگا ۱۲۔ ۲۔ اس واسطے کہ فقراء قرابت خود مستحق ہیں ۱۳۔ ۳۔ اور اگر روزیہ مقرر ۱۴۔ (۱) گواہی مقبول نہ ہوگی ۱۵۔

گاؤں میں ایک کتب و اُس کے معلم پر کوئی اراضی مثلاً وقف صحیح کے ساتھ وقف کی ہوئی ہے اور اُس کو ایک شخص نے غصب کر لیا ☆

ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اُس نے یہ اراضی مساکین پر وقف کی ہے حالانکہ وہ اُس سے انکار کرتا ہے پس مدعی نے اُس کے اُس طرح اقرار کرنے کے گواہ قائم کیے تو میں اُس پر حکم دوں گا کہ یہ اراضی اُس نے مساکین پر وقف کی ہے اور اراضی مذکور اُس کے ہاتھ سے نکال لوں گا یہ محیط میں ہے جامع الفتاویٰ میں ہے کہ گاؤں میں ایک کتب و اُس کے معلم پر کوئی اراضی مثلاً وقف صحیح کے ساتھ وقف کی ہوئی ہے اور اُس کو ایک شخص نے غصب کر لیا پس گاؤں والوں میں سے ایسے لوگوں نے جن کا لڑکا اُس کتب میں نہیں ہے گواہی دی کہ یہ وقف ہے جن کو فلاں بن فلاں نے اُس کتب اور اُس کے معلم پر وقف کیا ہے تو ان کی گواہی جائز ہوگی یہ تارخانہ میں ہے دو گواہوں نے ایک اراضی کی بابت گواہی دی کہ فلاں نے اُس کو مسجد یا مقبرہ یا کارواں سرائے کر دیا پھر دونوں نے اُس سے رجوع کیا تو یہ اراضی جس کی بابت اُس طرح وقف ہونے کی گواہی دی تھی وہ وقف رہے گی اور جس شخص پر انہوں نے یہ گواہی دی تھی اُس کو اُس اراضی کی اُس روز کی قیمت جس روز قاضی نے مدعا علیہ پر حکم دیا ہے تاوان دیں گے اور اسی طرح اگر دونوں نے گواہی دی کہ اُس نے مساکین پر اور فلاں پر پھر مساکین پر وقف کیا ہے پھر دونوں نے رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں ہے۔ وقف پر گواہی دینا شہرت پر جائز ہے یعنی مشہور ہو کہ وقف ہے تو گواہ کو جائز ہے کہ اُس کے وقف ہونے پر گواہی دے اور اُس کے شرائط^(۱) پر اُس طرح گواہی دینا نہیں جائز ہے یہ سراجیہ میں ہے اور شیخ ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ بیان کرنا ضروری ہے کہ کس جہت پر وقف ہے مثلاً گواہی دیں کہ مسجد پر وقف ہے یا مقبرہ پر وقف ہے یا اُس کے مانند اور جہت بیان کریں حتیٰ کہ اگر گواہوں نے جہت کو اپنی گواہیوں میں بیان نہ کیا تو گواہی قبول نہ ہوگی اور یہ جو مشائخ نے فرمایا کہ وقف کے شرائط پر گواہی قبول نہیں ہے اُس کے یہ معنی ہیں کہ جب گواہوں نے جہت وقف کو بیان کیا اور یوں گواہی دی کہ اُس جہت (شہرت پر) پر وقف ہے تو ان کو یہ نہ چاہیے کہ کہیں کہ اُس کی آمدنی سے پہلے اُس جہت پر صرف کیا جائے گا پھر اُس جہت پر علیٰ ہذا القیاس اور اگر انہوں نے اُس طرح بھی بیان کیا تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور وقف میں گواہان اصل کی گواہی پر گواہی بھی مقبول ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے اسی طرح شہادت باجماع بھی مقبول ہے یعنی حال سن کر اعتماد کر کے اُس کے موافق گواہی ادا کرنی جائز ہے پس اگر گواہوں نے تسامع سے گواہی دی اور دونوں نے کہا کہ ہم تسامع سے گواہی دیتے ہیں تو دونوں کی گواہی قبول ہوگی اگر چہ انہوں نے یہ تصریح کر دی کہ ہم تسامع سے گواہی دیتے ہیں اُس لیے کہ بسا اوقات گواہ کا سن کل میں برس کا ہے اور وقف کی تاریخ سو برس ہے یعنی سو برس ہوئے جب سے وقف ہے تو قاضی کو یقیناً معلوم ہوگا کہ یہ گواہ آنکھ سے دیکھی بیان نہیں کرتا ہے بلکہ تسامع سے بیان کرتا ہے پس اُس صورت میں تصریح کر دینا اور خاموش رہنا دونوں یکساں ہیں اور شیخ ظہیر الدین نے اُس طرف اشارہ کر دیا ہے اور یہ بخلاف دیگر معاملات کے جن میں تسامع سے گواہی جائز ہے ثابت ہوا کیونکہ دیگر معاملات میں جن میں تسامع سے گواہی جائز ہے اگر گواہ نے تصریح کر دی کہ میں تسامع سے گواہی دیتا ہوں تو مقبول نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

نوازل میں مذکور ہے کہ شیخ ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک صدقہ موقوفہ پر ایک ظالم نے ظلم سے قبضہ کیا اور اُس کے وقف ہونے سے انکار کیا پس آیا اُس گاؤں والوں کو جائز ہے کہ یہ گواہی دیں کہ یہ فقیروں کے واسطے ہے تو فرمایا کہ جس نے وقف

کرنے والے سے سنا ہو اُس کو ایسی گواہی دینی جائز ہے اور جس نے نہیں سنا ہے اُس کو نہیں جائز ہے یہ تارخانیہ میں ہے۔ ایک زمین ایک شخص کے قبضہ میں ہے اُس پر ایک قوم نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے یہ زمین ہم پر وقف کی تھی تو یہ لوگ کچھ مستحق نہ ہوں گے اُس واسطے کہ شاید اُس نے اپنی ملک وقف نہ کی ہو کیونکہ آدمی کبھی اپنی غیر مملوک چیز وقف کرتا ہے حالانکہ وہ وقف صحیح نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے یہ زمین وقف کی درحالیکہ اس کے قبضہ میں ہے تو بھی کچھ ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ شاید اس کے قبضہ میں بسبب ودیعت یا غصب کے ہو یاں اگر گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں نے اُس زمین کو ان پر وقف کیا در حال یہ کہ وہ اُس کا مالک تھا تو اُس زمین کے وقف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور وقف کنندہ کے وارث یا وصی کی حاضری کی ضرورت نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے۔

☆ منسلک

اس فصل کے متصلات سے ذیل کے مسائل ہیں

ایک شخص ایک شہر کے قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ تجھ سے پہلے جو قاضی یہاں تھا میں اُس کا امین تھا اور میرے قبضہ میں ایک شخص کا جس کا نام فلاں بن فلاں تھا صدقہ موقوفہ ہے جس کو اُس نے ایک قوم معلوم پر وقف کیا اور ان لوگوں کو اُس نے بیان کر دیا تو اُس کا قول قبول ہوگا بشرطیکہ وقف کرنے والے کے وارث نہ ہوں اور سوائے اُس شخص کے قول کے اُس صدقہ کی بابت اور کچھ معلوم نہ ہو اور اگر وقف کرنے والے کے وارث ہوں اور انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے درمیان میراث ہے وقف نہیں ہے تو قول وارثوں کا قبول ہوگا اور وہ ان کے درمیان میراث ہوگا اور اگر وارثوں نے کہا کہ یہ ہم پر اور ہماری نسل پر اور بعد اُس کے مساکین پر وقف ہے اور جس شخص کے قبضہ میں اُس نے کہا کہ یہ سوائے تمہارے فقیروں و مسکینوں پر وقف ہے تو قول وارثوں کا قبول ہوگا اور اگر اُس شخص نے جس کے قبضہ میں یہ اراضی ہے کہ یہ فقیروں و مسکینوں پر وقف ہے اور یہ نہ کہا کہ اُس کو فلاں شخص نے وقف کیا ہے اور ایک قوم نے کہا کہ یہ ہم پر اور ہماری نسل پر وقف ہے اُس کو ہمارے باپ نے وقف کیا ہے تو قاضی اُس کے وقف ہونے کا حکم دے دے گا اور وارثوں کے قول پر لحاظ نہ کرے گا یہ سب اجناس ناظمی میں مذکور ہیں یہ محیط میں ہے۔

جن وقفوں پر زمانہ دراز گزر گیا اور اُس کے وارث اور وہ گواہ جو اُس کے وقف ہونے پر گواہ ہوئے تھے مر گئے پس اگر اُس کے رسوم قاضیوں کے دفتروں میں موجود ہوں کہ ان پر عمل درآمد ہوتا ہو تو جب اُس وقف کے لوگوں میں تنازع ہوگا تو انہی رسوم کے موافق عمل کیا جائے گا جو قاضیوں کے دفتروں میں موجود ہیں اور اگر اُس کی رسوم قاضیوں کے دفتر میں نہ ہوں کہ ان پر عمل ہوتا ہو تو یہ وقف صدقہ موقوفہ قرار دیا جائے گا یعنی اُس کے مصرف کی بابت حکم نہ ہوگا پھر جس شخص نے اُس وقف میں اپنا حق ثابت کیا اُس کے واسطے حکم دیا جائے گا اور یہ سب اس وقت ہے کہ وقف کرنے والے کے وارثوں میں باقی نہ ہوں اور اگر باقی ہوں اور اہل وقف نے تنازع کیا تو دونوں صورتوں میں واقف کے وارثوں کی طرف رجوع کیا جائے گا پھر جب انہوں نے کچھ اقرار کیا تو ان کے اقرار کو لیا جائے گا پھر اگر یہ مستحق رہا تو دفتر قاضی کے رسوم کی طرف رجوع کی جائے گی اور اگر یہ بھی مستحق نہ رہا تو یہ صدقہ موقوفہ کر کے چھوڑ دی جائے گی یہاں تک کہ اُس کے رسوم پر دلیل قائم ہو یہ مضمرات میں ہے۔ پھر اگر ان لوگوں نے جو باہم جھگڑا کرتے ہیں آپس میں صلح کر لی اور اُس کو لینا چاہا تو استحساناً قاضی کو روا ہے کہ اُس کی آمدنی ان میں تقسیم کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اراضی ایک شخص

کے قبضہ میں ہو اور وہ کہتا ہے کہ یہ اراضی فلاں شخص کی تھی اُس نے اُس کو اُس جہت پر وقف کیا اور وارثوں نے کہا کہ نہیں بلکہ میت نے اُس کو ہم پر و ہماری نسل پر اور بعد ان کے مسکینوں پر وقف کی ہے اور یہ جو وارثوں نے کہا ہے یہ اُس قاضی کے بیان کے برخلاف ہے تو قاضی اُس کو اسی طریقہ پر جاری رکھے گا جو وارثوں نے اقرار کیا ہے بشرطیکہ قاضی کو دفتر محکمہ قضاء یعنی سابق کے قاضی کے دفتر سے ایسی تحریر وقف نامہ نہ ملے جس میں اُس کے رسوم مذکور ہوں اور نہ یہ وقف کسی امین کے قبضہ میں ہو بلکہ ایک قابض کی طرف سے ایسا اقرار ثابت ہوا ہو اور اگر یہ وقف امینوں کے قبضہ میں ہو اور اُس کے رسوم سابق قاضی کے دیوان میں پائے جاتے ہوں تو اُس وقف میں سے جو وارثوں کے قبضہ میں نہیں ہے اُس کی بابت وارثوں کا قول قبول نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف مشہور ہے مگر اُس کے مصارف کہ کہاں کہاں صرف کیا جائے گا اور اُس کے مستحقوں کو جو مقدار دی جائے گی وہ مشتبہ ہوتی ہے تو فرمایا کہ زمانہ سابق میں جو اُس کا برتاؤ رہا ہے وہ دیکھا جائے گا کہ اُس کے قیم لوگ کیونکر عمل درآمد کرتے ہیں اور کن لوگوں پر صرف کرتے تھے اور کتنا دیتے تھے پس اسی بنا پر عمل کیا جائے یہ محیط میں ہے۔

کہا کہ میں نے اپنی زمین مشہور و بایں تام کو صدقہ موقوفہ ان وجوہ پر کر دیا اور ان وجوہ کو بیان بھی کر دیا ☆
فتاویٰ فضلی میں مذکور ہے کہ اوقاف والے کے قبضہ میں ایک وقف ہے اور اُس کے وقف نامہ میں مذکور ہے جو اُس کے فقہ سے بچے وہ اُس کو چہ کے فقیروں پر جس میں واقف واقع ہے اور ان کے سوائے دیگر مسلمان فقیروں پر صرف کیا جائے تو جو کچھ بچے گا وہ کوچہ مذکور کے ان معین فقیروں پر جو وقف کے روز موجود تھے اور دیگر فقیروں پر اُس طرح صرف کیا جائے گا کہ کوچہ مذکور کے فقیروں میں سے ہر ایک کا ایک حصہ اور باقی فقیروں کا فقط ایک حصہ اُس میں لگایا جائے گا اور کوچہ کے فقیروں میں سے جو مر جائے گا اُس کا حصہ ساقط ہو کر باقیوں اور دیگر فقیروں کے درمیان مذکور بالا طریقہ پر تقسیم ہوگا پھر جب وقف کے روز کے موجودہ فقیر اُس کو چہ کے سب مر جائیں تو بعد اُس کے جو لوگ اُس کو چہ میں فقیر ہوں وہ اور دیگر مسلمان فقیر سب استحقاق میں برابر ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔ وقف انصاف رحمۃ اللہ علیہ میں مذکور ہے کہ ایک نے اپنی اراضی وقف کی پس کہا کہ میں نے اپنی زمین مشہور و بایں تام کو صدقہ موقوفہ ان وجوہ پر کر دیا اور ان وجوہ کو اُس نے بیان بھی کر دیا اور آخر اُس وقف کا مسکینوں کے واسطے کہا ہے اور یہ اراضی ایسی مشہور ہے کہ اُس کی شہرت سے اُس کے حدود بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے تو یہ وقف جائز ہے پھر اگر وقف کرنے والے نے دعویٰ کیا کہ اُس میں سے فلاں کھیت اُس میں داخل نہیں ہوا ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُس اراضی کے حدود مشہور و معروف ہوں اور یہ کھیت اُس حدود کے اندر داخل ہے تو یہ کھیت بھی وقف میں داخل ہوگا اور اسی طرح اگر یہ اراضی اپنے پڑوسی پر بیزار لوگوں کے نزدیک معروف ہو اور یہ کھیت ان کے نزدیک اُس اراضی کی طرف منسوب و معروف ہو تو وہ وقف میں داخل ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو جیسا ہم نے بیان کیا ہے تو اس میں قول وقف کرنے والے کا قبول ہوگا اور یہ کھیت اُس وقف میں داخل نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

باب ہفتم:

وقف نامہ کے متعلق مسکلوں کے بیان میں

ایک شخص نے ایک زمین قابل زراعت وقف کی اور وقف نامہ لکھنے کی اجازت دے دی..... ☆
شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک وقف نامہ میں یوں مذکور ہے کہ وقف کیا فلاں شخص نے اُس چیز کو اپنے آزاد کیے

ہوؤں اور فلاں مدرسہ معلومہ کے مدرس پر اور اُس وقف نامہ میں مقداروں کا اور صحت کی شرطوں کا بیان ہے اور یہ مذکور ہے کہ آخر یہ وقف فقیروں پر ہے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تحریر نہیں صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے اپنی اراضی وقف کی اور اُس کا وقف نامہ لکھا اور اپنے اوپر اُس کے گواہ کروائے پھر وقف کرنے والے نے دعویٰ کیا کہ میں نے اُس کو اس شرط پر وقف کیا تھا کہ میرے واسطے اُس کو بیع کرنا جائز ہے اور یہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اُس شرط کو لکھنے والے نے وقف نامہ میں لکھا ہے یا نہیں لکھا ہے تو دیکھا جائے کہ اگر وقف کنندہ مرد فصیح ہو کہ عربی زبان اچھی طرح سمجھتا ہو اور یہ وقف نامہ اُس کو پڑھ سنایا گیا تھا اور وقف نامہ میں لکھا تھا کہ میں نے بوقف صحیح اُس کو وقف کیا ہے اور اُس نے اقرار کیا کہ جو کچھ اُس میں ہے سب صحیح اور میرا کیا ہوا ہے تو اب اُس کا یہ قول قبول نہ ہوگا اور اگر وقف کرنے والا مرد احمی ہو یعنی غیر فصیح ہو کہ عربی اچھی طرح نہ سمجھتا ہو تو دیکھا جائے کہ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ وقف نامہ اُس کو فارسی میں پڑھ کر سنایا گیا اور اُس نے جو کچھ اُس میں ہے سب کا اقرار کیا تو بھی اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر گواہوں نے ایسی گواہی نہ دی تو اُس کا قول قبول ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ فقط وقف کی تحریر کے ساتھ مخصوص ہو بلکہ سب صلوک یعنی تحریرات کے ساتھ عام ہے یہ ظہیر یہ میں ہے اور فتاویٰ ابواللیث میں مذکور ہے کہ فقہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت سے اُس کے پڑوسیوں نے کہا کہ تو یہ دار وقف کر دے بدیں شرط کہ جب تجھے اُس کے فروخت کی حاجت پیش آئے تب تو اُس کو فروخت کر دے پھر لکھنے والوں نے وقف نامہ بغیر اُس شرط کے تحریر کر کے عورت مذکورہ سے کہا کہ ہم نے یہ کام کر دیا اور عورت نے اُس پر گواہ کر دیے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ وقف نامہ اُس عورت کو فارسی میں پڑھ کر سنایا گیا اور وہ سنتی تھی اور اُس نے اُس پر گواہ کر دیے تو یہ مکان وقف ہو جائے گا اور اگر عورت مذکورہ کو نہیں پڑھ کر سنایا گیا تو مکان مذکور وقف نہ ہوگا اور واضح ہو کہ جو حکم دونوں مسئلوں میں ذکر کیا گیا ہے وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر بنتا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر نہیں ہو سکتا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک زمین قابل زراعت وقف کی اور وقف نامہ لکھنے کی اجازت دے دی پس کاتب نے اُس کی وحدیں تو ٹھیک لکھیں اور وحدوں کے لکھنے میں غلطی کی تو اُس میں دو صورتیں ہیں کہ اگر وہ دونوں حدیں جن کے لکھنے میں کاتب غلطی کر گیا ہے اسی جانب میں ہوں لیکن ان دونوں حدوں اور اُس زمین محدود کے درمیان میں کسی غیر کی زمین یا باغ انکور یا مکان ہو تو وقف صحیح ہوگا اور اگر یہ دونوں حدیں جن میں غلطی کی ہے اُس جانب میں نہ پائی جاتی ہوں تو وقف باطل ہے لیکن اگر یہ زمین ایسی مشہور ہے کہ بوجہ اپنی شہرت کے حدود بیان کرنے کی محتاج نہ ہو تو ایسی حالت میں وقف مذکور جائز ہوگا یہ وجہ میں ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی تمام اراضی جو کسی گاؤں میں واقع ہے کسی قوم پر وقف کرنی چاہی اور اپنے مرض کی حالت میں اُس کا وقف نامہ لکھنے کا حکم دیا پس کاتب اُس تمام اراضی میں سے کھیت یا باغ انکور کے بعض قطعات لکھنا بھول گیا پھر یہ وقف نامہ اُس وقف کرنے والے کو پڑھ کر سنایا گیا اُس میں یہ لکھا تھا کہ فلاں بن فلاں نے اپنی تمام اراضی جو اُس گاؤں میں واقع ہے اور وہ کذا و کذا قطعات ہیں فلاں بن فلاں پر وقف کی اور اُس میں اُس کے حدود بیان کیے گئے ہیں مگر وہ قطعات جن کو کاتب لکھنا بھول گیا ہے وقف نامہ مذکور پڑھنے کی حالت میں اُس شخص کو نہیں سنائے گئے پھر وقف کرنے والے نے اُس سب کا اقرار کیا تو شیخ ابوالصیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر وقف کرنے والے نے اپنی صحت کی حالت میں وقف کیا ہے اور اُس نے یہ خبر دی کہ میری مراد یہ تھی کہ جو کچھ میری ملک اُس گاؤں میں ہے مذکورہ وغیرہ سب میں نے وقف کی تو یہ وقف تمام اُس ملک پر واقع ہوگا جو اُس نے مراد رکھی ہے اور اسی طرح اگر وقف کرنے والا مر گیا حالانکہ وہ قبل مرنے کے اپنی نیت کی خبر دے چکا ہے تو جیسے اُس نے بیان کیا ہے اسی طرح وقف ہوگا یہ فتاویٰ

قاضی خان میں ہے۔

اگر متولی و وصی کے واسطے وصایت نامہ تحریر کیا اور اُس تحریر میں اُس کی وصایت و تولیت کی جہت کہ جس کی طرف سے متولی ہے کو ذکر نہیں کیا تو یہ تحریر صحیح نہیں ہے اور اگر یوں تحریر کیا کہ یہ شخص از جانب حاکم وصی ہے یا متولی از جانب حاکم ہے اگر اُس قاضی کو ذکر نہ کیا جس نے اُس کو مقرر کیا تو جائز ہے یہ واقعات حسامیہ و فتاویٰ قاضی خان میں ہے فتاویٰ اہل سرقد میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے وقف کے متولی سے زمین وقف کو جو معلوم لوگوں پر وقف ہے اجارہ پر لیا اور اجارہ نامہ میں یوں لکھا کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں سے جو ایسے وقفوں کا متولی ہے جو فلاں کی طرف منسوب ہیں اور اُس نام سے مشہور ہیں اور وقف کرنے والے کے باپ و دادا کا نام نہ لکھا حتیٰ کہ اُس کی شناخت نہ ہوئی یہ تحریر جائز ہے۔ اس واسطے کہ اگر اُس تحریر میں لکھا جاتا کہ فلاں بن فلاں نے فلاں بن فلاں سے جو اُس طرح متولی وقف ہے حالانکہ یہ وقف معلوم لوگوں پر ہے اجارہ لیا تو جائز تھا اگرچہ وقف کرنے والے کا نام بالکل ذکر نہ کیا جاتا تو صورت مذکورہ بالا میں بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص مثلاً زید کے قبضہ میں ایک زمین ہے (کمیت یا باغ ۱۲) اور ایک شخص مثلاً عمرو (قاضی کے پاس ۱۲) آیا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ یہ زمین وقف ہے اور ایک تحریر لایا جس میں عادل لوگوں و قاضیوں کی تحریریں ہیں مگر یہ لوگ سرچکے ہیں پھر اُس نے قاضی سے درخواست کی کہ اُس کے وقف ہونے کا حکم دیا جائے تو قاضی کو روایت نہیں ہے کہ اُس تحریر کا حکم فضا جاری کرے یہ خلاصہ میں ہے اور اسی طرح اگر کسی مکان کے دروازہ پر ایک لوح جڑی ہو جس پر اُس مکان کا وقف ہونا تحریر ہے تو بھی قاضی اُس لوح کے موافق اُس کے وقف ہونے کا حکم نہ دے گا جب تک کہ گواہاں عادل اُس کے وقف ہونے کی گواہی نہ دیں۔

کذا فی المحیط۔
باب یسفر:

اقرار وقف کے بیان میں

جس شخص کے قبضہ میں ایک زمین ہے اگر اُس نے اقرار کیا کہ یہ وقف ہے تو یہ وقف کا اقرار ہے اور ابتدائی وقف نہیں ہے حتیٰ کہ وقف کے واسطے جو شرائط ہیں وہ اُس میں مشروط نہ ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنی مقبوضہ زمین کے وقف ہونے کا اقرار کیا اور اُس کے وقف کرنے والے کو بیان نہ کیا اور نہ اُس کے مستحقوں کو بیان کیا تو اُس کا اقرار صحیح ہے اور یہ زمین فقیروں پر وقف ہو جائے گی اور میں یہ حکم نہ دوں گا کہ یہ اقرار کرنے والا ہی اُس کا وقف کرنے والا ہے اور نہ یہ حکم دوں گا کہ یہ وقف کرنے والا نہیں ہے لیکن اگر گواہ لوگ یہ گواہی دیں کہ اُس اقرار کرنے والے نے جس وقت اقرار کیا ہے اُس وقت یہ زمین اُس کی ملک تھی تو اقرار کرنے والا ہی اُس کا وقف کنندہ قرار دیا جائے گا یہ محیط سرخسی و فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور استحضار اُس کا متولی بھی اقرار کرنے والا قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ اُس کی آمدنی و حاصلات کو وہ فقیروں پر تقسیم کرے گا لیکن اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دوسرے کو اُس کا وصی مقرر کرے یہ ذخیرہ میں ہے مترجم کہتا ہے کہ اُس مسئلہ میں یہ اعتراض کے قابل بات باقی رہی کہ ایسی گواہی کیونکر قبول ہوگی تو کتاب میں اُس کا جواب یوں ذکر کیا کہ ایسی گواہی قبول ہونے کی تاویل اُس صورت سے ہے کہ اُس اقرار کرنے والے کے سوائے ایک دوسرے شخص نے آکر دعویٰ کیا کہ میں اُس کا وقف کرنے والا ہوں اور چاہا کہ اقرار کرنے والے کے قبضہ سے اپنے قبضہ میں لے لے پس اقرار کرنے والے نے اُس طرح گواہ قائم کیے کہ اُس کا وقف کرنے والا بھی اقرار کرنے والا ہے پس گواہی قبول ہوگی اور مدعی کی خصومت دفع کی جائے گی

اور اقرار کرنے والے کے واسطے اُس وقف کی ایسی ولایت ثابت ہوگی جس پر عزل و ارد نہیں ہو سکتا ہے یعنی وہ معزول نہ ہو سکے گا اور اگر اُس اقرار کنندہ نے ایسے اقرار کے بعد یوں اقرار کیا کہ اُس کا وقف کرنے والا فلاں شخص ہے تو اُس کی طرف سے یہ اقرار قبول نہ ہوگا اور اگر اُس نے کہا کہ اُس کا وقف کرنے والا میں ہوں تو اُس کا قول قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر وقف کا اقرار کیا اور وقف کرنے والے کو بیان کیا مگر اُس وقف کے مستحقوں کو بیان نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ یہ اراضی میرے باپ کی طرف سے صدقہ موقوف ہے اور اُس کا باپ مر چکا ہے تو یہ حکم ہے کہ اگر اُس کے باپ پر قرضہ ہو تو یہ زمین اُس قرضہ میں فروخت کی جائے گی اور اگر اُس کے باپ نے کچھ وصیت کی ہو اُس کی تہائی سے اُس کی وصیت پوری کی جائے گی پھر جو کچھ ان دونوں سے بچ رہے وہ فقیرانہ مختلف ہوگی بشرطیکہ اُس کرنے والے کے ساتھ کوئی دوسرا وارث مقرر نہ ہو اور اگر اُس کے ساتھ دوسرا وارث بھی اقرار کرتا ہو تو جائز ہے نکذانی محیط السرخسی پھر دیکھا جائے گا کہ اگر اقرار کرنے والے نے اپنے واسطے اُس کے متولی ہونے کا دعویٰ نہ کیا تو ولایت اُس کے واسطے نہ ہوگی اور قاضی کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے اُس وقف کا متولی کرے اور اگر اُس نے اپنے واسطے اُس کے متولی ہونے کا دعویٰ کیا تو اُس کا امر صلاحیت پر محمول کر کے استحضار اُس کا قول قبول ہوگا نکذانی محیط اور اگر اُس اقرار کرنے والے کے ساتھ دوسرا وارث ہو جو اس وقف سے انکار کرتا ہو تو اُس اراضی میں سے انکار کنندہ کا حصہ انکار کنندہ کا ہوگا کہ وہ اپنے حصہ پر جس طرح چاہے تصرف کرے اور اُس میں سے اقرار کنندہ کا حصہ موافق اُس کے اقرار کے وقف ہو نکذانی فتاویٰ قاضی خان اور اسی طرح اگر اقرار کنندہ نے کہا کہ یہ اراضی میرے دادا کی طرف سے وقف ہے تو بھی یہی حکم ہے قال المتزجم عربی زبان میں یہ سب اُس صورت میں ہے کہ اُس نے یوں کہا کہ هذه الارض صدقة موقوفة من ابی او من جدی اور اگر اُس نے بجائے لفظ من کے غن کہا یعنی یوں کہا کہ هذه الارض صدقته موقوفة عن ابی یعنی یہ اراضی میرے باپ سے تجاوز ہو کر وقف ہے تو اُس کا یہ قول اپنے باپ کے واسطے اُس کی ملک کا اقرار نہ ہوگا اور وقف جائز نہ ہوگا خواہ اُس کے باپ پر قرضہ ہو یا نہ ہو خواہ اُس کے باپ نے کچھ وصیت کی ہو یا نہیں اور خواہ اُس کے ساتھ دوسرا وارث مقرر ہو یا نہ ہو یہ حاوی میں ہے۔

گواہ ایک ہی ہے اور اگر شخص مذکور مر چکا ہو تو اُس تصدیق و تکذیب کا مدار شخص مذکور کے وارثوں پر ہوگا ☆
یہ شخص اقرار کنندہ یا کوئی دوسرا اُس کا وقف کرنے والا اقرار نہیں دیا جائے گا مگر اُس کی ولایت استحضار اُس مقرر کے واسطے ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر اقرار کنندہ نے وقف کو کسی شخص اجنبی (۱) کی طرف منسوب کیا پس اگر شخص معروف کو ذکر کیا اور اُس کو بعینہ بیان کیا اور اضافت بھی ایسے حروف کے ساتھ بیان کی جو ملک پر دلالت کرے مثلاً عربی زبان میں حرف من سے بیان کی تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ شخص معین معروف زندہ موجود ہے اور وہ حاضر ہے تو اُس کی طرف رجوع کر کے دریافت کیا جائے گا کیونکہ اقرار کرنے والے نے اُس کے ملک ہونے کا اقرار کیا اور اُس پر وقف کرنے کی گواہی دی پس اگر شخص مذکور نے ان دونوں باتوں میں اقرار کنندہ کی تصدیق کی تو یہ سب ان دونوں کی باہمی تصدیق سے ثابت ہو جائے گا اور اگر شخص مذکور نے اقرار ملک میں اُس کی تصدیق کی اور وقف کرنے میں اُس کی تکذیب کی تو ملک ان دونوں کی باہمی تصدیق سے ثابت ہو جائے گی اور وقف اُس وجہ سے ثابت نہ ہوگا کہ گواہ ایک ہی ہے اور اگر شخص مذکور مر چکا ہو تو اُس تصدیق و تکذیب کا مدار شخص مذکور کے وارثوں پر ہوگا جیسے ہم نے شخص مذکور کے زندہ ہونے کی صورت میں

۱۔ اہل ولایت و صاحب اختیار ۱۲۔ یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی مدعی ملک پیدا ہو اور ثابت کرے تو اس کی ملک ثابت ہوگی اور وقف ثابت نہ ہوگا مگر

سردست بحق یعنی یہ شخص اس کا متولی رہے گا شخص ملک کا قاضی شخص بوجہ اقرار کے نہ رہے گا قائل ۱۱۔

(۱) مثلاً زید نے اُس کو وقف کیا ہے ۱۲۔

بیان کیا ہے یعنی سب وارث تصدیق و تکذیب میں متفق ہوں حتیٰ کہ بمنزلہ ایک شخص کے ہو جائیں اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بعض وارثوں نے ملک اور وقف کرنے والوں یا وارثوں میں اس کی تصدیق کی اور بعضوں نے ملک میں تصدیق اور وقف کرنے میں تکذیب کی تو تصدیق کرنے والے کا حصہ وقف ہوگا اور تکذیب کرنے والے وارث (یا وارثوں) کا حصہ اس کی ملک ہوگا کہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کرے کہ کذا فی الحیط پھر اگر سب وارثوں نے اس کی تصدیق کی تو وقف مذکور کی ولایت اس اقرار کنندہ کے واسطے ہوگی اور اگر بعض نے تصدیق اور بعض نے تکذیب کی تو قیاساً اس کے واسطے ولایت ثابت نہ ہوگی اور شیخ ہلال نے فرمایا کہ ہم قیاس ہی کو اختیار کرتے ہیں اور اسی طرح اگر وقف میں سب وارثوں نے اس کی تصدیق کی مگر اس وقف کی ولایت اس مقرر کے واسطے ہونے سے بعض وارثوں نے انکار کیا تو قیاساً اس کے لیے ولایت ثابت نہ ہوگی کذا فی التلخیص یہ مگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر انکار کرنے والے وارثوں پر وہ گواہ یہ گواہی دیں کہ یہ اقرار کرنے والا اس کا متولی ہے تو اس کے واسطے ولایت ثابت ہوگی اور وارثوں کی گواہی اس باب میں مقبول ہے کذا فی الحیط اور اگر مقرر مذکور نے اجنبی کی طرف ایسے حرف سے اضافت کی جو ملک پر یقیناً دلالت نہیں کرتا ہے مثلاً عربی میں حرف عن سے اضافت کی تو مقرر کا قول اس اجنبی کے واسطے ملک ہی کا اقرار نہیں ہے (توقف کہاں ثابت ہوگا) کذا فی خزائن المفتین اور اگر اس نے شخص اجنبی مذکور کو بطور معین^(۱) بیان نہ کیا خواہ اضافت ایسے حرف سے کی جو ملک پر دال ہے یا اور حرف سے کی مثلاً عربی میں کہا کہ هذه الارض صدقة موقوفة من محمد او عن محمد تو اراضی (نظر بحال ظاہر) مذکور وقف ہو جائے گی کذا فی التلخیص یہ پھر اگر اس کے بعد اس نے کسی شخص کو بطور معین بیان کیا تو جب کہ اس نے اقرار اول سے جدا کر کے بیان کیا اور پہلے اقرار میں اس اجنبی کی طرف اضافت ایسے حرف سے تھی جو ملک پر دال ہے مثلاً عربی میں بحرف من تھی تو اب اس کے دوسرے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر اول اقرار میں اضافت بحرف عن تھی یعنی ایسے حرف سے جو ملک پر قطعی دال نہیں ہے تو تصدیق کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر اس نے (اقرار کنندہ نے) وقف کرنے والے اور مستحق وقف دونوں کو بیان کیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ وقف کنندہ کی طرف تصدیق کے واسطے رجوع کیا جائے اگر وہ زندہ ہو یا اس کے وارثوں کی طرف رجوع کیا جائے اگر وہ مر گیا ہو پس اگر وقف کنندہ نے یا اس کے وارثوں نے اس کے وقف ہونے اور وقف کی شرطوں میں سے اس مقرر کی تصدیق کی تو اس کے اقرار کے موافق وقف ہوگا یعنی اس کے وقف ہونے کا اور انہی شرطوں و استحقاق پر وقف ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر وقف کنندہ نے یا اس کے وارثوں نے اس کے اقرار کی تکذیب کی تو نہ وقف ثابت ہوگا اور نہ شرطیں یہ حاوی قدسی میں ہے اور اگر وقف ہونے کا اقرار کیا اور اس کے وقف کرنے والے کو ذکر نہ کیا اور جو لوگ اس وقف کے مستحق ہیں ان کو بیان کیا مثلاً یوں کہا کہ یہ اراضی میرے نفس اور میری اولاد اور میری نسل پر وقف ہے تو اس کا اقرار قبول کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اس وقف کی ولایت اسی مقرر کے واسطے استحقاق ہوگی اگر چہ قیاساً نہ ہوگی پھر اگر کسی دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ اراضی مجھ پر وقف ہے اور پہلے اقرار کرنے والے نے اس کی تصدیق کی تو وہ فقط اپنے حصہ میں تصدیق کیا جائے گا اور اپنی اولاد و اپنی نسل کے حصہ میں تصدیق نہ کیا جائے گا یہ حاوی میں ہے۔

۱۔ اگر دو وارثوں نے سن کر وارثوں پر گواہی دی کہ متولی اس وقت کا یہ مقرر ہے تو مقبول ہے ۱۲۔ ۲۔ یوں کہا کہ هذه الارض صدقة موقوفة عن زید اور اولاد صیرت میں من زید کہا تھا ۱۳۔ ۳۔ جو اس کے قبضہ میں ہے اور یہ میرا شمار و یادگار ہے حافظہ ۱۴۔ ۴۔ خالی اس اقرار کے ساتھ دوسرے کو اس مقرر کے حصہ میں سے حصہ رسد ملے گا اور یہ نہ ہوگا کہ اس کی اولاد و نسل سب کے ساتھ وہ مسادہ حصہ رسد شریک کیا جائے ۱۵۔

اگر اقرار کیا کہ یہ اراضی اُس جہت پر صدقہ موقوفہ ہے اور جہت کو بیان کر دیا پھر اُس کے بعد جہت صدقہ دوسری بیان کی تو قیاساً و استحساناً اُس کا دوسرا قول قبول نہ ہوگا ☆

اگر کسی شخص نے اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ یہ اراضی قوم معلوم پر جن کو اُس نے بیان کر دیا وقف ہے پھر اُس کے بعد اُس نے اقرار کیا کہ یہ اراضی دوسروں پر وقف ہے یعنی جن کو بیان کیا تھا وہ نہیں بلکہ اوروں پر وقف ہے یا جن کو پہلے بیان کیا تھا ان میں کچھ اور لوگ بڑھادیے یا ان میں سے کچھ لوگ کم کر دیے تو اُس کے دوسرے اقرار کی طرف التفات نہ کیا جائے گا بلکہ اُس کے پہلے اقرار پر عمل درآمد ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اقرار کیا کہ یہ اراضی اُس جہت پر صدقہ موقوفہ ہے اور جہت کو بیان کر دیا پھر اُس کے بعد جہت صدقہ دوسری بیان کی تو قیاساً و استحساناً اُس کا دوسرا قول قبول نہ ہوگا اور حاصلات وقف اسی جہت پر صرف ہوتی رہے گی جس کو اُس نے پہلے بیان کیا تھا یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت بیان کیا کہ یہ وقف ہے اور اتنا کہہ کر خاموش ہو رہا پھر کہا کہ یہ زمین فلاں و فلاں پر وقف ہے یعنی عدد معلوم کا نام لیا تو قیاساً اُس کا دوسرا قول قبول نہ ہوگا اور استحساناً قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ یہ اراضی صدقہ موقوفہ فلاں شخص معین پر ہے پھر اُس کے بعد جدا کر کے کہا کہ پہلے فلاں شخص معین سے شروع کیا جائے گا تو اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر دوسرا قول اُس نے پہلے قول سے ملا ہوا کہا تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرا قول بھی قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس کا دوسرا قول قبول نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اپنی مقبوضہ زمین کی نسبت اقرار کیا کہ فلاں قاضی نے مجھے اُس زمین کا متولی کیا ہے اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے تو قیاساً اُس کا متولی ہونے کا قول قبول نہ ہوگا اور استحساناً یہ حکم ہے کہ جس قاضی کے حضور میں یہ اقرار ہے وہ قاضی ایک زمانہ تک انتظار کرے پھر اگر قاضی کے نزدیک سوائے اُس کے جو اُس نے اقرار کیا ہے کچھ اور ظاہر نہ ہو تو جس طور پر اُس نے اقرار کیا ہے اسی طور پر اُس کا اقرار جائز کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اُس نے اقرار کیا کہ قاضی نے اُس زمین پر میرے والد کو متولی کر دیا تھا پھر میرے والد نے وفات پائی اور مجھے اُس کا وصی مقرر کیا اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ان سبیلوں پر ہے تو اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اُس نے یوں اقرار کیا کہ یہ اراضی میرے والد کے قبضہ میں تھی یا کہا کہ یہ اراضی فلاں شخص کے قبضہ میں تھی پھر اُس نے مجھے وصی مقرر کر دیا اور یہ زمین صدقہ موقوفہ ہے تو بھی اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ زمین فلاں شخص کے قبضہ میں تھی اور اُس نے مجھے اُس کا وصی مقرر کر دیا ہے تو بھی اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اُس کو حکم دیا جائے گا کہ اُس زمین کو فلاں مذکور کے وارث کو سپرد کر دے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص غیر کی زمین کو کہا کہ یہ صدقہ موقوفہ ہے پھر خود اُس کا مالک ہو گیا تو وقف ہو جائے گی یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے ایک زمین ایک شخص کے وارثوں کے قبضہ میں ہے جنہوں نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اُس کو وقف کیا ہے مگر ہر ایک وارث نے جہت وقف مختلف بیان کی یعنی جو ایک نے بیان کی ہے دوسرے نے اُس کی غیر جہت بیان کی تو قاضی ان سب کا اقرار قبول کرے گا اور ہر ایک کے حصہ کی حاصلات کو اسی جہت میں صرف کرے گا جو اُس نے بیان کی ہے اور اُس وقف کے متولی مقرر کرنے کا اختیار قاضی کو ہوگا کہ جس شخص کو چاہے اُس کا متولی مقرر کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے پھر اگر ان وارثوں میں کوئی شخص صغیر ہو یا غائب ہو تو قاضی حصہ صغیر کو روک رکھے گا یہاں تک کہ وہ بالغ ہو اور حصہ غائب کو بھی روک رکھے گا یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اور اگر وارثوں میں سے بعض نے اقرار کیا کہ ہمارے والد نے ہماری اولاد نسل پر وقف کیا ہے اور بعضوں نے اُس سے انکار کیا تو جنہوں نے وقف کا اقرار کیا ہے ان

کا حصہ اسی جہت پر وقف ہوگا جو انہوں نے انکار کیا ہے اور جنہوں نے انکار کیا ہے ان کا حصہ ان کی ملک ہوگا مگر اقرار کرنے والوں کے حصہ کی آمدنی میں انکار کرنے والے داخل نہ ہوں گے پھر اگر انکار کرنے والوں نے اپنے حصوں میں سے کچھ فروخت کر دیا پھر اقرار کرنے والوں کی تصدیق کی طرف رجوع کیا یعنی اقرار کرنے والوں کے قول کی تصدیق کی تو جس قدر ملک ان کے قبضہ میں باقی ہے اسی قدر کے حق میں ان کی تصدیق کی جائے گی اور جس قدر انہوں نے فروخت کر دی ہے اس کے حق میں تصدیق نہ ہوگی لیکن اگر خریدنے والا ان کے قول کی تصدیق کرے تو جس قدر فروخت کیا ہے وہ بھی وقف میں شامل ہوگا اور اگر مشتری نے ان کے قول کی تکذیب کی تو فروخت کرنے والے اس قدر ملک کی قیمت جس قدر انہوں نے فروخت کی ہے تاوان داخل کریں گے اور اس قیمت سے دوسری زمین خرید کی جائے گی جو باقی ماندہ زمین کے ساتھ اسی جہت پر وقف ہوگی جو انہوں نے اقرار کی ہے (قال المترجم ثم اعلم ان العبارة التي وجدت في النسخة بعد ذلك وهي ماتت لوه غير مربوط فكلانها مصحفة فانظر المقدمة) اس لیے کہ ان باقیوں نے یہ اقرار کیا ہے اور اس بیچنے والے نے ان کی تصدیق کی طرف رجوع کیا تو جو غلہ پہلے حاصل ہو چکا ہے وہ اس قیمت کا تعاضل نہ ہوگا جو اس پر لازم آئی یہ حاوی میں ہے۔

کتاب الوقف میں مذکورہ ایک مسئلہ اور اس کی مختلف توجیہات ☆

امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الوقف میں بیان کیا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ زید بن عبد اللہ اور اس کی اولاد اور اس کی نسل کی اولاد اور اس کے عقب پر ہے جب تک ان کی نسل رہے پھر ان کے بعد مسکینوں پر ہے پھر زید بن عبد اللہ نے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ وقف مجھ پر اور میری اولاد پر اور میری اولاد کی اولاد پر اور عمرو پر قرار دیا ہے تو زید کے قول کی تصدیق فقط اس کی ذات پر ہوگی اور اس کے سوائے دوسرے (اولاد وغیرہ) پر نہ ہوگی پس غلہ تقسیم ہونے کے وقت دیکھا جائے گا کہ کون موجود ہے پس زید اور اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد و اس کی نسل میں سے جو لوگ موجود ہوں ان پر غلہ تقسیم کر دیا جائے گا پھر جو کچھ زید کے حصہ میں پڑا ہے عمرو اس کے ساتھ داخل کر دیا جائے گا پس زید کا حصہ زید و عمرو کے درمیان تقسیم ہوگا اور جب تک زید زندہ رہے گا یوں ہی ہوتا رہے گا پھر جب زید مر جائے تو اس کا اقرار باطل ہو جائے گا اور پھر عمرو کے واسطے اس صدقہ میں کوئی حق نہ ہوگا اور اسی طرح اگر وقف کرنے والے نے یہ صدقہ زید پر اور بعد زید کے مساکین پر وقف کیا پھر زید نے عمرو کے واسطے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے شرکت کا اقرار کیا تو بھی جب تک زید زندہ ہے عمرو کو اختیار ہوگا کہ وقف مذکور کے غلہ میں زید کے ساتھ شرکت کرے پھر جب زید مر جائے گا تو پورا غلہ مسکینوں کا ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص دو چھوڑ کر مر گیا جن میں سے ایک کے پاس ایک زمین ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ میرے باپ کی طرف سے مجھ پر وقف ہے اور دوسرا بیٹا کہتا ہے کہ ہمارے باپ کی طرف سے ہم دونوں پر وقف ہے تو اسی کا قول قبول ہوگا اور یہ زمین ان دونوں پر وقف رہے گی یہی مختار ہے یہ مضمرات میں ہے۔ امام خصاف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الوقف میں بیان کیا کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک زمین یا دار ہے اس پر دوسرے شخص نے قاضی کے یہاں دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے اور جس شخص کے قبضہ میں ہے وہ کہتا ہے کہ یہ وقف ہے اس کو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے مسکینوں پر وقف کیا ہے اور میرے قبضہ میں دے دی ہے تو قاضی اس زمین کو اسی جہت پر وقف قرار دے گا جو اس نے اقرار کی ہے لیکن اس حکم سے مدعا علیہ کے ذمہ سے

۱۔ اگرچہ شبہ ہوگا تھا کہ اقرار کرنے والوں نے کہا تھا کہ ہماری اولاد و نسل پر وقف کیا ہے تو اولاد و نسل میں انکار کرنے والے بھی داخل ہیں اس کو دفع کر دیا کہ ایسا نہ ہوگا اس لئے کہ جب انہوں نے انکار کیا تو اصل وقف ہی سے انکار کیا پھر کس وقف میں داخل ہوں گے ۱۲۔ یہ لوگ مشتری کو اس کا روپیہ واپس دے دیں گے ۱۳۔ ایک اجنبی شخص کو داخل کیا ۱۴۔

خصوصیت مندرجہ نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اُس مدعا علیہ سے قسم لی جائے کہ یہ زمین میری نہیں ہے تو قاضی اُس سے قسم لے گا کہ یہ زمین اُس مدعی کی ملک نہیں ہے پس اگر اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا یا مدعی کی ملک ہونے کا اقرار کر لیا تو قاضی اُس مدعا علیہ کو اُس زمین کی قیمت کا ضامن قرار دے گا اور اُس کے وقف ہونے کا جو حکم دے دیا ہے اُس کو باطل نہ کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

پھر اگر مدعی نے گواہ قائم کئے کہ یہ زمین اسی مدعی کی ہے تو مدعی کی ملک ہونے کا حکم دے دیا جائے گا اور وقف کا اقرار باطل ہو جائے گا اور اگر اقرار کیا کہ فلاں شخص معروف نے اُس کو وقف کیا ہے اور یہ شخص حاضر ہوا اور اُس نے وقف کرنے کا اقرار کیا تو وہ مدعی کا خصم قرار پائے گا اور اگر قابض نے ایک قوم کو بیان کیا کہ یہ اراضی ان پر وقف ہے تو وہ سب مدعی کے خصم ہوں گے پس اگر قوم مذکور نے مدعی کے واسطے اقرار کیا کہ یہ اراضی اسی کی ملک ہے تو اقرار مذکور غلطہ کے حق میں ان کی نفس ذات (۱) پر قبول ہوگا پھر جب یہ لوگ مر جائیں گے تو غلطہ مذکور مسکینوں کا ہوگا مدعی کا نہ ہوگا اور اگر زمین مذکور کسی قیم کے قبضہ میں ہو اور باقی مسئلہ بحال ہو تو وہ مدعی کا خصم ہوگا کہ مدعی کے گواہ اُس کے مقابلہ میں سنے جائیں گے اور قیم سے قسم نہ لی جائے گی اُس واسطے کہ قیم کا اقرار کر دینا صحیح نہیں ہے اور قاضی کے امین کا بھی حکم ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر قابض نے جس کے قبضہ میں دار ہے (یا زمین ۱۲) اُس اقرار کے بعد کہ یہ فلاں و فلاں دان کی اولاد پر اور ان کے بعد مساکین پر وقف ہے یوں اقرار کر دیا کہ یہ دار اُس مدعی کی ملک ہے پھر یہ سب مسلمان حاضر ہوئے اور انہوں نے قابض کے اُس اقرار کی کہ یہ دار اُس مدعی کا ہے تکذیب کی اور کہا کہ یہ دار ہم لوگوں پر وقف ہے تو یہ لوگ دعویٰ مدعی کے باب میں مدعی کے خصم ہوں گے پس اگر مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کا ہے تو مدعی کے واسطے اُس دار کے مالک ہونے کا حکم دے دیا جائے گا اور جس کے قبضہ میں دار مذکور تھا اُس کا یہ اقرار کہ یہ وقف ہے باطل ہوگا اور اگر مدعی مذکور کے پاس اُس کے دعویٰ کے گواہ نہ ہوں اور اُس نے قسم چاہی تو ان لوگوں سے قسم لے سکتا ہے پس اگر ان لوگوں نے اقرار کر دیا کہ یہ دار اسی مدعی کا ہے یا قسم کھانے سے انکار کیا تو ان لوگوں کا اقرار ان کی ذات پر جائز ہوگا اور ان کا اقرار ان کی اولاد و اولاد کی اولاد و مسکینوں پر جائز نہ ہوگا اور اسی طرح ان کا اقرار اجنبی شخص پر بھی اُس باب میں جائز نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی صحت میں اپنی زمین فقیروں پر وقف کر دی پھر مر گیا پھر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا

کہ یہ زمین میری ہے اور وارثوں نے اُس کا اقرار کر دیا تو اُس سے وقف مذکور باطل نہ ہوگا ☆

ایک شخص نے وقف صحیح کا اقرار کیا اور اپنے قبضہ سے خارج کر دینے کا اقرار کیا حالانکہ اُس کا وارث جانتا ہے کہ اُس نے اپنے قبضہ سے خارج نہیں کیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اُس کا اقرار اُس کی نفس پر جائز ہے لیکن اُس کے وارثوں کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس وقف کو لے لیں اور محکمہ قضا میں وارثوں کا دعویٰ مسوع نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی صحت میں اپنی زمین فقیروں پر وقف کر دی پھر مر گیا پھر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ زمین میری ہے اور وارثوں نے اُس کا اقرار کر دیا تو اُس سے وقف مذکور باطل نہ ہوگا لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں وارث لوگ ترک میت سے اُس زمین کی قیمت کے ضامن ہوں گے اور فقیر نے فرمایا کہ ضمان واجب ہونا سب اماموں کے نزدیک بلا خلاف ہے اور یہی ٹھیک ہے اور اگر وارثوں نے اُس سے انکار کیا اور مدعی نے ان کی قسم طلب کی پس اگر مدعی کی غرض یہ ہے کہ اُس زمین کو لے لوں تو وارثوں پر قسم نہیں آتی ہے اور اگر یہ غرض ہے کہ اگر یہ لوگ قسم سے انکار کریں تو ترک

میت سے اُس کی قیمت چنان لوں تو اُس کو ایسا اختیار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے اُس نے اقرار کیا کہ یہ دار وقف ہے جس کو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ابواب خیر اور مسکینوں پر وقف کیا ہے اور مجھے سپرد کیا ہے اور مجھے اُس پر قیم کر دیا ہے پھر ایک شخص آیا اور قابض کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے ہی اس دار کو ان وجوہ وسیل پر وقف کیا اور اس قابض کو سپرد کر دیا اور اس کو اس کی غور پرداخت کا متولی مقرر کیا ہے اور چاہا کہ قابض کے قبضہ سے نکال لے تو دیکھا جائے گا کہ جس کے قبضہ میں ہے اگر اُس نے اس کی تصدیق کی کہ اسی نے اُس کو وقف کیا ہے تو مدعی مذکور کو اختیار ہوگا کہ قابض سے اُس کو نکال کر اپنے قبضہ میں لے لے قال المترجم اور ایک نسخہ میں اس کے آگے یوں لکھا ہے کہ اگر اس آنے والے مدعی نے کہا کہ میں اس زمین کا مالک ہوں اور میں نے اس کو وقف نہیں کیا ہے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ قابض سے اپنے قبضہ میں لے لے اور اگر مدعی مذکور نے کہا کہ میں نے یہ دار زمین اس قابض کے پاس ودیعت رکھی ہے اور قابض کہتا ہے کہ یہ اسی کی تھی مگر اُس نے اس کو ان وجوہ مذکورہ بالا پر وقف کر دیا ہے تو قاضی اس قابض کے اس قول کو کہ یہ دار زمین اسی مدعی کی تھی قبول نہ فرمائے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک زمین ایک شخص کے قبضہ میں ہے پس دو گواہوں نے اس قابض کے اس اقرار کی گواہی دی کہ یہ زمین زید بن عمرو اس کی نسل پر وقف ہے اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس قابض نے اقرار کیا کہ یہ بکر بن خالد پر وقف ہے تو کتاب میں مذکور ہے کہ اگر یہ دریافت ہو جائے کہ دونوں اقراروں میں سے کون پہلے واقع ہوا تو پیدا جائز ہوگا اور دوسرا باطل ہوگا اور اگر یہ دریافت نہ ہو کہ کون اقرار ان دونوں میں سے اول واقع ہوا تو ان دونوں اقراروں کے واسطے حکم دیا جائے گا یعنی یہ حکم دیا جائے گا کہ دونوں فریق پر وقف ہے اور اُس کا غلہ دونوں فریق کے درمیان نصف نصف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک ذمی کے قبضہ میں ایک زمین ہے اُس نے اقرار کیا کہ ایک مسلمان نے اس کو مسکینوں پر یا جہاد پر یا حج پر وقف کیا ہے یا اور کوئی ایسی راہ بیان کی جس سے مسلمان لوگ اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتے ہیں تو ذمی مذکور کا اقرار جائز ہوگا اور اس کی حاصلات انہی وجوہ پر جو اس نے بیان کی ہیں جاری رکھی جائیں گی اور اگر اس نے کہا کہ مسلمان نے اس کو راہ بیع پر وقف کیا ہے یا اور کوئی ایسی راہ بیان کی جس سے مسلمان لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب نہیں پاتے ہیں تو ذمی مذکور کا اقرار باطل ہوگا اور زمین مذکور اس کے قبضہ سے نکال کر مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دی جائے گی یہ جاوی میں ہے۔

باب نہم:

وقف کو غصب کر لینے کے بیان میں

ایک شخص نے زمین یا دار کو وقف کیا اور اُس کو ایک شخص کے سپرد کیا اور اس کو اس کی غور پرداخت کا متولی مقرر کیا پھر جس شخص کو سپرد کی تھی وہ اُس سے انکار کر گیا تو وہ غاصب ہوا کہ زمین اُس کے قبضہ سے نکال لی جائے گی اور اس مقدمہ میں خصم وہی وقف کرنے والا ہوگا اور اگر وقف کرنے والا مر گیا ہو اور اس وقف کے مستحق لوگ آئے کہ انہوں نے اپنا استحقاق طلب کیا تو قاضی اس مقدمہ میں ایسے شخص کو مقرر کر دے گا جو خصم ہوئے پس اگر غاصب کے پاس اس وقتی چیز میں نقصان آ گیا تو اس کے انکار کر جانے کے بعد جو نقصان اس میں آیا ہے غاصب اُس کا ضامن ہوگا اور جو کچھ اس میں سے منہدم ہوا ہے اس مال سے اُس کی تعمیر کرائی جائے گی اور اگر غصب کنندہ نے وقف کرنے والے سے غصب کی ہونے اس شخص سے جو اس پر متولی ہے تو غاصب پر واجب ہوگا کہ وقف کرنے والے

کو واپس دے دے اور جب غاصب نے انکار کیا اور قاضی کے پاس اس کا غصب کرنا ثابت ہو گیا تو قاضی اس کو مجبور رکھے گا یہاں تک کہ وہ مقصود چیز کو واپس کر دے اور اگر وقف میں کوئی نقصان آ گیا ہو تو نقصان کا ضامن ہو گا اور یہ مال ضمان اس وقف کی حرمت اور شکستہ درخت کی تعمیر میں صرف کیا جائے گا اور جو لوگ اس وقف کی حاصلات کے مستحق ہیں ان میں تقسیم نہ ہو گا یہ حاوی میں ہے۔

اگر غاصب نے وقف کی چیز میں اپنی طرف سے بڑھایا ہو تو دیکھا جائے کہ اگر یہ زیادتی مال متقوم^۱ نہ ہو مثلاً غاصب نے اس زمین میں بل چلا دیا یا نہر کھودی ہے یا اس زمین میں کھا دیا ہے اور کھا داس کی مٹی میں مل کر بمنزلہ مسجلمک کے ہو گئی تو اس وقف کا قیم اس کے غاصب سے اس کو مفت واپس لے گا اور زیادتی مذکورہ کے مقابلہ میں کچھ نہ دے گا اور اگر زیادتی مذکورہ مال متقوم ہو مثلاً درخت لگایا ہے یا اس میں عمارت بنائی ہے تو غاصب کو حکم دیا جائے گا کہ اپنا درخت جڑ سے نکال لے اور عمارت کو توڑ لے اور زمین واپس کر دے بشرطیکہ ایسا کرنے سے زمین وقف کو نقصان نہ پہنچتا ہو اور اگر اس سے زمین وقف کو نقصان پہنچتا ہو مثلاً درخت جڑ سے کھود ڈالنے سے زمین مذکور خراب ہوئی جاتی ہو یا عمارت توڑ لینے سے دار مذکور کھنڈل ہو جاتا ہو تو غصب کرنے والے کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ عمارت کو توڑے یا درخت کو جڑ سے اکھاڑ لے پھر اس وقف کا قیم اس عمارت کی ٹوٹی ہوئی کے حساب سے اور اس درخت کاٹنے ہوئے کے حساب سے قیمت ادا کرے گا بشرطیکہ اس وقف کی اس قدر آمدنی اس متولی کے پاس ہو جو اس تاوان ادا کرنے کو کافی ہو اور اگر ایسی صورت میں وقف مذکور کی آمدنی کچھ جمع نہ ہو تو وقف مذکور اجارہ پر دے دیا جائے گا پس اس اجرت میں سے یہ تاوان ادا کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مسئلہ مذکورہ میں متولی نے غاصب کے پودوں سے کسی چیز پر غاصب کے ساتھ صلح کر لی تو جائز ہے ☆

اگر غاصب نے چاہا کہ وہ آخری درجہ ایسے مقام سے ہر درخت کو کاٹ لے کہ جس سے زمین کو کچھ خرابی نہ پہنچے تو اس کو یہ اختیار ہو گا پھر جس قدر زمین دھلی کے اندر درختوں میں سے دوبارہ گیا ہے قیم اس کی قیمت غاصب کو صمان دے گا بشرطیکہ اس کی کچھ قیمت ہوتی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر اس مسئلہ میں متولی نے غاصب کے پودوں سے کسی چیز پر غاصب کے ساتھ صلح کر لی تو جائز ہے بشرطیکہ اس صلح میں وقف کے واسطے بھلائی ہو اور یہی حکم عمارت کی صورت میں بھی ہے یہ حاوی میں ہے اگر کسی غاصب نے اراضی دھلی کو در حال یہ کہ اس کی قیمت ہزار درہم تھی غصب کیا پھر دو ہزار درہم اس کی قیمت ہو جانے کے بعد غاصب مذکور سے اس کو دوسرے غاصب نے غصب کر لیا تو قیم پہلے غاصب کا دامن گیر نہ ہو گا۔ بلکہ دوسرے ہی کا پیچھا پکڑے گا جب کہ دوسرا غاصب تو نگر ہوشیخ نے کہا کہ امام کی مراد اس کلام سے یہ ہے کہ دوسرے ہی کا دامن گیر اس وقت ہو گا کہ جب دوسرے غاصب سے تیسرے نے غصب کر لیا اور اس سے واپس لینا محذور ہو گیا ہو تو ایسی صورت ہو جانے میں اول و دوم میں سے غاصب دوم ہی کا دامن گیر ہو جب کہ وہ بسبب اول کے تو نگر ہو۔ پھر فرمایا کہ اور اگر پہلا غاصب بسبب دوسرے کے زیادہ مال دار ہو تو پہلے ہی کا پیچھا پکڑے اور جب قیم نے دونوں غاصبوں میں سے کسی ایک کا پیچھا پکڑ لیا تو دوسرا غاصب بری ہو گیا اور جب قیم نے دونوں میں سے کسی ایک سے قیمت وصول کر لی تو اس قیمت سے دوسری زمین خرید کر بجائے اراضی اول کے دھلی قائم کرے کذا فی الذخیرہ اور اگر قیم نے دونوں میں سے کسی ایک غاصب سے قیمت وصول کر لی پھر اصل زمین اس کو واپس دی گئی تو وہ بھی قیمت وصول کر دے اور زمین مذکور اپنے حال پر دھلی ہوگی اور ایسی صورت میں غاصب کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ اپنی قیمت واپس پانے تک زمین کو روک رکھے کذا فی محیط پھر اگر قیم نے

۱۔ اوماں جس کی قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے ۱۲۔ ۲۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اس کو کدال وغیرہ سے گور دیا ہو ۱۱۔ ۳۔ یعنی بہتری ہو تو

مضانہ نہیں ہے ۱۲۔ ۴۔ قیم کے مواخذہ سے چھوٹ گیا ۱۲۔

غاصب سے قیمت وصول پائی اور وہ اُس کے ہاتھ سے ضائع ہو گئی تو اُس پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگی اور ضائع ہونے میں قسم سے قیمت ہی کا قول قبول ہوگا کذا فی الحاوی اور اگر قیمت نے قیمت وصول کر کے ہنوز اُس سے دوسری زمین خریدی نہیں تھی کہ اُس کے پاس سے قیمت ضائع ہو گئی پھر اصل زمین واپس دی گئی تو زمین مذکور جیسے وقتی تھی اسی حال پر رہے گی اور قیمت نے جو قیمت وصول کر لی تھی اس کو اپنے ذاتی مال سے پھیرنا برداشت کرے پھر استحساناً اس قدر مال کو حاصلات وقف سے واپس لے لیکن یہ نہ ہوگا کہ جن لوگوں پر حاصلات اراضی وقف ہے اس نے ان کے دیگر اموال سے سوائے حاصلات وقف کے واپس لیے بلکہ ان کے اسی مال حاصلات وقف سے واپس لے سکتا ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر یہ ہوا کہ قیمت نے قیمت وصول کر کے اس کے عوض دوسری زمین بجائے وقف اول کے خرید لی پھر اُس کو اصل زمین وقتی واپس دی گئی تو وہ بحال خود وقف ہوگی اور دوسری زمین جو خریدی ہے وقف ہونے سے خارج ہو جائے گی پس قیمت کو اختیار ہوگا کہ اس کو فروخت کر کے اُس کے داموں سے وہ قیمت جو وصول کر لی تھی ادا کر دے اور اگر اس میں کمی پڑے تو کمی قیمت کے ذاتی مال پر ہوگی اس کو قیاساً و استحساناً دونوں طرح حاصلات وقف سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے وقف کے ساتھ استبدال کر لینا شرط کر دیا ہو یعنی شرط میں لکھ دیا ہو کہ استبدال روا ہے پس قیمت نے اس کو فروخت کر کے دام وصول کر لیے پھر یہ دام ضائع ہو گئے پھر پہلا دار اُس کو بسبب عیب کے بنجگم قاضی واپس دیا گیا تو قیمت اُس کے داموں کو اپنے مال سے ضمان دے پھر زمین وقف جو اس کو پھیر دی گئی ہے تاوان دیے ہوئے داموں کے بدلہ فروخت کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر وقتی دار اور وقتی زمین کو غصب کر کے دار کی عمارت ڈھائی یا زمین کے درخت کاٹ ڈالے تو قیمت کو اختیار شرعی حاصل ہوگا کہ غاصب سے عمارت و ہر قسم کے درختوں کی قیمت خواہ خرما کے ہوں یا اور کسی قسم کے ہوں تاوان لے جب کہ غاصب ان چیزوں کو واپس نہ کر سکے پھر عمارت کی قیمت بحساب بنی ہوئی کے اور درختوں کی بحساب لگے ہوئے کے تاوان لے گا۔ پس اگر قیمت نے غاصب سے یہ قیمت تاوان لے لی پھر دار اور زمین اور عمارت کا ٹوٹن اور درختان مذکورہ ظاہر ہوئے یعنی غاصب کو یہ قدرت حاصل ہوئی کہ وہ دار کو مع عمارت کی ٹوٹن کے یا زمین کو مع اشجار مقطوعہ کے واپس کرے تو وہ اس خالی زمین بے عمارت و درخت کو واپس کر دے اور رہا ٹوٹن یا درخت تو وہ اُسی کے ہو چکے ہیں پھر قیمت اس خالی زمین کا حصہ قیمت غاصب کو واپس کر دے گا کذا فی الذخیرہ وال محیط و فتاویٰ قاضی خان اور اگر غاصب کے قبضہ میں کسی اجنبی نے عمارت دار یا درختان زمین پر تعدی کی جس سے غاصب نے ان چیزوں کی قیمت ڈانڈ بھر لی اور کہا گیا اب وہ مفلس نادار ہے تو قیمت کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جس اجنبی نے تعدی کی تھی اُس کا دامن گیر ہو اور اگر غاصب نے اس زمین میں زراعت کی تو کھیتی اُسی کی ہوگی اور اُس پر زمین کا نقصان جو کھیتی کرنے سے اُس میں آ گیا ہے واجب ہوگا اور یہ مال لے کر اُس زمین کی تعمیر میں لگا دیا جائے گا کذا فی الحاوی۔ اگر زمین وقف میں درختان خرما و دیگر اشجار ہوں جن کی حاصلات کو غاصب نے چند سال تک لیا پھر اُس نے زمین مع درختان مذکور واپس کرنی چاہی تو اُس کے ساتھ اس کی حاصلات کو بھی واپس کرے اگر بعینہ موجود ہو اور اگر اس سے وہ حاصلات تلف ہو گئی ہو تو اس کے مثل واپس کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پھر غاصب سے جو کچھ حاصلات کے بدلے حاصل کیا

۱۔ اصلی وقف جس کو فروخت کیا ہے ۱۲۔ قول زمین وقف اقوال اول میں دار سے وضع مسئلہ ظاہر ہوتی ہے اور اس عبارت سے وضع برض الوقف ظاہر ہے پس تو دار بمعنی بے عمارت میدان ہے کہ اس کو ایک مرتبہ دار سے دوسرے مرتبہ زمین سے تعبیر کیا اور یہ اشارہ ہے کہ وضع مسئلہ خواہ دار سے رکھو یا زمین سے رکھو حکم بن تفاوت نہیں ہے اور یہی میرے نزدیک اوجہ و افق ہے اور یہی خواص عبارات فقہاء میں بظلمہ اشارات کے ہے فادفع ۱۲۔ قول عمارت الخ قول یعنی دار مع عمارت اور زمین مع اشجار کے کل قیمت علیحدہ علیحدہ واپس لے گا پس مراد یہ ہے کہ دار کے مسئلہ میں عمارت کی قیمت بحساب بنی ہوئی کے منہجہ دے سکتے ہیں فاقیم ۱۲۔ وہی جو حاصل ہوئی ہے خود موجود ہو ۱۲۔ قول تلف ہو گئی ہو ظاہر یہ کہ اس نے تلف کی ہو یا خود تلف ہوئی ہو ہر حال میں ضامن ہوگا کیونکہ اصل مضمون ہے لیکن اس میں نظر ہے اور شاید مراد یہ ہو کہ سبھاک ہونا اس کی سبھاک سے ہو واللہ اعلم ۱۲۔

جائے وہ انہی راہوں میں لگادیا جائے گا جن پر وہ وقف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ غاصب نے زمین وقف کو غصب کیا اس میں درختان خرما و دیگر اشجار ہیں پس اس کے قبضہ میں سے کسی اجنبی نے درختان مذکورہ کھود لیے تو قیم کو اختیار ہے چاہے غاصب سے ان درختوں کی قیمت جے ہوئے کے حساب سے تاوان لے یا اسی کو کھودنے والے سے تاوان لے پس اگر قیم نے غاصب سے ضمان لی تو وہ کھود لینے والے سے واپس لے گا اور اگر اُس نے کاٹ کر کھود لینے والے سے تاوان لیا تو وہ غاصب سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قیم نے دونوں میں سے ہنوز کسی سے تاوان نہیں لیا تھا کہ غاصب نے قاطع سے قیمت درختان مقلوعہ تاوان بھر لی پھر قیم نے آکر قطع و قلع کرنے والے سے ضمان لینی چاہی تو اس کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک وھلی زمین غصب کر لی اور جس کے پاس سے غصب کی ہے اُس نے ٹاش کی اور گواہ قائم کیے تو بالا جماع اس کے گواہ قبول ہوں گے اور زمین مذکور اس کو واپس دی جائے گی یہ ظہیر میں ہے۔

ایک زمین یا عقار چند نفر پر وقف ہے اس پر کسی ظالم نے زبردستی قبضہ کر لیا اور اس کے قبضہ سے نکالنا ممکن نہیں ہے پھر جن لوگوں پر وقف تھا انہوں نے اپنوں میں سے ایک پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس ظالم کے ہاتھ فروخت کر کے اُس کو سپرد کر دیا ہے ☆

اگر وقف کو کسی نے غصب کر لیا تو جن لوگوں پر وقف ہے ان میں سے کسی کو بدون اجازت قاضی کے خصومت کا حق حاصل نہ ہوگا یہ فصول عمادہ میں ہے۔ ایک زمین یا عقار چند نفر پر وقف ہے اس پر کسی ظالم نے زبردستی قبضہ کر لیا اور اس کے قبضہ سے نکالنا ممکن نہیں ہے پھر جن لوگوں پر وقف تھا انہوں نے اپنوں میں سے ایک پر دعویٰ کیا کہ اس نے اس ظالم کے ہاتھ فروخت کر کے اُس کو سپرد کر دیا ہے اور وہ شخص منکر ہے پس باقیوں نے اُس سے قسم لینی چاہی تو ان کو یہ حق پہنچتا ہے اور جب اُس شخص نے ان کے دعویٰ سے انکار کیا تو اس سے قسم لی جائے گی پس اگر اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا اور ٹھٹھک رہا تو اس پر قیمت وقف مذکور ادا کرنے کا حکم کیا جائے گا اور اسی طرح اگر باقیوں نے اُس پر گواہ قائم کئے تو بھی ثابت ہو جانے پر یہی حکم دیا جائے گا کیونکہ وھلی مکانات و اراضی وغیرہ جواز قسم عقار ہوان کے غصب کی صورت میں وقف پر نظر کر کے یہی فتویٰ ہے کہ غاصب ضامن ہے جیسے کہ وقف کے منافع غصب کر لینے کی صورت میں بنظر وقف یہی فتویٰ ہے کہ منافع وقف کا غاصب ضامن ہے اور یہی ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے اور جب اس غاصب پر قیمت کا حکم دیا گیا تو قیمت اُس سے وصول کر کے اس کے عوض دوسری اراضی خرید کی جائے گی پس وہ بجائے اصل کے وقف رہے گی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے ایک شخص نے اپنی زندگی و صحت میں ایک موضع وقف کر کے اپنے قبضہ سے نکال کر متولی کے قبضہ میں دے دیا پھر اُس پر ایک غاصب مستولی ہو کر وقف مذکور و متولی کے درمیان حائل ہو گیا تو غاصب سے اس کی قیمت لے کر اس سے دوسرا موضع خرید کر اول کی شرائط پر وقف کیا جائے گا کیونکہ جب غاصب انکار کر گیا تو وہ چیز گویا مستہلک ہو گئی اور وھلی چیز جب تلف ہو جائے تو اُس کے قائم مقام دوسری بدل لینا واجب ہے جیسے وقف گھوڑا اگر جہاد میں مار ڈالا جائے تو اس کی قیمت سے استبدال کیا جاتا ہے اور یہ حکم بدلیل استحسان ہے جس کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے اپنا کھیت وقف کیا پھر اُسی نے اس میں زراعت کی اور خرچ کیا اور کھیتی نکلی اور بیج اسی کی طرف سے ہیں پس

۱۔ اور غاصب نے اس کا دان نہیں لیا ہے ۱۲۔ ۲۔ اس نے غصب کر لیا پس ضامن ہے ۱۱۔ ۳۔ پھر یہ نہیں کہا جائے گا کہ عقار کا وقف صحیح نہیں ہوتا جس طرح کتاب الغصب میں مذکور ہے کیونکہ الخ ۱۲۔ ۴۔ کیونکہ اول چونکہ عقار کے غصب مستحق ہونے میں اختلاف ہے بعض ائمہ کے نزدیک عقار میں غصب نہیں ہوتا لہذا اس مقام پر تنبیہ کر دی فاقہم ۱۲۔

اُس نے کہا کہ میں نے اپنے بیجوں سے اپنے واسطے یہ زراعت کی ہے اور جن پر وقف ہے انہوں نے کہا کہ تو نے وقف کے لیے زراعت کی ہے تو اس بارہ میں وقف کرنے والے کاشت کار کا قول قبول ہوگا اور کھیتی اُسی کی ہوگی اور اگر وقف والوں نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کے قبضہ سے نکال لے اُس نے اپنے واسطے زراعت کی ہے حالانکہ اس کو یہ استحقاق نہ تھا تو قاضی اس کے قبضہ سے نہیں نکالے گا لیکن وقف کے لیے زراعت کرنے میں اُس سے تقدیم کر دے گا پھر اگر اُس نے کہا کہ وقف کا کچھ مال میرے پاس نہیں اور نہ بیج ہیں تو قاضی اُس سے کہے گا کہ وقف پر قرضہ لے لے اور اس کو بیجوں و مزدوری وغیرہ مصارف زراعت میں خرچ کر کے حاصلات سے لے لینا۔ پھر اگر اُس نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا ہے تو قاضی اہل وقف سے فرمائے گا کہ تم قرضہ حاصل کر کے بیج خریدو اور خرچہ پھر حاصلات سے ادا کر دینا پھر اگر اہل الوقف نے کہا کہ ہم کو کھنکا ہے کہ جب ہم قرضہ لے کر بیج خریدیں اور خرچہ دیں تو جب یہ سب وقف کرنے والے کے پاس پہنچ جائے تو وہ انکار کر جائے لیکن ہم خود اس میں زراعت کریں تو قاضی کو یہ نہ چاہیے کہ علی الاطلاق ان کو یہ حکم دے دے کیونکہ جس نے وقف کیا ہے وہی اول مستحق اُس کی پرداخت کا ہے لیکن اگر اُس کی ذات پر یہ خوف ہو کہ وقف کو تلف کر ڈالے گا تو اس کو استحقاق میں اولیت نہیں ہے اگر وقف کنندہ نے اس میں زراعت کی اور خرچہ اٹھایا پھر کھیتی کو اولاد پالا وغیرہ ایسی کوئی آفت پہنچی کہ کھیتی جاتی رہی پس وقف کنندہ نے کہا کہ میں نے قرضہ لے کر یہ زراعت جو جاتی رہی ہو وقف کے واسطے یوں ہی پھر دوسری پیداوار سے حاصلات آئی پس اُس نے چاہا کہ میں اس پیداوار سے وہ قرضہ وضع کر لوں جس کو اس نے تلف شدہ پیداوار کے واسطے قرض کر لیتا بیان کیا تھا اور اہل وقف نے کہا کہ اس نے اپنے ہی واسطے کھیتی یوں ہی قاضی تو اس میں وقف کرنے والے کا قول قبول ہوگا اور اس کو اختیار ہوگا کہ اس پیداوار سے اس قدر قرضہ جس کا دعویٰ کرتا ہے وصول کر لے پھر اگر وقف کرنے والے نے کہا کہ میں نے ہزار درہم لے کر اُس کے بیجوں و دیگر ضروریات میں خرچ کیے ہیں اور اہل الوقف نے کہا کہ تو نے فقط پانچ سو درہم سب اس کے بیجوں و مزدوری و ضروریات میں اٹھائے ہیں تو فرمایا کہ جس قدر ایسی زمین کی ایسی زراعت میں خرچ ہوتا ہو اُس قدر میں وقف کنندہ کا قول سچا قرار دیا جائے گا اور اگر متولی وقف نے یعنی قیم نے کہا کہ یہ کھیتی میں نے اپنے بیجوں سے اپنے خرچہ سے اپنے لیے یوں ہی ہے اور اہل الوقف نے کہا کہ تو نے ہمارے واسطے یوں ہی ہے تو قول اس میں متولی کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

باب ۱۰۷:

مریض کے وقف کرنے کے بیان میں

ایک مریض نے اپنے مرض الموت^۱ میں اپنا دار وقف کیا تو یہ جائز ہے جب کہ وارث مذکور اُس کے تہائی ترکہ سے برآمد ہوتا ہو اور اگر برآمد نہ ہوا لیکن وارثوں نے فعل مریض کی اجازت دے دی تو بھی جائز ہے اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو جس قدر تہائی سے زیادہ ہے اس قدر کا وقف باطل ہو جائے گا اور اگر بعض وارثوں نے اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو جس قدر وارثوں نے اجازت دی ہے اس قدر اور بھی تہائی کے ساتھ جائز ہو جائے گا اور باقی کا وقف باطل ہوگا پھر اگر میت کا کچھ اور مال ظاہر ہو حتیٰ کہ دار مذکور اُس کے تہائی ترکہ تمام سے برآمد ہو گیا تو پورا وقف مذکور نافذ کر دیا جائے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر اس صورت میں قاضی نے سوائے تہائی کے باقی دو تہائی کا وقف باطل کر دیا پھر میت کا ایسا مال ظاہر ہوا کہ اس کی تہائی سے پورا دار مذکور برآمد ہوتا ہے پس اگر

۱۔ مرض الموت وہ بیماری ہے جس سے اس کو صحت نہ ہو اور آخر اسی بیماری میں مر جائے ۱۲۔ قول پورا الخ گویا میت کا تہائی اسی ایک چیز ترکہ میں جمع کر دیا گیا ۱۳۔

باقی دو تہائی مذکور وارثوں کے قبضہ میں بعینہ قائم ہو تو پورا دار مذکور وقف ہو جائے گا اور اگر قائم نہ ہو مثلاً بعض وارثوں نے اپنا حصہ فروخت کر دیا ہو تو اس کی بیع نہیں توڑی جائے گی لیکن جس قدر اس نے فروخت کیا وہ اس سے لے کر اس سے دوسری زمین خرید کر کے بجائے اس کے وقف کر دی جائے گی کذا فی محیط السرخسی اور اگر میت کو کوئی مال حاصل ہو یا پس طور کہ وہ عداً قتل کیا گیا پھر وارثوں نے قاتل سے مال پر صلح کر لی تو بالاتفاق بیع مذکور نہیں توڑی جائے گی اور اگر بعض وارثوں نے بیجا اور بعض نے نہیں تو جس قدر فروخت نہیں ہوا وہ وقف میں عود کرے گا اور جس قدر فروخت ہوا اس کی قیمت لے کر اس کے عوض دوسری زمین خرید کر وقف کر دی جائے گی کذا فی الذخیرہ اور اسی طرح اگر میت پر قرضہ تھا پس قاضی نے اس کے دار یا زمین وقف کو اس قرضہ میں فروخت کیا پھر میت کا اس قدر مال ظاہر ہوا جس سے میت کا قرضہ ادا ہوتا ہے اور اس کی تہائی سے یہ زمین وقف برآمد ہوتی ہے تو بھی بیع مذکور نہیں توڑی جائے گی لیکن مال میت سے بقدر ثمن وقف مذکور کے نکال کر اس سے دوسری زمین خرید کر فقیروں پر صدقہ موقوفہ کر دی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر زید مریض نے اپنی زمین کو صدقہ موقوفہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمیشہ کے واسطے اپنی اولاد اور اولاد اولاد اور نسل پر ہمیشہ جب تک تاسل حاصل ہو اور بعد ان کے مساکین پر کر دیا پس اگر یہ زمین اس کے تہائی ترکہ سے برآمد ہو تو وقف ہو جائے گی اور اس سے غلہ حاصل کر کے اس کے تمام وارثوں پر بحساب حصہ میراث کے تقسیم کیا جائے گا حتیٰ کہ اس کی بیوی اور اولاد ہو تو بیوی کو آنکھواں حصہ دیا جائے گا اور اگر والدین اور اولاد ہوں تو والدین کو چھٹا حصہ دے کر باقی اس کی اولاد میں لڑکوں کو لڑکیوں سے دو چہد کے حساب سے بانٹ دیا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اولاد اس کی پشت سے ہو اور ان میں کوئی اولاد والا دلاد نہ ہو اور اگر کچھ اولاد والا دلاد ہوں اور باقی مسئلہ یہی واقع ہو تو اولاد کے نفر اور اولاد والا دلاد کے نفر شمار کر کے تمام غلہ بعد انفر تقسیم کیا جائے پھر جس قدر اس کے نطفہ کی اولاد کو پہنچے وہ ان اولاد میں موافق فرائض اللہ تعالیٰ کے بطور مذکور تقسیم ہوگا اور جس قدر اولاد والا دلاد کو پہنچے وہ ان میں مساوی تقسیم ہوگا یعنی مرد و عورت کا حصہ یکساں ہوگا۔ پھر جب تمام اولاد صلی مرگئی تو تمام حاصلات ان کی اولاد والا دلاد و نسل پر تقسیم ہوگی پس اس کی زوجہ یا والدین کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا کذا فی الظہیر یہ اور اگر یہ زمین اس کے تہائی ترکہ سے برآمد نہ ہوئی پس اگر وارثوں نے وقف کی اجازت دے دی تو وقف جائز ہو اور غلہ ان سب میں برابر تقسیم ہوگا۔ ان میں مذکور اولاد کو مؤنث سے کچھ زیادتی سے نہیں دیا جائے گا اور اس غلہ سے زوجہ اور والدین کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر وارثوں نے وقف کی اجازت نہ دی تو تہائی سے وقف جائز ہوگا پس تہائی رقبہ فقیروں کے لیے وقف ہوگا اور غلہ تمام وارثوں میں اللہ تعالیٰ کے فرائض پر تقسیم ہوگا اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے شیخ ہلال وقاضی ابوبکر الخصاف و فقیہہ ابو بکر الامش و فقیہہ ابوبکر الاسکاف کا قول ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر اپنی زمین کو اپنی قرابت پر وقف کیا پس اگر اس کے قرابت والے اس کے وارث ہوں تو یہ صورت اور اولاد پر وقف کرنے کی صورت یکساں ہے اور اگر یہ قرابت والے اس کے وارث نہ ہوں تو ان پر وقف جائز ہے اور وقف کی راہ سے وہی لوگ حاصلات وقف کے مستحق ہوں گے اور اگر اس نے اپنے وارثوں میں سے فقط بعض پر وقف کیا تو اس صورت میں اگر سب وارثوں نے اجازت دی تو وقف جائز ہوگا اور اگر نہ اجازت دی تو زمین مذکور فقیروں پر وقف ہو جائے گی مگر تہائی مال ترکہ سے اعتبار کیا جائے گا اور حاصلات اس وقف کی بنا پر قول ہلال رحمۃ اللہ تعالیٰ و ان کے تابعین کے وارثوں کے لیے بقدر ان کی میراث ہوگی پھر جب وہ وارث مر جائے جس پر وقف ہے تو غلہ اس کا فقیروں کے لیے ہو جائے گا اور اگر وقف کرنے والے کے بعض وارث مر گئے لیکن وہ وارث جس پر وقف ہے زندہ موجود ہے تو غلہ مذکور تمام وارثوں کا ہوگا اور جو ان میں سے مرا اس کا حصہ اس کے وارثوں میں میراث ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اس نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میری نسل پر اور آخر اس کا فقراء پر ہے یا اس نے اس کی

وصیت کردی اور یہ زمین اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے پس اگر وارثوں نے اجازت دی تو اُس کا غلہ درمیان وارث و اولاد الاولاد کے ان کے عدد و روس پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو غلہ درمیان اولاد و صلیبی اور اولاد الاولاد کے ان کے عدد و روس (یعنی جتنے نفر ہوں ۱۲) پر تقسیم ہوگا پھر جس قدر اولاد الاولاد کے پرتے میں پڑے وہ ان کو مساوی تقسیم ہوگا اور جس قدر وارثوں یعنی اولاد و صلیبی کے حصہ میں آئے وہ تمام وارثوں میں بحساب میراث تقسیم ہوگا اور اگر بعض اولاد و صلیبی اور بعض اولاد کی اولاد درگنی اور بعض اولاد کی اولاد میں پیدا ہوئے تو جس دن غلہ حاصل ہوا اس دن ان کی تعداد و شمار نفرو تکھی جائے پھر جس قدر اولاد و صلیبی کے پرتے میں آئے وہ انہی تمام وارثوں پر بحساب میراث تقسیم ہوگا جو وقف کنندہ کی موت کے روز موجود تھے پھر جس قدر ان میں سے مرنے والوں کے حصہ میں علیحدہ علیحدہ پڑے وہ ہر ایک کے وارثوں کو ملے گا پھر اگر اولاد و صلیبی سب گزر گئے تو غلہ مذکور اولاد الاولاد اور نسل پر تقسیم ہوگا اور باقی وارثوں کے لیے کچھ نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔

اگر اپنے مرض الموت میں اپنی زمین وقف کی اور کچھ وصیتیں کیں تو اُس کا تہائی مال اُس کے وقف و دیگر وصایا میں تقسیم ہوگا ☆

اگر مریض نے کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ ہر اُس شخص پر ہے جو محتاج ہوئے میری اولاد و نسل سے ہر ایک کو اس قدر دیا جائے جو اس کے نفقہ کو گنجائش دے اور اگر میری اولاد و نسل میں کوئی فقیر نہ ہو تو پورا غلہ فقیروں کے واسطے ہے تو ایسی صورت میں اگر اس کی اولاد اور نسل میں فقراء ہوں تو ان کی تعداد پر غلہ ان کے درمیان اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر ایک کو اس قدر دیا جائے جو اُس کی ذات و اولاد بیوی اور خادم کے نفقہ کے لیے بطور معروف کافی ہو یعنی بدون اسراف و تنگی کے روٹی و اُس کے ساتھ کھانے کی چیز و کپڑے کے لیے سالانہ کافی ہو پھر اس حساب سے جس قدر غلہ اُس کے نفقہ کی اولاد کے حصہ میں آئے اُس کو مجموعہ کر کے اُن اولاد و صلیبی اور باقی تمام وارثوں میں جو وقف کنندہ کی موت کے روز موجود تھے موافق فرائض اللہ تعالیٰ کے تقسیم کر دیا جائے گا پھر اگر فرزند و صلیبی کے حصہ کفایت میں کچھ دیگر وارثوں کی تقسیم میں لے لیا گیا اور جو باقی رہا وہ اس کو کافی نہیں ہوتا تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اولاد الاولاد کے حصہ میں جو کچھ آیا اُس میں سے بقدر کمی کے واپس کر لے اور اگر ان میں تو نگر لوگ ہوں تو اُس کی اولاد و نسل میں سے تو نگرلوں کو کچھ نہیں دیا جائے گا اور جتنے لوگ فقیر ہیں انہی کی تعداد و روس پر تقسیم ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر اپنے مرض الموت میں اپنی زمین وقف کی اور کچھ وصیتیں کیں تو اُس کا تہائی مال اُس کے وقف و دیگر وصایا میں تقسیم ہوگا اس طرح کہ وصیتوں والے اپنی اپنی وصیت کے حساب سے اور وقف والے اس زمین کی قیمت کے حساب سے حصہ دار ٹھہرائے جائیں گے پھر تہائی میں سے جس قدر وصیتوں والوں کے حصہ میں پڑے وہی لے لیں اور جس قدر اہل وصیت کو پہنچے اُس کے حساب سے اس زمین سے حصہ الگ کر کے جن پر وقف کیا ہے وقف کر دیا جائے اور وقف کی تحفہ مقدم نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور وقف مانند حق و مدبر کرنے کے نہیں ہے یعنی جیسے حق و مدبر کو مقدم کر کے پہلے انہی دونوں کو نافذ کرنا شروع کیا جاتا ہے پھر اگر کچھ بچتا ہے تو باقی وصیتیں نافذ کی جاتی ہیں ورنہ نہیں تو وقف کا حکم مانند حق و مدبر کے تقدم میں نہیں ہے کما فی الحاوی للفقہی۔ اگر کسی نے کہا کہ میری یہ زمین ہے اس کا غلہ میری وفات کے بعد اولاد و عبد اللہ و اُس کی نسل کو دیا جائے تو یہ غلہ کی وصیت اُن لوگوں کے واسطے ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میری اس زمین کو جس کر رکھو میری وفات کے بعد اولاد و عبد اللہ پر تو یہ بھی غلہ کی وصیت قرار دی جائے گی اسی طرح اگر کہا کہ میری زمین میری وفات کے بعد فلاں و اُس کی نسل پر وقف ہے فروخت نہ کی جائے تو یہ

۱۔ قولہ اور اُس یعنی سب نظر شمار کر لئے جائیں جس قدر شمار ہوں اسی قدر مساوی حصہ کر ڈالے جائیں پس فرض کرو کہ وارثوں کی تعداد چار ہے اور اولاد الاولاد کی دس تو چودہ حصے کئے جائیں گے جس میں سے چار حصے وارثوں کے پرتے میں آئیں ۱۲۔

سب صورتیں یکساں ہیں یعنی ان سب میں غلہ کی وصیت ہے پس احکام وصیت معتبر ہوں گے اور وقف نہیں ہے اور اگر اُس نے کہا کہ میری یہ زمین میری وفات کے بعد صدقہ موقوفہ پر مساکین ہے یا کہا کہ اس کو مساکین پر جس رکھو تو یہ وقف البتہ جائز ہے یہ ظہیر میں ہے۔

اگر وقف کنندہ نے چاہا کہ حصہ میراث مردہ فرزند صلیبی جو اس کو بحکم وارث ملا ہے وہ بھی اولاد والا اولاد اور نسل پر وقف کر دے ☆

اگر کہا کہ میری زمین صدقہ موقوفہ اس قوم پر وہ ان کے بعد اس کا غلہ میری وارثوں کے لیے کیا جائے تو حاصلات اس قوم کے واسطے ہوگی جن کے واسطے اُس نے قرار دی ہے پھر جب یہ لوگ گزر جائیں تو وارثوں کے لیے ان کی میراث کے حساب سے ہوگا پھر جب وارث مر جائیں تو غلہ فقیروں کے لیے ہو جائے گا یہ خزانہ امتحین و محیط میں ہے۔ اگر کہا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ میری اولاد اور اولاد والا اولاد اور نسل پر ہے پھر جو کوئی میرے نطفہ کے فرزندوں سے مرے اُس کا کچھ حصہ بطریق میراث تھا وہ بھی میری اولاد والا اولاد پر وقف ہے تو یہ جائز ہے اور جو غلہ حاصل ہو وہ اولاد کی اولاد کی تعداد اور زندہ اولاد صلیبی کے عدد و اُس اور جو وقف کی موت کے بعد مرے ہیں ان کے عدد و اُس پر تقسیم ہوگا پس فرزند صلیبی سے مردہ فرزند کو پہنچے وہ بھی اولاد کی اولاد پر وقف ہوگا پھر جو کچھ زندوں کو پہنچا وہ ان میں اور مردوں میں تقسیم ہوگا پھر جو کچھ مردوں کو پہنچا وہ ان کے وارثوں کو ان سے میراث پہنچے گا قال المتحرر جم حاصل یہ ہے کہ وقف کنندہ نے اولاد صلیبی میں سے مرنے والے کا حصہ میراث جو اولاد والا اولاد کے واسطے کر دیا ہے اُس کے یہ معنی نہیں لیے جائیں گے کہ خاصۃً اُس کا حصہ میراث اُس کے وارثوں سے منتقل ہو کر اولاد والا اولاد کو دیا جائے کیونکہ یہ تفریع باطل خلاف منصوص فرائض ہے بلکہ یہ معنی لیے جائیں کہ اولاد والا اولاد کو اس قدر حصہ مزید بھی دیا جائے جس قدر اولاد صلیبی کے مرنے والوں کا میراثی حصہ ان کو پہنچتا تھا اسی واسطے اولاد تقسیم غلہ کے وقت تعداد اولاد والا اولاد اور تعداد زندہ اولاد صلیبی اور تعداد مردہ اولاد صلیبی تین مجموعہ لیے گئے ان میں سے اولاد والا اولاد کو ان کا مجموعہ اور نیز مردہ اولاد صلیبی کا مجموعہ دونوں دیے جائیں پھر اولاد صلیبی کے پرتے میں جو کچھ آئے وہ وقف کنندہ کے مرنے کے وقت جس قدر اولاد صلیبی موجود تھی اور جس قدر وارث تھے سب کے درمیان بحساب فرائض تقسیم ہوگا پھر جو کچھ مردہ فرزند یا وارث کے حصہ میں آئے وہ اُس کے وارثوں کو بحکم میراث دیا جائے گا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور اگر وقف کنندہ نے چاہا کہ حصہ میراث مردہ فرزند صلیبی جو اس کو بحکم وارث ملا ہے وہ بھی اولاد والا اولاد اور نسل پر وقف کر دے چنانچہ اُس نے یوں کہا کہ پھر جو کچھ میرے نطفہ کے زندہ فرزندوں کے حصص سے ان میں سے مردوں کو پہنچے وہ بھی میری اولاد کی اولاد پر وقف ہے تو یہ وقف جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے اپنے مرض میں اپنی زمین اپنی اولاد اور اولاد والا اولاد پر وقف کی اور سوائے اس زمین کے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو تہائی زمین اس کی اولاد والا اولاد پر وقف ہو جائے گی خواہ وارث لوگ اجازت دیں یا نہ دیں اور رہی دو تہائی سوا اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو اس قدر وارثوں کی ملک ہوگی اور اگر وارثوں نے اجازت دے دی تو اس قدر زمین اولاد صلیبی اور اولاد والا اولاد کے درمیان مساوی

۱۔ قول وارثوں کے لئے اقوال تفصیل اس مسئلہ کی بہت دراز ہے کیونکہ قوم پر وصیت نہیں قرار دی بلکہ وقف رکھا کیونکہ آخر اس کا فقراء کے لئے قرار دیا پس قوم پر وقف کرنے میں عربی زبان کے لحاظ سے بالفاظ مذکور و سابق کہ محصور ہیں یا غیر محصور ہیں وقف کی صحت کا حکم دیا جائے غایت یہ کہ فرض مسئلہ قوم محصور میں یا لفظ قوم متضمن اس معنی کو لیا جائے لیکن ہماری زبان میں قوم ایک بے تعداد حصہ جماعت پر بھی بولا جاتا ہے پس صحت وقف میں بایں لفظ قابل ہے و لیس ہذا موضع الکلام پھر جب وارثوں کی طرف رجوع ہو تو لکھا کہ بقدر حارث دیا جائے پس وقف ان کے حق میں وصیت ہوا لہذا غیر معتبر ہو کر میراث ہوا تو آیات ان وارثوں سے لینا چاہئے جو وقف کنندہ کی موت کے روز تھے یا جو اس وقت ہیں و لکن منہا الکلام بطول الکلام فیہا والثانی اظہر فاقبل ۱۲۔

تقسیم ہوگی یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر اپنی زمین اپنے مرض میں وقف کی اور وہ اس کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے پھر اس نے مرنے سے پہلے غیر کا کچھ مال تلف کر دیا پھر اب بعد تاوان دینے کے وہ زمین اس کی تہائی سے برآمد نہیں رہی یا مرنے پر اس شخص کے ذمہ دیوت کو مجبور چھوڑ مرنے وغیرہ کے مانند کسی سبب سے تہائی مال لازم آیا قبل اس کے کہ وارثوں کو پہنچ جائے پس وہ زمین اس کے تہائی مال سے برآمد نہ رہی تو تہائی زمین وقف ہوگی اور دو تہائی وارثوں کی ملک ہوگی یہ بحر الرائق میں بزاز یہ سے منقول ہے اگر مریض نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی زمین فقراء مسلمین پر وقف کی جائے پس اگر وہ زمین اس کے تہائی مال سے برآمد ہوئی یا تہائی سے برآمد نہ ہونے کی صورت میں وارثوں نے اجازت دے دی تو وہ زمین پوری وقف رکھی جائے گی اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو بقدر ایک تہائی کے وقف ہوگی اور اگر پوری زمین اس کے تہائی مال سے برآمد ہوئی اور اس میں پھل دار درخت ہیں پس موت کے بعد اس میں پھل آئے قبل اس کے کہ وقف کا حکم دیا جائے تو اس کے پھل بھی وقف میں داخل ہوں گے اور اگر مریض کی موت سے پہلے اس میں پھل آئے تو یہ پھل اس کے وارثوں میں میراث ہوں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر وقف کنندہ نے اس مسئلہ میں یوں کہا ہو کہ پھر اگر محتاج ہو کوئی میرے نطفہ کی اولاد میں سے تو جو محتاج

ہو اس پر اس صدقہ کے غلہ میں سے بطریق معروف اس کے نفقہ کی قدر وسعت جاری رکھا جائے ☆

اگر مریض نے اپنے مرض میں وقف صحیح کے ساتھ اپنی زمین وقف کی اور قبل اس کی وفات کے اس میں پھل پیدا ہوئے تو پھل سمیت وہ زمین وقف ہوگی اور اگر اس کے وقف کرنے کے روز اس میں پھل ہوں اور حالت مرض میں اس نے وقف کی ہے تو یہ پھل اس کے وارثوں کی میراث ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر مریض نے کہا کہ میں نے اپنی یہ زمین اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ موقوفہ کر دی ہمیشہ کے واسطے زید اور اس کی اولاد اور اولاد اولاد پر ہمیشہ جب تک ان میں تنازع ہو اور ان کے بعد مساکین پر پھر اگر محتاج ہو میری اولاد یا میری اولاد کی اولاد کو اس زمین کا غلہ انہی کے واسطے ہو گا نہ کسی اور کے واسطے اور وہی لوگ اس کے مستحق ہوں گے جب تک وہی اس کے حاجت مند رہیں۔ قال المحترجم یہاں تک وقف کرنے والے کا کلام ہے پھر صورت یہ ہوئی کہ اس کی وفات کے بعد اس کے نطفہ کی اولاد کو اس زمین کے غلہ کی طرف محتاجی ہوئی تو تمام غلہ انہی کو دے دیا جائے گا اور اگر وقف کرنے والے کے بعض وارث مر گئے پھر اس غلہ کی طرف سے اس کے نطفہ کی اولاد کو محتاجی ہوئی تو غلہ انہی کی طرف رد کر دیا جائے گا پس تمام غلہ اس کی اولاد کے محتاجوں میں اور اس کے باقی وارثوں میں بانٹ دیا جائے گا اور جو مر گئے ان کی طرف لحاظ نہ کیا جائے گا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر وقف کنندہ نے اس مسئلہ میں یوں کہا ہو کہ پھر اگر محتاج ہو کوئی میرے نطفہ کی اولاد میں سے تو جو محتاج ہو اس پر اس صدقہ کے غلہ میں سے بطریق معروف اس کے نفقہ کی قدر وسعت جاری رکھا جائے اور باقی غلہ اس صدقہ کا اہل الوقف کے درمیان تقسیم ہوا کرے تو یہ جائز ہے۔ پھر اگر اس کی اولاد صلیبی میں سے مثلاً پانچ آدمی اس کے محتاج ہوئے تو دیکھا جائے کہ ان کو ایک سال کے لیے آئندہ غلہ حاصل ہونے تک کس قدر نفقہ کفایت کرے گا پس اگر فرض کر دو کہ یہ مقدار سودینار ہیں تو یہ سودینار ان پانچوں میں اور وقف کنندہ کے باقی وارثوں میں سب کے درمیان بحساب میراث تقسیم ہوں گے پھر جب ہم نے تقسیم کر دیے اور ان میں سے محتاجوں کو جو کچھ پہنچا وہ ان کی سالانہ قدر کفایت نفقہ سے کم ہے تو ان پر اس وقف کے غلہ سے یہاں تک رو کیا جائے گا کہ ان کے حصہ میں سودینار مقدار کفایت سالانہ ان کو

۱۔ جب تک ان کی اصل قائم ہو ۱۱۔ ۲۔ قول یہاں تک رو کیا جائے اصل نسخہ میں ایسا ہی ہے کہ وہ ان پر رو کیا جائے گا جب تک کہ ان کو اس مقدار سے سودینار پہنچیں گے اور حاصل یہ کہ جو کچھ اس پر رو کیا جائے گا وہ اس کے درمیان میراث ہوگی ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا پھر جب تک کہ جو چھوٹا ہو سے گا وہ سودینار سے کم ہو گا تو انہیں پر رو دیا گیاں تک کہ وہ مقدار ان کو کافی ہو اور معنی قول ما تقسیم کے مارامہ مستلزم ہے ۱۲۔

بچے یہ محیط میں ہے۔
باب گیارہواں:

مسجد واس کے متعلقات کے بیان میں

اس میں دو فصلیں ہیں

فصل اول:

ان امور کے بیان میں جن سے مسجد ہو جاتی ہے اور اُس کے احکام اور جو اس میں ہے اس کے احکام کے بیان میں

جس نے مسجد بنائی اس کی ملک اُس سے زائل نہ ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کو اپنے ملک کے لگاؤ سے مع راستہ کے الگ کر دے اور اُس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دے۔ یعنی عام اجازت دے دے۔ پس لگاؤ سے الگ کر دینا اس وجہ سے واجب ہے کہ وہ اسی سے خالص ہو جاتی ہے بدون اس کے اللہ تعالیٰ کے واسطے خالص نہ ہو جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔ پس اگر کسی نے اپنے درمیان احاطہ یا مکان کو مسجد کر دیا اور لوگوں کو اس میں داخل ہونے اور اس میں نماز پڑھنے کی عام اجازت دے دی پس اگر اس کے ساتھ راستہ شرط کر دیا تو وہ بالاتفاق مسجد ہو جائے گی اور اگر راستہ شرط نہ کیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسجد نہ ہوگی اور صاحبین نے کہا کہ مسجد ہو جائے گی اور راستہ بدون شرط کے اس کے حقوق سے ہو جائے گا یہ قیدیہ میں ہے سخانی میں لکھا ہے کہ اگر اس کا دروازہ بڑے راستہ کی طرف جدا کر کے بنادیا تو وہ مسجد ہو جائے گی ایسا ہی امام قاضی خانؒ نے ذکر کیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی نے مسجد بنائی جس کے نیچے سرداب یعنی تہہ خانہ ہے یا اُس کے اوپر بالا خانہ ہے اور مسجد کا دروازہ بڑے راستہ کی طرف بنادیا اور اُس کو جدا کر دیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اس کو فروخت کر دے اور جب مر جائے تو یہ مکان اُس کے وارثوں کی میراث ہوگا اور اگر اس کا تہہ خانہ بغرض مصالح مسجد ہو جیسے بیت المقدس میں ہے تو یہ جائز ہے یعنی وہ مسجد ہو جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر کسی نے چاہا کہ مسجد کے نیچے یا اُس کے اوپر کرایہ کی دکانیں بنوادے جن کے کرایہ سے مسجد کی مرمت ہوا کرے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے یعنی یہ جائز نہیں ہے کذا فی الذخیرہ قال المحترجم اوپر لکھا ہے جس مکان کو مسجد بنوادے اُس سے ملک زائل نہ ہوگی یہاں تک کہ اپنی ملک کے لگاؤ سے الگ کر دے اور نماز کی عام اجازت دے دے پس لگاؤ سے الگ کرنے کی وجہ اور اس کے متعلق مسائل ذکر کر دیے اور ہا مردوم یعنی نماز تو اس کی وجہ بیان فرمائی کہ اذان نماز اس وجہ سے ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک تسلیم امر ضروری ہے کما فی البحر الرائق اور مسجد کو تسلیم یعنی سپرد کرنا اس طرح متحقق ہوتا ہے کہ بنانے والے کی اجازت سے اس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور امام ابو حنیفہؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں ایک وہ جو حسن بن زیادؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی کہ اُس کی اجازت ہے اس میں جماعت کی نماز دو یا زیادہ آدمیوں کی جماعت سے شرط ہے جیسا کہ امام محمدؒ کا قول ہے اور صحیح حسن بن زیاد ہی کی روایت ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور باوجود اس کے یہ بھی شرط ہے کہ یہ نماز اس میں اذان و اقامت کے ساتھ بالجہر ہو یعنی بالسر نہ ہو

حتیٰ کہ اگر اس میں ایک جماعت نے بدون اذان و اقامت کے خفیہ بغیر جہر کے جماعت کی نماز پڑھ لی تو وہ امام ابوحنیفہ و امام محمدؒ کے نزدیک مسجد نہ ہو جائے گی یہ محیط و کفایہ میں ہے۔

اگر مسجد کسی ایسے متولی کو سپرد کر دی جو اس کے مصالح کے سرانجام پر قائم رہتا ہے تو یہ جائز ہے ☆

اگر ایک شخص نے ایک ہی مرد کو مؤذن و امام مقرر کر دیا اُس نے اذان دی اور اقامت کہی اور تنہا نماز پڑھ لی تو وہ بالاتفاق مسجد ہو جائے گی یہ کفایہ و ہدایہ و فتح القدیر میں ہے۔ اگر مسجد کسی ایسے متولی کو سپرد کر دی جو اس کے مصالح کے سرانجام پر قائم رہتا ہے تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ متولی اس مسجد میں نماز نہ پڑھتا ہو اور یہی صحیح ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرحدی میں ہے اور اسی طرح اُس کو قاضی یا اُس کے نائب کو سپرد کر دیا تو بھی جائز ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے جس مکان کو مسجد کرنا چاہتا ہے اُس کے مسجد ہو جانے کے واسطے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے کہ یوں کہے کہ یہ میری موت کے بعد مسجد ہے یا اُس کی وصیت کرے پس امام کے نزدیک بعد موت کی طرف نسبت کرنا یا وصیت کرنا اُس کی صحت کی شرط ہے اور نہ اُس کے لازم ہونے کی شرط ہے بخلاف دیگر اوقاف کے اُن میں امام کے مذہب پر ایسی اضافت یا وصیت شرط ہے یہ ذخیرہ میں ہے صدر الشہید نے واقعات کی کتاب المہبہ والصدوقہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی ملک میں خالی زمین ہے جس میں کوئی عمارت نہیں ہے اُس نے ایک قوم کو حکم دیا کہ تم اُس میں جماعت سے نماز پڑھو تو اس میں تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اُن لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کے لیے ہمیشہ کے واسطے صریح اجازت دے دی جائے طور کہ مثلاً اُس نے کہا کہ تم اس میں ہمیشہ نماز پڑھا کرو یا دوم آنکہ ان کو مطلقاً بدون کسی قید کے نماز پڑھنے کی اجازت دی اور نیت یہ کی کہ ہمیشہ کے واسطے اجازت ہے تو ان دونوں صورتوں میں وہ خالی زمین اگرچہ بلا عمارت ہے مسجد ہو جائے گی چنانچہ جب وہ شخص مر جائے تو یہ زمین اُس کی میراث نہ ہوگی اور صورت سوم یہ کہ اُس نے نماز کی اجازت دینے کا کوئی وقت مقرر کر دیا مثلاً ایک دن یا مہینہ یا یہ سال مثلاً تو اس صورت میں وہ زمین مسجد نہ ہو جائے گی چنانچہ جب وہ مرے تو یہ اُس کی میراث ہوگی یہ ذخیرہ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک مسجد کے متولی نے ایک گھر کو جو مسجد پر وقف کیا گیا تھا مسجد کر دیا اور لوگوں نے اس میں برسوں نماز پڑھی پھر لوگوں نے اس میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا پھر وہ اپنی حالت سابقہ پر کرایہ پر چلنے لگا پھر گھر کر دیا گیا تو یہ جائز ہے کیونکہ متولی کا اُس کو مسجد کر دینا صحیح نہیں ہوا تھا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک مریض نے اپنا احاطہ مسجد کر دیا پھر سر گیا اور یہ احاطہ اس کے تہائی ترکہ سے برآمد نہیں ہوتا ہے اور وارثوں نے اُس کے فعل کی اجازت نہ دی تو وہ پورا احاطہ مسجد نہ ہو جائے گا اور اُس کا مسجد کر دینا باطل ہو گیا کیونکہ اس میں وارثوں کا حق ہے پس وہ بندوں کے حقوق کے لگاؤ سے الگ نہیں ہوا تھا تو اُس نے ایک جزو شائع کو مسجد کیا پس یہ باطل ہے جیسے کسی شخص نے اپنی زمین کو مسجد کر دیا پھر کوئی شخص اُس زمین میں سے تہائی یا چوتھائی یا آٹھویں یا بارہویں وغیرہ کسی ایسے جزو کا مستحق ہو جو تمام زمین میں شائع ہے یعنی اُس جزو کے واسطے اس زمین کا کوئی مقام متعین نہیں ہے تو ایسی صورت میں باقی زمین بھی عود کر کے اس شخص کی ملک میں ہو جاتی ہے پس ایسا ہی اس مسئلہ میں ہے۔ بخلاف اس کے اگر اُس نے وصیت کی کہ یہ میرے احاطہ میں سے ایک تہائی مسجد کر دیا جائے تو یہ صحیح ہے کیونکہ تہائی اگرچہ اس وقت جزو شائع ہے لیکن جس وقت مسجد کیا جائے گا تو علیحدہ متعین ہو جائے گا اس لئے کہ وہ احاطہ تقسیم کر کے اُس میں سے ایک تہائی الگ کر کے مسجد کیا جائے گا یہ محیط سرحدی میں ہے۔

جنازے کی نماز کے لیے جو جگہ بنا دی گئی ہو اُس کا حکم مسجد ہے حتیٰ کہ نجاسات وغیرہ جن چیزوں سے مسجد کو دور رکھتے ہیں اس

سے اس کو بھی بچائیں گے ایسا ہی فقیر رحمۃ اللہ نے اختیار کیا ہے مگر مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ اب رہا وہ مقام جو نماز عید کے واسطے بنایا گیا ہو تو مختار یہ ہے کہ اقتدار جائز ہونے کے حق میں اس کا حکم مسجد کا ہے چنانچہ وہاں اقتدار جائز ہے اگرچہ صفوں کے درمیان انفصال ہو اور اقتدار کے سوائے دیگر احکام میں اس کا حکم مسجد کا نہیں ہے اور یہ لوگوں پر آسانی کے لحاظ سے ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر لوگوں کی جماعت پر مسجد تک ہو اور اس کے پہلو میں کسی شخص کی زمین ہو تو باکراہ بھی پوری قیمت دے کر اس سے وہ زمین لے لی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک مسجد کے پہلو میں ایک زمین ہے جو اسی مسجد پر وقف ہے اور لوگوں نے چاہا کہ اس زمین میں سے کچھ اس مسجد میں بڑھادیں تو جائز ہے لیکن یہ بات قاضی کے سامنے پیش کریں تاکہ وہ ان کو اجازت دے دے اور وقف کا گھریا دکان جو آمدنی کے واسطے ہو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں ہے کبریٰ میں ہے کہ ایک مسجد والوں نے چاہا کہ مسجد اور مسجد کو رجبہ کریں اور چاہا کہ اس کا جدید دروازہ بنادیں اور چاہا کہ دروازے کو اپنے مقام سے دوسرے مقام پر تحویل کریں تو ان کو یہ اختیار ہے پھر اگر اس مسجد والوں نے باہم اختلاف کیا تو دیکھا جائے کہ کون گروہ زیادہ اور افضل ہے پس اسی کو اختیار ہوگا یہ مضمرات میں ہے۔

ایک قوم نے ایک مسجد بنانی چاہی اور ان کو جگہ کی ضرورت ہوئی تاکہ مسجد کشادہ ہو جائے انہوں نے راستہ میں سے ایک ٹکڑا لے کر مسجد میں داخل کر دیا پس اگر راستہ والوں کو کچھ ضرر پہنچتا ہو تو جائز نہیں ☆

مفتی میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک چوڑا راستہ ہے اس میں محلہ والوں نے مسجد بنائی اور اس سے راستہ کو ضرر نہیں ہے پھر ان کو ایک شخص نے منع کیا تو ان کو بتا لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ کذا فی الحاوی۔ وقال المترجم وفيه نظر من حيث الرواية قتائل۔ اجناس میں ہے کہ ہشام نے اپنی نو اور میں کہا کہ میں نے امام محمد سے دریافت کیا کہ ایک قصبہ میں رہنے والے بہت لوگ ہیں کہ ان کے حدود داخل احصاء یعنی داخل شمار و حفظ نہیں ہیں اور اس قصبہ کی ایک نہر ہے اور وہ نہر کاریز یا جنگل کا نالہ ہے اور وہ خاصۃً انہی کی ہے اور ایک قوم نے یہ چاہا کہ اس نہر کے بعض ٹکڑے پر تعمیر کر کے مسجد بنادیں اور اس سے نہر کو کچھ ضرر نہیں ہوتا ہے اور نہر والوں میں سے بھی کوئی اس قوم سے معترض نہیں ہوتا تو امام محمد نے فرمایا کہ ہاں اس قوم کو اختیار ہے کہ ایسی مسجد چاہے محلہ والے کے واسطے چاہے عام لوگوں کے واسطے بنالیں یہ محیط میں ہے۔ ایک قوم نے ایک مسجد بنانی چاہی اور ان کو جگہ کی ضرورت ہوئی تاکہ یہ مسجد کشادہ ہو جائے پس انہوں نے راستہ میں سے ایک ٹکڑا لے کر مسجد میں داخل کر دیا۔ پس اگر راستہ والوں کو کچھ ضرر پہنچتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ضرر نہ پہنچتا ہو تو مجھے امید ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہ ہو کذا فی المضمرات اور یہی مختار ہے یہ نزائے المفتین میں ہے۔ اگر لوگوں نے کہا کہ مسجد میں سے کوئی ٹکڑا مسلمانوں کے لیے عام راستہ کر دیں تو کہا گیا ہے کہ ان کو یہ اختیار نہیں ہے اور یہ قول صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مسجد میں سے کوئی ٹکڑا مسلمانوں کے لیے عام راستہ گزر گا بتائی تو جائز ہے کیونکہ شہروں کے لوگوں میں جامع مسجدوں میں ایسا متعارف اور ہر ایک کو اس راہ سے گزرنے کا اختیار ہو گا حتیٰ کہ کافر بھی یہ راہ چل سکتا ہے مگر جو شخص حب ہو یا وہ عورت جو حیض و نفاس میں ہو اس راہ سے نہیں گزر سکتی اور لوگوں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس راہ میں اپنے جانور لے جائیں یہ تمہین میں ہے۔ سلطان نے ایک قوم کو حکم دیا کہ شہر کی زمین میں سے ایک زمین کو ایک مسجد پر وقف ہونے کے واسطے دکانیں بنادیں اور ان کو حکم دیا کہ اپنی مسجدوں میں بڑھادیں تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ شہر بزرگ شمشیر فتح ہوا ہو تو اس کا حکم جائز ہو گا بشرطیکہ اس سے راہ گریوں کو مضرت نہ ہو کیونکہ جو شہر بزرگ شمشیر فتح ہوا ہو وہ غازیوں کی ملک ہو جاتا ہے تو اس میں سلطان کا حکم جائز ہو گا اور اگر وہ شہر بطور صلح فتح ہوا ہو تو وہ شہر اتنے لوگوں کی ملک پر باقی رہا پس اس میں سلطان کا حکم جائز نہ ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک محلہ میں ایک مسجد ہے جو اپنے لوگوں پر تنگ ہے اور ان لوگوں کو اس میں بڑھانے کی گنجائش حاصل نہیں ہوتی ہے پس بعض پڑوسیوں نے ان سے سوال کیا کہ یہ مسجد ہمارے واسطے کر دو تو ہم اس کو اپنے مکان

میں داخل کریں یعنی اس مسجد کو مکان میں بڑھا کر مکان کر لیں اور تم کو اس سے بہتر مکان دے دیں جس میں سب اہل محلہ سما سکتے ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مسجد والے ایسا نہیں کر سکتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے۔

کبرئی میں ہے کہ ایک مسجد بنی ہوئی ہے پس ایک شخص نے چاہا کہ اُس کو توڑ کر دوبارہ اس کو اس عمارت سے مضبوط عمارت کے ساتھ بنا دے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ اُس کو کوئی ولایت حاصل نہیں ہے یہ مضمرات میں ہے قال المحترم جمہ اس میں اشارہ ہے کہ اگر اس کو ولایت حاصل ہوئی یا سب متولی اس کو اجازت دے دیتے تو در صورت بہتری کے ممکن تھا فانھم واللہ تعالیٰ اعلمہ اور نازل میں اسی مسئلہ میں لکھا ہے کہ وہ شخص نہیں توڑ سکتا مگر ایسی صورت میں توڑ سکتا ہے جبکہ مگر جانے کا خوف ہو اگر نہ کا ہو تو محلہ گرائی جائے یہ آثار خانیہ میں ہے اور اس مسئلہ کی تادیل یہ ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ بنانے والا اس محلہ کا نہ ہو اور اگر محلہ والوں کو اختیار ہے کہ اگر جدید تعمیر سے اس کو بنوائیں اور اس میں بوریا کا فرش بچائیں اور قندیلیں لٹکا دیں لیکن اپنے ذاتی مال سے ایسا کریں گے اور اگر مسجد کے مال سے ایسا کرنا چاہیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے مگر جب کہ قاضی ان کو ایسی اجازت دے دے کہ ذاتی الخلاصہ اور محلہ والوں کو اختیار ہے کہ مسجد میں پانی کے مسئلے اس غرض سے رکھیں کہ ان سے پانی پیا جائے یا ان سے وضو کیا جائے جب کہ مسجد کا بنانے والا معلوم نہ ہوتا ہو اور اگر وہ شخص معلوم ہو تو وہی اولیٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ابن ساعد نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے مسجد بنوائی پھر مر گیا پھر مسجد والوں نے چاہا کہ اُس کو توڑ کر اس میں بڑھا دیں تو ان کو یہ اختیار ہے اور میت کے وارث ان کو منع نہیں کر سکتے ہیں اور اگر مسجد والوں نے چاہا کہ راستہ میں سے اس میں بڑھائیں تو میں ان کو اجازت نہ دوں گا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کسی نے اپنی زمین کو مسجد کر دیا اور اس میں سے کچھ اپنی ذات کے واسطے شرط کر لیا تو بالا جماع نہیں صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اُس نے مسجد بنائی اور یہ شرط لگائی کہ اس کو تین روز تک یا زیادہ ایام تک مثلاً اختیار ہے جیسے برج وغیرہ میں خیار شرط کرتے ہیں تو علماء نے اتفاق کیا کہ وقف جائز ہوگا یعنی وہ مسجد ہو جائے گی اور شرط باطل ہے یہ بخاری القنادی میں ہے اور وقف الخصاص میں ہے کہ اگر اپنی زمین کو مسجد کر دیا اور اس کو بنوایا اور گواہ کر لیے کہ مجھے اختیار ہے کہ اس کا وقف باطل کر دوں اور اُس کو فروخت کر دوں تو یہ شرط باطل ہے اور وہ مسجد ہو جائے گی جیسے اس مسئلہ میں ایک شخص نے ایک مسجد بنوا کر کہا کہ میں نے یہ مسجد خاص کر اسی محلہ والوں کے لیے کر دی تو شرط باطل ہے اور دوسرے محلہ والوں کو بھی اختیار ہوگا کہ اس میں نماز پڑھیں یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کوئی مسجد خراب ہو گئی اور مسجد والے اس سے بے پردہ ہو گئے اور وہ مسجد خراب ہو کر ایسی ہو گئی کہ اس میں نماز نہیں پڑھی جاتی ہے تو اپنے وقف کرنے والے کی ملک میں یا اُس کے وارثوں کی ملک میں عود کر جائے گی حتیٰ کہ ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں اُس کو فروخت کر دیں یا اُس کو گھر بنادیں اور بعض نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ کے واسطے مسجد ہے اور یہی اصح ہے یہ خزائنہ المغنی میں ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور قول اول خطا ہے والہمشاء عدم الاطلاع علی ما صرح فی الحدیث فاعملہ واحفظہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ دو مسجدوں میں سے ایک قدیم اور دوسری جدید ہے پھر قدیم دانی بسبب ہوانی ہونے کے خراب و منہدم ہونے کو آگئی پس اہل محلہ کو چہ نے چاہا کہ اس کو فروخت کر کے اُس کے دام جدید مسجد میں صرف کریں تو یہ نہیں جائز ہے چنانچہ امام ابو یوسفؒ کے قول پر اس وجہ سے نہیں کہ مسجد اگر چہ خراب ہو جائے اور اُس کے لوگ اس سے بے پردہ ہو جائیں وہ کبھی اپنے بنانے والے کی ملک میں عود نہیں کرتی ہے اور بنا بر قول امام محمدؒ کے اگر چہ بے پردائی کے بعد وہ ملک میں عود کرتی ہے لیکن اپنے بنانے والے کی ملک میں عود کے ملک میں عود کرتی ہے پس مسجد و محلہ والوں کو دونوں میں سے کسی قول پر فروخت کرنے کی ولایت حاصل نہ ہوگی اور فتویٰ امام ابو یوسفؒ

کے قول پر ہے کہ وہ کبھی ملک میں عود نہیں کرتی ہے کذا نقل فی المضمرات عن الجتہ حاوی میں ہے کہ شیخ ابو بکر اسکاف سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دار کے دروازے پر اپنے لیے مسجد بنوائی اور اُس کی اصلاح و تعمیر کے لیے ایک زمین وقف کی پھر وہ مر گیا اور مسجد خراب ہو گئی اور اس کے وارثوں نے اُس کی بیع کا فتویٰ طلب کیا پس فتویٰ دیا گیا کہ بیع جائز ہے پھر کسی قوم نے اس مسجد کو بنالیا اور بعد تعمیر کے اس اراضی وقف کو طلب کیا تو فرمایا کہ ان کو مطالبہ کا حق نہیں پہنچتا ہے یہ تاتار خانہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے مال سے مسجد میں فرش ڈلوایا پھر مسجد خراب ہو گئی اور لوگ اس سے مستغنی ہو گئے تو یہ فرش اسی شخص کا ہوگا اگر زندہ موجود ہو یا اس کے وارث کا ہوگا اگر مر گیا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ فروخت کر کے اُس کا شمن مسجد کی ضروریات میں خرچ کیا جائے اور اگر اس مسجد کو اس کی کچھ ضرورت نہ ہو تو کسی دوسری مسجد میں خرچ کیا جائے اور پہلا قول امام محمدؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر کسی نے ایک مردہ کو کفن دیا پھر لاش کو کسی درندہ نے پھاڑ ڈالا اور لے گیا تو یہ کفن اسی شخص کا ہے جس نے کفن دیا تھا اگر زندہ ہو یا اُس کے وارثوں کا ہے اگر مر گیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ابو الیث نے اپنے نوازل میں ذکر کیا کہ مسجد کا فرش اگر کہنہ ہو گیا اور مسجد والے اُس سے مستغنی ہو گئے حالانکہ اس کو ایک شخص نے ڈلوایا تھا پس اگر وہ شخص زندہ ہو تو اسی کا ہے اور اگر مر گیا اور کوئی وارث نہیں چھوڑا تو مجھے امید ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہ ہوگا کہ وہ فرش کسی فقیر کو دے دیں یا مسجد کے لیے دوسرا فرش خریدنے میں اس سے استمداد حاصل کریں اور مختار یہ ہے کہ بدون حکم قاضی ان کو ایسا کرنے کا اختیار ہے یہ محیط سرخی میں ہے متقی میں ہے کہ اگر مسجد کے بورے کہنہ ہو کر ایسے ہو گئے کہ یہاں کام نہیں دیتے ہیں پھر جس نے بچھایا تھا اُس نے چاہا کہ ان کو لے کر صدقہ کر دے یا ان کے عوض بجائے ان کے دوسرے خرید لے تو اس کو یہ اختیار ہے اور اگر وہ غائب ہو پس اہل محلہ نے چاہا کہ ان بوریوں کو صدقہ کر دیں جب کہ وہ کہنہ کا کارہ ہو گئے ہیں تو ان کو یہ اختیار نہ ہوگا جب کہ ان کی کچھ قیمت ہو اور اگر ان کی کچھ قیمت نہ ہو تو اُس کا مضائقہ نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ مسجد کا پیال جب چیت میں مسجد سے نکالا جائے اگر اس کی کچھ قیمت نہ ہو تو مسجد کے باہر ڈال دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور جو کوئی اُس کو اٹھالے جائے اس کو روا ہے کہ اس سے نفع اٹھائے یہ واقعات حسامیہ میں ہے مسجد کی گھاس یعنی پیال وغیرہ جو ڈلوادیتے ہیں اگر اس کی کچھ قیمت ہو تو اہل مسجد کو اختیار ہے کہ اس کو فروخت کر دیں اور قاضی کے پاس اُس کا مراغہ کریں تو میرے نزدیک زیادہ پسند ہے پھر اس کے حکم سے اس کو فروخت کریں یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر کسی نے مسجد کی گھاس اٹھائی اور کر دیا اس کو پارہ پارہ بواؤں تو مشائخ نے فرمایا کہ اس پر ضمان واجب ہوگی کیونکہ اس کی قیمت ہے حتیٰ کہ شیخ ابو حفص اسفہروری نے اپنی آخر عمر میں حشیش المسجد کے لیے پچاس درہم کی وصیت کی یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

کعبہ کی دیباچہ اگر کہنہ ہو گئی تو اُس کا لے لینا جائز نہیں ہے لیکن سلطان اُس کو فروخت کر کے اس سے کعبہ کے امور میں استعانت لے ☆

جنازہ یا غسل کسی مسجد کے واسطے بھی وہ خراب ہو گئی پس اہل مسجد نے اُس کو فروخت کر دیا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ قاضی کے حکم سے بیع ہونا بہتر ہے اور صحیح یہ ہے کہ قاضی کے حکم کے بغیر اُس کی بیع جائز ہی نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ کعبہ کی دیباچہ اگر کہنہ ہو گئی تو اُس کا لے لینا جائز نہیں ہے لیکن سلطان اُس کو فروخت کر کے اس سے کعبہ کے امور میں استعانت لے یہ سراجیہ میں

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ حاشیہ میں یہ قید ہے اور جو کتب فقہ کی موجود ہیں یہ قید ان میں نہیں پائی جاتی ۱۲۔ قولہ جنازہ یا غسل یعنی ایسی چار پائی کے مانند چیز جس پر مردہ لے جائیں یا ماند صندوق کے تھی اور دستور تھا کہ مسجد کے متعلق اس کو رکھتے تھے یعنی مسجد محلہ کا کہ جو کوئی اس محلہ میں مرے اس کو اس پر ۱۱۔ لے جائیں ۱۲۔

ہے۔ اگر مسجد کے تیل کے واسطے کسی نے وقف کیا تو تمام رات اُس کا جلانا جائز نہیں ہے بلکہ اسی قدر جلانے جس کی نمازیوں کو ضرورت ہے پس تہائی رات تک جائز ہے یا آدھی رات تک جب کہ اس میں نماز کے لیے اتنی ضرورت ہو یہ سراج الوہاب میں ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ تمام رات اس میں جلتا چھوڑا جائے مگر ایسی جگہ جہاں اس کی عادت جاری ہو کہ تمام رات اس میں چراغ جلتا ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد اور مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ کی مسجد تو ان میں تمام رات جائز ہے یا وقف کنندہ نے تمام رات اس میں جلتا چھوڑنے کی شرط کر دی ہو جیسے ہمارے زمانہ میں عادت جاری ہے یہ عزرائق میں ہے۔ اگر کسی نے مسجد کے چراغ سے کتاب پڑھانی چاہی پس اگر مسجد کا چراغ اس میں نماز پڑھی جانے کے لیے جل رہا ہو تو بعض نے کہا کہ اس صورت میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر نماز کے لیے اب نہ جلتا ہو مثلاً نمازی لوگ اپنی نماز سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گروں میں چلے گئے ہوں اور مسجد میں چراغ جلتا رہ گیا ہو تو مشائخ نے کہا کہ تہائی رات تک اس سے کتاب کی تدریس میں مضائقہ نہیں ہے اور تہائی سے زائد میں اُس کو تدریس کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فصل دوم:

مسجد پر وقف اور اُس کے مال میں قیم وغیرہ کے تصرف کرنے کے بیان میں

اگر کسی نے چاہا کہ اپنی زمین کو مسجد اور اس کی عمارت پر اور اُس کی ضروریات مانند تیل و چٹائی وغیرہ پر اس طرح وقف کرے کہ اُس کو کوئی باطل نہ کر سکے تو یوں کہے کہ وقف کر دی میں نے اپنی یہ زمین (۱) مع اُس کے حقوق و مرافق کے وقف مؤید (دائمی ۱۲) اپنی حیات میں اور بعد موت کے بدیں شرط کہ اس سے غلہ حاصل کیا جائے اور اس کے غلہ سے پہلے اس کی عمارت میں اور اس کے قوام کی اجرت (تخاؤ وغیرہ ۱۲) میں اور اُس کی مؤنت میں خرچ کیا جائے پھر جو اُس سے بڑھوہ مسجد فلاں کی عمارت میں و اُس کے تیل و دوا وغیرہ میں اور ہر ایسے کام میں جن میں مسجد کی بہتری و مصلحت ہو صرف کیا جائے اس شرط سے کہ قیم کو اختیار ہے کہ اس میں اپنی رائے سے تصرف کرے اور جب یہ مسجد اس مال سے مستغنی ہو تو مسلمانوں کے فقراء پر صرف کیا جائے جب اس طرح وقف کرے گا تو یہ وقف جائز لازم ہوگا کہ کبھی باطل نہیں ہو سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین ایک مسجد پر وقف کی اور آخر اس کا مساکین کے لیے نہیں کیا تو مشائخ نے اس میں کلام کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ بالا جماع سب کے قول میں یہ وقف جائز ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

اگر کوئی زمین کسی مسجد کی عمارت یا مقابر کی مرمت پر وقف ہو تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مقام مبیا کیا اور اس کو بنانے سے پہلے اس پر کوئی عمارت وقف کیا تو اس میں متاخرین نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور جب تک بن کر تیار ہوا اس وقت تک اُس کا غلہ فقیروں پر صرف کر دیا جائے گا پھر جب بن جائے تو اس کی طرف پھیر دیا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ صدر الشہید نے لکھا کہ اگر کسی نے اپنا گھر کسی مسجد یا مسلمانوں کے راستہ پر تصدق کیا تو اس میں مشائخ نے کلام کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ مثل وقف کے جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے درہم دیا مسجد کی عمارت یا مسجد کے نفقہ یا مسجد کی مصلحتوں میں تو صحیح ہے کیونکہ اس کی صحیح اگر بطریق وقف ممکن نہ ہو تو مسجد کو بیہ کرنے کے طور پر تملیک کی صحیح ممکن ہے اور مسجد کو اس طور پر مالک کر دینا صحیح ہے پس قبضہ سے بہ پورا ہو جائے گا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مسجد کے لئے میں نے اپنے مال کی

۱۔ قولہ دیان معرب دیباہوں جنم کے رہنمائی بیش قیمت کہڑا ہے جو خانہ کعبہ پر چڑھایا جاتا ہے ۱۲۔ ۲۔ تدریس درس دینا یعنی پڑھانا ۱۲۔

(۱) اُس کے حدود و بیان کرو ۱۲۔

وصیت کی تو یہ جائز نہیں ہے مگر آنکہ یوں کہے کہ مسجد پر خرچ کیا جائے یہ خزانہ مفتین میں ہے۔ نو اور بن ساعد میں امام محمد سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اپنے تہائی مال کی چراغ مسجد کے واسطے وصیت کی تو نہیں جائز ہے یہاں تک کہ یوں بھی کہے کہ اس سے مسجد میں چراغ جلایا جائے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کہا کہ میں نے اپنے دار کو مسجد کے لیے ہبہ کر دیا مسجد کے لیے دے دیا تو صحیح ہے اور یہ تملیک ہوگی اور اس میں سپرد کردینا شرط ہے جیسے کسی نے کہا کہ میں نے یہ سو واسطے مسجد کے وقف کیے تو یہ طریق تملیک صحیح ہے جب کہ اس کے قیم کو سپرد کر دے یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ یہ درخت مسجد کے لئے ہے تو نہیں جائے گا یہاں تک کہ قیم کو سپرد کر دے یہ محیط میں ہے۔ اگر کوئی زمین کسی مسجد پر اس شرط سے وقف کی کہ جو کچھ اُس کی عمارت سے بڑھے وہ فقیروں کے لیے ہے پس غلہ مجتمع ہو گیا اور مسجد کو فی الحال عمارت کی ضرورت نہیں ہے تو کیا یہ غلہ فقیروں کی طرف صرف کر دیا جائے گا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ اگر غلہ اس قدر ہے کہ در صورت مسجد یا زمین وقف کو ضرورت تعمیر پیش آنے کے جس قدر ضرورت ہو اس قدر سے اور زیادہ جمع ہے تو بعد از زیادت کے صرف فقراء کو دیا جائے تاکہ وقف بھی محفوظ رہے اور وقف کرنے والے کی شرط بھی پوری ہو جائے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مسجد منہدم ہو گئی اور اُس کے غلہ سے اس قدر جمع ہے کہ اُس کی تعمیر ہو سکتی ہے تو خصاف نے کہا کہ غلہ مذکور اُس کی تعمیر میں نہیں اٹھایا جائے گا کیونکہ وقف کنندہ نے اُس کی مرمت پر وقف کیا تھا اور یہ حکم نہیں دیا کہ اُس سے یہ مسجد بنوائی جائے قال المتزجم یہ حکم غور کے قابل ہے کیونکہ قیاس جلی یہاں امر منصوص کا معارض ہے اسی واسطے کتاب میں فرمایا کہ فتویٰ اس بات پر ہے کہ اس غلہ سے بنانا بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ کسی نے اپنے تہائی مال کی نیک کاموں کے لیے وصیت کی تو کیا اُس سے مسجد میں چراغ جلایا جائے فرمایا کہ ہاں جائز ہے اور فرمایا کہ چراغ مسجد سے بڑھانا نہیں جائز ہے خواہ ماہ رمضان ہو یا کوئی اور مہینہ ہو اور فرمایا کہ اس سے مسجد کی زینت نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔ ایک مسجد کا دروازہ ہوا کہ زرخ پر ہے پس دروازہ میں پوچھاڑ سے مینہ کا پانی پہنچتا ہے پس وہ خراب ہو جاتا ہے اور لوگوں پر مسجد میں جانا دشوار ہو جاتا ہے تو قیم کو روا ہے کہ وقف کی آمدنی سے مسجد کے دروازے پر چھجا بنوادے بشرطیکہ راستہ والوں کو اس چھجے سے ضرر نہ ہو یہ سراجیہ میں ہے۔ فقیر ابو القاسم سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد کا ایک قیم ہے جس کو قاضی نے اس کے غلات پر قیم مقرر کیا ہے اور سالانہ اس کے لیے کچھ مقدار معلوم مقرر کر دی ہے تو فرمایا کہ اگر اس کے کام کے اجر المثل کے برابر ہو تو اُس کو لے لینا حلال ہے یہ محیط میں ہے اور اگر قاضی نے مسجد کے واسطے کوئی خادم مقرر کیا پس اگر وقف کنندہ نے اپنے وقف میں اُس کی شرط کر دی ہو تو جائز ہے اور خادم کو اجرت لے لینا حلال ہوگا اور اگر واقف نے شرط نہ کی ہو تو جائز نہیں ہے یہ سراج میں واقعات سے نقل ہے۔ متولی کو روا ہے کہ مسجد میں جھاڑو دینے وغیرہ کاموں کے لئے کوئی خادم اتنی اجرت پر مقرر کر دے جو ایسے کام کی اجرت ہو کرتی ہے اور اگر کچھ زیادتی ہو تو اتنی ہی ہو کہ کوئی اندازہ کرنے والا ہی اندازہ کرے اور اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو یہ تقرری واجارہ اسی متولی کی طرف سے ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ اپنے ذاتی مال سے ادا کرے اور اگر اُس نے وقف کے مال سے ادا کی تو ضامن ہوگا اور اگر خادم کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس نے اس کے مال سے ادا کی ہے تو اُس کو لینا حلال نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔

مسجد کے متولی کا مسجد کے مال سے منشی رکھنا ☆

مسجد کے متولی پر اس سبب سے حساب رکھنا دشوار ہوا کہ وہ بے پڑھا لکھا آدمی ہے پس اُس نے وقف مسجد کے مال سے کوئی حساب لکھنے والا نوکر رکھا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک مسجد کے واسطے کئی وقف ہیں اور کئی چیزیں آمدنی آتی ہیں اُسکے متولی نے

چاہا کہ وقف کی آمدنی سے مسجد کے لیے تیل یا چٹائی یا پیال یا پکی اینٹیں یا کچھ فرش مسجد کے لیے خریدے تو مشائخ نے کہا کہ اگر وقف کنندہ نے قیم کے لیے اُس کی گنجائش دے دی ہو مثلاً کہا ہو کہ قیم اپنی رائے میں جو مصلحت مسجد کے واسطے دیکھے وہ کرے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ جو مسجد کے واسطے اُس کی مصلحت میں آئے خرید کرے اور اگر وقف نے ایسی وسعت نہ دی ہو بلکہ اُس نے بنائے مسجد یا عمارت مسجد پر وقف کیا ہو تو جو ہم نے ذکر کیا اُس کو قیم نہیں خرید سکتا ہے اور اگر وقف کرنے والے کی شرط معلوم نہ ہو تو یہ قیم اپنے سے پہلے قیمتوں کو دیکھے اگر یہ لوگ مسجد کے وقف سے تیل چٹائی وغیرہ جو ہم نے ذکر کیا ہے خریدتے ہوں تو یہ قیم بھی ایسا ہی کر سکتا ہے ورنہ نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر وقف کرنے والے نے عمارت مسجد پر وقف کیا تو اس لفظ سے اُس کی بناء اور کھل و سچ کرنے میں خرچ کیا جائے گا اُس کی تزئین میں صرف نہیں کیا جائے گا اور اگر اُس نے کہا ہو کہ مصالح مسجد پر وقف ہے تو تیل و بوریا وغیرہ بھی خریدنے جائز ہیں یہ خزائنہ المفتین میں ہے۔ قیم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جو مسجد کی عمارت پر وقف ہو اُس سے اشرف بنا دے اور اگر بنوائے تو ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ متولی نے اگر وقف مسجد سے مسجد کی قدیمیں بنوانے میں خرچ کیا تو جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر عمارت مسجد پر وقف ہو تو متولی کو آیا یہ اختیار ہے کہ چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی خریدے تاکہ چھت پر سے برف وغیرہ صاف کر دیا جائے اور کھل کر دی جائے یا یہ اختیار ہے کہ چھت صاف کرنے والے و برف دور کرنے والے کو اور مسجد کی جھاڑی ہوئی مٹی کے ڈھیر پھینکنے والے کو اس غلہ وقف سے مزدوری دے تو شیخ ابوالنہر نے کہا کہ ہر وہ امر جس کے ترک کرنے سے مسجد کا خراب یعنی شکستہ و کھنڈل ہو جانا لازم آئے اُس کے کرنے کا قیم کو اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وقف مسجد کی آمدنی سے منارہ بنانا جائز ہے اگر ضرورت ہوتا کہ پڑوسیوں کو خوب سنائی دے اور اگر دے لوگ بدوں منارہ کے اذان سنتے ہوں تو نہیں کذا فی خزائنہ المفتین۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ لیكون اسمع للجهير ان مشکل ہے کیونکہ معنی اسم تفصیل کے تفصیل مراد لینے میں ضرورت ثابت نہیں اور اسی قدر کو ضرورت قرار دینا خلاف ہے پھر آخر کلام کہ سنتے ہوں تو نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسم تفصیل سے معنی تفصیلی مقصود نہیں ہیں اور یہی اوجہ اقرب ہے پس حاصل یہ ہوگا کہ اگر پڑوسیوں کو اذان نہ سنائی دے تو منارہ بنانا جائز ہے ورنہ نہیں واللہ اعلم۔ مسجد کے پہلو میں فارقین ہے جس سے دیوار مسجد کو کھلا ہوا ضرر پہنچتا ہے پس قیم اور اہل مسجد نے چاہا کہ مال مسجد سے دیوار مسجد کے پہلو میں حض بنا دیں جس سے ضرر دفع ہو تو مشائخ نے کہا کہ اگر مصالح مسجد پر وقف ہو تو قیم ایسا کر سکتا ہے کیونکہ یہ مصالح سے ہے اور اگر عمارت مسجد پر وقف ہو تو نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ عمارت مسجد نہیں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اصح وہ ہے جو امام ظہیر الدین نے کہا کہ وقف عمارت مسجد پر اور وقف مصالح مسجد پر دونوں یکساں ہیں یہ فتح القدیر میں ہے۔

متولی مسجد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ چراغ مسجد کو اپنے گھر لے جائے اور یہ اختیار ہے کہ گھر سے اس کو مسجد میں لائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قیم کو اختیار نہیں ہے کہ جنازہ خریدے یعنی جس پر مردے کو نا کر مقبرہ تک لے جاتے ہیں اس کو مال وقف المسجد سے نہیں خرید سکتا ہے اس غرض سے کہ مسجد کے متعلق رہے اگر چہ وقف کنندہ نے وقف مسجد میں یہ ذکر کر دیا ہو کہ قیم جنازہ خریدنے کذا فی السراجیہ قلت یعنی وقف کنندہ کی ایسی اجازت اُس کی نادانی سے ہے قافہم۔ اگر قیم میں حاصلات وقف مسجد سے کپڑا خرید کر مسکینوں کو دیا تو جائز نہیں ہے اور جو کچھ اُس نے مال وقف سے دام دیے ان کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قیم نے اگر حاصلات وقف مسجد سے کوئی دکان اس غرض سے خریدی کہ کرایہ پر چلائی جائے اور ضرورت کے وقت فروخت کر دی جائے تو جائز ہے بشرطیکہ اس

کو خریدنے کی اجازت حاصل ہو اور جب یہ جائز ہو تو وہ اُس کو فروخت کر سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہے قلت الشنی ریمالا یتروج عند الحاجة علی ما کان علیہ من القیمۃ فالصواب التفصیل اوان یا مرہ القاضی فعلیک بالتعامل عند الفتویٰ۔ مسجد کے قیم کو روا نہیں ہے کہ حد مسجد میں یا فنائے مسجد میں دکانیں بنوادے کیونکہ مسجد جب دکان و مسکن کی گئی تو اس کی حرمت ساقط ہو جائے گی اور یہ جائز نہیں ہے اور فنائے مسجد تابع مسجد ہے پس اُس کا حکم بھی مسجد کا حکم ہے یہ محیط سرخی میں ہے۔

متولی مسجد نے اگر آمدنی وقف مسجد سے جو اُس کے پاس جمع تھی ایک حویلی خرید کر مؤذن کو حوالہ کی کہ اس میں رہا کرے پس اگر مؤذن کو معلوم ہو جائے کہ اُس نے اسی آمدنی سے خرید کر دی ہے تو اس کو اس حویلی میں رہنا مکروہ ہے کیونکہ یہ حویلی حاصلات وقف سے ہے اور امام و مؤذن کو ایسی حویلی میں رہنا مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قال المترجم یہ شاید بتا بریں کہ امامت و اذان کی اجرت با حصر منفعت مکروہ یا یہ مال غصب ہے فافہم اگر قیم نے چاہا کہ وقف مسجد کی آمدنی کچھ اس مسجد کے امام یا مؤذن پر صرف کرے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے لہذا اس صورت میں کہ وقف کنندہ نے وقف میں ایسی شرط کر دی ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر وقف کنندہ نے وقف میں شرط کر دی کہ اس کی حاصلات سے اس قدر مقدار معلوم امام مسجد کو دی جائے تو امام کو یہ مقدار جو معلومہ بیان کر دی ہے دی جائے گی بشرطیکہ وہ فقیر ہو اور اگر وہ غنی ہو تو اس کو لینا حلال نہیں ہے اور فقہاء جو اذان دیتے ہوں ان کا حکم بھی اسی تفصیل سے ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر مسجد کے غلہ کو یا مسجد کی ٹوٹن کو اس مسجد کے نمازیوں نے بدون حکم قاضی کے فروخت کیا تو اسح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اگر مسجد کی دیوار اس کے پہلو کے پانی سے جو شارع میں ہے اور وہ آب شہہ ہی ٹوٹ گئی یعنی پانی پینے کے گھاٹ سے پانی کی تری پا کر ٹوٹ گئی یا نہر کا کنارہ ٹوٹ جانے سے پانی چڑھنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی پس آیا حاصلات مسجد سے نہر کی تعمیر و مرمت میں صرف کیا جائے یا نہیں تو فقیر ابو جعفر نے فرمایا کہ جو کچھ عمارت و مرمت نہر میں خرچ کیا جاتا ہے اگر وہ مسجد کے ستون وغیرہ کی عمارت سے نہیں بڑھتا ہے بلکہ اسی میں ہے تو جائز ہے اور مسجد والوں کو روا ہوگا کہ اس صورت میں نہر والوں کو نہر سے نفع لینے سے روکیں جب تک کہ وہ لوگ ان کی اس عمارت کی قیمت نہ دے دیں پس یہ قیمت اسی مسجد کی عمارت میں صرف کی جائے گی اور اگر چاہیں تو نہر والوں سے پہلے اطلاع کر دیں کہ اپنی نہر درست کرو پھر اگر وہ درست نہ کریں یہاں تک کہ مسجد کی دیوار گر جائے یا ٹوٹ جائے تو ان لوگوں سے منہدم کی قیمت تاوان لیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ شمس الائمہ حلوائی نے اپنے تفہات میں مشائخ بلخ رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل ذکر کیا کہ جب مسجد کے لیے چند وقف ہوں اور اُس کا کوئی متولی نہیں ہے پس مجاہدہ والوں میں سے ایک شخص ان اوقاف کی پرداخت پر کھڑا ہو گیا اور اُس نے ان کی حاصلات سے بوریا و پیال وغیرہ جس کی مسجد کو ضرورت ہوئی اُس پر خرچ کیا تو فقیر ابنہ و بین اللہ تعالیٰ بدلیل احسان جو کچھ اُس نے کیا اس میں اُس پر ضمان نہیں ہے لیکن اگر حاکم کو اُس کے فعل کی خبر کی گئی اور اس شخص نے اُس کے سامنے اُس کا اقرار کیا تو حاکم اس سے ضمان لے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

وقف مسجد کی حاصلات سے جو فاضل بنے وہ فقیروں پر صرف کیا جائے گا یا نہیں تو ایک قول یہ ہے کہ نہیں صرف کیا جائے گا اور یہی قول صحیح ہے پس فاضل مال سے مسجد کے لیے کوئی ایسی چیز خریدی جائے جس سے کرایہ وغیرہ حاصلات آیا کرے یہ محیط میں ہے۔ قاضی شمس الاسلام محمود اوز جندی سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد والوں نے اس کے وقفوں میں تصرف کیا یعنی جو املاک وقف کی تھیں ان کو

۱۔ میں کہتا ہوں کہ بھی کوئی چیز حاجت کے وقت رواج نہیں پاتی ہے جس طور کہ سابق جن عتی پس صواب یہی ہے کہ تفصیل بیان کی جائے یا یہ کہ قاضی اس کو حکم کر دے پس بوقت فتویٰ تامل لازمی ہے ۱۲۔ ۱۔ فتاویٰ مسجد بھی حکم مسجد میں ہے ۱۲۔ ۲۔ قول چند وقت آخ احوال اگر ایک ہی وقف تب بھی ہو یہی حال ہے پس جمع کالفظ اتفاق ہے واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔

اجارہ پر دے دیا اور اُس کا متولی موجود ہے تو فرمایا کہ ان کا تصرف جائز نہیں ہے لیکن حاکم ان تصرفات میں سے اس تصرف کو جس میں مسجد کے واسطے مصلحت ہو پورا کر دے گا پھر پوچھا گیا کہ بھلا تصرف کرنے والا اگر ایک ہو یا دو ہوں تو کچھ فرق ہوگا۔ فرمایا کہ تصرف کرنے والا ضرور ہے کہ محلہ کا رئیس اور اس میں متصرف ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاویٰ نسفیہ میں ہے کہ شیخ سے سوال کیا گیا کہ مسجد کی عمارت کے لیے اہل محلہ نے وقف مسجد کو فروخت کر دیا تو فرمایا کہ کسی طرح جائز نہیں ہے خواہ قاضی کے حکم سے بیچا ہو یا بغیر حکم قاضی بیچا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ فوائد نجم الدین النسفیؒ میں ہے کہ مسجد والوں نے وقف مسجد کی حاصلات سے عقاز خرید اپھر عمارت کو فروخت کیا تو مشائخ نے اُس کی بیع جائز ہونے میں اختلاف کیا اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی الغیاثیہ۔ اگر ایک قوم نے مسجد بنائی اور ان کی لکڑیوں میں سے کچھ بیچ رہا تو مشائخ نے فرمایا کہ جو کچھ بیچ رہا وہ اسی کی عمارت میں جب ضرورت ہو صرف کیا جائے اور اس کے تیل و چٹائی میں صرف نہ ہوگا اور یہ سب اس وقت ہے کہ جب انہوں نے متولی کو سپرد کیا ہو کہ اُس سے مسجد بنوادے اور اگر سپرد نہ کر دیا ہو تو جو کچھ فاضل بیچے وہ انہی کا ہوگا اس کو جو چاہیں کریں کذا فی البحر الرائق عن الاسعاف مسجد پر وقف کی زمین ایسی ہوگئی کہ زراعت نہیں کی جاتی ہے اس کو ایک شخص نے عامہ مسلمین کے لیے حوض کر دیا تو مسلمانوں کو اس حوض کے پانی سے انتفاع نہیں جائز ہے کذا فی القلیہ۔ ایک مال ہے کہ راہ خیر اور غیر معین فقراء پر وقف ہے اور ایک مال ہے کہ جامع مسجد پر وقف ہے اور دونوں مالوں کے غلہ یعنی حاصلات اموال مجتمع ہوئے پھر اسلام پر کوئی سختی پیش آئی مثلاً کفار روم نے حملہ کیا اور اس حادثہ میں خرچہ کی ضرورت ہوئی تو اس کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ جو غلہ وقف جامع مسجد کا ہے اگر مسجد مذکور کو اس کی ضرورت نہ ہو تو قاضی کو روا ہوگا کہ اس حادثہ میں اس کو صرف کر دے لیکن بطریق قرض کے دے تاکہ کافروں پر فتح ہونے کے وقف مال غنیمت سے اُس کو واپس لے اور جو غلہ کہ وقف الفقراء کا ہے اس میں تین صورتیں ہیں اول آنکہ محتاجوں پر صرف ہو دوم یہ کہ مال دار مسافروں پر صرف ہو سوم یہ کہ مال داروں پر چوسا فر نہیں ہیں صرف ہو تو پہلی دوسری صورت میں بدون طریقہ قرض کے حادثہ مذکور میں دے دینا جائز ہے اور تیسری صورت میں دو قسمیں ہیں اول قسم یہ کہ مسلمان قاضیوں میں سے کوئی ایسے وقف کو جائز سمجھتا ہو اور قسم دوم یہ کہ کوئی جائز نہ جانتا ہو پس قسم اول میں بدون طریقہ قرض کے حادثہ میں دے دینا جائز ہے اور دوم میں بہ طریق قرض دے سکتا ہے پس مال غنیمت سے واپس لے گا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

باب بارھوا (۶):

رباطات و مقابر و خانات و حباض و طرق و سقایات کے بیان میں اور مقبرہ کے یا

زمین وقف کے اشجار وغیرہ کی طرف رجوع ہونے والے مسائل کے بیان میں

رباطات جمع رباط جو سرحد اسلام ملحق بملک کفار پر سرائے و قلعہ کے طور پر وقف ہو کہ اس میں مجاہدین رہیں و اپنے گھوڑے باندھیں اور کبھی جہاد کے سفر میں منزل کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے کما صح فی الحدیث رباط یوم غی سبیل اللہ حمید من الدنیا و ما فیہا مقابر جمع مقبرہ گورستان خانات جمع خان بھٹی کا روان سرائے اور وہ کبھی وقف ہوتی ہے اور اس کا بڑا ثواب ہے حباض جمع حوض جو پانی پینے کے واسطے جا بجا بنادیتے ہیں۔ طریق جمع طرق راستہ۔ سقایات جمع ستایا جو پانی لینے و پینے کے لیے بنادیتے ہیں کہ مسافر

۱۔ قولہ ان لکڑیوں میں سے آٹھ ماتن نے کہا جی من حیث شئی پس ترجمہ میں ظاہر کی رعایت کی گئی یا مراد یہ ہے کہ ان لکڑیوں میں سے کہ ان کو لوگوں نے اس کے واسطے خریدا ہے یا کہ وہ اسی کی ہوں ۱۲۔ ۲۔ اللہ کی راہ میں ایک روز سرحد کی نگہداشت کرنا دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہے ۱۳۔

وغیرہ آدمی اُس سے پانی نہیں بخلاف حوض کہ اس سے جانوروں کو بھی پلاتے ہیں اور شکل میں اختلاف ہے اور شرائط بھی متحد ہو جاتے ہیں وقد مرفی مواضع شتی مافیہ کفایۃ جس کسی نے مسلمانوں کے لیے کوئی سقایہ بنایا یا کارواں سرانے بنائی جس میں مسافر رہتے ہیں یا رباط بنائی یا اپنی زمین مقبرہ کر دی تو اس کی ملک اس سے زائل نہ ہوگی یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کوئی قاضی حاکم اس کا حکم دے دے کذا فی الہدایہ یا وہ شخص اپنی موت کے بعد ایسا کرنے کو باضافت کہے تاکہ وصیت ہو جائے پس بعد موت کے لازم ہو جائے گا اور اس کو اختیار ہے کہ موت سے پہلے اُس سے رجوع کر لے بنا بریں کہ جو وقف الفقراء میں گذر چکا کذا فی فتح القدیر اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے قول ہی سے اس کی ملک ان چیزوں سے زائل ہو جائے گی جیسا کہ ان کی اصل ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر لوگوں نے سقایہ سے پانی پیا اور خان میں رہے یا رباط میں اترے اور مقبرہ میں مردہ دفن کیا تو وقف کنندہ کی ملک زائل ہوگئی اور ایک ہی آدمی کے فعل پر اسکا کیا جائے گا کیونکہ جس انسان تمام کا فعل محذور ہے اور یہی حال کنوئیں و حوض میں ہے قال المتزجم بالجملہ امامؒ کے نزدیک اس شخص کے قول کے ساتھ جن پر وقف ہے ان میں سے کسی کا فعل بطریق انتفاع بھی پایا جائے فافہم اور اگر اُس نے ان وجوہ میں متولی کو سپرد کر دیا تو تسلیم صحیح ہے کذا فی الہدایۃ اور مبسوط میں مذکور ہے کہ ان مسائل میں صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے یہ مضمرات میں ہے۔ مضافتہ نہیں حوض و کنوئیں سے پانی پینے اور اپنے چوپایہ کو پلائے خواہ اونٹ و گھوڑا وغیرہ کوئی ہو اور اس سے وضو کرے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر سقایہ پانی پینے کے واسطے کر دیا ہو پس کسی نے اُس سے وضو کرنا چاہا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اگر وضو کے لیے وقف ہو تو اس سے بیٹا نہیں جائز ہے اور جو پانی کہ پینے کے واسطے مہیا کیا گیا ہو چنانچہ حوض تک تو اس سے وضو کرنا نہیں جائز ہے یہ خزانیہ المعتمنین میں ہے اور اسی طرح اگر اپنے دار کو مساکین کے لیے مسکن کر دیا اور کسی متولی کے سپرد کر دیا جو اُس کی پرداخت کرتا ہے تو وقف کنندہ کو اُس سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مکہ میں کسی کا گھر ہو پس اُس نے حج کرنے والوں یا عمرہ کرنے والوں کے لیے مسکن کر دیا اور کسی متولی کو دے دیا کہ اس کی اصلاح پر قیام کرے اور جس کو چاہے بسادے تو اس کو اس میں رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر سرحد اسلام ملحق بسرحد کفار پر اس کا کوئی احاطہ ہو جس کو اُس نے غازیوں و رباط والوں کے لیے مسکن کر دیا اور اس کو ایک متولی کو دے دیا جو اُس کی پرداخت کرے تو وہ اُس سے رجوع نہیں کر سکتا اور جب وہ مرجائے تو اُس سے میراث نہ ہوگا اگرچہ اس احاطہ میں کسی نے سکونت نہ کی ہو یہ محیط میں ہے۔ پھر ان چیزوں سے نفع اٹھانے میں غنی و فقیر کے درمیان کچھ فرق نہیں ہے یہاں تک کہ کارواں سرانے و رباط میں اترنا اور سقایہ سے پانی پینا اور مقبرہ میں دفن کرنا ہر ایک کو جائز ہے خواہ غنی ہو یا فقیر ہو یہ تبیین میں ہے۔

کسی دار یا زمین کا غلہ اگر غازیوں کے لیے کر دیا گیا تو اس میں سے نہیں لے سکتا مگر وہی غازی جو محتاجوں کے شمار میں ہے یہ خزانیہ المعتمنین و فتاویٰ قاضی خان میں ہے خصافؒ نے اپنے وقف میں لکھا کہ اگر آدمی نے اپنا گھر غازیوں کے رہنے کے واسطے کر دیا پس گھر کے بعض ٹکڑے میں بعض غازی رہے اور بعض ٹکڑے یوں ہی خالی پڑے رہے اس میں کوئی نہیں رہا تو اس وقف کے قیم کو چاہیے کہ اس گھر میں سے جس ٹکڑے میں رہنے کی حاجت نہیں ہے اس کو کرایہ پر دے دے اور اس اجرت کو اس گھر کی عمارت میں صرف کرے پھر جو اس کے بعد فاضل بنے اُس کو فقیروں و مسکینوں پر صرف کر دے یہ محیط میں ہے۔ نوادر میں ہے کہ اگر کوئی خان بنایا اور اس کی مرمت کی ضرورت ہوئی تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ وہ اس میں سے ایک کو نہ ایک بیت یا دو بیت علیحدہ کر کے اس کو کرایہ دے دے اور اس کرایہ کو اسی پر خرچ کر دے اور امام محمدؒ سے روایت میں ہے کہ لوگوں کو ایک سال میں اترنے کا اعلان کر دے اور دوسرے سال اُس کو

کرا یہ پردے دے اور اسی کی اجرت سے اُس کی مرمت کرے اور ایسے ہی اگر اپنے گھوڑے کو راہ الہی میں جس کر دیا پس اگر اس پر کوئی جہاد کرنے والا سوار ہوا تو وہ سوار ہو اور اس کو دانہ چارہ دے اور اگر کوئی سوار ہونے والا نہیں ملا تو اس زمانہ میں اُس کو اجارہ دے کر اُس کی اجرت سے دانہ چارہ دے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر کسی شخص نے ایک موضع خریدا اور اس کو مسلمانوں کو راستہ کر دیا اور اس پر گواہ کر دیے تو یہ صحیح ہے ☆
مستغنی میں ہے کہ اگر کوئی اجارہ لینے والا بھی نہیں ملا تو امام اس کو فروخت کر کے اس کے دام رکھ چھوڑے حتیٰ کہ جب ضرورت سواری ہو تو ان داموں سے گھوڑا خریدا کر دے دے کہ اس پر جہاد کیا جائے یہ محیط میں ہے۔ خصاف نے کہا کہ اگر اپنے گھر کو حاجیوں کا مسکن کر دیا تو مجاورین کو اس میں رہنے کا اختیار نہیں ہے اور جب موسم حج گزر جائے تو اس کو کراہیہ پردے کر اس کی اجرت سے اُس کی مرمت میں خرچ کرے اور جو کچھ بچ رہے اس کو مساکین میں بانٹ دے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ ایک نے مسلمانوں کے لئے رباط بنایا اس شرط پر کہ جب تک وہ زندہ ہے اُسی کے قبضہ میں رہے تو کوئی شخص اس کے قبضہ میں سے نہیں نکال سکتا ہے جب تک اُس سے کوئی ایسا امر ظاہر نہ ہو جو اس کے ہاتھ سے نکال لینے کا مستوجب ہو جیسے شلادہ اُس میں شراب پیتا ہو تو اُسی کے مانند اور کوئی فسق کا کام جس میں رضائے الہی تعالیٰ نہیں ہے اس میں کرتا ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔ گاؤں والوں کی زمین ہے جنہوں نے اس کو مقبرہ کر دیا اور اس میں مردہ دفن بھی کر دیا گیا پھر گاؤں والوں میں سے ایک نے اس مقبرہ میں کوئی عمارت بنائی تاکہ اس میں کچی انشیں اور قبر کی ضروریات کھودنے کے آلات رکھے اور اُس میں ایسے شخص کو بٹھا دیا جو اسباب مذکور کی حفاظت کرے اور یہ کام سب گاؤں والوں یا بعض کی بغیر رضامندی کیا تو مشائخ نے کہا کہ اگر مقبرہ میں وسعت ہو ایسی کہ اس مکان کی زمین پھر نکلنے سے بچے نہ آئے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور بتانے کے بعد پھر اگر لوگوں کو اس جگہ کی ضرورت ہو تو عمارت دور کر کے اس میں دفن کیا جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کر دی کہ میرے مال سے تہائی نکال لو اس میں سے ایک چوتھائی تو فلاں شخص کو دے دو تین چوتھائی میرے اقرباء اور فقراء کو دو پھر اُس نے کہا کہ اس رباط والوں کو محروم نہ چھوڑنا اور یہ لوگ مساکین ہیں جو اس رباط معین میں رہتے ہیں تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ قرابت والے داخل احصاء و شمار ہیں دوم آنک داخل شمار نہیں ہیں پس پہلی صورت میں ہر ایک قرابت کو ایک عدد شمار کیا جائے اور فقراء کو ایک عدد اور رباطیوں کو ایک عدد چنانچہ اگر قرابتی دس ہوں تو تہائی مال کے تین چوتھائی کے بارہ جزو کیے جائیں جس میں سے دس جزو تو اہل قرابت کو اور ایک حصہ فقراء کو اور ایک جزو رباطیوں کو دیا جائے اور دوسری صورت میں اس میں چوتھائی کے تین سہام کیے جائیں قرابت و فقراء اور رباطیوں میں سے ہر ایک کو ایک حصہ دے دیا جائے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک موضع خریدا اور اس کو مسلمانوں کا راستہ کر دیا اور اس پر گواہ کر دیے تو یہ صحیح ہے اور اس وقت کے پورے ہونے کے لیے مسلمانوں میں سے ایک کا گذر جانا ایسے عالم کے قول پر شرط ہے جو اوقات میں سپرد کرنا شرط کہتا ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔

ہلال نے کہا کہ اسی طرح جو کوئی مسلمانوں کے لیے پل بنادے اس کا بھی حکم ہے اور لوگ اس راستہ پر چلیں اور اس کی عمارت و ارٹان واقف کی میراث نہ ہوگی درحالیکہ وہ وقف ہو چکی ہے پس بطلان میراث میں صغیر پل کی عمارت کو مخصوص کر دیا کذا فی الذخیرہ اور حاکم مہر وہ سے منقول ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے سنا اور میں روایت پائی کہ امام نے مسجد کی طرح مقبرہ و راہ کا وقف بھی جائز جانا اور ایسے ہی چھوٹا پل جس کو کوئی مسلمانوں کے لیے بنادے اور اس میں لوگ گذر جائیں اور اُس کی عمارت و ارٹان واقف کی میراث نہ ہوگی پس بطلان میراث کے لیے پل کی عمارت کو خاص کیا اور مشائخ نے کہا کہ اس تخصیص میں تاویل یہ ہے کہ یہ بات بار عادت کے ہے کہ زمین وہاں کی وقف کنندہ کی ملک نہیں ہے پس جب پل کا مقام اس کی ملک نہ ہو تو عمارت کی ٹوٹن میں میراث کا

احتمال تھا پس شخصیں کر کے بطلان میراث کی نفی کی اور ظاہر یہ ہے کہ آدمی نہر عام پر ہل بنا دیتا ہے پس موضع کے سوائے خالی عمارت اس کی ملک ہوتی ہے جس کو وقف کر دیتا ہے اور یہی مسئلہ ولیل ہے کہ عمارت کا وقف بدون اصل کے جائز ہے باوجودیکہ دار میں عمارت کا وقف بدون زمین کے نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مشرکوں کا ایک مقبرہ تھا اس کو لوگوں نے مسلمانوں کا مقبرہ بنانا چاہا پس اگر مشرکین کے قبور اور اجسام کے نشانات مٹ گئے ہوں تو ایسا کرنے کا مضائقہ نہیں ہے اور اگر ان کے آثار باقی رہے ہوں مثلاً ان کی ہڈی کچھ نکل آئے تو کھود کر وہ دفن کر دی جائے پھر وہ مسلمانوں کا مقبرہ کر دیا جائے کیونکہ مدینہ منورہ میں جہاں مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ مشرکوں کا مقبرہ تھا پس کھود کر وہ مسجد کر دیا گیا یہ مضرات میں ہے۔ اگر ایک شخص کسی مفتی کے پاس آیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب میں تقرب حاصل کروں پس کہا میں مسلمانوں کے لیے رباط بناؤں یا غلاموں کو آزاد کروں اور یا اُس نے مفتی سے کہا کہ میں اپنے احاطہ سے تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں پس کہا کہ میں اس کو فروخت کر کے اس کے دام صدقہ کر دوں یا داسوں سے غلام خرید کر ان کو آزاد کروں یا میں اس کو مسلمانوں کے لیے گھر کروں ان میں سے کون افضل ہے تو مشائخ نے کہا کہ اس کو جواب دیا جائے کہ اگر تو رباط بنا دے اور اس کی عمارت کے لیے آمدنی کی کوئی چیز وقف کر دے تو رباط افضل ہے کیونکہ یہ دائمی ہے اور اُس کا نفع عام ہے اور اگر تو رباط کے لیے آمدنی کا کوئی حصہ وقف نہ کر سکے تو رباط نہیں بلکہ اُس کو فروخت کر کے اُس کے دام مساکین پر صدقہ کر دے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اس سے اتر کر فضیلت میں یہ ہے کہ کہا اس کے داموں سے غلام خرید کر ان کو آزاد کر دے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ بڑا زہ میں ہے کہ اراضی کا وقف کر دینا اُس کو بیچ کر اس کے دام صدقہ کر دینے سے اچھا ہے یہ بحر الرائق میں ہے میت کو دفن کرنے کے بعد خواہ مدت بہت گزرے یا تھوڑی اُس کو بغیر عذر نکالنا نہیں روا ہے ہاں عذر کی وجہ سے نکالنا جائز ہے اور عذر یہ ہے کہ وہ زمین غصب کی ہوئی ظاہر ہو یا شفع اُس کو شفعہ میں لے لے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اقول ظاہر ایہ حکم مدت قصیر کے حق میں جب تک لاش سڑ جانے کا احتمال نہ ہو یا صندوق میں ہو یا نکالنا ممکن ہو واللہ تعالیٰ اعلم ایک رباط کے جانور بہت ہوئے اور ان کا خرچہ بڑھ گیا تو قیم ان میں سے کچھ فروخت کر سکتا ہے کہ ان کے دام باقیوں کے دانہ چارہ اور رباط کی مرمت میں خرچ کرے یا نہیں پس اس کے حکم میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ان جانوروں سے بعض کے سن ایسے دراز ہو گئے کہ جس واسطے وہ رباط میں مربوط ہوئے تھے اس کام میں نہیں آسکتے ہیں تو اس صورت میں اُس کو ایسے جانور فروخت کرنے کا اختیار ہے دوم یہ کہ ایسے نہ ہوں تو اس صورت میں فروخت نہیں کر سکتا لیکن اس رباط میں بقدر حاجت جانور رہنے دے اور باقیوں کو ایسے رباط میں باندھے جو اس رباط سے سب سے قریب ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔

شمس الاسلام اور جندی سے سوال کیا گیا کہ ایک مسجد ہے اس کے واسطے کوئی قوم باقی نہیں رہی اور گرد اس کا خراب ہو گیا اور لوگ اُس سے بے پرواہ ہو گئے تو اُس کا مقبرہ کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ تو فرمایا کہ نہیں جائز ہے اور انہی سے پوچھا گیا کہ گاؤں میں مقبرہ ہے وہ تابود ہو گیا اور اُس میں مردوں کا اثر مانند ہڈی وغیرہ کے کچھ نہیں رہا تو اُس کا جو تابوٹا اور استقلال جائز ہے یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں اور وہ مقبرہ کے حکم میں ہے کذا فی الحیط پس اگر اس میں گھاس لگی ہو تو کاٹ کر چوپاؤں کے پاس ڈال دی جائے اور چوپایہ اس میں نہ چھوڑے جائیں یہ بحر الرائق میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا یا سرائے بنا دی اس طرح کہ اس سے آمدنی آئے یا لوگ ربا

۱۔ یعنی وہ عمارت کسی طرح داروں کی میراث نہیں ہو سکتی ۱۲۔ ۲۔ قول قریب ہو اور اگر وہ رباط بھی پر ہو تو اس سے قریب والی رباط میں ملی ہذا القیاس بالجملہ جب فروخت نہیں کر سکتا ہے تو دیگر تدابیر ان کی ابقاء کی مناسب وقت عمل میں آئیں جو شرع میں جائز ہیں بشرطیکہ رباط کے فائدہ سے خارج نہ ہونے پائے ہذا الاصل ۱۲۔ ۳۔ طلب نقد اُس سے کرنا ۱۲۔

کریں تو اس سے خراج ساقط ہو جائے گا اگر وہ زمین خراجی ہو اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک عورت نے اپنی قطعہ زمین کو مقبرہ بنادیا اور اپنے قبضہ سے نکال دیا اور اس میں اپنے بیٹے کو دفن کیا اور یہ قطعہ زمین مقبرہ کے لائق اس وجہ سے نہیں کہ قریب اس کے پانی کا غلبہ ہونے سے وہاں تک تری پہنچ کر فاسد کرتی ہے پس اس نے اس کو فروخت کرنا چاہا تو دیکھا جائے کہ اگر کم بگاڑ ہونے کی وجہ سے لوگ اس میں دفن کرنے سے بالکل بے رغبت نہیں ہیں تو وہ بیع کر سکتی ہے اگر بہت بگاڑ ہونے کی وجہ سے لوگ اس میں دفن کرنے سے بے رغبت ہوں تو وہ بیع کر سکتی ہے اور جب اس نے بیع کر دی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اس کو اپنے بیٹے کی لاش نکال لے جانے کا حکم کرے کذا فی المفصلات عن الکبریٰ۔

ایک نے مقبرہ میں اپنے واسطے قبر کھود رکھی تو کیا دوسرے کو یہ اختیار ہے کہ اس میں اپنا مردہ دفن کر دے تو مشائخ نے کہا کہ اگر مقبرہ میں وسعت ہو تو مستحب ہے کہ جس نے کھودی ہے اس کو زحمت نہ دے اور اگر وسعت نہ ہو تو دوسرا اس میں اپنا مردہ دفن کر سکتا ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کسی نے مسجد میں مصلے بچھایا یا رباط میں اتر پھر دوسرا آیا پس اگر اس جگہ وسعت ہو تو چاہیے کہ پہلے شخص کو زحمت نہ دے اور اگر دوسرے شخص نے ایک قبر میں اپنا مردہ دفن کر دیا تو شیخ ابو نصرؒ نے کہا کہ اس کو یہ مکروہ نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ کوئی میت ایک شخص کی زمین میں بدون اجازت مالک کے دفن کی گئی تو مالک کو اختیار ہے چاہے اس پر راضی ہو اور چاہے میت نکالنے کا حکم کرے اور اگر چاہے زمین برابر کر کے اس پر زراعت کرے اور اگر کسی نے ایک قبر کھودی ایسے مقبرہ میں جس میں اس کو اپنے لیے کھودنا مباح تھا پھر اس میں دوسرے نے اپنا مردہ دفن کر دیا تو وہ قبر سے نہیں اُکھاڑا جائے گا لیکن دوسرا شخص اس کے کھودنے کی قیمت یعنی اجرت کا ضامن ہوگا پس ایسے حکم سے دونوں کا حق محفوظ ہوا کذا فی خزائن المفتین والحیث۔ ایک قوم نے دریائے جیحون کے کنارے جو زمین مردہ پڑی تھی اس کو زندہ و معمور کیا اور سلطان اُن سے عشر لیا کرتا تھا اور اس کے قرب میں ایک رباط ہے پس رباط کے متولی نے سلطان سے گزارش کی پس سلطان نے یہ عشر اس کے واسطے چھوڑ دیا تو کیا متولی کو اختیار ہے کہ اس عشر کو اس رباط کے مؤذن پر صرف کرے یعنی اس کے کھانے کپڑے میں اس عشر سے مدد لے اور کیا مؤذن کو روا ہے کہ جو عشر سلطان نے مباح کر دیا ہے اس کو لے لے تو فقیہ ابو جعفرؒ نے کہا کہ اگر مؤذن محتاج ہو تو اس کو حلال ہے اور متولی کو روا نہیں ہے کہ اس عشر کو تعمیر رباط میں صرف کرے بلکہ فقط فقراء پر صرف کر سکتا ہے اور اگر اُس نے محتاجوں پر صرف کیا پھر انہوں نے اپنی طرف سے رباط کی تعمیر میں صرف کیا تو جائز اور بہتر ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اسی طرح زکوٰۃ کا مال ہے کہ اگر متولی نے اس کو مسجد بنانے میں یا نیک بنانے میں صرف کرنا چاہا تو نہیں جائز ہے اور اگر اُس کا حیلہ چاہا تو حیلہ یہ ہے کہ متولی اُس کو فقیروں پر صدقہ کر دے پھر فقیر لوگ اُس کو متولی کو دے دیں پھر متولی اُس کو اس عمارت میں صرف کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک رباط میں پھل ہیں تو کیا اس میں اُترنے والوں کو روا ہے کہ اس میں سے تناول کریں تو اس میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ ان پھلوں کی قیمت نہ ہو جیسے شہوت وغیرہ دوم یہ کہ ان کی قیمت ہو پس اول صورت میں کھا لینا روا ہے اور دوسری صورت میں اس سے احتیاط کرنا ازراہ دیانت و تقویٰ کے بہتر ہے کیونکہ احتمال ہے کہ شاید وقف کنندہ نے یہ پھل اُترنے والوں کے لیے نہیں بلکہ فقیروں کے لیے وقف کیے ہوں اور یہ اس وقت ہے کہ یہ معلوم نہ ہو اور اگر معلوم ہو کہ یہ فقیروں پر وقف ہے اُترنے والوں پر وقف نہیں ہے تو فقیروں کے سوائے کسی کو ان کا کھانا حلال نہیں ہے کذا فی الوقفات الحسامیہ قلت اس میں اشارہ ہے کہ اُترنے والا اگر فقیر ہو تو اس کو بھی روا ہے فافہم واللہ اعلم فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ ایک شخص نے دار عمران کے خادم کو درہم دیے کہ ان کے عوض گوشت روٹی خرید کر اس دار کے

رہنے والوں کو تقسیم کر دے اور دار عمران وہ دار ہے جس میں فقراء و مساکین رہتے ہیں پھر خادم کو اس روز گوشت درونی کی ضرورت نہ ہوئی اور خادم نے اُس سے پہلے اُدھار گوشت روئی خریدی تھی پس اُس نے یہ درہم اُدھار میں ادا کر دیئے تو وہ ضامن ہوگا کذا فی المحیط۔ مسائل جو مقبرہ وزمین وقف کے اشجار وغیرہ کی طرف راجع ہیں ایک مقبرہ میں بڑے بڑے درخت لگے ہیں تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ زمین کو مقبرہ بنانے سے پہلے اس میں یہ درخت اُگے ہوں دوم یہ کہ مقبرہ بنانے کے بعد اُگے ہوں۔ پس اول صورت میں مسئلہ کی دو قسم ہیں قسم اول آنکہ اس زمین کا کوئی مالک تھا جس نے مقبرہ کر دیا قسم دوم یہ کہ زمین موات تھی اس کا کوئی مالک نہ تھا اُس کو گاؤں والوں نے مقبرہ بنالیا پس قسم اول میں یہ درخت مع جڑوں کے اس کے مالک کی ملک ہیں پس جو چاہے ان کے ساتھ معاملہ کرے اور قسم دوم میں درخت مع جڑوں کے اپنے قدیم حال پر رہیں گے صورت دوم میں بھی مسئلہ کی دو قسمیں ہیں قسم اول آنکہ ان کا لگانے والا معلوم ہو۔ قسم دوم آنکہ ان کا لگانے والا معلوم نہ ہو۔ پس قسم اول میں لگانے والے کے ہوں گے اور قسم دوم میں اس کا حکم باختیار قاضی ہے کہ اگر اس کی رائے میں آئے کہ ان کو فروخت کر کے ان کے دام مقبرہ کی عمارت میں صرف کیے جائیں تو ایسا حکم دے سکتا ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ کی کئی ایک صورتیں اور اُن کا حل ☆

اگر مسجد میں درخت جمائے تو مسجد کے ہوں گے اور اگر رباط کی وقف کی ہوئی زمین میں جمائے تو دیکھا جائے کہ اگر درخت جمانے والا اس زمین موقوفہ کا متولی ہے تو وہ درخت جو اُس نے جمائے ہیں رباط کے ہوں گے یعنی وقف ہوں گے اور اگر وہ شخص اُس کا متولی نہ ہو تو یہ درخت اُسی کے ہوں گے اور اس کو اختیار ہوگا کہ اپنا درخت اُکھاڑ لے اور اگر کسی نے عام راستہ پر درخت جمایا تو حکم یہ ہے کہ وہ درخت اپنے جمانے والے کا ہوگا اور اگر اُس نے نہر عامہ کے کنارے یا گاؤں کے حوض کے کنارے درخت جمایا تو وہ جمانے والے کا ہوگا یہ ظہیر یہ میں ہے۔ اگر اُس نے ان کو قطع کر لیا پھر ان کی جڑوں سے اور درخت اُگے تو یہ بھی اُسی جمانے والے کے ہوں گے یہ فتح القدیر میں ہے۔ ایک شارع میں ایک نہر ہے اس کے دونوں کنارے درخت لگے ہوئے ہیں اُن درختوں کی بابت ان لوگوں نے خصومت کی جن کا شرب اُس نہر سے ہے اور ان درختوں کا جمانے والا معلوم نہیں ہوتا اور یہ نہر اس شارع میں ایک شخص کے دروازے کے آگے جاری ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان درختوں کے جمنے کا ٹھکانا ان لوگوں کی ملک میں ہے جن کو اس نہر سے شرب حاصل ہے تو جو کچھ ان کی ملک میں جسے اور اس کا جمانے والا کوئی معلوم نہ ہو تو وہ انہی کا ہوگا اور اگر یہ ٹھکانا اُس کی ملک نہ ہو بلکہ یہ ٹھکانا تو عام لوگوں کا ہو اور جن کو شرب ہے ان کو اس میں پانی جاری کرنے کا حق ماحصل ہے تو دیکھا جائے کہ مالک مکان نے جب مکان خرید اتو یہ درخت اسی مقام پر تھے تب تو یہ درخت مالک مکان کے نہ ہوں گے اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو یہ درخت اُسی کے ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ صدر الشہیدؒ نے اپنے واقعات میں لکھا کہ مالک مکان کے لیے درختوں کا حکم دیئے جانے میں واجب یہ ہے کہ یہ بھری اُس شخص یعنی مالک مکان کے فناء دار میں ہو تب یہ حکم ہے کذا فی المحیط خلاصہ یہ ہے کہ یہ نہر ایک نالہ کے مانند ایک شخص کے دروازے پر ہے جیسا کہ پہاڑی ملکوں وغیرہ میں ممکن ہوتا ہے فافہم۔ ایسا درخت وقف کیا گیا جس کے چوں سے یا اُس کے پھلوں سے یا اُس کی جڑ سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہے تو وقف جائز ہے پھر جب جائز ہو تو اس کی جڑ نہیں کاٹی جائے گی لیکن جیسی کہ بدون اس کی جڑ کے اس سے انتفاع نہیں ہو سکتا مثلاً اس کی شاخیں جاتی رہیں یا وہ درخت ہی اس قسم کا ہو کہ اُس کی جڑ ہی سے نفع حاصل ہوتا ہے تو کاٹ

۱۔ اُس کی مرمت و درستی ۱۲۔ ۲۔ شرب وہ پانی جو ان کو اس نہر سے ملتا ہے تاکہ اپنے گاؤں وغیرہ سنبھالیں ۱۲۔ ۳۔ یعنی وہی نہر جس کے کنارے درخت ہیں ۱۲۔

کر صدقہ کیا جائے گا اور اگر اس کے پتوں یا پھلوں سے انتفاع ہو تو بڑے سے نہیں کاٹا جائے گا یہ مضمرات میں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی درخت مع بڑے کے ایک مسجد پر وقف کیا گیا پھر وہ خشک ہو گیا یا اس میں سے تھوڑا خشک ہو گیا تو خشک کاٹ دیا جائے اور باقی چھوڑ دیا جائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اراضی فقراء پر وقف ہے اس کو کسی نے متولی سے اجارہ لیا اور اس میں گوبر و کھاد ڈالی اور درخت جمائے پھر مستاجر مر گیا تو یہ درخت اس کے وارثوں کی میراث ہوں گے اور ان سے مؤاخذہ کیا جائے گا کہ ان کو بڑے سے کاٹ لو اور اگر وارثوں نے چاہا کہ کھاد ڈالنے سے جزمین میں زیادتی ہو گئی ہے اس کو وقف سے واپس لیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک نے شارع میں درخت جمائے پھر جمائے والا مر گیا اور اس نے دو بیٹے چھوڑے ان میں سے ایک نے اپنا حصہ ایک مسجد کے واسطے کر دیا یعنی وقف کیا تو اس کا حصہ مسجد کے واسطے نہ ہو جائے گا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک نے اپنی زمین میں کچھ درخت معین کر کے ان کی نسبت اپنی صحت میں اپنی بیوی سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو ان کو تو فروخت کر کے ان کے دام میرے کفن میں اور فقیروں کی روٹی میں اور فلاں مسجد کے چراغ کے تیل میں صرف کرنا پھر مر گیا اور یہی بیوی اور دیگر وارثان ہالغ اس نے چھوڑے پس وارثوں نے میراث سے کفن خریدا اور اس کی جھینڑ و عقیقین کر دی تو وہ عورت ان درختوں کو فروخت کرے اور ان کے داموں سے مشتری کے ذمہ سے بقدر کفن کے گھٹائے اور باقی کو روٹیوں و چراغ کے تیل میں صرف کرے یہ محیط میں ہے ایک نے اپنی زمین ایک جہت معلومہ پر یا ایک قوم معلومہ پر وقف کی پھر وقف کرنے والے نے اس میں درخت پوائے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے غلہ وقف سے پوائے یا اپنے مال سے لیکن بیان کر دیا کہ میں وقف کے لیے جماتا ہوں تو یہ درخت وقف کے ہوں گے اور اگر اپنے مال سے پوائے اور کچھ بیان نہ کیا تو درخت اس کے مرنے پر تو اس کے وارثوں کے ہوں گے اور وقف کے نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک مقبرہ میں درخت ہیں تو کیا روا ہے کہ وہ کسی مسجد کی عمارت میں صرف کیے جائیں فرمایا کہ ہاں اگر وہ کسی اور جہت پر وقف نہ ہوں پھر پوچھا گیا کہ اگر مقبرہ کی دیواریں گر جائیں اور خراب ہو جائیں تو اس میں صرف کیے جائیں یا تعمیر مسجد میں تو کہا کہ جس پر وقف ہوں اسی پر صرف ہوں بشرطیکہ معلوم نہ ہو جائے اور اگر مسجد کا متولی اور مقبرہ کا متولی نہ ہو تو عوام کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بدون حکم قاضی کے اس میں تصرف کریں یہ ظہیر یہ میں ہے نجم الدین سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مسجد میں پودہ بویا پھر چند سال میں وہ بڑا ہو گیا پھر متولی مسجد نے چاہا کہ اس درخت کو اسی کوچہ کے کنوئیں کی تعمیر میں صرف کرے اور جمائے والا کہتا ہے کہ یہ میرا ہے میں نے اس کو مسجد پر وقف نہیں کیا تو کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ اگر جمائے والے نے اس کو مسجد ہی کے واسطے جمایا تو کنوئیں کی تعمیر میں اس کو صرف کرنا نہیں جائز ہے اور جمائے والے کو بھی اپنی ضرورت میں صرف کرنا نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے فتاویٰ الہی سمرقند میں ہے کہ ایک مسجد میں سیب کا درخت ہے تو کیا لوگوں کو روا ہے کہ اس کے پھلوں سے افطار کریں تو صدر الشہید نے کہا کہ بخاریہ ہے کہ مباح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ عام رہ گزر پر ایک درخت ہے وہ راہ گیروں پر وقف کیا گیا تو راہ گیروں کو اس کے پھل کھانے مباح ہیں اور اس میں غنی و فقیر یکساں ہیں اسی طرح جو پانی کہ میدانوں میں رکھا گیا ہو اور سقایہ کا پانی اور جنازہ کا تخت اور اس کے کپڑے اور وقف کا قرآن مجید ان سب چیزوں سے انتفاع حاصل کرنے میں غنی و فقیر دونوں برابر ہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

۱۔ قولہ جمائے احوال اگر مقدار کفن کے گھٹانے سے مشتری پر صدقہ منظور ہے تو جمعی شیخ ہوگا کہ مشتری فقیر ہو اور احتمال ہے کہ مقدار کفن کے دام نہ کر وارثوں کو دام دے دے لیکن خلاف تہاد و محاورہ ہے واللہ اعلم ۱۲۔

باب نمبر ۱۶:

ان اوقاف کے بیان میں جن سے استغناء ہو جائے اور اُس کے متصلات یعنی اوقاف کے غلہ کو دوجوہ دیگر پر صرف کرنے کے بیان میں اور کافروں کے وقف کے بیان میں

ایک چھوٹے پل پر کچھ وقف ہے پھر وہ وادی خشک ہو گئی اور پانی اسی محلہ کے دوسرے نالہ کی طرف پھر گیا پس اس نالہ پر پل باندھنے کی ضرورت ہوئی تو کیا روا ہے کہ پہلے پل کے غلات وقف کو اس دوسرے پل کی طرف پھیریں تو دیکھا جائے کہ اگر دوسرا پل بھی عام لوگوں کے واسطے ہو اور وہاں دوسرا پل اُس سے قریب عام لوگوں کے لیے نہ ہو تو پہلے پل کا غلہ اس کی طرف پھیرنا روا ہے یہ واقعات حسامیہ میں ہے شمس الائمہ حلوانی سے پوچھا گیا کہ ایک مسجد یا حوض خراب ہو گیا کہ اس کی حاجت نہ رہی کیونکہ لوگ متفرق ہو گئے تو کیا قاضی کو روا ہے کہ ان چیزوں کے اوقاف کو دوسری مسجد یا حوض کی طرف پھیر دے تو فرمایا کہ ہاں اور اگر لوگ متفرق نہیں ہوئے لیکن حوض کو تعمیر کی ضرورت نہیں ہے اور وہاں ایک مسجد ہے جس کو عمارت کی ضرورت ہے یا اس کے برعکس واقع ہو تو کیا قاضی کو روا ہے کہ جس کو عمارت کی حاجت نہیں ہوا سکے وقف کو دوسرے کی طرف جس کو عمارت کی حاجت ہے صرف کر دے فرمایا کہ نہیں کذا فی الحیط۔ ایک رباط سے لوگ مستغنی ہو گئے مثلاً جس سرحد کفار پر رباط تھی وہ ملک بھی دارالاسلام ہو گیا اور اس رباط کے لیے وقف کی آمدنی تھی پس اگر اُس کے قرب میں دوسری رباط ہو تو یہ آمدنی اس رباط میں صرف کی جائے اور اگر قرب میں رباط نہ ہو تو یہ غلہ اسی شخص کے وارثوں کی طرف عود کرے جس نے رباط بنائی تھی ایسا ہی یہ مسئلہ فتاویٰ ابواللیث میں مذکور ہے اور صدر الشہید نے اپنے واقعات میں کہا کہ اس میں نظر ہے تو فتویٰ کے وقت تامل کرنا ضروری ہے کذا فی الذخیرہ۔ مترجم کہتا ہے کہ صدر الشہید کے نزدیک ظاہر صحیح حکم یہ ہے کہ جب رباط قرب میں نہ ہو تو یہ غلہ فقیروں و مسکینوں پر صرف کیا جائے کہا قاتل غیر الفقیہ اور یہی قول اقرب و اشد ہے کیونکہ بنا بر قول فقہیہ کے وقف مذکور لازمی نہ تھا یا صحیح نہ تھا کیونکہ جہت خیر ایسی ہونی چاہیے جو مقطع نہ ہو اور یا تاویل مسئلہ یہ ہے کہ وقف کرنے والے نے آخر وقف کا فقیروں کے لیے نہیں کیا تھا لیکن پوشیدہ نہیں کہ رباط کا وقف بدون اس قید کے صحیح ہے اور اسی پر عامہ مشائخ اور اسی پر فتویٰ ہے اسی واسطے صدر الشہید نے تاویل نہیں فرمائی فافہم واللہ علم فتاویٰ نسلی میں ہے کہ شیخ الاسلام سے پوچھا گیا کہ ایک گاؤں کے لوگ متفرق ہو گئے اور وہاں کی مسجد منہدم و خراب ہونے کو آگئی اور بعض زبردست فاسقوں نے غلبہ کر کے مسجد کی لکڑیاں اپنے گھروں کو اٹھالے جانا شروع کیا تو گاؤں میں سے کسی کو اختیار ہے کہ قاضی کی اجازت لے کر مسجد کی لکڑیوں کو فروخت کر کے اس کے دام اس غرض سے رکھ چھوڑے کہ کسی دوسری مسجد میں یا کسی وقت اسی مسجد میں صرف کر دے تو شیخ نے کہا کہ ہاں یہ محیط میں ہے۔

ایک نے اپنا چوپایہ یا کوئی تلوار کسی رباط میں مربوط کی یعنی اس واسطے وقف کی کہ اس سے راہ میں کام لیا جائے پھر رباط خراب ہو گئی اور لوگ اُس سے مستغنی ہو گئے تو یہی چیز دوسری رباط میں جو اس رباط سے سب سے زیادہ قریب ہو مربوط کی جائے یہ ذخیرہ میں ہے۔ نو اور میں ہے کہ ایک وقف بالا خانہ معدم ہو گیا اور اُس کا کوئی غلہ نہیں ہے جس سے اس کی عمارت ممکن ہو تو وقف باطل ہو

۱۔ اس کے متعلق وقف کی جو آمدنیاں ہوں ۱۲۔ یعنی محض بالا خانہ ہی وقف تھا اور کوئی دوسری چیز نہ تھی ۱۳۔ یعنی کوئی آمدنی نہیں ہے جس سے اس کی مرمت و درستی کی جائے ۱۴۔

جائے گا اور اُس کا حق اُس کے وقف کرنے والے کی طرف عود کرے گا اگر زندہ ہو یا اس کے وارثوں کی طرف اگر مر گیا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک محلہ میں پانی کا حوض وقف ہے خراب ہو گیا کہ اس کی تعمیر ممکن نہیں ہے اور محلہ والے اُس سے بے پرواہ ہو گئے پس اگر اُس کا وقف کرنے والا معلوم ہو تو اس کی طرف عود کرے گا اگر زندہ ہو اور اگر مر گیا ہو تو اُس کے وارثوں کی طرف عود کرے گا اور اگر اُس کا وقف کرنے والا معلوم نہ ہو تو وہ ان لوگوں کے قبضہ میں بمنزلہ نقطہ کے ہوگا کہ اس کو کسی فقیر پر صدقہ کر دیں پھر فقیر اُس کو فروخت کر کے اُس کے داسوں سے انتفاع حاصل کرے اور اسی جنس سے یہ مسئلہ کہ ایک دکان وقف صحیح تھی پھر بازار مع اس دکان کے آگ لگنے سے جل گیا پس دکان ایسی رہے گی کہ اس سے انتفاع ممکن نہیں ہے اور کسی مال کے عوض اجارہ نہیں لی جاسکتی ہو تو وقف ہونے سے خارج ہو جائے گی اور اسی جنس سے یہ مسئلہ ہے کہ ایک وقف رہا ط آگ لگنے سے جل کر ٹکی ہو گئی تو وقف باطل ہو کر میراث ہو جائے گی اور اسی جنس سے حویلی ایک مقبرہ پر بطور صحیح وقف ہے پھر حویلی خراب ہو کر بھی ٹکی ہو گئی پھر ایک شخص نے آکر بدوں کسی کی اجازت کے اس کو آباد کر کے اپنے مال سے تعمیر کیا تو اصل زمین وقف کنندہ کے وارثوں کی ہوگی اور عمارت اس بنانے والے یا اس کے وارثوں کی ہوگی کذا فی المفصلات اسی طرح ایک وقف ایک قوم پر جن کے نام شمار میں معلوم ہیں وقف صحیح ہے وہ برباد ہو کر بے کار ہو گئی اور گاؤں سے دور پڑی اس کی تعمیر میں کوئی رغبت نہیں کرتا اور نہ اُس کی اصل کو اجارہ لیتا ہے تو وقف باطل ہو کر اس کی بیع جائز ہو جائے گی اور اگر اس کی اصل زمین کو کوئی شخص کسی قدر قلیل اجرت پر اجارہ لے تو اُس کی اصل وقف رکھی جائے گی کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہ جواب بر قول امام محمد صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر اس میں تاہل و نظر ہے کیونکہ وقف جب ان کے نزدیک اپنے شرائط پر صحیح واقع ہو تو سوائے خاص چند صورتوں کے وہ باطل نہیں ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ ایک شخص نے لوگوں سے چندہ^(۱) مانگ کر مسجد بنانے کے لیے درہم جمع کیے پھر ان درہموں سے اپنی ضرورت میں اٹھائے پھر ان کے عوض اپنے مال سے اس میں رکھ دیے تو حکم یہ ہے کہ وہ شخص ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو دیکھے کہ اگر وہ مال کے دینے والے کو پہچانتا ہے یعنی جو مال بطور ناجائز اپنی ضرورت میں خرچ کر ڈالا اُس کے دینے والے کو پہچانتا ہے تو اس کو واپس کرے یا اُس سے دوبارہ اجازت لے لے اور اگر وہ مال کو نہ پہچانتا ہے تو جس کام میں لگا دے گا اس کے واسطے حاکم سے اجازت لے لے اور اگر اس پر یہ بھی محض رہو تو مجھے امید ہے کہ جب اپنے مال سے اسی قدر لے کر اس کام میں صرف کر دے گا تو جائز ہو جائے گا لیکن ایسا کر دینا یا حاکم سے اجازت لے لینا خالی اس واسطے ضرور ہونا چاہیے کہ اس کے اوپر سے وبال دور ہو جائے اور ضمان ساقط ہونے کے لیے نہیں ہے کیونکہ ضمان اُس پر واجب رہے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے مسائل منی علیٰ ہذا الاصل جس میں علماء و صلحاء جملہ ہوتے ہیں از انجملہ اگر عالم نے فقیروں کے واسطے لوگوں سے کچھ مانگ کر جمع کیا اور یہ چندہ ایک دوسرے میں غلط ہو گیا تو عالم اس سب کا ضامن ہو جائے گا اور اگر اُس نے ادا کیا تو اپنے مال سے فقیروں کو ادا کرنے والا قرار دیا جائے گا لیکن ان لوگوں کے لیے ضامن رہے گا اور اس مال سے ان لوگوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی پس یہاں حیلہ یہ ہے کہ فقیر معلوم اس عالم کو اپنی طرف سے وصول کرنے کی اجازت دے دے تو اس صورت میں اُس کے مال کو اسی کے مال میں غلط کرنے والا ہوگا کذا فی المحیط۔ از انجملہ یہ ہے کہ پامرد اگر کھڑا ہو اور اپنی کوشش و پامردی سے اُس نے فقیروں کی بلا اجازت اور بدون حکم کے ان کے واسطے کچھ سوال کیا تو لوگوں یعنی دینے والوں کی طرف سے وہ امین ہے پس اگر اُس نے بعض لوگوں کے مال کو دوسروں کے مال میں غلط کر دیا تو ضامن ہو گیا اور جب اُس نے فقیروں کو

۱۔ ان میں سے جس نے یہ مال اس عالم کو فقیروں کے لئے اپنی زکوٰۃ سے دیا تھا اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی پس وہ لوگ اپنی اپنی زکوٰۃ ادا کریں۔ ۱۲۔

(۱) چندہ وہی اور اس کے مسائل میں اس زمانہ کے لوگوں کی غفلت۔ ۱۳۔

ادا کر دیا تو اپنے مال سے ادا کرنے والا ہوا اور جن لوگوں سے وصول کیا تھا ان کے لیے ان کے مالوں کا ضامن ہوا اور ان لوگوں کی زکوٰۃ اُس سے ادا نہ ہوئی پس اس صورت میں حیلہ یہ ہے کہ فقیر پہلے اس پامرد کو اپنے واسطے وصول کرنے کا حکم دے پس جب اُس نے حکم دیا تو یہ پامرد اُس کی طرف سے وصول کرنے کا ذکیل ہو گیا اور تصرف کرنا جائز ہوا پس فقیر ہی کے مال کو اس کے مال میں خلط کرنے والا ہو گا یہ معصرات میں ہے۔

باب محمود قولہ:

متفرقات کا بیان

ایک نے چاہا کہ اپنا مال کسی قرب الہی کی راہ میں کر دے پس اُس نے مسلمانوں کے لیے رباط بنائی تو رباط بنا تا نسبت بروہ آزاد کرنے کے اس لیے بہتر ہے کہ رباط کو دوام زیادہ ہے اور بعض نے کہا کہ مساکین پر صدقہ کرنا افضل ہے میں کہتا ہوں کہ ہم نے ایسی نیت واسلے کو کہا کہ کتابیں خرید کر کتب خانہ میں رکھے تاکہ علم نکلا جائے کیونکہ وہ سب سے زیادہ دوام رکھتا ہے کیونکہ وہ آخر زمانہ تک رہتا ہے پس اور چیزوں سے بہتر ہوگا اور اگر کسی نے چاہا کہ اپنے گھر کو فقراء پر وقف کرے تو اس کے دوام صدقہ کر دینا افضل ہے اور اگر بجائے گھر کے کھیت ہو تو وقف افضل ہے۔ ایک نے مسجد کے لیے تیل یا چٹائی خریدنی چاہی پس اگر مسجد کو تیل کی ضرورت نہ ہو چٹائی کی ضرورت ہو تو چٹائی افضل ہے اور اگر برعکس ہو تو تیل خریدنا افضل ہے اور اگر دونوں کی ضرورت ہو تو دونوں برابر ہیں پس فضیلت میں زیادتی و کمی اور چیز کی حاجت میں زیادتی و کمی اور قوت و ضعف حاجت اور دوام احتیاج پر نظر کرنی چاہیے پس علیٰ ہذا علم پڑھنے والے پر اور اس کی راہوں جیسے فقیر و اُس کے لکھوانے و جمع کرانے پر صرف کرنا نوافل عبادات میں مشغول ہونے سے اولیٰ ہے اور ایسے ہی حدیث و تفسیر میں تمام راہوں سے توجہ صرف کرنا افضل ہے کیونکہ ان چیزوں کا نفع ہمیشہ باقی ہے پس اولیٰ ہے یہ مضمرات میں ہے۔ ایک نے صحیح وقف کیا فلاں مدرسہ کے رہنے والوں پر طالب علموں میں سے پس اس مدرسہ میں ایک آدمی رہا لیکن وہ اس میں رات نہیں بسر کرتا اور رات کو حراست میں مشغول رہتا ہے تو وہ اُس سے محروم نہ ہوگا اگر اُس کی کوٹھڑیوں و حجروں میں سے کسی حجرہ میں جگہ لیتا ہے اور اُس کے پاس سکونت کے اسباب ہیں پس محروم نہ ہوگا اس لیے کہ وہ اس مقام کے رہنے والوں میں شمار ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر وہ رات کو حراست میں مشغول رہتا ہے اور دن میں علم سیکھنے میں تصور کرتا ہے تو دیکھا جائے کہ اگر وہ دن میں کسی دوسرے کام میں مشغول رہتا ہے حتیٰ کہ طالب علموں میں سے شمار نہیں ہوتا ہے تو اس کو وظیفہ کا حق نہیں ہے اور اگر دوسرے کام میں بالکل نہیں مشغول ہوا حتیٰ کہ طالب علموں میں سے شمار ہوا تو اس کو وظیفہ ملے گا یہ محیط سرخی میں ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ وقف کنندہ نے یہ کہا ہو کہ فلاں مدرسہ کے رہنے والوں پر طالب علموں میں سے اور اگر اُس نے خالی یہی کہا کہ فلاں مدرسہ کے رہنے والوں پر اور یہ نہیں کہا کہ طالب علموں میں سے تو بھی حکم یہی ہوگا حتیٰ کہ طالب علموں کے سوائے جو کوئی دوسرا اس مدرسہ میں رہتا ہو اس کو وظیفہ نہیں ملے گا کیونکہ وقف سے یہی مفہوم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

پڑھنے والا طالب علم اگر علم سیکھنے کو فقہاء کے پاس نہ جاتا ہو پس اگر شہر میں ہو اور اپنی ضرورت کی کوئی کتاب فقہ وغیرہ کی اپنے واسطے لکھنے میں مشغول ہو تو اس کو وظیفہ لینے میں مضائقہ نہیں ہے اور اگر شہر میں ہو اور اس کے سوائے اور کام میں مشغول ہو تو وظیفہ نہ لے یہ مضمرات میں ہے۔ اگر علم سیکھنے والا شہر سے چند روز نکل گیا پھر واپس ہو کر طلب کیا پس اگر سفر کی دوری پر چلا گیا تھا تو گذشتہ ایام کا وظیفہ

طلب کرنا اس کو نہیں پہنچتا ہے اسی طرح اگر کل کر کہیں چند روز تک اقامت کی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مسافت سفر سے کم ہو اور ایسے کام کے واسطے گیا کہ جو ضروری ہے اس سے چارہ نہیں جیسے روزینہ و رزق وغیرہ تو اس قدر غلو ہے اور کسی دوسرے کو حلال نہیں ہے کہ اس کا حجرہ لے اور اس کا وظیفہ اپنے حال پر ہے گا جب کہ غائب ہونا ایک مہینہ سے تین مہینہ تک ہو پھر جب اس سے زیادہ مدت ہو جائے تو دوسرے کو روا ہے کہ اس کا حجرہ وظیفہ لے لے یہ بحر الرائق میں ہے۔ فقیر نے کہا کہ جو کوئی پڑھانے والا طالب علم سے ایسے دن میں اجرت لے جس روز درس نہیں ہے تو مجھے امید ہے کہ جائز ہو یہ محیط میں ہے۔ فقہ سکھانے والا مہینہ یا دو مہینہ غائب رہا تو بلا خلاف اس پر مرسوم لینا حرام ہے اگر ماہواری ہو اور اگر سالانہ مقرر ہو اور تقسیم کا وقت آیا اور وہ سال میں سے زیادہ مہینہ مقیم رہا ہے تو اس کو سالانہ لینا حلال ہے یہ فقیر میں ہے شیخ الفیہ ابو بکر رحمۃ اللہ سے ملخ کے رہنے والے علوی لوگوں پر وقف کو پوچھا گیا یعنی کسی نے اس طرح وقف کیا کہ یہ عمارت علویہ ساکنین ملخ پر وقف ہے یعنی اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو ملخ میں سکونت رکھتے ہیں ان پر وقف ہے حالانکہ ان میں سے بعض غائب بھی ہو جاتے ہیں تو جواب میں فرمایا کہ جو کوئی ان میں سے باہر چلا گیا اور اپنا مسکن فروخت نہیں کیا اور نہ کہیں دوسرا مسکن بنایا تو وہ ملخ کے رہنے والوں میں شمار ہے اس کا وظیفہ یا وقف کچھ باطل نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر بطور فاسد خریدی ہوئی زمین کو مسجد بنادیا اور اس میں عمارت بنائی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی قیمت کا ضامن ہوگا ☆

اگر کسی نے زمین کو بطور فاسد خرید کر اس پر قبضہ کر کے اس کو مسجد کر دیا اور لوگوں نے اس میں نماز پڑھی تو ہلال نے اپنے وقف میں لکھا کہ وہ مسجد ہو گئی اور مشتری کے ذمہ اس کی قیمت واجب ہے اور وہ بائع کو واپس نہیں کی جائے گی اور ہلال نے کہا کہ یہ ہمارے اصحاب (علاء ۱۲۵) کا قول ہے اور اگر اس نے اس زمین کو وقف کر دیا تو مسجد کر دینے پر قیاس کر کے اس کا بھی یہی حکم ہے اور کتاب الشفعہ میں مذکور ہے کہ اگر بطور فاسد خریدی ہوئی زمین کو مسجد بنادیا اور اس میں عمارت بنائی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور عمارت بنانے سے وہ مستہلک کی ہوئی شمار ہوگی اور صاحبین کے نزدیک عمارت تو زکریٰ زمین اس کے بائع کو واپس کی جائے گی پس عمارت کی شرط لگانا بنا بر روایت کتاب الشفعہ کے اس امر کی دلیل ہے کہ جب وہ بنائی نہ ہو تو خالی مسجد کر دینے سے بلا خلاف وہ مسجد نہ ہو جائے گی اور روایت ہلال کے موافق عمارت کی شرط نہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ بدون عمارت کے وہ بلا خلاف مسجد ہو جائے گی حاکم شہید نے کہا کہ کتاب الشفعہ میں امام محمدؒ کی روایت بہ نسبت روایت ہلال کے اصح ہے قلت و فی نظر اوضحنا فی الحاشیہ۔ اگر زمین کو خرید کر قبضہ کر کے اس کو فقراء پر وقف کیا پھر اس میں عیب پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن نقصان عیب واپس لے گا بخلاف اس کے اگر زمین خرید کر اس کو مسجد کر دیا پھر اس میں عیب پایا تو نقصان عیب بھی واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر غلام کے عوض ایک دار خرید کر باہمی قبضہ کر لیا پھر دار وقف کر دیا پھر وہ غلام کسی نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو وقف

۱۔ اجرت مہینہ جس کو ہمارے عرف میں تنخواہ و ماہواری بولتے ہیں ۱۲۔ ۲۔ قال المتزجم اگر حاکم شہید کا قول نہ ہوتا تو میں کہتا کہ روایت شفعہ میں قول دینی نیما بنا بر جس کا ترجمہ اور اس میں ملخ یہاں واو کی جگہ حرف او بمعنی یا ہے اور معنی یہ ہے کہ مسجد بنانے میں سب کا اتفاق ہے کہ قیمت کا ضامن ہوگا اور عمارت بنانے میں امام کے نزدیک قیمت کا ضامن ہوگا اور بیع رد نہ ہوگی اور حسین کے نزدیک عمارت تو زکریٰ زمین اس کے واپس کی جائے پس اس تقدیر پر روایت ہلال و روایت کتاب الشفعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہی اصل ہے خصوص جبکہ ہلال نے تمیض کر دی کہ ہمارے اصحاب کا مسجد کر دینے کی صحت میں اتفاق ہے لہذا اختلاف الروایہ کی طرف بلا ضرورت نہیں جائیں گے ۱۱۔ نیز واو صیغہ الاستفہال ہے تو بھی تاویل کی جائے گی بلی ہذا بدفع اختلاف الرویۃ الذی ہو خلاف الاصل والمسئلۃ الثانیۃ تقویٰ اذکرناہ تقدیر و استلجم ۱۲۔

جائز ہے اور مشتری پر واجب ہوگا کہ قبضہ کے روز زمین کی جو کچھ قیمت تھی وہ اس کے بائع کو دے دے (کیونکہ خرید ناسد ہوئی ۱۲) یہ حاوی میں ہے اور اگر غلام مرد آزاد پایا گیا تو وقف باطل ہو گیا یہ محیط میں ہے۔ قیم وقف نے تمام غلہ جمع کر کے اور باب الوقف کو بانٹ دیا مگر ان میں سے ایک کو محروم رکھا گیا اور اس کا حصہ اپنی ذاتی حاجت میں صرف کر ڈالا پھر جب دوسرا غلہ آیا تو محروم نے چاہا کہ اس میں سے اگلے سال کا حصہ بھی لے پس اگر اُس نے پہلے قیم سے ضمان لینا اختیار کیا ہو تو اس غلہ میں سے اپنا پہلا حصہ نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُس نے غلہ اول کے شرکاء سے ان کے حصوں سے لے لینا اختیار کیا ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ دوسرے غلہ میں سے ان کے حصوں میں سے اپنے حصہ کے مثل لے پھر جب اُس نے لے لیا تو سب کے سب مل کر قیم سے اس حصہ کی ضمان لیں گے جو اُس نے پہلے سال میں محروم کا حصہ تلف کیا ہے کذا فی المضمرات اقول غلہ آمدنی وقف ہے پس اگر روپیہ ہو تو اپنے حصہ کے مثل لینے میں رباط مل ہو جائے ہر جگہ ملحوظ رہے گا فہم۔ مسجد کے امام نے غلہ لیا اور چلا گیا اور ہنوز سال نہیں گزرا ہے تو اُس سے سال میں سے کسی قدر حصہ کا غلہ واپس نہ لیا جائے گا اور اعتبار غلہ کاٹے جانے کے وقت کا ہے پس اگر کاٹے جانے کے وقت وہ مسجد میں امام ہو تو غلہ کا مستحق ہوگا یہ وجہ میں ہے۔

اب رہا حال مسجد کے امام کا کہ سال میں سے جس قدر مدت چلا گیا اُس کے حصہ کا غلہ کھانا حلال ہے یا نہیں پس اگر فقیر ہو تو حلال ہے اور یہی حکم طالب علموں میں ہے کہ ان کو ہر سال غلہ تیار ہونے کے وقت کچھ مقدار معلوم غلہ سے دی جاتی تھی پس اُن میں سے ایک نے وقت تیاری غلہ کے اپنا حصہ اس میں سے لیا پھر اس مدرسہ سے چلا گیا تو مانند امام کے اُس کا بھی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے ترکہ میں سے اس قدر روپہم متوقف رکھے جائیں بخیاں کسی قرض کے جو مجھ پر ظاہر ہو تو وصیت باطل ہے خواہ اُس کا وقف مقرر کیا ہو یا نہ کیا ہو پھر اگر اس نے یہ بھی کہا ہو کہ بشرطیکہ وصی کی رائے میں آئے تو اس صورت میں وصی کو اختیار ہے کہ تہائی مال اُس کا متوقف رکھے کیونکہ جب اُس نے کہا کہ بشرطیکہ وصی کی رائے میں آئے تو گویا اُس نے کہا کہ وصی اس قدر جس کو چاہے دے دے اور اگر اس پر محصی کر دی تو صحیح ہے کذا فی الوقعات الحسامیة قلت کان المسئلة لمست من باب الوقف بل من الوصیة والمیراث بل یوقف ما یتوقف بہ ومنبسط ویتلوہ فانہم۔ ایک شخص کے قبضہ میں زمین ہے اور اُس کا پانی جو فقیروں کے لیے ہے اور زمین سے پانی بڑھا اور ہنوز نہر میں ہے تو وہ کسی کو نہ دے بلکہ اس کو نہر میں چھوڑ دے کہ فقراء کو پہنچ جائے یا جس کسی کو پہنچ جائے یعنی اس طرح جائز کر کے چھوڑ دے کہ فقراء کو یا جس کو پہنچے حلال ہے۔ ایک مریض نے کہا کہ میں ایک دکان کا جو فقراء پر وقف ہے متولی تھا اور میں اُس کی آمدنی سے برباد کیا کرتا تھا یا اُس نے کہا کہ میں نے کبھی اپنی زکوٰۃ نہیں دی سو تم اس کو میرے مال سے بعد میری موت کے دے دینا پس اگر وارثوں نے اُس کے قول کی تصدیق کی تو وقف کا مال اس کے تمام ترکہ سے دیا جائے اور زکوٰۃ اس کی تہائی سے دی جائے اور اگر وارثوں نے اس کی تکذیب کی تو وقف اور زکوٰۃ دونوں تہائی مال سے دی جائے گی اور وصی کو اختیار ہوگا کہ وارثوں سے ان کے علم پر قسم لے کہ واللہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ جو مریض نے اقرار کیا وہ حق ہے اور یہاں وصی سے میت کا وصی مراد نہیں ہے بلکہ وقف کا قیم مراد ہے پس جب قیم نے اُن سے قسم لی اور وہ قسم کھا گئے تو یہ ضمان اس کے تہائی مال سے لی جائے گی جیسے قسم سے پہلے تھا اور اگر اُنہوں نے قسم سے انکار کیا تو وہ زکوٰۃ کی صورت میں تہائی مال سے اور مال وقف جس کی قسم سے نکول کیا ہے پورے مال ترکہ سے دلایا جائے گا جیسے ابتداء میں وارثوں کی تصدیق و اقرار کرنے میں حکم تھا یہ محیط میں ہے۔

جامع الجوامع میں ابو القاسم سے روایت ہے کہ صحت میں اُس نے وقف کیا اور اپنے قبضہ سے نکال دیا پھر اپنی موت کے وقت اپنے وصی سے کہا کہ اُس کی آمدنی میں سے فلاں شخص کو پچاس دے اور فلاں دیگر کو سودے پھر مر گیا اور اس کا بیٹا محتاج ہے اور وقف

کرنے والے نے وصی سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو تیری رائے میں بھلا معلوم ہو وہ کرنا تو ایسی صورت میں جن لوگوں کا وقف کنندہ نے نام لیا ہے ان کو دینے سے اس کے محتاج بیٹے کو دینا افضل ہے اور جب وقف میں اُس نے یہ شرط لگائی کہ جس کو چاہے دے تو وہ فقیروں کے واسطے ہے یہ تار خانہ میں ہے۔ ایک مریض نے کہا کہ تم لوگ یا وصی سے کہا کہ تو میرا حصہ میرے مال سے نکالنا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا تو اس کے ترکہ میں سے تہائی نکالا جائے کیونکہ یہی اُس کا حصہ ہے قال علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے تمہارے اموال میں سے تہائی مال تمہاری آخر عمر میں تمہارے اعمال پر بڑھتی تم پر صدقہ کیا کذلکی الوقعات الحسامیہ اقوال تعلق حق المیت بثلث مالہ کان امر مجمع علیہ دلت علیہ صحاح الاحادیث مما لا مریۃ فیہا فلا حاجة فی البیانہ بمثل روایتہ اور دھا مینا تکلموا فیہا وقد اعتذرت القلوی رحمۃ اللہ عن ہولاء الائمة بانہم لم یسوا المحدثین فاستعمر واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ مذکورہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ و امام محمد رحمۃ اللہ کا اختلاف ☆

جامع کسائی میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت نے اپنا مصحف راہ الہی میں جس کو دیا یعنی وقف کر دیا اور مصحف حل گیا اور اُس پر جو چاندی چڑھی ہوئی تھی وہ باقی رہی تو قاضی کو دی جائے کہ اس کو فروخت کر کے اُس کے عوض پھر دوسرا مصحف خرید کر اس کو وقف کر دے اور اگر کسی نے اپنا گھوڑا راہ الہی میں جس کو دیا پھر اس میں کوئی ایسا عیب آگیا جس سے اس پر سوار ہو کر جہاد کرنے کی قدرت نہیں رہی تو مضائقہ نہیں ہے کہ قیم اس کو فروخت کر کے اس کے داموں سے گھوڑا خریدے جس پر سوار ہو کر جہاد کیا جائے اور یہاں قیم کا بیع کرنا بدون حکم قاضی کے جائز ہے اور یہ بمنزلہ مسجد کے ہے کہ جب گائےں اُجاڑ ہو گیا تو مسجد بنانے والا خود اس کو لے کر فروخت کر سکتا ہے قال المحرجم تحقیق اس مسئلہ کی اور پر گزرجکی اور اسی پر اعتماد کیا جائے گا اور جامع کسائی کتاب معروف نہیں ہے لہذا تفرو کے وقت بدون تصحیح مشہورات کے اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا ہے و تفصیل اس کے مقدمہ میں دیکھو اور واضح ہو کہ اس مقام پر اصل میں وکیل کا اطلاق قیم پر آیا ہے جیسے کتاب الشفعہ مبسوط شیخ سرخسی وغیرہ میں وصی کا اس پر اطلاق آیا ہے اور یہ فائدہ ذکر کر دیا گیا قاضی فرغ بر مسئلہ مصحف اور اگر وصی مصحف استعمال سے ایسا ہو گیا کہ اُس کے داموں کے عوض دوسرا مصحف نہیں آ سکتا ہے تو یہ مصحف اُس کے وقف کنندہ کے وارثوں کو واپس کر دیا جائے کہ آپس میں اس کو موافق فرائن الہی عزوجل کے تقسیم کر لیں کسائی رحمۃ اللہ نے کہا کہ یہ امام ابو یوسف و امام محمد کا قول ہے۔ قال المحرجم دونوں اماموں کے اصول میں جو اختلاف ہے وہ معتبرات سے اوپر مذکور ہوا افتد کر اور وصایا میں ائماء پر روایت بشر بن الولید مذکور ہے کہ اگر اپنے کھیت کو مع اس کے بیل و بیل و کام کرنے والے غلاموں وغیرہ دیگر آلات کے وقف کیا پھر اس کی حالت ایسی متغیر ہو گئی کہ اُس سے انتفاع نہیں حاصل ہوتا تو وہ لوگ اس کو فروخت نہیں کر سکتے مگر اس وقت کہ قاضی ان کو حکم دے دے یہ محیط میں ہے۔ ددگروں میں سے ایک وقف ہے اور دوسرا مملوک ہے ان دونوں کے بیچ کی دیوار گر گئی پس مالک مکان نے وقف گھر کی حد میں عمارت بنائی تو وقف کے قیم کو اختیار ہوگا کہ اس کو اپنی عمارت توڑ لینے کا حکم کرے اور اگر قیم نے چاہا کہ اس کو عمارت کی قیمت دے دے تاکہ عمارت مذکور وقف کی ہو جائے تو قیم اُس پر قیمت لینے کے واسطے جبر نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس کی رضامندی سے قیم نے اس کو قیمت دی تو بھی نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کا کھیت بہت بڑا ہے جو چالیس ہزار درہم قیمت کا ہے اور اس پر قرضے ہیں پس اُس نے یہ کھیت وقف کیا اور اپنی ذات پر اس کی آمدنی صرف ہونے کی شرط کر دی اور اس سے اُس کا مقصود یہ ہے کہ ادائے

۱۔ میں کہتا ہوں کہ میت کا حق اس کے ٹکٹ مال کے ساتھ متعلق ہونا گویا ایسا امر ہے کہ اس پر اجماع ہو چکا ہے اور اس پر احادیث صحیحہ اس قسم سے دلالت کرتی ہیں کہ ان میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے پس اس کی اثبات میں ایسی روایت کے ذکر کی ضرورت نہیں کہ جس میں کلام کیا گیا ہے اور قاری رحمۃ اللہ نے ان اماموں کی طرف سے یہ عذر پیش کیا کہ وہ لوگ محدث نہ تھے پس یہ مسئلہ مستقیم ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۱۲۔

قرضہ میں ڈھیل ڈال دے اور گواہوں نے اُس کے مفلس ہونے پر گواہی دی تو وقف و گواہی جائز ہے پھر اگر ان غلات میں سے اس کی قوت سے کچھ بڑھے تو اُس کے قرض خواہوں کو اس سے یہ لے لینے کا اختیار ہے یہ مضمرات میں ہے اگر قاضی نے اطلاق کیا اور بیع وقف غیر مسجد کی اجازت دے دی تو کیا یہ حکم موجب نقص وقف ہے یعنی اس سے وقف بھی ٹوٹ جائے گا یا نہیں تو امام ظہیر الدینؒ نے جواب دیا کہ اگر قاضی نے وقف کنندہ کے وارث کے لئے اطلاق کر دیا تو بیع جائز ہوگی اور یہی وقف ٹوٹنے کا حکم ہوگا اور اگر اس نے وارث کے سوائے دوسرے کے لئے اطلاق کیا تو ایسا نہیں ہے مگر جب وقف فروخت کیا گیا پس قاضی نے صحت بیع کا حکم دے دیا تو یہ وقف باطل ہونے کا حکم ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

شمس الاسلام محمود اور جندیؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی محدود چیز یعنی زمین یا مکان وغیرہ جو محدود ہوتی ہے فروخت کی حالانکہ اُس کو اُس نے وقف کر دیا تھا اور قاضی نے بیع نامہ پر گواہی لکھ دی تو یہ فعل قاضی کی طرف سے یہ بیع صحیح ہونے کا حکم قضاء نہ ہو گا اور یہ صحیح و ظاہر ہے یہ محیط میں ہے اور قاضی امام نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب قاضی نے گواہی کو ایسے طور پر لکھا ہو جو صحت بیع پر دلالت نہیں کرتی مثلاً یوں لکھا کہ بائع نے بیع کرنے کا اقرار کیا تو بے شک اُس کی طرف سے ایسی تحریر اس بیع کی صحت پر حکم نہیں ہے اور اگر اُس نے یوں لکھا کہ میں شاہد ہوا یا یہ گواہ شاہد ہوا اور بیع نامہ میں لکھا تھا کہ بائع نے بیع جائز صحیح کے ساتھ فروخت کیا تو قاضی کی تحریر اس وقف کے باطل ہونے کا حکم ہوگی یہ خلاصہ میں ہے متولی نے چاہا کہ وقف کے غلہ میں سے جو بڑھا اُس کو قرض دے دے تو وصایا فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ مجھے امید ہے کہ متولی کو اس فعل کی گنجائش ہو بشرطیکہ غلہ کے واسطے رکھ چھوڑنے کی بسبب قرض دے دینا بہتر و مصلحت ہو اور اگر اُس نے چاہا کہ بڑھتی غلہ کو اپنی ضروریات میں اس شرط سے خرچ کرے کہ جب وقف کو عمارت کی ضرورت ہوگی تو اپنے مال سے واپس دے گا تو اس کا یہ اختیار نہیں ہے اور اُس کو چاہیے کہ کمال درجہ پر ہیز رکھے پھر اگر باوجود اُس کے اُس نے ایسا کیا پھر ضرورت تعمیر کے وقت اسی قدر اُس کے مال سے وقف پر خرچ کر دیا تو مجھے امید ہے کہ جو کچھ اُس پر واجب تھا اُس سے اُس کا مواخذہ چھوٹ جائے گا اور فتاویٰ فضلیؒ میں ہے کہ وہ مطلقاً ضمان سے بری ہو جائے گا یہ محیط میں ہے۔

خصافؒ نے اپنے وقف میں لکھا کہ اگر ایک احاطہ مکان میں سے ایک بیت وقف کیا پس اگر بیت مع اُس کے راستہ کے وقف کیا تو جائز ہے ☆

قال المحرر جم: یعنی اول قول پر وہ وبال سے چھوٹ گیا مگر ضمان اس پر عائد رہی اور قول دوم پر وہ وبال اور ضمان دونوں سے بری ہو گیا و فیہ شنی فتاویل اور اگر قیم نے جو خرچ کر لیا ہے اس کے مثل لے کر وقف کے درہموں میں غلط کر دیا تو کل مال کا ضامن ہو جائے گا مگر آنکہ کل مال عمارت میں صرف ہو جائے تو ضمان سے بری ہو جائے گا یا قاضی کے پاس اس امر کا مراعات کرے تاکہ وہ کسی شخص کو حکم دے کہ متولی سے سب مال لے کر اپنے قبضہ میں لائے پھر یہ مال اُسی متولی کے قبضہ میں دے دے یہ عتابیہ میں ہے وقف کو اپنی ہیأت سے متغیر کر دینا نہیں جائز ہے پس اگر مکان یا احاطہ ہو تو وہ باغ نہیں بنایا جائے گا اور اگر سرائے ہو تو حمام نہ کیا جائے اور رباط ہو تو دوکان نہ کر دی جائے و علیٰ ہذا القیاس لیکن اگر وقف کنندہ نے متولی کو اختیار دیا ہو کہ جس میں وقف کی بہتری دیکھے وہ کرے تو البتہ تغیر کر سکتا ہے یہ سراج الوہاجؒ میں ہے۔ شمس الاسلام محمود اور جندیؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے وقف کیا پھر خود محتاج ہو گیا اور چاہا کہ اپنے وقف سے رجوع کر لے تو فرمایا کہ اُس کو چاہیے کہ قاضی کے سامنے یہ امر پیش کرے تاکہ قاضی اس وقف کو فسخ کر دے کذا فی الذخیرہ اقوال اوائل کتاب الوقف میں شرائط اوقاف میں جو بیان ہوا کہ اپنی ذات پر اس کی حاصلات و تاحیات مشروط کرنا جائز ہے تو اس شرط

سے وقف کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہے لیکن جب یہ شرط نہ ہو تو اُس کی صورت اس مسئلہ میں مذکور ہوئی فافہم جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر باغ انکور فروخت کیا اور اس میں قدیمی مسجد ہے پس اگر مسجد مذکور آباد ہو تو باقی کی بیع قاسد ہوگی اور اگر خراب ہو تو بیع قاسد نہ ہوگی یہ تاتار خانہ میں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جن اماموں کے نزدیک مسجد کبھی مسجد ہونے سے خارج نہیں ہو سکتی کماۃً ہو قول الامام ابی یوسف و اہل الحدیث ان کے نزدیک اس کی بیع جائز نہیں ہے فافہم۔ خصافؒ نے اپنے وقف میں لکھا کہ اگر ایک احاطہ مکان میں سے ایک بیت وقف کیا پس اگر بیت مع اُس کے راستہ کے وقف کیا تو جائز ہے اور اگر مع راستہ کے اس کو وقف نہ کیا تو نہیں جائز کذا فی المحیط مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ باجہا و امام خصافؒ ہے یا بقول امام ابی حنیفہؒ ورنہ صاحبین میں سے ایک کے قول پر راستہ ثابت اور وقف جائز ہونا چاہیے کما فی قطعة ارض و قد موت المسئلة فتذکر۔ ایک نے مسجد بنائی یا اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا یا سرائے بنائی جس میں لوگ اترتے ہیں پھر کسی شخص نے اس میں کچھ اپنا دعویٰ کیا اور بنانے والا غائب ہے تو مسجد کی صورت میں یہ حکم ہے کہ بنانے والا اگر غائب ہے اور اہل مسجد میں سے بعض کے مقابلہ میں دعویٰ و گواہی کی سماعت پر مدعی کے لیے حکم ہوا تو جب بعض اہل المسجد پر حکم ہوا تو وہی سب اہل المسجد پر حکم ہے اور سرائے کی صورت میں ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ بنانے والا خود یا اس کا نائب حاضر ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ملاحظہ میں ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں کنواں کھودا اور اس میں سراسر نفع ہے اور کسی شخص کے حق میں اس سے ضرر نہیں ہے تو وہ شخص ایسا کر سکتا ہے اور یہ جائز ہے کذا فی العمادیہ۔

تمہید ☆ فتاویٰ عالمگیری یہ میں کتاب البیوع کو کتاب الوقف کے بعد ذکر کیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک مالک کی ملک کو زائل کر دیتا ہے۔ چنانچہ وقت شئی موقوفہ کو واقف کی ملک سے خارج کر دیتا ہے اور ”بیع“ شئی بیع کو بائع کی ملک سے خارج کر دیتی ہے۔ بہر حال ان دونوں میں سے ہر ایک مزیل ملک ہے۔ پس اس مناسبت کی وجہ سے کتاب الوقف کے بعد کتاب البیوع کا ذکر فرمایا۔

شرح الالفاظ ☆ ”بیوع“ بیع کی جمع ہے۔ یہاں یہ سوال ہوگا کہ لفظ بیع مصدر ہے اور مصدر کا حشریہ اور جمع نہیں آتا۔ پس یہاں بیوع بصیغہ جمع ذکر کیوں کیا ہے؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ”بیع“ بیع اسم مفعول کے معنی میں ہے اور مبیعات کی بہت سی انواع اور اقسام ہیں۔ اس لیے اس کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ بیع مصدر ہے لیکن انواع بیع کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

لغوی تشریح ☆ لفظ بیع اضداد میں سے ہے یعنی لغت میں بیع کا لفظ اخراج الشئی عن الملك بمال اور ادخال الشئی فی الملك بمال پر بولا جاتا ہے۔ یعنی مال کے عوض کسی چیز کو ملک سے نکالنے پر بھی بولا جاتا ہے اور مال کے عوض کسی چیز کو ملک کے اندر داخل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے اور مال کے عوض کسی چیز کو ملک کے اندر داخل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ لفظ بیع کے معنی بیچنے کے بھی آتے ہیں اور خریدنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ حدیث: ((اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم)) میں معنی اول (بیچنا) ہی مراد ہیں اور حدیث: ((لا بیع احدکم علی بیع اخیه)) میں معنی ثانی (خریدنا) مراد ہیں۔ یعنی تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کے خریدنے کی صورت میں نہ خریدے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کوئی چیز خریدنے کے ارادہ سے بھاؤ کرتا ہے تو تم اس کو خریدنے کا ارادہ سے درمیان میں مت گھسو۔ دیکھئے یہاں جمع بھنی ثراء استعمال کیا گیا۔

اسی طرح لفظ ثراء اور اشتراء اضداد میں سے ہے۔ یعنی یہ لفظ بھی بیچنے اور خریدنے کے معنی میں مشترک ہے۔ مثلاً: ﴿بنسما اشتروا به انفسهم﴾ میں لفظ اشتراء بیچنے کے معنی میں مستقل ہے یعنی بری ہے وہ چیز جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو۔ (پ: ۱۱ رکوع: ۱۱) اور ﴿لبنس ماشرؤا به انفسهم﴾ میں بھی اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی اور بہت ہی بری چیز ہے جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو (پ: ۱۲ رکوع: ۱۲) ﴿ثم یقولون هذا من عند الله لبشترؤا به ثمنًا قليلًا﴾ پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ لیں اس پر تھوڑا سا مول۔ (پ: ۹ رکوع: ۹) ﴿ولا تشتروا بآیاتی ثمنًا قليلًا﴾ اور نہ لو میری آیات پر مول تھوڑا۔ (پ: ۵ رکوع: ۵) ﴿اولئک الذین اشترؤا الضلالة بالهدی﴾ یہ وہی ہیں جنہوں نے مول لی گمراہی ہدایت کے بدلے۔ (پ: ۵ رکوع: ۵) ﴿اولئک الذین اشترؤا الضلالة بالهدی﴾ یہ وہی ہیں جنہوں نے قول لی گمراہی ہدایت کے بدلے۔ (پ: ۲ رکوع: ۲) ﴿ان الله اشترى من المؤمنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة﴾ (پ: ۱۱ رکوع: ۳) یعنی اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔ ﴿اولئک الذین اشترؤا الضلالة بالهدی والعذاب بالمغفرة﴾ یعنی یہی ہیں جنہوں نے خرید لی گمراہی کو بد لے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے۔ (پ: ۲ رکوع: ۵)

شریعت کی اصطلاح میں ”بیع“ مبادلۃ المال بالمال بالتراضی بطریق التجارة کو کہتے ہیں یعنی باہمی رضامندی سے تجارت کے طریقہ پر مال کو مال کے بدلے میں لینا۔ مبادلۃ المال کی قید سے اجارہ اور نکاح خارج ہو گئے کیونکہ اجارہ میں مبادلۃ المال بالمنافع ہوتا ہے اور نکاح میں مبادلۃ المال بالضعف ہوتا ہے اور بالتراضی کی قید سے مکروہ کی بیع خارج ہو گئی ہے کیونکہ مقصود بیع نافذ کو بیان کرنا ہے اور مبادلۃ بالتراضی بیع شرعی نہیں ہوتا۔

کتاب البیوع

اس میں بیس ابواب ہیں

باب اول:

بیع کی تعریف اس کے رکن اس کی شرط اس کے حکم اور قسموں کے احکام

کتاب اول: بیع کے احکام ☆

واضح ہو کہ رضامندی (اور خوشی) سے ایک مال کو دوسرے مال کے ساتھ باہم بدلنے کو بیع کہتے ہیں کذا فی الکافی اور رکن بیع کی دو قسمیں ہیں ایک ایجاب^(۱) و قبول اور دوسرا تعاطیٰ یعنی لینا اور دینا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور شرط بیع کی چار قسمیں ہیں ایک بیع کے منعقد ہونے کی شرط دوسری نافذ ہونے کی تیسری صحیح ہونے کی اور چوتھی لازم ہونے کی پھر منعقد ہونے کی شرط چند طرح پر ہے مجملہ اس کے منعقد کرنے والے میں ایک یہ چاہیے کہ عاقل اور تمیز دار ہو یہ لکھا ہے اور نہایہ میں مذکور ہے۔ پس جو لڑکا یا کم عقل کہ بیع اور اس کے اثر کو سمجھتا ہے اس کی بیع درست ہے یہ صحیح القدر میں لکھا ہے اور دوسرے یہ چاہیے کہ منعقد کرنے والا ایک شخص نہ ہو ایک سے زیادہ ہوں اگر دونوں طرف سے ایک ہی شخص ہو گا تو بیع صحیح نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ فائدہ: بعض صورت میں اگر دونوں طرف سے ایک ہی منعقد کرنے والا ہو تو بھی بیع درست ہوتی ہے اسی واسطے بحر الرائق میں اس حکم سے استثناء کر کے کہا کہ سوائے باپ اور اس کے وصی کے اور قاضی کے یہ لوگ اگر اپنا مال چھوٹے لڑکے کے ہاتھ فروخت کریں یا اس سے خریدیں تو ہر ایک ان میں سے دونوں طرف سے عقد کر سکتا ہے مگر وصی کی بیع میں یہ شرط ہے کہ اس میں قیم کا نفع ظاہر ہو اور سوائے اپنی کے ایک ہی اپنی دونوں طرف سے بیع کر سکتا ہے ابھی اور یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ سوائے غلام کے کہ غلام بھی اپنے مالک کی اجازت سے اپنے آپ کو اس سے خرید سکتا ہے ابھی۔ از اجملہ عقد میں یہ شرط ہے کہ قبول ایجاب کے موافق ہو یعنی جس چیز کو بائع نے جتنے کو بیچنے کو کہا اسی چیز کو مشتری نے خریدنے ہی کو قبول کرے پس اگر مشتری نے بائع کی مخالفت کی خواہ اس طرح کہ جو چیز بائع نے بیچی تھی اس کے سوا دوسری قبول کی یا اسی چیز میں سے تھوڑی سی قبول کی یا بائع نے جس چیز کے عوض بیچی تھی اس کے سوا اور کسی چیز کے عوض قبول کی یا بائع نے جو مول کیا تھا اس سے کم پر قبول کی تو بیع منعقد ہوگی لیکن اگر ایجاب مشتری کی طرف سے ہوا اور بائع نے اس سے کم پر قبول کی یا ایجاب بائع کی طرف سے ہوا اور مشتری نے زیادہ دھن پر قبول کر لی تو بیع منعقد ہو سکتی ہے پس اگر بائع نے وہ زیادتی اسی مجلس میں قبول کر لی تو بیع جائز ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور ازان جملہ ان دونوں چیزوں میں کہ جو ایک دوسرے سے بدلی جائیں یہ شرط ہے کہ ان کی مالیت قائم ہو پس اگر مالیت معدوم ہو تو بیع منعقد نہ ہوگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور ازان جملہ بیع میں یہ شرط ہے کہ موجود ہو پس جو چیز معدوم ہو یا اس میں معدوم ہونے کا خوف ہو جیسے کسی جانور کے بچہ کا بچہ یا حاصل فروخت کرے تو بیع منعقد نہ ہوگی۔ بدائع میں لکھا ہے۔

۱۔ بیع میں مشتری کی ملکیت ثابت اور دھن میں بائع کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے ۱۱۔ ۲۔ اگر مشتری کہے کہ میں نے یہ چیز دو روپیہ کو تھ سے خریدی تو یہ قول مشتری کی طرف سے ایجاب ہے پس اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ دو روپیہ کو بیچی تو اس کی طرف قبول ہو گیا اور بائع نے کہا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ دو روپیہ کو بیچی تو ایجاب بائع کی طرف سے ہو گا مشتری اگر چاہے تو قبول کر لے ۱۲۔ ۳۔ تا وقتیکہ بائع اس کم پر راضی نہ ہو جائے ۱۳۔ ۴۔ جیسے مسلمان نے اپنا مال بھوسہ یا شراب کے بیچا یا بھوسہ شراب کے سوا خرید ۱۴۔

(۱) ایجاب وہ کلام ہے جو پہلے بولا جائے خواہ بائع کی طرف سے ہو یا مشتری کی طرف سے اور اس کے متعلق دوسرے کلام کو قبول کہتے ہیں ۱۵۔

بیع کی ایک اور شرط کا بیان ☆

بیع میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ اپنی ذات میں بھی مملوک ہو اور یہ کہ جو چیز بائع اپنے واسطے فروخت کرتا ہے وہ فروخت کے وقت بائع کی ذاتی ملکیت ہو۔ پس گھاس کی بیع منعقد نہیں ہوتی اگرچہ ایسی زمین میں ہو جو بائع کی ملکیت ہے ف مترجم کہتا ہے کہ گھاس سے مراد خود رو گھاس ہے جو بلا اجتنام پیدا ہوگئی ہو اور اُس چیز کی بیع بھی منعقد نہیں ہوتی جو فی الحال بائع کی ملکیت نہیں ہے اگرچہ وہ پھر اُس کا مالک ہو جائے سوائے صورت بیع سلم کے اور منصوب کے کہ غاصب نے جو چیز غصب کی تھی اُس کو بیع کر کے پھر اُس کے مالک کو ضمان دی تو اُس کی بیع نافذ ہو جائے گی۔ یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور بیع میں یہ بھی شرط ہے کہ شرعاً قیمت دار چیز ہو اور اُسی وقت یا دوسرے وقت مشتری کے سپرد ہو سکتی ہو کذا فی فتح القدیر اور منجملہ اُس کے جو دونوں بیع منعقد کرنے والے ہیں اُن کو ایک دوسرے کا کلام سننا شرط ہے اور یہ بالا جماع سب کے نزدیک بیع کے منعقد ہونے میں شرط ہے پس اگر مشتری نے کہا کہ میں نے خرید اور بائع نے نہ سنا تو بیع منعقد نہ ہوگی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ پس اگر مجلس کے لوگوں نے مشتری کا کلام سنا اور بائع کہتا ہے کہ میں نے نہیں سنا حالانکہ بائع کی سماعت میں نقصان نہیں ہے تو قاضی اپنے حکم میں اُس کے قول کی تصدیق^(۱) نہ کرے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور منجملہ اُس کے مکان بیع میں یہ شرط ہے کہ مجلس ایک ہو یعنی ایجاب و قبول ایک مجلس میں ہوں اگر دو مجلسوں میں ہوئے تو بیع منعقد نہ ہوگی اور بیع کے نافذ ہونے کی شرط دو قسم پر ہے ایک تو بائع کا مالک ہونا یا ولی ہونا چاہیے دوسرے یہ کہ بکنے والی چیز میں بائع کے سوا کسی اور شخص کا حق نہ ہو اگر ہوگا تو بیع نافذ نہ ہوگی جیسے مرہون کی بیع یا اُس چیز کی جو کرایہ میں دی گئی ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ بیع کے صحیح ہونے کی شرطیں دو طرح کی ہیں ایک عام دوسری خاص پس عام شرط ہر بیع کے واسطے وہی ہے جو منعقد ہونے کی شرط ہے اس لیے کہ جو بیع منعقد نہ ہوگی وہ صحیح نہ ہوگی اور اس کا عکس نہیں ہے یعنی جو بیع صحیح نہ ہو وہ منعقد نہ ہو اس لیے کہ بیع فاسد ہمارے نزدیک منعقد ہوتی ہے اور نافذ بھی ہوتی ہے بشرطیکہ قبضہ اُس کے ساتھ متصل ہو جائے اور منجملہ اُس کے یہ شرط ہے کہ بیع کی کوئی میعاد مقرر نہ ہو اگر کسی میعاد تک بیع ہوئی تو صحیح نہ ہوگی۔ ف مثلاً ایک سال کے واسطے بیع ٹھہرائی یا جب بائع رو پیہ دے دے تو مشتری بیع واپس کر دے چنانچہ بیع الوفا اسی قبیل سے ہے اور اُس کا ذکر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور منجملہ اُس کے بکنے والی چیز اور اُس کا مول اس طرح معلوم ہونا چاہیے کہ جس سے جھگڑا نہ پیدا ہو پس ایسی مجہول چیز کی بیع کی جس کی جہالت سے جھگڑا پیدا ہو صحیح نہیں ہے جیسے کہا کہ میں نے کوئی ایک بکری اس گلہ میں سے فروخت کی یا مشتری نے کہا کہ جو اس چیز کی قیمت ہوگی وہ دی جائے گی یا جو فلاں شخص کہہ دے گا وہ دیا جائے گا اور منجملہ اُس کے یہ شرط ہے کہ اس بیع کا کچھ فائدہ بھی ہو پس جس چیز کی بیع و شراء میں کچھ فائدہ نہ ہو وہ بیع فاسد ہے مثلاً ایسے دو درہم کا آپس میں خرید و فروخت کرنا کہ دونوں وزن اور صفت میں برابر ہوں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

منجملہ اس کے بیع کے صحیح ہونے کے لیے یہ چاہیے کہ اُس میں کوئی شرط فاسد نہ لگائی جائے اور شرط فاسد چند طرح پر ہوتی ہے از انجملہ وہ شرط ہے کہ اُس کے ہونے میں دھوکا ہو مثلاً کسی اونٹنی کو اس شرط پر خرید ا کہ وہ حاملہ ہے اور از انجملہ یہ کہ جس چیز کی شرط کی گئی ہو وہ شرع میں جائز نہ ہو یا ایسی چیز کی شرط کی کہ یہ عقد بیع اُس کو نہیں چاہتا ہے اور اُس میں بائع یا مشتری یا بکنے والی چیز کا اگر بنی آدم میں سے ہے فائدہ متصور ہو اور وہ شرط عقد کے مناسب بھی نہ ہو اور نہ آدمیوں میں اُس قسم کی شرط کرنے کی عادت جاری ہو اور منجملہ فاسد

۱۔ راہن نے مرہون کو فروخت کیا ۱۲۔ ۲۔ کرایہ پر دینے والے نے اس کو چھاپا ۱۳۔ (۱) بیع کو جائز رکھے گا ۱۴۔

☆ بیع صحیح قرار پانے کی شرطوں کا بیان حکم نمبر ۳۳۴۱۶ (۵۶۶) میں ہے۔ ان میں سے بیع صحیح قرار پانے کی عام شرطوں کا بیان حکم نمبر ۲۷۵۴۱۶ (۵۶۶) میں اور بیع صحیح قرار پانے کی خاص شرطوں کا بیان حکم نمبر ۳۳۴۲۸ (۵۶۶) میں ہے۔ حکم نمبر ۳ (۵۲۸) کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ (م۔ م۔ فتاویٰ عالمگیری)

شرطوں کے یہ ہے کہ اگر بیع عین اور ثمن عین ہو تو اس میں مدت مقرر کرنا فاسد ہے اور اگر بیع کوئی مال دین اور مول دین ہو تو جائز ہے اور یہ شرط کرنا کہ ہمیں ہمیشہ اختیار ہے کہ جب چاہیں واپس کریں یا لے لیں فاسد ہے اور ایسے وقت مجہول کے خیال کی شرط مقرر کرنا جس کی جہالت کھلی ہوئی ہو فاسد ہے جیسے ہوا کا چلنا یا مینہ کا برسنہ کسی شخص کا آنا وغیرہ یا ایسے وقت کے اختیار کی شرط مقرر کرنا جو سمجھ سے کچھ قریب ہے جیسے کھیتی کا ٹا اور اس کا روندنا اور حاجیوں کا آنا وغیرہ یا ایسے خیال کی شرط کرنا جس میں بالکل وقت ہی نہیں ہے یا تین دن سے زیادہ کے واسطے اختیار شرط کرنا یہ سب شرطیں فاسد ہیں یہ بدائع میں لکھا ہے۔

بیع صحیح ہونے کی شرطیں جو خاص ہیں

از انجملہ یہ کہ جس بیع میں مول ادا کرنے کی مدت قرار پائی ہے وہ مدت معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہو کی تو بیع فاسد ہے اور انجملہ اس کے اگر مال منقولہ خرید تو اس کی بیع کے واسطے پہلے قبضہ ہونا شرط ہے اور قرض کے فروخت کرنے میں بھی قبضہ شرط ہے پس قرض کی بیع قبضہ کرنے سے پہلے فاسد ہے جیسے بیع سلم کی صورت میں جس چیز میں سلم قرار پائی ہے اس کی اور اس المال کی بیع اگر چہ بعد پھر لینے کے ہو بدون قبضہ کے جائز نہیں ہے اور ایسے ہی کسی چیز کو بعض ایسے قرضہ کے کہ جو کسی شخص پر آتا ہے بیع کرنا جائز نہیں لیکن اگر وہ قرضہ بائع پر ہے تو اس کا حکم اس کے برخلاف ہے یعنی اگر وہ قرضہ بائع پر ہو تو تفصیلاً جائز ہے از انجملہ یہ ہے کہ اگر خرید و فروخت ایسی چیزوں میں واقع ہوا کہ جن میں سود چاری ہوتا ہے تو دونوں بدل میں مماثلت (برابری) شرط ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ وہ سود کے شبہ سے خالی ہو۔ از انجملہ یہ ہے کہ اگر وہ بیع الصرف ہے تو جدا ہونے سے پہلے قبضہ ہونا چاہیے از انجملہ یہ ہے کہ بیع مراہمہ اور بیع تولیہ اور بیع اشتراک اور بیع وضعیہ میں پہلا ثمن معلوم ہونا شرط ہے۔ بیع کے لازم ہونے کی یہ شرط ہے کہ چاروں طرح کی خیاریوں سے جو مشہور ہیں اور ان کے سوا اور سب طرح کی خیاریوں سے خالی ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

حکم بیع کا یہ ہے کہ مشتری کی ملکیت خریدی ہوئی چیز میں اور بائع کی ملکیت اس کے مول میں ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ وہ بیع قطعی ہو اور اگر موقوف ہوگی تو اجازت کے وقت ملکیت ثابت ہوگی یہ محیط سرخی میں ہے۔ اقسام بیع کے باعتبار مطلق بیع کے چار ہیں نافذ و موقوف و فاسد و باطل۔ نافذ وہ ہے جس کا حکم فی الحال ثابت ہو اور موقوف وہ ہے جس کا حکم اجازت کے وقت ثابت ہو فاسد وہ ہے کہ اس کا حکم قبضہ کرنے سے ثابت ہو اور باطل وہ ہے کہ جس کا حکم بالکل ثابت نہیں ہوتا اور بکنے والی چیز کے اعتبار سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں اول بیع معین مال کی معین مال سے اس کو بیع مقابضہ کہتے ہیں دوسری بیع دین کی دین سے اور اس کو بیع الصرف کہتے ہیں تیسری بیع دین کی عین المال سے جیسے بیع سلم اور چوتھی اس کے برعکس یعنی بیع عین کی بعض دین کے جیسے اکثر بیع کی صورتیں ہوا کرتی ہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور ایسی ہی تسمیہ بدل کی راہ سے بھی بیع کی چار قسمیں ہیں اول بیع مساومہ اور وہ اس ثمن پر بیع ہے جس پر دونوں متفق ہو جائیں اور دوسری بیع مراہمہ اور وہ پہلے مول پر کچھ زیادہ لے کر بیچنے کو کہتے ہیں اور تیسری بیع تولیہ اور وہ قطعاً پہلے مول پر بدون زیادتی و کمی کے بیع ہے اور چوتھی بیع وضعیہ کہ وہ پہلے مول سے کم پر بیچنے کو کہتے ہیں یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

۱۔ قول بیع عین مال یعنی ثمن معین کوئی چیز معین ہوں جیسے گھوڑا بعض مکان کے فروخت کیا ۱۲۔ ۲۔ قول بیع دین مال یعنی بیع عین مال کی چیز ہو کہ جو معین نہ ہو مثلاً جیسے اثرنی بعض روپیہ کے خریدی۔ پس اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ بیع اثرنی دور پیادے جو بائع و مشتری کے ہاتھ میں ہے ۱۲۔ ۳۔ شرط خیاریہ ہے کہ مشتری خرید کو یا بائع فروخت کو اپنے اوپر لازم نہ کرے بلکہ شرط لگائے کہ اگر منظور ہو گا تو میں تین روز میں خرید لوں گا یا فروخت کروں گا ورنہ الہی ہو جائے گی اور اس کی تفصیل آئندہ آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔ ۴۔ اقالہ کرنے کے بعد بھی بدون قبضہ جائز نہیں ہے ۱۲۔ ۵۔ جیسے گھوڑا بعض اونٹ کے ہاتھ ۱۲۔ ۶۔ جیسے اثرنی بعض روپیہ کے بیچی ۱۲۔ ۷۔ جیسے گھوڑا بعض روپیہ کے بیچا ۱۲۔

دوسرا باب:

ایسے کلمات کے بیان میں جو بیع منعقد ہونے کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اُس چیز کے حکم کے بیان میں جو چکانے وغیرہ کی غرض سے قبضہ میں کر لی ہو اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اول:

اُن کلمات کے بیان میں جن سے بیع منعقد ہوتی ہے

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو دو لفظ ایسے ہوں کہ جن کے معنی مالک کر دینے اور مالک ہو جانے کے ہوں اور ماضی یا حال کے صیغہ ہوں اُن سے بیع منعقد ہو جاتی ہے کذا فی المحیط خواہ وہ صیغہ فارسی ہوں یا عربی یا اور کسی زبان کے یہ تا تاریخانیہ میں لکھا ہے اور ماضی کے صیغہ سے بدون نیت کے بیع منعقد ہوتی ہے اور مضارع کے صیغہ میں اسح یہ ہے کہ نیت چاہیے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے یوں کہا کہ میں یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کے عوض بیچتا ہوں یا تجھے بخشا ہوں یا عطا کرتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ میں اُس کو تجھ سے مول لیتا ہوں یا لے لیتا ہوں اور دونوں کی نیت فی الحال بیع پورا کرنے کی ہے یا ایک نے ماضی اور دوسرے نے مستقبل کا صیغہ کہا اور اُس میں بھی نیت فی الحال بیع واجب کرنے کی ہے تو بیع منعقد ہو جائے گی اور اگر یہ نیت نہیں تو بیع منعقد نہ ہوگی یہ قیہ میں لکھا ہے اور جانا چاہیے کہ جو صیغہ حال استقبال کے ہیں جیسے کہ کہا اسی وقت بیچتا ہوں تو اس میں نیت کی حاجت نہیں اور جو صیغہ محض استقبال کے ہیں جیسے کہا کہ میں اس کو آئندہ زمانے میں بیچتا ہوں یا امر کے صیغہ ہوں تو اُن سے بیع منعقد نہیں ہوتی مگر اُس صورت میں کہ امر کی دلالت اُسی معنی پر ہو جو ذکر کیا گیا ہے جیسے کہ کہا کہ اس غلام کو اس قدر ثمن کو لے لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لے لیا تو یہ بھی بمنزلہ ماضی کے ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ پھر جانا چاہیے کہ جب بیع امر کے صیغہ سے واقع ہو تو ایسی بیع میں تین لفظ ہونے چاہئیں چنانچہ اگر بائع نے کہا کہ مجھ سے خرید لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید تو بیع منعقد نہ ہوگی تا وقتیکہ بائع پھر یہ نہ کہے کہ میں نے بیچا یا اگر مشتری نے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ ڈال اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچ ڈالا تو ضروری ہے کہ مشتری دوبارہ کہے کہ میں نے خرید یا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور استفہام کے صیغہ سے سب کے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی جیسے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ کیا تو یہ چیز میرے ہاتھ اتنے کو بیچتا ہے یا یہ کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو بیچی اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچی تو بیع منعقد نہ ہوگی تا وقتیکہ مشتری پھر نے لے لے میں نے خریدی یہ بائع میں لکھا ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ خریدی ایں چیز را از من بکذا یعنی کیا یہ چیز تو نے مجھ سے اتنے کو خریدی دوسرے نے کہا کہ میں نے خریدی اور پھر اُس شخص نے یہ نہ کہا کہ میں نے بیچی تو بیع تمام نہ ہوگی یہ غلامہ میں لکھا ہے۔ ف ہذا واضح ہو کہ خریدی ایں چیز را از من اگر چہ حرف استفہام کو شامل نہیں مگر فارسی میں یہ استفہام کے محل میں مستعمل ہے جس کا ترجمہ بلفظ استفہام مذکور ہوا اور اسی واسطے بدون تیسرے لفظ کے بیع نام نہ ہونے کا حکم غلامہ میں ہے۔

اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے یہ غلام بعوض ہزار درہم کے تیرے ہاتھ اقالہ کیا اور دوسرے نے کہا

کہ میں نے قبول کیا تو اس کے بیچ کے ہونے میں اختلاف ہے ☆

امام ظہیر الدین نے اپنے چچا شمس الائمہ اوزجدی اور اپنے استاد شمس الائمہ سرخسی سے نقل کیا ہے کہ اس صورت میں بیچ منعقد ہو جائے گی اس لیے کہ بائع کے قول میں لفظ فروختہ یعنی میں نے بیچی معصوم ہے اور بائع کے قول کے یہ معنی ہیں کہ خریدی کہ فروختہ یہ محیط میں لکھا ہے اور عتار القادویٰ میں لکھا ہے کہ یہی حکم مختار ہے اور اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے یہ غلام بعوض ہزار درہم کے تیرے ہاتھ اقالہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس کے بیچ کے ہونے میں اختلاف ہے امام ابو بکر اسکاف نے کہا ہے کہ دونوں کے درمیان اقالہ کے لفظ کے ساتھ بیچ منعقد ہو جائے گی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا ہے کہ بیچ منعقد نہ ہوگی اور فقیہ ابو الیث نے اسی کو اختیار کیا ہے اور نیز یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور مسلم کے لفظ سے سب روایتوں کے موافق بیچ منعقد ہو جاتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام ہزار روپیہ کو ہبہ کیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیچ صحیح ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور بیچ کا ایجاب لفظ جعل کے ساتھ عربی میں یا گردانیدن فارسی یا گردانے اور کر دینے کے ساتھ اردو میں صحیح ہے مثلاً کوئی شخص کسی سے یہ کہے کہ میں نے یہ چیز اس قدر کے عوض میں تیری کردی تو بیچ ہے اس لیے کہ امام محمد نے ذکر کیا ہے کہ اگر قاضی قرض خواہ سے یوں کہے کہ میں نے تیرے قرض دار کی یہ چیز تیرے قرض کے عوض میں تیری کردی تو بیچ ہو جائے گی اور یہی صحیح ہے اور اگر یہ کہا کہ میں راضی ہو گیا تو بھی ایجاب صحیح ہو جاتا ہے اور اگر پہلے ایک نے کہا کہ میں نے بیچا اور پھر دوسرے نے کہا کہ میں نے اجازت دی تو بیچ منعقد ہو جائے گی کذا فی البحر الرائق اور اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ میں نے اس قدر خمن کو یہ چیز مولیٰ اور بائع نے کہا کہ میں راضی ہو یا میں نے پوری کردی یا میں نے اجازت دی تو بیچ منعقد ہو جائے گی کذا فی الاختیار شرح المختار اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ تیرے قرض کے عوض بیچ ہے اور دوسرے نے قبول کر لیا تو بیچ منعقد ہو جائے گی یہ غیاثہ میں لکھا ہے۔

اگر دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درہم کو مول لیا اور اُس نے کہا کہ میں نے بھی کیا یا کہا کہ ہاں یا کہا کہ قیمت دے تو اُن دونوں میں بیچ صحیح ہوگئی اور یہی اصح ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اُس کو اس قدر داموں کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے تو بیچ تمام ہوگئی یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے یہ چیز اتنے کو تیرے ہاتھ بیچی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے لے لی تو بیچ تمام ہوگئی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا گھوڑا تیرے گھوڑے کے عوض میں دیا اور دوسرے نے کہا کہ اور میں نے بھی ایسا ہی کیا تو یہ بیچ ہوگئی اور شمس الائمہ اوزجدی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ غلام بعوض ہزار درہم کے تیرے ذمہ ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے مانا تو یہ بیچ ہوگئی کذا فی المحیط۔ کسی نے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور اس کا مول تجھے ہبہ کر دیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خریدا تو یہ بیچ صحیح نہیں ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ لیکن اگر کسی قدر داموں کو بیچا اور مشتری نے اُس کو قبول کر لیا پھر مشتری کو دام سے معاف کر دیے یا اس کو ہبہ کر دیے یا اُس کو صدقہ میں دے دیے تو بیچ صحیح ہے اور اگر غلام کو بیچا اور مول سے سکوت کیا تو امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک قبضہ سے ملکیت ثابت ہو جائے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور مشتری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی (اور دام واجب نہ ہوگی) یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بلا خمن بیچا تو قبضہ کرنے سے بھی بیچ کا مالک نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ دو ہزار درہم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے بلا کسی چیز کے عوض کے خریدا تو بیچ صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مملوک کے کسی عضو کی طرف بیچ کی

نسبت کی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسے عضو کی طرف کی کہ جس کے طرف حق کی نسبت کرنے سے وہ آزاد ہو جاتا ہے تو اس کی طرف بیع کی نسبت کرنے سے بیع ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو بیع بھی صحیح نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور جنہیں باصری میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ من فروختم این بندہ را بہزار درہم تو خریدی یعنی میں نے یہ غلام ہزار درہم کو بیچا تو نے خرید لیا اور دوسرے نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ خریدیم یعنی میں نے خرید لیا تو بیع تمام ہوگئی اور اگر بائع نے اس طرح کہا کہ من فروختم این بندہ را بہزار درہم اور مشتری نے کہا خریدیم اور کچھ زیادہ نہ کہا تو بیع نہ ہوگی کیونکہ اس میں مشتری کی طرف نسبت نہ تھی یہ تا تاریخانیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تجھے پسند آئے تو یہ میرا غلام تیرے لیے ہزار درہم کو ہے اس دوسرے نے کہا کہ مجھے پسند آیا تو یہ بیع ہے ☆

اگر پہلے سے کچھ بیع کی گفتگو درپیش تھی پھر بائع نے کہا کہ میں نے اس قدر ثمن کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے مول لیا اور یہ نہ کہا کہ تجھ سے مول لیا تو بیع صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس میں اس کا عکس یعنی اگر مشتری نے یوں کہا کہ میں نے اس قدر ثمن کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا اور یہ نہ کہا کہ تیرے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہوگی یہ فتح القدیر^(۱) میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تجھے پسند آئے تو یہ میرا غلام تیرے لیے ہزار درہم کو ہے اس دوسرے نے کہا کہ مجھے پسند آیا تو یہ بیع ہے یہ غلام میں لکھا ہے اور ایسے ہی اگر اس طرح کہا کہ تجھے موافق ہو تو یہ میرا غلام تیرے لیے ہزار درہم کو ہے اور اس نے کہا کہ میرے موافق ہوا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو ارادہ کرے یا خواہش کرے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا اور خواہش کی تو ان کل صورتوں میں جواب میں بیع ہو جاتی ہے ابتداء میں لازم نہیں ہوتی ہے اور اگر کسی نے کہا کہ یہ ٹھوس چیز اگر پانچ سو من وزن میں ہو تو وزن کر کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور مشتری نے کہا کہ میں نے خریدی پھر اس کو وزن کیا تو جیسا بائع نے کہا تھا ویسا ہی پایا تو یہ بیع نہ ہوگی لیکن اگر بائع اس قول سے پہلے اس کا وزن جانتا تھا تو بیع جائز ہے اس لیے کہ یہ قول تحقیق ہوگا تطبیق نہ ہوگا یہ قیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ اسباب لے جا اور آج کے دن اس کو دیکھ اگر تو اس سے راضی ہوگا تو وہ ہزار درہم کو تیرے لئے ہے اور وہ اس کو لے گیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ اگر آج تو اس سے راضی ہوگا تو وہ ہزار درہم کو تیرے لئے ہے اور یہ قول بمنزلہ ایسے کہنے کے ہے کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ آج کے دن کا تجھ کو اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ذخیرہ میں کہا کہ یہ جواز بیع بدلیل استحسان ہے اور ہمارے تینوں عالموں نے اسی کو لیا ہے اچھی کلامہ اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اگر تجھ کو ایک دن رات تک منظور ہو تو یہ لینا بیع کا تمام کرنا ہے تطبیق نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر یوں کہا کہ یہ چیز میں نے ہزار درہم کو بیچی بشرطیکہ فلاں شخص راضی ہو جائے تو اگر اس کے راضی ہونے کا کوئی وقت مقرر کر دیا اور وہ راضی ہو گیا تو بیع جائز ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اگر کسی کپڑے کو بطور بیع فاسد کے مول لیا پھر دوسرے دن بائع سے ملا اور اس سے کہا کہ کیا تو نے اپنا کپڑا ہزار درہم کو میرے ہاتھ نہیں بیچا اس نے کہا کہ ہاں بیچا ہے پھر اس مشتری نے کہا کہ میں نے اس کو لیا تو یہ گفتگو بیکار ہے اور اس کی بنا اسی پر بیع فاسد پر ہے کی جو پہلے واقع ہوئی تھی اور اگر ان دونوں نے اس بیع فاسد کو بالاتفاق ترک کر دیا ہو تو آج بیع ہو جائے گی۔ کسی شخص نے اپنا غلام ہزار درہم کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ اگر آج میرے پاس تو دام نہ لایا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے اور مشتری نے قبول کر لیا اور اس دن اس کے دام نہ لایا اور دوسرے دن بائع سے ملا تو مشتری نے کہا کہ تو نے اپنا یہ غلام میرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اس نے کہا کہ ہاں بیچا پھر مشتری نے کہا کہ میں نے لیا تو اسی وقت از سر نو بیع ہو جائے گی اس واسطے

☆ (۱) قول فتح القدیر میں لکھا ہے یعنی بعد تفصیل ۱۱ جلد ۱۲۔

کہ پہلی خرید ٹوٹ چکی تھی اور یہ مسئلہ بیع فاسد کی صورت کے مثل نہیں ہے۔ یہ قیادوی قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا پھر اگر تو نے ایک سال تک دام نہ دیے تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے تو یہ بیع فاسد ہے اور یہ قول مثل خیال کے نہیں ہے اور اگر تین دن کی شرط کی اور کہا کہ تین دن تک دام نہ دے گا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے تو احتساباً بیع جائز ہے اور اگر چار دن تک کا ذکر کیا تو بیع جائز نہیں لیکن اگر چار روز کی شرط میں مشتری تین ہی دن میں دام لایا اور کہا کہ مجھے دیر کرنا منظور نہیں ہے تو شیخ نے کہا کہ میں اس بیع کو جائز رکھتا ہوں بشرطیکہ تین دن میں دام لائے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو اس قدر درہم اس کپڑے کے عوض مجھ کو ادا کر دے تو میں نے تیرے ہاتھ اس کو بیع والا اور اس شخص نے وہ مول اسی مجلس میں ادا کر دیا تو یہ بیع ہو جائے گی اور کتاب المسیر^(۱) میں ذکر کیا ہے کہ یہ بیع احتساباً صحیح ہے اور اسی طرح اگر بائع نے کہا کہ فروختم چوں ہما بمن رسد یعنی میں نے بیچا اگر مجھ تک قیمت پہنچ جائے پھر اس نے قیمت اسی مجلس میں اس کو دے دی تو یہ بیع احتساباً صحیح ہے یہ عیض میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ تیری ہاندی دس دینار کو مول لی تو نے بیچنی اس نے کہا کہ فروختہ گیر یعنی بکلی ہوئی سمجھ لے تو اگر اس کی مراویج کا پورا کرنا ہے تو بیع صحیح ہوگی یہ قہید میں لکھا ہے۔ بختمہ میں ہے کہ حسن ابن علیؑ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص نے بائع کے وکیل سے کسی مال کا بائیس (۲۲) دینار کو مول کیا اور وکیل نے کہا کہ مجھیں (۲۵) دینار سے کم نہ دوں گا اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ تین دینار چھوڑ دے اور وہ راضی ہو گیا مگر زبان سے کچھ نہیں کہا اور وہاں گواہ اس کی رضامندی کے موجود تھے کہ وہ خوشی سے راضی ہو گیا تھا تو کیا یہ بیع ہے انہوں نے فرمایا کہ اس قدر سے بیع نہیں ہوتی لیکن اگر ایجاب و قبول یا کوئی ایسا فعل جو ان دونوں کے قائم مقام ہو پایا جائے تو بیع صحیح ہوگی یہ تا تاریخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر بائع (یا مشتری) نے دور سے یا دیوار کے اس طرف سے آواز دی تو جائز نہیں ہے۔ کوئی شخص بیت میں تھا اس نے دوسرے شخص سے جو چھت پر ہے یہ کہا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتھ اس مول کو بیچی دوسرے نے کہا کہ میں نے مول لی تو اگر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور دور والے کو بات سننے میں شہد نہیں ہوتا تو بیع صحیح ہے یہ قہید میں لکھا ہے۔ جو دوری ایسی ہو کہ جس سے ایک دوسرے کی بات سننے میں شبہ پڑتا ہے وہ بیع کی مانع ہے اور اگر ایسی نہیں تو بیع کی مانع نہیں ہے۔ یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ لوگ تیرا انکور کا باغ دو ہزار درہم کو خریدتے ہیں اس نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اپنے کو مول لیا تو اگر یہ کلام بطور ہزل کے نہ تھا تو بیع صحیح ہو جائے گی اور اگر ہزل ہونے اور تحقیق ہونے میں دونوں نے جھگڑا کیا تو اس شخص کا قول مقبول ہوگا جو ہزل کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر کچھ دام اس کو دے دیئے ہیں تو پھر ہزل کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ولال نے بائع سے کہا فروختی بدین بھال یعنی تو نے اس قیمت کو بیچا اور اس نے کہا کہ فروختہ شد یعنی بک گئی پھر مشتری سے کہا کہ خریدی اس نے جواب دیا کہ خریدہ شد تو اگر دونوں کی مراو تحقیق بیع ہے تو بیع منعقد ہو جائے گی یہ قہید میں لکھا ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اس قیمت کو بیچا اور اس دوسرے نے اس پر قبضہ کر لیا اور کچھ نہ کہا تو بیع منعقد ہو جائے گی۔ یہ قول شیخ الاسلام معروف بخواہر زادہ کا ہے۔ یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ اناج تجھ سے ہزار درہم کو مول لیا تو اس کو فقیروں پر صدقہ کر دے اس نے اسی مجلس میں ایسا ہی کیا تو بیع تمام ہوگئی اگر چہ زبان سے اس نے کچھ نہیں کہا کیونکہ یہ فعل اس کا قبول پر دلالت کرتا ہے اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کر دیا تو اس کا حکم اس کے برخلاف ہے یعنی مجلس سے جدا ہونے کے بعد صدقہ کر دیا تو بیع نہیں ہے۔ اس لئے کہ قبول سے پہلے اعراض ہو چکا ہے اور اسی طرح اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے یہ کپڑا تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا تو اس کی بیس قطع کرالے اس نے جدا ہونے سے پہلے ہی کیا تو بیع تمام ہوگئی۔ یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ کھانا تو کھا لئے میرا ایک درہم تیرے اوپر ہوگا اُس نے کھالیا تو بیع ہوگئی ☆

فتاویٰ میں ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو وہ آزاد نہ ہوگا۔ یہ غلام میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام اور صدر الشہید نے جامع کی کتاب الدعویٰ میں ذکر کیا ہے کہ مشتری کا قول بائع کے ایجاب کا جواب ہے اور غلام آزاد ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا مشتری نے کہ فہو حر یعنی تو وہ آزاد ہے پس غلام آزاد ہو جائے گا اور مشتری پر ہزار درہم واجب ہوں گے یہ غلام میں لکھا ہے۔ ابراہیم نے امام محمدؒ سے یہ روایت کی ہے کہ اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ اپنا غلام میرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچ اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اُس کا یہ کہنا کہ وہ آزاد ہے غلام پر قبضہ کرنا ہے اور غلام آزاد ہو جائے گا اور امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ وہ آزاد نہ ہوگا پس آزاد کرنے کی وجہ سے وہ قابض بھی نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع نے کسی چیز کو کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے اس کو کھالیا یا اُس پر سوار ہوایا اُس کو یمن لیا تو بیع پر راضی ہو گیا یہ یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ کھانا تو کھا لئے اور میرا ایک درہم تیرے اوپر ہوگا اُس نے کھانا کھالیا تو یہ بیع ہوگئی اور وہ کھانا اُس کے لیے حلال ہے یہ شمس الاممہ سرخسی نے کتاب الاحسان کی شرح میں ذکر کیا ہے کذا فی المحيط۔ ایک شخص کا کسی سے لین دین کا معاملہ تھا وہ اُس سے کپڑے لیا کرتا تھا پس مشتری نے کہا کہ جو کپڑا تجھ سے میں لوں تو ہر ایک پر تیرے لیے ایک درہم کا نفع ہے حالانکہ وہ کپڑے لیے جاتا اور بائع اُس کو خرید کی اجازت دیتا یہاں تک کہ مشتری کے پاس دس یا زیادہ کپڑوں کا مول جمع ہو گیا پھر مشتری نے مول اور ایک درہم نفع کے حساب سے سب دے دیا تو امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ اگر کپڑے اُس کے پاس ویسے ہی باقی ہیں اور اُس نے اس پر نفع دیا تو خرید بھی جائز ہے اور نفع بھی جائز ہے اور اگر اسی طرح نہیں موجود ہیں تو باطل اور نفع نہیں جائز ہے۔ کسی شخص نے دوسرے شخص سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے کہا کہ میں اس کو چند درہم کو بیچتا ہوں اور مشتری نے کہا کہ میں اُس کو دس درہم سے زیادہ نہیں لیتا پھر مشتری اُس کو لے گیا اور بائع نے کچھ نہ کہا تو اگر چکاتے وقت وہ کپڑا مشتری کے ہاتھ میں تھا تو چند درہم واجب ہوں گے اور اگر بائع کے ہاتھ میں تھا پھر اُس سے مشتری نے لے لیا اور بائع نے منع کیا تو دس درہم واجب ہوں گے اور اگر مشتری کے پاس تھا اور اس نے کہا کہ میں دس درہم سے زیادہ کو نہیں لیتا اور بائع نے کہا کہ میں چند درہم سے کم نہیں بیچتا پھر وہ کپڑا مشتری نے پھیر دیا پھر بائع کے ہاتھ سے لے لیا اور بائع نے اُس کو دے دیا اور کچھ نہ کہا تو بھی دس درہم واجب ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مجتبیٰ میں مذکور ہے کہ اگر دونوں کے کلاموں میں اختلاف ہو اور اسی طرح پر عقد بیع ہو گیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اُن کا آخر کلام کیا تھا اسی بنا پر حکم کیا جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا پھر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ سودینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو بیع دوسرے مول پر ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور مشتری نے قبول کیا پھر اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں یہ کہا کہ یہ غلام تیرے ہاتھ میں نے سودینار کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے مول لیا تو دوسری بیع منعقد ہوگی اور پہلی ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہی حکم ہے اگر اُس کو پہلی قیمت کے جنس سے اُس سے کم یا زیادہ کو بیچے مثلاً اول دس درہم کو بیچا پھر نو درہم یا گیارہ درہم کو بیچا۔ اگر دوسری بار بھی دس درہم کو بیچا تو دوسری بیع منعقد نہ ہوگی اور پہلی اپنی حالت پر قائم رہے گی اس لیے کہ دوسری بیع بے فائدہ ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے دو ہزار درہم کو مول لیا تو بیع جائز ہے

پس اگر وہ زیادتی بائع نے اسی مجلس میں قبول کر لی تو بیع دو ہزار درہم پر قرار پائے گی اور اگر نہ قبول کی تو ایک ہزار پر صحیح ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام دو ہزار کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ میں نے ایک ہزار کو تیرے ہاتھ بیچا تو بیع ایک ہزار پر جائز ہوگی یہ غلام میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ ایک ہزار کو بیچ کیا میں نے اس کو تیرے ہاتھ دو ہزار کو بیچ کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے پہلی بیع ایک ہزار پر قبول کی تو بیع جائز نہیں ہے اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے دونوں بیعیں ملا کر تین ہزار کو قبول کیں تو یہ کہنا اُس کا بھولہ اس کہنے کے ہے کہ میں نے دوسری بیع تین ہزار کو قبول کی یعنی بیع دو ہزار کو ہوگی اور ایک ہزار اس پر زیادتی ہے پس بائع کو اختیار ہے چاہے اسی مجلس میں قبول کر لے اور چاہے رد کر دے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے ہزار درہم کو بیچا میں نے سودینار کو بیچا تو مشتری پر بعد قبول کے دوسری بیع لازم ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اُس پر دونوں مول لازم ہوں گے اور پہلا قول کتاب الزیادات میں ہے اور وہ قوی ہے اور جب بائع نے زیادتی اسی مجلس میں قبول کر لی تو وہ مشتری پر لازم ہوگی یہ بیع اٹھ دہائی میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا اور دوسرے نے کہا کہ میں اس کو قبول نہیں کرتا بلکہ مجھے پانچ سو درہم کو دے پھر کہا کہ میں نے ہزار درہم کو لے لیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ غلام اُس نے اُس کے حوالے کر دیا تو وہ رضامند ہو گیا ورنہ رضامندی نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

جاننا چاہیے کہ جب دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک نے بیع کا ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار ہے اگر چاہے تو اسی مجلس میں قبول کرے اور چاہے رد کر دے اور اس کو اختیار قبول کہتے ہیں اور اس خیار میں دراشت جاری نہیں ہوتی یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے اور خیار قبول کی انتہا آخر مجلس تک ہوتی ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور قبول صحیح ہونے کے واسطے ایجاب کرنے والے کا زندہ رہنا شرط ہے اگر قبول سے پہلے وہ مر جائے تو ایجاب باطل ہو جائے گا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر اُن دونوں میں کا کوئی شخص قبول واقع ہونے سے پہلے اٹھ گیا تو ایجاب باطل ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اٹھا نہیں لیکن مجلس میں کسی اور کام میں مشغول ہوا سو اے بیع کے تو بھی ایجاب باطل ہو جائے گا اور اگر کھڑا تھا پھر بیٹھ کر قبول کیا تو صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ نصیر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اور اس شخص کے ہاتھ میں ایک پیالہ پانی تھا اُس نے پی لیا پھر کہا کہ میں نے مول لیا تو حکم ہے فرمایا کہ بیع پوری ہوگئی اور اسی طرح اگر ایک لقمہ کھایا پھر کہا کہ میں نے مول لیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ لیکن اگر کھانے میں مشغول ہو گیا تو مجلس بدل جائے گی اور اگر دونوں سو گئے یا اُن میں سے ایک سو گیا پس اگر لیٹ کر سوئے تو مجلس جُدا ہوگئی اور اگر بیٹھے بیٹھے سوئے تو مجلس جُدا نہ ہوگی یہ غلام میں لکھا ہے اور اگر دونوں بے ہوش ہو گئے پھر دونوں کو افاقہ ہوا اور اُس کے بعد قبول کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ اگر دیر ہوگئی تو ایجاب باطل ہو جائے گا یہ تاجار خانیہ میں لکھا ہے کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ چیز تجھ کو اس قیمت کو دی اور مشتری نے پھر نہ کہا پھر بائع نے کسی اور شخص سے اپنی ضرورت کی بات کی تو بیع باطل ہوگئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشتری فرض نماز پڑھتا تھا اُس سے فارغ ہونے کے بعد اُس نے قبول کیا تو جائز ہے یہ قیہ میں لکھا ہے اور اگر اُس فرض میں ایک رکعت نفل ملائی پھر قبول کیا تو بھی جائز ہے یہ وجیز کردی میں لکھا ہے اور اگر مشتری گھر میں تھا پھر نفل کر کہا کہ میں نے مول لیا تو اُن دونوں میں بیع منعقد نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے بیع کی گفتگو کی اور وہ اُس وقت پیادہ چلے جاتے تھے یا ایک ہی جانور پر دونوں سوار ہو کر چلے جاتے تھے یا دو جانوروں پر سوار تھے تو اگر مخاطب نے بائع کو جواب اُس کے خطاب کے ساتھ ملا ہوا یا تو اُن دونوں میں عقد پورا ہو جائے گا اور تھوڑا سا بھی فصل ہو گیا تو بیع صحیح نہیں اور اگر دونوں ایک محل میں تھے تو بھی یہی حکم ہے یہ یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ بیع ڈالا جو وہاں حاضر نہ تھا پھر وہ اس مجلس میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے خرید اتو بیع صحیح ہے ☆

خلاصہ میں نوازل سے نقل کیا ہے کہ اگر ایک یا دو قدم چلنے کے بعد جواب دیا تو جائز ہے یہ بیع القدر میں لکھا ہے اور نہ الفائق میں جمع التفارق سے نقل کیا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اتنی فتاویٰ میں صدر الشہید نے کہا ہے کہ ظاہر روایت کے بموجب نہیں صحیح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر بائع اور مشتری دونوں کھڑے تھے اور ایک نے ان دونوں میں سے بیع کا ایجاب کیا پھر وہ دونوں چلے مابعد خطاب کے دوسرا قبول کرنے سے پہلے چلا تو ایجاب باطل ہو جائے گا اور اگر ان دونوں نے کشتی چلنے کی حالت میں بیع کی گفتگو کی پھر خطاب اور جواب کے درمیان تھوڑا سا وقف بیع منعقد ہونے کا مانع نہیں ہے اور کشتی کا حال بمنزلہ کھڑی کے ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ بیع ڈالا جو وہاں حاضر نہ تھا پھر وہ اس مجلس میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے خرید اتو بیع صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید اور دونوں کلام ایک ہی ساتھ زبان سے نکلے تو بیع منعقد ہو جائے گی میرے والد مرحوم اسی طرح فرماتے تھے کذا فی الظہیر یہ اور جاننا چاہیے کہ بیع کے متغیر ہونے سے پہلے قبول کا پایا جانا ضرور ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ پس اگر کسی شخص نے انکسور کا شیرہ بیچا اور مشتری نے اُس کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ وہ شراب ہو گیا پھر شراب سے سرکہ ہو گیا پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر باندی بیچے جنی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہیں اور اسی طرح اگر دو غلام بیچے اور مشتری نے قبول نہ کیے یہاں تک کہ ان میں سے ایک کو کسی نے قتل کر ڈالا اور بائع نے اُس کی دیت بھی لے لی پھر مشتری نے قبول کیا تو جائز نہیں ہے یہ تارخانہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ باندی تیرے ہاتھ ہزار درہم کو بیچی اور مشتری نے قبول نہ کی یہاں تک کہ کسی شخص نے اُس باندی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُس ہاتھ کے عوض کا مال خواہ بائع کو دیا یا نہ دیا پھر مشتری نے کہا کہ میں نے اُسے قبول کیا تو جائز نہیں ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الوکالت میں ایک مسئلہ ذکر کیا ہے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو ان دونوں میں بیع منعقد نہ ہوگی تا وقتیکہ بائع پھر یہ نہ کہے کہ میں نے اجازت دی اور یہی قول بعض مشائخ کا ہے اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ جب بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ بیچا تو اس نے مشتری کو غلام کا مالک کر دیا پھر جب مشتری نے کہا کہ میں نے خرید اتو اُس نے غلام کو اپنی ملک میں لے لیا اور بائع کو ثمن کا مالک کر دیا تو بعد اس کے بائع کی اجازت ضروری ہے تا کہ وہ ثمن کا مالک ہو جائے اور عامۃ مشائخ کا قول ہے کہ بعد اس کے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہیں اور یہی صحیح ہے اور ایسا ہی امام محمدؒ سے بھی روایت کیا گیا ہے کذا فی الذخیرہ اور واضح ہو کہ ایجاب کرنے والا خواہ بائع ہو یا مشتری دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے اپنے ایجاب سے رجوع کر سکتا ہے یہ نہ الفائق میں لکھا ہے۔

لیکن ایجاب کرنے والے کو دوسرے کے رجوع کرنے کا کلام مستحضر ضروری ہے یہ تارخانہ میں مذکور ہے۔ مگر ظہیر میں لکھا ہے کہ رجوع صحیح ہوتا ہے اگرچہ دوسرے کو اُس سے آگاہی نہ ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس قیمت کو بیچا پھر کہا کہ میں نے اپنے کلام سے رجوع کر لیا اور مشتری نے اس رجوع کرنے کو نہیں سنا اور کہا کہ میں نے خرید اتو بیع منعقد ہو جائے گی یہ ظہیر میں لکھا ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید اتو اسی کلام کے متصل بائع نے کہا کہ میں نے رجوع کر لیا تو اگر مشتری کا قبول اور بائع کا رجوع دونوں ساتھ ہی نکلے تو بیع تمام نہ ہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے

قبول کے پیچھے رجوع کیا تو بیع تمام ہو جائے گی یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہے اور جاننا چاہیے کہ جب ایجاب و قبول پائے جائیں تو بیع لازم ہو جائے گی اور ان دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا مگر بسبب کسی عیب یا نہدیکھنے کے اختیار باقی رہے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اس کے بعد عقد تمام ہونے کے واسطے بائع کی اجازت کی کچھ حاجت نہیں اور یہی مذہب علمہ مشائخ کا ہے اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے فقہ سے یہ غلام ہزار درہم کو خرید اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ میں تو لیرا نہیں چاہتا ہوں تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی سے بطور استفہام کے کہا کہ کیا تو نے میرے ہاتھ یہ کپڑا اس درہم کو بیچا اس نے کہا کہ میں نے بیچا پھر مشتری نے کہا کہ میں اس کو خریدتا نہیں چاہتا ہوں تو اس مشتری کو یہ اختیار ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک شخص سے بعض نو درہم کے ایک کپڑے کی خرید و ٹھہرائی اور کپڑے والے نے کہا کہ دیدہ درہم کم نہ ہم مددی یعنی دس درہم سے کم نہ دوں گا کیا تو نے خرید اپنی اس شخص نے کہا کہ میں راضی ہوا پھر کپڑے والے نے کہا کہ میں نہیں بیچتا ہوں تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ جاننا چاہیے کہ خط مثل خطاب کے ہے اور ایسے ہی اپنی بھیجتا یہاں تک کہ خط پہنچے اور پیغام پہنچنے کی مجلس کا اعتبار کیا جائے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ تاج الشریعہ نے فرمایا کہ صورت خط لکھنے کی یہ ہے کہ یہ خط میں نے فلاں شخص کو لکھا اما بعد میں نے اپنا فلاں غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا پس جب اس کو خط پہنچا اور اس نے پڑھا اور جو کچھ اس میں لکھا تھا اس کو سمجھا اور اسی مجلس میں قبول کر لیا تو بیع صحیح ہوگئی یہ یعنی شرح ہدایہ میں مذکور ہے۔

پیغام بھیجنے کی یہ صورت ہے کہ کہے فلاں شخص کے پاس جا اور کہہ فلاں شخص نے اپنا فلاں غلام تیرے ہاتھ اس مول کو بیچا پس وہ آیا اور اس نے خبر دی اور اسی مجلس میں اس شخص نے قبول کر لیا اور ایسے ہی اگر کہا کہ میں نے اپنا فلاں غلام فلاں شخص کے ہاتھ اس مول کو بیچا اے شخص تو جا کر اس کو خبر کر دے پس یہ شخص گیا اور خبر کر دی اور اس نے قبول کر لیا تو بیع ہوگئی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ جو اس وقت غائب تھا اتنے کو بیچا پھر اس غائب کو خبر پہنچی اور اس نے قبول کر لیا تو بیع صحیح نہیں ہے اور اگر اس کی طرف سے اس مجلس میں کسی اور شخص نے قبول کر لیا تو بیع کا صحیح ہونا اس کی اجازت پر موقوف ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے اس غلام کو فلاں شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا پس اے فلاں تو اس کو خبر کر دے پھر اس کے سوا کسی دوسرے نے اس کو خبر کر دی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی شخص کو لکھا کہ میں نے یہ غلام تیرا خرید اور غلام کے مالک نے اس کو لکھا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع ہو جائے گی یہ ظہیر میں لکھا ہے اور اگر اس کو لکھا تھا کہ میرے ہاتھ اتنے کو بیچ ڈال پھر اس کو خط پہنچا اور اس نے لکھا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تو بیع تمام نہ ہوگی تا وقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ میں نے خریدایہ یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی کو لکھا کہ کیا تو نے یہ اپنا غلام اتنے کو میرے ہاتھ بیچا اس نے لکھ بھیجا کہ میں نے یہ اپنا غلام تیرے ہاتھ بیچا تو یہ بیع نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جاننا چاہیے کہ اگر بعد جزو عقد لکھنے یا پیغام بھیجنے کے اس سے رجوع کرے تو رجوع صحیح ہے خواہ اپنی کو یہ بات معلوم ہو یا نہ ہو یہ یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور خط لکھنے والے اور پیغام بھیجنے والے کو اس ایجاب سے جو اس نے لکھ بھیجا جس کا پیغام بھیجا ہے رجوع کرنا اس وقت تک کہ وہ دوسرے کے پاس نہیں پہنچا یا اس نے قبول نہیں کیا ہے درست ہے خواہ دوسرے شخص کو معلوم ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ اگر دوسرے شخص نے اس کے بعد قبول کیا تو بیع تمام نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اتنے کو بیچا اس دوسرے نے کسی اور شخص سے کہا کہ تو کہہ دے کہ میں نے خرید اپنی

۱۔ جب تک کہ یہ قبول نہ کرے ۱۲۔ ۲۔ کیونکہ پیغام پہنچانے والے نے مخاطب کا پیغام پہنچایا تو بیع ہوگئی اور وکیل سے بائع نے ایجاب نہیں کیا تھا تو نہ

اُس نے کہہ دیا کہ میں نے خریدنا تو دیکھا جائے گا کہ یہ کلام اُس شخص نے اگر بطور پیغام پہنچانے والے کے کہا تو خریدنا صحیح ہے اور اگر بطور وکیل کے کہا ہے تو صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ کبھی بیع فقط لین دین پر بدون کسی لفظ بولنے کے ہو جاتی ہے اور اس کو بیع تعاملی کہتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک چیز کا بھاؤ ٹھہرایا جس کو وہ خریدنا چاہتا تھا مگر اُس کے پاس برتن نہ تھا کہ اس میں لے پھر اُس سے جدا ہو کر برتن لایا اور اُس کو ثمن کے درہم دے دیئے تو یہ جائز ہے ☆

یہ ہر چیز میں خواہ خسیس ہو یا نفیس بلا فرق جاری ہے اور یہی صحیح ہے یہ زمین میں لکھا ہے اور ثمن الاثمہ حلوائی کے نزدیک بیع تعاملی میں دونوں طرف سے دے دینا شرط ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے اور یہی قول اکثر مشائخ کا ہے اور بزاز یہ میں مذکور ہے کہ یہی قول مختار ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں بدل میں سے کسی ایک پر بھی قبضہ کر لینا کافی ہے اس واسطے کہ امام محمدؒ نے صاف فرمایا کہ بیع تعاملی دونوں بدل میں سے کسی ایک پر قبضہ کر لینے سے ثابت ہو جاتی ہے اور یہ قول ثمن اور بیع دونوں کو شامل ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور جس شخص کا یہ قول ہے کہ اُس کے نزدیک اس بیع میں جمع سپرد کر دینے کے ساتھ انعقاد بیع کے واسطے مول کا بیان کرنا شرط ہے اور امام ابو الفضل کرمانی کا فتویٰ بھی اسی طرح منقول ہے یہ محیط میں لکھا ہے یہ شرط اُس چیز میں ہے جس کا مول معلوم نہیں ہے مگر روٹی اور گوشت میں مول بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ ف مترجم کہتا ہے کہ اُس ملک میں روٹی اور گوشت کا مول معروف تھا پس جہاں کہیں اس کا مول معروف ہو وہاں یہ حکم جاری ہو گا واللہ اعلم اور منٹگی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص سے ایک چیز کا بھاؤ ٹھہرایا جس کو وہ خریدنا چاہتا تھا مگر اُس کے پاس برتن نہ تھا کہ اس میں لے پھر اُس سے جدا ہو کر برتن لایا اور اُس کو ثمن کے درہم دے دیئے تو یہ جائز ہے کذا فی المضمرات منٹگی میں ہے۔ کہ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درہم چاہیے تھے پس اُس شخص نے جس پر یہ درہم چاہیے تھے اُس شخص سے کہ جس کے چاہیے تھے کہا کہ میں تیرے مال کے عوض دینا دیتا ہوں پس اُس نے دیناروں کا بھاؤ ٹھہرایا مگر ان دونوں میں بیع واقع نہ ہوتی اور وہ شخص جدا ہو گیا پھر وہ شخص کہ جس پر مال چاہیے تھا انہی دیناروں کو جن کا بھاؤ ٹھہرایا کر جدا ہو گئے تھے لا کر اُس شخص کو جس کے چاہیے تھے دے دیئے اور بیع کو نہ دہرایا تو وہ بیع اُس وقت جائز ہو گئی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دقرا آٹھ درہم کو خریدی پھر بائع سے کہا کہ ایک دوسری دقرا اسی ثمن کے حساب سے لا کر یہاں ڈال دے پس بائع نے دوسری دقرا لا کر وہاں ڈال دی پس یہ بیع ہو گئی اور بائع کو پہنچتا ہے کہ وہ اس حکم کرنے والے سے آٹھ درہم کا مطالبہ کرے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور مجرر میں امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے گوشت بیچنے والے سے کہا کہ تو گوشت کیونکر بیچتا ہے اُس نے کہا کہ تین رطل ایک درہم کو اُس نے کہا کہ میں نے خریدنا تو میرے واسطے تول دے پھر گوشت بیچنے والے کی یہ رائے ہوئی کہ میں نہ تولوں تو اُس کو اس بات کا اختیار پہنچتا ہے اور اگر اُس نے تول دیا تو مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ہر ایک کو اُن دونوں میں سے رجوع کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا یا بائع نے مشتری کے حکم سے اُس کے برتن میں رکھ دیا تو بیع تمام ہو گئی اور مشتری پر ایک درہم واجب ہوا اور نو اور ابن ساعدہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی قصاب سے کہا کہ جو گوشت تیرے پاس رکھا ہے اُس کو میرے واسطے تول دے یا یوں کہا کہ اس شانہؒ میں سے میرے واسطے تول دے یا کہا کہ اس جیر میں سے میرے واسطے بحساب فی درہم تین رطل کے تول دے اور اُس نے تول دیا تو مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک کھانچی خرپڑوں کی لایا کہ جس میں چھوٹے بڑے خرپڑے تھے اُس سے ایک شخص نے کہا کہ اُس میں سے دس خرپڑہ کتنے کو دے گا اُس نے کہا کہ ایک درہم کو پس اس شخص نے دس خرپڑہ چھانٹے اور اُن کو لے چلا یا بائع نے دس نکال دیئے اور اُن کو مشتری نے قبول کر لیا تو بیع تمام ہو گئی یہ بیع القدر میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے گیسوں بیچنے والے کو پانچ دینار دیئے تاکہ اس سے گیسوں لے اور اس سے پوچھا کہ تو گیسوں کیونکر بیچتا ہے اُس نے کہا سورطل ایک دینار کو دیتا ہوں پس مشتری ساکت ہوا پھر مشتری نے گیسوں مانگے تاکہ اُن کو لے پس بائع نے کہا کہ میں کل تجھے دوں گا اور اُن دونوں میں بیع واقع نہ ہوئی اور مشتری چلا گیا پھر دوسرے روز گیسوں لینے آیا اور حال یہ ہوا کہ بھاؤ بازار کا بدل گیا تو بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مشتری کو ان گیسوں کے لینے سے منع کرے بلکہ اُس پر واجب ہے کہ پہلے نرخ کے حساب سے مشتری کے حوالے کرے یہ قیدہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے تکیہ اور پچھونے جو ہنوز بنے نہیں گئے تھے خریدے اور مدت کا ذکر نہیں کیا تو صحیح نہیں ہے پھر اگر تکیہ بن کر حوالہ کر دیے تو بھی صحیح نہیں ہے اور تعاطی جب بیع ہوتی ہے کہ فاسد یا باطل کی بنا پر نہ ہو اور اگر بیع فاسد یا باطل کی بنا پر ہوگی تو بیع تعاطی نہ ہوگی یہ وجہ کروری میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ گٹھا لکڑی کا کتنے کو ہے اُس نے کچھ ضمن بیان کیا پس اُس نے کہا کہ اپنا گدھا تو ہاتھ اور اُس سے ہاتھ کا تو یہ بیع نہ ہوگی مگر اُس وقت کہ لکڑیاں سپرد کر کے ضمن لے لے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے قصاب سے کہا کہ ایک درہم کا کتنا گوشت دیتا ہے اُس نے کہا کہ دو سیر اُس شخص نے کہا کہ تول دے اور ایک درہم دیا اور گوشت لے لیا تو یہ بیع جائز ہے اور دوبارہ وزن کرنا لازم نہیں ہے اور اگر وزن کیا اور کم پایا تو کسی کے موافق درہم میں سے پھیر لے اور گوشت میں سے نہیں لے سکتا اس واسطے کہ بیع کا انعقاد اُسی قدر پر ہوا ہے جو اُس نے دیا یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ ایک قصاب کے پاس ایک شخص ہر روز ایک درہم لاتا تھا اور قصاب اُس کو گوشت کا ٹکڑا تول دیا کرتا تھا اور صاحب درہم یہ گمان کرتا تھا کہ یہ گوشت ایک سیر ہے اور شہر میں گوشت کا بھاؤ بھی یہی تھا پھر ایک روز مشتری نے اپنے گھر اُس گوشت کو تول تو وہ تین پاؤ نکلا تو وہ قصاب سے بحساب نقصان کے درہم میں سے پھیر لے اور بقدر نقصان کے گوشت نہیں لے سکتا ہے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ یہ شخص اُسی شہر کا رہنے والا ہو کہ جس میں بیع واقع ہوئی اور اگر اس شہر کا رہنے والا نہیں ہے مثلاً مسافر ہو اور حال یہ ہے کہ شہر کے رہنے والوں نے روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کر رکھا ہے اور یہ نرخ ایسا رواج پایا گیا ہے کہ کبھی فرق نہیں ہوتا پس اُس مسافر نے نان پائی یا قصاب سے کہا کہ مجھے ایک درہم کی روٹی یا ایک درہم کا گوشت دے اور اُس نے معمول سے کم دیا اور مشتری کو اُس وقت خبر نہ ہوئی پھر اُس کو معلوم ہوا تو روٹی میں اس کو نان پائی سے پھر لینے کا اختیار ہے جیسے کہ اُس شہر کے لوگ نقصان کے سکتے ہیں اور گوشت میں رجوع کا اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ روٹی میں بھاؤ مقرر کر لیا معروف ہے پس سب کے حق میں (دینی پردیسی) یہی ہوگا اور گوشت میں ایک نئی بات ہے پس اس شہر کے سوا اور لوگوں کے حق میں ظاہر نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ ایک شخص کا کسی دوسرے شخص پر قرضہ تھا اُس نے اُس کا مطالبہ کیا پس قرض دار بقدر معلوم جو لایا اور قرض خواہ سے کہا کہ شہر کے نرخ پر لے لے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر شہر کا بھاؤ معلوم ہے اور وہ دونوں بھی جانتے ہیں تو بیع پوری ہو جائے گی اور اگر شہر کا بھاؤ معلوم نہیں یا وہ دونوں نہیں جانتے ہیں تو بیع نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور بٹملہ بیع تعاطی کے ایک یہ صورت ہے کہ مشتری نے جو چیز خریدی تھی اُس کو ایسے شخص کے سپرد کر دی جو اُس کا بطور شفعہ کے خواست گار ہے حالانکہ اُس مقام پر شفعہ جاری نہیں ہوتا اور ایسے ہی وکیل نے ایک چیز خریدی اور وہ چیز وکیل کی ذات کے واسطے ہو گئی پھر اُس نے مَوَکَل کے سپرد کر دی تو یہ بھی بیع تعاطی ہے۔ بشرطیکہ حکم کرنے والے نے اُس پر قبضہ کر لیا اور اپنے حکم سے انکار نہ کیا ہو حالانکہ اُسی کے واسطے وکیل نے خریدی تھی یہ بحر

الرائق میں جتنی سے منقول ہے اور منجملہ بیع تعاطی کی صورتوں کے یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک باندی ودیعت رکھی تھی اور وہ شخص کسی اور باندی کے سوا اس کے جو ودیعت رکھی گئی تھی لایا اور کہا کہ یہ تیری باندی ہے اور ودیعت رکھنے والا جانتا ہے کہ وہ باندی نہیں ہے اور جس کے پاس ودیعت رکھی تھی اُس نے قسم کھالی پس اس ودیعت رکھنے والے نے اُس کو لے لیا تو اُس سے اس کو واپس کرنا حلال ہے اور باندی کو واپس کر دیا پر راضی ہونا جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے درزی سے کہا کہ یہ میرا ستر نہیں ہے اور درزی نے قسم کھالی کہ یہ وہی ہے تو اُس شخص کو اُس کے لیے گنجائش ہے یہ فتح القدر میں لکھا ہے۔ اگر کسی مشتری نے کوئی باندی خیار عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی اور بائع جانتا ہے کہ یہ میری باندی نہیں ہے پھر اُس نے اُس کو لے لیا اور راضی ہو گیا تو یہ بیع تعاطی ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور ایسے ہی اگر کسی دھوبی نے کسی شخص کو کپڑا بدل کر دے دیا اسی طرح موچی نے جو تابل دیا اور وہ راضی ہو گیا تو بھی بیع تعاطی ہے یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک خرپڑہ بیچنے والے کو کچھ درہم دیے تاکہ اس سے کچھ خرپڑہ معینہ خریدے پھر ان خرپڑوں کو لے لیا اور بائع کہتا جاتا ہے کہ میں اتنے کو یہ خرپڑہ نہ دوں گا مگر مشتری نے لے لیے اور بائع نے دام واپس نہ کیے اور مشتری کو بازار یوں کی عادت معلوم ہے کہ بائع اگر راضی نہیں ہوتا ہے تو دام پھر دیتا ہے اور اپنی چیز واپس لیتا ہے اور اگر ایسا نہیں کرتا تو راضی ہوتا ہے حالانکہ مشتری کے پیچھے اُس کا دل خوش کرنے کو چلایا کرتا ہے کہ میں اتنے کو نہیں دیتا تو شیخ نے فرمایا کہ بائع میں یہ بیع صحیح نہیں ہے یہ قیہ میں لکھا ہے خلف کہتے ہیں کہ میں نے اسدؒ سے پوچھا کہ ایک شخص نے بازار میں کہا کہ کون شخص ہے جس کے پاس ہرات کا کپڑا دس درہم کا ہو ایک شخص نے کہا کہ میں ہوں پھر اُس نے اُس کو دے دیا تو کیا یہ بیع ہے تو فرمایا کہ یہ بیع نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ لیتے وقت یہ کہے کہ میں نے دس درہم کو لیا اور جا کر اُس کو دیکھوں گا اور میں نے حق سے یہی مسئلہ پوچھا انہوں نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور دونوں کو اس بیع کو توڑ دینے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

فصل در:

ان چیزوں کے حکم کے بیان میں جو خریدنے کی غرض سے قبضہ میں لے لی گئی ہوں مسئلہ مذکورہ میں امام اعظم رحمہ اللہ کا فرمان ☆

کسی شخص نے کسی سے ایک کپڑا چکایا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرے لیے ہیں درہم کو ہے مشتری نے کہا نہیں بلکہ دس درہم کولوں گا پھر اتنی ہی گفتگو پر مشتری اُس کو لے گیا اور بائع دس درہم پر راضی نہیں ہوا پس یہ بیع نہیں ہے اور اگر مشتری نے کپڑے کو تلف کر دیا تو اس پر میں درہم لازم ہوں گے اور جب تک تلف نہیں کیا تب تک اُس کو پھر دینے کا اختیار ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اُس پر قیمت لازم ہوتی لیکن ہم نے عرف کی وجہ سے اختیار کو چھوڑ دیا کہ عرف میں جس درہم لازم ہوں گے۔ اگر کسی نے خریدنے کے واسطے ایک کپڑا لیا اور اُس نے مول کہہ دیا پھر وہ مشتری کے پاس تلف ہو گیا تو مشتری پر اس کی قیمت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر مشتری کے مرنے کے بعد اس کے وارث نے اُس کپڑے کو تلف کر ڈالا تو بھی قیمت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کسی سے ایک کپڑا لیا اور کہا کہ میں اسے لے جاتا ہوں اگر پسند آئے گا تو خرید لوں گا پھر اس کو لے گیا اور وہ ضائع ہو گیا تو اس شخص پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر اُس نے یہ کہا تھا کہ اگر راضی ہوں گا تو اُس کو دس درہم کولوں گا پھر ضائع ہو گیا تو وہ شخص قیمت کا ضامن ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک کپڑے کا مول کسی سے چکایا پھر اس کپڑے کو بغرض خریدنے کے لے لیا یا اُس چکانے کی گفتگو میں بائع نے اُس کے حوالے کر دیا اور کہا کہ وہ دس درہم کا ہے پھر اس کو مشتری نے لے گیا تو امامؒ نے فرمایا کہ جو مول بائع نے بیان کیا اسی مول پر وہ کپڑا ہمیشہ رہے گا تا وقتیکہ مشتری اُس کو رو نہ

کرے اور رد کرنے سے یہ مراد ہے کہ مشتری مثالیوں کہے کہ میں نو درہم سے زیادہ کونہ لوں گا یا میں سوائے نو درہم کے راضی نہیں ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ کپڑا میں درہم کا ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے اُسے دس درہم میں لیا اور لے کر چلا گیا اور وہ مشتری کے پاس تلف ہو گیا تو اُس پر اُس کی قیمت واجب ہے اور اگر مشتری کے قول کے بعد پھر بائع نے کہہ دیا تھا کہ میں میں درہم سے کم ندوں گا اور مشتری لے کر چلا گیا اور وہ تلف ہو گیا تو اس پر میں درہم واجب ہوں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور فروق کراہی میں ہے کہ بائع نے کہا کہ یہ کپڑا تیرے واسطے دس درہم کو ہے اور مشتری نے کہا کہ لا اُس کو تا کہ میں اس کو دیکھوں یا کسی دوسرے کو دکھا لوں پھر وہ تلف ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یعنی وہ امانت میں تلف ہو گیا اور اگر مشتری نے کہا تھا کہ اُس کو لا اگر مجھے پسند آئے گا تو میں لے لوں گا پھر وہ تلف ہو گیا تو مشتری پر جو اُس کا مول ٹھہرا تھا واجب ہے اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ پہلی صورت میں اُس نے یہ حکم کیا تھا کہ مجھ کو دیکھنے یا دکھانے کو دے اور یہ بیع نہیں ہے اور دوسری صورت میں پسند کرنے اور لینے کی غرض سے اُس کو دینے کا حکم دیا تھا اور یہ بدون حکم کے بیع ہے تو حکم کی صورت میں بدرجہ اولیٰ بیع ہوگی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

اگر اس کو دیکھنے کی غرض سے نہیں لیا پھر کہا کہ میں دیکھوں گا اور وہ ضائع ہو گیا تو مشتری کا دوسرا کلام اُس ضمانت سے جو اُس پر پہلے کلام سے واجب ہوگئی ہے بری نہ کرے گا یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک بزاز سے ایک کپڑا طلب کیا اُس نے اُس کو تین کپڑے دیے اور کہا کہ یہ دس کا ہے اور یہ دوسرا میں کا اور یہ تیسرا میں کا اور ان کو اپنے گھر لے جا جو کپڑا تجھے پسند آئے اُس کو میں نے تیرے ہاتھ بیچا پھر مشتری اُن کپڑوں کو لے آیا اور وہ مشتری کے گھر میں جل گئے تو اگر یہ صورت ہوئی کہ سب کے سب جل گئے اور یہ معلوم نہیں کہ آگے پیچھے جلے یا معلوم ہوا کہ آگے پیچھے جلے ہیں لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ اول سب سے کون جلا اور دوسری اور تیسری بار کون کون جلا تو مشتری پر ہر ایک کپڑے کی تہائی قیمت کی ضمانت واجب ہوگی اور اگر پہلا معلوم ہوا تو اُس کی قیمت لازم آئے گی اور باقی دو کپڑے اُس کے پاس امانت میں جلے اور اگر وہ کپڑے جل گئے اور تیسرا باقی رہا تو اگر یہ معلوم نہ ہوا کہ اُن دونوں میں سے پہلے کون سا جلا تو ہر ایک کی آدھی قیمت دینی واجب ہوگی اور تیسرے کو واپس کرنا چاہیے اس واسطے کہ وہ امانت میں ہے اور اگر ایک جلا اور دو باقی رہے تو جلے ہوئے کی قیمت دے اور دونوں کو واپس کرے اور اگر دو کپڑے اور کچھ تیسرے میں سے جل گیا اور اُن دونوں میں سے یہ نہیں معلوم کہ پہلے کون جلا تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کی نصف قیمت دے اور تیسرے کا باقی واپس کرے اور اُس کے جلنے کی نقصان کی ضمانت اُس پر واجب نہ ہوگی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر دو کپڑوں میں سے ایک پورا اور دوسرے میں سے آدھا ساتھ ہی جل گئے تو باقی آدھا واپس کرے اور دوسرا اُس کے ذمہ لازم ہوگا اور یہ اختیار اُس کو نہیں ہے جلے ہوئے کو امانت میں رکھے اور آدھے باقی کو پورے مول میں لے لے اور علیٰ سبب القیاس اگر کپڑے میں سے اتنا باقی رہا ہو جس کا کچھ مول نہیں ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی کو ایک بزاز کے پاس بھیجا اور بزاز کو کہلا بھیجا کہ ایسا ایسا کپڑا میرے پاس بھیج دے پھر بزاز نے اُس کے اچھی یا دوسرے کے ہاتھ بھیج دیا پس اس شخص کے پاس پہنچنے سے پہلے وہ کپڑا ضائع ہو گیا اور اس بات کے سچ ہونے پر سب متفق ہوئے تو اُس اچھی پر کچھ ضمانت نہیں ہے پھر جس کے پاس سے ضائع ہوا ہے اگر وہ اچھی اُس کا ہے جس نے بھیج کر لانے کا حکم دیا تھا تو ضمانت اس حکم کرنے والے پر ہے اور اگر کپڑے والے کا آدمی ہے تو اُس شخص حکم کرنے والے پر کچھ ضمانت نہیں یہاں تک کہ اُس کے پاس وہ کپڑا پہنچے

۱۔ یعنی زد کرنے سے کپڑا بائع کو بھر دینا مراد نہیں ہے بلکہ قول بائع کو جو اس نے مول کیا ہے رد کر دے مثلاً دس درہم کہے تو بھی مول ہیستہ رہے گا جب تک مشتری اس کو رد نہ کرے کہ نہیں تو درہم سے زیادہ ندوں گا یا تو درہم سے زیادہ پر راضی نہیں ہوں ۱۲۔ ۲۔ یعنی قول نہیں لیا بلکہ بطور خرید کے لیا تھا پھر چلتے وقت کہا کہ میں بائع ۱۲۔ ۳۔ یعنی یہی حکم ہے ۱۲۔

اور جب کپڑا اُس کے پاس پہنچ گیا تب وہ البتہ ضامن ہے یہ غلامہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک اسباب کسی منادی کو دیا کہ بازار میں اُس کے بیچنے کے واسطے آواز دے پس ایک شخص نے چند معلوم درہموں کے عوض وہ اسباب طلب کیا اور اس منادی نے اُس کے پاس رکھ دیا جس نے طلب کیا تھا پھر اُس طالب نے کہا کہ میرے پاس سے ضائع ہو گیا یا مجھ سے گر گیا تو اُس شخص پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور منادی پر کچھ واجب نہ ہوگا اور منادی پر واجب نہ ہونا اُس صورت میں ہے کہ اُس چیز کے مالک نے اس کو یہ اجازت دی ہو کہ بیع تمام ہونے سے پہلے جو شخص خریدنے کی غرض سے تجھ سے طلب کرے اس کو دیتا اور اگر یہ اجازت نہیں دی ہے تو یہ منادی اُس کی قیمت کا ضامن ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

نقصان کا ضامن ہونے یا نہ ہونے کی چند مزید صورتیں ☆

جو شخص خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا اگر اُس نے ایک کپڑا خریدنے کی غرض سے لیا اور اُس کو اپنے موکل کو دکھلایا اور موکل کو وہ پسند نہ آیا اُس نے وکیل کو واپس کر دیا پھر وکیل کے پاس وہ کپڑا تلف ہو گیا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہے کہ وکیل اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور موکل سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے مگر اُس صورت میں موکل نے اُس کو خریدنے کی غرض سے لے لینے کا حکم کیا ہو تو اُس صورت میں وکیل ضمان دے گا اور موکل سے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے تجنیس نامری میں ہے کہ اگر ایک کپڑا دلال کے پاس جاتا رہا اُس پر کچھ گمان نہیں ہے اور اگر کسی دکان دار کے پاس سے جاتا رہا حالانکہ اُس کا کسی مشتری نے بھاؤ چکایا تھا اور دونوں سے باہم مول ٹھہر گیا تھا تو اُس دکان دار پر کپڑے کی قیمت واجب ہوگی یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ ف یعنی دکان دار وہ مول جو ٹھہر گیا ہے لے لے اور مشتری کو قیمت ادا کرے مثلاً چار درہم کپڑے کا مول ٹھہرا تھا وہ دوسرے کو دینا چاہیے اور دکان دار نے چونکہ وہ کپڑا کھویا ہے اس واسطے جو قیمت اُس کی بازار میں ہو وہ دوسرے کو ادا کرے۔ ایک شخص نے ایک کمان خریدنی چاہی اور مول ٹھہر گیا پھر بائع کی اجازت سے مشتری نے اُس کو کھینچ لیا بائع نے اُس سے کہا کہ تو کھینچ اگر ٹوٹ جائے گی تو تجھ پر ضمان نہیں ہے اُس نے کھینچی اور کمان ٹوٹ گئی تو اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مول ٹھہرا ہے اور اُس نے بائع کی اجازت سے کھینچی تو اُس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور امام سے روایت ہے کہ اگر بائع نے مشتری کو درہم دکھلائے اُس نے اُن کو دبا دیا اور وہ ٹوٹ گئے یا کمان دکھلائی اُس نے اُس کو کھینچا اور ٹوٹ گئی یا کپڑا دکھلایا اور اُس نے اُس کو پہنا اور پھٹ گیا تو مشتری اس کا ضامن ہے بشرطیکہ بائع نے اُس کو دبانے یا کھینچنے یا پہننے کا حکم نہ کیا ہو اور بعض فقہانے کہا ہے کہ اگر وہ درہم بدون دبانے نہیں دیکھ سکتا تھا تو اگر دبانے میں اُس نے حد سے تجاوز نہیں کیا تو ضامن نہ ہوگا اور حد سے تجاوز کرنے میں اُس کے قول کی تصدیق کی جائے گی یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ ایک شخص ایک شیشہ فروش کے پاس آیا اور کہا کہ یہ شیشہ مجھ کو دکھلا اُس نے دکھلا کر کہا کہ اس کو اٹھا اُس نے اُسے اٹھایا پس وہ گر کر ٹوٹ گیا تو اٹھانے والا اُس کا ضامن نہیں ہے کیونکہ اُس نے اُس کے حکم سے اٹھایا تھا اور اگر بطریق خریدنے کے تھا تو بھی مول مذکور نہیں ہے اور ظاہر روایت کے موافق جو چیزیں خریدنے کی غرض سے قبضہ میں لی جاتی ہیں اُن کی ضمان بعد مول بیان کرنے کے واجب ہوتی ہے پس اگر قبضہ کرنے والے نے شیشہ فروش سے کہا کہ یہ شیشہ کتنے کا ہے اُس نے کہا کہ اتنے کا ہے پھر اُس نے کہا کہ میں اُس کو لے لوں شیشہ فروش نے کہا کہ ہاں پھر اُس نے اس کو لیا اور اُس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اُس شخص پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور یہ حکم اُسی صورت میں ہے کہ وہ شیشہ شیشہ فروش کی اجازت سے اٹھایا تھا اور اگر بلا اجازت اُس کے اٹھایا تھا تو اُس کا ضامن ہے خواہ مول بیان

۱۔ قولہ ضامن ان پھر مالک کو تادان دے کر خریدار سے تادان لے گا ۱۲۔ ۲۔ مثلاً پانچ درہم یا زیادہ ۱۳۔ ۳۔ بدوں دبانے نہیں دیکھ سکتا تھا یعنی عرف یوں ہی تھا کہ ایسا درہم باکرہ دیکھتے تھے ۱۴۔

کیا گیا ہو یا نہ بیان کیا گیا ہو یہ ظہیر میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک پیالہ چکایا اور پیالہ والے سے کہا کہ یہ پیالہ مجھے دکھلا اُس نے اُس کو دے دیا اور اُس شخص نے اس کو دیکھا پھر وہ پیالہ اُس کے ہاتھ سے چند پیالوں پر گرا اور یہ پیالہ اور وہ سب پیالے ٹوٹ گئے تو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص اس پیالہ کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ امانت تھا اور باقی پیالوں کا ضامن ہے کیونکہ اُس نے بائع کی بلا اجازت تلف کر دیے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک چیز خریدی اور بائع نے غلطی سے دوسری چیز اُس کو دے دی اور وہ تلف ہوگئی تو مشتری اُس کی قیمت کا ضامن ہے کیونکہ اُس نے خریدنے کے طور پر اُس پر قبضہ کیا تھا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اس چیز پر قبضہ کر لے اس نے غلطی سے دوسری چیز پر قبضہ کر لیا اور وہ تلف ہوگئی تو ضامن نہ ہوگا یہ تارخانہ میں لکھا ہے۔

نہری فصل ☆

بکنے والی چیز اور اُس کے مول کو پہچاننے اور اُن دونوں میں قبضہ سے پہلے تصرف

کرنے کے بیان میں

امام قدوریؒ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ جو چیز عقد میں متعین ہوتی ہے وہ بیع ہے اور جو متعین نہیں ہوتی وہ ثمن ہے مگر یہ کہ اُس بیع کا لفظ بولا جائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ہال میں قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو ہمیشہ ثمن رہتا ہے اور دوسرا وہ جو ہمیشہ بیع رہتا ہے اور تیسرا وہ کہ بیع بھی ہوتا ہے اور کل بھی ہوتا ہے سو جو چیز ہمیشہ ثمن ہوتی ہے وہ درہم اور دینار ہیں خواہ اُن کے مقابل انہی کے مثل واقع ہوں یا کوئی اور چیزیں اور خواہ اُن پر کوئی ایسا لفظ جو ثمن پر بولا جاتا ہے داخل ہو یا نہ ہو اور پیسے بھی ہمیشہ ثمن ہوتے ہیں کہ مثل درہم کے معین کرنے سے متعین نہیں ہوتے ہیں اور جو ہمیشہ بیع رہتی ہیں وہ چیزیں ہیں کہ جن کا مثل موجود نہیں ہوتا اور نہ وہ ایسی گنتی کی چیزیں ہیں جو باہم ایک سی ہوں لیکن کپڑے کا جب وصف بیان کر دیا جائے اور کوئی میعاد اس کے دینے کی مقرر کی جائے تو وہ ثمن ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے کوئی غلام خرید لیا اور اُس کے عوض میں کسی کپڑے کی صفت بیان کر کے اپنے ذمہ کر لیا مگر اُس کی میعاد مقرر نہ کی تو جائز نہیں ہے اور اگر میعاد مقرر کر دی تو جائز ہے حتیٰ کہ اگر غلام پر قبضہ کرنے سے پہلے متفرق ہو گئے تو بیع باطل نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

جو چیزیں مثلی نہیں ہیں اُن میں باہم ایک دوسرے کی بیع عین کے طور پر جائز ہے دین کے طور پر جائز نہیں ہے یہ یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور جو چیز بیع اور ثمن دونوں ہوتی ہے وہ کیلی اور وزنی اور ایسی چیزیں ہیں جو گنتی سے بچتی ہوں اور باہم ایک سی ہوں پس اگر اُن کے مقابلہ میں وہ چیزیں ہوں جو ثمن کہلاتی ہیں تو یہ چیزیں بیع ہوں گی اور اگر اُن کے مقابلہ میں انہی کے مثل کی چیزیں کیلی اور وزنی اور عددی ہوں تو اس بات پر لحاظ کیا جائے گا کہ اگر اُن دونوں کی بیع عین کی عین کے ساتھ یعنی لیں دین بطور عین ہے تو جائز ہے اور اس صورت میں وہ دونوں بیع ہوں گے اور اگر ایک ان دونوں میں سے اسی وقت بطور عین دی جائے اور دوسرے کی صفت بیان کر کے اپنے ذمہ اُدھار ٹھہرائی جائے اور جو چیز عین اس وقت دی جاتی ہے وہ بیع اور جو ذمہ لی جاتی ہے وہ ثمن قرار دی جائے تو جائز ہے اور اس

۱۔ کیونکہ دام نہیں ٹھہرے ہیں ۱۲۔ ۲۔ یعنی مثلاً دو سن گھرے گیہوں میں نے اس صندوق کے عوض بیچا ۱۲۔ ۳۔ قال فی الاصل صحبھا حروف

الہاء وانما ظلت اسلوب العربیۃ ولس المراد دخولها بخصوصھا بل المراد ما ذکرنا ۱۲۔ ۴۔ ادھار کیا اور نظر کے رو برو معین نہ کیا ۱۲۔

قرض پر جہد ہونے سے پہلے قبضہ کر لینا شرط ہے۔ ف☆ یعنی یہ دین جو عین کے مقابلہ میں مول قرار پائی ہے اس پر جہد ہونے سے پہلے قبضہ چاہیے اور اگر وہ چیز جو دین ہے اس کو بیع ٹھہرا دیں اور جو چیز عین ہے یعنی اسی وقت دی گئی ہے اس کو مول ٹھہرا دیں تو بیع جائز نہیں اگرچہ اس دین پر جہد ہونے سے پہلے قبضہ ہو جائے اس لیے کہ اس صورت میں اس بائع نے ایسی چیز بھیجی جو اس کے پاس موجود نہیں ہے اور ایسی بیع سوائے صورت بیع سلم کے اور صورت میں جائز نہیں ہے اور ثمن کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ حرف پایا جو اس کے معنی میں آتا ہے ف جیسے کہا کہ یہ کپڑا بعوض دس درہم کے یا عوض میں دس درہم کے دیتا ہوں اور بیع کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا لفظ نہ آئے اور اس تقدیر پر اگر ایسی دونوں چیزیں دین ہوں تو بیع جائز نہیں اس واسطے کہ یہ ایسی چیز کی بیع ہے جو اس کے پاس موجود نہیں ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ جب بیع اور ثمن کا حال معلوم ہو چکا تو ہم یہ کہتے ہیں کہ بیع کے حکم میں سے ایک یہ ہے کہ اگر وہ مال منقولہ ہو تو قبضہ کر لینے سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں ہے اور جو حکم کہ بیع کا بیان ہوا اور وہی حکم اس اجرت کا ہے کہ جو عین ٹھہرائی گئی ہو اور اس کا فی الحال لینا شرط ہو یعنی اس کی بیع بھی قبضہ سے پہلے جائز نہیں اسی طرح جو مال کہ قرض کی صلح میں ملے اور وہ عین ہو تو اس کی بیع بھی قبضہ سے پہلے جائز نہیں ہے مگر مہر اور خلع کے بدلے کا مال اور عہد اخون کے عوض اگر مال ملا ہو اور وہ عین ہو تو اس کی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہے اور ہر ایسی چیز جس کا قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں ہے اس کا اجارہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اس کو بائع کو ہبہ کر دیا یا صدقہ کر دیا یا قرض دیا یا بائع کے پاس رہن رکھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے۔ یہی اصح ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر کسی خریدی ہوئی باندی کا قبضہ کرنے سے پہلے نکاح کر دیا تو جائز ہے یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہے اور عدم جواز کا حکم اس صورت میں ہے کہ جب قبضہ سے پہلے مشتری کا تصرف خریدے ہوئے مال منقولہ میں کسی اجنبی سے کے ساتھ ہو لیکن اگر بائع کے ساتھ اس نے تصرف کیا پس اگر بائع کے ہاتھ اس کو بیچا و قبضہ سے پہلے بیع اس کی کسی طرح جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر بائع کے پاس رہن کیا تو صحیح نہیں اور اگر بائع کو ہبہ کیا اور اس نے قبول کر لیا تو بیع صحیح ہو گئی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر بائع نے ہبہ قبول نہ کیا تو ہبہ باطل ہو گیا اور بیع اپنی حالت پر صحیح وہی یہ تا تاریخانیہ میں شرح طحاوی سے منقول ہے امام محمدؒ نے کہا کہ جو تصرف بغیر قبضہ کے صحیح ہے اگر مشتری قبضہ سے پہلے اس تصرف کو کرے گا تو جائز نہیں اور جو تصرف بغیر قبضہ کے صحیح نہیں ہوتا جیسے ہبہ وغیرہ اگر اس کو مشتری قبضہ سے پہلے کرے گا تو جائز ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کرفی نے اپنے مختصر میں ذکر کیا ہے اگر مشتری نے بائع سے قبضہ سے پہلے کہا کہ اس کو اپنے واسطے بیچ لے اس نے قبول کر لیا تو بیع ٹوٹ گئی اور اگر یوں کہا کہ میرے واسطے بیچ دے تو بیع نہ ٹوٹے گی اور اگر بیچے گا تو اس کی بیع جائز نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ اس کو بیچ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے یا اپنے واسطے اور بائع نے قبول کر لیا تو پہلی بیع ٹوٹ گئی یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلی بیع نہ ٹوٹے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ جس کے ہاتھ تو چاہے بیچ تو صحیح نہیں ہے یہ تا تاریخانیہ میں خلاصہ سے منقول ہے اگر مشتری نے مملوک پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اس کو آزاد کر دے اور بائع نے آزاد کر دیا تو یہ حق بائع کی طرف سے ہوگا اور پہلی بیع صحیح ہو جائے گی اور مشتری کی طرف سے نہ ہوگا یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حق باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور اس پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع سے کہا کہ اس کو فروخت کر یا اس کے ساتھ وطی
۱۔ یعنی پہلی اجرت ۱۲۔ ۲۔ یعنی بائع نہ ہو ۱۲۔ ۳۔ معنی یہ ہیں کہ ہبہ بدوں قبضہ کے تمام نہیں پس اگر مشتری نے خود قبضہ کرنے سے پہلے
ہبہ کیا تو ہبہ اس کے کہ ہبہ مستدعی قبضہ ہے قبضہ ہو کہ ہبہ ہوا پس جائز ہوگا ۱۲۔

کر یا وہ طعام تھا کہ ہائع سے کہا کہ اس کو کھالے اور اُس نے ایسا ہی کیا تو یہ بیع کا فتح کرنا ہوگا اور جب تک ہائع نے ایسا نہیں کیا تب تک بیع فتح نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مال منقولہ کا بطور وصیت یا میراث کے مالک ہو تو اُس کی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک گھریاٹ زمین خریدی اور اُس کو قبضہ سے پہلے ہائع کے سوا کسی اور کو بہہ کیا تو نسب کے نزدیک جائز ہے اور اگر فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر قبضہ سے پہلے ہائع کو یا اُس کے سوا اور کسی کو اجارہ پر دی تو سب کے نزدیک جائز نہیں اسی طرح اگر ایسی زمین خریدی جس میں کھیتی اُس کی ہوئی ہوئی تھی اور وہ کھیتی ہنوز ساگانشی وہ ہائع کو آدھوں آدھ کے معاملہ پر قبضہ سے پہلے دے دی تو جائز نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوازل میں ہے کہ اگر کسی نے ایک گھر خریدا اور اُس پر قبضہ کرنے اور دام دینے سے پہلے اُس کو وقف کر دیا تو اس وقف کا حکم موقوف ہے اگر اُس کے بعد اُس نے دام ادا کر دیے اور اُس پر قبضہ کر لیا تو وقف جائز ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ قتلوں میں اور دین میں بدلنے کا تصرف کرنا سوائے بیع صرف اور سلم کے ہمارے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ قرض میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں ہے اور قدوری نے اپنی کتاب میں لکھا کہ یہ کہنا نہ ہو اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور سیر کبیر مصنفہ امام محمد میں ہے کہ اگر دشمن کسی مسلمان کے غلام کو قید کر کے اپنی حرز میں اپنے ملک میں لے گئے اور کوئی مسلمان اُن کے ملک میں داخل ہوا اور اس غلام کو اُن سے خرید لیا اور دارالاسلام میں لایا اور اُس غلام کا پہلا مالک حاضر ہوا اور قاضی نے یہ حکم کیا کہ وہ غلام اُس مالک کو بعوض اُس کے مول کے دیا جائے اور پہلے مالک نے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اُس کو فروخت کیا پس اگر اسی شخص کے ہاتھ بیچا جس کے پاس وہ غلام موجود ہے تو جائز ہے اور اگر غیر کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے اور یہ مسئلہ نظیر اس مسئلہ کی ہے کہ اگر قاضی نے کسی غلام کو عیب کی وجہ سے ہائع کو دینے کا حکم کیا اور ہائع نے اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچ ڈالا تو اگر اسی مشتری کے ہاتھ جو پھرتا ہے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر کسی اور کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

باب نمبر ۱۱

ایجاب و قبول میں اختلاف واقع ہونے کے بیان میں

اگر ہائع دو چیزوں یا تین چیزوں میں ایجاب کرے اور مشتری یہ ارادہ کرے کہ میں بعض میں یہ ایجاب قبول کروں اور بعض میں قبول نہ کروں پس اگر ان سب کی بولی ایک تھی تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر جُدا جُدا تھی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر مشتری ایجاب کرے اور ہائع کا یہ ارادہ ہو کہ بعض میں قبول کرے اور بعض میں نہیں پس اگر صفحہ ایک ہے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر صفحہ متفرق ہے تو جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر ہائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام بیچا اور مشتری نے آدھا قبول کیا تو صحیح نہیں ہے لیکن اگر ہائع اُسی مجلس میں اُس پر راضی ہو جائے تو صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امام قدوری نے کہا کہ اس طرح کا عقد اُس وقت صحیح ہوگا کہ بیع کا جو حصہ مشتری نے قبول کیا اُس کے مقابلہ میں سے کوئی حصہ معلوم ہو اور اگر باعتبار قیمت کے

۱۔ طعام گیہوں اور سب قسم اور مطلق احتجاج اور ہمارے عرف میں علی الاطلاق جوئی الحال کہانے کے واسطے یہاں ۱۲۰۔ ۲۔ ترجمہ: النکاح هو بطلاق علی العرصۃ عندہم و یطلق علی العرصۃ کالعتقار ایضا والمراد ہونا الشیء الغیر المنقول من اللہ والعقار و کلذلک لم یلقفت الی خصوص معانیہا فلم یقتصر ۱۲۔ ۳۔ ساگانشی ابھی تک ہالی وغیرہ نہیں آئی تھی ۱۲۔ ۴۔ قولہ: سو ہے اقوال قرض میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنے میں اختلاف ہے امام ابو یوسف اختلاف فرماتے ہیں پس نسبت سبکل تامل ہے ۱۲۔

تقسیم ہوتا ہو جیسے کہ بیع کی نسبت دو غلاموں یا دو کپڑوں کی طرف ایک مرتبہ کی گئی اور مشتری نے اُن دونوں میں سے ایک کو قبول کیا تو عقد صحیح نہ ہوگا اگرچہ بائع راضی ہو جائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے واضح ہو کہ صفحہ کا ایک ہونا اور جُدا جُدا ہونا بھی معلوم کرنا چاہیے پس ہم کہتے ہیں کہ اگر خرید و فروخت و ثمن ہو یعنی ثمن اکٹھا بیان کیا جائے اور بائع بھی ایک ہو اور مشتری بھی ایک ہو تو صفحہ ایک کہلائے گا یہی قیاس اور استحسان دونوں دلیلوں سے ثابت ہے اور اسی طرح اگر ثمن جُدا جُدا ہو یعنی بیع کے ہر حصہ کا ثمن جُدا جُدا بیان کیا گیا اور باقی سب چیزیں ایک ہوں مثلاً بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے یہ دس کپڑے تیرے ہاتھ بیچے ہر کپڑا دس درہم کو ہے تو اس صورت میں بھی صفحہ ایک ہے اور اسی طرح اگر بائع دو ہوں یا مشتری دو ہوں اور ثمن اکٹھا ذکر کیا جائے مثلاً بائع دو مخصوص سے کہے کہ میں نے یہ چیز تم دونوں کے ہاتھ اس ثمن کو بیچی اور دونوں مشتری کہیں کہ ہم نے یہ چیز تجھ سے اتنے دام کو خریدی تو یہ بھی ایک ہی صفحہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

یہ بیان صفحہ کے ایک ہونے کا تھا اب صفحہ کے جُدا جُدا ہونے کا یہ بیان ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہر جزو کا ثمن جُدا جُدا بیان کیا اور خرید یا فروخت کا لفظ جُدا جُدا کہا اور بائع اور مشتری دو دو ہیں یا بائع دو ہیں اور مشتری ایک ہے یا مشتری دو ہیں بائع ایک ہے تو صفحہ متفرق ہوگا اور اسی طرح اگر ثمن جُدا جُدا بیان کیا جائے اور لفظ خرید یا فروخت جُدا جُدا ہوں اور بائع اور مشتری ایک ہوں جیسے بائع کسی شخص سے کہے کہ میں نے یہ کپڑے تیرے ہاتھ اس طرح بیچے کہ یہ کپڑا دس درہم کو بیچا اور یہ کپڑا پانچ درہم کو بیچا یا مشتری کہے کہ میں نے یہ کپڑے تجھ سے اس طرح مول لیے کہ یہ کپڑا دس درہم کو مول لیا اور یہ کپڑا پانچ درہم کو مول لیا تو بالاتفاق صفحہ متفرق ہوگا یہ نہایت میں لکھا ہے اور اگر عقد ایک ہو اور عقد کرنے والے اور ثمن دونوں متعدد ہوں تو قیاس یہ ہے کہ صفحہ متحد ہوگا اور استحسان یہ ہے کہ متعدد نہ ہوگا اور یہی قول امام کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہے اگر دو یا کئی چیزیں مختلف مول لیں یا ایک چیز مول لی اور دام تھوڑے سے دیے اور یہ ارادہ کیا کہ تھوڑی سی بیع پر قبضہ کر لے پس اگر صفحہ ایک تھا تو یہ جائز نہیں ہے اور اگر صفحہ متفرق تھا تو جائز ہے اور اگر کسی شخص نے کسی سے دس ہووی کپڑے خریدے اور ہر کپڑا دس درہم کو ٹھہرا اور مشتری نے دس درہم نقد دے دیے اور کہا کہ یہ دس درہم خاص اس کپڑے کی قیمت ہیں اور اس کپڑے پر قبضہ کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ صفحہ ایک ہے اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری کو معین ایک کپڑے کی قیمت معاف کر دی اور مشتری نے کہا کہ میں یہ کپڑا لے لیتا ہوں تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بائع خاص ایک کپڑے کی قیمت مہینہ بھر پور لینے پر راضی ہو جائے تو مشتری کو اس پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بائع ایک درہم کے سوائے تمام مول معاف کر دے یا ایک درہم کے سوا تمام مول کو چند روز بعد لینے پر راضی ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر خرید میں کسی معین کپڑے کے دام نقد دیئے ٹھہرے اور باقی کی کچھ میعاد مقرر ہوئی تو مشتری کو اس قدر نقد ثمن ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر مول سودرہم ٹھہرا اور مشتری کی بائع پر نوے درہم چاہیے ہیں اور یہ اس مول کا قصاص ہو گئے جو مشتری کے ذمہ واجب ہیں تو مشتری کو باقی دس درہم ادا کرنے سے پہلے کسی چیز پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اُن کپڑوں میں سے خاص ایک کپڑے کی قیمت اگر دس دینار تھی اور باقی کپڑوں کی قیمت سودرہم اور مشتری نے صرف دینار دیے یا صرف درہم دیے تو اس کو کسی کپڑے پر قبضہ کرنا جائز نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ دو مخصوص نے ایک شخص سے ایک غلام ہزار درہم کو خرید اور ایک ان میں سے غائب ہو گیا اور دوسرا موجود تھا تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ کسی قدر غلام پر قبضہ کرے جب تک کہ اس کے پورے دام نہ دے دے اور جب پورے دام دے دے تو کل غلام پر قبضہ کر لے اور اس صورت میں دوسرے شریک کی طرف سے بطور احسان کے دینے والا نہ ہوگا اور جب وہ غائب حاضر گواہوں کو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے حصہ پر قبضہ کرے جب تک کہ شریک موجود

کو اس قدر حصہ دشمن نہ دے دے جو اس کے حصہ کا اس نے دیا ہے اور جب ایسا کیا تو اپنے حصہ پر قبضہ کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جس شخص شریک نے اس غلام پر قبضہ کیا تھا اس کے پاس اگر دوسرے شریک غائب کے حاضر ہونے سے پہلے یا حاضر ہونے کے بعد طلب کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بطور امانت کے ہلاک ہوا اور جو شریک اس پر قابض تھا وہ دوسرے شریک سے بعد اس کے حصہ کے لے لے اور اگر غائب حاضر ہو اور اس نے غلام میں سے اپنا حصہ مانگا اور شریک حاضر نے کہا کہ جب تک میں اس قدر دام جو تیری طرف سے ادا کر چکا ہوں نہ لے لوں گا تب تک نہ دوں گا پھر وہ غلام مر گیا تو اس صورت میں وہ غلام اس مال کے عوض ہلاک ہوا جو اس نے دیا ہے اور ایسی صورت ہو گئی جیسے بیع بائع کے پاس ہلاک ہو جائے مگر یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا ہے اور اگر بائع نے دو مشتریوں میں سے ایک کو اس کے حصہ کے دام معاف کر دیے یا ایک مہینہ کے بعد لینے پر راضی ہو گیا تو وہ شریک دوسرے شریک کے حصہ دشمن ادا کرنے سے پہلے اس غلام میں سے اپنے حصہ پر قبضہ نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر ان صورتوں میں حلفہ جدا ہوا تو یہ سب حکم برعکس ہو جائیں گے اتنی۔

باب چہارم:

بیع کو دشمن کے واسطے روک رکھنے اور بائع کی اجازت یا بلا اجازت اس پر قبضہ کرنے اور بیع کو سپرد کرنے کے بیان میں اور ان صورتوں کے بیان میں جو قبضہ ہو سکتی ہیں اور جو نہیں ہو سکتی ہیں اور ایک قبضہ کا دوسرے قبضہ سے نائب ہونے کے بیان میں اور بیع میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنے کے بیان میں اور دونوں عقد کرنے والوں پر بیع اور دشمن کے سپرد کرنے میں جو خرچ واجب ہوتا ہے اس کے بیان میں

اس باب میں چھ فصلیں ہیں

پہلی فصل ☆

بیع کو دشمن کے واسطے روکنے کے بیان میں

ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے کہ اگر دام نقد ٹھہرے ہوں تو دام پورے حاصل کرنے کے واسطے بائع کو بیع کے روکنے کا اختیار ہے کذا فی الحیط اور اگر دام کی کچھ میعاد ٹھہری ہو تو بائع کو بیع کے روکنے کا اختیار نہ میعاد سے پہلے ہے اور نہ اس کے بعد ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر تموزے دام نقد ٹھہرے ہوں اور تموزے کی میعاد ہو تو نقد دام کے پورا حاصل کرنے تک بائع کو بیع کے روکنے کا اختیار ہے اگر اس دام میں سے تموزے سے باقی رہ جائیں تو بائع تمام بیع کو روک سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے تقریب میں ہے کہ اگر بیع غائب ہو تو جب تک بائع اس کو حاضر نہ کرے مشتری کو اختیار ہے کہ دام نہ دے یہ تا تا خانہ میں لکھا ہے خواہ اسی شہر میں ہو جہاں بیع واقع ہوئی ہے یا

۱۔ یعنی قول امانت یعنی وہ اس کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا ۱۲۔ یعنی بائع نے دام وصول کرنے کے واسطے بیع کو روک رکھا اور مشتری نے ادا کرنے سے پہلے بیع اس کے پاس تلف ہوئی تو مشتری کو کچھ واجب نہیں ۱۲۔

دوسرے شہر میں ہو اور اس کے حاضر کرنے میں اس کے ذمہ خرچہ پڑتا ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جب مشتری نے پورے دام دے دیے اور بائع نے بیع اس کے سپرد کر دی یا بائع نے بدون ثمن پر قبضہ کیے بیع اس کے سپرد کر دی یا بائع کی زبانی اجازت سے مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا یا مشتری نے بیع پر ایسے حال میں قبضہ کر لیا کہ بائع دیکھ رہا تھا اور اس کو منع نہیں کرتا تھا تو ان سب صورتوں میں بائع کو اختیار نہیں ہے کہ بیع کو پھر کر ثمن حاصل کرنے کے واسطے روکے اور اگر مشتری نے بدون اجازت بائع کے قبضہ کیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری کا قبضہ باطل کر دے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر ثمن کے بدلے مشتری نے کوئی چیز رہن کر دی یا کوئی شخص ثمن کا کفیل ہو گیا تو اس سے بائع کو بیع کے روکنے کا جو حق حاصل ہے وہ ساقط نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور زیادات میں ہے کہ بائع نے اگر ثمن کسی اپنے قرض خواہ کو مشتری پر اترا دیا تو بائع کا بیع کو روکنے کا حق ساقط ہو گیا اور اگر مشتری نے کسی اور شخص پر ثمن بائع کا اترا دیا تو بائع کا حق ساقط نہ ہوگا اور کفیل نے ذکر کیا کہ یہ قول امام محمد کا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک بیع کو روکنے کا حق ساقط ہو جائے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ اگر بائع نے بیع مشتری کو مستحار کر دیا یا اس کے پاس امانت رکھی تو روکنے کا حق ساقط ہو گیا اور بموجب ظاہر روایت کے اب اس کے پھیرنے کا مختار نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر ثمن ادا کرنے کی کچھ میعاد ہو اور مشتری کی بیع پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ میعاد آگئی تو مشتری کو اختیار ہے کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے بیع پر قبضہ کر لے اور بائع اس کو روک نہیں سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر بائع نے ثمن کو لینے کی مدت ایک سال ٹھہرائی اور سال کو معین نہ کیا اور مشتری حاضر نہ ہوا یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا تو امام ابو حنیفہ کے قول کے بموجب جس وقت سے مشتری بیع پر قبضہ کرے گا اس وقت سے ایک سال کی میعاد ہوگی اور اگر سال معین کر دیا تھا تو فی الفور ثمن دینا واجب ہو گیا اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک خواہ سال معین کیا ہو یا نہ کیا ہو ایسی صورت میں ثمن فی الحال دینا واجب ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب بائع نے بیع کو سپرد کرنے سے انکار کیا ہو اور اگر انکار نہ کیا تو بالا جماع شروع سال عقد کے وقت سے شمار ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر بیع میں دونوں کے لیے یا ایک کے لیے اختیار ہو اور میعاد میں یہ قید نہیں ہے کہ کس وقت سے شروع ہوگی تو میعاد کی ابتداء عقد لازم ہونے کے وقت سے ہوگی اور اختیار رویت میں میعاد کا اعتبار عقد کے وقت سے کیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع عقد کے پیچھے ثمن کچھ مدت بعد لینے پر راضی ہو تو روکنے کا حق باطل ہو گیا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کسی نے غلام مول لیا اور قبضہ کرنے سے پہلے اس کو آزاد یا بد کر دیا اور مشتری اپنے مال میں مفلس یعنی نادار سے تو بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ غلام کو رد کے اور حق نافذ ہو جائے گا اور غلام اپنی قیمت کے بدلے بائع کے لئے سعی نہ کرے گا یہ امام اعظم کا قول ہے کذا فی الخلاصہ اور ظاہر روایت یہی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے غلام کو مکاتب کر دیا یا اجارہ میں دے دیا یا رہن کر دیا تو بائع کو یہ اختیار ہے کہ قاضی کے سامنے جھڑاپیش کرے تاکہ قاضی ان تصرفات کو باطل کر دے اور اگر ہنوز قاضی نے باطل نہیں کیا تھا کہ مشتری نے دام دے دیے تو نہایت جائز ہوگی اور رہن و اجارہ باطل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

مشتری نے جب کل دام نقد دے دیے یا بائع نے اس کو کل دام معاف کر دیے تو بیع کے روکنے کا حق باطل ہو گیا یہ بدائع میں لکھا ہے اور مشتری میں ہے کہ اگر کسی نے ایک دروازہ مول لیا اور بائع کی بلا اجازت اس پر قبضہ کر کے اس میں لوہے کی گلیں لگا دیں یا کپڑا لیا تھا کہ بلا اجازت اس کو رنگ لیا یا زمین تھی کہ بلا اجازت اس میں کوئی عمارت بنائی یا درخت لگا دیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اسکو لے کر روک لے پس اگر بائع یہ کہے کہ میں نکلیں اکھاڑے ڈالتا ہوں یا زمین کے درخت اکھاڑ ڈالتا ہوں تاکہ زمین جیسی تھی ویسی ہی ہو جائے پس اگر اس کے دور کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے تو بائع کو اختیار ہے اور اگر نقصان ہے تو اختیار نہیں ہے اور اگر بیع بائع کے پاس

ہے ضائع ہوگئی تو کیلوں اور رنگ کی قیمت کا بائع ضامن ہوگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر بیع باندی تھی اور بائع کی بلا اجازت مشتری نے قبضہ کر کے اس سے وطی کر لی پس اگر وہ حاملہ ہوئی اور جنی تو بائع کو اس کے روکنے کا اختیار نہ رہا اور اگر حاملہ نہ ہوئی اور نہ جنی تو بائع کو اس کے روکنے کا اختیار باقی ہے اگر بائع کے پاس مرگئی تو اگر بائع نے وطی واقع ہونے کے بعد دیئے سے انکار کیا تھا تو بائع کا مال ہلاک ہو اور نہ مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے روضہ میں ہے کہ کسی غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو تجھ سے اس ثمن کو خرید لیا اور مالک نے کہا کہ میں نے بیچا تو مالک کو اختیار نہیں ہے کہ ثمن پورا حاصل کرنے کے واسطے اس کو روکے یہ غلام میں لکھا ہے اسی طرح اگر کسی اجنبی نے غلام کو اس امر کا وکیل کیا کہ اپنی ذات کو اپنے مالک سے اسی اجنبی کے واسطے خرید کرے اور غلام نے مالک کو یہ خبر کر دی اور اپنی ذات کو اسی اجنبی کے واسطے خرید لیا تو مالک اسکو ثمن کے واسطے روک نہیں سکتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

۹۹ مری فصل ☆

بیع کو سپرد کرنے کے بیان میں اور ان صورتوں کے بیان میں جو قبضہ ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں

اگر کسی شخص نے کوئی اسباب ثمن کے عوض بیچا تو مشتری سے یہ کہا جائے گا کہ پہلے ثمن دے دے اور اگر اسباب کو اسباب کے عوض بیچا یا ثمن کو ثمن کے عوض بیچا تو دونوں سے کہا جائے گا کہ ایک ساتھ سپرد کر دیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے بیع کا سپرد کرنا یہ ہے کہ بیع اور مشتری کے درمیان میں اس طرح روک اٹھائے کہ مشتری اس کے قبضہ کرنے پر قادر ہو جائے اور کوئی مانع نہ رہے اور ثمن کے تسلیم کرنے کی بھی یہی صورت ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اجناس میں اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ بائع کہہ دے کہ میں نے تجھ کو بیع پر قابو دے دیا تو قبضہ کر لے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

بیع کے سپرد کرنے میں یہ بھی اعتبار کیا جاتا ہے کہ وہ جہد اہو اور دوسرے کا حق اسی سے لگانہ ہو یہ وجہ کروری میں لکھا ہے اور فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ موانع کا درمیان سے اٹھا دینا بیع جائز میں قبضہ ہو جاتا ہے مگر بیع فاسد میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی قبضہ ہو جاتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور قبضہ کے واسطے تخلیہ بائع کے مکان میں یعنی بیع کو بائع کے مکان میں موانع سے خالی کر دینا امام محمدؒ کے نزدیک صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے۔ کسی شخص نے سرکہ بیچا جو ایک منگی کے اندر اس کے گھر میں رکھا تھا اور اس نے مشتری کو اس پر تخلیہ سے قابض کر دیا پس مشتری نے منگی پر مہر لگا دی اور اس کو بائع کے گھر میں چھوڑ دیا بعد ازاں وہ تلف ہوگئی تو امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اسی پر فتاویٰ ہے یہ فتاویٰ صغرا میں لکھا ہے کسی شخص نے کوئی کیلی یا وزن کی چیز جو اس کے گھر میں تھی کیلی یا وزن کے حساب سے بچی اور یوں کہا کہ میں نے تجھے اس پر تخلیہ سے قابض کر دیا اور کنجی اس کے حوالے کر دی اور نہ اس کو ناپا اور نہ تو لا تو مشتری اس پر قابض ہو گیا اور اگر مشتری کو کنجی دی اور یہ نہ کہا کہ میں نے بطور تخلیہ تجھ کو اس پر قبضہ دیا تو مشتری قابض نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کنجی پر قبضہ کرنا یہی گھر پر قبضہ کر لینا ہے بشرطیکہ بلا تکلف اس کو کھولنے کا اختیار حاصل ہو جائے ورنہ قبضہ نہیں ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور اگر مکان بیچا اور مشتری کو کنجی حوالے کر دی اس نے کنجی پر قبضہ کر لیا اور مکان کی طرف نہ گیا تو مکان پر قابض ہوگا اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ کنجی اس کے قفل یا کھٹکے کی ہو ورنہ اس نے مکان پر قبضہ نہیں کیا اور اگر کنجی اس کو سپرد کر دی اور یہ نہ کہا کہ میں نے کنجی تجھ کو حوالے کر کے تیرے اور مکان کے درمیان تخلیہ کر دیا تو مکان پر

۱۔ قولہ تخلیہ یعنی ہاتھ کا قبضہ شرط نہیں ہے بلکہ روک ڈور کر کے قابو دینا بھی قبضہ ہے اگرچہ بائع کے گھر میں ہو ۱۲۔

قبضہ کر لے تو وہ قبضہ نہ ہوگا فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس طرح کہا کہ لے لے تو قبضہ نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ اس کو لے لے تو قبضہ ہے بشرطیکہ اس کے لینے تک پہنچے ہو اور اس کو دیکھتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ فتاویٰ فضلی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ اسباب بیچا اور تیرے سپرد کیا اور اُس نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ سپرد کرنا نہ ہوا جب تک کہ بیع کے بعد اس کو سپرد نہ کروے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے غلام یا باندی مولیٰ اور مشتری نے غلام سے کہا کہ میرے ساتھ آیا میرے ساتھ چل اُس نے اس کے ساتھ قدم اٹھایا تو یہ قبضہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک گھر کسی آدمی کے ہاتھ بیچا اور وہ گھر دوسرے شہر میں ہے اور بائع نے صرف زبانی گفتگو سے سپرد کیا ہے پھر مشتری نے قیمت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اس انکار کا اختیار ہے ☆

اسی طرح اگر اُس کو اپنے کسی کام کے واسطے بھیجا تو بھی قبضہ ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر کوئی ایسا مکان بیچا جو وہاں موجود نہ تھا اور بائع نے کہا میں نے وہ تجھ کو سپرد کر دیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ نہ ہوگا لیکن اگر مکان قریب ہے تو قبضہ شمار ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور یہی ظاہر روایت ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور قریب سے یہ مراد ہے ایسے حال میں ہو کہ اس کے بند کرنے پر قادر نہ ہو وہ دور ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر ایک گھر کسی آدمی کے ہاتھ بیچا اور وہ گھر دوسرے شہر میں ہے اور بائع نے صرف زبانی گفتگو سے سپرد کیا ہے پھر مشتری نے قیمت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اس انکار کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام بائع کے گھر میں مول لیا بائع نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس غلام پر بطور تحلیہ قبضہ کا اختیار دیا اور مشتری نے قبضہ کرنے سے اس پر انکار کیا پھر وہ غلام مر گیا تو مشتری کا مال ہلاک ہوا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے حکم کیا کہ اس پر قبضہ کر لے اور مشتری نے اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کسی شخص نے اس کو غصب کر لیا تو جس وقت مشتری کو بائع نے قبضہ کرنے کا حکم دیا تھا اگر اس وقت مشتری بغیر کھڑے ہونے کے ہاتھ پھیلا کر اس کے قبضہ کر لینے پر قادر تھا تو تسلیم صحیح ہوگی اور اگر بغیر کھڑے ہوئے اس پر قادر نہیں تھا تو تسلیم صحیح نہیں ہوئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے اپنی لکڑی جو راستہ میں پڑی ہوئی تھی بیچی اور مشتری اس پر کھڑا ہوا تھا اور بائع نے مشتری کو بطور تحلیہ اس پر قبضہ کا اختیار دے دیا مگر مشتری نے اس کی جگہ سے اس کو نہیں ہلایا یہاں تک کہ کسی اور شخص نے اس کو جلا دیا تو مشتری کو یہ اختیار ہے کہ اس جلانے والے سے ضمان لے اور اگر کوئی اور شخص اس کا حق دار ثابت ہوا تو اس حق دار کو اختیار ہے کہ اُس جلانے والے سے ضمان لے مگر مشتری سے ضمان لینے کا اختیار نہیں ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے اور فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ اگر کسی نے مکان بیچا اور اس کو مشتری کے سپرد کر دیا حالانکہ اس میں تھوڑا اسباب بائع کا رکھا ہوا ہے تو یہ سپرد کرنا صحیح نہیں ہے جب تک کہ اس کو بالکل خالی کر کے سپرد نہ کرے اور اگر بائع نے مشتری کو گھر اور اسباب دونوں پر قبضہ کرنے کی اجازت دی تو سپرد کرنا صحیح ہو گیا اس واسطے کہ وہ اسباب مشتری کے پاس ودیعت ہو گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر ایسی زمین بیچی کہ جس میں بائع کی کھیتی ہے اور وہ زمین مشتری کو سپرد کر دی تو ایسا سپرد کرنا صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کچھ روٹی جو فرش کے اندر ہے یا گیسوں بیچے جو بالیوں میں تھے اور اسی طرح سپرد کیے تو اگر مشتری بغیر کچھونا دھیرنے یا بالیں کوٹنے کے روٹی اور گیسوں پر قادر ہو سکتا ہے تو وہ قابض ہو گیا اور اگر بغیر دھیرنے اور کوٹنے کے قادر نہیں ہے تو قابض نہ ہوگا اس لیے کچھونا اور اوچیرنا اور بالیں کوٹنا بائع کے ملک میں تصرف کرنا ہے اور مشتری اس کا اختیار نہیں رکھتا ہے اگر کسی نے پھل بیچے جو درخت میں لگے ہوئے تھے اور اسی طرح سپرد کر دیے تو مشتری ان پر قابض ہو گیا اس لیے کہ بغیر بائع کے ملک میں تصرف کرنے کے ان کو توڑ سکتا ہے یہ

بدائع میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک جانور خرید اور بائع اس پر سوار ہے اور مشتری نے کہا کہ مجھ کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لے اور اس نے سوار کر لیا پھر وہ جانور تھک کر ہلاک ہو گیا تو مشتری کا مال ہلاک ہوا قاضی امام نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب جانور پر زین نہ ہو اور اگر اس پر زین ہے اور مشتری بھی زین پر سوار ہو تو اس پر قابض ہوگا ورنہ قابض نہ ہوگا اور اگر دونوں (۱) کی سواری کی حالت میں جانور کے مالک نے مشتری کے ہاتھ بچا تو وہ قابض نہ ہوگا جیسے مکان بیچے وقت بائع اور مشتری دونوں مکان کے اندر موجود ہیں یہ بیع القدر میں لکھا ہے۔ ہارونی میں ہے کہ اگر باپ نے اپنا گھراہی اولاد میں سے کسی نابالغ کے ہاتھ جو اس کی پرورش میں ہے فروخت کیا اور باپ اسی گھر میں رہتا ہے تو بیع جائز ہے لیکن بیٹا اس پر قابض نہ ہوگا جب تک کہ باپ اس گھر کو خالی نہ کر دے اور اگر مکان گر گیا اور باپ اس وقت تک اس میں رہتا تھا تو وہ باپ کا مال ضائع ہوا اور اسی طرح اگر اس مکان میں باپ خود نہ تھا لیکن اس کا اسباب باعیال تھے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ جبہ بچا جو پہنے ہوئے ہے یا طیلسان بچا جو کانٹوں پر ڈالے ہوئے ہے یا انگوٹھی بچی جو پہنے ہوئے ہے تو بیٹا اس پر قابض نہ ہوگا جب تک کہ باپ اس کو نہ اتار دے اور اسی طرح اگر باپ نے نابالغ بیٹے کے ہاتھ کوئی جانور بچا جس پر وہ سوار ہے یا اس کا اسباب اس پر لدا ہوا ہے تو جب تک باپ اس پر سے نہ اترے یا اسباب نہ اتارے بیٹا قابض نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر دیسی گھوڑیاں کسی خطیرہ میں ہیں جس کا دروازہ بند ہے کہ اس سے ماویاں نکل نہیں سکتی ہیں اس میں سے ایک مادہ کسی کے ہاتھ فروخت کی اور اس پر قبضہ کرنے کا اختیار دے دیا اور مشتری نے دروازہ کھولا اور وہ مادہ مشتری سے زبردستی چھوٹ کر نکل گئی تو اس کی قیمت جو قرار پائی ہے مشتری پر لازم ہوگی خواہ مشتری اس کے پکڑنے پر قادر تھا یا نہ تھا اور اگر مشتری نے خود دروازہ نہیں کھولا بلکہ کسی اور شخص نے یا ہوانے دروازہ کھول دیا جس سے وہ مادہ نکل گئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر مشتری خطیرہ میں جا کر اس کو پکڑ سکتا تھا تو قابض شمار ہوگا ورنہ قابض نہ ہوگا کذا فی الظہیر یہ کسی شخص کی چند گھوڑیاں جو خطیرہ کے اندر بند ہیں ان میں سے ایک خاص مادہ کسی شخص کے ہاتھ بچی اور دام لے لیے اور مشتری سے کہا کہ تو اس خطیرہ کے اندر جا کر اس پر قبضہ کر لے میں نے تجھے اختیار دے دیا اور وہ اس میں قبضہ کرنے کے واسطے گیا اور اس نے مادہ کو پکڑا اور وہ کود کر خطیرہ کے دروازہ سے باہر نکل کر بھاگ گئی تو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مادہ کو ایسے مقام میں سپرد کیا ہے کہ مشتری کند کے ذریعہ سے اس کو پکڑ سکتا ہے اور اس کے پاس کند موجود ہے اور مادہ اس مکان سے باہر نہیں نکل سکتی ہے تو قبضہ ہے اور اگر مادہ بھاگ جانے پر قادر ہے اور بائع اس کو نہیں روک سکتا تو وہ قبضہ نہیں ہے اور اسی طرح اگر مشتری اس کو کند سے پکڑ سکتا ہے اور بغیر کند نہیں پکڑ سکتا مگر اس کے پاس کند نہیں ہے تو بھی قبضہ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مشتری اکیلا اس کے پکڑنے پر قادر نہیں لیکن اگر اس کے ساتھ اور لوگ مددگار ہوں یا گھوڑا ہو تو پکڑ سکتا ہے پس اس بات پر غور کیا جائے گا کہ اگر اور لوگ مددگار یا گھوڑا موجود ہے تو قابض شمار ہوگا ورنہ قابض نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مادہ بائع کے ہاتھ میں ہے اور وہ اُسے تھامے ہوئے ہے اور مشتری سے کہا کہ گھوڑی لے مشتری نے بھی اپنا ہاتھ گھوڑی پر جمادیا تا آنکہ گھوڑی دونوں کے ہاتھ میں ہو گئی اور بائع مشتری سے کہہ رہا کہ میں نے گھوڑی تیرے اختیار میں دے دی اور میں اُس کو اس واسطے نہیں پکڑے ہوئے ہوں کہ تجھ کو دینے سے منع کروں بلکہ اس واسطے کہ تو اس کو اپنے قابو میں کر لے پس ناگاہ گھوڑی دونوں کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی تو

۱۔ بھارت نے یا اتارنے یا خالی کرنے کے بعد فوراً باپ کا قبضہ اس کے بیٹے کا قبضہ قرار دیا جائے گا۔

(۱) یعنی بائع و مشتری۔

مشتري کا مال ضائع ہوگا اور اگر گھوڑی بائع کے ہاتھ میں تھی اور مشتري کا ہاتھ اس پر نہیں پہنچتا اور بائع نے مشتري سے کہا کہ میں نے تجھ کو اختیار دے دیا تو اپنے قبضہ میں لے لے اب میں تیری طرف سے پکڑے ہوئے ہوں پس وہ گھوڑی مشتري کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ گئی حالانکہ مشتري بائع سے اس کو لے لینے اور اپنے قابو میں لانے پر قادر تھا تاہم بائع کا مال ضائع ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک پرند جانور مول لیا جو ایک بڑے مکان کے اندر اڑ رہا ہے اور بغیر دروازہ کھلے اس مکان کے باہر نہیں نکل سکتا اور مشتري اس کے اڑنے سے اس کے پکڑنے پر قادر نہیں ہے اور بائع نے مشتري کو اس مکان سے پکڑنے کا اختیار دے دیا اور اس نے دروازہ کھولا اور پرند نکل گیا تو ناظمی نے ذکر کیا کہ مشتري اس پر قابض ہو گیا اور اگر مشتري کے سوا کسی اور شخص نے دروازہ کھولا یا ہوا سے نکل گیا تو مشتري اس پر قابض نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ جس الائمہ اوزجدی سے کسی نے سوال کیا کہ ایک گھوڑا دو شخصوں کے درمیان میں مشترک ہے اور وہ کسی چراگاہ میں ہے اور ان میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ بچا اور مشتري سے کہا کہ جا کر اس پر قبضہ کر لے اور مشتري کے گھوڑے تک پہنچنے سے پہلے گھوڑا ہلاک ہو گیا تو انہوں نے فرمایا ہے کہ دونوں کا مال ہلاک ہوا ہمارے زمانہ میں یہ صورت واقع ہوئی کہ ایک شخص نے کسی سے ایک گائے خریدی اور وہ چراگاہ میں تھی اور بائع نے اس سے کہا کہ جا کر اس پر قبضہ کر لے تو بعض مشائخ نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر گائے سامنے اس طرح نظر آتی تھی کہ اس کی طرف اشارہ ہو سکتا تھا تو یہ قبضہ ہے ورنہ قبضہ نہیں ہے اور یہ جواب صحیح نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ اگر گائے ان دونوں سے اس قدر قریب تھی کہ اگر مشتري ارادہ کرتا تو قبضہ کر سکتا تھا تو مشتري اس پر قابض ہو گیا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے دوسرے سے تیل مول لیا جو معین تھا اور شیشہ اس کو دے دیا کہ اس میں تول دے اور اس نے مشتري کے سامنے تول دیا تو مشتري اس پر قابض ہو گیا اگر چہ وہ تیل بائع کی دکان یا مکان میں ہو اور اگر مشتري کے پیچھے تول دیا تو بعضوں نے کہا کہ قابض ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور بزار یہ میں ہے کہ اسی طرح ہر کیلی اور زنی چیزوں میں جب مشتري اپنا برتن بائع کو دے دے اور بائع اس کو ناپ یا تول کر ڈال دے تو یہی حکم ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر تیل معین نہ تھا تو اس پر قابض نہ ہوگا اور نہ اس کا خریدار شمار ہوگا خواہ اس کے سامنے تول دیا ہو یا اس کے پیچھے اور اس کو مالکوں کی طرح اس میں تصرف کرنا حلال نہیں ہے اور فتویٰ دینے کے واسطے یہی اختیار کیا گیا ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر ایسی صورت واقع ہونے کے بعد مشتري نے حقیقتاً اس پر قبضہ کر لیا تو اب اس کا خریدار اور قابض دونوں شمار ہوگا اور اب اگر تلف ہوگا تو ہالاقاق مشتري کا مال تلف ہو گیا یہ غیاثیہ میں لکھا ہے اور جب تک دوبارہ اس کو وزن نہ کر لے تب تک مشتري کو اس میں تصرف کرنا حلال نہیں ہے اور بعضوں کے نزدیک دوبارہ وزن کرنے سے پہلے تصرف جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجہ کر ددی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے دس رطل تیل ایک درہم کو خرید لیا اور ایک شیشہ لا کر اس کے حوالے کیا کہ اس میں میرے واسطے تول دے اور تیل معین تھا پھر جب ایک رطل اس میں تول کر ڈالا تو شیشہ ٹوٹا اور اس میں سے تیل بہا اور اس نے باقی بھی تول لے لیا حالیکہ شیشہ ٹوٹنے کی دونوں کو خبر نہ تھی تو جس قدر تیل اُس نے شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تول لیا تھا وہ مشتري کا مال تلف ہوا اور اُس کے ٹوٹنے کے بعد جو کچھ تول لیا وہ بائع کا مال تلف ہوا اور جو تیل شیشہ ٹوٹنے سے پہلے تول لیا تھا اگر شیشہ ٹوٹنے کے بعد اُس میں کچھ تیل باقی رہے گا اور بائع نے اُسی میں اور تیل ڈال دیا تھا تو یہ بچا ہوا بائع کا ہوگا اور اُس کے مشل مشتري کے واسطے ضامن ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اگر مشتري نے ٹوٹا ہوا شیشہ بائع کو دیا اور دونوں کو اس کی خبر نہ تھی اور بائع نے مشتري کے حکم سے اس میں تیل ڈال دیا تو سب مشتري کے ذمہ ہوگا اور اگر مشتري نے شیشہ اپنے ہاتھ میں رکھا اور بائع کو نہ دیا اور باقی مسئلہ وہی رہا جو مذکور ہوا تو ان سب صورتوں میں جو اول مذکور ہوئیں مشتري کا مال تلف ہوا یہ محیط میں لکھا ہے منقہ میں مذکور ہے کہ کسی

فخص نے بھی خرید اور بائع کو برتن دے کر یہ حکم کیا کہ اُس میں تول دے اور برتن میں ایک سوراخ تھا کہ اس کی خبر مشتری کو نہ تھی مگر بائع اس سے خبردار تھا پس گھر تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہوا اور مشتری کے ذمہ لازم کچھ نہ ہوگا اور اگر مشتری جانتا تھا اور بائع نہیں جانتا تھا یا دونوں جانتے تھے تو مشتری تمام بیع پر قابض ہوگا اور اس پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اسی کتاب میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک گر گیسوں سے کسی ڈھیری میں سے خریدے اور بائع سے کہا میرے تھیلے میں ناپ کر ڈال دے اور تھیلا اس کے حوالے کر دیا اور بائع نے ایسا ہی کیا تو مشتری اس پر قابض ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

قدوری میں ہے کہ اگر گیسوں سول لیے جو معین تھے اور تھیلے بائع کے مستعار مانگے اور اس کو حکم دیا کہ گیسوں اس میں ناپ کر ڈال دے اور بائع نے ایسا ہی کیا پس اگر وہ تھیلا معین تھا تو ایسے معین تھیلے میں بائع کے ناپ دینے سے مشتری اس پر قابض ہو جائے گا اور اگر معین نہ تھا مثلاً یوں کہا کہ مجھے کوئی تھیلا مانگے دے اور اس میں ناپ کر ڈال دے تو مشتری کے حاضر ہونے کی صورت میں قبضہ ہو گا اور غائب ہونے کی صورت میں قبضہ نہ ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کے غائب ہونے کی صورت میں خواہ تھیلا معین ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قبضہ نہ ہوگا تا وقتیکہ مشتری تھیلے پر قبضہ کر کے پھر بائع کے سپرد نہ کرے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے ہشام نے اپنے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے شخص سے کوئی چیز خریدی اور اس سے کہا کہ میرے برتن میں رکھ دے اور بائع نے تولنے کے واسطے برتن میں ڈالی اور برتن ٹوٹ گیا اور مال تلف ہو گیا تو فرمایا کہ بائع کا مال تلف ہوا اس لیے کہ اس نے تولنے کے لیے اس میں ڈالا تھا کہ اس کی مقدار معلوم ہو مشتری کو سپرد کرنے کے واسطے نہیں ڈالا تھا اور اگر اُسے تول دیا پھر برتن ٹوٹ گیا تو بھی بائع کا مال گیا اور اگر بائع نے اپنے برتن میں تول کر مشتری کے برتن میں ڈالا پھر وہ برتن ٹوٹا تو مشتری کا مال گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے بیٹے کے پاس بھیج دے اور بائع نے کسی کو مزدور مقرر کر کے اُس کے بیٹے کے پاس بھیج دیا تو یہ قبضہ نہیں ☆

اگر تیل خرید اور شیشہ تیل والے کو دیا اور اس سے کہا کہ یہ شیشہ میرے گھر بھیج دینا اور راستہ میں شیشہ ٹوٹ گیا تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا ہے کہ اگر مشتری نے تیل والے سے یہ کہا تھا کہ شیشہ میرے غلام کے ہاتھ بھیج دینا اور اس نے ایسا ہی کیا اور شیشہ راہ میں ٹوٹ گیا تو مشتری کا مال تلف ہوا اور اگر یہ کہا تھا کہ اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دینا اور اس نے اسی طرح بھیجا اور راستہ میں تلف ہوا تو بائع کا مال گیا اس لیے کہ مشتری کے غلام کا حاضر ہونا مثل مشتری کے حاضر ہونے کے ہے اور بائع کا غلام بھڑلہ بائع کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ اس برتن میں میرے لئے اس قدر تول کر اپنے غلام کے ہاتھ میرے گھر بھیج دے یا کہا کہ میرے غلام کے ہاتھ بھیج دے اور اس نے ایسا ہی کیا اور وہ شیشہ راہ میں ٹوٹ گیا تو بائع کا مال تلف ہوگا اور مشتری کا مال تلف نہ ہوگا تا وقتیکہ مشتری یہ نہ کہے کہ اپنے غلام کو دے دے یا میرے غلام کو دے دے کیونکہ جب اُس نے یہ حکم دیا تو بائع مشتری کی طرف سے بھیجے کا وکیل ہو گیا پس جب اس کے غلام کو دیا تو گویا مشتری کو دیا کہ مشتری کا مال تلف ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے بیٹے کے پاس بھیج دے اور بائع نے کسی کو مزدور مقرر کر کے اُس کے بیٹے کے پاس بھیج دیا تو یہ قبضہ نہیں ہے اور اجرت بائع کے ذمہ ہوگی لیکن اگر مشتری نے کہا تھا کہ کوئی مزدور کر کے بھیج دو تو اُس مزدور کا قبضہ وہی مشتری کا قبضہ ہے بشرطیکہ مشتری اس بات کی تصدیق کرے کہ بائع نے مزدور کر کے حوالے کیا تھا اور اگر اُس نے مزدور کو مقرر کرنے اور اس کے حوالے کرنے سے انکار کیا تو اسی کا قول معتبر ہوگا یہ تاثر خانہ میں لکھا ہے مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ اگر ایک وہینڈی کسی دہی جمانے والے سے بازار

میں خریدی اور اُس کو اپنی دکان پر پہنچانے کا حکم کیا اور وہ راستہ میں گر کر تلف ہو گئی تو بائع کا مال تلف ہوا اور بھوسہ یا لکڑی کا گٹھ شہر میں خرید تو بائع کے ذمہ ہے کہ مشتری کے گھر میں پہنچائے اور اگر راستہ میں تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہو گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گائے خریدی اور بائع سے کہا کہ تو اسے اپنے گھر تک لے جا اور میں تیرے پیچھے پیچھے تیرے گھر آتا ہوں وہاں سے اپنے گھر لے جاؤں گا پھر وہ گائے بائع کے پاس مر گئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا اور اگر بائع نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے گائے سپرد کر دی تھی تو اس باب میں قسم کے ساتھ مشتری کا قول قبول ہو گا۔ کسی نے ایک بیمار جانور مول لیا جو بائع کے اصطبل میں تھا اور مشتری نے یہ کہا کہ یہ رات کو ہمیں رہے گا اور اگر مرجائے گا تو میرا مال تلف ہو گا اور وہ جانور مر گیا تو بائع کا مال تلف ہو گا نہ مشتری کا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک باندی بیچی اور وہ ایک درمیانی آدمی کے پاس رکھی تاکہ مشتری سے پورے دام لے کر اُس کے حوالے کرے اور باندی اُس کے پاس ضائع ہو گئی تو بائع کا مال گیا اور اگر درمیانی آدمی نے تھوڑے ثمن پر قبضہ کر کے بائع کی نادانستگی میں باندی مشتری کے حوالے کر دی تو بائع کو اختیار ہے کہ اس باندی کو پھیر لے اور جب اُس کو پھیر لیا تو اختیار ہے کہ اُس درمیانی آدمی کو نہ دے مگر اس صورت میں کہ درمیانی عادل ہو اور اگر باندی کسی وجہ سے نہ پھیر سکے تو درمیانی عادل آدمی اُس کی قیمت کا بائع کے واسطے ضامن ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے کپڑا مول لیا اور اُس پر قبضہ نہ کیا اور دام بھی نہ دیے اور بائع سے کہا کہ میں تجھ پر اعتبار نہیں کرتا ہوں تو کپڑا اٹلانے شخص کے حوالے کر دے اور جب تک میں تجھے دام نہ دوں کپڑا اسی کے پاس رہے بائع نے اس کے حوالے کر دیا اور اُس کے پاس کپڑا تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہوا اس لیے کہ جس کو کپڑا دیا گیا تھا اُس نے بائع کے واسطے دام لینے کی غرض سے روکا تھا پس اُس کا قبضہ بائع کا قبضہ شمار ہو گا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ بائع نے اگر مجمع ایسے شخص کے حوالے کی جو مشتری کے عیال میں سے تھا تو مشتری اُس پر قابض نہ شمار ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ چیز تلف ہو گئی تو بیع فسخ ہو جائے گی یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے کوئی چیز مول لی اور کچھ دام ادا کر کے بائع سے کہا کہ میں نے اس کو باقی دام تیرے پاس رہن کیا یا کہا کہ تیرے پاس ودیعت رکھی تو یہ قبضہ نہیں ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اگر مجمع بائع کے پاس تھی اور مشتری نے اُس کو ضائع کر دیا یا اُس میں کوئی عیب پیدا کر دیا تو یہ مشتری کے قبضہ کرنے میں شمار ہو گا اسی طرح اگر بائع نے کوئی ایسا فعل مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر مشتری نے اُس کو آزاد یا مدبر کر دیا یا یہ اقرار کیا کہ باندی میری ام ولد ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر سہ یہ کام بائع نے مشتری کے حکم سے کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اگر ایک باندی مول لی جو حاملہ تھی اور مشتری نے قبضہ سے پہلے اُس کے پیٹ میں جو کچھ تھا آزاد کر دیا تو یہ قبضہ نہ ہو گا اس لیے کہ احتمال ہے کہ اس کا آزاد کرنا صحیح نہ ہو پس وہ تلف کرنے والا نہ ٹھہرے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع کو اُس پر قبضہ کرنے کا حکم کیا اور اُس نے قبضہ کر لیا تو یہ مشتری کے قبضہ کے مانند نہیں ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے تفرید میں مذکور ہے کہ اگر مشتری کے قبضہ سے پہلے بیع میں سے کسی نے کچھ جنایت کر دی اور مشتری نے اُس شخص مجرم کا دامن گیر ہونا اختیار کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف اس امر کو اختیار کرنے ہی سے مشتری قابض ہو جائے گا اور امام محمدؒ اس میں خلاف کرتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر بیع کو مشتری کے قبضہ سے پہلے کسی شخص نے قتل کر ڈالا اور مشتری نے خون معاف کر دیا تو یہ بیع کا اختیار کرنا

۱۔ قولہ معتبر ہو گا واضح ہو کہ مدعی مدعا علیہ میں ایک کے ذمہ گواہ لانا اور اثبات ہے اور دوسرے کے قول کی سماعت ہے سو یہاں فرمایا کہ قول مشتری کا ہو گا یہ مراؤ نہیں ہے کہ بائع کا گواہ یا کوئی ثبوت معتبر نہ ہو گا بلکہ اگر بائع گواہ قائم کرے تو اس کے موافق قاضی حکم کرے گا پھر فقط مشتری کے قول کا اعتبار نہ ہو گا اگر بائع گواہ نہ لائے تو قسم سے مشتری کا قول قبول ہے ۱۲۔ ۲۔ سوائے اقرار ام ولد ہونے کے آزاد یا ام ولد کیا ۱۳۔

ہے اور بائع کو اختیار حاصل ہے کہ قائل سے قیمت لے لے اور وہ بائع کے پاس رہن رہے گی پھر جب مشتری ثمن ادا کر دے تو بائع قیمت قائل کو پھر دے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بائع کو گےہوں کے پینے کا حکم دیا اور اُس نے پیے تو مشتری قائل ہو گیا اور آٹا مشتری کا ہو گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیع بائع کے پاس ودیعت رکھی یا اُس کو مانگے دی یا اجرت پردی تو مشتری قائل ہو گا اور اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر مشتری نے کسی غیر کے پاس اس کو ودیعت رکھا یا مستعار دیا اور بائع کو حکم کیا کہ اُس کے سپرد کرے تو مشتری قائل ہو گیا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ تو غلام سے کہہ دے کہ میرا یہ کام کرے اور بائع نے اُس کو حکم کیا اور غلام نے وہ کام کیا تو مشتری قائل ہو گیا یہ محیط میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ نہ کیا اور بائع کو حکم دیا کہ اسے فلاں شخص کو ہبہ کر دے اور بائع نے اُس کی فرمانبرداری کر کے جس شخص کے واسطے اُس نے حکم کیا تھا سپرد کر دیا تو ہبہ جائز ہو گیا اور مشتری قائل ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بائع کو اپنے خریدے ہوئے غلام کسی کو اجارہ پر دینے کا حکم کیا خواہ کسی شخص کو معین کر دیا تھا یا نہیں اور بائع نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اجارہ پر لینے والا پہلے مشتری کی طرف سے قائل ہو گا پھر اپنی طرف سے قائل ہو گا اور جو اجرت بائع کو اجارہ پر لینے والے سے ملے گی اگر وہ جنس ثمن سے ہے تو ثمن میں محسوب ہو جائے گی اور اسی طرح اگر خود بائع نے غلام کو مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے کسی کو مستعار دیا یا ہبہ یا رہن کیا پھر مشتری نے اُس کی اجازت دے دی تو جائز ہے اور مشتری قائل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کر لیا یا اس پر قرض کا اقرار کیا تو استحساناً یہ حکم ہے کہ اُس کی طرف سے قبضہ نہ ہوگا ☆

اگر مشتری نے قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ غلام کو آزاد کر دے اور بائع نے اس کی طرف سے آزاد کر دیا تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع کو بیع میں ایسا فعل کرنے کا حکم دیا جس سے اُس میں کچھ نقصان نہیں آتا ہے جیسے استری کرنا یا دھونا خواہ اجرت پر یہ کام لیا یا بلا اجرت تو مشتری قائل ہو گا اور صورت یہ کہ ہاجرت کام لیا ہے اُس پر اجرت دینی واجب ہوگی اور اگر کوئی ایسا کام تھا کہ جس سے اُس میں نقصان آتا ہے تو مشتری قائل ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر مشتری نے بائع کو غلام کے تعلیم کرنے یا سرموٹھنے یا موچھیں کترنے یا ناخن تراشنے کے لیے اجرت پر مقرر کیا تو قائل نہ ہوگا اور اجرت بائع کو چاہیے لیکن اگر ان کاموں میں سے کسی سے اس میں کچھ نقصان آتا ہے تو قائل ہو جائے گا اور اگر بائع کو اُس کی حفاظت کے لیے مقرر کیا تو صحیح نہیں ہے اس لیے کہ حفاظت بائع پر خود واجب ہے یہ تاثر خانیہ میں لکھا ہے اگر مشتری نے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کر لیا یا اس پر قرض کا اقرار کیا تو استحساناً یہ حکم ہے کہ اُس کی طرف سے قبضہ نہ ہوگا اور اگر بائع کے پاس ہونے کے زمانہ میں اُس کے شوہر نے اُس سے واپس کی تو سب کے قول کے بموجب مشتری کا قبضہ ہو جائے گا یہ حادئی میں لکھا ہے کسی نے ایک باندی مولیٰ اور قبضہ سے پہلے اس کا نکاح کر دیا اور اُس کے شوہر نے اُس کا بوسہ لیا یا مساس کیا تو شیخ نے فرمایا کہ سزاوار اُس صورت میں یہ ہے کہ مشتری قائل ہو جیسے واپس کرنے سے مشتری قائل ہو جاتا ہے یہ فقہیہ میں لکھا ہے منقہی میں مذکور ہے کہ کسی نے باندی مولیٰ اور قبضہ سے پہلے اُس کا نکاح کر دیا اور شوہر کے واپس کرنے سے پہلے وہ مرگئی تو بیع ٹوٹ جائے گی اور بائع کا مال تلف ہوگا اور مہر شوہر کے ذمہ ہے اور وہ مشتری کو ملے گا اور اُس میں سے بقدر حصہ ثمن کے دینا واجب ہوگا یعنی اُس کا ثمن مہر پر اور باندی کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس

جو حصہ مہر کے پڑے میں پڑے گا وہ اس پر لازم ہوگا اور جس قدر بیع رہے اس کو صدقہ کر دے گا اگر مہر میں زیادتی ہو اور مہر اس حکم میں بمنزلہ فرزند کے ہے اور بھی منقعی میں اسی مقام میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام باندی کے بدلہ مول لیا اور ہنوز دونوں نے قبضہ نہیں کیا تھا کہ اسی اثناء میں باندی کے مول لینے والے نے سودرہم کے مہر پر کسی سے اس کا نکاح کیا ہے پر وہ غلام اپنے نائع کے پاس مشتری کو حوالے کرنے سے پہلے مر گیا تو بیع کا عقد ٹوٹ جائے گا اور باندی اسی کے پاس پھر جائے گی جس کی بھی اور اس کا مہر بھی اسی کو ملے گا اور اگر باندی میں کوئی نقصان آ گیا ہے تو اس باندی کا مالک مشتری سے لے گا اور یہ مسئلہ منقعی میں دوسری جگہ بھی مذکور ہے وہاں اس پر کچھ زیادتی کر کے یوں لکھا ہے کہ کسی شخص نے کسی سے ایک باندی غلام کے عوض خریدی اور باندی خریدنے والے نے قبضہ سے پہلے کسی شخص سے سودرہم پر اس کا نکاح کر دیا اور باندی کی قیمت نکاح سے پہلے دو ہزار تھی اور نکاح کی وجہ سے پانچ سودرہم کم ہو گئے اور اس کے شوہر نے نائع کے پاس ہونے کے زمانہ میں اس سے وٹلی کی پھر غلام اس کے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے مر گیا تو باندی کا مہر اس کے نائع کو ملے گا اور اس کو اختیار یہ ہے کہ چاہے باندی کو اسی نقصان کے ساتھ لے لے اور اس صورت میں اس کے سوا اور کچھ اس کو نہ ملے گا اور اگر چاہے تو مشتری سے اس کی وہ قیمت لے جو اس روز تھی کہ جس روز اس کے شوہر نے اس کے ساتھ وٹلی کی اور اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے نائع کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور اس نے اس کے ساتھ وٹلی کی پھر غلام اس کے مشتری کے قبضہ میں دینے سے پہلے مر گیا تو باندی کا بیچنے والا کہ جس سے نکاح بھی ہوا ہے اگر چاہے تو باندی اس کے مشتری کے سپرد کر دے اور اس سے وہ قیمت لے لے جو اس روز اس کی قیمت تھی جس روز اس نے بحکم نکاح اس سے وٹلی کی تھی اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور مشتری سے باندی پھیر لے اور نکاح ٹوٹ جائے گا اور مہر باطل ہو جائے گا اور بیع کے توڑنے یا اسی طرح چھوڑنے کا اختیار باندی کے بیچنے والے کو ہے اور اس کے مول لینے والے کو نہیں ہے اور اسی کے توڑنے سے بیع ٹوٹ جائے گی اگر چہ قاضی نے اس کو نہ توڑا ہو اور اگر صورت مسئلہ کی طرح واقع ہوئی کہ مشتری نے نائع کی اجازت سے باندی پر قبضہ کر کے پھر نائع کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو نائع کو باندی واپس کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے اور مشتری اس کی اس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور باندی مشتری کو حوالہ کی جائے گی اور مہر نائع پر واجب ہے اور نکاح صحیح ہے اور اگر مشتری نے بلا اجازت نائع کے اس پر قبضہ کیا اور پھر نائع سے ملا اور اس کے ساتھ باندی کا نکاح کر دیا خواہ نائع کو اس کے قبضہ کر لینے کی خبر ہو یا نہ ہو تو یہ بات نائع کی طرف سے مشتری کو سپرد کر دینے میں شمار نہیں ہے اس لیے کہ قبضہ سے پہلے بھی مشتری کو باندی کا نکاح کر دینا صحیح ہے ہاں اگر نائع نے اس کے بعد بھی بحکم نکاح مشتری کے قبضہ میں اس سے وٹلی کی تو یہ امر نائع کی طرف سے باندی کے سپرد کرنے میں شمار ہوگا اور اس صورت میں اگر غلام سپرد کرنے سے پہلے مر گیا تو نائع کو باندی واپس کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

فصل سو:

بلا اجازت نائع کی بیع پر قبضہ کرنے کے بیان میں

اگر مشتری نے ثمن ادا کرنے سے پہلے بلا اجازت نائع کے بیع پر قبضہ کر لیا تو نائع کو اختیار ہے کہ اس سے پھیر لے اور مشتری کا نائع اور بیع کے درمیان سے روک ٹوک دور کر دینا نائع کے قابض ہونے میں شمار نہ ہوگا تا وقتیکہ اس پر قبضہ نہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان لکھنوی قول بمنزلہ فرزند کے ہے واضح ہو کہ بیع میں زیادت ہو جانے کی صورت میں سب ثمن بیع مع زیادت متولدہ کے عوض قرار دیا جاتا ہے جس جب قبضہ نہ پایا گیا مشتری پر بعد تمامیت بیع کے ثمن سے بقدر حصہ مہر کے ہے بمنزلہ دار اس کے قرار پایا ہے اور مشتری کے ہاتھ آیا ہے واجب ہوگا جس ثمن دونوں پر تقسیم کر کے جو مہر کے پڑے میں پڑے وہ نائع کو دے دے گا مگر دو کو صدقہ کر دے حصول بلا عوض ہے ۱۲۔ اگر چہ قاضی الی آخر مراد یہ ہے کہ اگر چہ قاضی کے پاس پیش کر کے بیع عقد نہ کرایا گیا ہو ۱۳۔

میں لکھا ہے۔ ف یعنی قبضہ سے یہاں مراد حقیقت قبضہ ہے اور قبضہ کرنے کی قدرت اور تھکے یا ارتقاغ موانع سے قبضہ کا حکم ثابت نہ ہو گا اور اگر مشتری نے بیع میں اس طرح کا تصرف کیا جو ٹوٹ سکتا ہے جیسے بیع یا رہن کیا یا اجرت یا صدقہ میں دے دیا تو تصرف توڑ دیا جائے گا اور اگر ایسا تصرف ہے جو ٹوٹ نہیں ہو سکتا ہے جیسے آزاد کرنا یا ام ولد بنانا یا بذر کر دینا تو بائع کو اپنے قبضہ میں واپس لینے کا اختیار نہ ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مشتری نے بائع کو دشمن دے دیا اور بائع کو یہ معلوم ہوا کہ وہ سب درہم زیوف یا ستوق تھے یا سب کا کوئی حق دار نکلیا یا ان میں سے تھوڑے ایسے تھے تو بائع کو اختیار ہو گا کہ بیع روک لے اور اگر مشتری نے اس طرح کے درہم ادا کرنے کے بعد بلا اجازت بائع کے اس پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس کے قبضہ کو باطل کر دے اور اگر مشتری نے اس میں ایسا تصرف کر لیا ہے کہ جو ٹوٹ سکتا ہے تو اس کو توڑ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے قبضہ کر لیا تو اس بات کو دیکھیں گے کہ اگر درہم زیوف پا کر پھیرے تو تینوں اماموں کے نزدیک اس کو پھرنے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر شوق یا راغب کے ہیں یا کسی اور کا حق اس میں ثابت ہو کہ اس سے لے لیے گئے تو اس کو پھیرنے کا اختیار ہے لیکن اگر مشتری نے اس میں کچھ تصرف کر لیا تو بائع کو اختیار نہ رہے گا خواہ وہ تصرف ٹوٹ سکتا ہو یا نہ ٹوٹ سکتا ہو کذا فی البدائع اور اگر بائع نے کوئی اس قسم کا نقصان دشمن میں نہیں دیکھا اور مشتری نے غلام کو اجارہ پر دے کر یا بیع یا رہن کر کے دوسرے کے سپرد بھی کر دیا پھر بائع کو دشمن میں کوئی نقصان جو پہلے ذکر کیا گیا معلوم ہوا تو سب تصرف مشتری کے غلام میں جائز رہے اور بائع اس کے واپس لینے کی قدرت نہیں رکھتا اور نہ ان کو غلام پھر لینے کی کوئی راہ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک جوڑ کیواڑ یا موزے یا جوتے کا خرید اور جوڑے میں سے ایک پر بلا اجازت بائع کے قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ دوسرا بائع کے پاس تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہو گا اچھی پس انہوں نے ایک کے قبضہ کرنے کو دوسرے کا قبضہ نہ گردانا پھر امام محمدؒ نے اس کے بعد فرمایا کہ اس ایک کا جس پر مشتری نے قبضہ کیا ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے لے اور چاہے واپس کرے اچھی پس امام نے حق خیار میں ان دونوں کو مثل ایک چیز کے شمار کیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر قابض ہونے سے پہلے مشتری نے جوڑے میں سے کسی ایک میں کوئی عیب پیدا کر دیا تو وہ دونوں پر قابض ہو گیا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک پر قبضہ کر کے ضائع یا عیب دار کر دیا تو وہ دوسرے پر بھی قابض ہو گیا یہاں تک کہ اگر بائع کے روکنے اور منع کرنے سے پہلے ان میں کا دوسرا بائع کے پاس تلف ہو جائے تو مشتری کا مال تلف ہو گا اور اگر بائع کے روکنے کے بعد تلف ہو تو بائع کا مال تلف ہو گا حتیٰ کہ دشمن میں اسی قدر حصہ ساقط ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک میں مشتری کے حکم سے بائع نے کچھ نقصان کر دیا تو مشتری دونوں پر قابض ہو گیا یہاں تک کہ اس کے بعد اگر وہ دونوں تلف ہو جائیں تو مشتری کا مال تلف ہو گا اور اس صورت میں اگر بائع دونوں کو یا ایک کو روکے تو جو تلف ہو اس کی قیمت بائع پر واجب ہوگی اور اگر بائع نے ان دونوں میں سے ایک پر قبضہ کرنے کی مشتری کو اجازت دی تو وہ دونوں پر قبضہ کی اجازت ہے یہاں تک کہ اگر دونوں پر قبضہ کیا پھر بائع نے ایک کو پھر کر دشمن کے واسطے روکا تو غاصب شمار ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک باندی کسی سے ہزار درہم کو خریدی اور اس کے دام نہیں دیے اور بلا اجازت بائع کے اس پر قبضہ کر لیا پھر اس نے کسی اور شخص کے ہاتھ سودینار کو بیچی اور دونوں نے باہم بیع اور دشمن پر قبضہ کر لیا اور پہلا مشتری غائب ہو گیا اور پہلا بائع موجود ہے اس نے دوسرے مشتری سے باندی کے پھر لینے کا ارادہ کیا پس اگر دوسرے مشتری نے یہ اقرار کیا کہ ہاتھ یہی ہے جو یہ بائع کہتا ہے تو بائع اول کو اس کے پھر لینے کا اختیار ہو گا اور جب اس کو پھر لے گا تو دوسری بیع باطل ہو جائے گی اور اگر دوسرے مشتری نے پہلے بائع کے قول کی تکذیب کی یا کہا کہ میں نہیں جانتا کہ بیع کہتا ہے یا جھوٹ کہتا ہے تو جب تک وہ غائب شخص حاضر نہ ہو تب تک مقدمہ قائم نہ ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

۱۔ یعنی یہ مشتری مدعا علیہ ہو گا اگر چاہوں تہ حرکہ کو ان دونوں میں کوئی خصوصیت نہیں ہے یہاں تک کہ غائب حاضر ہو یعنی غائب مشتری اول بائع میں خصوصیت ہوگی اور

جب مشتری غائب حاضر ہوا اور اُس نے پہلے بائع کے قول کی تصدیق کی تو یہ تصدیق دوسرے مشتری کے حق میں ضروری نہ ہوگی اور اگر تکذیب کی تو بائع اول سے کہا جائے گا کہ اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرے پس اگر اُس نے مشتری اول اور ثانی کے سامنے گواہ قائم کیے تو قاضی اس باندی کو بائع اول کو دلا دے گا اور دوسری بیع ٹوٹ جائے گی لیکن اگر اُس کے دلا دینے سے پہلے مشتری اول نے بائع اول کو اس کے دام دے دیئے تو اس صورت میں قاضی بائع اول کو واپس نہ دلائے گا اور اگر مشتری اول نے دام اُس وقت ادا کیے کہ جب بائع اول باندی پر قبضہ کر چکا ہے تو اُس وقت باندی مشتری اول کے حوالے کی جائے گی اور دوسرے مشتری کو باندی لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر وہ باندی دوسرے مشتری کے پاس مرگئی تو بائع اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے مشتری سے اُس کی قیمت کی ضمان لے اور یہ قیمت جو بائع اول کو ملے گی قائم مقام باندی کے شمار ہوگی یہاں تک کہ اگر وہ قیمت بائع اول کے پاس تلف ہو جائے تو دونوں بیع ٹوٹ جائیں گی اور دوسرا مشتری پہلے مشتری سے جس قدر ثمن دیا ہے پھر لے گا جیسے کہ اُس صورت میں پھر لیتا کہ جب باندی بائع اول کے پاس پھر جانے کے بعد ہلاک ہو جاتی اور اگر بائع اول کے پاس قیمت تلف نہیں ہوتی یہاں تک کہ مشتری اول نے اُس کو ثمن ادا کر دیا تو وہ بائع سے باندی کی قیمت لے گا اور دوسرے مشتری کو اس قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے جیسا کہ ایسی صورت میں باندی کی زندگی میں باندی لینے کی کوئی راہ نہ تھی مگر یہ دوسرا مشتری پہلے مشتری سے وہ ثمن پھر لے گا جو اُس نے ادا کیا ہے اور جب قیمت پہلے مشتری کو ملی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر قیمت جس ثمن سے نہیں ہے تو یہ اُس میں سے کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر جس ثمن سے ہے اور اُس ثمن پر کچھ زیادتی ہے تو زیادتی کو صدقہ کر دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

فصل چہارم:

ایسے قبضہ کے بیان میں جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہے اور نہیں ہوتا

قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شے کسی شخص کے قبضہ میں اپنی قیمتی ضمانت کے طور پر ہو پھر اُسی سے اُس کی بیع ٹھہر جائے تو یہ قبضہ بجائے قبضہ خرید کے قرار دیا جائے گا کیونکہ یہ اُسی جنس کا قبضہ ہے جو خرید میں ہوتا ہے اس لیے کہ قبضہ خرید میں بھی وہ شے اپنی ذات سے ضمانت میں ہوتی ہے یہ بیع سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر دونوں قبضہ ایک جنس کے ہوں جیسے دونوں قبضہ امانت کے یا دونوں ضمانت کے ہوں تو ایک دوسرے کے نائب ہو جائیں گے اور اگر مختلف ہوں تو وہ قبضہ ضمانت کا نہ دوسرے کا نائب ہو جائے گا اور دوسرا اس کا نائب نہ ہوگا یہ وجہ کروری میں لکھا ہے پس اگر کوئی چیز بطور غصب یا عقد فاسد کے قبضہ میں ہو پھر اُس کے مالک سے اُس کا عقد صحیح کرے تو پہلا قبضہ دوسرے کا نائب ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر مشتری کے اپنے گھر جانے اور اُس چیز تک پہنچنے یا اُس کے لینے پر قادر ہونے سے پہلے وہ تلف ہو جائے تو مشتری کا مال تلف ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر غصب کی ہوئی چیز کو بیع الصرف کا بدل گردانا اور دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل نہ ہوگی اور اسی طرح اگر بیع الصرف کی مجلس میں ایک شخص کے اپنے بدل پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پھر شخص قابض نے اپنے قبضہ کی چیز مول لی تو مول لیتے ہی اُس پر قابض ہو گیا اس لیے کہ اُس کے قبضہ کی چیز اگر عقد فاسد کے طور پر اُس کے قبضہ میں رہتی تو اُس کی قیمت کی ضمان واجب ہوتی پس یہ قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر وہ چیز اُس کے قبضہ میں بطور عاریت یا ودیعت یا رهن کے ہو تو فقط عقد سے اُس پر قابض نہ ہوگا لیکن اگر وہ چیز سامنے موجود ہو یا اُس چیز کے پاس جا کر اُس کے قبضہ پر قادر ہو جائے تو اُس پر قابض شمار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر امانت یا عاریت کی

صورت میں مشتری نے کوئی ایسا فعل کیا جس سے وہ قابض ہو جاتا ہے پھر بائع نے یہ قصد کیا کہ ثمن حاصل کرنے کی غرض سے بیع کو روکے تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر بائع نے اُس پر مشتری کا قبضہ پہنچنے سے پہلے اُس کے گھر میں جہاں ودیعت رکھی ہوئی ہے لے لی تو اُس کو روکنے کا اختیار ہے اور اگر بیع دونوں کے سامنے موجود تھی اور بائع نے اُس کو بیچا تو بائع کو اُس کے روکنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر غلام کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجا پھر اسی غلام کو اپنے نائبان بیٹے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو جائز ہے اور اگر غلام واپس ہونے سے پہلے ہلاک ہو گیا تو باپ کا مال ضائع ہوا اس لیے کہ قبضہ باپ کا اگرچہ اُس پر قائم ہے مگر وہ قبضہ امانت کا ہے اس لیے وہ خرید کے قبضہ کا نائب نہ ہوگا یعنی باپ کا قبضہ بیٹے کی طرف سے وہی بیٹے کا قبضہ ہے کیونکہ باپ اُس کا ولی ہے اور باپ کا قبضہ اس پر قائم ہے تو شبہ پیدا ہوتا تھا کہ بیٹے کا اُس پر قبضہ ہو جائے گا لیکن چونکہ باپ کا قبضہ اُس پر قبضہ امانت ہے اور وہ خرید کے قبضہ کا قائم مقام نہیں ہوتا اس لیے تا وقتیکہ وہ واپس نہ ہو قبضہ نہ ہوگا اور اگر غلام لوٹ آیا اور باپ اُس کے قبضہ پر قادر ہو گیا تو بیٹا قابض شمار ہوگا اس لیے کہ باپ اُس کا ولی ہے اور اگر بیٹے کے بائع ہونے کے بعد غلام واپس ہوا تو باپ قابض نہ ہوگا اور بیٹا بذات خود قبضہ کرے گا اور اگر کسی غیر سے کوئی غلام بیٹے کے واسطے سول لیا پھر بیٹا بائع ہوا تو قبضہ کا حق باپ کو اسی طرح حاصل ہوگا جیسے تھا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

چھاگل کسی سے سودینار میں لینا ☆

اگر چاندی کی ابریق کسی سے سودینار کو سول لی اور مشتری نے ابریق پر قبضہ کر لیا اور دینار ادا نہیں کیے یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے اور چونکہ اسی مجلس میں ایک بدل پر قبضہ نہیں ہوا تھا بیع الصرف باطل ہوگئی تو مشتری پر واجب ہوگا کہ ابریق بائع کو پھیر دے مگر وہ ابریق مشتری نے اپنے گھر میں رکھ لی اور بائع کو واپس نہ کی اور پھر بائع سے ملاقات کی اور دوبارہ دیناروں سے بیع کر کے اُس ابریق کے عوض دیناروں کو ادا کر دیا پھر دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہوگی اور صرف ابریق کے خریدنے ہی سے اُس پر قابض ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کوئی غلام سول لیا اور اُس پر قبضہ کر کے ثمن ادا کر دیا پھر دونوں نے اقالہ کر لیا پھر دوبارہ ایسے حال میں خرید کہ غلام مشتری کے پاس موجود تھا تو خرید صحیح ہوگی اور اگر بائع نے مشتری کے سوا کسی اور کے ہاتھ بیچا تو صحیح نہیں ہے اور دوسری بار خرید میں صرف خریدنے سے اُس پر قابض نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ ہلاک ہو گیا تو اُس کا مرنا عقد اول میں شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دونوں باطل ہو جائیں گی اور فقط خرید سے قابض نہ ہونا اس واسطے ہے کہ اقالہ کے بعد بیع اُس کے پاس مضمون بالخیر ہے یعنی ثمن اول کے عوض ضمانت میں ہے اور اپنی ذات کے لحاظ سے امانت میں ہے پس اُس کا قبضہ شے مرہون کے قبضہ کے مشابہ ہوا جو خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہیں ہوتا ہے اسی طرح اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن کے جنس سے نہ ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے ایک غلام باندی کے عوض سول لیا اور ہر ایک نے اپنی خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کر کے اپنے گھر میں رکھا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کیا پھر واپس کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے سے جس کا اقالہ کیا تھا اُس کو دوبارہ خرید لیا یہاں تک کہ خرید جائز ہوگئی تو مشتری صرف خریدنے سے اُس پر قابض ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر اُس کی دست رسی سے پہلے وہ ہلاک ہو جائے تو مشتری کا دوسری خرید کا مال ہلاک ہوگا اور اقالہ باطل نہ ہوگا اس واسطے کہ ہر ایک غلام اور باندی میں سے بعد اقالہ کے قابض کے پاس قیمتی ضمانت میں تھے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب انہوں نے اقالہ ایسے حال میں کیا ہو کہ غلام اور باندی دونوں زندہ موجود ہیں اور اگر یہ صورت ہوئی کہ دونوں کے باہمی قبضہ کر لینے کے بعد غلام ہو گیا اور پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور غلام کے خریدار پر اُس کی قیمت واجب ہوگی اور اگر اس صورت میں اُس شخص نے جس کے قبضہ میں باندی ہے باندی کے پھیرنے سے پہلے اُس کے بائع سے دوبارہ

مولیٰ اور باندی اُن دونوں کے سامنے موجود نہ تھی پھر دوسری خرید کے بعد مشتری کے از سر نو قبضہ ہونے سے وہ باندی مرگئی تو اُس کا مرنا پہلی خرید میں شمار ہوگا اور اقالہ اور دوسری خرید دونوں باطل ہو جائیں گی اس لیے کہ باندی غلام کے ہلاک ہونے کے بعد مشتری کے پاس اس طرح قبضہ میں تھی کہ ضمان میں اُس کے سوا دوسری چیز یعنی غلام کی قیمت واجب تھی اور اس قسم کا قبضہ خرید کے قبضہ کے قائم مقام نہیں ہوتا ہے اور اگر اقالہ کے بعد وہ دونوں قائم تھے پھر ہر ایک بائع اور مشتری نے جو چیز اُس کے پاس تھی دوسرے سے بعوض درہموں کے مولیٰ کی پھر دونوں ساتھ یا آگے پیچھے ہلاک ہو گئے تو اُن میں سے ہر ایک اپنے اپنے خریدار کا مال گیا اس لیے کہ اُن دونوں میں سے ہر ایک اس طرح قبضہ میں ہے کہ اُس کی ضمان میں وہی چیز واجب ہوتی ہے اسی واسطے اگر اقالہ کے بعد دوبارہ خرید نے سے پہلے ان میں سے کوئی ہلاک ہو جائے تو اُس کی قیمت واجب ہوگی۔ ف خلاصہ وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں نفس خرید سے قبضہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ پہلا قبضہ جنس خرید کے قبضہ سے ہے۔ اگر کوئی باندی بعوض درہموں کے اس شرط سے مولیٰ کی مشتری کو تین دن تک اُس کا اختیار ہے اور بیع اور ثمن پر باہم دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اختیار شرط کے حکم سے بیع فسخ کر دی اور باندی بائع کو نہ پھیری یہاں تک کہ دوبارہ اُس سے مولیٰ تو صحیح ہے اور اس صورت میں چاہیے کہ بائع کے قبضہ میں آنے سے پہلے اگر کوئی غیر شخص اُس باندی کو مولیٰ لے تو بیع صحیح ہو جائے پس اگر باندی دوسرے مشتری کے قبضہ میں آنے سے پہلے ہلاک ہو تو اُس کی ہلاکت دوسری خرید میں شمار ہوگی اور اگر اختیار رویت یا اختیار عیب کی وجہ سے باندی کی بیع رد کی جائے تو جو حکم مشتری کے اختیار شرط کی وجہ سے بیع رد ہونے کی صورت میں تھا وہی حکم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک عام اصول جو مندرجہ ذیل مسائل میں لاگو ہوتا ہے ☆

اس قسم کے مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایسے مقام پر جہاں مال منقولہ کی بیع بائع اور مشتری کے درمیان میں کسی ایسے سبب سے فسخ ہو جائے کہ وہ ہر طرح سے آدمیوں کے حق میں فسخ ہو یعنی اقالہ کی صورت نہ ہو پھر بائع اُس کو اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے خواہ اسی مشتری کے ہاتھ یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع صحیح ہوگی اور جس مقام میں کسی ایسے سبب سے بیع فسخ ہو کہ بائع اور مشتری کے حق میں فسخ شمار ہو اور غیروں کے حق میں عقد جدید ہو جائے یعنی اقالہ واقع ہو تو اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع اُس کو اسی پہلے مشتری کے ہاتھ بیچے تو بیع صحیح ہوگی اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ بیچے تو بیع صحیح نہ ہوگی اور یہ بڑا عمدہ قاعدہ ہے کہ امام محمدؒ نے جامع کی بیوع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے چاندی کی ابریق دوسرے سے چاندی کی ابریق کے عوض مولیٰ لی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع فسخ کر دی پھر جدا ہونے سے پہلے دونوں نے دوبارہ بیع کی اور دوبارہ قبضہ نہیں کیا اور جدا ہو گئے تو دوسری بیع اور اقالہ دونوں باطل ہو گئے اور پہلی بیع عود کرے گی اس واسطے کہ بیع الصرف میں اقالہ کے بعد دونوں بدل ایک دوسرے کے عوض قبضہ میں رہتے ہیں اپنی ذاتی ضمانت پر مقبوض نہیں ہوتے ہیں۔ کسی نے چاندی کی ابریق ایک دینار کے عوض خریدی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر اُس نے دینار میں کچھ زیادتی کر دی تو اگر بائع نے اس زیادتی کرنے کی مجلس میں اُس زیادتی کو قبول کر لیا تو صحیح ہے اور حصہ زیادتی کے مقابل یعنی ابریق پر نیا قبضہ کرنے کی حاجت نہیں ہے اور اگر زیادتی نہیں کی لیکن ابریق کی بیع از سر نو کی جو بیع اول کے مقابلہ میں کمی یا زیادتی سے تھی تو دوبارہ ابریق اور ثمن ثانی پر قبضہ واجب ہوگا اور اگر دوبارہ قبضہ نہ کیا تو دوسری بیع ٹوٹ جائے گی اور پہلی عود کرے گی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

فصل پنجم:

بیع کو دوسری چیز سے ملا دینے اور اس میں نقصان و جنایت کر دینے کے بیان میں

نو اور ابن ساعد میں امام محمدؒ سے اس طرح مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک کرگیہوں معین اور ایک کر جو کہ معین تھے خریدے اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع نے اُن دونوں کو ملا دیا تو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اس ملے ہوئے گیہوں کی ایک کر کی قیمت اندازہ کی جائے اور قتل ملانے اُسی گیہوں کی ایک کر کی قیمت اندازہ کی جائے پھر گیہوں کا جو ٹخن ٹھہرا ہے وہ اس پر تقسیم کیا جائے اور مشتری سے بقدر نقصان ساقط کر دیا جائے اور مشتری ایک کر اس مخلوط کا لے لے اور جو کو اپنے ٹخن سے لے لے۔ ایسے ہی اگر ایک رطل ربیع (چنبلی) اور سو رطل زیتون کا تیل بیچا اور ربیع کو روغن زیتون کے ساتھ ملا دیا تو ربیع کی بیع باطل ہو گئی اور زیتون کے تیل ہیں سے مشتری اگر چاہے تو سو رطل لے لے مگر اُس کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے اگر چہ اس ملانے سے کچھ نقصان نہ ہوا ہو۔ اگر کسی شخص نے زیتون کے تیل کی مکلی میں دس رطل تیل تو لا پھر اُس کو کسی شخص نے اُس سے خرید اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُس کو مکلی کے تیل میں ڈال دیا تو مشتری کو اُس کے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک غلام ہزار درہم کو خرید اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُس کو سو درہم کو رہن کر دیا یا اجرت پر دیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر وہ غلام مر گیا تو بیع فسخ ہو جائے گی اور مشتری ان میں سے جن کے پاس رہن رکھا یا اجرت پر دیا یا ودیعت رکھا ہے کسی سے ضمان نہیں لے سکتا ہے لیکن اگر مشتری نے ان لوگوں میں سے کسی سے ضمان لے لی تو یہ لوگ بائع سے واپس لے لیں گے اور اگر بائع نے غلام کو مستعار دیا یا کسی کو بہہ کر دیا پھر جس شخص کو مستعار دیا یا بہہ کر دیا اُس کے پاس غلام مر گیا یا کسی کے پاس ودیعت رکھا تھا اور اُس نے غلام سے کوئی ایسا کام لیا کہ جس کی مشقت سے وہ غلام مر گیا تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو بیع کو باقی رکھے اور جس کو مستعار دیا تھا یا جس کے پاس ودیعت رکھا تھا یا بہہ کیا تھا اُس سے ضمان لے لے اور ضمان دینے والا بائع سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور بائع کو اختیار ہوگا کہ جس کے پاس ودیعت رکھا ہے اُس سے قیمت کی ضمان لے کیونکہ اُس نے بلا حکم بائع کے غلام سے ایسا کام لیا کہ وہ مر گیا مگر جس کو مستعار دیا ہے اُس سے قیمت کی ضمان نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اُس نے بائع کی اجازت سے کام لیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کسی ایک غلام ہزار درہم کو مول لیا اور ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو آدھے داموں کو غلام لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے پس اگر اُس نے بیع کا ترک کر دینا اختیار کیا تو تمام ٹخن اُس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر ہاتھ کاٹا ہوا غلام لینا اختیار کیا تو ہمارے نزدیک اُس پر آدھے دام واجب ہوں گے اور اسی طرح اگر بائع نے اُس کو قبضہ سے پہلے قتل کر ڈالا تو ہمارے نزدیک پورا ٹخن مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اگر غلام کا ہاتھ بدون کسی کے شل کرنے کے شل ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو پورے داموں کو لے لے اور نہ چاہے تو ترک کر دے اور اگر کسی غیر شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی مشتری کو اختیار ہے کہ اگر بیع کو تمام کرنا چاہے تو اُس پر پورا ٹخن واجب ہوگا اور مشتری ہاتھ کاٹنے والے کا دامن گیر ہو کر آدمی قیمت اُس سے لے لے گا اور جب اُس نے آدمی قیمت حاصل کی تو آدھے ٹخن سے جس قدر زیادہ ہو اس کو صدقہ کر دے اور اگر مشتری نے بیع فسخ کر دینا اختیار کیا تو بائع اسی ہاتھ کاٹنے والے کا دامن گیر ہو کر آدمی قیمت لے لے گا اور آدھے ٹخن سے جس قدر زیادہ ہوگا وہ بھی صدقہ کر دے گا کیونکہ اصل جنایت اگر چہ بائع کی ملکیت میں نہیں پائی

گئی مگر انجام کار کے لحاظ سے یہی ہے کہ گویا اسی کی ملکیت میں یہ خطا واقع ہوئی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر بائع نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت اُس پر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے وہ غلام مر گیا تو آدھے دام مشتری سے ساقط ہو جائیں گے اور آدھے دام اُس پر واجب ہوں گے اور بائع پر اس خطا کے عوض کچھ لازم نہ آئے گا اس واسطے کہ مشتری کا قبضہ عقد کے مشابہ ہے کیونکہ وہ ملک تصرف کو ثابت کرتا ہے اور اصل شے کی ملکیت کی تاکید کرتا ہے پس بائع کی خطا اور اُس کے اثر میں مشتری کی ملکیت تصرف حائل ہو گئی تو اس اثر کرنے کی نسبت بائع کی خطا کی طرف نہ کی جائے گی اس واسطے کہ ملکیت کا بدل جانا اس نسبت کرنے سے مانع ہوتا ہے چنانچہ اگر کسی شخص نے کسی کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُس کے مالک نے اُس کو بیچا اور غلام مشتری کے پاس اسی صدمہ سے مر گیا تو ہاتھ کاٹنے والا نقطہ ہاتھ کاٹنے کی ضمان دے گا بخلاف اُس صورت کے کہ بائع نے مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد پھر اپنے قبضہ میں لا کر اُس کو ٹخن کے واسطے روکا ہو کیونکہ بائع کا قبضہ اس صورت میں پوری ملکیت ثابت نہیں کرتا ہے تو خطا اور اُس کے اثر میں کوئی ملکیت حائل نہ ٹھہرے گی پس اُس خطا کا اثر یعنی موت اُس کی خطا کی طرف منسوب رہے گا اور اگر مشتری نے ٹخن ادا کرنے سے پہلے بلا اجازت بائع کے غلام پر قبضہ کر لیا اور بائع نے مشتری کے قبضہ میں اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اسی سبب سے غلام مر گیا تو مشتری سے پورے دام ساقط ہو جائیں گے اور اگر کسی اور سبب سے مر تو مشتری پر آدھے دام واجب ہوں گے یہ محیط سرخصی میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام خرید اور ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس کو کسی نے عمداً قتل کر ڈالا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے قول کے موافق مشتری مختار ہے اگر بیع پوری کرنی اختیار کرے تو قصاص کا حق اُس کے واسطے ہے اور اگر بیع توڑ دینی اختیار کرے تو قصاص کا حق بائع کے واسطے ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک بیع اختیار کرے گا تو حق قصاص مشتری کے واسطے ہے اور اگر بیع توڑ دی تو قصاص نہ ہوگا بلکہ بائع کو قیمت ملے گی اور امام محمدؒ نے بحکم استحسان فرمایا کہ دونوں صورتوں میں قیمت ملے گی اور قصاص واجب نہ ہوگا اور یہ فعل ان کے نزدیک بمنزلہ قتل خطا کے ہوایہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام خرید اور ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع نے کسی کو اُس کے قتل کر ڈالنے کا حکم کیا اور اُس نے اس کو قتل کر ڈالا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے قاتل سے قیمت لے لے اور بائع کو اُس کے دام دے دے اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے پس اگر قاتل سے قیمت کی ضمان لی تو بائع سے قتل کرنے والا کچھ رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر اس صورت مذکورہ میں بجائے غلام کے کپڑا ہو اور بائع نے کسی درزی سے کہا کہ میرے واسطے اُس کی قمیض قطع کر دے خواہ اجرت سے یا بلا اجرت تو مشتری درزی سے ضمان نہیں لے سکتا لیکن بائع سے قیمت لے لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک بکری خریدی پھر بائع نے کسی شخص کو اُس کے ذبح کرنے کا حکم دیا پس ذبح کرنے والا اگر اُس کے فروخت ہو جانے سے واقف تھا تو مشتری اُس سے ضمان لے سکتا ہے لیکن اس صورت میں اگر مشتری نے اُس سے ضمان لے لی تو وہ بائع سے کچھ نہیں لے سکتا اور اگر ذبح کرنے والا اُس کے فروخت ہونے کو نہیں جانتا تھا تو مشتری اُس سے ضمان نہیں لے سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کسی کو اپنی ایک بکری ذبح کرنے کا حکم کیا پھر ذبح ہونے سے پہلے اُس بکری کو بیچ ڈالا پھر بعد فروخت ہونے کے جس کو ذبح کرنے پر مامور کیا تھا اُس نے ذبح کر ڈالی تو مشتری ذبح کرنے والے سے ضمان لے سکتا ہے اور یہ ذبح کرنے والا اپنے حکم کرنے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اگر چہ اُس کو بیع کی خبر نہ ہوئی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور غلام کے ہاتھ کاٹنے کا جو مسئلہ مذکور ہے اس صورت میں اگر خود مشتری نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو وہ غلام پر قابض ہو جائے گا پس اگر بائع کے مشتری کو دینے سے منع کرنے سے پہلے وہ غلام بائع کے پاس اس ہاتھ کاٹنے یا اور کسی سبب سے ہلاک ہو تو مشتری پر پورا ٹخن واجب

ہوگا اور اگر بائع نے اُس کو رد کا تھا پھر ہاتھ کٹنے کی وجہ سے وہ مر گیا تو بھی مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر ہاتھ کٹنے کے سوا اور وجہ سے مر تو مشتری پر آدھے دام واجب ہوں گے اور اگر بائع نے پہلے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے دوسری طرف سے اُس کا ایک پاؤں کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونوں زخموں سے اچھا ہو گیا تو وہ غلام مشتری کو آدھے داموں پر لازم ہوگا اور مشتری کو لینے و نہ لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری نے خود پہلے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُس کا ایک پاؤں کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونوں زخموں سے اچھا ہو گیا تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو تین چوتھائی دام دے کر اُس کو لے لے اور اگر نہ لینا چاہے تو اس پر آدھے دام واجب ہوں گے اور اگر مشتری نے ثمن ادا کر دیا اور ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ خود اُس کا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا پھر بائع نے اُس کا پاؤں دوسری طرف سے کاٹ ڈالا پھر وہ اُن دونوں زخموں سے اچھا ہو گیا تو بلا اختیار غلام مشتری کو لازم ہوگا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور ہنوز ثمن ادا نہیں کیا تھا کہ بائع نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُس کا دوسرا ہاتھ یا کٹے ہوئے ہاتھ کی طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا ☆

بائع پر اس ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی آدمی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور ثمن ادا کرنے کی صورت میں اگر بائع نے پہلے اُس کا ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے اُس کا پاؤں کاٹا تو غلام مشتری کو آدھے داموں پر لازم ہے اور آدھے دام جو اُس نے دیئے ہیں بائع سے واپس لے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب غلام اُن دونوں کے زخموں سے اچھا ہو گیا ہو اور اگر نہ اچھا ہوا اور دونوں کے اثر سے مر گیا پس اگر بائع نے پہلے اس کا ہاتھ کاٹا تھا پھر مشتری نے اُس کا پاؤں کاٹا اور اُن دونوں کی وجہ سے غلام بائع کے پاس مر گیا تو اگر مشتری نے ثمن ادا نہیں کیا تو کل ثمن کے تین آٹھویں حصہ پر مشتری کو غلام لازم ہوگا اس واسطے کہ بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے آدھا ثمن ساقط ہو گیا اور مشتری نے پاؤں کاٹ کر باقی آدھا تلف کر دیا اور چوتھائی غلام بچا ہوا دونوں کے زخموں کے اثر سے تلف ہو گیا پس یہ چوتھائی دونوں پر آدھا آدھا بانٹ دیا جائے گا اور اگر مشتری نے ثمن ادا کر دیا تھا تو مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس کر لے گا کیونکہ اُس نے پہلے آدھا غلام تلف کر دیا ہے اور آٹھواں حصہ غلام کی قیمت بھی لے گا کیونکہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد آٹھواں حصہ بائع کے زخم کے اثر سے تلف ہوا اور اگر ایسے مسئلہ میں یہ صورت واقع ہوئی کہ مشتری نے پہلے اُس کا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے تو اگر مشتری نے ثمن ادا نہیں کیا ہے تو اُس پر ثمن کے آٹھ حصوں میں سے پانچ حصہ واجب ہوں گے اور اگر ثمن ادا کر دیا تھا تو مشتری پر پورا ثمن واجب ہوگا اور بائع پر تین آٹھواں حصہ قیمت کا لازم آئے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور ہنوز ثمن ادا نہیں کیا تھا کہ بائع نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُس کا دوسرا ہاتھ یا کٹے ہوئے ہاتھ کی طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا اور وہ غلام اس صدمہ سے مر گیا تو بائع کے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مشتری کے ذمہ سے آدھا ثمن ساقط ہو گیا پھر غور کیا جائے گا کہ مشتری کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کی وجہ سے غلام میں کس قدر نقصان آیا ہے پس اگر باقی کے چار پانچویں حصہ کے قدر نقصان آیا ہے تو آدھے ثمن کا چار پانچواں حصہ مشتری پر واجب ہوگا اور باقی یعنی پانچواں حصہ دونوں کے زخموں سے تلف ہوا تو اُس کا آدھا بھی مشتری پر واجب ہوگا پس مشتری کے ذمہ کل ثمن کے دس حصوں میں سے ساڑھے چار حصہ واجب ہوں گے اور بائع کے زخم اور اُس کے اثر کی وجہ سے دس حصوں میں سے ساڑھے پانچ حصہ مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں گے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر بائع نے اولیٰ اُس کا

۱۔ قول تین آٹھواں یعنی آٹھ حصوں میں سے ثمن حصہ ۱۲۔ ۲۔ اگر کہا جائے کہ وضع مسئلہ اس صورت میں ہے کہ بائع کے پاس اثر زخم سے تلف ہوا اور بیان فرمایا کہ مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد تو میں جواب دیتا ہوں کہ قبضہ سے مراد قبضہ حکی ہے کیونکہ پاؤں کاٹ ڈالنے سے اس کا قابض ہو گیا تھا ۱۲۔ ۳۔ پانچ سے چار حصہ ۱۲۔

ہاتھ کاٹا پھر مشتری اور ایک اجنبی شخص نے مل کر دوسری طرف سے اُس کا پاؤں کاٹا اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہیں کیا تھا پھر غلام اس صدمہ سے مر گیا تو مشتری کے ذمہ ثمن کے آٹھ حصوں میں سے تین حصہ اور ایک تہائی حصہ اُس کے اور اجنبی کے زخم کی وجہ سے واجب ہوں گے اور مشتری اجنبی سے آٹھواں حصہ پورا اور ایک آٹھویں کا دو تہائی حصہ قیمت واپس لے گا اس واسطے کہ نصف غلام بائع کے زخم سے تلف ہوا پس نصف ثمن ساقط ہو گیا اور باقی کا نصف ان دونوں کے زخم سے تلف ہوا پس مشتری کے ذمہ چوتھائی ثمن عائد ہوگا اور ایک چوتھائی جو باقی ہے وہ سب کے زخم کے اثر سے تلف ہوا پس ہر ایک کے ذمہ اُس کی ایک تہائی ہوئی تو اس مسئلہ میں ایسے عدد کی ضرورت ہے جس کی چوتھائی اور اُس چوتھائی کا آدھا اور تہائی پوری نکلتی ہو اور ایسا عدد چوبیس ہے ف مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ کل ثمن کے چوبیس حصہ کر کے مشتری دس حصہ ادا کرے اور چودہ حصہ ساقط ہو جائیں گے اور مشتری اجنبی سے قیمت کے چوبیس حصوں میں سے پانچ حصہ لے اور مشتری اس قیمت میں سے اگر اس قدر کے ثمن سے زائد ہو تو کچھ صدقہ نہ کرے اس لیے کہ یہ فائدہ اُس کی ملکیت اور ضمان میں حاصل ہوا ہے اور اگر بائع اور کسی اجنبی نے مل کر پہلے ہاتھ کاٹا پھر مشتری نے دوسری طرف سے اُس کا پاؤں کاٹا اور غلام مر گیا تو مشتری کے ذمہ اُس کے زخم کرنے کی وجہ سے ثمن کی چوتھائی واجب ہوگی اور اُس کے زخم سے جان جانے کی وجہ سے آٹھویں کی دو تہائی واجب ہوگی اور مشتری اجنبی سے ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے چوتھائی قیمت لے گا اور جان جاتے رہنے کی وجہ سے آٹھویں حصہ کی دو تہائی قیمت اس کی مددگار برادری پر تین سال میں ادا کرنی واجب ہوگی پھر اجنبی پر جو واجب ہوا ہے وہ مشتری کو ملے گا اس لیے کہ مشتری نے اجنبی کے زخم کے بعد جب خود پاؤں کاٹا تو اُس نے اجنبی کا دامن گیر ہونا اختیار کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے عوض جو اجنبی سے ملے گا اگر وہ چہارم ثمن سے زیادہ ہے تو زیادتی کو صدقہ کر دے اس واسطے کہ یہ فائدہ قبضہ سے پہلے بلا ضمان چیز پر حاصل ہوا ہے اور اُس کے جان کے عوض جو کچھ لے گا اُس میں سے صدقہ نہ کرے کیونکہ یہ فائدہ اُس کی ضمانت میں حاصل ہوا ہے اس لیے کہ وہ اس وقت حادث ہوا جب بیع غلام مشتری کے ضمان میں داخل ہو گیا تھا یہ محیط سرخصی میں لکھا ہے۔

اگر مشتری اور اجنبی نے مل کر معا اُس کا ہاتھ کاٹا پھر بائع نے دوسری طرف سے اُس کا پاؤں کاٹا اور ان سب کی وجہ سے غلام مر گیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر اُس نے بیع کو اختیار کیا تو اُس کے ذمہ ثمن کے آٹھ حصوں میں سے پانچ حصہ پورے اور ایک حصہ کی تہائی واجب ہوگی اور ثمن کے آٹھ حصوں میں سے دو حصہ پورے اور ایک حصہ کی دو تہائی ساقط ہو جائے گی جو بمقابلہ بائع کے زخم اور اُس کے اثر کے ہے پھر مشتری اجنبی سے قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں حصہ کی دو تہائی لے لے گا اور زیادتی کو صدقہ نہ کرے گا اگر ہو اور اگر مشتری نے بیع تو زنا اختیار کیا تو جس قدر اُس کے زخم اور اُس کے اثر کے تلف ہونے کے مقابلہ میں ثمن کا حصہ ہے یعنی دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کی دو تہائی وہ اُس کو دینا لازم ہوگا اور باقی سب مشتری کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور بائع اجنبی سے قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کی دو تہائی لے گا اور اگر اس میں ثمن پر کچھ زیادتی ہوگی تو اُس زیادتی کو صدقہ کر دے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو شخصوں سے ایک غلام مول لیا اور ہنوز ثمن نہ دیا تھا کہ دونوں بیچنے والوں میں سے ایک نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے دوسری طرف اُس کا پاؤں کاٹ ڈالا پھر مشتری نے اُس کی ایک آنکھ پھوڑ دی اور ان سب صدموں سے غلام بائع کے قبضہ میں مر گیا پس مشتری کے ذمہ پہلے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کا آٹھواں حصہ اور ایک آٹھویں کا پانچ چھٹا حصہ واجب ہوگا اور مشتری اُس سے غلام کی قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا چھٹا حصہ لے گا جو اُس کی مددگار برادری پر تین سال میں ادا کرنا واجب ہوگا اور مشتری کے ذمہ دوسرے ہاتھ کاٹنے والے کے لیے ثمن کے وہ آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا پانچ چھٹا حصہ واجب ہوں گے اور وہ اُس کی مددگار برادری سے غلام کی قیمت کا آٹھواں حصہ اور ایک آٹھویں کا چھٹا حصہ پھیر لے گا اور جو کچھ اس کو دینا پڑا ہے اگر

اُس سے کچھ زیادہ ملے تو اُس کو صدقہ کر دے لیکن جان کے عوض جو زیادتی اُس کو ملے وہ اُس کے لیے حلال ہوگی۔ اگر دو شخصوں نے کسی ایک شخص سے غلام مول لیا پھر ایک مشتری نے اُس کا ہاتھ کاٹا پھر دوسرے نے اُس کا پاؤں کاٹا پھر بائع نے اُس کی ایک آنکھ پھوڑ دی پھر غلام ان صدقوں سے مر گیا پس اگر دونوں مشتریوں نے بیچ تو زدی تو پہلے مشتری کے ذمہ ثمن کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا چھٹا حصہ واجب ہوں گے اور دوسرے مشتری کے ذمہ ایک آٹھواں اور ایک آٹھواں کا چھٹا حصہ لازم ہوگا اور بائع پہلے مشتری سے غلام کی قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کا چھٹا حصہ لے گا اور دوسرے مشتری سے قیمت کا ایک آٹھواں حصہ اور ایک آٹھویں کا چھٹا حصہ لے گا اور اگر دونوں مشتریوں نے بیچ کو پورا کیا تو ہر ایک کے ذمہ ثمن کے تین آٹھویں حصہ اور ایک آٹھویں کی تہائی واجب ہو گی اور دوسرا کاٹنے والا پہلے کاٹنے والے سے غلام کی قیمت کے دو آٹھویں حصہ اور آٹھویں کا چھٹا حصہ پھیر لے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک غلام ایک معین روٹی کے عوض بیچا اور باہم بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ غلام روٹی کھا گیا تو بائع نے اپنا پورا ثمن پالیا اس واسطے کہ جو خطا غلام سے بائع کے قبضہ میں ہو اُس کا بائع ضامن ہے ☆

ایک شخص نے دو بکریاں خریدیں اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک بکری نے دوسری کے سینک مارا اور وہ مر گئی پس مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باقی بکری کو اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے پھوڑ دے اور اسی طرح اگر کسی نے ایک گدھا اور کچھ جو مول لیے اور قبضہ کرنے سے پہلے گدھا جو کھا گیا تو بھی گدھے کو چاہے اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے کیونکہ سینک مارنے والے جانوروں کا فعل باطل ہوتا ہے تو گویا دوسری بکری آسمانی آفت سے ہلاک ہوئی۔ اگر کسی شخص نے دو غلام خریدے اور مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا تو مشتری کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے ثمن میں لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے اور اسی طرح اگر ایک غلام اور کھانا خریدے پھر قبضہ کرنے سے پہلے غلام وہ کھانا کھا گیا تو بھی ثمن سے کچھ سا قطنہ ہوگا اس واسطے کہ آدمی کا فعل معتبر ہوتا ہے۔ پس مشتری پہلے کے فعل سے تلف ہونے والی چیز کا قابض شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ایسی صورت میں اگر ایک غلام اپنی موت سے مر گیا تو باقی کو اگر چاہے تو اُس کے ثمن کے حصہ کے عوض لے لے اور اگر وہ چوپائے مول لے اور قبضہ کرنے سے پہلے ان دونوں میں سے ایک مر گیا تو باقی کو اگر مشتری چاہے تو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو ترک کر دے اور جامع میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے ایک باندی خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے اُس کے بچہ پیدا ہوا پھر اُس باندی اور لڑکے میں سے کسی ایک نے دوسرے کو قتل کر ڈالا تو باقی کو پورے ثمن کے عوض اگر مشتری چاہے تو لے لے اور اگر چاہے ترک کر دے اور اگر اُس نے لے لیا پھر اُس میں کوئی عیب پایا تو پورے ثمن پر اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام ایک معین روٹی کے عوض بیچا اور باہم بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ غلام روٹی کھا گیا تو بائع نے اپنا پورا ثمن پالیا اس واسطے کہ جو خطا غلام سے بائع کے قبضہ میں ہو اُس کا بائع ضامن ہے اور اگر کسی قدر معین جو کے عوض ایک گدھا بیچا اور بائع اور مشتری نے ہنوز قبضہ نہ کیا تھا کہ گدھا جو کھا گیا تو بیچ بیخ ہو جائے گی اور بائع اپنا پورا ثمن

پانے والا شمار نہ ہوگا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ولوالجیہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی سے ایک باندی خریدی اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مشتری نے اُس سے واپسی کی پھر بائع نے ثمن کے واسطے باندی کو روک لیا اور باندی اُس کے پاس مرگئی تو بالاتفاق مشتری پر غقر واجب نہ ہوگا یہی مختار ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔

جہنمی فصل ☆

اس بیان میں کہ دونوں عقد کرنے والوں کو بیع اور ثمن کے سپرد کرنے میں کیا موانع

برداشت کرنا لازم ہے؟

اصل یہ ہے کہ مطلق عقد اس بات کو چاہتا ہے کہ وقت عقد کے جس پر عقد ہوا ہے وہ شے جہاں موجود تھی وہیں سپرد کی جائے اور یہ نہیں چاہتا کہ جس جگہ عقد ہوا ہے وہاں سپرد کی جائے اور ہم لوگوں کا ظاہر مذہب یہی ہے یہاں تک کہ اگر مشتری نے گیسوں خریدے اور مشتری شہر میں موجود تھا اور گیسوں سوا شہر میں تھے تو بائع پر ان کا سوا شہر میں سپرد کرنا واجب ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گیسوں بالیوں کے اندر خریدے تو بائع پر ان کو کنوا کر دینا اور نہ صاف کر کے مشتری کو دینا واجب ہے یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور بھوسہ بائع کا ہوگا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر گیسوں ناپ کے حساب سے خریدے تو اُن کا ناپ بائع کے ذمہ ہے اور مشتری کے برتن میں بھرت دینا بھی بائع کے ذمہ ہے یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی عقد سے مشک میں پانی خریدتا تو پانی کا بھر دینا عقد کے ذمہ ہے اور ایسے باب میں رواج معتبر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جو مقداری چیزیں کہ ان کو بالقطع فروخت کیا جیسے چھوہارے یا انگور یا لہسن یا گاجر تو اُن کا اکھاڑنا اور کاٹنا مشتری کے ذمہ ہے اور مشتری صرف روک اٹھا دینے سے قابض ہو جائے گا اور اگر ناپ یا تول دینے کی شرط کی تو اُس کا کاٹنا یا اکھاڑنا بائع کے ذمہ ہے مگر اس صورت میں کہ بائع خبر دے کہ یہ چیز وزن میں اس قدر ہے پس اس صورت میں یا مشتری اُس کی تصدیق کرے گا تو وزن کرنے کی حاجت نہ ہوگی یا تکذیب کرے گا تو خود تول لے گا اور صحیح اور مختار یہ ہے کہ وزن بالکل بائع پر ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ مثلی میں مذکور ہے کہ اگر ایک کشتی میں سے گیسوں خریدے تو کشتی سے باہر لانا مشتری کے ذمہ ہے اور اگر کسی گھر میں سے خریدے تو دروازہ کھولنا بائع کے ذمہ اور گھر سے باہر لانا مشتری کے ذمہ ہے۔ اسی طرح اگر کچھ گیسوں یا کپڑے جو تھیلے میں بھرے ہوئے تھے پیچے اور تھیلے کو نہ پہنچا تو تھیلے کو کھولنا بائع کے ذمہ اور تھیلے سے باہر نکالنا مشتری کے ذمہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بائع نے ناپ یا تول یا گزروں کی ناپ یا گنتی کی چیز فروخت کی تو ناپنے والے اور تولنے والے اور گزروں سے ناپنے والے اور شمار کرنے والے کی اجرت بائع کے ذمہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اور ثمن تولنے والے کی اجرت مشتری پر ہے اور یہی قول مختار ہے یہ جوہر اخلاطی میں لکھا ہے اور ثمن پر کھنے والے کی اجرت بائع کے ذمہ ہے اگر مشتری ثمن کھرے ہونے کا دعویٰ کرے اور صحیح یہ ہے کہ ہر صورت میں یہ اجرت مشتری کے ذمہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے اور یہی ظاہر روایت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور پر کھنے والے کی اجرت مشتری کے ذمہ ہونا اُس وقت تک ہے کہ بائع نے قبضہ نہ کیا ہو یہی صحیح ہے اور بعد قبضہ کرنے کے بائع کے ذمہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

۱۔ کیونکہ جانوروں کا نقل معتبر نہیں ہے ۱۲۔ یعنی کون وغیرہ جس میں باندھ لائے ۱۳۔ بالقطع مثلاً مولیٰ یا گاجر کا کمیت پچاس روپیہ کو خرید لیا اور کچھ مقدار بیان نہ ہوئی ۱۴۔ ہر صورت میں خواہ بائع خبر دے یا نہیں ۱۵۔

اگر کسی نے اس شرط پر کوئی چیز مول لی کہ اس کو میرے گھر میں ادا کرے تو جائز ہے مگر امام محمدؒ اس میں خلاف کرتے ہیں اور اگر کچھ لکڑیاں کسی گاؤں میں خریدیں اور خرید کے ساتھ ہی ملا کر کہا کہ اس کو میرے گھر پہنچا دے تو بیع فاسد نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر ایک گٹھا لکڑی کا خریدتا تو بائع پر رواج کے موافق لازم ہے کہ اس کو مشتری کے گھر پہنچا دے اور صلح النوازل میں محمد ابن سلمہ سے روایت ہے کہ جو چیزیں جو پایوں کی پیٹھ پر لدی ہوئی فروخت ہوتی ہیں جیسے لکڑی یا کوئلہ وغیرہ ایسی چیزوں کو اگر بائع مشتری کے گھر پہنچا دینے سے انکار کرے تو وہ پہنچا دینے پر مجبور کیا جائے گا اسی طرح اگر چوپائے کی پشت پر لدے ہوئے گیسوں خریدے ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر گیسوں کی ڈبیری اس شرط پر خریدی کہ اس کو مشتری کے مکان میں پہنچا دے تو بیع فاسد ہو جائے گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر بکریوں کی پٹم ایک بچھونے کے اندر بھری ہوئی خریدی اور بائع نے بچھونے اُدھڑنے سے انکار کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کے اُدھڑنے میں کچھ ضرر ہو اور دوسرے یہ کہ کچھ ضرر نہ ہو پس پہلی صورت میں اس پر جبر نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ عقد بیع کی وجہ سے ضرر برداشت کرنا لازم نہیں ہے اور دوسری صورت میں اس پر جبر کیا جائے گا لیکن اُسی قدر کہ جس سے مشتری دیکھ سکتا ہو پس اگر مشتری اس کے لینے پر راضی ہو جائے تو بائع تمام اُدھڑنے پر مجبور کیا جائے گا یہ واقعات حسامیہ میں مذکور ہے اور نصاب میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک وار خرید اور بائع سے اس خریدنے پر نوشتہ طلب کیا اور بائع نے اس سے انکار کیا تو بائع اس بات پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر مشتری نے اپنے مال سے نوشتہ لکھوایا اور بائع سے گواہی کرادی کہ اس نے اس سے انکار کیا تو بائع کو حکم کیا جائے گا کہ دو گواہوں کی گواہیاں کرادے یہی مختار ہے کیونکہ مشتری گواہی کا محتاج ہے لیکن یہ حکم بائع کو اس وقت کیا جائے گا کہ جب مشتری دو گواہ بائع کے پاس لائے جن کو بیع پر گواہ کر دے اور بائع کو گواہوں کی طرف نکلنے کی تکلیف نہ دی جائے گی یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے انکار کیا تو مشتری اس امر کو قاضی کے سامنے پیش کرے گا پس اگر قاضی کے سامنے بائع نے اس بیع کا اقرار کیا تو قاضی مشتری کیلئے ایک نوشتہ لکھ کر اس پر گواہی کرادے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اسی طرح بائع قدیمی نوشتہ کو مشتری کے حوالے کر دینے پر بھی مجبور نہ کیا جائے گا یہ وجہ کروری میں لکھا ہے لیکن بائع کو حکم کیا جائے گا کہ قدیمی نوشتہ حاضر کرے تاکہ مشتری اس سے ایک نقل لے لے کہ وہ مشتری کے پاس سند ہے اور پہلا نوشتہ بائع کے پاس بھی سند ہے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ پس اگر بائع نے پہلا نوشتہ کہ جس سے مشتری نقل کرنا چاہتا تھا پیش کرنے سے انکار کیا تو فقیہ ابو جعفرؒ نے ایسی باتوں میں فرمایا کہ وہ مجبور کیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

باب بانہو (۱۶):

ان چیزوں کے بیان میں کہ جو بدوں صریح ذکر کرنے کے بیچ میں داخل ہو جاتی ہیں اور جو نہیں داخل ہوتی ہیں

اس باب میں تین فصلیں ہیں

فصل اول:

دار وغیرہ کی بیع میں جو چیزیں داخل ہوتی ہیں اُن کا بیان

فہم واضح ہو کہ دار بمعنی گھر کے ہے جس کو فارسی میں سرانے کہتے ہیں اور وہ عربی محاورہ میں منزل اور بیت کو شامل ہو سکتا

۱۔ بائع نکل کر بلالے ۱۲۔ ۲۔ واضح ہو بنا اس کی دو قاعدہ پر ہے۔ اول یہ کہ جو اسم بیع کو مر فاشاں ہو جیسے عمارت کہ گھر کو شامل ہے وہ بغیر ذکر صریح داخل ہو جاتا ہے۔ دوسرا اس طرح بیع سے متصل ہو کہ جو عاذاً اس طرح نہیں بتائی جاتی ہے کتا دی اس کو اکھاڑا لے وہ بھی داخل ہو جاتی ہے ۱۱۔

اور منزل اُترنے کی جگہ کو کہتے ہیں جس میں چند بیت ہوں اور بیت ایسی عمارت کو بولتے ہیں جس کی چار دیواری اور چھت اور دروازہ ہو اور یہ محاورہ عرب کا ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسی منزل خریدی کہ جس کے اوپر بھی ایک منزل ہے تو اوپر والی اُس کی ملک نہ ہوگی مگر اُس صورت میں کہ خریدتے وقت یہ کہا کہ میں نے ہر حق کے ساتھ جو اُس کو ثابت ہے خریدی یا کہا کہ اپنے مرافق یعنی نفع دینے والی چیزوں کے ساتھ خریدی یا کہا کہ ہر قلیل و کثیر کے ساتھ کہ جو اُس میں ہے یا اُس سے ہے خریدی تو داخل ہو جائے گی اور دار کی بیچ میں بالا خانہ داخل ہو جاتا ہے اگرچہ ہر حق کا یا جو الفاظ مثل اس کے ہیں ذکر نہ کیا ہو جیسا کہ بدو ن ذکر ہر حق و اس کی مثل کے نیچے کا مکان داخل ہو جاتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر ایک بیت خریدے تو اُس کا بالا خانہ داخل نہ ہوگا اگرچہ تمام حقوق کے ساتھ خریدے ہو تا وقتیکہ صریح طور پر بالا خانہ کا ذکر نہ آئے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر اُس پر بالا خانہ نہ ہو تو اُس کو بتا لینے کا اختیار ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم جدا جدا اس تفصیل کے ساتھ اہل کوفہ کے رواج کے موافق ہے اور ہمارے رواج کے موافق سب صورتوں میں بالا خانہ داخل ہو جائے گا خواہ بیت کے نام سے فروخت کرے یا منزل یا دار کا نام لے اس لیے کہ ہمارے محاورہ میں ہر مسکن کو خانہ کہتے ہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو سوائے بادشاہی گھر کے کہ وہ البتہ محل سرائے کہلاتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے ف امید ہے کہ اُردو محاورہ کے موافق مکان اور کوٹھا اور دالان وغیرہ محاورہ عرب کے موافق علیحدہ علیحدہ حکم پر شامل نہ ہو واللہ علیم اور جناح دار بیچ میں داخل ہو جاتا ہے یہ نیا بیچ میں لکھا ہے اور ظلمہ جو راستہ پر ہوتا ہے پس وہ یا بطور چھت کے کہ جس کا ایک کنارہ اس مکان کی دیوار پر ہو اور دوسرا کنارہ دوسرے مکان کی دیوار پر وہ مکان سے باہر ستونوں پر بنایا جاتا ہے گھر کی بیچ میں داخل نہیں ہوتا ہے مگر جب کہ ہر حق کے ساتھ خریدے جائے اور یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر اُس سا بنان کی راہ اس دار کی طرف ہو تو بیچ میں داخل ہو جائے گا اگرچہ تمام حقوق کا ذکر نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر اُس کی راہ مکان کی جانب ہو تو بیچ میں داخل ہو جائے گا بشرطیکہ حقوق یا مرافق کا ذکر کیا ہے اور اگر اُس کی راہ مکان کی جانب نہیں ہے تو داخل نہ ہوگا اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر بالا خانہ بنا ہوا ہو تو اُسکی بیچ بدو ن نیچے کے مکان کے جائز ہے اور اگر بنا ہوا نہیں تو جائز نہیں ☆

اگر کسی شخص نے کوئی دار فروخت کیا تو اُس کی عمارت بیچ میں داخل ہو جائے گی اگرچہ نام بنام نہ بیان کی جائے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر کوئی بیت کسی دار کے اندر خریدے تو اُس کا خاص راستہ اور پانی بننے کی سوری بدو ن ذکر کے داخل نہ ہوگی اور اگر اُس کو مع حقوق و مرافق خریدے تو داخل ہو جائے گی یہی اصح ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک منزل یا مسکن کسی دار میں سے خریدے تو اُس کا کوئی خاص راستہ اس دار میں سے منزل یا مسکن تک مشتری کے واسطے نہ ہوگا مگر اُس صورت میں کہ اُس کو ہر حق و مرافق کے ساتھ خریدے یا ہر قلیل و کثیر کا لفظ کہے تو البتہ اُس کو راستہ ملے گا اور یہی حال پانی بننے کی سوری کا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک دار خریدے تو اُس کا خاص راستہ بدو ن ذکر کے بیچ میں داخل نہ ہوگا اور اگر دار بیچا اور اُس کے حقوق و مرافق کا ذکر کیا یا مع قلیل و کثیر کے جو اس میں داخل ہے اور اس سے خارج ہے فردخت کیا تو خاص راستہ داخل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور واضح ہو کہ راستہ تین طرح کے ہوتے ہیں ایک سب سے بڑے راستہ کی طرف کا راستہ اور دوسرا وہ کہ ایک کوچہ غیر نافذہ تک ہو اور تیسرا وہ خاص راستہ جو کسی انسان کی ملک ہو پس خاص راستہ کو اگر صریح طور پر یا حقوق و مرافق کے طور پر ذکر نہ کیا ہو تو بیچ میں داخل نہ ہوگا اور باقی دونوں راستہ بدو ن ذکر کے بیچ میں داخل ہو جاتے ہیں اور اسی طرح پانی بننے کی سوری کا حق جو خاص ملک میں ہو یہی حکم ہے اور کسی ملکیت خاص میں برف ڈالنے کا حق بھی بیچ میں بدو ن ذکر کے داخل نہیں ہوتا مگر جب کہ صراحت ذکر کرے یا حقوق و مرافق میں شامل

کر لے یہ محیط میں لکھا ہے۔ شرب یعنی سینچنے کا حق اور گزرگاہ کے واسطے ٹمن میں سے ایک حصہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی نے ایک دارمچ گزرگاہ کے بیچا پھر گزرگاہ کے سوا اُس دارمچ کوئی شخص مستحق ہوا تو ٹمن وارو گزرگاہ پر تقسیم ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے اور جب خاص راستہ بیچ میں داخل نہ ہو اور اُس کی کوئی راہ بڑے راستہ تک نہیں ہے تو مشتری کو بیچ واپس کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ مشتری بیچ کے وقت اس حال سے واقف نہ ہو یہ وجہ کر دری میں لکھا ہے اور اگر بیت میں کوئی دروازہ رکھا ہوا ہے تو وہ بیت کی بیچ میں بدون ذکر کے داخل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور لکڑی اور بھوسہ کہ جو بیت میں رکھا ہو بدون شرط کے بیچ میں داخل نہیں ہوتا ہے یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اگر بالا خانہ بنا ہوا ہو تو اُس کی بیچ بدون نیچے کے مکان کے جائز ہے اور اگر بنا ہوا نہیں ہے تو جائز نہیں ہے پھر پہلی صورت میں اُس کا خاص راستہ جو دارمچ میں ہے بدون حقوق و مرافق ذکر کرنے کے بیچ میں داخل نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور نیچے کے مکان کی چھت اُس کے مالک کی ہوگی مگر مشتری کو اُس کے اوپر رہنے کا حق حاصل ہوگا اور اسی طرح اگر یہ بالا خانہ گر پڑے تو مشتری کو پہنچتا ہے کہ اُس پر بالا خانہ مثل پہلے بالا خانہ کے بنائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر نیچے کا مکان بیچا خواہ اُس کی عمارت بنی ہوئی ہو یا گر گئی ہو اُس کی بیچ دونوں صورتوں میں جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی منزل کا بالا خانہ خرید اور اُس سے راستہ کا استثنیٰ کیا تو صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر ایک دارمچ اور حقوق و مرافق کا یا ہر قلیل و کثیر کا ذکر نہ کیا تو جو کچھ اُس میں ہے بیت اور منزلیں اور بالا خانہ اور نیچے کے مکان اور کل وہ چیزیں جو اُس کے حدود و اربعہ کے اندر موجود ہیں از قسم ہاوردی خانہ اور تنور اور پائخانہ وغیرہ سب بیچ میں داخل ہو جائیں گے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور دارمچ کی بیچ میں خرچ اور اصطلیل اور کنواں داخل ہو جاتا ہے خواہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر دارمچ سے کوئی منزل یا بیت فروخت کیا تو یہ چیزیں بدون ذکر کے داخل نہ ہوں گی اور یہ حکم اُس وقت تک ہے کہ جب اصطلیل وغیرہ دارمچ کے اندر داخل ہوں اور اگر کسی دوسرے گھر کے اندر جو اس سے متصل ہے ہو یا تو بدون ذکر کے داخل نہ ہوں گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کوئی بیت بیچا تو بیت ایسی عمارت کو کہتے ہیں کہ جس کی چھت ہو اور اس میں دروازہ لگا ہو پس اُس کی دیواریں اور چھت اور دروازہ داخل ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور قریباً حکم دارمچ کے مانند ہے پس اگر قریبہ یا دارمچ کوئی دروازہ یا گچ یا لکڑیاں یا کچی اینٹیں رکھی ہوئی ہوں تو اس میں سے کوئی چیز بیچ میں داخل نہ ہوگی اگر چہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا جائے اور اسی طرح اگر دارمچ کی بیچ میں ہر قلیل و کثیر کہ جو اُس میں ہے یا اُس سے ہے ذکر کیا تو بھی ان چیزوں میں سے جو مذکور ہوئیں کوئی چیز بیچ میں داخل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک دارمچ کا جس کا پہلے کوئی راستہ تھا کہ اس کو اُس کے مالک نے بند کر کے اُس کا دوسرا راستہ نکالا تھا پھر اُس دارمچ کو بیچ حقوق کے بیچ ڈالا تو مشتری کے واسطے دوسرا راستہ ہوگا اور پہلا راستہ نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے منجملہ منزل کے ایک بیت معین کو اُس کے حدود و حقوق کے ساتھ بیچا اور مشتری نے چاہا کہ منزل میں جائے اور منزل کا مالک اُس کو داخل ہونے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنا راستہ کوچہ کی طرف کھول لے پس اگر بائع نے اُس بیت کا کوئی راستہ منزل میں ہو کر بیان کر دیا تھا تو اب اُس کو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر پہلے نہیں بیان کیا تھا تو بھی بعض فقہاء کے نزدیک اُس کو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ ایک عورت کے دو حجرے تھے اور ایک حجرے کا پائخانہ دوسرے حجرے میں تھا اور اُس کا راستہ اور سرا پہلے حجرہ میں ہے پھر اُس عورت نے اُس حجرے کو کہ جس کے اندر پائخانہ ہے اور دروازہ نہیں ہے فروخت کیا پھر اس کے بعد دوسرا حجرہ کہ جس میں پائخانہ کا سرا ہے فروخت کیا اور اُس عورت نے ہر ایک کے واسطے ایک نوشتہ لکھ دیا تو اب بکر بنی نے فرمایا ہے کہ اگر پہلے نوشتہ میں اُس نے

لکھا کہ اس کے مشتری نے اس کو مع نیچے اور اوپر کے مکان کے خرید اور اس میں سے پانچ خانہ کا کہ جس کا دروازہ دوسرے حجرہ میں ہے استثناء نہ کیا تو پانچ خانہ اسی مشتری کا ہوگا اور اگر پہلے نوشتہ میں اس سے پانچ خانہ کا کہ جس کا دروازہ حجرہ میں ہے استثناء کر لیا ہے تو پہلے حجرہ کے خرید دار کو اختیار ہے کہ پانچ خانہ اپنے حجرہ سے دور کرے یا اس کی راہ بند کر دے اور دوسرے حجرہ کے خرید دار کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اپنے حجرہ کو اس کے حصہ میں لے لے ورنہ ترک کر دے بشرطیکہ اس عورت نے بیع میں پانچ خانہ کی شرط کی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ابو بکر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک عورت کے پاس دو حجرے ہیں اور ایک کا پانچ خانہ دوسرے میں ہے اور اس کا دروازہ دوسرے میں سے ہے پھر اس نے وہ حجرہ کہ جس میں پانچ خانہ کا دروازہ ہے فروخت کیا پھر اس کے بعد وہ دوسرا حجرہ فروخت کیا اور ہر ایک کے واسطے بیع نامہ لکھ دیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر پہلے نوشتہ میں یہ لکھا ہے کہ مشتری نے اس کو مع نیچے اور اوپر کے مکان کے خرید اور اس سے اس پانچ خانہ کا جو دوسرے حجرہ میں ہے استثناء نہ کیا تو پانچ خانہ جو دوسرے حجرہ میں ہے حجرہ ثانیہ کے واسطے اپنی حالت پر باقی رہے گا اور اگر پہلے نوشتہ میں اس پانچ خانہ کا کہ جو پہلے حجرہ میں ہے استثناء مذکور نہیں ہے تو دوسرے حجرہ کے خرید دار کو اختیار ہے کہ پانچ خانہ اپنے حجرے سے دور کر دے اور اگر دور نہ کیا تو اس کو راہ بند کرنے کا اختیار ہے اور دوسرا مشتری مختار ہے کہ اگر چاہے تو اپنے حجرہ کو اس کے حصہ میں لے لے ورنہ ترک کر دے اگر اس عورت نے اس کے واسطے بیع میں پانچ خانہ کی شرط کی ہو یہ تا تار خانہ میں حاوی سے منقول ہے۔ فہم یہ قول امام ابو بکر کا حاوی میں ہے اور فتاویٰ قاضی خان سے بھی نقل کیا گیا مگر وضع میں اختلاف ظاہر ہے اور نقل حاوی میں ایک نوع کا تامل ہے واللہ اعلم۔ ایک دار میں چند بیت ہیں کہ جس میں سے بعض معین کر کے مع اپنے مرافق کے فروخت کر دیے پھر بائع نے دار کا بڑا دروازہ اٹھانا چاہا اور مشتری مانع ہو تو بائع کو اس کے اٹھانے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بعض بیت اس کے حقوق سے مع اپنے مرافق کے فروخت کر دیے تھے تو بھی یہی حکم ہوگا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایسا دار بیچا کہ جس میں دوسرے کے پانی کی موری تھی اور وہ شخص گھریبچے پر راضی ہو گیا

تو فقہاء نے کہا ہے کہ رقبہ موری کا اگر اس کا تھا تو اس کو شمن میں سے حصہ ملے گا ☆

اگر کچے ہوئے دار میں بائع کے دوسرے دار یعنی گھر کا جو اس کے پہلو میں ہے کوئی راستہ یا پانی کی موری ہے اور بیع ہر حق کے ساتھ ہوئی ہے تو سب راستہ اور موری مشتری کی ہوگی اور اس کو روکنے کا اختیار ہوگا اور کچے ہوئے دار کی دیواروں سے دھنیاں اٹھالینے کا بھی بائع کو حکم کیا جائے گا اسی طرح تہ خانہ جو اس دار کے نیچے ہو مشتری کا ہوگا مگر اس صورت میں کہ بائع استثناء کر لے اور نہ استثناء کرنے میں مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر راستہ یا دھنیاں یا سرداب کسی اجنبی کا بطور واجبی حق کے ہو جیسے ملک یا اجارہ تو یہ عیب میں شمار ہوگا کیونکہ مشتری اس کو منع نہیں کر سکتا ہے پس مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر رعایت کے طور پر ہو تو مشتری کو اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ لازمی حق نہیں ہے اب اس صورت میں اگر بائع استثناء کا دعویٰ کرے تو اس کا قول معتبر رکھا جائے گا یہ تا تار خانہ میں لکھا ہے اگر ایک دار کہ جس میں باغ تھا خریدتا تو باغ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا بیع میں داخل ہو جائے گا اور اگر اس دار سے باہر ہو تو داخل نہ ہوگا اگر چہ اس کا دروازہ دار میں ہو ایسا ہی فرمایا ہے ابو سلیمان نے۔ ایک شخص نے ایسا دار بیچا کہ جس میں دوسرے کے پانی کی موری تھی اور وہ شخص گھریبچے پر راضی ہو گیا تو فقہاء نے کہا ہے کہ رقبہ موری کا اگر اس کا تھا تو اس کو شمن میں سے حصہ ملے گا اور اگر صرف پانی بہنے کا حق تھا تو اس کو شمن میں سے کچھ نہ ملے گا اور جب وہ گھر کے بکنے پر راضی ہو تو اس کا حق باطل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور عیون میں

مذکور ہے کہ اگر ایسا دار بچا کہ جس میں کوئی عمارت نہ تھی اور اُس میں ایک پانی کا کنواں اور کنوئیں میں کچھ پختہ اینٹیں جگت میں اور دیگر کنوئیں سے متصل ہیں تو سب بیچ میں داخل ہو جائیں گی اور نوازل میں مذکور ہے کہ اگر ایسا گھر بچا کہ جس میں کنواں تھا اور اُس کنوئیں پر چرخ لگا ہوا تھا اور ڈول اور رسی تھی پس اگر مع مراعات بیچا ہے تو رسی اور ڈول بیچ میں داخل ہو جائے گا کیونکہ یہ دونوں مراعات میں شمار ہیں اور اگر مراعات کا ذکر نہ کیا تو دونوں چیزیں داخل نہ ہوں گی لیکن چرخ ہر صورت میں داخل ہو جائے گا کیونکہ وہ اس سے متصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ دار کے اندر جو چیز از قسم عمارت ہو یا عمارت سے متصل ہو تو وہ بطریق تیویعت دار کے بیچ میں بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور جو چیز عمارت سے متصل نہ ہو بدون ذکر کے داخل نہیں ہوتی لیکن اگر ایسی چیزیں ہیں کہ لوگوں میں یہ بات معروف ہے کہ اُن کے دے دینے میں بائع مشتری سے بخل نہیں کیا کرتا ہے تو بلا ذکر بھی بیچ میں داخل ہو جاتی ہیں اور اسی سے ہم نے کہا کہ غلطیٰ بلا ذکر بیچ میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ عمارت سے متصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور قفل دکان و دار و بیت کا بیچ میں داخل نہیں ہوتا ہے اگرچہ بیچ کے وقت دروازہ میں قفل لگا ہو خواہ حقوق و مراعات کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور غلطیٰ کی کنجی بطور امتحان کے بیچ میں داخل ہو جاتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

قفل کی کنجی بیچ میں داخل نہیں ہوتی ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے میڑھیاں اگر جڑی ہوئی ہوں تو دار اور بیت کی بیچ میں داخل ہو جاتی ہیں اور اگر جڑی ہوئی نہ ہوں تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ داخل نہیں ہوتی ہیں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور تحت و علی حکم رکھتے ہیں جو میڑھیوں کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اجار بیچ دار میں داخل ہوتا ہے خواہ وہ ہر گلوں کا ہو یا کچی اینٹوں کا کیونکہ وہ مرکب ہے اور اجار اصل لغت میں چھت کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد وہ سترہ ہے جو چھت کے اوپر بنا ہوا ہو اور بیت کی بیچ میں مانند بالا خانہ کے یہ بھی داخل نہیں ہوتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ تنور اگر گڑا ہوا ہے تو مکان کی بیچ میں داخل ہو جاتا ہے اور اگر گڑا نہیں ہے تو داخل نہیں ہوتا ہے یہ تار خانہ میں لکھا ہے۔ عیون میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دار خرید اور اس میں اونٹ چکی ہے اور تمام حقوق و مراعات کے ساتھ خرید کیا تو یہ چکی بیچ میں داخل نہ ہوگی اور نہ اُس کی متاع مشتری کو ملے گی برخلاف اس صورت کے کہ کسی نے ایک زمین مع تمام حقوق کے فروخت کی اور اُس میں پن چکی ہے تو وہ پن چکی مشتری کو ملے گی اور اسی طرح جو چرخ اُس زمین میں لگا ہو وہ بھی اُس مشتری کا ہے اور جس بائع کا ہوتا ہے اور اُس کی لکڑیوں کا بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے چکی کا گھر مع جمع حقوق کے جو اُس کو ثابت ہیں یا ہر قلیل و کثیر کے جو اس میں ہوں مول لیا تو امام محمدؒ نے شروط میں لکھا ہے کہ اُس کے اوپر اور نیچے کے دونوں پاٹ مشتری کے ہوں گے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے آدمی و لیز اپنے شریک یا غیر کے ہاتھ بیچنا تو باہر کا نصف دروازہ بھی بیچ میں شامل ہو جائے گا یہ فقہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی پایہ لکڑی کا ساکھ کا دار میں اس طرح ہو کہ دراصل وہ عمارت میں ہے تو دار کی بیچ میں بلا ذکر شامل ہو جائے گا اور اگر دراصل عمارت میں نہیں ہے بلکہ اُس کو اٹھا کر جا بجا رکھ سکتے ہوں تو وہ بائع کا ہوگا اور یہ میڑھیوں کے مانند ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اسی طرح زنجریں اور قدیلیں جو چھت میں جڑی ہوں اُن کا بھی یہی حکم ہے یہ تار خانہ میں فتاویٰ عتابیہ سے منقول ہے۔ اگر کسی نے ایک دار مول لیا اور دروازہ میں جھکڑا ہوا بائع نے کہا میرا ہے اور مشتری نے کہا کہ میرا ہے تو اگر وہ دروازہ جڑا ہوا اور عمارت میں لگا ہوا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا خواہ مکان بائع کے پاس ہو یا مشتری کے پاس ہو اور اگر دروازہ جڑا ہوا نہیں بلکہ اُکھڑا ہوا ہے تو مکان اگر بائع کے قبضہ میں ہے تو اُس کا قول معتبر ہوگا اور اگر مشتری کے قبضہ میں ہے تو اُس کا قول مان لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

۱۔ لکھا کہ جس کے لگانے سے کھاڑ بند ہو جاتے ہیں ۱۲۔ ح فتح القدر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتر جو زمین میں گڑا ہوتا ہے قیاساً اور اوپر کا پتر احتساباً بیچ میں داخل ہو جائے گا ۱۳۔ ح چنانچہ اگر چھت میں کیلوں سے جڑی ہوں تو بیچ میں داخل ہو جائیں گی اگر علیحدہ سے لگی ہوں تو نہیں ۱۴۔

منتفی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دیوار مولیٰ تو اُسکے نیچے کی زمین بیع میں شامل ہو جائے گی ☆

منتفی میں ہے کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں نے یہ بیت اور جو اُس کے دروازہ کے اندر بند ہے تیرے ہاتھ بیچا تو جو سامان وغیرہ اُس دروازہ میں بند ہے وہ مشتری کی ملکیت نہ ہو جائے گا البتہ جو چیزیں اُس مکان کے حقوق میں سے ہوں گی وہ ملیں گی پس ہائع کا یہ قول صرف حقوق کے متنی میں لیا جائے گا اور ہشام نے کہا کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ مکان اور جو کچھ اس میں ہے بیچا تو اُس کا کیا حکم ہے انہوں نے فرمایا کہ اس صورت میں بھی جو چیزیں اُس مکان کے حقوق میں ہیں وہی شامل ہوں گی اور اگر کہا کہ اس مکان اور اُس کی متاع پر بیع قرار دیتا ہوں تو یہ جائز ہے اور اس صورت میں وہ متاع بھی شامل ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور نوازل میں ہے کہ امام ابو بکرؒ سے کسی نے سوال کیا کہ کسی شخص کے پاس دو مکان ہیں اور ایک مکان کے نیچے تہہ خانہ ہے کہ اُس کا دروازہ دوسرے مکان میں ہے پس اُس شخص نے پہلے وہ مکان کہ جس میں تہہ خانہ کا دروازہ ہے فروخت کیا پھر اس کے بعد دوسرا مکان بیچا انہوں نے فرمایا کہ تہہ خانہ اُس مشتری کی ملکیت ہوگا کہ جس کے مکان میں اُس کا دروازہ ہے اور اگر وہ مکان کہ جس کے نیچے تہہ خانہ ہے پہلے بیچا پھر دوسرا مکان بیچا تو تہہ خانہ اُس کا نہ ہوگا کہ جس کے مکان میں اُس کا دروازہ ہے شیخ ابولہرؒ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی نے ایک مکان خریدا کہ جس میں ایک تہہ خانہ ہے اور اُس کا دروازہ اس خریدار کے گھر کی طرف ہے اور اسل اُس کا پڑوسی کے گھر کی طرف ہے یا ایک پائخانہ اسی طرح کا ہے پس اس مشتری اور پڑوسی میں باہم جھگڑا ہوا تو بیع کس کو ملنی چاہیے انہوں نے فرمایا کہ تہہ خانہ اُس کا ہے کہ جس کی طرف اُس کا دروازہ ہے لیکن اگر پڑوسی نے گواہ قائم کیے تو قاضی اُس کو دلا دے گا اور اس صورت میں اگر مشتری نے اُس مکان کو مع حقوق کے خریدا تھا تو اس کو اختیار ہے کہ ہائع سے اُس قدر زمین کہ جو اس تہہ خانہ کے حصہ میں آئے پھیر لے یہ تا تار خانہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے دو مکان ایک کو چہ غیر نافذہ میں تھے کہ ہر ایک میں اُس نے ایک ایک شخص کو ساکن کیا پس اُن دونوں رہنے والوں میں سے ایک نے ایک ساتبان بنایا جس کی ایک لکڑی اُس مکان کی دیوار پر رکھی کہ جس میں عود رہتا ہے اور دوسری طرف دوسرے مکان کی دیوار پر رکھی کہ جس میں دوسرا شخص رہتا ہے اور ساتبان کا دروازہ صرف اپنی ہی طرف رکھا اور مالک مکان کو یہ حال معلوم ہے پھر اُس ساتبان بنانے والے نے مالک مکان سے اُس مکان کے خریدنے کی درخواست کی اور مالک مکان نے وہ مکان مع حقوق و مرافق کے اُس کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر دوسرے مکان میں رہنے والے نے اُس مکان کی کہ جس میں رہتا تھا مع حقوق و مرافق کے بیع کرنے کی درخواست کی اور مالک نے اُس کے ہاتھ بھی فروخت کر دیا پھر دونوں مشتریوں میں جھگڑا ہوا اور دوسرے مشتری نے چاہا کہ اُس ساتبان کی لکڑی کو اپنی دیوار سے دور کر دے تو اُس کو یہ اختیار حاصل ہے یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے منتفی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک دیوار مولیٰ تو اُس کے نیچے کی زمین بیع میں شامل ہو جائے گی اور یہ مسئلہ تحفہ میں بدون اختلاف ذکر کرنے کے اسی طرح مذکور ہے مگر محیط میں اس کو امام محمد اور حسن ابن زیاد کا قول بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک وہ زمین بیع میں داخل نہیں ہوتی ہے لیکن اُس کی نحو کو بعض نے کہا کہ ہو جب ظاہر مذہب امام ابو یوسف کے داخل ہو جاتی ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک مکان یا ایک دکان مولیٰ اور اُس کی دیوار گر گئی اور اس میں سے کچھ سیسہ یا سال یا اور قسم کی لکڑی نکلی تو لکڑی اگر عمارت کی لکڑی ہے جیسے کہ اکثر دار کے نیچے رکھی جاتی ہے تاکہ اُس پر بنیاد قائم کی جائے جس کو فارسی میں شخ بولتے ہیں تو وہ

مشتري کی ملکیت ہے اور اگر بطور ودیعت رکھی تھی تو بائع کی ملکیت ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ اگر کسی نے ایک دکان بیچی تو دکان کے تحت بیع میں داخل ہو جائیں گے خواہ دکان مع مرافق بیچی ہو یا مع مرافق نہ بیچی ہو یہی بخار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر دکان کے سامنے کوئی سائبان ہے جیسا کہ بازاروں میں ہوتا ہے پس اگر مرافق کا ذکر کیا ہو تو بیع میں داخل ہوگا ورنہ ہوگا یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اگر لوہار نے اپنی دکان بیچی تو اس کی بھی بیع میں داخل ہو جائے گی اگرچہ مرافق کا ذکر نہ کیا ہو اور سنار کی بھی بیع میں داخل نہیں ہوتی اگرچہ مرافق کا ذکر کیا ہو اس واسطے کہ لوہار کی بھی اس کی دکان میں مرکب و متصل ہوتی ہے اور سنار کی بھی جدا ہوتی ہے اور لوہار کی دھوکنی جس سے وہ پھوکتا ہے بیع میں داخل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور وہ کانے کی دیگ جس میں ستودالوں کے گہوں پکائے جاتے ہیں یا رنگریزوں کا رنگ اُبالا جاتا ہے یا کندہ گردن کے کپڑے اس میں رکھے جاتے ہوں بائع کی ملکیت ہوتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کندہ گر کی لکڑی جس پر وہ کپڑا کوٹتا ہے بیع میں داخل نہیں ہے اگرچہ مرافق کا ذکر کیا ہو اور ستو بتانے والے کا وہ برتن جس میں وہ بھونتا ہے اگر لوہے یا کانے کا ہو تو بائع کا ہوگا اگرچہ دکان کی عمارت میں لگا ہوا ہوئے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر مٹی کا ہو تو بیع میں داخل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور جو صندوق عمارت میں رکھا گیا ہے اور دھو بی اور تیلی کے ظروف اور خم اور منکے جو زمین میں گڑے اور عمارت میں لگے ہوں بیع میں داخل نہیں ہوتے ہیں اور یہ چیزیں گھر کی متاع اور حقوق میں سے نہیں ہیں اور دکان کی بیع میں ایسے مسئلوں میں حقوق و مرافق کا ذکر کرنا یا نہ کرنا یکساں ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے

ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو درخت ایندھن وغیرہ کے واسطے کاٹ لینے کی غرض سے لگایا جاتا ہے وہ بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ بمنزلہ کھیتی کے ہے ☆

حمام کے فروخت کرنے میں پیالے اور فنجات کے داخل نہیں ہوتے اگرچہ مرافق کا ذکر ہی کیوں نہ کیا ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور چراغ اور ڈول جو حمام میں ہو بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امام سید ابوالقاسم نے فرمایا کہ ہمارے عرف کے موافق مشتری کو ملے گا یہ حکم الفتاویٰ میں ہے اور دیکھیں حمام کی بیع میں بدوں ذکر کرنے کے داخل ہو جاتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور حادی میں مذکور ہے کہ امام ابو بکر سے سوال کیا گیا کہ حمام کی بیع میں کیا اس کے چراغ داخل ہو جاتے ہیں فرمایا کہ نہیں کذا فی التارخانیہ۔

دوسری فصل ☆

اُن چیزوں کے بیان میں جو زمین اور تاک کی بیع میں داخل ہو جاتی ہیں

اگر کوئی زمین یا تاک انکو فروخت کیا اور حقوق و مرافق اور قلیل کثیر کا ذکر نہ کیا تو بیع کے تحت میں وہ کل چیزیں جو ہمیشہ کے واسطے اس میں رکھی گئی ہیں جیسے پودے یا درخت و عمارات وغیرہ داخل ہو جائیں گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ درخت

۱۔ قولہ کانے خواہ کانسہ ہو یا پھل دانا ہو کچھ فرق نہیں ہے ۱۲۔ یہ لفظ معرب ہے معنی پشت ۱۳۔ ظاہر امر ادیب ہے کہ چراغ کسی قیمتی چیز کے ہوں نہ مٹی کے یا نہ کہا جائے کہ شیخ نے موافق قیاس کے جواب دیا ہے واللہ اعلم ۱۴۔ اصل میں کرم ہے اور قنطاری نے لکھا ہے کہ کرم انکو رکاب یا جس کے گرد چار دیواری ہو لیکن اطلاق کرم مطلق بھی ہے کما فی اللہ رب العزت اکرم قلب المؤمن ۱۵۔

زمین کی بیع میں بلا ذکر داخل ہو جاتا ہے لیکن امام نے پھل دار اور بے پھل اور چھوٹے بڑے کی تفصیل نہیں فرمائی اور صحیح یہ ہے کہ سب بدوں ذکر کے داخل ہو جاتے ہیں یہ فتاویٰ مغربی میں لکھا ہے۔ خواہ وہ ایندھن کے واسطے ہوں یا اور کسی غرض سے اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں مذکور ہے اور خشک درخت شامل نہیں ہوتے ہیں کیونکہ وہ قطع کی حالت میں ہیں پس وہ بمنزلہ ایسے ایندھن کے ہیں کہ جوز میں رکھا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور فتاویٰ مغربی میں مذکور ہے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ جو درخت ایندھن وغیرہ کے واسطے کاٹ لینے کی غرض سے لگایا جاتا ہے وہ بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ بمنزلہ کھیتی کے ہے اتنی اور کھیتی اور پھل احتساباً بیع میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر اس صورت میں کہ مشتری شرط کر لے یہ ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر کوئی زمین مع مراعاتی فروخت کی تو کھیتی اور پھل ظاہر روایت کے موافق بیع میں داخل نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ میں نے ہر قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس میں یا اس سے اس کے حقوق و مراعات میں سے ہے فروخت کیا تو بھی یہ دونوں چیزیں داخل نہ ہوں گی اور اگر حقوق و مراعات کا بیان نہ کیا ہو تو داخل ہو جائیں گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور منٹگی میں مذکور ہے کہ اگر کہا کہ میں نے ہر قلیل و کثیر کے ساتھ جو اس میں موجود ہے فروخت کیا تو جو کچھ اس میں کھیتی اور ترکاری اور پھول وغیرہ ہیں سب داخل ہو جائیں گے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

زمین کی بیع میں وہ چیزیں جو اس میں رکھی ہوئی ہیں جیسے ٹوٹے ہوئے پھل اور کٹی ہوئی کھیتی اور ایندھن یا کچی اینٹیں داخل نہیں ہوں گی لیکن اگر ان کی صریح شرط کر لی جائے تو داخل ہو جائیں گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین فروخت کی کہ جس میں قبریں ہیں تو قبروں کے سوا باقی زمین کی بیع جائز ہے اور جس جگہ کھیتی کاٹ کر ڈالی جاتی ہے وہ زمین کے مراعات میں شمار نہیں ہے اس لیے مراعات کے ذکر کرنے سے بیع میں شامل نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور جب کوئی زمین یا تاک انگوٹھ فروخت کیا اور کہا کہ میں نے سب حقوق کے ساتھ یا تمام مراعات کے ساتھ بیچا تو حقوق و مراعات کے ذکر سے وہ چیزیں جو بدوں ان کے ذکر کے داخل نہ تھیں داخل ہو جائیں گی اور وہ سیراب کرنے کا پانی اور پانی کی نالی اور باغ کا خاص راستہ ہے یہ نیا بیع میں لکھا ہے۔ اگر خرما کا درخت اس کے راستہ زمین کے ساتھ خرید کیا اور راستہ کا موقع بیان نہ ہوا اور اس درخت کا کوئی خاص راستہ کسی طرف کو معروف نہیں ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ بیع جائز ہوگی اور اس درخت کا راستہ جس طرف سے چاہے مقرر کر لے کیونکہ اس میں تفاوت نہیں ہوتا ہے اور اگر تفاوت ہو تو بیع جائز نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ شہوت اور آس کی پتی اور زعفران اور گلاب کی پتیاں بمنزلہ پھلوں کے ہوتی ہیں اور درخت ان کے بمنزلہ خرما کے درخت کے ہیں یہ تبیین میں لکھا ہے کہ کسی نے ایک زمین بیچی کہ جس میں کپاس تھی تو وہ بلا ذکر بیع میں داخل نہ ہوگی کیونکہ وہ بمنزلہ پھل کے ہے اور اصل قطن کی نسبت فقہانے فرمایا ہے کہ وہ بھی داخل نہیں ہوتی اور یہی صحیح ہے اور بیگن کے درخت بدوں ذکر کے زمین کی بیع میں داخل نہیں ہوتے یہ حاکم احمد سمرقندی نے ذکر کیا ہے کذا فی الظہیر یہ اور جھاڑ اور بید کے درخت بیع میں داخل ہو جاتے ہیں اور ایسے ہی جنگلی درخت اور ان درختوں کا جو ساق دار ہیں یہی حکم ہے اور امام فضل نے بید کے درخت کی پیڑی کو پھلوں کے مانند گردانا ہے خواہ وہ کانٹے کے لائق ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر شہوت کے درخت خریدے تو ان کے پتے بلا شرط بیع میں داخل نہیں ہوتے یہ فتاویٰ مغربی میں لکھا ہے۔ اگر کسی زمین میں گندنا تھا اور وہ زمین فروخت کر دی مگر گندنے کا کچھ ذکر نہ آیا تو جو گندنا زمین کے اوپر ہے وہ اس طرح بیع میں داخل نہ ہوگا اور جو زمین کے اندر پوشیدہ ہے وہ صحیح قول کے موافق داخل ہو جائے گا کیونکہ وہ برسوں باقی رہتا ہے تو بمنزلہ درختوں کے ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کٹ یعنی اسپست اور رطبہ جو زمین کے اوپر ہو بلا ذکر بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے جیسے کھیتی اور پھل شامل نہیں ہوتے ہیں اور

اُن چیزوں کے اصول یعنی جو زمین کے اندر پوشیدہ ہیں اُس کی نسبت بعض فقہانے فرمایا کہ داخل نہ ہوں گے کیونکہ اُن کے تمام ہو جانے کی مدت لوگوں کو معلوم ہے تو اُن کا حکم مثل کھیتی کے ہوگا اور بعض فقہانے فرمایا کہ داخل ہو جائیں گے کیونکہ اُن کے تمام ہونے کی مدت ہر جگہ یکساں نہیں ہوتی ہے بلکہ زمین کے لحاظ سے بڑا فرق پڑتا ہے تو بمنزلہ درختوں کے شمار ہوں گے اور قاعدہ یہ قرار پایا کہ جس چیز کے کٹنے کی مدت اور نہایت معلوم ہو وہ چیز پھلوں کے حکم میں ہے پس بیج میں بلا ذکر داخل نہ ہوگی اور جس کے کٹنے کی مدت معلوم نہ ہو وہ درختوں کے مانند ہے پس زمین کی بیج میں بلا ذکر داخل ہو جائے گی اور زعفران کا یہ حکم ہے کہ وہ اور اُس کی اصل بلا ذکر داخل نہیں ہوتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جو چیزیں باقی رکھنے کے واسطے نہیں ہیں وہ اگر چہ زمین سے متصل ہوں بیج میں داخل نہیں ہوتی ہیں جیسے نی اور جلانے کی لکڑی اور گھاس یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور جو درخت ساق وار کہ اُس کی جڑ نہیں جاتی یہاں تک کہ پھر درخت ہو جاتا ہے وہ زمین کی بیج میں بلا ذکر داخل ہو جاتا ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ بلا ذکر داخل نہیں ہوتا کیونکہ وہ بمنزلہ پھل کے ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے اپنی زمین میں تخم ریزی کی اور اُگنے سے پہلے زمین کو فروخت کر دیا تو بیج بیج میں داخل نہ ہوگا کیونکہ اُگنے سے پہلے زمین کا تابع نہیں ہو سکتا ہے اور اگر اس قدر اُگا ہے کہ ہنوز اُس کی کچھ قیمت نہیں ہے تو بھی فقہ ابو الیث نے ذکر کیا ہے کہ داخل نہ ہوگا اور ٹھیک یہ ہے کہ داخل ہو جائے گا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور فتاویٰ فصلی کے حاشیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے زمین بیچی کہ جس میں کھیتی ہوئی تھی مگر ابھی جی نہیں تھی پس اُس کا بیج اگر زمین میں گل گیا تو کھیتی مشتری کی ہوگی ورنہ بائع کی ہے اور اگر مشتری نے اس کو پانی دیا کہ اُس سے کھیتی اُگی اور بیج کے وقت بیج گلا نہ تھا تو وہ کھیتی بائع کی ہوگی اور مشتری اس کام میں بائع پر احسان کرنے والا شمار ہوگا یہ نہایت میں ہے۔ اگر کسی نے زمین بیچی تو جو اُس میں خرابا وغیرہ کے درخت ہیں بدو ن ذکر کے بیج میں داخل ہو جائیں گے اور اگر درختوں پر بیج کے وقت پھل موجود ہوں اور اُن پھلوں کا ملنا مشتری کے واسطے شرط کیا جائے تو وہ اپنا حصہ پھلوں میں سے لے لے گا پس اگر زمین کی قیمت پانچ سو درہم ہو اور درخت کی قیمت بھی اسی قدر ہو اور پھلوں کی قیمت بھی یہی ہو تو بالا جماع ثمن کے تین حصہ کیے جائیں گے پس اگر قبضہ سے پہلے پھل کسی آسانی آفت سے تلف ہوں یا بائع اُن کو کھا جائے تو مشتری سے ایک تہائی ثمن ساقط کیا جائے گا اور اُس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو زمین اور درخت کو دو تہائی ثمن میں لے لے گا اور اگر چاہے تو ترک کر دے یہی قول سب اماموں کا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

پھر ثمن کی تقسیم میں پھلوں کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو بائع کے کھا جانے کے وقت تھی یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر خرید کے وقت پھل موجود نہ ہوں پھر بعد اس کے قبضہ سے پہلے درخت پھل وار ہو گئے تو پھل مشتری کے ہوں گے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمدؒ کے نزدیک پھلوں کی زیادتی زمین اور درخت دونوں پر شمار ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فقط درخت پر اور تفصیل اس کی اس طرح ہے کہ اگر زمین اور درخت اور پھل میں سے ہر ایک کی قیمت پانچ سو درہم فرض کی جائے اور بائع قبضہ سے پہلے پھلوں کو کھا گیا تو امام ابو حنیفہ اور محمدؒ کے نزدیک ایک تہائی ثمن مشتری سے ساقط کیا جائے گا اور خاص امام اعظمؒ کے نزدیک باقی دو تہائی ثمن میں درخت اور زمین بلا اختیار لینا مشتری پر واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اُس کو اختیار ہے خواہ لے یا ترک کر دے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری سے چوتھائی ثمن ساقط ہوگا اور باقی تین چوتھائی ثمن میں اگر چاہے تو زمین اور درخت خرید لے ورنہ ترک کر دے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اسی صورت میں اگر درخت میں دو بار پھل آئے تو مشتری زمین اور درخت کو نصف ثمن میں لے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو ٹکٹ ثمن میں لے گا اور اگر تین بار پھل آئے تو زمین اور درخت دو پانچویں حصہ ثمن میں لے گا اور تین پانچواں حصہ پھلوں کے مقابلہ میں ساقط ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زمین اور درخت پانچ آٹھویں حصہ میں لے گا اور اگر چار بار پھل آئے تو دونوں کو

ایک تہائی ٹن میں لے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین پانچویں ٹن میں لے گا اور اگر پانچ بار پھل آئے تو دونوں کو دو سو تویں حصہ ٹن میں لے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سات بار حویں حصہ میں لے گا اسی طرح مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی زمین اور درخت خریدے کہ جن کے واسطے سیرابی کا پانی نہیں ہے اور مشتری اس بات کو نہ جانتا تھا تو اُس کو نہ لینے کا اختیار ہوگا ☆

اگر پھل کسی آفت آسمانی سے تلف ہو گئے تو ٹن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اور سب کے نزدیک بالاتفاق مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر درخت اور زمین میں سے ہر ایک کا ٹن پانچ سو درہم بیان کر دیے ہوں تو سب اماموں کے نزدیک اس صورت میں پھلوں کی زیادتی خاص کر درخت پر شمار ہوگی پس اگر بائع ان کو کھا جائے تو مشتری سے چوتھائی ٹن ساقط ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اُس کو نہ لینے کا اختیار ہے یہ جو ہر نہرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک پودا خرید اور بائع کی اجازت سے اس کو چھوڑ رکھا کہ وہ بڑھ کر بڑا درخت ہو گیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اُس کو جڑ سے نکال لینے کا حکم کرے اور درخت مع جڑ کل مشتری کا ہوگا اور اگر بلا اجازت بائع کے اُس کو چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس میں پھل آئے تو مشتری پھلوں کو صدقہ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اور درخت خریدے کہ جن کے واسطے سیرابی کا پانی نہیں ہے اور مشتری اس بات کو نہ جانتا تھا تو اُس کو نہ لینے کا اختیار ہوگا اسی طرح منقہ میں مذکور ہے کہ ذاتی الحیظ ایک شخص نے کوئی زمین مع اُس کے سینچنے کے پانی کے خریدی اور بائع جس گول سے اس زمین کو پانی دیتا تھا اُس میں اس کے سینچنے سے زائد پانی ہے تو نو اور میں اُس کا حکم اس طرح مذکور ہے کہ پانی میں سے جس قدر اس زمین کو کفایت کرتا ہو اس قدر مشتری کے واسطے قاضی حکم کرے گا اور پانی مع زمین کے خریدنا یہی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک زمین خریدی کہ جس کے ایک طرف اندقؒ اور زمین و اندق کے درمیان بند آب ہے اور اس بند آب پر درخت لگے ہوئے ہیں اور زمین کے حدود اور بعد میں سے ایک حد اندق قرار دی گئی ہے تو بند آب مع اشجار کے بیچ میں داخل ہو جائے گی اور یہ بات ظاہر ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے خرما کسی اور قسم کا ایک درخت بیچا کہ جس میں پھل تھے تو پھل اس کے بائع کے ہوں گے مگر اس صورت میں کہ مشتری شرط کر کے یوں کہے کہ میں نے یہ درخت مع پھل خرید اتنا البتہ پھل مشتری کے ہوں گے خواہ وہ پھل قائم رہے وائے ہوں یا نہ ہوں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور مشتری کی شرط نہ کرنے کی صورت میں تبیین میں لکھا ہے کہ صحیح قول کے موافق پھلوں کی قیمت ہونے یا نہ ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے اور دونوں صورت میں بائع کے ہوں گے انہی۔ اگر کسی نے ایک درخت اس شرط پر خریدا کہ درخت کو جڑ سے کھود لوں گا تو اس بیچ کے جائز ہونے میں فقہا کا کلام ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہے کہ اُس کو جڑ سے کھود لے اور اگر کوئی درخت کاٹ لینے کی شرط سے خریدا تو بعض فقہانے کہا ہے کہ اگر یہ بیان ہوا کہ کس جگہ پر سے درخت کو کاٹے گا یا کاٹنے کی جگہ لوگوں میں معروف ہے تو بیچ جائز ہے ورنہ ناجائز ہے اور بعض فقہانے کہا کہ بیچ ہر صورت میں جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور مشتری کو زمین کے اوپر سے اُس درخت کے کاٹنے کا اختیار ہے اور اُس کی جڑ جو زمین میں پھیلی ہوئی ہے مشتری کو بلا شرط نہ ملے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

واضح ہو کہ درخت کا خریدنا تین طرح سے خالی نہیں ہے ایک یہ کہ صرف درخت بدون زمین کے جڑ سے کھود لینے کے واسطے خریدے اور اس صورت میں مشتری کو حکم دیا جائے گا کہ اُس کو جڑ سے کھودے اور مشتری کو اختیار ہے کہ مع اُس کی جڑ کے ریشوں کے اُس

۱۔ اصل میں دو تہائی مذکور ہے اور یہ غلط ہے صحیح وہ ہے جو بعض نسخہ میں ایک تہائی مذکور ہے ناظم ۱۲۔ ج گول بغاری کا ریزہ بصری ۱۲۵۵۔ ج قول اندق حاشیہ اصل کتاب میں لکھا ہے کہ یہ لفظ تمام لغت کی کتابوں میں جو اس وقت موجود ہیں پایا نہ گیا مترجم کہتا ہے کہ مجھے بھی نہ ملا واللہ اعلم ۱۲۔

کو کھود لے اور اُس کی جڑ بیج میں داخل ہو جائے گی اور مشتری کو یہ اختیار ہے کہ جڑ کے ریشوں کے پھیلنے کی انتہا تک زمین کو کھود ڈالے لیکن عرف اور عادت کے موافق البتہ کھود سکتا ہے مگر جڑ سے کھودنے کا اختیار مشتری کو اُس صورت میں نہ ہوگا کہ بائع زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کی شرط کر لے یا کھودنے میں بائع کو کچھ ضرر پہنچتا ہو مثلاً درخت دیوار سے قریب ہے تو مشتری کو حکم کیا جائے گا کہ وہ زمین کے اوپر سے درخت کو کاٹ لے پس اگر مشتری نے وہ درخت کاٹ لیا یا کھود سکتا تھا تو جڑ سے کھود لیا پھر اُس کے جڑ سے یا ریشوں سے اور درخت اُگا تو وہ بائع کا ہوگا اور اگر اونچائی سے درخت کاٹ لیا ہے تو جو کچھ اور آگے وہ مشتری کا ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ درخت مع اس قدر زمین کے جس میں وہ جم رہا ہے خریدا تو مشتری کو اُس کی جڑ سے کھود لینے کا حکم نہ کیا جائے گا اور اگر اُس نے جڑ سے اُس کو کھود لیا تو اُس کو اختیار ہے کہ بجائے اس درخت کے دوسرا درخت لگا دے اور تیسری یہ کہ اگر مشتری نے بلا کسی شرط کے خریدا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اُس کی زمین بیج میں داخل نہ ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک داخل ہو جائے گی اور درخت مع جائے قرار مشتری کا ہوگا صدر الشہید نے کہا کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ زمین داخل ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے یہی مختار ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

اور اس صورت میں فقہا کا اجماع ہے کہ اگر قطع کر لینے کے واسطے خریدا تو اُس کے نیچے کی زمین بیج میں داخل نہ ہوگی یہ نہہ الرائق میں لکھا ہے اور اگر برقرار رکھنے کے واسطے خریدا تو بالاتفاق اُس کے نیچے کی زمین داخل ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور جن صورتوں میں کہ درخت کے نیچے کی زمین داخل ہوتی ہے تو مشتری کے تصرف کے وقت جس قدر درخت کی موٹائی ہے صرف اسی قدر زمین داخل ہوگی یہاں تک کہ اگر بیج کے بعد درخت زیادہ موٹا ہو جائے تو زمین کے مالک کو اختیار ہے کہ اُس کو چھانٹ دے اور جہاں تک درخت کی شاخیں اور جڑ کے ریشے پھیلے ہوئے ہیں وہاں تک کی زمین بیج میں داخل نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک درخت مع اُس کی جڑ کے ریشوں کے خریدا اور اُس درخت کے ریشوں سے اور درخت اُگے تو اُس کے ہوئے درخت اگر اس طرح ہوں کہ اصل درخت کاٹ ڈالنے سے خشک ہو جائیں گے تو بیج میں شامل ہیں ورنہ شامل نہیں کیونکہ جب اصل درخت کاٹ ڈالنے سے یہ خشک ہو جاتے ہیں تو اصل درخت میں سے اُگے ہیں پس بیج میں شمار ہوں گے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک انگور کا تاک خریدا تو جو رسیاں سبوں سے بندھی ہوئی ہیں اور بیخیز زمین میں گڑی ہوئی ہیں وہ بیج میں داخل ہو جائیں گی اور ایسے ہی وہ ستون لکڑی کے جو زمین میں تھوڑے گڑے ہوئے ہیں اور اُن پر انگور کے درخت لٹکتے ہیں بلا ذکر بیج میں داخل ہو جائیں گے یہ فقہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص کی خالص زمین ہے اور دوسرے کے اُس میں درخت ہیں پھر زمین کے مالک نے دوسرے کی اجازت سے زمین ہزار درہم کو فروخت کی یعنی ہزار درہم ثمن قرار پایا اور ہر ایک کی قیمت پانچ سو درہم ہے تو ثمن دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہو جائے گا اور اگر قبضہ سے پہلے درخت کسی آسانی آفت سے تلف ہو گئے تو مشتری کو اختیار ہے کہ خواہ بیج ترک کر دے یا زمین پورے ثمن میں خریدے اس واسطے کہ مشتری درختوں کا وصفاً وجباً مالک ہوا تھا یعنی جب وصف جاتا رہا تو مشتری کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا مگر فوائد وصف مرغوب کے مقابلے میں اُس کو اختیار حاصل ہوگا نہ یہ کہ ثمن سے کچھ کم ہو جائے اور تمام ثمن زمین کے مالک کو ملے گا کیونکہ درخت کی بیج ٹوٹ گئی اور مشتری کو سوائے زمین کے کوئی چیز سپرد نہیں کی گئی اور ثمن اسی کے مقابلے میں ٹھہرا تھا جو مشتری کو سپرد کی گئی نہ اُس کے مقابلے میں جو فوت ہو گئی اور اگر آدھے درخت تلف ہو گئے تو درختوں کے مالک کو چوتھائی ثمن ملے گا اور تین چوتھائی زمین کے مالک کو اور اگر درخت میں اس قدر پھل آئے کہ جن کی قیمت پانچ سو درہم ہو تو وہ تہائی ثمن درخت کے مالک کو ملے گا اور ایک تہائی زمین کے مالک کو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آدھا زمین کے مالک کو ملے گا اور اگر زمین اور درخت فروخت کیے اور ہر ایک کے واسطے ثمن علیحدہ بیان کیا اور زمین درخت ایک ہی شخص کے ہیں یا دو شخصوں کے پھر درخت خالص ہو گئے تو آدھا ثمن ساقط ہو جائے گا اس واسطے کہ ایک طرح سے

درخت اصل ہوتے ہیں اور ایک طرح سے وصف ہیں جب اُن کے مقابل ثمن مذکور نہ ہوگا تو وصف رہیں گے اور جب ثمن مذکور ہوگا تو اصل ہو جائیں گے تو اُن کا ضائع ہونا اپنے حصہ ثمن کے مقابل ہوگا اور اگر درخت تلف نہ ہوئے بلکہ قبضہ سے پہلے اُن میں اس قدر پھل آئے جو پانچ سو درہم کی قیمت رکھتے ہیں تو سب اماموں کے نزدیک زمین کا ثمن پانچ سو درہم اور درخت اور پھلوں کا ثمن پانچ سو درہم ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر زمین کے اوپر سے کاٹنے کے واسطے چند درخت خریدے اور قطع کرنے میں زمین اور درختوں کی جڑوں کو ضرر پہنچتا ہے تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اُس میں زمین کے مالک کا ضرر ہے پس مالک کو اختیار ہے کہ اپنے سے ضرر کو دفع کرے اور بیع نوٹ جائے گی یہی مختار ہے اس واسطے کہ حقیقت میں گویا بائع سپرد کرنے سے عاجز رہا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے فتاویٰ ابواللیث میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے چند درخت زمین کے اوپر سے کاٹ لینے کے واسطے خریدے پھر اُس نے نہ کاٹے یہاں تک کہ ایک مدت گزر گئی اور گرمیوں کے دن آگئے اور مشتری نے کاٹنے کا ارادہ کیا تو اگر کاٹنے میں زمین یا درخت کی جڑوں کو ظاہر میں کوئی ضرر نہ ہو تو مشتری کو کاٹنے کا اختیار ہے کیونکہ وہ اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے اور اگر کوئی ضرر ظاہر ہو تو زمین اور درخت کی جڑوں کے مالک سے ضرر دور کرنے کے واسطے اُس کو کاٹنے کا اختیار نہ ہوگا اور جب کہ مشتری کو کاٹنے کا اختیار اس صورت میں نہ ہو تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے اس امر میں کہ وہ کیا کرے گا بعضوں نے کہا کہ زمین کا مالک درختوں کی قیمت مشتری کو دے دے اور درخت اُس کے ہو جائیں گے اور پھر اس میں بھی باہم اختلاف ہے کہ آیا کٹے ہوئے درختوں کے حساب سے قیمت دے یا کھڑے ہوئے درختوں کے حساب سے پس اُن مشائخ میں سے اکثروں نے کہا کہ کھڑے ہوئے درختوں کے حساب سے ادا کرے اور یہی صحیح ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ درختوں کی بیع نوٹ جائے گی اور زمین کا مالک مشتری کو اُس کا ثمن جو اس نے ادا کیا ہے واپس کرے گا اور فقیہ ابو جعفر اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور صدر الشہید نے اپنے واقعات میں اسی کو اختیار کیا ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے سے چاہا کہ اُس کی زمین میں جو درخت ہیں وہ اپنے من کے واسطے میرے ہاتھ فروخت کر دے پھر دونوں اس بات پر راضی ہوئے کہ چند آدمی جن کی نظر اچھی ہے اندازہ کر کے بتائیں کہ ان درختوں میں کتنے گٹھے لکڑی ہے اُن سب ہی نے اتفاق کر کے بتلایا کہ پچیس گٹھے لکڑی ہے پھر مشتری نے کسی قدر مول کو وہ درخت خرید لیے پس جب ان کو کاٹا تو لکڑی پچیس گٹھے سے زیادہ نکلی اور بائع نے ارادہ کیا کہ مشتری کو زیادہ لکڑی لینے سے منع کرے تو بائع کو اس کا اختیار نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ کسی شخص نے ایک باغ انگوڑا بیچا اور اُس کے ساتھ ہی اُس میں پانی جاری ہونے کا راستہ بھی فروخت کیا اور بیع میں کہا کہ باغ بیع پانی کے راستے اور ہر حق کے ساتھ جو اُس کو ثابت ہے فروخت کیا اور پانی جاری ہونے کا راستہ ایک کوچہ غیر نافذہ میں جو باغ اور دو محضوں کے درمیان میں مشترک ہے واقع ہے اور اس نہر کے کنارے چند درخت ہیں پس اگر رقبہ نہر کا باغ کی ملکیت ہے تو درخت مشتری کے ہو جائیں گے اور اگر باغ کا صرف پانی جاری ہونے کا حق تھا تو یہ درخت باغ کے ہوں گے بشرطیکہ ان درختوں کا لگانے والا باغ ہو یا معلوم نہ ہو کہ کون شخص ہے اور اگر سوائے باغ کے کوئی اور شخص لگانے والا معلوم ہو تو درخت اُس کے ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی گاؤں فروخت کیا کہ جس کے حدود بیان نہ کئے تو یہ بیع صرف گاؤں کے گھروں اور عمارتوں پر واقع ہوگی اور کھیتوں پر واقع نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی کا ایک گاؤں مع زمین فروخت کیا اور اسی گاؤں کے پہلو میں باغ کا ایک دوسرا گاؤں ہے۔

پس بائع نے کہا کہ میں نے یہ گاؤں تیرے ہاتھ فروخت کیا ہے اور چاروں حدود میں سے کوئی حد بائع نے اپنے گاؤں کو گردانا تو اس گاؤں کی زمین جس کو نہیں فروخت کیا ہے جس قدر دوسرے گاؤں سے جس کو فروخت کیا ہے متصل ہے وہ اس گاؤں کی بیع میں داخل ہو جائے گی اور اگر چاروں حدود میں سے کوئی حد اپنے گاؤں کی زمین گردانی تو اس گاؤں کی زمین دوسرے گاؤں میں جس کو فروخت کیا ہے داخل نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

دوسری فصل ☆

اُن چیزوں کے بیان میں جو اشیاء منقولہ کی بیع میں بلاذکر داخل ہو جاتی ہیں

کسی نے کوئی غلام یا باندی فروخت کی تو اتنا کپڑا کہ اُس کے ستر کو چھپا دے بائع پر واجب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

غلام اور باندی کے کپڑے بیع میں بلا شرط داخل ہو جاتے ہیں اس لیے کہ رواج اسی طرح ہے لیکن اگر عمدہ کپڑے پہنا کر مخاس میں پیش کرنے کے واسطے لایا تھا تو بلا شرط داخل نہ ہوں گے کیونکہ ایسے کپڑے دے دینے کا رواج نہیں ہے اس لیے کہ رواج ناقص اور کم قیمت کپڑے کے دینے کا ہے پھر بائع مختار ہے اگر چاہے تو وہی کپڑے دے دے کہ جو غلام کے بدن پر ہیں اور اگر چاہے تو سوائے اس کے دوسرے کپڑے دے کیونکہ رواج کی وجہ سے بیع میں اس قدر لباس داخل ہوگا جو ایسے مملوک کو ملتا ہو اور کسی خاص لباس کی خصوصیت نہیں ہے اور اسی وجہ سے ثمن کا کوئی حصہ اس لباس کے مقابل نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر کسی کپڑے پر کوئی شخص اپنا حق ثابت کر کے لے لے تو مشتری بائع سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر اُس لباس میں کوئی عیب ظاہر ہو تو مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر یہ کپڑے مشتری کے پاس تلف ہو گئے یا اُن میں کوئی نقصان آیا پھر مشتری نے باندی کسی عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی تو اپنا پورا ثمن اُس سے لے لے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

اگر باندی میں کوئی عیب پایا تو مشتری کو بدوں اُن کپڑوں کے باندی واپس کرنے کا اختیار ہے یہ تبیین میں مذکور ہے اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ یہ حکم یعنی باندی کا بدوں کپڑوں کے واپس کرنا اُس صورت میں ہے کہ کپڑے تلف ہو گئے ہوں اور اگر باقی ہوں تو مع لباس واپس کرنا ضرور ہے اگرچہ لباس جیسا حاصل ہوا تھا اتنی۔ ہشام نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی بیچی اور وہ باندی چاندی کا ایک ٹکڑا اور دو ہالیاں پہنے ہوئے ہے اور زیور کی نسبت دونوں میں کچھ شرط واقع نہیں ہوئی ہے اور بائع اس کے دینے سے انکار کرتا ہے تو امام نے فرمایا کہ زیور میں سے کچھ بیع میں داخل نہ ہوگا اور اگر بائع نے زیور باندی کو دے دیا تو وہ باندی کا ہوگا اور اگر اُس نے مانگنے سے سکوت کیا حالانکہ اُس کو دیکھ رہا ہے تو یہ بمنزلہ دے دینے کے ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسا غلام کہ جس کے پاس مال ہے فروخت کیا اور فروخت کرنے میں مال کا کچھ نہ آیا تو اُس کا مال اُس کے مالک کا ہے جس نے اُس کو بیچا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر غلام کو مع اس کے مال کے فروخت کیا اور کہا کہ میں اُس کو مع اُس کے مال کے اتنے کو بیچتا ہوں اور مال کو بیان نہ کیا تو بیع قاسد ہے اور اسی طرح اگر مال کو بیان کیا مگر وہ لوگوں پر قرض ہے یا کچھ اُس میں سے قرض ہے تو بھی بیع قاسد ہے اور اگر مال نقد ہو تو بیع جائز ہے بشرطیکہ مال از قسم ثمن نہ ہو اور اگر از قسم ثمن ہو تو اگر غلام کا

۱۔ قولہ داخل نہ ہوگی کیونکہ اس گاؤں کی زمین سرحد ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں گاؤں سرحد ہے اور گاؤں کا اطلاق لفظ آبادی پر ہے ۱۲۔ ج قال فی الاصل کسوة شلحالی مثل هذه جارئة فلما كان ذلك من همتا رکت الی ما ذکرک ۱۲۔ ج قولہ لے لے گا یعنی کپڑے کے عوض کی نہ ہوگی ۱۲۔

مال درہم ہوں اور ثمن بھی درہم ہیں پس اگر ثمن اس سے زائد ہو تو بیع جائز ہے اور اگر اس کے برابر یا اس سے کم ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر غلام کا مال از ثمن ثمن نہ ہو جیسے کہ غلام کا ثمن درہم ہوں اور اس کا مال دینار ہوں یا اس کا مال ہو تو جائز ہے بشرطیکہ اس مجلس میں دونوں پر قبضہ ہو جائے اور اسی طرح اگر غلام کا مال قبضہ میں لے لیا اور اس کا حصہ ثمن ادا کر دیا تو بھی جائز ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو غلام کے مال کی بیع باطل ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

گھوڑے کی بیع میں عذر بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور ایسے ہی اونٹ کی بیع میں اس کی نہار بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور گدھے کی بیع میں جو اس کے پکڑنے کی رسی ہے داخل نہیں ہوتی جب تک ذکر نہ کیا جائے اس لیے کہ گھوڑا اور اونٹ بدون اپنی گرفت کی رسی کے قابو میں نہیں آتے ہیں اور گدھا ایسا نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جو رسی کہ گدھے کی گردن میں بندھی ہوئی ہوتی ہے بوجہ رواج کے بلا ذکر داخل ہو جاتی ہے اور اگر عرف اس کے برخلاف ہو تو داخل نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر ایک گدھا کہ جس پر پالان پڑا ہوا تھا بیچا تو پالان اور اس کے نیچے کی کھلی بیع میں داخل ہو جائے گی اور اگر اس پر پالان پڑا ہوا نہ تھا تو بھی یہی حکم ہے کہ پالان داخل ہو جائے گا اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور ایسے ہی ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اسی کو صدر الشہیدؒ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بائع کے ذمہ کوئی پالان چاہیے کسی خاص پالان کی خصوصیت نہیں ہے جیسے غلام کے لباس میں کوئی لباس ہو کچھ معین نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور امام ابو بکر محمد ابن الفضلؒ نے فرمایا کہ پالان بدون شرط کیے ہوئے بیع میں داخل نہیں ہوتا ہے اور بائع پر اس کا استحقاق نہیں ہے اور امام ابو بکر نے گدھے پالان پڑے ہوئے کی اور نہ پڑے ہوئے کی کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور یہی قول ظاہر ہے اس واسطے کہ گدھا جب مع پالان بیچا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ با جامہ می فرد ثمن یعنی مع پالان بیچتا ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ گدھے کا پالان گدھے کی بیع میں داخل ہو جاتا ہے اتنی اور اگر کوئی گھوڑا بیچا کہ جس پر زین پڑی ہوئی تھی تو اس مسئلہ کی کوئی روایت کسی کتاب میں نہیں آئی ہے اور مشائخؒ نے کہا کہ سزاوار یہ ہے کہ بدون تصریح کیے ہوئے زین بیع میں داخل نہ ہو مگر آنکہ دام بہت ہوں کہ ایسا گھوڑا نقلی پیندا تھے داسوں کو نہ خریداجاتا ہو یہ عتایہ میں لکھا ہے اور گھوڑے وغیرہ کی لگام اور نعل کے سینک میں جو رسی بندھی ہوئی ہے اور جھول بلا شرط بیع میں داخل نہیں ہوتی ہے کیونکہ اس کے دینے کا رواج نہیں ہے مگر جہاں کہیں اس کے دینے کا رواج ہوگا تو داخل ہو جائے گی یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر اونٹنی اور ویسی گھوڑی اور مادہ خراور گائے اور بکری ان جانوروں کا بچان کے ساتھ بیع کی جگہ لایا جائے تو ان بچوں کی اپنی ماں کے ساتھ ہونے کی حالت ان کے ساتھ کہنے پر دلالت کرتی ہے پس بیع میں داخل ہو جائیں گے لیکن اگر رواج اس کے برخلاف ہو تو داخل نہ ہوں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے ایک مچھلی خریدی اور اس کے پیٹ میں موتی پایا پس اگر وہ موتی سیپ میں تھا تو مشتری کا ہوگا اور اگر سیپ میں نہ تھا تو اگر بائع نے مچھلی کا شکار کر کے پکڑی تھی تو مشتری بائع کو واپس دے گا اور وہ موتی بائع کے پاس بھی بھولہ لفظ کے ہوگا کہ ایک سال تک اس کی اعلان و تعریف کے بعد پھر صدقہ کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک مچھلی کے پیٹ میں دوسری مچھلی نکلی اور اس دوسری مچھلی کے پیٹ میں موتی پایا تو موتی بائع کا ہوگا ☆ ہر شے کہ جو مچھلی کی غذا نہیں ہوتی ہے بائع کی ہوگی اور جو چیز کہ مچھلی کی غذا ہے وہ مشتری کی ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک

مچلی خریدی اور اُس کے پیٹ میں دوسری مچلی پائی تو یہ مچلی مشتری کی ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مچلی کے پیٹ میں غبر ہو تو مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مرغی خریدی اور اُس کے پیٹ میں موتی نکلا تو بائع کا ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور تجربہ میں مذکور ہے کہ جو شے چڑیوں کے پونوں میں پائی جائے اگر اس قسم کی چیز ہے کہ اُس کو چڑیاں کھاتی ہیں تو وہ مشتری کی ہوگی اور جو اس قسم سے نہ ہو کہ جس کو چڑیاں کھاتی ہیں تو بائع کی ہوگی یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے اگر ایک مچلی کے پیٹ میں دوسری مچلی نکلی اور اس دوسری مچلی کے پیٹ میں موتی پایا تو موتی بائع کا ہوگا اور اگر اُس کے پیٹ میں سیپ پائی کہ جس میں گوشت تھا اور اس گوشت میں موتی تھا جس طرح کہ موتی سیپ میں ہوا کرتا ہے تو مشتری کا ہوگا اور اگر چند سیپاں اس واسطے خریدیں کہ جو کچھ اس میں گوشت ہے اس کو کھائے پھر بعض سیپوں کے گوشت میں موتی پایا تو وہ مشتری کا ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور جاننا چاہیے کہ جو چیز سبائع میں داخل ہوتی ہے اُس کے مقابلہ میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اور اسی واسطے قبیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک دار خرید ا پھر اُس کی عمارت جاتی رہی تو ثمن میں سے کچھ کم نہ ہوگا اور اگر عمارت میں کسی کا حق ثابت ہوا تو مشتری دار کو اپنے حصہ ثمن سے لے گا اور بعض فقہانے دونوں کا حکم برابر کیا ہے بخلاف بکریوں کی پشم کے کہ اُس کے مقابلہ میں بلا ذکر کرنے کے ثمن کا کچھ حصہ نہیں ہوتا ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

باب منتر:

خیار شرط کے بیان میں

اس میں سات فصلیں ہیں

فصل اول:

جن صورتوں میں خیار شرط صحیح ہے اور جن صورتوں میں صحیح نہیں ہے اُن کے بیان میں

واضح ہو کہ جس عقد بیع میں خیار ہو وہ لازم نہیں ہوتا ہے اگر خیار مشتری کو ہو تو اُس کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے اور اگر بائع کا ہو تو اُس کو دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے۔ بیع بشرط خیار ہمارے نزدیک صحیح ہے دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک ہی کے واسطے خیار کی شرط کی گئی ہو یا دونوں کے واسطے اور ایسے ہی کسی اجنبی کے واسطے خیار کی شرط کرنا ہمارے نزدیک جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ہمارے نزدیک خیار شرط صحیح فتح کرنے کے واسطے رکھا گیا ہے اور بیع کی اجازت کے واسطے نہیں رکھا گیا ہے پس جب کہ میعاد گزر جانے کی وجہ سے بیع صحیح کرنے کا وقت نہ رہے تو بیع تمام ہو جائے گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور خیار شرط چند طرح پر ہے ایک وہ کہ بالاتفاق فاسد ہے جیسے کہا کہ میں خریدتا ہوں اس شرط پر کہ مجھے خیار ہے یعنی لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے یا اس شرط پر کہ مجھے چند روز خیار ہے یا اس شرط پر کہ مجھے ہمیشہ خیار ہے یہ سب فاسد ہیں اور ایک جو بالاتفاق جائز ہے اُس کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے کہ مجھے تین دن یا اُس سے کم خیار ہے اور ایک وہ کہ جس میں اختلاف ہے جیسے یوں کہا کہ مجھے ایک مہینہ یا دو مہینہ خیار ہے تو یہ صورت امام اعظم کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔

پس امام کے نزدیک تین دن سے زائد کے واسطے خیار شرط جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر کوئی مدت معلوم ہو تو جائز

ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور صحیح قول امام کا ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر تین دن سے زیادہ کے واسطے خیاری کی شرط کی یا ہمیشہ کے واسطے خیاری کی شرط کی یہاں تک کہ اس سبب سے عقد فاسد ہو گیا پس اگر تین دن میں اجازت دے دی تو ہمارے نزدیک عقد صحیح ہو جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر تین دن سے زائد کے واسطے خیاری کی شرط کی یا بالکل وقت ذکر نہ کیا یا وقت نامعلوم ذکر کیا پھر تین دن کے اندر اجازت دے دی یا مشتری یا غلام کے مرنے سے خیاری ساقط ہو گیا یا مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا یا اس میں کوئی ایسی چیز پیدا کر دی کہ جس سے عقد لازم ہو جاتا ہے تو ان صورتوں میں عقد فاسد بدل کر جائز ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور بتا بر قول امام ابو حنیفہ کے مشائخ نے اختلاف کیا کہ ابتداء اس عقد کا حکم ہے پس بعضوں نے کہا کہ یہ عقد فاسد ہے پھر چوتھے دن سے پہلے مفسد چیز دور کرنے سے بدل کر صحیح ہو جاتا ہے اور یہ مذہب اہل عراق کا ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور نہر الفائق میں کہا کہ بعض نے فرمایا ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے اٹھن اور قوی یہ ہے کہ یہ عقد موقوف ہے پس اگر چوتھے دن میں سے کچھ بھی گزرے گا تو اسی وقت عقد فاسد ہو جائے گا اور یہ مذہب اہل خراسان کا ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور بحر الرائق میں ظہیر یہ اور ذخیرہ کے فوائد سے نقل کیا ہے کہ اسی مذہب کو امام سرخسی اور فخر الاسلام وغیرہ مشائخ ماوراء النہر نے اختیار کیا ہے اٹھن اور اگر خیاری میں کوئی وقت معین نہ کیا اور جس شخص کو خیاری تھا اُس نے بعد تین دن کے اپنا خیاری باطل کر دیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک عقد جائز نہ ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک عقد فاسد بن کر جائز ہو جائے گا یہ سران الوہاج میں لکھا ہے اور فتاویٰ میں ہے۔

اگر کسی نے رمضان میں کوئی ایسی چیز اس شرط پر خریدی کہ اُس کو بعد رمضان کے تین دن کا خیاری ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے قول میں عقد فاسد ہے ☆

فتاویٰ میں ہے کہ اگر مشتری کے واسطے ماہ رمضان کے بعد دو دن کا خیاری شرط کیا گیا اور خرید آخر روز ماہ رمضان میں واقع ہوئی تو خرید جائز ہے اور مشتری کے واسطے تین دن کا خیاری ہوگا ایک دن رمضان کے مہینے کا اور دو دن اُس کے بعد کے اور اگر یہ کہہ دیا کہ اُس کو رمضان میں خیاری نہیں ہے تو بیع فاسد ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے رمضان میں کوئی ایسی چیز اس شرط پر خریدی کہ اُس کو بعد رمضان کے تین دن کا خیاری ہے تو امام اعظم کے قول میں عقد فاسد ہے اور ایسے ہی اگر اس صورت میں اسی طرح پر خیاری بائع کا ہو تو وہ بھی فاسد ہے اور اگر مشتری نے بائع سے یہ شرط کی کہ تجھ کو رمضان میں خیاری نہیں ہے اور بعد رمضان کے تین دن کا خیاری ہے یا بائع نے مشتری سے ایسا ہی کہا تو سب اماموں کے نزدیک بیع فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا دس درہم کو بیچا پھر بائع نے مشتری سے کہا کہ میرا تجھ پر کپڑا ہے یا دس درہم ہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ کلام ہمارے نزدیک خیاری میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور خیاری شرط جیسا بیع جائز میں ثابت ہوتا ہے اسی طرح بیع فاسد میں ثابت ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر ایک غلام بعض ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے اس شرط پر فروخت کیا کہ اُس کو خیاری ہے پھر مشتری نے بائع کی اجازت سے غلام پر قبضہ کر لیا اور اُس کو آزاد کر دیا تو جائز نہیں ہے نہ نافذ ہونے کی راہ سے جائز ہے نہ موقوف ہونے کی راہ سے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔

اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ اگر تین روز تک ٹھن نہ ادا کرے گا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے تو بیع جائز ہے اور ایسے ہی شرط بھی جائز ہے ایسا ہی امام محمدؒ نے اصل میں ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ بالکل وقت نہ بیان کیا جیسے اس طرح کہا کہ میں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اگر تو ٹھن نہ ادا کرے گا تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں ہے یا وقت نامعلوم بیان کیا جیسے اس

طرح شرط کی کہ اگر تو چند روز میں نہ ادا کرے گا تو میرے درمیان بیچ نہیں ہے اور ان دونوں صورتوں میں عقد فاسد ہے اور اگر کوئی وقت معلوم بیان کیا تو اگر وقت تین دن یا تین دن سے کم ہے تو تینوں اماموں کے نزدیک عقد جائز ہے اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کیا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ بیچ فاسد ہے اور امام محمدؒ نے کہا کہ بیچ جائز ہے یہ بیچ میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے تین دن کے درمیان ہی ثمن ادا کر دیا تو سب امام کہتے ہیں کہ بیچ جائز ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے تین دن میں ثمن دینے سے پہلے اس کو آزاد کر دیا تو حق نافذ ہو جائے گا اس واسطے کہ یہ بیچ بمنزلہ مشتری کے شرط اختیار کر لینے کے ہے اور اگر تین دن گزر گئے اور اس نے ثمن نہ ادا کیا تو صحیح یہ ہے کہ بیچ فاسد ہوگی فتح نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر اس نے تین دن کے بعد آزاد کیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا بشرطیکہ غلام مشتری کے قبضہ میں ہو اور مشتری کو اس کی قیمت ادا کرنی لازم ہوگی اور اگر ہائع کے قبضہ میں ہو تو مشتری کا آزاد کرنا نافذ نہ ہوگا یہ مسئلہ فتاویٰ قاضی خان کی فصل شروط مفسدہ میں مذکور ہے اور اگر کوئی غلام بیچا اور ثمن نقد لے لیا اس شرط پر کہ اگر ہائع ثمن واپس کرے تو دونوں کے درمیان بیچ نہ ہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور یہ ہائع کے واسطے شرط اختیار کے معنی میں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

یہاں تک کہ اگر مشتری نے بیچ پر قبضہ کیا تو وہ اس کے پاس قیمت خالص میں ہوگی اگر مشتری اس کو آزاد کرے تو اس کا حق نافذ نہ ہوگا اور اگر ہائع آزاد کرے تو اس کا حق نافذ ہو جائے گا یہ فتح القدر میں لکھا ہے اور خیاری کی شرط کرنا جس طرح بیچ کے وقت جائز ہے اسی طرح بعد بیچ کے بھی جائز ہے یہاں تک کہ اگر بیچ تمام ہونے کے بعد مشتری نے ہائع سے کہا یا ہائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھے تین دن تک کا خیار دیا یا اسی معنی میں اور لفظ کہے تو موافق شرط کے خیار حاصل ہو جائے گا اور اگر کوئی خیاری فاسد ہو تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ عقد بھی فاسد ہو جائے گا اور صاحبین نے کہا کہ فاسد نہ ہوگا اور اگر کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مشتری نے بیچ پر قبضہ کر لیا اور اس کو چند روز گزر گئے پھر ہائع نے مشتری سے کہا کہ تجھ کو میری طرف سے خیار ہے تو اس کو جب تک مجلس میں حاضر ہے خیار حاصل ہوگا اس واسطے کہ یہ قول بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ تجھ کو اقالہ کر لینے کا اختیار ہے اور اگر کہا کہ تجھ کو تین دن تک کا اختیار ہے تو اس کے کہنے کے موافق مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہوگا یہ بیچ میں لکھا ہے۔

یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتاویٰ غیاثیہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ جس بیچ کا تو عقد کرے گا اس میں میں نے تجھے خیار دیا پھر خرید کے وقت بلا شرط خیار خرید تو امام اعظمؒ کے نزدیک پہلے قول سے اس کو اس بیچ میں خیار حاصل نہ ہوگا اور اگر مشتری نے شرط خیار اس طور سے کی کہ مجھ کو بیچ یا ثمن میں خیار حاصل ہے تو یہ کہنا بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ مجھ کو خیار حاصل ہے یہ تا تاہر خانیہ میں لکھا ہے اور اگر رات تک یا ظہر کے وقت تک یا تین دن تک کے خیاری کی شرط کی تو اس کو پوری رات اور تمام وقت ظہر اور پورے تین روز تک خیار حاصل ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک جو انتہا مقرر کی ہے جب تک وہ نہ گزرے خیاری کی بھی انتہا نہیں ہو سکتی ہے اور صاحبین کے نزدیک جس چیز تک انتہا مقرر کی وہ چیز خیاری میں داخل نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور یہ مسئلہ کتاب اصل میں اسی طرح مذکور ہے اور حسن ابن زیاد نے امام اعظمؒ سے اس کے برخلاف نقل کیا ہے یعنی کہا کہ اگر کسی نے اس شرط پر بیچا کہ مجھ کو رات تک خیار حاصل ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو اس وقت سے غروب آفتاب تک خیار ہوگا اور جب آفتاب غروب ہو گیا تو خیاری باطل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ف مثلاً پہر دن رہے ایک چیز فروخت کی اور کہا کہ مجھے رات تک خیار حاصل ہے خواہ دوں یا نہ دوں تو امام اعظمؒ کے نزدیک پہلی روایت کے موافق رات بھی خیاری میں داخل ہے یعنی اس وقت سے تمام رات اس کو خیار حاصل ہے اور صاحبین کے نزدیک

رات داخل نہیں صرف اُس کو آفتاب غروب ہونے تک خیار ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کے موافق جو ذخیرہ میں ہے امام اعظم کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے والا قوی روایت مالمی الاصل واللہ اعلم اگر تین دن کے واسطے خیار شرط کی پھر اس میں سے ایک یا دو دن گننا دے تو جس قدر ساقط کیا ساقط ہو جائے گا اور ایسا ہو جائے گا کہ گویا اُس نے ایک ہی دن کی شرط کی تھی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ کوئی غلام تین دن کی خیار شرط پر بیچا اور شرط کی کہ اُس عرصہ میں اُس کو اختیار ہوگا کہ غلام کو مزدوری پر رکھے اور اُس سے خدمت لے تو جائز ہے اور ایسا کرنے سے اُس کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر انگوڑ کا باغ تین دن کے خیار شرط پر بیچا اس شرط پر کہ اس عرصہ میں اُس کے پھل کھائے تو بیع جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر باپ یا اُس کے وصی نے نابالغ لڑکے کے مال میں سے کوئی چیز فروخت کی اور اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی تو بیع جائز ہے پس اگر مدت خیار میں لڑکا بالغ ہو گیا تو امام ابو یوسف کے قول میں بیع تمام ہو گئی اور خیار باطل ہو گیا اور امام محمد نے ظاہر الروایت میں فرمایا ہے کہ خیار لڑکے کو حاصل ہوگا پس اگر مدت خیار میں اُس نے بیع کو جائز رکھا تو جائز ہو جائے گی اور اگر رد کیا تو باطل ہو جائے گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔

دوسری فصل ☆

عمل خیار اور اُس کے حکم کے بیان میں

اگر خیار بالغ کے واسطے شرط کیا گیا ہو تو بیع بالاتفاق اُس کے ملک سے نہیں نکلتی ہے اور ثمن بالاتفاق مشتری کے ملک سے نکل جاتا ہے لیکن اُس کے ملک سے نکل کر امام اعظم کے قول پر بالغ ملک میں داخل نہیں ہوتا ہے اور صاحبین کے قول کے موافق داخل ہو جاتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر بالغ اور مشتری دونوں کے واسطے خیار کی شرط ہو تو حکم عقد کا یعنی بیع اور ثمن میں مشتری اور بالغ کی ملکیت ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر خیار مشتری کے واسطے شرط کیا گیا ہو تو ثمن بالاتفاق اُس کی ملک سے نہیں نکلتا ہے اور بیع بالغ کی ملک سے بالاتفاق نکل جاتی ہے لیکن اُس کی ملک سے نکل کر امام اعظم کے نزدیک مشتری کی ملک میں داخل نہیں ہوتی ہے اور صاحبین کے قول کے موافق داخل ہو جاتی ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے اور اس قاعدہ پر جو مذکور ہوا کہ جس میں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف ہے چند مسئلوں کی بنا ہے از انجملہ یہ ہے کہ جس شخص نے اپنی زوجہ کو اس شرط پر خریدا کہ اس کو تین دن تک خیار حاصل ہے تو امام اعظم کے نزدیک نکاح فاسد نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہو جائے گا اور اگر مدت خیار میں بیع کو اختیار و قبول کرنے سے پہلے اُس سے وطی کر لی تو اگر وہ عورت باکرہ تھی تو سب کے نزدیک خیار ساقط ہو جائے گا اور اگر شیبہ تھی تو امام اعظم کے نزدیک خیار باطل نہ ہوگا اور اس کو رد کا اختیار باقی رہے گا اور صاحبین کے نزدیک وہ شخص بیع کو قبول کرنے والا شمار ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

سب اماموں میں سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں اگر وہ باندی اُس کی زوجہ نہ ہو اور وہ

شخص اُس سے وطی کرے تو بیع کا اختیار کرنے والا شمار ہوگا ☆

امام اعظم کے نزدیک رد کرنے کا اختیار شیبہ میں اس وقت ہے کہ اس میں وطی سے کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر نقصان آیا ہو اگر چہ شیبہ ہو واپس کرنا جائز نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور سب اماموں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر وہ باندی اُس کی زوجہ نہ ہو

اور وہ شخص اُس سے واپس کرے تو بیع کا اختیار کرنے والا شمار ہوگا خواہ وہ عورت ثیبہ ہو یا باکرہ ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور خواہ اُس کو واپس کرے کچھ نقصان پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو یہ نہایت میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جب خریدی ہوئی باندی مدت خیار کے اندر نکاح کے ساتھ مشتری سے بچہ جتنے (یعنی کسی باندی سے نکاح کیا تھا اور اُس کے پیٹ رہا پھر وضع حمل سے پہلے اُس کو ثلاثین روز کے خیار پر خرید اور وہ اس مدت میں مشتری سے بچہ جتنے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی ام ولد نہ ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک ہو جائے گی۔ یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور امام اعظم کے نزدیک مدت خیار کے اندر جننے سے ام ولد نہ ہونا اُس صورت میں ہے کہ وہ باندی بائع کے قبضہ میں ہو اور اگر مشتری کے قبضہ میں آکر مدت خیار میں جتنے تو خیار ساقط ہو جائے گا اور مشتری کی ملکیت ثابت ہو جائے گی اور باندی بالاتفاق اس کی ام ولد ہو جائے گی کیونکہ وہ بچہ جننے کے سبب سے عیب دار ہوئی یہ کفایہ میں لکھا ہے۔

اگر خیاری شرط سے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جو مشتری سے بچہ جتنے تو امام اعظم کے نزدیک فقط خریدنے سے اُس کی ام ولد نہ ہو جائے گی اور اس کا خیار اپنے حال پر باقی رہے گا کہ جب اس نے قبول کر لیا اور اُس کی ام ولد ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک فقط خریدنے سے اُس کی ام ولد ہو جائے گی اور اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اُس پر ثمن ادا کرنا لازم آئے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور از انجملہ جس کو خریدتا ہے اگر وہ مشتری کا قرابت دار ہو تو آزاد نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے از انجملہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہو جاؤں تو وہ آزاد ہے پھر اُس نے ایک غلام شرط خیار کے ساتھ خرید تو امام اعظم کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جائے گا لیکن اگر کسی نے کہا کہ اگر میں کسی غلام کو خریدوں تو وہ آزاد ہے پھر اُس نے ایک غلام بشرط خیار خرید تو وہ بالاتفاق آزاد ہو جائے گا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر کوئی باندی شرط خیار کے ساتھ خریدی اور اُس پر قبضہ کر لیا اور مدت خیار کے اندر باندی کو حیض آیا پھر مشتری نے بیع قبول کر لی تو امام اعظم کے نزدیک یہ حیض مستبراء کے واسطے کفایت نہ کرے گا اور صاحبین کے نزدیک یہی کافی ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور ایسا ہی اختلاف اُس صورت میں ہے کہ بعض حیض مدت خیار میں پایا جائے یہ بیع القدر میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے بیع کو بیع کر کے بائع کو باندی واپس کر دی تو امام اعظم کے نزدیک بائع پر مستبراء واجب نہیں ہے خواہ بیع کرنا اور رد کرنا قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر بیع اور رد قبضہ سے پہلے ہوا تو استحساناً بائع پر مستبراء واجب نہیں ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ واجب ہو اور اگر بیع و رد قبضہ کے بعد ہوا تو استحساناً و قیاساً بائع پر مستبراء واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اس صورت میں اجماع ہے کہ اگر باندی کی بیع قطعی ہو پھر اقالہ وغیرہ کے ساتھ بیع ہو پس اگر بیع قبضہ سے پہلے واقع ہو تو بائع پر مستبراء واجب نہ ہوگا اور اگر بعد قبضہ کے ہو تو واجب ہوگا اور اگر خیاری بائع کو حاصل ہو پھر وہ بیع کو بیع کر دے تو مستبراء واجب نہ ہوگا اور اگر اُس نے بیع کی اجازت دے دی تو مشتری پر بعد جواز بیع اور قبضہ کے از سر نو ایک حیض کے ساتھ باندی کا مستبراء بالاجماع واجب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جب مشتری نے بیع پر قبضہ کر لیا اور پھر اُس کو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ بیع بائع کے پاس مدت خیار کے اندر پایا اُس کے بعد تک ہوگی تو امام اعظم کے نزدیک بیع صحیح ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک بیع صحیح نہ ہوگی اور مشتری کو ثمن دینا لازم ہوگا یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

اگر خیاری بائع کے واسطے ہو پس اُس نے بیع مشتری کو سپرد کر دی پھر مشتری نے مدت خیار کے اندر اُس کو بائع کے پاس ودیعت

۱۔ تو ایسی منوع ہوگی ۱۲۔

۲۔ قرابتی محرم جب کسی کی ملک میں آئے تو شرعاً اور فوراً آزاد ہو جاتا ہے ۱۳۔

۳۔ مستبراء جم کا پاک معلوم کرنا کے نفع سے ہے کمائی نکاح ۱۴۔

رکھا پھر بیع کے نافذ ہونے سے پہلے یا بعد بائع کے پاس تلف ہوگئی تو سب ائمہ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر بیع قطعی ہو اور مشتری نے بائع کی اجازت سے یا بلا اجازت بیع پر قبضہ کر لیا اور ثمن کا حال یہ تھا کہ وہ نقد ادا کر دیا گیا تھا یا میعاد مقرر تھی اور مشتری کو بیع میں اختیار رویت یا اختیار عیب بھی حاصل تھا پھر مشتری نے اُس کو بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ بائع کے پاس تلف ہوگئی تو سب اماموں کے نزدیک مشتری کا مال تلف ہوا اور اُس کو ثمن ادا کرنا واجب ہے یہ نہایت میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر کسی غلام نے جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے کوئی اسباب خرید اور اپنی ذات کے واسطے اختیار کی شرط کر لی پھر بائع نے اُس کو ثمن سے بری الذمہ کر دیا تو اُس کا اختیار اپنے حال پر باقی رہے گا اگر چاہے تو بلا عوض بیع کو قبول کر لے اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے اور بیع بائع کو بلا ثمن واپس ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک عقد بیع نافذ ہو جائے گا اور اختیار باطل ہو جائے گا یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

اگر بیع قطعی ہو اور بائع کے بری کر دینے سے وہ غلام جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے ثمن اور کرنے سے بری ہو جائے تو سب اماموں کے نزدیک اُس کو اسباب واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے نہ اختیار رویت کی وجہ سے نہ اختیار عیب کی وجہ سے اور اگر مشتری بجائے غلام کے آزاد فرض کیا جائے اور باقی مسئلہ کی صورت وہی ہو جو مذکور ہوئی تو سب اماموں کے نزدیک اُس کو اختیار شرط کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار ہے اگرچہ وہ ثمن سے بری ہو اور یہ ظاہر ہے اور اسی طرح اختیار رویت کی وجہ سے بھی قبضہ سے پہلے اور بعد دونوں صورتوں میں واپس کر سکتا ہے اگرچہ ثمن سے بری ہوں اگر اس میں کچھ عیب پایا اور ثمن سے بری ہونے کے بعد واپس کرنے کا ارادہ کیا پس اگر یہ ارادہ قبضہ سے پہلے ہے تو واپس کر سکتا ہے اور اگر قبضہ کرنے کے بعد ہے تو واپس نہیں کر سکتا یہ نہایت میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر کسی ذمی سے کسی ذمی نے شراب یا سورخرید پھر قبضہ سے پہلے دونوں یا ایک اسلام لایا تو بیع باطل ہو جائے گی خواہ وہ بیع قطعی ہو یا اُس میں دونوں کے واسطے یا ایک کے واسطے اختیار کی شرط ہو اور اگر بعد قبضہ کے دونوں یا ایک اسلام لایا تو اگر بیع قطعی تھی تو جائز ہو جائے گی اور باطل نہ ہوگی اور اگر بیع میں بائع کے واسطے اختیار کی شرط تھی پھر بائع مسلمان ہوا تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر مشتری مسلمان ہوا تو بیع باطل نہ ہوگی اور اختیار بائع کا اپنے حال پر باقی رہے گا پس اگر بائع نے بیع فسخ کرنی چاہی تو شراب اُس کو واپس ہو جائے گی اور اگر بیع کی اجازت دینی چاہی تو حکماً شراب مشتری کی ہو جائے گی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونے کا اہل ہے اور اگر مشتری کے واسطے اختیار کی شرط تھی پھر وہ اسلام لایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جائے گی اور باطل نہ ہوگی اور اگر بائع اسلام لایا تو بالاتفاق بیع باطل نہ ہوگی اور مشتری کا اختیار اپنے حال پر رہے گا پس اگر مشتری نے بیع اختیار کی تو شراب اُس کی ہو جائے گی اور اگر فسخ کر دی تو بائع کی ہو جائے گی اور مسلمان حکماً شراب کے مالک ہونے کا اہل ہے یہ نہایت میں مذکور ہے۔

از انجملہ یہ ہے کہ ایک حلال شخص نے ایک ہرن بشرط اختیار خرید اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس نے احرام باندھا اس حال میں کہ ہرن اُس کے ہاتھ میں تھا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع ٹوٹ جائے گی اور ہرن بائع کو واپس دیا جائے گا اور مشتری پر لینا لازم نہ ہوگا اور اگر اختیار بائع کے واسطے تھا تو بالاتفاق بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر اختیار مشغولی کے واسطے ہو اور بائع احرام باندھے تو مشتری کو اس کے واپس کرنے کا اختیار ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے اختیار شرط کے ساتھ انکود کا شیرہ خرید پھر اُس مدت اختیار میں وہ شراب ہو گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع فاسد ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جائے گی یہ نہایت میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر اختیار مشتری کے واسطے ہو اور وہ بیع فسخ کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک زائد بائع کو واپس دی

۱۔ قول باطل کیونکہ مفت رد نہیں کر سکتا ہے ۱۲۔ ۲۔ قول طلال یعنی جو حج یا عمرہ کا احرام باندھے نہ ہو ۱۳۔ ۳۔ مدت اختیار میں اگر زیادت متعلق یا مفصلہ پید ہوگئی اور مقصود بیان مفصلہ سے ہے ۱۴۔

جائیں گی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ہوں گی یہ فتح القدر میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام بعوض ایک باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ غلام بیچنے والے کو تین دن تک اختیار حاصل ہے پھر بائع نے تین دن کے اندر غلام آزاد کر دیا تو سب اماموں کے قول کے موافق اُس کا حق نافذ ہو جائے گا اور بیع باطل ہو جائے گی اور اگر اُس نے باندی کو آزاد کر دیا تو جائز ہے اور یہ آزاد کرنا اپنے اختیار کو ساقط کرنا ہوگا اور بیع تمام ہو جائے گی اور اگر اُس نے ایک ہی کلام میں دونوں کو آزاد کر دیا تو دونوں آزاد ہو جائیں گے اور اُس کو باندی کی قیمت دینی پڑے گی اور مشتری کا آزاد کرنا باندی اور غلام دونوں میں سے کسی کو صحیح نہیں ہے اور ایسے مسئلہ میں اگر خریدار مشتری کے واسطے فرض کیا جائے تو سب احکام برعکس ہو جائیں گے اور اگر وہ باندی غلام بیچنے والے کی بیٹی تھی اور خریدار غلام بیچنے والے کے واسطے ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ باندی آزاد نہ ہو جائے گی اور اگر وہ اس کی زوجہ ہے تو نکاح فاسد نہ ہوگا لیکن اگر غلام کے بائع نے اُس کو آزاد کر دیا تو اُس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا اور اس کے اختیار کے ساقط کرنے میں شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام اس شرط پر خرید لیا کہ خریدار کو تین دن تک کا اختیار ہے تو جب تک تین روز نہ گزر جائیں بائع کو ثمن طلب کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ تاتار خانیہ میں حادی سے منقول ہے بشرط کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ کی زبانی سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص ایک غلام بشرط اختیار خریدے تو میں بائع پر غلام مشتری کو دے دینے کے واسطے جبر نہ کروں گا اور مشتری پر ثمن بائع کو دینے کے واسطے جبر نہ کروں گا اور اگر مشتری نے ثمن دے دیا تو بائع پر غلام مشتری کو دے دینے کے واسطے جبر نہ کروں گا اور اگر بائع نے غلام مشتری کو دے دیا تو مشتری کو ثمن بائع کو دے دینے کے واسطے حکم دوں گا اور مشتری کو اس کا اختیار باقی رہے گا اور اگر خریدار بائع کے واسطے ہو اور مشتری نے ثمن ادا کر کے غلام پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے اُس کو روکا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہے لیکن بائع پر ثمن واپس کر دینے کے واسطے جبر کیا جائے گا ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے کہ خریدار شرط کی وجہ سے صفقہ تمام نہیں ہوتا ہے پس اگر خریدار بائع کا ہو یا مشتری کا اور بیع ایک چیز ہو یا چند چیزیں ہوں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض میں بیع قبول کرے اور بعض میں نہ قبول کرے خواہ بیع قبضہ میں ہو یا نہ ہو کیونکہ اس صورت میں تمام ہونے سے پہلے صفقہ متفرق ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے ہاں تمام ہونے کے بعد اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس وقت صفقہ کی تفریق جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر خریدار بیع کے واسطے ہو اور بیع پر قبضہ کر لیا گیا ہو پھر بعض اُس کا تلف ہو جائے یا کوئی شخص اُس کو تلف کر دے تو امام ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ کے قول کے موافق بائع کو اختیار ہے کہ باقی میں بیع کی اجازت دے دے اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر بیع ایسی چیز ہے کہ جس میں ابغاض میں باہم تفاوت ہے پس بعض تلف ہوئے تو بیع ٹوٹ جائے گی اور بائع کو باقی میں اجازت دینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر ٹاپ یا تول کی چیزیں یا گنتی کی ایسی چیزیں ہوں کہ جن میں تفاوت نہیں ہوتا ہے پھر بعض تلف ہو جائیں تو بائع کو اختیار ہے کہ باقی میں بیع کو لازم کر دے اور اگر کسی تلف کرنے والے نے بیع کو مشتری کے قبضہ میں تلف کر دیا تو قول امام ابو حنیفہؒ اور پہلا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ بائع کو اختیار ہے کہ بیع کو لازم کرے اور ثمن لے لے اور امام ابو یوسفؒ کا اُس کے بعد دوسرا قول یہ ہوا کہ بائع کو اُس کا مشتری پر لازم کرنے کا بدون مشتری کی رضا کے اختیار نہیں ہے اور اگر وہ غلام میں سے ایک اپنے بائع کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو بلا رضامندی مشتری کے بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ باقی غلام مشتری کے ذمہ ڈالے۔ یہ حادی میں لکھا ہے۔

نہری فصلی ☆

اس بیان میں کہ کن وجہوں کے ساتھ اس بیع کا نفاذ ہوتا ہے اور کن کے ساتھ نہیں

ہوتا اور کن وجہوں سے فسخ ہو جاتی ہے اور کن وجہوں سے فسخ نہیں ہوتی ہے؟

جس شخص کے واسطے خیار کی شرط کی گئی ہو خواہ وہ بائع ہو یا مشتری یا کوئی اجنبی تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس کو مدت خیار کے اندر اختیار ہے چاہے بیع کی اجازت دے اور چاہے فسخ کر دے پس اگر دوسرے کے بے حضور یعنی نادانستگی میں اس نے بیع کی اجازت دی تو جائز ہے یہ بیع القدر میں لکھا ہے۔

شرط خیار اگر بائع کے واسطے ہو تو بیع کے جائز اور نافذ ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ مدت خیار میں اس نے کلام سے بیع کی اجازت دی کذا فی السراج الوہاج مثلاً یہ کہے کہ میں نے بیع کی اجازت دی یا میں بیع سے راضی ہوا یا میں نے اپنا خیار ساقط کر دیا اور الفاظ مانند اس کے کہے یہ بیع القدر میں لکھا ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے اس کے لینے کی خواہش کی یا محبوب رکھایا مجھے خوش آیا مجھے موافق ہوا تو ایسے کہنے سے اس کا خیار ساقط نہ ہوگا بلکہ باقی رہے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدت خیار کے اندر بائع مر جائے تو اس کی موت کی وجہ سے خیار باطل ہو جائے گا اور بیع نافذ ہو جائے گی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ مدت خیار گزر جائے اور جس کو خیار حاصل ہے اس کی طرف سے فسخ اور اجازت کچھ نہ پائی جائے تو بیع نافذ ہو جائے گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اسی طرح جواز و نفاذ ہو جاتا ہے جب کہ اس پر بے ہوشی طاری ہو یا بھون ہو جائے اور تینوں دن گزر جائیں اور اگر اس کو مدت خیار کے اندر افاقہ حاصل ہو تو امام احمد طحاوی سے منقول ہے کہ وہ صاحب خیار نہ رہے گا اور شمس الاممہ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے خیار پر باقی رہے گا شیخ نے فرمایا کہ کتاب المازون میں یہ حکم صریح آیا ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ بے ہوشی اور جنون خیار کو ساقط نہیں کرتے ہیں صرف مدت کا گزرنا بدو بیع یا فسخ اختیار کرنے کے خیار کو ساقط کرتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر سوتار ہے یہاں تک کہ مدت گزر جائے تو بھی خیار ساقط ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر شراب کے نشہ سے بے ہوش ہو تو اس کا خیار باطل نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور امام احمد طحاوی سے منقول ہے کہ اگر بھنگ کے نشہ سے بے ہوش ہو تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر مدت خیار میں اس کا نشہ زائل ہو تو خیار کی وجہ سے اس کو تصرف کرنا جائز نہیں ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ خیار اس کا باطل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مرتد ہو گیا اور پھر مدت خیار کے اندر اسلام لایا تو بالا جماع اپنے خیار پر رہے گا اور اگر اس مدت میں مرتد ہو گیا یا مرتد ہونے پر قتل کیا گیا تو بالا اتفاق اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اگر بعد مرتد ہونے کے خیار کی راہ سے اس نے کوئی تصرف کیا تو امام اعظم کے نزدیک اس کا تصرف موقوف رہے گا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ بیع کے فسخ کی دو صورتیں ہیں یا تو قول کے ساتھ یا فعل کے ساتھ پس قول کے ساتھ فسخ کرنے کی یہ صورت ہے کہ یوں کہے کہ میں نے فسخ کر دیا پھر بعد اس کے دیکھا جائے گا کہ اگر مشتری اس سے آگاہ ہو تو فسخ صحیح ہوگا اور قاضی کے حکم کرنے کی یا مشتری کے راضی ہونے کی کچھ احتیاج نہ ہوگی اور اگر مشتری آگاہ نہ ہو تو فسخ صحیح نہ ہوگا اور امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک موقوف رہے گا اور اس میں امام ابو یوسف کا خلاف ہے کذا فی المحیط اور امام ابو یوسف کا خلاف کرنا صرف قول سے فسخ کرنے کی صورت میں ہے اور اگر فعل سے فسخ کرے تو بالا اتفاق حکماً بیع فسخ ہو جائے گی خواہ مشتری غائب ہو یا حاضر اور حاضر ہونے

سے مراد اس کا آگاہ ہونا ہے اور غائب ہونے سے مراد اس کا آگاہ نہ ہونا ہے پس اگر اس نے مشتری کے غائب ہونے کی حالت میں بیع صحیح کر دی پھر اس کو مدت اختیار کے اندر خبر پہنچی تو بیع تمام ہو گیا کیونکہ مشتری آگاہ ہو گیا اور اگر بعد مدت گزرنے کے خبر پہنچی تو بیع تمام ہو جائے گی کیونکہ بیع سے بعد مدت گزرنے کے آگاہ ہوا اور اسی طرح اگر بائع نے بعد بیع کرنے کے مشتری کے آگاہ ہونے سے پہلے پھر بیع کی اجازت دے دی تو جائز ہے اور اس کا بیع کرنا باطل ہو جائے گا یہ بخلاف ائق میں لکھا ہے۔

فصل کے ساتھ بیع کرنے کی یہ صورت ہے کہ بائع مدت اختیار کے اندر بیع میں مالکانہ تصرف کرے مثلاً آزاد یا بدیر مکاتب کر دے یا کسی دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت کر دے اور اسی طرح اگر بیہ کر کے سپرد کر دے تو ہو جائے گی اور اگر بیہ کر کے سپرد نہ کیا تو بیع نہ ہوگی اگر رہن کر کے سپرد کر دیا تو بیع صحیح ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اجرت پر دے دیا تو بعض جگہ مذکور ہے کہ یہ بھی صحیح ہوگا اگر چہ اس کو مستاجر کے سپرد نہ کیا ہو اور اسی کو علمہ مشائخ نے لیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر مدت اختیار کے اندر بیع مشتری کو سپرد کر دی تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا ہے کہ اگر اختیار کی راہ سے سپرد کی ہے تو اس کا اختیار باطل نہ ہوگا اور مشتری مالک نہ ہوگا اور اگر مالک کر دینے کی راہ سے سپرد کی ہے تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اور حاصل یہ ہے کہ اگر بائع کوئی ایسا فعل کرے کہ اگر وہ فعل ثمن میں کرنا تو بیع کی اجازت ہو جاتی تو بیع میں ایسا فعل کرنے سے از روئے دلالت کے بیع صحیح ہو جائے گی یہ بدائع میں لکھا ہے ایک شخص نے کوئی غلام بوض ثمن کے جو مشتری نے اپنے ذمہ رکھا اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو تین دن تک اختیار ہے پھر مدت اختیار کے اندر بائع نے مشتری کو ثمن بیہ کیا یا اس کو ثمن سے بری کر دیا یا اس ثمن کے عوض مشتری سے کوئی چیز خریدی تو اس کو خریدنا اور بری کرنا اور بیہ کرنا سب صحیح ہے اور اس کا اختیار باطل ہو جائے گا کہ اس واسطے کہ جو ثمن ذمہ رکھا جائے وہ بمنزلہ اسباب کے ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے بوض اس ثمن کے جو اسکے ذمہ ہے کوئی چیز چکانی تو بھی اختیار باطل ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر مشتری کے سوائے کسی دوسرے شخص سے کوئی چیز اس ثمن کے عوض خریدی تو بائع کا اختیار باطل ہوگا اور خرید صحیح نہ ہوگی اور اگر ثمن قرض تھا پھر مشتری نے اس کو ادا کر دیا اور بائع نے اس پر قبضہ کر کے کچھ تصرف کیا تو اس کا اختیار باطل نہ ہوگا اور اسی طرح اگر بیع مشتری کو سپرد کر دی تو بھی اختیار باطل نہ ہوگا اور اگر اختیار مشتری کے واسطے تھا اور بائع نے اس کو ثمن سے بری کیا تو امام ابو یوسف نے کہا کہ اس کا بری کرنا صحیح نہیں اور امام محمد نے کہا ہے کہ اگر مدت اختیار کے گزرنے یا مدت کے اندر اختیار ساقط کرنے سے دونوں کے درمیان بیع تمام ہو جائے تو بائع کا بری کرنا نافذ ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ایسے مسئلوں میں حاصل کلام یہ ہے کہ اگر ثمن ایسی چیز ہو جو مبین کرنے سے متعین ہوتی ہے تو جب بائع ثمن پر قبضہ کر کے بیع یا بیہ کے طور پر تصرف کرے گا تو یہ فعل بیع کا تمام کرنا شمار ہوگا اور اگر ثمن ایسی چیز ہے کہ جو مبین کرنے سے متعین نہیں ہوتی ہے جیسے درہم وغیرہ تو اس میں اگر بعد قبضہ کے مشتری یا کسی دوسرے کے ساتھ تصرف کرے تو بیع کے تمام کرنے میں شمار نہ ہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے مشتری کے ساتھ کوئی تصرف کیا جیسے کہ ثمن کے عوض مشتری سے کوئی کپڑا خریدایا مثلاً ثمن ہزار درہم تھے اسکے بدلے سودینار بطور بیع صرف کے خریدے تو یہ فعل بیع کے تمام کرنے میں شمار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دو غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ اس کو دونوں میں اختیار حاصل ہے اور مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک دونوں میں سے مر گیا یا اس کا کوئی سختی پیدا ہو تو باقی کی بیع جائز نہیں ہے اگر چہ بائع اور مشتری بیع کی اجازت پر راضی ہو جائیں اس واسطے کہ جو بیع شرط اختیار کے ساتھ ہو وہ حکم یعنی ملکیت کے حق میں منعقد نہیں ہوتی ہے پس جب دونوں میں سے ایک ہلاک ہو گیا تو باقی میں بیع کی

۱۔ قولہ نہ کیا یعنی اجارہ میں قبضہ دینا شرط نہیں جیسے بہرہ رہن میں شرط ہے ۱۲۔ ج۔ بمنزلہ اسباب کے مبین ہوتا ہے تو بہرہ وغیرہ صحیح ہے ۱۳۔ حاصل آنکہ متوقف رہے ۱۴۔

اجازت گویا از سر نو ایک حصہ کے ساتھ عقد کرنا ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے دو توں غلاموں کی زندگی میں یہ کہا کہ میں نے اس خاص غلام کی بیع تو زدی یا کہا کہ میں نے ان میں سے ایک کی بیع تو زدی تو اس کا اس طرح بیع کا توڑنا باطل ہوگا اور اس کو دونوں میں اختیار باقی رہے گا اور اسی طرح اگر ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ اس کو تین دن تک اختیار ہے پھر کہا کہ میں نے اس کے نصف میں بیع تو زدی تو یہ بھی باطل ہوگا اگر کسی نے اٹھ یا گدہ کھجوریں تین دن کے اختیار شرط پر بیچیں پھر مدت اختیار کے اندر انہوں میں سے بچے نکلے یا کبھی کھجوریں پختہ ہو گئیں تو بیع باطل ہو جائے گی اور اس مسئلہ میں اگر مشتری کا اختیار فرض کیا جائے تو اس کا اختیار باقی رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اسی صورت میں اگر اختیار کسی کا نہ ہو تو بیع باقی رہے گی اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بیع قبول کرے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے کوئی زمین تین دن کے اختیار شرط پر فروخت کی اور بائع نے ثمن پر اور مشتری نے زمین پر قبضہ کر لیا پھر بائع نے تین دن کے اندر بیع تو زدی تو زمین مشتری کے پاس قیمتی ضمانت میں رہے گی اور اس کو اختیار ہوگا کہ اپنے پورے ثمن حاصل کرنے کے واسطے جو اس نے بائع کو دیا ہے زمین کو روک رکھے پس اگر بائع نے اس کے بعد مشتری کو اس زمین میں ایک سال تک زراعت کرنے کی اجازت دی اور مشتری نے اس میں کھیتی کی تو زمین مشتری کے پاس امانت میں ہو جائے گی اور بائع کو ثمن ادا کرنے سے پہلے اختیار ہوگا کہ جب چاہے مشتری سے نکال لے اور مشتری کو اپنے ثمن پورا لینے کے واسطے کہ جو اس کا بائع کے ذمہ چاہیے ہے زمین کے روکنے کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے زمین میں زراعت کی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ایسی زمین کی اجرت کے حساب سے اس کو اپنے پاس رکھے اور کھیتی کٹنے کے وقت تک بائع کو اس زمین کے قبضہ میں لانے سے منع کرے اور اگر مشتری نے بعد کھیتی کرنے کے ارادہ کیا کہ بائع کو زمین پر قبضہ کرنے سے منع کرے یہاں تک کہ اپنا ثمن اس سے واپس لے تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری نے کھیتی کے تیار ہونے تک ایسی زمین کی جو اجرت ہوا کرتی ہے اس کے دینے سے انکار کیا اور کھیتی کے درخت اکھاڑ ڈالنے کو بھی بردا جانا اور اس زمین کے مالک سے کھیتی کی ضمانت لینے کا ارادہ کیا تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے بشرطیکہ زمین کے مالک نے اس کو کھیتی کی اجازت کھیتی تیار ہونے تک دی ہو لیکن اگر زمین کا مالک کھیتی کے تیار ہو کر کٹنے تک اپنی زمین میں کھیتی کو بلا اجرت چھوڑ دے تو اس پر ضمان لازم نہ آئے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے ایک غلام بشرط اختیار بیچا پھر بائع نے اس غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اگر گھر میں داخل ہو یا یہ کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو پس تو آزاد ہے تو یہ کہنا بیع کے توڑنے میں شمار نہ ہوگا اور اسی طرح اگر غلام سے کہا کہ تو یا یہ دوسرا غلام آزاد ہے یعنی یہ بھی بیع کا توڑنا نہ ہوگا اور یہ مسئلہ مفتی میں مذکور ہے اور اس اخیر صورت کی نسبت هشام اور بشر نے امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ جب مدت اختیار کی بیع ٹوٹنے سے گزر جائے گی تو بیع واجب ہو جائے گی اور وہ دوسرا غلام آزاد ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر چکی کی بیع میں اختیار کی شرط تھی پھر بائع اس کو پینے کے کام میں لایا تو بیع صحیح ہوئی اور اگر مشتری نے اپنے اختیار میں چکی سے اس واسطے پیسا کہ یہ معلوم ہو کہ اس چکی سے کس قدر پیسا جاسکتا ہے تو اس کا اختیار ساقط نہ ہوگا اور اگر اس سے زیادہ پیسا تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا۔ فقہ ابو جعفر نے فرمایا کہ ایک رات دن سے زیادہ پیسا زیادتی میں شمار ہے اور اس سے کم کی میں شمار ہے کہ اس سے اختیار باطل نہیں ہوتا ہے یہ حقیر الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر بیع قبضہ سے پہلے ہلاک ہو جائے تو بیع باطل ہو جائے گی خواہ اختیار صرف بائع کو ہو یا صرف مشتری کو یا دونوں کو حاصل ہو اور اگر بعد قبضہ کے ہلاک ہو پس اگر اختیار بائع کو تھا تو بیع باطل ہو جائے گی اس لیے کہ بیع کی ایسی حالت ہوگئی کہ اس پر انشاء عقد کرنے کی گنجائش نہیں ہے تو عقد کی اجازت دینے کی گنجائش بھی نہ ہوگی پس بیع بالضرور صحیح ہو جائے گی پھر اگر وہ شئی مثلی نہیں

۱۔ اس کے ضائع ہونے پر قیمت دینا پڑے گی نہ ثمن ۱۲۔ ۲۔ ضمانت سے نکل جائے گی ۱۳۔ ۳۔ قولہ انشاء یعنی از سر نو اس پر عقد کرنا غیر ممکن ہے ۱۴۔

ہے تو مشتری کو قیمت دینی لازم آئے گی اور اگر مثلی ہے تو اس کا مثل واجب ہوگا اور اگر اس مسئلہ میں خیار مشتری کا ہو تو بیع باطل نہ ہوگی لیکن خیار باطل ہو جائے گا اور بیع لازم ہوگی اور مشتری پر ثمن واجب ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

منقہ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اس شرط پر کہ اس کو خیار حاصل ہے اور وہ باندی مشتری کو دے دی پھر مدت خیار کے اندر مشتری نے اس کو آزاد کر دیا یا کسی سے اس کا نکاح کر دیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا اور اس کا نکاح کر دینا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ جب بائع نے بیع کی اجازت دی تو اس باندی کی فرج مشتری کے واسطے حلال کر دی پس دوسرے شخص سے اس کا نکاح ٹوٹ گیا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ باندی باکرہ تھی اور اس کے شوہر نے اس سے وطی کر لی پھر بائع نے باندی کی بیع توڑ دی اور وطی کرنے کے سبب اس باندی میں سودرہم کا نقصان آ گیا ہے اور اس وطی کا مہر سودرہم ہیں تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کے شوہر کا دامن گیر ہو کر پڑا مہر لے لے اور شوہر اس کو کسی سے واپس نہ لے سکے گا اور اگر چاہے تو مشتری کا دامن گیر ہو کر وطی کا نقصان لے یعنی سودرہم لے اور پھر مشتری اس سودرہم کو جو اس نے ضمان میں دیے ہیں اس باندی کے شوہر وطی کرنے والے سے واپس لے گا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ بائع نے باندی مشتری کو نہیں دی اور باندی بائع کے قبضہ میں تھی کہ مشتری نے کسی کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا اور اس کے شوہر نے اس سے وطی کی پھر بائع نے بیع کی اجازت دی اور باندی کے شیبہ ہونے کی وجہ سے وطی سے اس میں کچھ نقصان نہیں آیا تو نکاح فاسد ہے اگر مشتری اس نکاح کو فسخ کرے تو فسخ ہو جائے گا اور اگر فسخ نہ کرے تو فسخ ہوگا اس واسطے کہ بائع نے جب بیع کی اجازت دی تو فرج اس کی مشتری کے واسطے حلال نہیں ہوئی اور اگر مشتری اس کے نکاح کو فسخ کر دے تو اس وطی کرنے والے کو مہر مثل دینا پڑے گا اور بسبب اس وطی کے جو بائع کے پاس واقع ہوئی مشتری کو باندی پھر نے کا اختیار نہیں ہے اس جہت سے وطی سے اس میں نقصان نہیں آیا اور اگر وطی زنا سے واقع ہو تو عیب میں شمار ہوگی کہ جس کے سبب سے اس کو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی غلام ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہے پھر مشتری نے بعوض درہموں کے سودینار دیے پھر بائع نے بیع توڑ دی تو بیع صرف بھی باطل ہوگئی اور بائع پر لازم ہے کہ اس کے دینار واپس کرے ☆

کسی شخص نے ایک گھر فروخت کیا اس شرط پر کہ اس کو تین دن تک خیار حاصل ہے پھر مشتری نے چند درہم معین یا کوئی اسباب معین دینے پر بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ اپنا خیار توڑ کر بیع پوری کر دے تو یہ صلح جائز ہے اور یہ زیادتی ثمن میں زیادتی لگائی جائے گی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور بائع نے خیار توڑ دینے پر اس طرح صلح کی کہ میں ثمن سے اس قدر کم کر دوں گا یا یہ اسباب خاص بیع میں بڑھا دوں گا تو یہ بھی بیع جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کوئی غلام ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہے پھر مشتری نے بعوض درہموں کے سودینار دیے پھر بائع نے بیع توڑ دی تو بیع صرف بھی باطل ہوگئی اور بائع پر لازم ہے کہ اس کے دینار واپس کرے یہ محیط میں لکھا ہے اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے سوال کیا کہ کسی شخص نے ایک مکان میں دن کے خیار شرط پر بیچا اور مشتری اپنے گھر میں چھپ رہا اس غرض سے کہ تین دن گزر جائیں اور بیع واجب ہو جائے تو ایسی صورت میں کیا منادی بھیجا جائے گا امام نے فرمایا کہ ہاں میں اس کی طرف منادی بھیجوں گا پس اگر وہ ظاہر ہو گیا تو بہتر ورنہ اس کا خیار باطل کر دوں گا مگر یہ کہ وہ تین دن کے اندر حاضر ہو جائے پھر میں نے کہا کہ اگر خصم تین دن نہ آیا اور تیسرے دن ایسے وقت آیا کہ تم منادی نہیں بھیج سکتے ہو اور تم سے یہ درخواست کی کہ خیار باطل کر دو تو امام نے فرمایا کہ میں ایسا نہ کروں گا پھر میں نے کہا کہ اگر خصم بیان کرے کہ میں نے منادی کی

اور اشہاد کیا پھر وہ مجھ سے چھپ گیا تو تم میری اس بات پر گواہی کرو۔ تو امام نے فرمایا کہ میں کہوں گا کہ لوگو گواہ رہو کہ یہ شخص بیان کرتا ہے کہ مجھے جس سے جھگڑا ہے میں نے اُس کی تین دن تک منادی کی کہ میں ہر روز اُس کے پاس جاتا تھا اور منادی کرتا تھا پس وہ مجھ سے چھپ جاتا تھا پس جیسا یہ کہتا ہے اگر ایسا ہی ہے تو میں نے اختیار باطل کر دیا پھر اگر اس کے بعد مشتری ظاہر ہوا اور اُس نے انکار کیا تو میں مدعی سے اختیار اور منادی کرنے پر گواہ طلب کروں گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک چیز تین دن کے اختیار شرط پر خریدی اور تین دن کے اندر بائع کے دروازہ پر گیا تاکہ بیع پھیر دے پس بائع اُس سے چھپ گیا اور مشتری نے قاضی سے درخواست کی کہ بائع کی طرف سے خصم قائم کرنے اُس کو بیع پھیر دی جائے تو فقہانے اس باب میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ قاضی خصم قائم کرے گا مشتری کی رعایت سے اور محمد ابن سلمہ نے فرمایا کہ قاضی اُس کی درخواست قبول نہ کرے کیونکہ مشتری نے جب خرید اور پوشیدہ ہو جانے کے احتمال کے باوجود کوئی کفیل بائع سے نہ لیا تو اُس نے اپنی رعایت خود ترک کر دی پس اُس کی رعایت نہ کی جائے گی پس اگر قاضی نے کوئی خصم قرار نہ دیا اور مشتری نے قاضی سے منادی کرنے والے کی درخواست کی تو امام محمد سے اس باب میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ قاضی اس درخواست کو قبول کر کے بائع کے دروازہ پر ایک منادی بھیجے کہ وہ جا کر پکارے کہ قاضی کہتا ہے کہ فلاں خصم تیرا تجھ پر بیع واپس کرنا چاہتا ہے پس اگر تو حاضر ہو تو بہتر ورنہ میں بیع توڑ دوں گا پس قاضی بدوں منادی کے بیع نہ توڑے گا اور دوسری روایت میں یہ آیا ہے کہ قاضی منادی کی درخواست بھی قبول نہ کرے گا پس امام محمد سے پوچھا گیا کہ مشتری کو کیا کرنا چاہیے تو انہوں نے کہا کہ مشتری کو یہ چاہیے کہ جب اُس کو بائع کے غائب ہو جانے کا خوف ہو تو بائع سے کوئی ثقہ وکیل لے کر اپنی مضبوطی کر لے تاکہ اگر بائع چھپ جائے تو وکیل کو واپس کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایسی چیز کو جو جلد بگڑ جاتی ہے بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا اور مشتری ثمن ادا کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے غائب ہو گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کے ساتھ فروخت کر دے ☆

اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جو جلد بگڑ جاتی ہے اس شرط پر کہ تین دن تک کا اختیار ہے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ مشتری پر کچھ جبر نہ کیا جائے اور استحسان کی رو سے مشتری سے کہا جائے گا کہ یا بیع کو ختم کرے یا بیع کو لے لے اور تجھ پر کوئی ثمن واجب نہ ہوگا تا وقتیکہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیرے پاس بگڑ جائے اور یہ اس واسطے کہ دونوں طرف کا ضرر دفع ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر ایسی چیز کو کہ جلد بگڑ جاتی ہے بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا اور مشتری ثمن ادا کرنے اور قبضہ کرنے سے پہلے غائب ہو گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کے ساتھ فروخت کر دے اور دوسرے مشتری کو اُس کا خریدنا حلال ہے اگرچہ وہ اس کے پہلے فروخت ہونے سے آگاہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر بائع یا مشتری کسی کو اختیار حاصل تھا اُس نے اپنے اوپر یہ شرط لگائی کہ اگر میں آج ایسا نہ کروں تو میرا اختیار باطل ہے تو اُس کا اختیار باطل نہ ہوگا اور اگر ایسی شرط اختیار صیب میں لگائی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ کہا کہ میں نے اپنا اختیار کل آئندہ میں باطل کر دیا یا کہا کہ میں نے اپنا اختیار باطل کر دیا جس وقت کل کا روز آئے گا پس کل کا دن آیا تو منقذی میں مذکور ہے کہ اس کا اختیار باطل ہو جائے گا اور یہ قول پہلے قول کے مثل نہیں ہے کیونکہ یہ وقت لامحالہ آئے گا بخلاف پہلی صورت کے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

اگر ایک باندی بعوض ایک غلام کے فروخت کی اس شرط پر کہ بائع کو باندی میں اختیار حاصل ہے تو غلام کا ہبہ کرنا یا نخاس میں پیش کرنا بیع کی اجازت میں شمار ہوگا اور باندی کا بیع کے واسطے پیش کرنا صحیح قول کے موافق بیع کی فتح ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ ایک

فصل نے ایک ہاندی بشرط اختیار مولیٰ پھر اس کے سوا دوسری ہاندی بائع کو داپس دے کر کہا کہ یہ دعی ہے جو میں نے تجھ سے خریدی تھی تو قول مشتری کا مستبر ہوگا اور بائع کو جائز ہے کہ اس کو اپنی ملکیت میں لے اور اس سے دلی کرے یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے۔ بشر نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کے ہاتھ شیرہ انگور اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو اختیار حاصل ہے اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس شراب ہو گیا تو بیع ٹوٹ گئی اس مسئلہ کو متنبی میں ذکر کر کے کہا کہ مشتری شیرہ انگور کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا اور اسی طرح امام محمد سے مروی ہے۔ حاکم ابو الفضل کہتے ہیں کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ بائع اپنے اختیار پر باقی رہے گا اور اگر وہ تین روز گزرنے تک خاموش رہے تو مشتری کو بیع لازم ہوگی پھر اُس بنا پر کہ جو بشر نے روایت کی ہے کہ بیع ٹوٹ جائے گی فرمایا کہ اگر اُن دونوں نے ہا ہم جھگڑا نہ کیا یہاں تک کہ وہ شراب سرکہ ہو گئی پھر بائع نے اپنے اختیار کے موافق بیع کو لازم کرنا اختیار کیا تو بائع کو یہ اختیار حاصل ہے اور مشہور روایت کے موافق مشتری کا راضی ہونا اعتبار نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

متنبی میں مذکور ہے کہ ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ بائع کو اختیار حاصل ہے پھر اُس غلام کو تجارت کرنے کی اجازت دی تو یہ فعل بیع توڑنے میں شمار نہ ہوگا مگر اُس صورت میں بیع ٹوٹ جائے گی کہ اگر غلام پر کچھ قرض ہو جائے اور بعد قرض ہو جانے کے اگر بیع تمام کرنی چاہے تو جائز نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنا غلام تین دن کے اختیار شرط پر فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر اُس کو مشتری کے پاس سے غصب کر لیا تو یہ کام بیع کے فتح اور اختیار کے باطل کرنے میں شمار نہ ہوگا یہ فصولہ ادبیہ کی پچیسویں فصل میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر کہ بائع کو اختیار حاصل ہے فروخت کیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا اور غلام نے مشتری کے پاس کسی کو قتل کر ڈالا اور غلام بھی مر گیا اور مشتری نے اُس کی قیمت بائع کو دے دی تو خون کے وارث بائع سے قیمت لے لیں گے اور بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے اُس کے مثل لے لے اور یہ صورت بمنزلہ غصب کے ہے۔ کسی نے ایک غلام اختیار کی شرط پر بیچا اور غلام اُس کے قبضہ میں ہے پھر تین دن کے اندر کہا کہ میں نے بیع کو فتح کر دیا پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے بیع کو تمام کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع احتساباً جائز ہے اور اگر ایسی صورت میں بائع نے بیع میں کچھ نقصان پیدا کر دیا اور مشتری نے کہا کہ میں اُس کو اسی طرح لے لوں گا تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اگر بائع اُس کو سپرد کر دے تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر بیع کو کسی اجنبی نے ہلاک کر دیا اور اختیار بائع کا تھا تو بیع فتح نہ ہوگی اور بائع کا اختیار باقی رہے گا خواہ بیع مشتری کے قبضہ میں ہو یا بائع کے قبضہ میں ہو پس اگر بائع چاہے تو بیع کو فتح کرے اور ہلاک کرنے والے کا دامن گیر ہو کر ضمان لے لے اور اسی طرح اگر بیع کو مشتری نے ہلاک کیا تو بائع کو اختیار ہے چاہے بیع کو فتح کر دے اور مشتری سے ضمان لے لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دے کر ثمن لے لے اور اگر بیع میں بائع کے پاس کچھ عیب آ گیا تو یہ عیب اگر آسانی آفت سے یا خود بیع کے فعل سے ہو تو بیع باطل نہ ہوگی اور بائع کو اختیار باقی رہے گا اگر چاہے تو بیع کو فتح کرے اور اگر چاہے تو اجازت دے پس اگر اُس نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ اگر چاہے تو بیع پورے ثمن میں لے لے اور نہ ترک کر دے کیونکہ بیع قبضہ سے پہلے خفیہ ہو گئی اور اگر اس صورت میں بائع کے فعل سے عیب آ گیا ہو تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے عیب آ گیا تو بیع باطل نہ ہوگی اور بائع اپنے اختیار پر باقی رہے گا اگر چاہے تو بیع کو فتح کر کے عیب پیدا کرنے والے کا دامن گیر ہو کر بجر مانہ لے لے اور اگر چاہے تو بیع کی اجازت دے کر مشتری سے ثمن حاصل کرے اور مشتری عیب پیدا کرنے والے سے بجر مانہ لے لے اور اسی طرح عیب اگر مشتری کے فعل سے پیدا ہوا تو بھی بیع باطل نہ ہوگی اور بائع کو اختیار ہے گا کہ اگر چاہے تو بیع کر کے مشتری سے قیمت لے لے اور اگر چاہے تو اجازت دے کر اُس سے ثمن حاصل کرے اور اسی

طرح اگر بیع مشتری کے قبضہ میں کسی اجنبی یا مشتری کے فعل یا آسانی آفت سے عیب دار ہوگئی تو بھی بائع اپنے خیار پر رہے گا اگر چاہے تو بیع کی اجازت دے ورنہ چاہے تو فسخ کر دے پس اگر اُس نے اجازت دی تو مشتری سے پورا ٹھن لے لے گا اور مشتری اجنبی سے جرمانہ لے گا اگر عیب اُس کے فعل سے ہوا ہو اور اگر بائع نے بیع فسخ کر دی تو عیب اگر فعل مشتری یا آفت آسانی سے ہوا تو بائع اُس عیب دار بیع اور جرمانہ کو مشتری سے لے گا اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے ہوا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے جرمانہ مشتری سے لے ورنہ اجنبی سے لے لیکن مشتری جو جرمانہ دے گا وہ اجنبی سے واپس لے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے ایک باندی فروخت کی اور باندی اُسی کے پاس شبہہ میں وٹلی کی گئی تو بیع ٹوٹ جائے گی ☆

ابو سلیمان نے امام ابو یوسف سے امالی میں روایت کی ہے کہ اگر بیع بائع کے قبضہ میں کوئی جرم کرے اور خیار بائع کا ہو تو اگر بائع بیع کو توڑے پس بائع یا بیع کو دے گا یا اُس کا فدیہ دے گا اگر اُس نے بیع باقی رکھی یا خاموش رہا یہاں تک کہ مدت گزر گئی اور مشتری نے اُس کو قبول کیا اور اُس کے عیب جرم پر راضی ہو گیا تو مشتری جرم میں یا بیع کو دے گا یا اُس کا فدیہ دے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے اپنا بیٹا اس شرط پر خریدا کہ بائع کو خیار حاصل ہے پھر مشتری مر گیا اور بائع نے بیع کی اجازت دے دی تو بیٹا آزاد ہو جائے گا اور اپنے باپ کا وارث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر مکاتب یا ماذون نے کوئی چیز فروخت کی اور اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کی اور مدت خیار میں مکاتب اپنی کتابت سے عاجز ہوا یا ماذون اپنی اجازت سے مجبور کیا گیا تو بیع لازم ہو جائے گی اور بالاتفاق خیار باطل ہو جائے گا یہ بیع میں لکھا ہے۔ کوئی بکری تین دن کے خیار شرط پر فروخت کی پھر بائع نے مدت خیار میں اُس کے ٹھم کاٹ لیے تو یہ بیع توڑنے میں شمار ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے ایک باندی فروخت کی اور باندی اُسی کے پاس شبہہ میں وٹلی کی گئی تو بیع ٹوٹ جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے تین دن کے خیار شرط پر ایک باندی فروخت کی پھر اس باندی نے بائع یا مشتری کے پاس کچھ مال حاصل کیا یا اُس کے کچھ اولاد ہوئی تو یہ زوائد اصل کے ساتھ ملا دیے جائیں گے یعنی اگر بیع تمام ہو تو یہ کل مشتری کے ہوں گے اور اگر فسخ ہو جائے تو بائع کے ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور واضح ہو کہ اگر خیار مشتری کا ہو تو اس بیع کا نفاذ ہونا اُن تین صورتوں کے ساتھ جو مذکور ہوئیں اور اُن کے سوا ایک اور صورت کے ساتھ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مشتری بیع میں مالکانہ تصرف کرے اور قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ ہر فعل کی مشتری نے اپنے شرط خیار کے ساتھ بیع میں کیا اگر وہ فعل ایسا ہے کہ مشتری امتحان کے واسطے اُس کے کرنے کا محتاج تھا اور کسی حال میں اُس فعل کا کرنا ایسی چیز میں جو ملک نہیں ہے حلال بھی تھا تو ایسے فعل کا ایک بار کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل نہیں ہے اور اُس کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر امتحان کے واسطے اس فعل کا محتاج نہ تھا یا محتاج تھا مگر غیر ملک میں وہ فعل کسی حال میں جائز نہیں ہے تو ایسا فعل کرنا بیع کے اختیار کرنے کی دلیل ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی غلام کی خرید میں اگر خیار مشتری کا تھا اور اُس نے اُس کو فروخت کیا یا آزاد یا مدبر یا مکاتب یا رہن کیا یا اُس کو بہہ کیا خواہ سپرد کیا ہو یا نہ کیا ہو یا اس کو اجرت پر دیا تو یہ سب باتیں مشتری کی طرف سے اجازت بیع میں شمار ہوں گی کیونکہ ایسے تصرفات خاص کر ملک میں ہوتے ہیں یہ نہایت ہی میں لکھا ہے۔

یہی حکم ہے اگر غلام میں سے کچھ آزاد کر دیا ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ وٹلی کرنا یا شہوت سے بوسہ لینا یا شہوت سے مباشرت کرنا یا شہوت کے ساتھ اُس کی فرج کی طرف دیکھنا سب مشتری کی طرف سے اجازت میں شمار ہے۔ لیکن بدون شہوت کے چھوٹا اور

اُس کی فرج کی طرف دیکھنا اجازت میں شمار نہ ہوگا۔ بدائع میں لکھا ہے اور اگر باقی اعضاء کی طرف شہوت سے دیکھا تو خیار ساقط نہ ہوگا کیونکہ امتحان میں اس کی ضرورت ہے بخلاف بائع کے کہ اگر اُس نے بلا شہوت کے باقی اعضاء کو چھوایا اُس کی فرج کی طرف دیکھایا شہوت کے ساتھ اُس کے باقی اعضاء کی طرف دیکھا تو اُس کا خیار ساقط ہو جانا واجب ہے کیونکہ اُس کو اُس کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور یہ بدوں ملک کے حلال نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور شہوت کی تعریف معتبر یہ ہے کہ اُس کے اَلہ تناسل کی انتشار ہو یا اُس کا انتشار بڑھ جائے اور بعضوں نے کہا ہے کہ قلب سے خواہش ہو اور انتشار شرط نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری کو تین دن تک خیار حاصل ہے پھر مشتری نے اُس کا بوسہ لیا یا اُس کو چھوایا اُس کی فرج دیکھی پھر اُس کے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور کہا کہ یہ کام شہوت کے ساتھ نہ تھا تو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر رکھا جائے گا اسی طرح امام محمدؒ سے منگلی میں روایت ہے۔ پھر کہا کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی عورت کا بوسہ لے یا اُس کو چھوئے یا اُس کی فرج دیکھے اور کہے کہ شہوت سے نہ تھا تو اُس کا قول معتبر ہوتا ہے پس ایسا ہی اس صورت میں بھی معتبر ہوگا اور اگر مباشرت بلا وطی واقع ہوئی پھر کہا کہ یہ بلا شہوت تھی تو اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور صدر الشہید بوسہ کے باب میں کہتے تھے کہ حرمت معاہرہ کا فتویٰ دیا جائے گا تا وقتیکہ اُس کا بلا شہوت ہونا ثابت نہ ہو اور چھونے اور فرج کے دیکھنے کے باب میں کہتے تھے کہ ایسا فتویٰ نہ دیا جائے گا تا وقتیکہ اُس کا شہوت سے ہونا ظاہر نہ ہو پس صدر الشہید کے قول کے قیاس پر واجب ہے کہ اس مسئلہ میں مشتری نے اگر اس باندی کا بوسہ لیا اور کہا کہ شہوت سے نہ تھا تو اُس کا قول قبول نہ کیا جائے گا اور اُس کا خیار ساقط ہو جائے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے اُس کا بوسہ لیا اور کہا کہ بدوں شہوت کے تھا پس اگر منہ میں لیا ہے تو اُس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر باقی بدن میں لیا ہے تو اس کا قول قبول ہوگا اور خیار باقی رہے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے صدر الشہید نے کتاب البیوع میں لکھا ہے کہ اگر باندی نے مشتری کے عضو تناسل کو دیکھا یا مشتری کو بوسہ لیا یا اُس کو شہوت سے چھوا اور مشتری نے اقرار کیا کہ یہ کام اُس نے شہوت سے کیے ہیں پس اگر مشتری نے اپنے اوپر ان کاموں کے کرنے کا قابو دے دیا تھا تو بالاتفاق اُس کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے قابو نہ دیا اور وہ اس کو مکروہ جانتا تھا اور باندی ایسا کر گزری تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایسا واقعہ بیع کی اجازت نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ باندی کی طرف سے کسی طرح سے فعل ہو بیع کی اجازت نہیں ہوتا ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر مشتری کے سونے کی حالت میں باندی نے اُس سے جماع کر لیا کہ اپنی فرج میں اُس کا عضو تناسل داخل کر لیا تو مشتری کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی باندی کو اپنے بستر پر بلایا تو اُس کا خیار باطل نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اُس کا نکاح کر دیا ہو لیکن اگر اس کا شوہر اُس سے وطی کر لے تو خیار باطل ہو جائے گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔

اگر خیار مشتری کا ہو اور اسباب اُس کے قبضہ میں ہو اور اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جائے جو دور نہیں ہو سکتا تو بیع لازم ہو جائے گی اور خیار باطل ہو جائے گا خواہ یہ عیب بائع کے فعل سے ہو یا نہ ہو یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اگر وہ عیب دور ہو سکتا ہے جیسے مرض تو مشتری کو بیع فسخ کرنے اور تمام کرنے کا اختیار ہے گا اور فسخ اسی صورت میں کر سکتا ہے کہ مدت خیار کے اندر عیب جاتا رہے اور اگر باقی رہے اور مدت گزر جائے تو فسخ کا اختیار نہ ہوگا اور بیع لازم ہو جائے گی یہ بدائع میں لکھا ہے اگر غلام بیمار ہو اور خیار مشتری کا تھا پھر اُس نے بائع سے ملاقات کر کے کہا کہ میں نے بیع تو زدی اور غلام تجھ کو واپس دیا اور بائع نے قبول نہ

کیا اور نہ غلام پر قبضہ کیا پس اگر مدت گزر گئی اور غلام مریض ہی رہا تو مشتری کو لینا لازم ہے اور اگر مدت خیار میں اچھا ہو گیا اور مشتری واپس نہ کرنے پایا تھا کہ مدت گزر گئی تو مشتری کو اُس گفتگو کی وجہ سے جو بائع سے رد کے باب میں کر چکا ہے واپس کرنے کا اختیار ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر مشتری کے قبضہ میں مدت خیار کے اندر بیع میں کچھ زیادتی ہوئی اور وہ زیادتی اصل شے سے پیدا ہوئی ہے اور اُسی کے ساتھ متصل ہے جیسے کہ موٹا ہونا یا مرض سے اچھا ہو جانا یا آنکھ سے چالا جانا یا ایسی زیادتی کی وجہ سے بیع واپس نہیں ہو سکتی اور بیع صحیح نہیں ہو سکتی یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

جو زیادتی کہ اصل سے پیدا ہو اور اُس سے جدا ہو جیسے کسب و کرایہ وغیرہ تو یہ بالاتفاق رد کی مانع نہیں ☆ اگر ایسی زیادتی ہے کہ جو اصل سے متصل ہے مگر اس سے پیدا نہیں ہے جیسے کپڑے کا رنگ اور سلائی اور ستوؤں کے ساتھ مسکے اور زمین کے ساتھ عمارت یا درخت لگانا تو ایسی زیادتی بالاتفاق واپس کرنے کی مانع ہے اور اسی طرح اگر زیادتی اصل سے پیدا ہو مگر اُس سے جدا ہو جیسے بچہ اور دو دودھ اور اون یا شہبہ سے طلی کا مہر وارش وغیرہ تو یہ بھی واپس کرنے کی مانع ہیں یہ نیا بیع میں لکھا ہے اور جو زیادتی کہ اصل سے پیدا نہ ہو اور اُس سے جدا ہو جیسے کسب و کرایہ وغیرہ تو یہ بالاتفاق رد کی مانع نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے بیع کو اختیار کیا تو بالاتفاق زیادتی مع اصل اُسی کی ہے اور اگر بیع کو اختیار کیا تو امام اعظم کے نزدیک زیادتی مع اصل واپس کر لے اور صاحبین نے کہا کہ فقط اصل کو واپس کرے اور زیادتی مشتری کی ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر بیع چوپایہ ہے اور خیار مشتری کا ہے اور وہ اُس پر اس غرض سے سوار ہوا کہ اُس کی چال اور قوت دریافت کرے یا بیع کپڑا ہے اور اُس کو اس غرض سے پہنا کہ اُس کی مقدار معلوم کرے یا وہ باندی تھی کہ اُس کا حال معلوم کرنے کے واسطے اُس سے خدمت لی تو مشتری اپنے خیار پر باقی رہے گا اور اگر چال اور قوت دریافت کرنے سے زیادہ سوار ہوا تو یہ بیع پر راضی ہونے میں شمار ہوگا اور اُس کا خیار جاتا رہے گا اور اگر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو یہ بھی رضامندی ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

خدمت لینے سے خیار باقی رہتا اُس وقت ہے کہ تھوڑی خدمت لی ہو اور اگر امتحان سے سزا آمد خدمت لی تو بیع کے اختیار کرنے میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کپڑا سردی کی تکلیف دور کرنے کے واسطے لیا تو اُس کا خیار باطل ہو گیا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اگر چانور پر اس غرض سے سوار ہوا کہ اُس کو پانی پلا دے یا اُس کے لیے چارہ لادے یا یہ کہ اُس کو بائع کو واپس کر دے تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ اجازت بیع میں شمار ہو لیکن استحسانا اجازت نہ ہوگی اور خیار باقی رہے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ بعض فقہانے کہا کہ خیار باقی رہتا اُسی وقت ہے کہ واپس کرنا یا پانی پلانا یا چارہ لانا بدون اُس پر سوار ہونے ممکن نہ ہو اور اگر بلا سواری ممکن ہو تو خیار باطل ہو جائے گا اور اُسی طرح چارہ لادنے کے واسطے سوار ہونا یعنی اگر چارہ ایک گٹھڑی میں ہو تو اُس کا بوجھ ایک طرف ہو گا پس اگر دوسری طرف بوجھ دینے کے واسطے خود سوار ہوا تو خیار باطل نہ ہوگا اور اگر دونوں طرف دو گٹھڑیاں ہیں اور خود سوار ہوا تو خیار باطل ہو جائے گا یہ مسئلہ سیر کبیر میں لکھا ہے۔ کذا فی محیط السرخسی اور اگر باندی سے دوبارہ خدمت لی پس اگر یہ خدمت پہلی قسم کی خدمت میں سے ہے تو یہ بیع کا اختیار کرنا ہے اور اگر دوسری قسم میں سے ہے تو اختیار کرنا نہیں ہے اور خدمت لینے میں زبردستی کرنا اول ہی مرتبہ میں بیع کے اختیار کرنے میں شمار ہوگا اور امام محمد نے خدمت لینے کی صورت کتاب الاجارات میں اس طرح بیان کی ہے کہ باندی کو حکم کرے کہ یہ اسباب کو خفے پر لے جایا اوپر سے نیچے اتار لایا میرے سامنے یہ کام چالا کی سے کرنا میرے پاؤں داب بشرطیکہ شہوت سے نہ ہو یا کھانا یا روٹی پکانے کا حکم دیا بشرطیکہ تھوڑا کام ہو اور اگر عادت سے زیادہ کھانے اور روٹی پکانے کا حکم دیا تو یہ راضی ہونے میں شمار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر گھوڑے پر اُس کی رفتار معلوم کرنے کو سوار ہوا پھر اُس پر دوبارہ سوار ہوا پس اگر دوبارہ اُس کی دوسری طرح سے چال معلوم

کرنے کو سوار ہوا جیسے کہ پہلی مرتبہ اس واسطے سوار ہوا کہ اُس کا خوش رفتار ہونا دریافت کرے پھر دوبارہ اُس کی چوڑی دریافت کرنے کے واسطے سوار ہوا تو اُس کا خیار باقی رہے گا اور کپڑے کو اگر ایک بار لمبائی چوڑائی دریافت کرنے کی غرض سے پہنا تھا پھر دوبارہ پہنا تو خیار جاتا رہے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر زمین مع کھیتی کے مول لی پھر کھیتی کو پانی دیا یا اس میں سے کچھ چنایا اُس کو کاٹایا اُس کو فروخت کرنے کے واسطے پیش کیا تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اگر اندازہ کرنے کے واسطے پیش کیا ہو تو باطل نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر زمین کے اندر خرے کے درخت تھے پھر وہ کاٹ ڈالے یا اُن میں پھل آنے کا زیادہ دیا تو خیار باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ زمین میں کھیتی ہو یا اُس کو کھیتی کے واسطے آراستہ کرنا اگر مشتری کی طرف سے ہو تو بیع پر راضی ہونے میں شمار ہے اور اگر بائع کی طرف سے ہو تو بیع میں شمار ہے اور اگر نہ عاریہ تھی اور اُس سے سینچا جیسے کہ پہلے پانی دیتا تھا تو اُس کا خیار جاتا رہے گا اور اسی طرح اگر اُس کو مستعار دیا یا اجرت پر دے دیا تو اُس کا خیار جاتا رہے گا خواہ اُس سے مانگنے والے نے سینچا ہو یا نہ سینچا ہو یہ تاتار خانہ میں فتاویٰ عتاییہ سے منقول ہے اور نہر اُگارتا اور کنواں پاشا اُس کے خیار کو ماسقہ کرتا ہے اور اگر کنواں گر گیا پھر اُس کو بنا دیا تو دوبارہ اُس کا خیار لوٹ نہ آئے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر خریدی ہوئی زمین کی نہر میں سے اپنے چو پائیوں کو پانی پلا یا یا خود پیا تو اُس کا خیار نہ جائے گا کیونکہ یہ مباح ہے اور اگر اس زمین کی نہر سے دوسری زمین کو پانی دیا تو یہ مشتری کی طرف سے راضی ہونے میں شمار ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی دوسرے نے اُس کی نادانستگی میں پانی دے دیا ہو اور اگر مشتری کی بکریاں گھاس چر گئیں تو اُس کا خیار جاتا رہے گا اور اگر دوسرے لوگوں کی بکریاں چر گئیں تو حکم اس کے برخلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے کوئی کنواں یا نہر خیار کی شرط پر خریدی پھر کنوئیں میں بکری گر کر مر گئی یا پلیدی یا کوئی ایسی چیز جس سے پانی پلید ہو جاتا ہے اس میں جا پڑی تو اُس کو تمام پانی نکالنے سے پہلے واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر مدت خیار کے اندر تمام پانی نکال ڈالا یہاں تک کہ پانی پاک ہو گیا تو اس صورت کو امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے اور مشائخ نے اس باب میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ وہ در کر سکتا ہے اس لیے کہ عیب مدت خیار کے اندر اس طرح جاتا رہا کہ اُس کا کچھ اثر باقی نہیں ہے تو مشتری کو خیار ہوگا یہ مسئلہ اس پر قیاس ہے کہ اگر مدت خیار کے اندر غلام کو مشتری کے پاس بخار آنے لگے پھر اسی مدت میں جاتا رہے تو مشتری کو خیار باقی رہتا ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ نے اپنے استاد ابو بکرؒ سے نقل کیا ہے کہ تمام پانی نکالنے کے بعد بھی اُس کو روکا اختیار نہ ہوگا اس لیے کہ اُس میں ایک طرح کا عیب باقی رہا کیونکہ عرفاً اگر چہ وہ پاک ہے مگر بعض علماء کے نزدیک پاک نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر اپنے پینے یا دھو کرنے یا چو پائیوں کو پلانے کے واسطے کنوئیں سے اس غرض سے پانی بھرا کہ پانی کی مقدار معلوم ہو تو خیار ماسقہ نہ ہوگا کیونکہ وہ اس کا محتاج ہے اور اگر کھیتی پہنچنے کے واسطے پانی نکال کر کھیتی کو پانی دیا تو خیار باطل ہو گیا کیونکہ پانی کی مقدار معلوم کرنے کے واسطے اس کی احتیاج نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر چو پایہ کے گھر کاٹنے یا بعض رگ اُس کی لی تو خیار باطل نہ ہوگا یہ بیع القدر میں لکھا ہے اور اگر اُس کی رگ گردن میں نشتر لگایا ٹھوڑی کے نیچے نشتر مارا یا بیطاروں کا نشتر مارا تو یہ رضامندی میں شمار ہے یہ سراج الوہاب میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اُس پر چارہ لادنا تو خیار جاتا رہے گا اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر اُس پر اُسی کا چارہ لادنا تو خیار نہ جائے گا اور اگر اُس کے اور بھی چو پائے ہیں کہ اُن سب کا چارہ اس چو پایہ پر لادنا تھا تو یہ رضا میں شمار ہے

۱۔ نہر کی صورت میں مسئلہ فرض کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ ادنیٰ نہیں جاتی اور شاید اس کے لائق طہارت مراد ہو ۱۲۔ ۲۔ مراد یہ کہ جس قدر سے پاکی کا حکم موافق مفتی ہے کہ دیا جاتا ہے ۱۲۔ ۳۔ بیطار چار پاؤں کے علاج کرنے والے ۱۲۔

یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک گائے یا بکری اس شرط پر خریدی کہ اس کو خیار ہے پھر اس کا دودھ دو ہاتو خیار جاتا رہے گا یہ فتاویٰ سراجیہ میں لکھا ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور قدوری میں لکھا ہے اگر مشتری خود مکان میں نہیں رہا یا دوسرے کو کرایہ پر یا بلا کر یا اس میں بسایا اس کی کچھ مرمت کی اس میں کوئی عمارت بنائی یا اس پر کچھ کی یا کھل لگائی یا اس میں سے کچھ گرا دیا تو یہ سب بیع کے تمام کرنے میں شمار ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی کے بدون کرائے اس کی کوئی دیوار گر گئی تو خیار جاتا رہے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی گھر کہ جس میں وہ خود رہتا ہے بشرط خیار خرید اور برابر اس میں رہتا رہا تو خیار باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس گھر میں کوئی شخص اجرت پر رہتا تھا اور بائع نے اس کی رضامندی سے وہ گھر فروخت کیا اور مشتری نے اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مشتری نے کرایہ لینا چھوڑ دیا تو یہ رضامندی شمار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے خیار شرط سے کوئی چیز خریدی اور اس کو خیار شرط سے بیچ ڈالا تو بعض فقہانے کہا ہے کہ اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور اگر کتابیں خریدیں اور خیار کی شرط کی اور ان کتابوں سے اپنے واسطے یا کسی دوسرے کے واسطے نقل لی تو خیار باطل نہ ہوگا اگرچہ اوراق الٹ دیے ہوں اور کتابوں سے پڑھنے میں خیار باطل ہوتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ فقہانے فرمایا ہے کہ اگر یوں کہا جائے کہ نقل لینے سے خیار جاتا رہتا ہے اور کتاب میں پڑھنے سے نہیں جاتا ہے تو اس کی بھی وجہ ہے اور اس حکم کو اختیار کرنا روا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہی حکم لیا گیا ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔

اگر بشرط خیار خریدے ہوئے غلام کے بچنے لگائے یا اس کو دو اپلائی یا اس کا سر منڈوا یا تو یہ رضامندی شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام سے یہ روایت ہے کہ اگر غلام کو حکم دیا کہ تو اپنے سر کے بال تراش دے تو یہ رضامندی شمار نہ ہوگا لیکن اگر اس سے دوا مقصود ہے تو رضامندی شمار ہے اسی طرح چونے کے لیپ کرنے کا بھی حکم ہے کہ خیار ساقط نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ اس کے ساتھ دوا کرنا مقصود ہو ایسے ہی سر یا داڑھی دھونے کا حکم کرنا ہے اور منقہی میں مذکور ہے کہ اگر غلام نے مشتری کے حکم سے بچنے لگائے تو یہ رضامندی شمار ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک غلام خیار شرط کے ساتھ خرید اور اس کو دیکھا کہ سر میں باجرت بچنے لگتا ہے اور دیکھ کر چپ رہا تو یہ رضامندی شمار ہوگا اور اگر بلا اجرت بچنے لگاتے دیکھا تو رضامندی شمار نہ ہوگا کیونکہ یہ مثل استحدام کے ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر وہ کہتا کہ میرے بچنے لگا دیے پھر وہ بچنے لگا دیتا تو رضامندی شمار نہ ہوتا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اصل میں مذکور ہے کہ ایک باندی خریدی اور اس کو حکم دیا کہ میرے لڑکے کو دودھ پلا دے تو یہ رضامندی شمار نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی خیار کے شرط پر خریدی اور بعد خرید کے اس کو کنگھی کرنے اور تیل لگانے یا کپڑے بدلنے کا حکم دیا تو یہ رضامندی شمار نہ ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اگر کوئی چیز بشرط خیار خریدی اور اس کو قبضہ میں لے لیا یا اس کا ٹخن ادا کر دیا تو اس فعل سے اس کا خیار باطل نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ ابن ساعد نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام تین دن کے خیار شرط پر رسول لیا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر غلام کو کچھ مال بہہ کیا گیا یا اسی نے خود کمایا پھر غلام نے مشتری کی دانستگی میں اس کی بلا اجازت یا اس کی دانستگی میں اس مال کو ضائع کر دیا تو مشتری کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر مشتری کا بیٹا جو کسی دوسرے شخص کا چھو کر تھا اس غلام کو بہہ کیا گیا اور غلام نے اس پر قبضہ کر لیا تو مشتری کا بیٹا آزاد ہو جائے گا اور مشتری کا خیار بھی اس غلام کے حق میں باطل نہ ہوگا اور اگر غلام کو مشتری کی ام ولد بہہ میں ملی اور اس پر غلام نے قبضہ کر لیا تو مشتری کا خیار غلام میں باطل ہو گیا اور امام نے فرمایا کہ بیٹا ام ولد کے مشابہ نہیں ہے

اس جہت سے کہ ام ولد بعد ہبہ کے بھی منگم خیار اُس کی ملک میں باقی رہتی ہے اور بیٹا باقی نہیں رہتا ہے اور اگر مشتری نے وہ چیز جو غلام کو ہبہ کی گئی تھی تلف کر دی تو اُس کا خیار غلام میں باطل ہو جائے گا اور ابن ساعہ نے یہ مسئلہ امام محمدؒ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی غلام تین دن کے خیار شرط پر خریدا اور بائع نے مشتری کے قبضہ میں اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کا خیار باطل ہو جائے گا اور امام کے نزدیک باطل نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں آئی ہیں اور اگر بائع نے مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک مشتری کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر مشتری کے قبضہ میں کسی اجنبی نے اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو سب کے نزدیک خیار باطل ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک گھر مشتری نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر کے خریدا پھر اُس کے پہلو میں دوسرا گھر لکھا تھا اُس کو مشتری نے شفعہ کے حق سے لیا تو اُس کا خیار جاتا رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور خیار باطل ہونے کے واسطے شفعہ کی راہ سے لے لینا کچھ ضروری امر نہیں ہے صرف طلب کرنے سے باطل ہو جائے گا کوہ اُس کے ساتھ لے بھی لیا ہو یا نہ لے لیا ہو یہ نہر الفائق میں مذکور ہے اگر کسی نے خیار کی شرط پر کوئی چیز خریدی اور مدت خیار میں ٹمن کے عوض اُس کو بائع کے پاس رہن کر دیا تو جائز ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کوئی مرغی خریدی کہ جس نے مدت خیار کے اندر انڈے دیے تو خیار ساقط ہو جائے گا مگر اُس صورت میں ساقط نہ ہوگا کہ انڈے گندے ہوں اور اگر کوئی جانور خریدا جس نے بچہ دیا تو خیار ساقط ہو جائے گا مگر اُس صورت میں ساقط نہ ہوگا کہ بچہ مردہ ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز میں خیار حاصل ہے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے بیع کی اجازت دے دی پس غلام مشتری کے پاس مر گیا تو بیع تمام ہو گئی ☆

منع میں یوں لکھا ہے کہ اگر باندی مشتری کے قبضہ میں کوئی مردہ بچہ جی پس اگر جننے سے اُس میں کچھ نقصان نہ آیا تو مشتری کو خیار باقی رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور واضح ہو کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کو خیار حاصل ہو تو ایک کی اجازت سے بیع تمام نہیں ہوتی ہے تا وقتیکہ دونوں کی اجازت نہ ہو یہ بسوط میں لکھا ہے اور مفتی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو اپنی فروخت کی ہوئی چیز میں خیار حاصل ہے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے بیع کی اجازت دے دی پس غلام مشتری کے پاس مر گیا تو بیع تمام ہو گئی اور نیز مفتی میں ماہور ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے خریدا اور ہر ایک نے اپنے واسطے خیار کی شرط کر لی پھر دونوں نے ایک ساتھ آزاد کر دیا تو ہر ایک کا آزاد کرنا اُس چیز میں جس کا وہ مالک تھا جائز ہو جائے گا واضح ہو کہ جب دونوں کا خیار ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ سب کے نزدیک غلام فروخت کرنے والے کا آزاد کرنا غلام کے حق میں اور باندی بیچنے والے کا حق باندی کے حق میں نافذ ہوگا۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور دونوں کو خیار حاصل ہے پھر بائع نے مشتری کے حضور میں کہا کہ میں نے بیع کی اجازت دے دی اور اس کے بعد مشتری نے بائع کے حضور میں کہا کہ میں نے بیع منسوخ کر دی تو بیع منسوخ ہو جائے گی پس اگر مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے تین دن کے اندر یا بعد ہلاک ہو گیا تو مشتری پر ٹمن لازم آئے گا اس جہت سے کہ بائع نے بیع تمام کر دی تھی اور صرف مشتری کا خیار رہ گیا تھا اور اگر اس غلام میں کوئی عیب اس وقت تک نہ تھا کہ پہلے یا اُس کے بعد پیدا ہو گیا تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور مشتری پر ٹمن لازم آئے گا اور بعد اس عیب پیدا ہونے کے مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ پہلے مشتری نے بیع منسوخ کر دیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دی پھر غلام مر گیا تو

مشتري پر قيمت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر بعد اس گفتگو کے اُس غلام میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس سے نقصان آیا تو بیع صحیح ہے اور بیع کو واپس کرے اور اُس کے ساتھ عیب کی وجہ سے جو نقصان آیا ہے وہ بھی دے اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری کے بیع کرنے سے پہلے غلام میں کوئی عیب آ گیا پھر بائع نے بیع کی اجازت دے دی تو بیع مشتری پر لازم ہے اور اُس کو ختم دینا پڑے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر خيار بائع کا تھا یا مشتری کا تھا اور دونوں نے بیع تو زدی پھر بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے غلام مشتری کے پاس ہلاک ہو گیا تو مشتری پر یا ثمن واجب ہوگا اگر خيار مشتری کا ہو یا قیمت لازم آئے گی اگر خيار بائع کا ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ دونوں کو خيار ہے اور ایک شخص دونوں میں سے صریحاً یا دلالتاً بیع پر راضی ہو گیا تو دوسرا اس کو رد نہیں کر سکتا ہے بلکہ امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کا خيار باطل ہو جائے گا اور صاحبین نے کہا کہ اپنے حصہ کی بیع رد کر سکتا ہے اور اسی طرح کا اختلاف خيار رویت اور خيار عیب میں بھی ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک غلام دو شخصوں سے ایک ہی صلہ میں اس شرط پر خریدا کہ دونوں ہاتھوں کو خيار حاصل ہے پھر اُس میں کا ایک بیع پر راضی ہو گیا اور دوسرا راضی نہ ہوا امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں پر بیع لازم ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

چونہی فصل ☆

دونوں باہم بیع کرنے والوں کے شرط خيار کر لینے میں اختلاف کرنے کے بیان میں

اگر دونوں بیع کرنے والے شرط خيار میں اختلاف کریں تو اُس کا قول لیا جائے گا جو خيار کی نفی کرتا ہے اور اگر دونوں مدت خيار کی مقدار میں اختلاف کریں تو اُس شخص کا قول معتبر ہوگا جو کمتر وقت کہتا ہے اور اگر مدت کے گزرنے میں اختلاف کریں تو اس شخص کا قول معتبر ہوگا جو اُس کے گزرنے کا منکر ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر دونوں نے شرط خيار میں اختلاف کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو خيار کے مدعی کے گواہ قبول ہوں گے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ اگر خيار ایک کا تھا اور دونوں نے اجازت یا بیع میں مدت کے اندر اختلاف کیا تو قول اُس کا لیا جائے گا جس کو خيار تھا خواہ وہ بیع کا دعویٰ کرے یا اجازت کا اور گواہ دوسرے کے لیے جائیں گے اور اگر بعد مدت گزر جانے کے دونوں نے اختلاف کیا تو جو شخص مدعی اجازت ہے اسی کا قول لیا جائے گا اور بیع کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ لیے جائیں گے لیکن اگر خيار دونوں کا ہو اور مدت کے اندر بیع ٹوٹنے یا اجازت ہونے میں اختلاف کریں تو قول بیع کے دعویٰ کرنے والے کا ہوگا اور گواہ دوسرے کے اور اگر بعد مدت گزرنے کے اختلاف کریں تو اجازت کے دعویٰ کرنے والے کا قول لیا جائے گا اور بیع ٹوٹنے کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ لیے جائیں گے یہ محیط میں لکھا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ دونوں کے گواہ کے بیان میں تاریخ نہ ہو اور اگر دونوں کے گواہ تاریخ کے ساتھ گواہی ادا کریں تو بیع و اجازت دونوں کے باب میں اُس شخص کے گواہ معتبر ہوں گے جس کے گواہوں کی تاریخ پہلے ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے جامع کبیر میں فرمایا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ بائع کو تین دن تک خيار حاصل ہے اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا اور مدت گزر گئی پھر کسی ایک نے دونوں میں سے یہ کہا کہ غلام تین دن کے اندر سر

گیا تھا اور بیع ٹوٹ گئی اور قیمت واجب ہوئی اور دوسرے نے کہا کہ نہیں وہ زندہ ہے اور بھاگ گیا ہے تو قول اُس شخص کا معتبر ہوگا کہ جو اُس کے زندہ و بھاگ جانے کا دعویٰ کرتا ہے اور اگر دونوں گواہ قائم کریں تو گواہ بھی اسی شخص کے معتبر ہوں گے جو اُس کے زندہ بھاگ جانے کا دعویٰ ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دونوں اُس کے مرنے پر متفق ہوں لیکن ایک کہے کہ وہ تین دن کے اندر مر اور دوسرا کہے کہ تین دن کے بعد مر تو قول اُس شخص کا معتبر ہے جو تین دن کے اندر موت کا دعویٰ کرتا ہے اور گواہ دوسرے کے لیے جائیں گے اور اگر دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ غلام تین دن کے بعد مشتری کے قبضہ میں مرا لیکن بیع اور اجازت میں اختلاف کریں اور ایک اس بات پر گواہ قائم کرے کہ بائع نے تین دن کے دن بیع توڑ دی تھی اور دوسرا گواہ قائم کرے کہ تین دن کے اندر اجازت دے دی تھی تو بیع ٹوٹنے کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ لیے جائیں گے بعض فقہانے کہا کہ یہ قیاس ہے اور بدلیل استحسان اجازت کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ لیے جائیں گے اور اگر دونوں تین دن کے اندر مرنے پر اتفاق کریں اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بیع کی اجازت کے دعویٰ کرنے والے کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کی اجازت کا دعویٰ کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کے بیع توڑنے کا دعویٰ کرے تو بیع ٹوٹنے کے دعویٰ کرنے والے کا قول لیا جائے گا اور گواہ دوسرے کے لیے جائیں گے اور اگر ایک تین دن کے بعد موت کا اور تین دن کے اندر بائع کے بیع توڑنے کا دعویٰ کرے اور دوسرا تین دن کے اندر موت کا اور موت سے پہلے بائع کی اجازت کا دعویٰ کرے تو بیع ٹوٹنے کے دعویٰ کرنے والے کا قول اور دوسرے کے گواہ لیے جائیں گے اور یہی حکم رہے گا اگر دونوں کا خیار ہو اور اسی طرح دونوں اختلاف کریں یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

نیز امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا ہے کہ اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ بائع کو تین دن تک خیار حاصل ہے اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا اور اُس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی پھر تین دن کے اندر اُس کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درہم ہو گئی پھر تین دن گزر گئے اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ تین دن کے اندر اُس کی قیمت دو ہزار درہم ہو جانے کے بعد مشتری نے اُس کو خطا سے قتل کر ڈالا ہے اور مشتری نے انکار کر کے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اُس کو تین دن گزرنے کے بعد خطا سے قتل کر دیا ہے تو بائع کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر یہ صورت ہو کہ ایک نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ غلام مشتری کے پاس تین دن کے اندر مر گیا ہے اور دوسرا گواہ لایا کہ بعد تین دن کے مرا ہے تو جو شخص تین دن کے بعد موت کا دعویٰ کرتا ہے اُسی کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر ہم یہ حکم دیں کہ قتل کی ضمان بائع کے واسطے واجب ہے تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کی مددگار برادری ضمان لے لے لیکن اگر بائع یہ قصد کرے کہ جو قیمت غلام کی قبضہ کے دن تھی اُس کی ضمان مشتری سے لے تو اُس کو یہ نہیں پہنچتا ہے اور اسی طرح اگر بائع گواہ لایا کہ فلاں شخص نے اس غلام کو تین دن کے اندر خطا سے قتل کیا ہے اور مشتری نے گواہ قائم کئے کہ اس شخص نے یا دوسرے نے تین دن کے بعد اُس کو خطا سے قتل کیا ہے تو بھی بائع کے گواہ قبول ہوں گے اور بائع کے واسطے یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ قتل کے دن جو اُس کی قیمت تھی وہ قتل کرنے والے کی مددگار برادری سے لے لے اور اگر بائع مشتری سے قیمت کی ضمان لینا چاہے تو یہ اختیار اس کو نہ ہوگا اور اگر مشتری گواہ قائم کرے کہ خود بائع نے اُس کو تین دن کے اندر قتل کیا ہے اور بائع گواہ لادے کہ مشتری نے اُس کو تین دن کے بعد قتل کیا ہے تو بائع کے گواہ قبول ہونگے اور اگر بائع گواہ لایا کہ اس شخص اجنبی نے تین دن کے بعد اُس کو قتل کیا ہے اور مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس اجنبی یا دوسرے نے اُس کو تین دن کے اندر قتل کیا ہے تو بائع کے گواہ لیے جائیں گے اور اگر اس صورت میں مشتری اس شخص پر قتل ثابت کرنا چاہے کہ جس پر بائع نے یوں گواہ قائم کیے ہیں کہ اُس نے تین روز کے بعد قتل کیا ہے اور اس سے ضمان لینے کا ارادہ کرے تو یہ اختیار مشتری کو نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دونوں اس بات پر متفق ہوں کہ اس شخص نے اسکو تین دن کے اندر غصب کر لیا ہے اور بائع تین دن کے اندر مرنے کا دعویٰ کرے اور مشتری تین دن کے بعد موت کا دعویٰ کرے تو مشتری کے گواہ لیے جائیں گے اور اگر اسکا انکشاف دعویٰ ہو تو بائع کے گواہ لیے جائیں گے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ غصب کرنے والے سے قیمت کی ضمان لے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر غصب دو شخصوں کی طرف سے واقع ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ جس شخص پر اس نے غصب ثابت کیا ہے اس سے ضمان لے اور اگر قتل یا موت پر جس صفت کے ساتھ ہم نے بیان کیا ہے گواہ قائم نہ ہوں تو اس شخص کا قول لیا جائیگا کہ جو تین دن کے اندر قتل یا موت کا دعویٰ کرتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

بانی جموں فصل ☆

بعض بیع کے اندر خیاری کی شرط کرنے کے اور عقد کرنے والے کے سوا دوسرے کے واسطے خیاری کی شرط کرنے کے بیان میں

اگر دو کپڑے یا دو غلام یا دو چوپائے اس شرط پر خریدے کہ مشتری کو دونوں میں سے ایک میں تین دن تک اختیار حاصل ہے یا اس شرط پر کہ بائع کو تین دن تک ایک میں اختیار حاصل ہے تو اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ جس چیز میں خیاری ہے اس کو معین نہ کرے اور ثمن بھی ہر ایک کا علیحدہ بیان نہ ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ جس چیز میں خیاری ہے اس کو معین کرے لیکن ثمن ہر ایک کا بیان نہ ہو اور تیسری صورت یہ ہے کہ ثمن کے حصہ کا بیان ہو لیکن جس چیز میں خیاری ہے وہ معین نہ ہو اور ان تین صورتوں میں دونوں بیع کی بیع قاسد ہے اور چوتھی صورت کہ جس میں دونوں میں بیع جائز ہوتی ہے یہ ہے کہ جس چیز میں خیاری ہے اس کو معین کرے اور ثمن میں سے ہر ایک کا حصہ علیحدہ بیان ہو پس اس صورت میں ایک کی بیع قطعی طور سے جائز ہے اور دوسرے کی بیع خیاری کے ساتھ پس جس شخص کے واسطے کہ خیاری حاصل ہے اگر وہ اجازت دے یا مرجائے یا خیاری کی مدت بدوں بیع ٹوٹنے کے گزر جائے تو دونوں کی بیع تمام ہو جائے گی اور مشتری کو دونوں کا ثمن دینا لازم ہوگا اور دوسرے شخص کو ایک یا دونوں کی بیع توڑنے کا اختیار نہیں ہے یہاں تک کہ ثمن ادا کرے یہ نیا بیع میں لکھا ہے۔

اگر کوئی کیلی یا وزنی چیز یا ایک غلام اس شرط پر خریدے کہ مشتری کو اس کے آدھے میں خیاری حاصل ہے تو خرید صحیح ہے خواہ ثمن کی تفصیل بیان کی ہو یا نہ کی ہو اور بائع کے خیاری ہونے یا مشتری کے خیاری ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے پس اگر خیاری مشتری کا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ جس آدھے میں اس کو خیاری حاصل ہے اس کو واپس کرے اگرچہ اس میں بائع کے حق میں صفحہ کی تفریق لازم آتی ہے کیونکہ وہ اصل تفریق پر راضی ہو گیا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے دو غلام ہر غلام ہزار درہم کے حساب سے خریدے اور بائع کے واسطے ایک میں معین کر کے خیاری کی شرط کی حتیٰ کہ عقد جائز ہو گیا پھر مشتری نے کہا کہ میں اس غلام کو جس میں خیاری نہیں ہے لیتا ہوں اور اس کا ثمن ادا کرتا ہوں تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر بائع نے چاہا کہ مشتری پورا ثمن ادا کرے اور مشتری نے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا اور اگر بائع نے یہ ارادہ کیا کہ جس غلام میں خیاری نہیں ہے وہ مشتری کے سپرد کرے اور اس کا ثمن مشتری سے لے لے اور دوسرے غلام کے حق میں توقف کیا اور مشتری نے کہا کہ میں کچھ نہیں لیتا ہوں اور نہ تجھ کو کچھ ثمن دیتا ہوں تا وقتیکہ تو دوسرے غلام کی بیع کی اجازت دے کہ میں دونوں لے لوں یا فتح کر دے کہ میں اس غلام کو جس کی بیع تمام ہے اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لوں تو اس بات کا مشتری کو اختیار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر بانع نے چاہا کہ دونوں غلام مشتری کو دے کر دونوں کاٹمن لے تو مشتری پر اس کا جبر نہ کیا جائے گا اور اگر مشتری نے ارادہ کیا کہ دونوں غلام لے کر دونوں کاٹمن ادا کر دوں تو بدوں رضامندی بانع کے اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر اس صورت میں اختیار مشتری کا ہو اور وہ قصد کرے کہ جس غلام کی بیع تمام ہے اس کو لے کر اس کاٹمن ادا کر دے اور بانع پر جبر نہ کیا جائے گا اور اگر بانع نے مشتری سے کہا کہ میں تجھ کو دونوں غلام دے کر دونوں کاٹمن لیتا ہوں اور تو اپنے اختیار پر باقی رہے گا تو مشتری پر اس کا جبر نہ کیا جائے گا اور اگر بانع نے مشتری سے کہا کہ میں تجھ کو دونوں غلام دے کر دونوں کاٹمن لیتا ہوں اور تو اپنے اختیار پر باقی رہے گا تو مشتری پر اس کا جبر نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک غلام خرید اور کسی غیر کے واسطے تین دن کے اختیار کی شرط کر لی تو مشتری اور غیر میں سے جو شخص بیع کی اجازت دے گا بیع جائز ہو جائے گی اور جو شخص بیع کرے گا بیع ہو جائے گی پس بیع ایسی شرط کے ساتھ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک احتساباً صحیح ہے یہ جامع صغیر میں لکھا ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بیع بیع کی پس اگر پہلا شخص معلوم ہو تو مقدم رکھا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے ایک ساتھ بیع اور اجازت دی یعنی ایک نے بیع کیا اور دوسرے نے معا اجازت دی تو بیع کا صحیح اولیٰ ہے یہ حاویٰ میں لکھا ہے اور نہر الفائق میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے اتنی کسی شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ تو میرا غلام میری شرط اختیار کے ساتھ کسی کے ہاتھ فروخت کرے پس اس نے بدوں اختیار کے بیع قطعی کے ساتھ یا اپنے واسطے اختیار کی شرط کر کے فروخت کیا تو بیع موقوف رہے گی اور اگر اس نے حکم کی فرماں برداری کر کے حکم دینے والے کے واسطے اختیار کی شرط کی تو حکم کرنے والے کو اور جس کو حکم دیا ہے دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہو جائے گا اور جو شخص دونوں میں سے بیع کی اجازت دے یا تو زور دے تو صحیح ہے لیکن اگر مامور یعنی حکم کیا گیا شخص بیع کی اجازت دے گا تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا اور حکم کرنے والا اپنے اختیار پر رہے گا اور باقی اختیار اجازت رہے گا یہاں تک کہ اس اختیار کا کوئی وقت مقرر نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس کو مطلق بیع کے واسطے حکم دیا یا حکم دیا کہ اپنی ذات کے واسطے اختیار کی شرط کرے پھر اس نے فروخت کیا اور حکم دینے والے یا کسی اجنبی کے واسطے اختیار کی شرط کی تو اختیار دونوں کو ثابت ہو جائے گا کیونکہ پہلے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عقد کرنے والا اگر دوسرے کے واسطے اختیار کی شرط کرے تو خود اس کے واسطے بھی اختیار ثابت ہو جاتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے خاص وہ غلام یا کوئی غلام خریدے اور اس کوٹمن اور جنس سے آگاہ کر دیا حتیٰ کہ وکالت صحیح ہو گئی اور اس سے کہا کہ تو اپنے واسطے اختیار کی شرط کرنا پس اس نے خرید اور اپنے واسطے یا حکم دینے والے یا اجنبی کے واسطے اختیار کی شرط کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ ہوگی اور اگر اس نے حکم دیا تھا کہ میرے واسطے اختیار کی شرط کرے اور اس نے بلا اختیار خرید یا اختیار کی شرط اپنے واسطے یا تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہ ہوگی لیکن مامور پر لازم ہو جائے گی اور اسی طرح اگر اس کو حکم دیا تھا کہ اپنے واسطے اختیار کی شرط کرنا اور اس نے خریدنے میں اپنے اختیار کی شرط نہ کی تو بیع حکم دینے والے پر نافذ نہ ہوگی اور اگر اس کو حکم دیا تھا کہ تو میرے واسطے اختیار کی شرط کرنا اور اس نے خرید میں حکم کے موافق اسی کے واسطے اختیار کی شرط کی حتیٰ کہ بیع حکم دینے والے پر نافذ ہو گئی پھر اس مامور نے خود بیع کی اجازت دے دی تو مامور کا اختیار جاتا رہے گا اور حکم دینے والے کا اختیار باقی رہے گا پس اگر اس نے بیع کی اجازت دی تو غلام اس کا ہوگا اور اگر اس نے بیع واپس کی تو غلام وکیل یعنی مامور کے ذمہ پڑے گا یہاں تک کہ اگر بعد اس کے غلام وکیل کے پاس مرجائے تو اس کا مال تلف ہوگا اور اگر وکیل نے پہلے سے بیع کی اجازت نہ دی تھی یہاں تک کہ حکم دینے والے نے اس سے کہا کہ مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو غلام واپس کر دے پھر اس کے کہنے کے بعد غلام وکیل کے پاس مر گیا تو حکم دینے والے کا مال تلف ہوا اور اگر حکم دینے والے کے اس کہنے کے بعد کہ تو غلام واپس کر دے وکیل نے کہا کہ میں اس عقد سے راضی ہوا پھر غلام وکیل کے پاس مر گیا تو حکم

دینے والے کا مال گیا اور اگر حکم دینے والے کے رد کرنے کے بعد وکیل نے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ بیع حکم دینے والے کی اجازت پر موقوف رہے گی پس اگر اُس نے دوسری بیع کی اجازت دے دی تو پہلی اور دوسری دونوں بیع نافذ ہو جائیں گی اور ملک مکمل کے واسطے ثابت ہو جائے گی اور اگر دوسرے ثمن میں کچھ نفع ہو تو یہ نفع اُس کو حلال ہوگا اور اگر اُس نے دوسری بیع توڑ دی تو وہی حال ہو جائے گا جو بیع ثانی سے پہلے تھا اور اگر دوسری بیع واقع ہونے کے بعد حکم دینے والے نے پہلی بیع توڑ دی تو غلام مامور کے ذمہ پڑے گا لیکن جو بیع اس سے پہلے واقع ہوئی تھی وہ اس پر نافذ نہ ہوگی پس اگر وکیل نے اس کے بعد از سر نو بیع کر لی تو نافذ ہو جائے گی اور اگر دوسرے ثمن میں کچھ نفع ہوگا تو وہ بھی اُس کے واسطے حلال ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کے واسطے کوئی چیز اُس کے حکم سے خریدی اور حکم دینے والے کے حکم کے موافق اُس کے واسطے خیاری کی شرط کی یہاں تک کہ موافق قاعدہ کے حکم دینے والے اور وکیل دونوں کو خیاری ثابت ہو گیا بعد ازاں بائع اور وکیل میں جھگڑا ہوا بائع نے کہا کہ حکم دینے والا بیع پر راضی ہو چکا ہے اور وہ اُس وقت موجود نہ تھا اور وکیل نے اس بات سے انکار کیا تو بدو ثمن کے قول وکیل کا معتبر ہوگا اور عکس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ اس مسئلہ میں وکیل سے قسم لینے کے باب میں دو روایتیں آئی ہیں اور اصح روایت یہ ہے کہ وکیل سے قسم لی جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور وکیل کے قول کا اعتبار کرنا اُسی وقت ہے کہ بائع نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم نہ کئے ہوں اور اگر اُس نے اس بات پر گواہ قائم کر دیے کہ حکم دینے والا بیع پر راضی ہو چکا ہے تو بیع حکم دینے والے کو لازم ہوگی اگرچہ وہ موجود نہ ہو اور اگر بائع سے اس بات پر گواہ قائم نہ ہوئے لیکن وکیل نے اُس کے دعویٰ کی تصدیق کی کہ حکم دینے والا راضی ہو چکا ہے پھر حکم دینے والے نے مدت خیاری کے اندر حاضر ہو کر راضی ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے بائع کے حضور میں بیع توڑ دی ہے تو اس مسئلہ کا یوں حکم مذکور ہے کہ خرید وکیل کے ذمہ پڑے گی اور حکم دینے والے پر لازم نہ آئے گی حتیٰ کہ اگر حکم دینے والے نے ثمن وکیل کو نہیں دیا ہے تو وکیل اُس سے نہ لے سکے گا اور خرید وکیل کے ذمہ پڑنا اُس وقت ہے کہ حکم دینے والے نے یہ بات مدت خیاری کے اندر کہی ہو اور اگر مدت خیاری کے بعد کہے تو بیع اُسی کے ذمہ ہوگی اور وہ اپنے قول میں سچا نہ سمجھا جائے گا کیونکہ اُس نے ایسی بات کہی ہے کہ جس کا استحیاف^۱ نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مکاتب نے کوئی چیز فروخت کر کے اپنے واسطے خیاری کی شرط کی پھر وہ تین دن کے اندر اپنی کتابت سے عاجز ہوا تو سب کے نزدیک بیع تمام ہو جائے گی ☆

اگر باپ نے یا وصی یا مضارب یا شریک یا وکیل نے کسی نابالغ کی طرف سے بیع کی اور اپنے واسطے یا مشتری کے واسطے خیاری کی شرط کی تو جائز ہے اور اگر نابالغ مدت خیاری کے اندر بالغ ہو گیا تو خیاری باطل ہو جائے گا اور بیع تمام ہو جائے گی یہ قول امام ابو یوسف کا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امام محمد نے فرمایا ہے ظاہر الروایت میں خیاری اُس کے کا ہو جائے گا پس اگر اُس نے مدت خیاری کے اندر بیع کی اجازت دی تو جائز ہوگی اور اگر رد کر دیا تو باطل ہو جائے گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے اور اگر مدت خیاری کی گزر چکی تو بیع نافذ ہو جائے گی یہ کافی میں لکھا ہے اگر مکاتب نے کوئی چیز فروخت کر کے اپنے واسطے خیاری کی شرط کی پھر وہ تین دن کے اندر اپنی کتابت سے عاجز ہوا تو سب کے نزدیک بیع تمام ہو جائے گی اور یہی حال اُس غلام کا ہے کہ جس کو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی پھر اس کے مالک نے تین دن کے اندر اسے مجبور کر دیا تو خیاری باطل ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نابالغ کے واسطے باپ یا وصی نے کوئی چیز

۱۔ قولہ استحیاف یعنی از سر نو ایسی چیز جائز نہیں ہے تو بیع پوری ہو جائے گی اور اب اس کا قول مفید نہ ہوگا ۱۲۔

۲۔ اصل میں ہے کہ نقص البیع بیع ٹوٹ جائے گی مترجم کے نزدیک یہ نسخ کی غلطی معلوم ہوئی لہذا اس کا ترجمہ لکھا جو مذکور ہوا واللہ اعلم ۱۳۔

بعض قرضہ کے جو اپنے ذمہ لیا ہے خرید کی اور خیار کی شرط کر لی پھر لڑکا بالغ ہوا اور باپ یا وصی نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع اُن دونوں کیلئے جائز ہوگی اور لڑکے کو خیار حاصل رہے گا کہ اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ بیع کر دے پس اگر اُس نے اجازت دی تو اُسکے حق میں بیع تمام ہو جائیگی اور اگر بیع کی تو اسکا حق جاتا رہے گا اور باپ یا وصی کے حق میں اجازت دینے کے سبب سے خرید صحیح ہو جائیگی اور اگر لڑکے نے کچھ اجازت نہ دی یہاں تک کہ وصی راضی ہونے سے پہلے یا بعد راضی ہونے کے مرگیا تو اس یتیم کو اپنا خیار باقی رہے گا اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ وصی نہیں مرا بلکہ مدت خیار کے اندر یا اُسکے گزرنے کے بعد غلام وصی کے قبضہ میں مرگیا یا وصی کے راضی ہونے سے پہلے یا بعد راضی ہونے کے مدت خیار کے اندر اس یتیم نے انتقال کیا تو بیع مشتری کے ذمہ پڑے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

جرمنی فصل ☆

خیار تعین کے بیان میں

واضح ہو کہ خیار تعین قیسیٰ چیزوں میں نہ مثلی چیزوں میں استحسانا چار چیزوں سے کم میں صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور چار چیزوں میں صحیح نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ دو یا تین غلاموں میں سے ایک کو یا دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کو اس شرط پر فروخت کرے کہ مشتری ایک پسند کر کے لے لے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور خیار تعین جیسا مشتری کی طرف جائز ہے ویسا ہی بائع کو بھی جائز ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور جب اس طرح کی بیع واقع ہو اور اُن دونوں پر مشتری قبضہ کرے تو دونوں میں سے ایک مشتری کی ملک ہو کر شمن کے عوض اُس کے پاس ضمانت میں ہوگی اور دوسری بائع کی ملک رہے گی کہ مشتری کے پاس امانت میں ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ پھر بعضوں نے اس خیار تعین کے عقد کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ اُس میں خیار شرط بھی ہو اور یہ جامع صغیر میں مذکور ہے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ شرط نہیں ہے اور جامع کبیر میں مذکور ہے اور فخر الاسلام کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے کذا فی التبعین۔ اگر دونوں خیار شرط مع خیار تعین پر راضی ہو جائیں تو خیار شرط کا بھی حکم ثابت ہو جائے گا اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک کو دونوں کپڑوں میں سے تین دن کے اندر رد کرنا جائز ہے اگر چہ یہ امر اُس کپڑے کے معین کرنے کے بعد ہو کہ جس میں بیع واقع ہوئی ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کو رد کیا تو یہ رد بوجہ خیار تعین کے ہوگا اور دوسرے کی بیع خیار شرط کے ساتھ ثابت رہے گی اور اگر کسی کے واپس کرنے اور معین کرنے سے پہلے تین دن گزر گئے تو خیار شرط باطل ہو جائے گا اور ایک کی بیع قطعی ہو جائے گی اور مشتری پر واجب ہوگا کہ ایک کو معین کر لے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

اگر خیار شرط کا ذکر نہ کیا تو خیار تعین کے واسطے امام اعظمؒ کے نزدیک تین دن کی مدت مقرر کرنا ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک کوئی مدت معلوم ہونا چاہیے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر کوئی وقت مقرر نہ کیا اور خیار کو مطلق چھوڑ دیا تو کرخیٰ فرماتے تھے کہ ایسی بیع جائز نہیں ہے اور جامع صغیر میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور ماذولہ میں ہے کہ شمس الائمہ حلوئی اور شمس الائمہ سرخسی اور فخر الاسلام علی بزدوی نے اسی قول کی طرف میل کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر خیار تعین کے ساتھ خیار شرط کی بھی شرط لگائی ہو جس کو خیار حاصل تھا وہ مرگیا تو خیار شرط باطل ہو جائے گا یہاں تک کہ وارث کو دونوں چیزوں کے رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور خیار تعین وارث کو ثابت ہو جائے گا اور جب اُس نے دونوں میں سے ایک کو اختیار کر لیا تو دوسری امانت ہوگی اور اگر خیار مشتری کا تھا اور قبضہ سے پہلے دونوں میں سے ایک تلف ہوگئی تو تلف ہونے والی امانت کے واسطے اور باقی رہنے والی بیع کے واسطے متعین ہو جائے گی اور مشتری کو باقی میں اختیار

۱۔ قیسی دو چیزیں کہ جن کے نادان میں قیمت لازم آتی ہے اور ان کے مثل نہیں دی جاسکتی اور مثلی وہ چیزیں کہ جن کے نادان میں ان کا مثل دینا پڑتا ہے۔ ۱۲۔

۲۔ قول وارث لیکن یہ میراث نہیں ملی بلکہ مورث کی ملکیت بائع سے ختم تھی تو جدا کرنے کے لیے مختار ہے۔ ۱۲۔

ہے اگر چاہے لے یا واپس کرے اور اگر سب تلف ہو گئیں تو بیع باطل ہو جائے گی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر دو باقی رہیں تو اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کو چاہے لے اور اگر نہ چاہے تو دونوں کو ترک کر دے اور اگر سب تلف ہو جائیں تو بیع باطل ہو جائے گی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر دو میں سے ایک چیز قبضہ کے بعد تلف ہو جائے تو تلف ہونے والی بیع کے واسطے متعین ہوگی اور باقی امانت ہے کہ اس کو رد کرے اور اگر دونوں آگے پیچھے تلف ہوئیں تو پہلے تلف ہونے والی اپنے تلف ہونے سے پہلے بیع کے واسطے متعین ہوگئی اور اس کا ثمن دینا مشتری کو لازم ہے اور اگر دونوں ساتھ تلف ہو گئیں تو مشتری کو ہر ایک کا آدھا ثمن دینا لازم ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر دونوں آگے پیچھے بھی ہلاک ہوں لیکن پہلے تلف ہونے والی معلوم نہ ہو تو بھی ہر ایک کا آدھا ثمن دینا واجب ہے یہ نہایت میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے کہا کہ دونوں میں سے بھاری ثمن والی ہلاک ہوئی ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ داموں والی تلف ہوئی ہے تو قول مشتری کو لیا جائے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر فقط ایک نے دونوں میں سے گواہ قائم کیے تو اس کے گواہ قبول ہوں گے اور قسم ساقط ہو جائے گی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بائع کے گواہ قبول کیے جائیں گے اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز قبضہ سے پہلے بائع کے پاس عیب دار ہوگئی تو عیب دار بیع کے واسطے متعین نہ ہوگی اور مشتری کو اختیار ہے گا اگر چاہے تو عیب دار کو اس کے پورے ثمن میں لے لے اور اگر چاہے تو دوسری کو لے لے اور اگر چاہے تو دونوں کو چھوڑ دے اور اگر دونوں چیزیں عیب دار ہو جائیں تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا اور اس کے قبضہ میں ایک عیب دار ہوگئی تو یہ بیع کے واسطے متعین ہوگی اور دوسری امانت رہے گی اور اگر دونوں عیب دار ہو جائیں پس اگر آگے پیچھے عیب دار ہوں تو پہلی مشتری پر لازم ہوگی اور دوسری بائع کو واپس کرے گا اور نقصان عیب کی ضمانت نہ دے گا یہ نیا بیع میں لکھا ہے اور اگر بائع اور مشتری پہلی عیب دار ہونے والی میں جھگڑا کریں تو اس کی صورت وہی ہے جو پہلے ذکر ہوئی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر دونوں ایک ساتھ عیب دار ہو جائیں تو کوئی بیع کے واسطے متعین نہ ہوگی اور اس کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے اس کے ثمن کے عوض لے لے اور اس کو دونوں کے رد کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اختیار شرط باطل ہو جائے گا اور اگر اس کے بعد دونوں میں سے ایک کا عیب بڑھ جائے یا ایک میں دوسرا عیب پیدا ہو جائے تو یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہو جائے گی یہ نیا بیع میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے کسی ایک میں مالکانہ تصرف کیا تو اس کا تصرف جائز ہے اور وہ اسی کا اختیار کرنے والا ہو جائے گا اور اس کا ثمن اس پر واجب ہوگا اور دوسری امانت کے واسطے متعین ہو جائے گی اور اگر بائع نے کسی ایک میں تصرف کیا تو اس کا تصرف موقوف رہے گا اگر یہی چیز بیع کے واسطے متعین ہوئی تو اس کا تصرف باطل ہو جائے گا اور اگر امانت رہے تو اس کا تصرف اس میں نافذ ہو جائے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے دونوں میں تصرف کیا اور وہ دونوں زندہ باقی ہیں تو مشتری کو اپنا اختیار باقی رہے گا پس جس کو نہ اختیار کرے اس کو واپس کرے گا و لیکن اس کو دونوں واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے دونوں کو فروخت کر دیا پھر دونوں میں سے ایک کو اختیار کیا تو جس کو اختیار کیا ہے اس کی بیع صحیح ہے اور اگر مشتری نے دونوں کپڑوں میں سے ایک کو رنگا تو وہی بیع کے واسطے متعین ہو گیا اور دوسرے کو واپس کر دے اور اگر بائع نے دونوں غلاموں کو آزاد کر دیا تو جو اس کو واپس ملے گا اس کا آزاد کرنا صحیح ہے اور اگر اس غلام کو جس کو مشتری نے اختیار کیا ہے آزاد کر دیا تو یہ صحیح نہیں ہے اور اگر دو باندیوں میں سے دونوں کو مشتری نے اپنے تحت میں لا کر ام ولد بنایا تو پہلی بیع کے واسطے متعین ہو جائے گی اور

۱۔ دونوں سے مراد اشیاء معیہ ہیں یعنی وہ چیزیں جو بیعت کی ہیں ۱۲۔ ۲۔ قول امانت رہے یعنی انجام کار میں اگر یہ امانت کے لیے متعین ہو جائے تو

دوسری کا عقر بائع کو دے گا اور دوسری کے بچہ کا نسب بسبب ملک نہ ہونے کے مشتری سے ثابت نہ ہوگا اور مشتری کو حکم کیا جائے گا کہ بیان کرے کہ دونوں میں سے کس کو اُس نے پہلے ام ولد بتایا ہے پس اگر مشتری بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو خیار تعین وارثوں کو ملے گا اور اگر وارثوں کو پہلی دونوں میں سے نہ معلوم ہوئی تو مشتری ہر ایک کے آدھے ثمن اور آدھے عقر کا بائع کے واسطے ضامن ہوگا اور دونوں باندیاں اپنی آدمی قیمت بائع کو کما کر دے گی اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ دونوں کے بچہ بھی اپنی آدمی قیمت بائع کو ادا کرنے کے واسطے سعی کریں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

اگر بائع اور مشتری دونوں کے ساتھ وطی کی اور دونوں کے بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک بائع و مشتری نے دونوں بچوں کا دعویٰ کیا تو مشتری جس سے پہلے وطی کرنا بیان کرے اُس میں اُس کی تصدیق کی جائے گی اور وہ دوسری باندی کا عقر بائع کو دے گا اور دوسری باندی کے بچہ کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور بائع مشتری والی باندی کا عقر مشتری کو دے گا اور اگر بائع اور مشتری دونوں میان ہونے سے پہلے مر گئے اور مشتری کے وارثوں کو دونوں باندیوں میں سے پہلی معلوم نہ ہوئی تو دونوں کی اولاد کا نسب کسی سے ثابت نہ ہوگا اور باندیاں مع اولاد سب آزاد ہو جائیں گی اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو آدھا ثمن اور آدھا عقر بائع کو ضمان دے گا اور بائع آدھا عقر ہر ایک کا مشتری کو دے گا اور دونوں میں باہم مفاہم ہو جائے گا اور ان سب کے آزاد کرنے کے حق میں دونوں شریک رہیں گے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ دو کپڑوں کی صورت میں اگر خیار بائع کا ہو اور باقی مسئلہ کی صورت میں ہے جو مذکور ہوئی تو اُس کو اختیار ہوگا کہ جس کپڑے کو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے اور مشتری کو ترک کرنے کا اختیار نہ ہوگا کیونکہ اُس کی طرف سے بیع قطعی ہے اور بائع کو فتح بیع کا اختیار ہے کیونکہ اُس کو دونوں میں سے بیع کے اندر اختیار ہے اور بائع کو دونوں کے لازم کر دینے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ بیع دونوں میں سے ایک ہی ہے اور قبضہ سے پہلے یا بعد دونوں میں سے ایک تلف ہو گیا تو وہ امانت میں تلف ہوا اور باقی میں بائع کو اختیار ہے اگر چاہے تو اسکی بیع لازم کرے اور نہ بیع کر دے اور تلف ہونے والے کا لازم کر دینا اسکے اختیار میں نہیں ہے اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں تلف ہو جائیں تو دونوں کی بیع باطل ہو جائیگی اور اگر قبضہ کے بعد دونوں تلف ہوئے پس اگر آگے پیچھے تلف ہوئے تو پیچھے ہونے والی کی قیمت کی ضمانت مشتری پر واجب ہے کیونکہ پہلا امانت میں تلف ہوا ہے اور اگر دونوں ساتھ تلف ہوئے تو مشتری کو ہر ایک کی آدمی قیمت دینا لازم ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر قبضہ سے پہلے یا بعد دونوں یا ایک عیب دار ہو گیا تو بائع کا اختیار اپنے حال پر باقی رہے گا اور اُس کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے مشتری کے ذمہ ڈالے پس اگر اُس نے بے عیب مشتری کو دیا تو مشتری کو اُس کے ترک کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر بعد قبضہ ہونے کے عیب دار دیا تو بھی ترک نہیں کر سکتا ہے اور اگر قبضہ سے پہلے عیب دار دیا تو مشتری کو بھی اختیار ہے اگر چاہے تو لے لے ورنہ اُس کو ترک کر دے یہ نیا بیع میں لکھا ہے اور اگر بائع نے عیب دار اُس کو دیا اور وہ راضی نہ ہوا تو پھر اس کے بعد بائع کو اختیار نہیں ہے کہ بے عیب اُس کے ذمہ واجب کرے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اگر بائع چاہے تو بیع فتح کر کے دونوں کو واپس لے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اس صورت میں اگر مشتری کے پاس دونوں عیب دار ہو گئے ہوں تو مشتری پر ہر ایک کی آدمی قیمت واجب ہوگی یہ نیا بیع میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے دونوں یا ایک میں تصرف کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے ایک میں تصرف کیا تو جائز ہے اور دوسرا بیع کے واسطے خاص ہو جائے گا اور اس کے تیس دوسرے کی بیع لازم کرنے اور فتح کا اختیار ہے اور اگر بائع نے دونوں میں تصرف کیا تو اُس کا تصرف دونوں میں جائز ہے لیکن بیع فتح ہو جائے گی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

واضح ہو کہ جس صورت سے خیار شرط ساقط ہو جاتا ہے اُسی سبب سے خیار تعین بھی ساقط ہو جاتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے ابن ساعد نے اپنے نواہر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دو کپڑے اس شرط پر خریدے کہ جو کپڑا پسند

آئے گا وہ لے لے گا یعنی اگر پسند آیا تو یہ کپڑا اس درہم کو اور اگر پسند آیا تو وہ کپڑا بیس درہم کو لے گا اور اگر پسند آگئے تو دونوں کو لے لے گا پھر اُس نے ایک کورنگا اور اُسی کو اختیار کر لیا اور دوسرا واپس کر دیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ لیا ہے جس کا ثمن بیس درہم ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے اُس کو اختیار کیا ہے کہ جس کا ثمن دس درہم ہے تو ثمن کے باب میں مشتری کا قول مقبول ہوگا اور اگر مشتری نے کپڑے کی قمیض قطع کر لی اور اُس کو نہ سلا یا پھر انہوں نے ثمن کے باب میں باہم جھگڑا کیا تو بائع کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو جو ثمن مشتری کہتا ہے وہ لے لے اور اگر چاہے تو قطع کیا ہوا کپڑا لے لے اور اگر کپڑا قطع کرنے کے ساتھ کچھ اور بھی زیادہ کیا جیسے رنگ تو بائع کو کپڑا لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اُس کو اسی قدر ثمن ملے گا جس قدر مشتری اقرار کرتا ہے معنی نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کسی سے دو کپڑے اس شرط پر لیے کہ ان میں سے ایک اُس قدر معلوم ثمن کے عوض لے لوں گا پھر اُن میں سے ایک ضائع ہو گیا اور دوسرے کو مشتری نے قطع کر لیا پھر مشتری نے کہا کہ میں نے جس کو قطع کرایا ہے اُس کو اختیار کر لیا تھا بعد اس کے دوسرا ضائع ہو گیا اور وہ میرے پاس امانت میں ضائع ہوا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ جو ضائع ہوا اُس کو تو نے اختیار کیا پھر تو نے دوسرا قطع کرایا ہے پس تجھ پر اس کپڑے کی جو قطع کرایا ہے قیمت چاہیے اور جو ضائع ہوا ہے اُس کا ثمن چاہیے ہے تو مشتری قطع کرائے ہوئے کی آدمی قیمت اور آدمی ثمن کا اور جو ضائع ہوا ہے اُس کے آدمی ثمن کا ضامن ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر بائع نے ان دونوں میں سے کسی کو معین کر کے آزاد کر دیا پھر اُسی معین کو مشتری نے آزاد کیا یا بیع کے واسطے معین کیا یا وہ مر گیا تو بائع کا آزاد کرنا باطل ہوگا ☆

واضح ہو کہ اختیار معین بیع فاسد میں بھی جائز ہے صرف اتنا فرق ہوگا کہ بیع فاسد میں جو بیع کے واسطے معین ہوا اُس کی قیمت دینی چاہیے اور باقی حال ویسا ہی ہے جیسا ہم نے بیع جائز میں بیان کیا ہے پس اگر دو غلام بیع فاسد کے طور پر خریدے اور وہ دونوں ایک ساتھ مر گئے تو مشتری ہر ایک کی آدمی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری نے دونوں کو آزاد کر دیا تو ایک آزاد ہوگا اور اُس کا معین کرنا مشتری کے اختیار میں ہے اور اگر کسی ایک کو معین کر کے آزاد کر دیا یا بیع کر دیا تو جائز ہے اور اُس پر اُس کی قیمت دینی واجب ہوگی اور مبہم کا آزاد کرنا بائع اور مشتری کسی کی طرف سے جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے ان دونوں میں سے کسی کو معین کر کے آزاد کر دیا پھر اُسی معین کو مشتری نے آزاد کیا یا بیع کے واسطے معین کیا یا وہ مر گیا تو بائع کا آزاد کرنا باطل ہوگا اور اگر وہی بائع کو واپس دیا گیا تو اُس کا آزاد کرنا صحیح ہے اور اگر بائع نے دونوں کو آزاد کر دیا تھا اور دونوں بائع کو واپس دیئے گئے تو ایک آزاد ہوگا اور اُس کا معین کرنا بائع کے اختیار میں ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

مانو بن فصل ☆

جو چیز بشرط اختیار خریدی گئی تھی اُس کی تعیین میں واپس کرنے کے وقت اختلاف

کرنے کے بیان میں اور بیع بشرط اختیار کے جرم اور اُس کے متعلق کے بیان میں

ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز تین دن کے اختیار شرط پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پھر بحکم اختیار بائع کو پھیر دینے کے واسطے لایا

۱۔ قطع کر لی یعنی بدوں سلائی و غیرہ کے ۱۲۔ قول آدمی ثمن کیونکہ ایک کپڑا امانت رہا ہے اور بائع کا قول مقبول نہ ہوگا ۱۳۔

۲۔ قول آدمی ثمن کیونکہ عبد فاسد ہے کیونکہ عبد فاسد کرنا حرام ہے ۱۴۔

پس بائع نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہے جو میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی تھی اور مشتری نے کہا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کا قول قسم لے کر معتبر ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

اگر اس صورت میں بیع پر قبضہ نہ ہوا تھا اور مشتری نے ایک معین چیز میں جو بائع کے پاس موجود ہے بیع کی اجازت دینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ میں نے یہ تیرے ہاتھ نہیں بیچی ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں تو نے یہی فروخت کی ہے تو امام محمدؒ نے اس صورت کو کسی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور فقہانے کہا ہے کہ اس صورت میں قول بائع کا معتبر ہونا چاہیے یہ جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ مشتری کا خیار ہو لیکن اگر خیار بائع کا ہو اور بیع پر قبضہ ہو چکا ہو اور مشتری مدت خیار کے اندر بیع کو بائع کے واپس کرنے کے لادے اور بائع یہ کہے کہ یہ وہ نہیں ہے جو میں نے تیرے ہاتھ فروخت کی اور تو نے مجھ سے اپنے قبضہ میں لی اور مشتری کہے کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کی اور میرے قبضہ میں دی ہے تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر بیع پر قبضہ نہ ہوا ہو اور بائع کسی معین بیع میں بیع کے لازم کرنے کا قصد کرے اور مشتری کہے کہ میں نے اس کو نہیں خریدا ہے تو ذکر کیا گیا ہے کہ اس صورت میں قسم کے ساتھ قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ کسی شخص نے ایک غلام تین دن کے خیار کی شرط پر فروخت کیا اور مدت خیار کے اندر اس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر اس کے مالک نے آگاہ ہو کر باوجود آگاہی کے بیع کی اجازت دے دی تو اس اجازت سے وہ فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا نہ ہو جائے گا اور اجازت دینا صحیح ہے اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا اس واسطے کہ غلام بائع کی ضمان میں عیب دار ہو گیا پس اگر مشتری نے اس کا لینا اختیار کیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس غلام کو دے یا اس کا فدیہ دے اور اگر مشتری نے بیع توڑنا اختیار کیا تو بائع کو بھی غلام کے دینے یا فدیہ دینے میں اختیار ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ یہ خطا غلام سے بائع کے قبضہ میں صادر ہوئی ہے اور اگر مشتری کے قبضہ میں صادر ہوئی ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بائع کو اس کا خیار باقی رہے گا پس اگر اس نے اجازت دی تو بیع جائز ہوگی اور عقد کے وقت سے مشتری کی ملک ثابت ہو جائے گی پھر مشتری کو غلام یا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر خیار مشتری کا ہو اور غلام سے بائع کے قبضہ میں یہ خطا صادر ہوئی تو مشتری کو خیار عیب حاصل ہو جائے گا اور خیار شرط بھی باقی رہے گا پس اگر مشتری نے لینا اختیار کیا تو وہ غلام کے دینے یا فدیہ دینے میں مختار ہوگا اور اگر اس نے بیع توڑ دی تو بائع کو غلام کے دینے یا فدیہ دینے کا اختیار ہے اور اگر مشتری کے قبضہ میں مدت خیار کے اندر اس غلام نے خطا کی تو اس کو بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا لیکن اگر مدت خیار کے اندر اس کا فدیہ دے دے تو خیار کی شرط کی وجہ سے اس کو واپس کر سکتا ہے کیونکہ جو عیب آگیا تھا وہ جاتا رہا اور اگر اس نے فدیہ نہ دیا اور غلام کو دینا اختیار کیا تو خیار شرط ساقط ہو جائے گا اور جس وقت اس نے خطا کے بدلے غلام کے دینے کا اقدام کیا اسی وقت ملکیت مشتری کی غلام میں مقرر ہوگئی پس اس پر ثمن واجب ہوگا کسی نے ایک گھربائع یا مشتری کے واسطے خیار کی شرط کر کے یا قطعی بیع کے ساتھ خریدا پھر اس گھر میں کوئی شخص مقتول پایا گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ہر حال میں اس مکان کے فی الحال قابض کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر بیع تمام ہو تو مشتری کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر بیع میں خیار ہو تو فتح یا اجازت کے سبب سے جس شخص کا وہ گھر ہو جائے گا اس کی مددگار برادری پر واجب ہوگی پھر صاحبین کے قول کے موافق اگر بیع قطعی ہو اور گھر مشتری کے قبضہ میں ہو یہاں تک کہ دیت مشتری کی مددگار برادری پر واجب ہو جائے تو کتاب میں پھر اس کا ذکر نہیں ہے کہ مشتری کو خیار عیب حاصل ہوگا یا نہ ہوگا اور واجب یہ ہے کہ خیار نہ حاصل ہو اس واسطے کہ گھر میں کوئی شخص

۱۔ قول اختیار کرنے والا کیونکہ جب غلام نے خطا سے قتل کیا تو حکم یہ ہے کہ چاہے غلام مقتول کے وارثوں کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے اور ان دونوں باتوں میں سے جو بات اختیار کرے وہ اس پر لازم ہوگی تو یہاں بیع کی اجازت سے شبہ ہوتا تھا کہ اس نے فدیہ اختیار کیا پس دفع کر دیا کہ ایسا نہیں ہے ۱۲۔

مبتول پایا جائے یا اعتبار اُکوئی ایسا عیب نہیں ہے کہ جو گھر میں سرایت کر گیا ہو اس واسطے کہ جرم قتل کی ضمان میں اُس گھر پر کوئی استحقاق نہیں ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب سافو ۶:

خیار رویت کے بیان میں اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اول:

خیار رویت کے ثبوت اور اُس کے احکام کے بیان میں

جس چیز کو نہ دیکھا ہو اُس کی خرید جائز ہے یہ حاویٰ میں لکھا ہے اور مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ میرے دامن میں جو کچڑا ہے اور اُس میں ایسی ایسی صفت ہے وہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یا کہا کہ جو موتی میری منگی میں ہے اُس کو فروخت کیا خواہ اُس کی صفت بیان کی یا نہ کی اور جیسے کہا کہ میں نے یہ باندی کہ جس کے چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی تیرے ہاتھ فروخت کی اور اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ جو کچھ میرے دامن یا منگی میں ہے فروخت کیا تو اس طرح کی بیع آیا جائز ہے یا نہیں اس کا ذکر مبسوط میں نہیں ہے اور عامہ مشائخ نے کہا کہ اطلاق جواب یعنی مطلقاً بدون دیکھی چیز کی خرید جائز ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ بیع بھی ہمارے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ جس شخص نے کوئی نہ دیکھی ہوئی چیز خریدی تو اُس کو دیکھنے کے وقت اختیار ہے خواہ اُس کو پورے ٹخن میں لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے خواہ اُس نے اُسی صفت پر پایا ہو کہ جو اُس سے بیان کی گئی تھی یا اس صفت کے برخلاف پایا ہو یہ بیع القدر میں لکھا ہے۔

خیار رویت حکماً ثابت ہو جاتا ہے کچھ شرط کی ضرورت نہیں ہے یہ جو ہر نہرہ میں لکھا ہے اور خیار رویت دونوں بدل میں ملکیت ثابت ہونے سے منع نہیں کرتا ہے لیکن بیع لازم ہو جانے سے منع کرتا ہے یہ محیط سرخصی میں لکھا ہے اور دیکھنے سے پہلے صراحتاً ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا ہے اور دیکھنے کے بعد اس طرح ساقط کرنے سے ساقط ہوتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک بیع صحیح کروینے کا اختیار ہے اگر کچھ نہ دیکھ لیا ہو اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ مغربی میں لکھا ہے اور اگر دیکھنے سے پہلے بیع کی اجازت دے دی تو جائز نہ ہو جائے گی اور اُس کا خیار رویت اپنے حال پر باقی رہے گا پس جب اس کو دیکھے تو اُس کو اختیار ہے اگر چاہے تو لے لے ورنہ واپس کر دے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور جس طرح مشتری کے واسطے خیار رویت بیع میں ثابت ہوتا ہے اسی طرح اگر گن میں ہو تو بائع کے واسطے بھی ثابت ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور خیار رویت کے ثابت ہونے کی شرط یہ ہے کہ بیع اس قسم کی ہو جو معین کرنے سے متعین ہوتی ہے اور اگر اس قسم کی چیز ہے کہ جو متعین نہیں ہوتی تو اُس میں یہ خیار ثابت نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

ٹاپ اور تول کی چیزیں اگر عین ہوں تو وہ بمنزلہ اعیان کے ہیں اور اسی طرح چاندی اور سونے کے پتر اور برتن اور خیار رویت اُن چیزوں میں کہ جن کا بطور قرض کے مالک ہو جیسے بیع سلم میں مسلم فیہ کا مالک ہوتا ہے تو یہ خیار ثابت نہیں ہوتا ہے اور درہم اور دینار میں بھی خیار ثابت نہیں ہوتا ہے خواہ وہ نقد عین ہوں یا قرض ہوں اور ٹاپ اور تول کی چیزیں اگر معین نہ ہوں تو وہ مثل درہم اور دینار کے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہ خیار تمام اُن عقبدوں میں ثابت ہوتا ہے جو واپس کرنے سے بیع ہو سکتے ہیں جیسے اجارہ یا مال

۱۔ قولہ حکماً یعنی بیع خود معینی ہے کہ یہ حکم ثابت ہو جائے خواہ شرط کرے یا نہ کرے ۱۲۔

۲۔ قولہ نہیں الخ جیسے روپیہ اشرفی پس ان میں جیسے ٹھہرے ہوں ویسے لے لے ۱۲۔

کے دعویٰ سے صلح یا ہزارہ یا خرید وغیرہ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور ہر عقد میں کہ جو واپس کرنے سے فتح نہیں ہوتا ہے جیسے کہ مہر یا خلع کا عوض یا عدا خون کرنے سے صلح کرنے کا عوض اور مانند اس کے کہ جن میں واپس کی ہوئی چیز اپنی ذات سے ضمانت میں رہتی ہے اور اپنے بدلے کے عوض ضمانت میں نہیں ہوتی ہے یہ خیارات ثابت نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ استر دشتی نے فوائد بعض الائمہ میں ذکر کیا ہے کہ میں نے ائمہ بخارا سے اس بات کا فتویٰ لیا کہ خیار رویت اور خیار عیب بیع فاسد میں ثابت ہوتے ہیں یا نہیں انہوں نے جواب دیا کہ ثابت ہوتے ہیں یہ فصول عمادہ میں لکھا ہے۔

مشائخ نے باہم اختلاف کیا کہ خیار رویت مطلق ہے یا اس کا وقت معین ہوتا ہے تو بعضوں نے کہا کہ دیکھنے کے بعد جتنے وقت میں فتح بیع کرنا ممکن ہو اسی وقت تک وقت معین ہوتا ہے اور اگر دیکھنے کے بعد فتح کرنے کا وقت ملے اور وہ فتح نہ کرے تو خیار رویت ساقط ہو جائے گا اگرچہ اس وقت تک اس سے اجازت بیع کی صراحت یا دلالت نہ پائی گئی ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور مختار یہ ہے کہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ جب تک کوئی ایسا امر نہ پایا جائے جو خیار رویت کو باطل کرتا ہے اس وقت تک باقی رہتا ہے یہ فتح القدر میں لکھا ہے اور بحر الرائق میں ہے کہ یہی صحیح ہے آجہی اور تادفتیکہ مشتری کی جانب سے خیار رویت ساقط نہ ہو جائے بائع کو مشتری سے ثمن کے مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ فتح القدر میں لکھا ہے اور خیار رویت میں میراث جاری نہیں ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر مشتری دیکھنے سے پہلے مر جائے تو اس کے وارثوں کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر کوئی ایسی چیز فروخت کی کہ جس کو اس نے نہیں دیکھا تھا جیسے کسی چیز کا وارث ہوا اور اس کو نہ دیکھا یہاں تک کہ اس کو فروخت کر دیا تو امام اعظمؒ کے دوسرے قول کے موافق بیع جائز ہے اور اس کو خیار نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی معین چیز کو بعوض نقد معین کے کہ جس کو اس نے نہیں دیکھا اور بعوض قرض کے فروخت کیا اور پھر اس معین کو دیکھ کر واپس کیا تو اس معین کے حصہ کی فتح نوٹ جائے گی اور قرض کے حصہ کی فتح نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس کو قرض کے حصہ میں خیار رویت نہ تھا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایسی چیز خریدی کہ جس کو دیکھ چکا ہے پس اگر وہ متغیر ہو گئی ہے تو اس کو خیار ہوگا اور اگر نہ متغیر ہوئی تو خیار نہ ہوگا لیکن خریدتے وقت اگر اس کو یہ بات نہ معلوم ہوئی کہ میں نے اس کو پہلے دیکھا ہے تو اس کو خیار ثابت ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر متغیر ہونے میں دونوں نے اختلاف کیا اس طرح کہ مشتری نے کہا کہ متغیر ہو گئی ہے اور بائع نے کہا کہ متغیر نہیں ہوئی ہے تو قسم کے ساتھ بائع کا قول لیا جائے گا اور مشتری کو گواہ قائم کرنے چاہئیں اور بائع کے قول کا اعتبار کرنا اسی صورت میں ہے کہ مدت اس قدر قریب ہو کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی مدت میں ایسی چیز متغیر نہیں ہوتی ہے اور اگر زیادہ مدت گزر گئی جیسے کہ ایک باندی کہ اس کو شباب کی حالت میں دیکھا تھا پھر اس کو بیس برس کے بعد خریدا اور بائع نے دعویٰ کیا کہ وہ متغیر نہیں ہوئی تو قول مشتری کا لیا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر اس طرح اختلاف کیا کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے خریدتے وقت اس کو دیکھا ہے اور مشتری نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھا ہے تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول لیا جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی چیز محدود تھی اور مشتری نے اس محدود پر قبضہ کر لینے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میں نے اس کی تمام حدیں نہیں دیکھی تھیں تو اس کا قول قبول نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر دونوں میں اختلاف ہو اور بائع دعویٰ کرے کہ یہ وہ نہیں ہے جو میں نے تیرے ہاتھ میں فروخت کیا اور مشتری کہتا ہے کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے ہاتھ فروخت کیا تو مشتری کا قول لیا جائے گا اور اسی طرح ہر جگہ کہ جس میں صرف مشتری کے کہنے

سے عقد ٹوٹ جاتا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور جہاں کہیں صرف مشتری کے کہنے سے بدون بائع کی رضا مندی یا حکم حاکم کے عقد نہیں ٹوٹتا ہے تو وہاں قول بائع کا معتبر ہوگا یہ قطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک ذبح کی ہوئی بکری کی کھال کھینچنے سے پہلے اُس کا اوجہ خرید لیا تو جائز ہے بخلاف اس صورت کے کہ خرپڑہ تراشنے سے پہلے اُس کے بیچ خریدے تو جائز نہیں ہے اگرچہ بائع اس کے کاٹنے پر راضی ہو جائے اور جب کہ اوجہ کی خرید کھال کھینچنے سے پہلے جائز ہوئی تو بائع پر اس کا نکالنا واجب ہوگا اور مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مشتری نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا دس درہم کولیا اور یہ دوسرا بھی دس درہم کولیا اور خرید کے وقت اُن کو نہ دیکھا تو اُس کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا ☆

اگر ذبح کرنے سے پہلے اوجہ خرید لیا تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ منبریٰ میں لکھا ہے۔ اگر ایک ہروی کپڑے کی گٹھری دیکھی اور اُس کو قبول کر لیا پھر گٹھری کے مالک نے اُس میں سے ایک کپڑا کاٹ لیا پھر اُس کو آگاہ کر دیا کہ میں نے اس میں سے ایک کپڑا کاٹ لیا ہے مگر اُس کپڑے کو اُس کو نہ دکھلایا یہاں تک کہ جو کچھ گٹھری میں ہے وہ اس شخص نے خرید لیا تو اُس کو خیار رویت حاصل ہوگا اسی طرح اگر کسی شخص نے دو کپڑے بیچ کے واسطے پیش کیے پھر ایک کو ایک رومال میں لپیٹ دیا پھر مشتری کے پاس آیا اور بدون دیکھنے کے مشتری نے اُس سے خرید لیا اور یہ نہ جانا کہ یہ اُن دونوں میں سے کون سا کپڑا ہے تو اُس کو بروقت دیکھنے کے خیار حاصل ہوگا یہ حاویٰ میں لکھا ہے اور اگر بائع دونوں کپڑوں کو ایک ایک رومال میں لپیٹ کر مشتری کے پاس لایا اور کہا کہ یہ وہی دونوں کپڑے ہیں کہ جو میں نے تیرے سامنے کل کے دن پیش کیے تھے پس مشتری نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا دس درہم کولیا اور یہ دوسرا بھی دس درہم کولیا اور خرید کے وقت اُن کو نہ دیکھا تو اُس کو خیار رویت حاصل نہ ہوگا اور اگر دونوں کو مختلف ٹمن کے ساتھ خرید اس طرح کہ کہا یہ میں نے بیس درہم کو خریدا اور یہ دوسرا کپڑا دس درہم کو خریدا تو اُس کو خیار رویت حاصل ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک کو بیس درہم کولیا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کون سا کپڑا ہے تو یہ بیع فاسد ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

منہجی میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے ایک گٹھری ہراتی کپڑوں کی پیش کی اور اُس نے ہر کپڑے کو دیکھا پھر گٹھری کے مالک نے ایک کپڑا اُس میں سے نکال کے ایک رومال میں لپیٹا اور اُس کپڑے کو اُس شخص نے جس کے سامنے گٹھری پیش کی تھی خرید لیا تو اُس کے دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار حاصل ہوگا اگرچہ گٹھری کے مالک نے بیان کیا ہو کہ یہ کپڑا اُسی گٹھری کا ہے یہاں تک کہ اس طرح بیان کرے کہ جس سے وہ اُس کپڑے کو معین طور پر پہچان لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایسی کوئی چیز خریدی کہ جس کو دیکھ چکا ہے اور خریدتے وقت اُس کو نہ پہچانا جیسے کہ کوئی کپڑا کسی شخص کے ہاتھ میں دیکھا تھا پھر اُس کپڑے والے نے اُس کو ایک رومال میں لپیٹ کر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور اُس نے نہ جانا کہ یہ وہی کپڑا ہے یا کوئی باندی کسی شخص کے پاس دیکھی تھی پھر اُس کو نقاب ڈالے ہوئے اُسی کے پاس دیکھ کر اُس سے خریدی اور یہ نہ جانا کہ یہ وہی باندی ہے تو اُس کو پھر دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے اگر ایک پکھال کا پانی خرید لیا تو اُس کو دیکھنے کے وقت خیار حاصل ہوگا اس واسطے کہ بعض پانی بعض پانی سے اچھا ہوتا ہے اسی طرح اگر پانی کے خریدنے میں شرط کی تھی کہ دجلہ کا ہو اور وہ دجلہ کا نہ نکلا تو بھی خیار حاصل ہوگا اس واسطے کہ بعض جگہ بعض سے اچھی ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

خیار رویت تمامیت صفقہ کا مانع ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک گھڑی زطی کپڑے کی خریدی اور اس کو نہ دیکھا اور اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے کسی کپڑے میں کچھ عیب پیدا ہو گیا تو اس کو خیار رویت کی وجہ سے اس میں سے کچھ واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر بعضی قبیح کے سوا بعض میں بیع کی اجازت دے دی جیسے کہ دو کپڑے یا دو غلام یا اس کے مانند خریدے اور قبضہ کرنے کے بعد ان کو دیکھ کر ایک کو پسند کر کے کہا کہ میں نے اس کو پسند کر لیا تو بیع تمام لازم نہ ہو جائے گی اور خیار اپنے حال پر باقی رہے گا یہ محیط میں ہے لکھا ہے۔ اگر دو چیزیں خریدیں اور ان کو دیکھ کر پھر ایک پر قبضہ کر لیا تو یہ راضی ہونے میں شمار ہے یہ ابن رستم نے امام اعظم سے روایت کی ہے اور ایک کا دیکھنا دونوں کے دیکھنے کے مثل نہیں ہے مگر اسی صورت میں کہ جس کو دیکھا تھا اس پر قبضہ کر کے اس کو تلف کر دیا تو اس وقت میں اس کو بیع لازم ہوگی اور اس میں امام ابو یوسف کا خلاف ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے ایک ایسی چیز خریدی کہ جس کو دونوں نے نہیں دیکھا ہے اور دونوں نے اس پر قبضہ کر لیا پھر دونوں نے اس کو دیکھا پھر ایک نے اس کو پسند کیا اور دوسرے نے اس کے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ دونوں کی رائے واپس کرنے پر متفق ہو جائے اور یہ قول امام اعظم کا ہے اسی طرح اگر بائع دو ہوں اور مشتری ایک ہو اور خیار دونوں بائعوں کو حاصل ہو اور ایک ان میں سے بیع توڑ دے اور دوسرا اجازت دے تو بیع جائز نہ ہوگی تا وقتیکہ دونوں کی رائے اجازت پر متفق نہ ہو اور اگر دو شخصوں نے ایک باندی خریدی کہ ان میں سے ایک اس کو پہلے دیکھ چکا تھا پھر دونوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور جس نے نہیں دیکھا تو اس نے اس کو دیکھا اور دونوں کی رائے اس کے واپس کرنے پر متفق ہوئی تو دونوں اس کو واپس کر سکتے ہیں اور اگر یہ صورت ہوئی کہ جس نے اس کو دیکھا تھا اس نے دوسرے کے واپس کرنے سے پہلے کہا کہ میں راضی ہوں اور میں نے بیع نافذ کر دی تو جس شخص نے نہیں دیکھا تھا اس کو تمام بیع کے واپس کر دینے کا اختیار ہوگا اور شریک کا راضی ہونا بمنزلہ اس کی رویت کے ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھا اور دونوں کو خرید لیا پھر دوسرے کو دیکھا تو اس کو دونوں کے واپس کرنے یا لے لینے کا اختیار ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک ایسی گھڑی زطی کپڑوں کی خریدی کہ جس کو اس نے نہیں دیکھا ہے پھر اس میں سے ایک کپڑا اپنا توکل گھڑی میں اس کا خیار باطل ہو گیا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور خیار رویت کی وجہ سے رد کرنا قبضہ سے پہلے اور قبضہ کے بعد بیع کا فتح کرنا ہے اس میں قاضی کے قضا اور بائع کی رضا کی حاجت نہیں ہے اور صرف اتنا کہنے سے کہ میں نے واپس کیا بیع فتح ہو جائے گی مگر بائع کی بدون آگاہی کے امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک واپس کرنا صحیح نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر قبضہ کر لیا اور پھر اس کو دیکھا تو اس کو خیار حاصل رہے گا تا وقتیکہ وہ اجازت نہ دے یا اس کی طرف سے کوئی ایسی بات نہ پائی جائے جو رضا مندی پر دلالت کرتی ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور خیار رویت میں بعد دیکھنے کے بائع کے حاضر ہونے یا نہ ہونے دونوں صورتوں میں سب کے نزدیک رضامندی صحیح ہو جاتی ہے اور رضامندی کی دو صورتیں ہیں ایک رضامندی صریح طور سے جیسے بعد دیکھنے کے کہہ دیا کہ میں اس سے راضی ہوا یا میں نے بیع کی اجازت دی اور دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کرے کہ جس سے رضامندی پائی جائے جیسے خریدنے کے بعد اس کو دیکھ کر اس پر قبضہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

۱۔ تمامیت صفقہ اربع یعنی خیار رویت میں صفقہ تمام نہیں ہوتا ہے ۱۲۔ ج۔ زطی ایک گردہ سواد عراق میں ہے انھی کی ساخت سے زطی کپڑا کہلاتا ہے ۱۳۔ ج۔ قولہ اختیار نہیں اربع اس واسطے کہ عیب پیدا ہونے سے واپسی محتاج ہوگئی تو خیار مذکور باطل ہو کر صفقہ تمام ہو گیا ۱۴۔ ج۔ کہ رویت سے کچھ فائدہ نہ ہوتا ۱۵۔ نہ پائی اربع جیسے اس نے عیب جان کر غلام سے خدمت لی ۱۶۔

عیب دار ہونے یا تصرف کرنے سے کہ جن سے خیار شرط باطل ہو جاتا ہے انہی سے خیار رویت بھی جاتا رہتا ہے پھر اگر ایسا تصرف ہو کہ جس کے سبب سے کسی غیر کا کچھ حق واجب ہو جاتا ہے جیسے کہ مطلقاً بیع کی مثلاً (یعنی اس میں اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط نہ لگائی یا رہن کیا یا اجارہ پرویا تو خیار رویت دیکھنے سے پہلے اور بعد دیکھنے دونوں صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر مشتری نے دیکھنے سے پہلے اور قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا پھر بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے یا ایسے سبب سے کہ جو ہر طرح سے نسخ میں شمار ہے اس کو واپس ویا گیا اور رہن ٹوٹ گیا اور اجارہ ٹوٹ گیا تو خیار رویت عود نہ کرے گا اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کوئی ایسا تصرف کیا کہ جس سے غیر کا حق متعلق نہ ہوا جیسے بیع اپنی ذات کے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کی یا بہ کر کے سپرد نہ کی یا بیع کے واسطے پیش کی تو خیار رویت باطل نہ ہوگا اور اگر بیع میں اس قسم کے تصرفات دیکھنے کے بعد کرے گا تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا۔ یہ کفایہ میں ہے اور اگر بعض بیع کو دیکھنے کے بعد بیع کے واسطے پیش کیا تو امام محمد کے نزدیک اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور امام ابو یوسف نے کہا کہ باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور صحیح قول امام ابو یوسف کا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر کسی خریدے ہوئے غلام کو مکاتب کر دیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا اور پھر اس کو مشتری نے دیکھا تو اس کو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر بعض بیع اس کے ہاتھ سے نکل گئی یا اس کے پاس اس میں کچھ نقصان آ گیا یا اس میں کچھ زیادتی ہو گئی خواہ وہ زیادتی ملی ہوئی تھی یا جدا تھی تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر بیع باندی تھی اور اس سے وطی کر لی یا اس کو شہوت سے چھو یا شہوت سے اس کی فرج کی طرف دیکھا یا بیع کوئی گھوڑا تھا کہ اپنی ذاتی ضروریات کے واسطے اس پر سوار ہوا یا مثل اس کے واقع ہو تو بھی اس کا خیار جاتا رہتا ہے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر خریدی ہوئی چیز دیکھنے سے پہلے کسی کے ہاتھ اسی کے واسطے خیار کی شرط کر کے فروخت کر دی تو یہ بیع مثل بیع مطلق بدون شرط کے ہے اس سے خیار رویت دیکھنے سے پہلے ساقط ہو جاتا ہے یہ یعنی کی شرح کنز میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر اس کو بیع فاسد کے طور پر فروخت کیا اور مشتری کو سپرد کر دیا تو بھی خیار باطل ہوگا یہ ظہیر میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر دیکھنے سے پہلے اس کو بہ کر کے سپرد کر دیا تو خیار ساقط ہو جائے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر دیکھنے کے ساتھ شمن ادا کر دیا تو بھی خیار جاتا رہتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مشتری کے پاس بیع میں سے کچھ تلف ہو جائے تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے اس میں کوئی ایسی تصرف کیا کہ جس سے اس میں کچھ نقصان آتا ہے حالانکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ وہی بیع ہے تو بھی اس کا خیار باطل ہو جائے گا مثلاً ایک خریدی ہوئی بکری کے ٹھم کاٹ لیے اور یہ نہ جانتا کہ یہی بکری خریدی گئی ہے یا کوئی کپڑا پہن کر اس میں نقصان پیدا کر دیا حالانکہ یہ نہ جانتا کہ یہی کپڑا بیع نے فروخت کیا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ایسی باندی خریدی جس کو نہیں دیکھا تھا پھر اس باندی کو بیع نے مشتری کے پاس ودیعت رکھا حالانکہ مشتری اس باندی کو نہیں پہچانتا تھا کہ یہی خریدی ہوئی باندی ہے پھر وہ مشتری کے پاس مر گئی تو مشتری اس پر قابض شمار ہوگا اور اس پر شمن واجب ہوگا کیونکہ باندی اس کی ضمان میں ہلاک ہوئی ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد وہ باندی بیع کے پاس ودیعت رکھی اور وہ بیع کے پاس مشتری کے بیع پر راضی ہونے سے پہلے مر گئی تو یہ مشتری کا مال گیا اور اس پر شمن واجب ہوگا یہ مہسوط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی موز خرید اور بیع نے مشتری کو سونے کی حالت میں پہنا دیا پھر وہ خواب سے اٹھا اور اس کو پہنے چند قدم چلا اور اس جہت سے اس میں کچھ نقصان آیا تو مشتری کا خیار رویت باطل ہو گیا اور اگر کچھ نقصان نہ آیا تو خیار رویت باطل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی ایسا گھر خریدے کہ جس کو نہیں دیکھا تھا پھر اُس کے پہلو میں دوسرا گھر فروخت ہوا اور مشتری نے اُس کو شفعہ کی راہ سے لیا تو ظاہر الروایت کے موافق اُس کا خیار رویت باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ یہی مختار ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور کبریٰ میں مذکور ہے کہ اگر سیپ کے اندر کوئی موتی خریدے تو امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ بیع جائز ہے اور جب اُس کو دیکھے تو مشتری کو خیار رویت حاصل ہوگا اور امام محمدؒ نے کہا کہ بیع باطل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ اس قبیلے کے اندر یا جو کچھ اس کوٹھڑی میں ہے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور اُس کو دیکھنے کے وقت خیار ہوگا اور اگر کہا کہ جو کچھ اس دار کے اندر یا اس گاؤں میں ہے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے اندر جہالت بہت بڑی ہوئی ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ کوئی مرغی ایک موتی نکل گئی پھر اُس کو مع موتی کے فروخت کیا تو بیع جائز نہیں ہے اگرچہ مشتری نے نکلنے سے پہلے موتی نہ دیکھا ہو اگر مرغی مر جانے کے بعد موتی فروخت کیا تو بیع جائز ہے اگرچہ مشتری نے نکلنے سے پہلے موتی نہ دیکھا ہو لیکن مشتری کو موتی میں خیار رویت حاصل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی اسباب خرید کر اُس کو کسی جگہ اٹھالیا گیا تو اُس کو خیار عیب یا خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ اُس کو اسنی جگہ واپس لائے جہاں کے مقدر ہوا تھا ورنہ رد کرنا صحیح نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ خواہ اٹھالے جانے سے اُس کی قیمت بڑھ گئی ہو یا گھٹ گئی ہو یہ قہیہ میں زیادہ کیا ہے۔ اگر کچھ دودھ اس شرط پر خریدا کہ بائع مشتری کے مکان پر پہنچا دے پس اگر بیع فارسی زبان میں واقع ہوئی تو جائز ہے پس اگر مشتری نے وہ دودھ نہیں دیکھا تھا اور جب بائع نے مشتری کے مکان پر پہنچا دیا تب اُس نے دودھ کو دیکھا تو فقہ ابو اللیث نے فرمایا ہے کہ اُس کو خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اگر اُس نے واپس کر دیا تو بائع کو اُس کے اٹھالانے کی ضرورت ہوگی اور یہ بمنزلہ ایسے عیب کے ہے کہ جو مشتری کے پاس پیدا ہو گیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور خیار عیب یا خیار شرط یا خیار رویت کی وجہ سے بیع کے واپس کرنے میں جو خرچ پڑے وہ مشتری کے ذمہ ہوگا اور جامع المفصولین میں لکھا ہے کہ اگر مشتری نے گھر کے اندر کسی شخص کو بسایا تو اُس کا خیار رویت ساقط نہ ہوگا لیکن اگر کرایہ پر بسایا ہو تو خیار باطل ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کوئی زمین خریدی اور کسی کاشت کار کو اجازت دی کہ اس میں کھیتی کرے تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا کیونکہ کاشت کار کا فعل مشتری کے حکم سے مثل فعل مشتری کے ہے یہ عینی کی شرح کنز میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کوئی زمین خریدی اور اُس زمین کا کوئی کاشت کار تھا اور اس کاشت کار نے اس مشتری کی رضامندی سے اس میں کھیتی کی اس طرح پر کہ مشتری نے اُس کو اپنی پہلی حالت پر چھوڑ دیا پھر اُس زمین کو دیکھا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی زمین دیکھنے سے پہلے کسی شخص کو مستعار دی تاکہ وہ اس میں زراعت کرے تو کھیتی کرنے سے پہلے خیار ساقط نہ ہوگا یہ فصول عمادہ میں لکھا ہے ولو الجحیہ میں مذکور ہے اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو ایسی طرح سے بیچنے کا ارادہ کیا کہ مشتری کو خیار رویت باقی نہ رہے تو حیلہ اُس باب میں یہ ہے کہ ایک کپڑے کا کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کر دے کہ یہ اس کا ہے پھر یہ کپڑا مع زمین فروخت کر دے پھر وہ شخص کہ جس کے واسطے کپڑے کا اقرار کیا ہے اُس کپڑے کا استحقاق ثابت کر کے لے لے پس مشتری کا خیار باطل ہو جائے گا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک ایسا گھر خریدا کہ جس کو دیکھا نہیں تھا پھر اس کو دیکھا اور یہ نہ کہا کہ پسند آیا نہ آمد یعنی پسند آیا نہ آیا اور کچھ لوگوں سے یہ کہا گواہ یا شاید بر خریدن من این خانہ را یعنی میرے اس گھر کے خریدنے پر گواہ رہو

۱۔ قول نہ ہوگا حتیٰ کہ کہا گیا کہ وہ شفعہ لے کر بعد رویت کے واپس کر سکتا ہے ۱۲۔ ۲۔ قول حیلہ آخ ایسے حیلے سے اگر مشتری کی شرارت دور کرنی مقصود ہو تو خیر ورنہ حق باطل کرنا مہیا ہے اگرچہ ظاہر شریعت میں اس کو خیار نہ ہے ۱۳۔

پھر یہ قصد کیا کہ میں خیار رویت کی وجہ سے اس گھر کو واپس کروں تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔
 کسی شخص نے ایک ایسا گھر خریدا کہ جو دوسرے شہر میں واقع ہے اور بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے اس کو تیرے سپرد کر دیا پھر مشتری نے نہ دیکھنے اور نہ حقیقتاً قبضہ کرنے کی وجہ سے شمن ادا کرنے سے انکار کیا تو اس کو اختیار ہے کہ خیار رویت کی وجہ سے واپس کر دے اور اگر اس نے واپس نہ کیا تو بائع کو حکم کیا جائے گا کہ مشتری کے ساتھ اس شہر کو جائے یا اپنا کوئی وکیل اس کے ساتھ کرے تاکہ وکیل شمن پر قبضہ کر لے اور گھر اس کے سپرد کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام خریدا اور اس کو اندھا پایا اور کہا کہ میں قصد کرتا ہوں کہ اس کو اپنی قسم کے کفارہ میں آزاد کروں پس اگر کافی طور پر ادا ہو جائے تو لے لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے۔ بشرطہً امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے دو بکرے خریدے اور ان کو نہیں دیکھا پھر قبضہ سے پہلے یا بعد قبضہ کے ان دونوں میں سے ایک کی بیچ کا اقالہ کر دیا تو اس کو باقی میں خیار رویت حاصل ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور منشی میں مذکور ہے کہ کسی نے ایک بے دیکھی ہوئی چیز خریدی پھر بائع سے کہا کہ اس کو فروخت کر دے یا کہا کہ اپنے واسطے اس کو فروخت کر دے تو اسی وقت وہ واپس ہو جائے گی خواہ بائع نے اس کو فروخت کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر یہ لفظ بعد دیکھنے کے کہا تو یہ صورت اس مسئلہ میں مذکور نہیں ہے ہاں اس مسئلہ کے بعد بکری کے مسئلہ میں اس طرح مذکور ہے کہ کسی نے ایک بکری خریدی اور اس پر قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ بائع سے کہا اس کو فروخت کر دے یا اس کو اپنے واسطے فروخت کر دے تو یہ دونوں لفظ یکساں ہیں پس اگر اس نے بکری کو نہ دیکھا ہو گا تو اس کہنے کے ساتھ ہی بیچ ٹوٹ جائے گی اور خیار رویت کی وجہ سے بکری واپس ہو جائے گی اور اگر مشتری نے اس کو دیکھ لیا تھا تو بیچ نہ ٹوٹے گی تا وقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ میں نے اس کو قبول کیا اور میں اس بکری کو بیچ لوں گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک بکری بدون دیکھے ہوئے خریدی اور بائع کو حکم دیا کہ اس کا دودھ دوہ کر صدقہ کر دے یا زمین پر پھینک دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو دودھ پر قبضہ کرنے کی وجہ سے اس کا خیار بکری میں باطل ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں جامع المفصلین سے نقل کیا ہے۔ اگر کسی نے دو غلام خریدے اور قبضہ سے پہلے ان دونوں میں سے ایک کو کسی شخص نے خطا سے قتل کر دیا اور مشتری نے اس مقتول کی قیمت اور اس کا نفقہ اس کے قاتل سے لے لیا تو اس کا خیار دوسرے میں باطل نہ ہو گا یہ ظہیر میں لکھا ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر مشتری کے پاس غلام ایسے زخم کے ساتھ مجروح کیا گیا کہ جس کے عوض کچھ مال لازم آتا ہے یا کوئی باندی خریدی تھی کہ اس کے ساتھ مشتری کے سوائے دوسرے شخص نے شہید میں وطی کر لی تو اس کو خیار رویت کی راہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری کے سوا کسی شخص نے اس باندی سے زنا کے طور پر وطی کی یا خود مشتری نے اس سے وطی کر لی یا غلام کو خود مشتری نے مجروح کیا تو ان تینوں صورتوں میں اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے مگر اس صورت میں واپس کر سکتا ہے کہ بائع راضی ہو جائے اور اگر باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا پس اگر وہ بچہ زندہ رہا تو ہر حال میں اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر بچہ مر گیا تو بچہ پیدا ہونے سے اگر باندی میں کوئی ظاہر نقصان پیدا ہو گیا تو مشتری کو بدوں رضامندی بائع کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر بچہ پیدا ہونے سے کوئی ظاہر نقصان نہیں آیا تو بھی کتاب المضاربت کی روایت کے موافق یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر غلام کو بخار آنے لگا پھر اس کا بخار جاتا رہا تو دیکھنے کے وقت اس کو واپس کر سکتا ہے ☆

اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھوڑی یا بکری تھی اور وہ بچہ جنی تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اس کے بچہ کو مشتری یا کسی دوسرے نے قتل کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بچہ مر جائے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہو گا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر

مشتري کے پاس غلام کو بائع نے زخمی کیا یا قتل کر دیا تو اصل میں مذکور ہے کہ بیع مشتری کے ذمہ واجب ہو جائے گی اور بائع پر قتل کر دینے کی صورت میں قیمت واجب ہوگی اور زخمی کر دینے کی صورت میں زخم کا جرمانہ دینا پڑے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ یحییٰ ابن ابان سے روایت ہے کہ اگر مشتری نے قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی باندی کا نکاح کر دیا پھر اس کو اس کے شوہر کے وطنی کرنے سے پہلے دیکھا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار باقی ہے اور نکاح کر دینے سے جو اس میں عیب آگیا اس کا بدلہ دینے کے واسطے مہر کافی ہے اگرچہ عیب کا جرمانہ مہر سے زائد ہو اور بعض فقہاء نے کہا کہ زیادتی جو باقی رہ گئی ہو اس کا تاوان دے اور یہی صحیح ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اگر غلام کو بخار آنے لگا پھر اس کا بخار جاتا رہا تو دیکھنے کے وقت اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بخار آنے کی حالت میں مشتری نے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا اور بائع نے اس غلام کو قبول کرنے سے انکار کیا تو قاضی واپس کرنے کا اختیار باطل کر کے بیع جائز کر دے گا پس اگر قاضی کے حکم دینے کے بعد غلام اچھا ہو گیا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر غلام کے اچھا ہونے کی حالت میں بائع کے حضور میں اس کے واپس کر دینے پر گواہ کر لیے پھر بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بخار آنے لگا پھر اس کا بخار جاتا رہا تو غلام بائع کے ذمہ پڑے گا یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔

اگر دیکھی گئی ہو کی ڈھیری تخمینہ سے خریدی اور اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر کم ہو گئی تو اس کو خیار رویت نہ ہوگا اور یہ بخار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ جس شخص کے واسطے خیار ہو وہ فتح کر دینے کا اختیار رکھتا ہے لیکن تین اشخاص یعنی وکیل اور وصی اور وہ غلام کہ جس کو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی ہو اگر ان میں سے کوئی شخص کسی چیز کو اس کی قیمت سے کم پر خریدے تو خیار عیب کی وجہ سے فتح کر دینے کا اختیار نہیں ہے ہاں خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے فتح کر سکتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

دری فصل ☆

ان چیزوں کے بیان میں جن کا تھوڑا سا دیکھنا خیار کے باطل ہونے کے حق میں کل

کے دیکھنے کے مانند ہے

قاعدہ یہ ہے کہ اگر نہ دیکھی ہوئی چیز دیکھی ہوئی چیز میں اس کو خیار نہ ہوگا اور اگر دیکھی ہوئی چیز اصلی ہو تو اس بات پر لحاظ کیا جائے گا کہ دیکھی ہوئی چیز کے دیکھنے سے اگر نہ دیکھی ہوئی چیز کے حال سے آگاہ نہ کیا تو اس کا خیار رویت باقی رہے گا اور اگر اس کے حال سے آگاہ کر دیا ہو تو اس کا خیار رویت باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی یا غلام خرید اور اس کا چہرہ دیکھ کر پسند کیا تو اس کے بعد اس کو خیار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی طرح چہرہ کا زیادہ حصہ دیکھ لیا تو تمام چہرہ کے دیکھنے کے مانند ہے اور اگر بنی آدم میں سوائے چہرے کے تمام اعضاء دیکھ لیے تو اس کا خیار باقی رہے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اگر گھوڑا یا خیر یا گدھا وغیرہ خرید اور اس کے چہرہ کے سوا کچھ نہیں دیکھا تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مشتری کو خیار باقی رہے گا تا وقتیکہ اس کا آگاہ نہ ہو چکا ہو دیکھے یہی صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور فقہانے فرمایا ہے کہ اگر چو پایوں کے پچانے والوں کا یہ قول ہو کہ چو پایوں کے چاروں پاؤں کے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ان کا دیکھنا بھی خیار ساقط ہونے کے واسطے شرط ہوگا یہ قطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے اور کھریاسم اور پیشانی اور دم کا دیکھ لینا کافی نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ غیاثیہ میں لکھا ہے اور جو بکری اپنے پاس رکھے کے واسطے خریدی ہو اس کے صحن اور تمام بدن کا دیکھنا ضروری ہے کذا فی الظہیر یہ اور اگر گوشت کے

۱۔ قول انکار کیا اس واسطے کہ وہ بخار میں مبتلا ہو گیا ہے اور معنی یہ کہ مشتری کے پاس بخار آنے لگا۔

واسطے بکری خریدی تو اُس کا ٹول کر دیکھنا ضروری ہے جب تک کہ اُس کو دور سے دیکھا ہو تو اُس کا خیار باقی رہے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر دودھ دیتی ہوئی گائے یا اونٹنی خریدی پھر اُس کا تمام بدن دیکھا لیکن اُس کے تھن نہیں دیکھے تو اُس کا خیار باقی رہے گا یہ سرانج الہ بانج میں لکھا ہے اور کھانے کی چیزوں میں چکھنا اور سونگھنے کی چیزوں میں سونگھنا ضرور ہے اور جہاد میں جودف بجائے جاتے ہیں اُنکی آواز سُنا ضروری ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کوئی چکھنے کی چیز خریدی اور رات کو اسکو بلا دیکھے چکھا تو اُس کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ قنیه میں لکھا ہے۔

اگر کوئی شے مال منقولہ میں سے حیوانات کے سوا خریدی پس اگر اُس کی کوئی خاص چیز مقصود ہوتی ہے جیسے مغافرۃ میں وجہ مقصود ہوتا ہے اور اُس کے مانند تو جب تک اُس چیز کو نہ دیکھے تب تک اُس کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر کوئی خاص مقصود نہیں ہوتی ہے اور اُس میں سے تھوڑا سے دیکھ کر راضی ہو گیا تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا بشرطیکہ جس قدر نہیں دیکھی ہے وہ صفت میں دیکھی ہوئی کے برابر ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر صفت میں برابر نہ پائے بلکہ گھٹا ہوا پائے تو اُس کو خیار حاصل ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر ایک کپڑا خرید اور اُس کو لپٹا ہوا اوپر سے دیکھ لیا اور اُس کو کھول کر نہ دیکھا پس اگر وہ کپڑا سادہ ہے کہ اُس پر نقش یا کار چوبی وغیرہ نہیں ہے تو اُس کا خیار باقی نہ رہے گا اور اگر اس پر نقش ہیں تو جب تک اُس کو کھول کر اُس کے نقش نہ دیکھے تب تک وہ اپنے خیار پر رہے گا اور اگر اُس پر نقش نہ ہوں بلکہ کار چوبی وغیرہ ہو اور اُس نے کام نہ دیکھ لیا ہے تو پھر اُس کو خیار نہ ہوگا اور اگر اُس کی کار چوب نہیں دیکھی ہے تو اُس کو خیار حاصل ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ پھر بعض فقہانے کہا ہے کہ یہ حکم اُن کے عرف کے موافق ہے اور ہم لوگوں کے عرف کے موافق جب تک کپڑا اندر سے نہ دیکھ لے گا اُس کا خیار ساقط نہ ہوگا کیونکہ کپڑوں میں اندر اور باہر سے اختلاف کر دینا قرار پا گیا ہے اور یہ قول امام زفر کا ہے اور بمسوط میں وہی حکم لکھا ہے کہ جو امام زفر نے کہا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

بچھونوں میں جب تک اُن کا رخ اور رنگ کی جگہ نہ دیکھ لے تب تک اُس کا ظاہر دیکھنے سے خیار ساقط نہ ہوگا اور جس کپڑے کے دو رخ مختلف ہوں اُن دونوں کا دیکھنا معتبر ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور فرش کے باب میں فقہانے کہا ہے کہ اُس کو تمام دیکھنا چاہیے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر نیچے کے اندر کچھ بھرا ہوا ہے اور اُس کو اوپر سے دیکھ لیا پس اگر وہ ایسی چیز سے بھرا ہے کہ جس سے نیچے بھرے جایا کرتے ہیں تو اُس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اگر ایسی چیز سے بھرا ہے کہ جس سے نیچے نہیں بھرے جاتے ہیں تو اُس کو خیار باقی رہے گا یہ بحر الرائق میں معراج الدرایہ سے منقول ہے اور اگر استر لگا ہوا جبہ خرید اور اُس کا استر دیکھ لیا تو اُس کے ابراد دیکھنے کے وقت مشتری کو خیار ہوگا خواہ وہ استر مقصود ہو مثلاً پوتین پر ہو یا نہ مقصود ہو اس واسطے کہ ابراہر حال میں مقصود ہوتا ہے لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ ان کا ابرا مقصود نہ ہو مثلاً حقیر ہو تو حکم اس کے برخلاف ہے اور اگر مشتری نے اُس کا ابرا دیکھ لیا تو اُس کو استر دیکھنے کے وقت خیار نہ ہو گا لیکن اُس صورت میں کہ استر مقصود ہو مثلاً پوتین ہو یہ تا تار خانہ میں نہ ہانیہ سے منقول ہے اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر چند مکعبۃ خریدے اور اُن کے منہ بعض کے بعض کی طرف کر دیے اور مشتری نے اُن کو پشت کی طرف سے دیکھا تو اُس کا خیار رویت باطل نہ ہوگا اور اگر اُن کو رخ کی طرف سے دیکھ لیا اور چڑا نہ دیکھا تو خیار رویت باطل ہو جائے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ بعض فقہانے کہا کہ ہمارے زمانے میں چڑے کے اندر فرق کر دینے اور اُس کے مقصود ہونے کی وجہ سے چڑے کا دیکھنا بھی ضروری ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور کان کی مٹی اور سونا روں کی مٹی میں جو کچھ نکلتا ہے اُس کا دیکھنا معتبر ہے۔ اگر کوئی زین مع اُس کے سامان کے خریدی اور اُس پر قبضہ کر لیا اور اُس کا نمدانہ دیکھا پھر اُس کا خدا دیکھا تو اُس کو کل واپس کر دینے کا اختیار ہے اور اسی طرح اگر چکی مع

۱۔ قولہ مغافرۃ ظاہر امر اس سے آسنی خود ہیں جوڑائی میں سر پر رکھے جاتے ہیں ۱۲۔

۲۔ مکعب ظاہر ایسے موزے مراد ہیں جن کی ایڑیوں پر چڑے کا کام زائد ہے اور فرہنگ میں دیکھو ۱۲۔

آلات خریدی اور اُس میں کوئی چیز جو اُس سے الگ ہے نہیں دیکھی اور پھر اُس کو دیکھا تو اُس کو خیار حاصل ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اگر دوسرے یادو کیواڑ یادو جوتیاں یعنی جوڑا جوڑا خریدے اور ایک کو جوڑے میں سے دیکھ لیا تو دوسرے کے دیکھنے کے وقت اُس کو خیار رہے گا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر مشک کا نافذ خرید اور اُس میں سے مشک نکالا تو خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہ رہا کیونکہ نکالنے سے اُس میں عیب پیدا ہو گیا اور اگر مشک نکالنے سے عیب نہ پیدا ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر بے دیکھی ہوئی شکر کی زنبیل خریدی پھر اُس میں سے شکر نکال کر چھان ڈالی تو اُس کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

اگر کچھ تیل جو ایک شیشے میں بھرا ہوا ہے خرید اور شیشے کو دیکھ لیا اور تیل اپنی ہتھیلی یا انگلی پر نہیں نکالا تو امام اعظم کے نزدیک یہ تیل دیکھنے میں شمار نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر خریدی ہوئی چیز کو شیشے کے پیچھے سے یا آئینہ کے اندر دیکھا یا وہ کسی حوض کے کنارے تھی کہ اُس کو پانی کے اندر دیکھا تو یہ دیکھنے میں شمار نہیں ہے اور اُس کو خیار باقی رہے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر پانی کے اندر کوئی ایسی مچھلی کہ جس کا بدون شکار کے پکڑنا ممکن ہے خریدی اور اُس کو پانی کے اندر دیکھ لیا تو بعض فقہانے فرمایا کہ اُس کا خیار ساقط نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر بیع کو باریک پردہ کے پیچھے سے دیکھا تو یہ دیکھنے میں شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور مفتی میں امام محمد سے روایت ہے کہ اگر تاک کا ایک انگور دیکھا تو اُس کو خیار باقی رہے گا یہاں تک کہ ہر قسم کے انگوروں میں سے کچھ کچھ دیکھے اور خرما کے درختوں میں اگر بعض کو دیکھ کر راضی ہو گیا تو خیار رویت باطل ہو جائے گا اور خرے کی قسموں میں سے ایک قسم کا دیکھنا سب کے دیکھنے کے مانند گردانا گیا ہے اور اگر کھٹے اور شیشے انار خریدے اور ایک کو دیکھ لیا تو دوسری قسم کے دیکھنے کے وقت اُس کو خیار حاصل ہوگا اور بھی مفتی میں مذکور ہے کہ اگر خرے کے گودھے خریدے اور بعض کو دیکھ کر راضی ہو گیا تو بیع لازم نہ ہو جائے گی یہاں تک کہ سب کو دیکھ لے اور اُس سے راضی ہو جائے اور یہی حال تمام اُن پھلوں کا ہے کہ جو ظاہر ہوں اور ناپ تول یا شمار میں آتے ہوں مگر درخت پر ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

یہی مختار ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر مبیع عقار ہو تو عامہ روایات میں یہ مذکور ہے کہ اگر دار کو باہر سے دیکھا اور راضی ہو گیا تو اُس کا خیار جاتا رہے گا۔ فقہاء نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ دار کے اندر کوئی عمارت نہ ہو اور اگر اُس کے اندر کوئی عمارت ہو تو اندر سے دیکھنا یا جو کچھ مقصود ہے اُس کا دیکھنا ضروری ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور محیط میں فرمایا حتیٰ کہ اگر دار کے اندر دو بیت جاڑوں کے اور دو بیت گرمیوں کے اور دو بیت کاٹھ کے ہوں تو سب کا دیکھنا شرط ہے جیسا کہ دار کے صحن کا دیکھنا شرط ہے اور باورچی خانہ اور محلہ پختانہ گھور کا دیکھنا اور بالا خانہ کا دیکھنا شرط نہیں ہے لیکن ایسے شہر میں شرط ہوگا کہ جہاں بالا خانہ مقصود ہوتا ہے جیسے شہر سمرقند میں اور بعضوں نے ان سب کے دیکھنے کی بھی شرط لگائی ہے اور یہی اظہر واشہہ ہے اتنی اگر غلہ کے واسطے کوئی بیت ہو تو اس روایت کے موافق جواب دیا جائے گا کہ بیت سے باہر دیوار کا دیکھنا کفایت کرتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر کوئی تاک انگور کا خریدے تو کتاب میں مذکور ہے کہ اگر درختوں کی چوٹیاں باہر سے دیکھ لیں اور ہر درخت کی چوٹی دیکھ کر راضی ہو گیا تو خیار رویت باقی نہ رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بستان کے باب میں فقہانے کہا ہے کہ اُس کو اندر اور باہر سے دیکھنا چاہیے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی چند چیزیں ہوں اور خریدتے وقت بعض کو دیکھا اور بعض کو نہیں دیکھا پس اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزوں میں سے ہے پس اگر ایک ہی برتن

میں ہو تو اُس کو خیار نہ ہوگا لیکن اگر باقی کو دیکھے ہوئے کے موافق نہ پائے تو اُس کو خیار ثابت ہوگا لیکن خیار عیب ثابت ہوگا خیار رویت ثابت نہ ہوگا اور اگر ناپ یا تول کی چیز دو برتنوں میں ہو پس وہ سب اگر ایک ہی جنس اور ایک ہی صفت کی ہو تو اُس میں مشارخ نے اختلاف کیا ہے اور مشارخ عراق نے فرمایا ہے کہ اُس کو خیار نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر دو جنسوں کی ہو یا ایک ہی جنس میں دو صفت کی ہو تو اُس کو خیار حاصل ہوگا اور اُس میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر جمع ایسی گنتی کی چیزیں ہوں کہ جن میں آپس میں فرق ہوتا ہے جیسے کسی تھیلے کے کپڑے خریدے یا ٹوکڑے میں خرپڑے خریدے تو ہر ایک کا دیکھنا ضروری ہے اور اگر بعض کو دیکھا تو باقی میں اُس کو خیار رہے گا لیکن اگر واپس کرنے کا قصد کرے تو کل واپس کرنے میں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر گنتی کی چیزیں آپس میں قریب برابری کے ہوں جیسے اخروٹ یا انڈے وغیرہ تو ان میں بعض کا دیکھنا کفایت کرتا ہے بشرطیکہ باقی کو دیکھے ہوئے کے برابر یا اُس سے بڑھ کر پائے یہ محیط میں لکھا ہے۔

لیکن اگر واپس کرنا چاہے تو سب واپس کرے گا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ پس اگر ان صورتوں میں جو مذکور ہوئیں مشتری یہ دعویٰ کرے کہ میں نے باقی کو دیکھے ہوئے کی صفت پر نہیں پایا بلکہ اس سے کمتر پایا اور بائع نے کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ تو نے اُسی کی صفت پر پایا ہے تو قسم لے کر بائع کا قول لیا جائے گا اور مشتری کو گواہ لانا چاہئیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز جو زمین کے اندر پوشیدہ ہوتی ہے جیسے پیاز اور لہسن اور گاجر وغیرہ خریدی تو بعض کا دیکھنا کافی نہیں ہے اور تا وقتیکہ سب کو نہ دیکھے لے اُس کو خیار باقی رہے گا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اُس میں سے اس قدر اکھاڑی کہ جس سے باقی کا حال معلوم کر سکتا ہے اور اس پر راضی ہو گیا تو اُس کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور علامہ مشارخ نے فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ ظاہر الروایت میں مذکور نہیں ہے اور فقط اس کا ذکر امامی میں امام ابو یوسفؒ سے ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر زمین کے اندر پوشیدہ چیز اس قسم کی ہے کہ بعد اکھاڑنے کے ناپ یا تول میں آتی ہے جیسے پیاز اور لہسن اور گاجر اور مشتری نے بائع کی اجازت سے اُس میں سے کچھ اکھاڑی یا خود بائع نے اکھاڑی پس اگر اکھاڑی ہوئی چیز ناپ یا تول کے لائق ہے اور مشتری اُس کو دیکھ کر راضی ہو گیا تو سب کی بیع لازم ہو جائے گی اور بعض کا دیکھنا کل کے دیکھنے کے مانند شمار ہوگا بشرطیکہ باقی اُسی کے مانند ہو اور اگر اکھاڑی چیز تھوڑی سی تھی کہ جو وزن میں نہیں آسکتی تھی تو خیار باطل نہ ہوگا اور یہ سب اُس صورت میں ہے کہ بائع نے خود اکھاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت سے اکھاڑی ہو اور اگر مشتری نے بلا اجازت بائع کے اُس میں سے کچھ اکھاڑا پس اگر اکھاڑی ہوئی چیز اس قدر ہو کہ اُس کی کچھ قیمت ہے تو سب بیع لازم ہو جائے گی خواہ مشتری اُس سے راضی ہو یا نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

خواہ دوسری جانب زمین میں وہ چیز کم ٹکے یا اُس میں سے کچھ بھی نہ ٹکے یہ محیط میں مذکور ہے اور اگر اکھاڑی ہوئی چیز اس قدر تھوڑی ہو کہ اس کی کچھ قیمت نہیں ہے تو مشتری کا خیار باطل نہ ہوگا اور ان مسکوں میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر یہ زمین کی پوشیدہ چیزیں گنتی سے فروخت ہوتی ہوں جیسے موتی وغیرہ تو بعض کے دیکھ لینے سے باقی کا خیار باطل نہیں ہوتا ہے بشرطیکہ بائع نے خود اکھاڑی ہو یا مشتری نے بائع کی اجازت سے اکھاڑی ہو اور اگر مشتری نے بائع کی بلا اجازت اکھاڑی اور اکھاڑی ہوئی کی کچھ قیمت بھی ہے تو اُس کا خیار ساقط ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور یہی مختار ہے یہ فتح القدر میں لکھا ہے اور یہ سب حکم جو مذکور ہوا اُس صورت میں ہے کہ جو چیز زمین میں پوشیدہ ہے اُس کا زمین کے اندر ہونا یقینی ہو اور اگر اُگنے سے پہلے یا اُگنے کے بعد فروخت کی مگر یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے اندر اُگی ہے یا نہیں اُگی ہے تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر ایسی چیز کو جو زمین

کے اندر موجود ہے جیسے پیاز وغیرہ فروخت کر دیا اور بائع نے کسی مقام سے کچھ اکھاڑ کر کہا کہ میں تیرے ہاتھ اس شرط پر بیچتا ہوں کہ ہر جگہ اسی طرح کثرت کے ساتھ نکلیں گی یا موجود ہے تو بیع جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر گاجر میں فروخت کیس اور بائع نے کہا کہ مجھ کو یہ خوف ہے کہ اگر میں اُس کو اکھاڑوں اور تو راضی نہ ہو تو میرا نقصان ہو اور مشتری نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر میں اکھاڑوں اور اچھی نہ نکلے تو میں اُس کو واپس نہ کر سکوں گا تو جو شخص اُس کے اکھاڑنے میں قلعو کرے جائز ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے اس کا قصد نہ کیا تو قاضی اُن کے عقد بیع کو صحیح کر دے گا یہ قطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے اور اگر دو کیاریاں گاجر کی خریدیں اور ایک کو اکھاڑ اور اُس کی گاجر میں اچھی پائیں اور دوسری کو اکھاڑ اور اس کی گاجر میں عیب دار پائیں تو اُن میں سے کچھ بھی واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اکھاڑنے سے اُن میں عیب آ گیا لیکن بقدر نقصان عیب کے بائع سے واپس لے گا اور اگر ایک تھیلے کے اندر بھری ہوئی گاجر میں خریدیں اور اُس تھیلے کے منہ پر بڑی بڑی گاجر میں جھائی تھیں اور اُس کے اندر چھوٹی چھوٹی پائیں پس اگر چھوٹی گاجر میں بڑی گاجروں کے داموں میں نہیں بکتی ہیں تو یہ عیب میں شمار ہوگا اور مشتری بائع سے بقدر نقصان کے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ہشام نے اپنے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دس جریب زمین کی گاجر میں خریدیں اور زمین پر قبضہ کر لیا اور اپنے غلام کو بھیج کر حکم دیا کہ گاجر میں اکھاڑے پس اُس نے تمام گاجر میں اکھاڑ ڈالیں پھر مشتری آیا تو کیا اس وقت اس کو اختیار رویت حاصل ہوگا امام نے فرمایا کہ ہاں پس میں نے کہا کہ اکھاڑنے سے اُس کی تہائی قیمت گھٹ گئی ہے انہوں نے فرمایا کہ خیار ہے اگرچہ نقصان آیا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

نہری فصل ☆

اندھے اور وکیل اور قاصد کے خرید کے احکام کے بیان میں

اندھے کی خرید فروخت جائز ہے اور اُس پر تینوں اماموں کا اتفاق ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اُس کو اپنی خریدی ہوئی چیز میں خیار ہے اور فروخت کی ہوئی چیز میں خیار نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جو چیزیں چھونے کی ہیں اُن میں سے اندھے کا اُلٹ پلٹ کرنا اور اُس کا چھونا آنکھوں والے آدمی کے دیکھنے کے مانند ہے اور سونگھنے کی چیزوں میں اُس کا سونگھنا اعتبار کیا جائے گا اور چھکنے کی چیزوں میں چھکنا معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور سب روایتوں میں زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ وصف کا بیان کرنا شرط نہیں ہے یہ محیط سرحی میں لکھا ہے اور اگر کپڑا ہو تو اُس میں چھونے کے ساتھ اُس کے طول اور عرض کی صفت اور اُس کی عمدگی مرتبہ کی بھی بیان کرنی ضروری ہے اور گیسوں میں چھونا اور صفت بیان کرنا ضروری ہے یہ جوہرہ نیرہ میں لکھا ہے۔ اگر پھلوں کو درختوں پر لگا ہوا خریدا تو اشہر روایات کے موافق میں وصف کا بیان کرنا ضروری ہے باقی کچھ ضروری نہیں ہے یہ محیط سرحی میں لکھا ہے اور عقار میں جب تک اُس کا وصف بیان نہ کیا جائے تب تک اندھے کا خیار ساقط نہیں ہوتا اور یہی مذہب صحیح ہے یہ قطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے۔

یہی یعنی وصف کا بیان کرنا اُن سب چیزوں میں معتبر ہے کہ جو چھونے یا سونگھنے سے نہیں پہچانی جاتی ہیں جیسے چوپائے

۱۔ قولہ خیار ہے اُن ہمارے دیار میں رسم ہے کہ مولیٰ و گاجر و خلم و غیرہ کا کھیت تیار ہو جانے کے بعد نمونہ پر مشتری خرید کر اختیار ساقط کرتا ہے اور بائع آئندہ اس کے ہر عیب سے برات کر لیتا ہے اور اس میں مضائقہ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔ ۲۔ قولہ مرتبہ مثلاً دیباچ قسم اولیٰ جس میں فی گز دو سیر ریشم کی قول ہے ومانند اس کے ۱۳۔

اور غلام اور درخت وغیرہ یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر یہ باتیں عقد بیع ہونے سے پہلے واقع ہو گئی ہوں تو اب اُس کو خیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ ترمذی میں مذکور ہے اور اگر اندھے کے سامنے وصف بیان کیا گیا اور وہ بیع پر راضی ہو گیا پھر وہ بیٹا ہو گیا تو اُس کا خیار عود نہ کرے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی آنکھوں والے نے کوئی چیز خریدی پھر وہ دیکھنے سے پہلے اندھا ہو گیا تو اُس کی آنکھوں سے دیکھنے کا خیار اندھوں کے مانند وصف بیان کرنے کے ساتھ ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر کسی اندھے نے وصف بیان کرنے سے پہلے کہہ دیا کہ میں راضی ہو گیا تو اس کا خیار ساقط نہ ہوگا یہ جوہرہ منیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کچھ طعام خریدے اور اس کو نہیں دیکھا اور اس پر قبضہ کر لینے کے واسطے کوئی وکیل کیا اور وکیل نے دیکھنے کے بعد اُس پر قبضہ کر لیا تو مشتری کو اس کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اُس پر قبضہ کرنے کے واسطے کوئی قاصد بھیجا اور قاصد نے دیکھنے کے بعد اُس پر قبضہ کر لیا تو مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ وکیل اور قاصد دونوں برابر ہیں اور مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے واپس کر دے اور چاہے لے لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی باطل کرنے کا مالک اس وقت ہے کہ جب قبضہ کرنے کے وقت اُس کو دیکھتا ہو ☆

قاعدہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک جو شخص قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا جاتا ہے وہ خیار رویت باطل کرنے کا مالک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک نہیں ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک بھی باطل کرنے کا مالک اس وقت ہے کہ جب قبضہ کرنے کے وقت اُس کو دیکھتا ہو اور اگر پوشیدگی کی حالت میں اُس پر قبضہ کر لیا پھر دیکھنے کے بعد قصد اختیار باطل کرنے کا ارادہ کیا تو اُس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے اور وکیل کرنے کی صورت یہ ہے کہ مشتری کسی غیر سے کہے کہ بیع پر قبضہ کرنے کے واسطے تو میرا وکیل ہو یا یوں کہے کہ میں نے اُس پر قبضہ کرنے کے واسطے تجھ کو وکیل کیا اور قاصد بھیجنے کی صورت یہ ہے کہ غیر شخص سے یوں کہے کہ بیع پر قبضہ کرنے کے واسطے تو میری طرف سے قاصد بن جایا اُس پر قبضہ کرنے کے واسطے میں نے تجھ کو حکم دیا یا اُس پر قبضہ کرنے کے واسطے میں نے تجھ کو بھیجا یا کہا کہ تو فلاں شخص سے کہہ کہ وہ تجھ کو دے دے یہ بحر الرائق میں فوائد سے منقول ہے اور اس بات پر سب اماموں کا اتفاق ہے کہ خرید کے واسطے جو وکیل کیا جاتا ہے اُس کا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

موکل کو یہ اختیار نہیں رہتا ہے کہ اپنے دیکھنے کے وقت اُس کو واپس کرے یہ یعنی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور اس بات پر بھی اماموں کا اجماع ہے کہ جو شخص خریدنے کے واسطے قاصد ہوتا ہے وہ خیار باطل کرنے کا مالک نہیں ہے اور اس کا دیکھنا بھیجنے والے کے دیکھنے کے مانند نہیں ہے اور اگر بھیجنے والے نے بیع کو نہ دیکھا ہو تو اس کو خیار رویت ثابت ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کو خریدنے سے پہلے وکیل یا قاصد کیا اور اُس نے بیع کو دیکھ لیا پھر موکل یا بھیجنے والے نے اُس کو اپنے آپ خریدے تو اُس کو خیار رویت ثابت ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ اگر خرید کے وکیل نے کسی ایسی شے کو خرید لیا کہ جسے موکل نے دیکھا ہے اور وکیل اس بات کو نہیں جانتا ہے تو وکیل کے واسطے خیار رویت ثابت ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اس صورت میں خیار رویت وکیل کے واسطے ثابت ہوتا اُسی وقت ہے کہ جب وہ شخص کسی غیر معین چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہو اور اگر کسی معین چیز کے خریدنے کے واسطے جس کو موکل دیکھ چکا ہے وکیل نے اُس کو نہیں دیکھا تھا تو وکیل کو اُس کے خریدنے میں خیار

۱۔ قولہ برابر ہیں یعنی وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط نہیں ہوگا ۱۲۔ ۲۔ قولہ پوشیدگی یعنی مثلاً لپٹا ہوا تھان قبضہ میں لے لیا یا مشک و سونے وغیرہ ۱۲۔ ۳۔ وکیل کیا گیا ہو پھر اس نے اتفاق سے وہی چیز خریدی جس کو موکل دیکھ چکا ہے تو وکیل کو خیار باقی ہے ۱۲۔

رویت حاصل نہ ہوگا یہ فصول عمادہ میں لکھا ہے۔

بیع دیکھنے کے قصد سے کسی کو وکیل کرنا صحیح نہیں ہے اور اُس کا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی نے نہ دیکھی ہوئی چیز خریدی پھر ایک شخص کو اُس کے دیکھنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ اگر تجھ کو پسند نہ آئے تو لے لینا تو یہ جائز نہیں ہے یہ بحر الرائق میں جامع المفصلین سے منقول ہے۔ اگر کسی شخص کو ایسی چیز میں جو خود بے دیکھے خریدی ہے دیکھ کر غور کرنے کے واسطے اس طرح پروکیل کیا کہ اگر راضی ہو تو بیع تمام کر دے اور اگر راضی نہ ہو تو بیع فسخ کر دے تو اس طرح وکیل کرنا صحیح ہے اور اُس کا دیکھنا موکل کے دیکھنے کے مانند ہوگا کیونکہ موکل نے یہ بیع اس کی رائے اور نظر پر چھوڑ دی ہے تو یہ وکالت صحیح ہوگی جیسے کہ خیاری کی شرط کے ساتھ خرید کرنے میں فسخ یا اجازت کسی کے سپرد کیا صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

باب (۱۲۰) :

خیار عیب کے بیان میں

اور اس میں سات فصلیں ہیں

فصل (۱) :

خیار عیب کے ثبوت اور اُس کے حکم و شرائط اور عیب کے پہچاننے اور اُس کی تفصیل

کے بیان میں

خیار عیب بدون شرط کرنے کے ثابت ہوتا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ کسی نے اگر کوئی چیز خریدی کہ جس میں کوئی عیب خریدنے کے وقت یا اُس سے پہلے اُس کو معلوم نہ تھا اور پھر عیب تموز آیا بہت ظاہر ہوا تو اُس کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اُس کو پورے ٹمن میں لے لے ورنہ واپس کر دے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور واپس کرنے کا اختیار اُس وقت ہے کہ بلا مشقت اُس عیب کو زائل نہ کر سکتا ہو اور اگر زائل کرنے پر قادر ہو تو خیار نہ ہوگا جیسے خریدی ہوئی باندی کا احرام باندھنا ظاہر ہو تو مشتری اُس کو حلال کر سکتا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اُس عیب دار کو رکھ کر بائع سے نقصان لے لے یہ قطع کی شرح قدوری میں لکھا ہے پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر قبضہ سے پہلے عیب پر مطلع ہو جائے تو اس آگاہی پر مشتری اُس کو رد کر سکتا ہے اور صرف اُس کے اس کہنے سے کہ میں نے واپس کیا بیع فسخ ہو جائے گی اور بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہ ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد اطلاع ہوئی تو بدوں بائع کی رضامندی یا قاضی کے حکم کے بیع فسخ نہ ہوگی پھر اگر اُس نے بائع کی رضامندی سے بیع فسخ کی تو یہ اُن دونوں کے حق میں فسخ ہوگی اور دوسروں کے حق میں غلط بیع شمار ہوگی اور اگر قاضی کے حکم سے فسخ ہوئی تو ان دونوں کے حق میں اور ان کے سوا فیروں کے حق میں بھی فسخ شمار ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

جو عقد واپس کرنے سے فسخ ہو جاتا ہے اور اُس میں بیع اپنے مقابل کے عوض ضمان میں ہوتی ہے تو ایسے عقد میں تموزے اور بہت دونوں طرح کے عیب سے وہ شے واپس ہو جاتی ہے اور جو عقد کہ واپس کرنے سے فسخ نہیں ہوتا ہے اور اُس میں وہ شے اپنی ذات سے ضمان میں ہوتی ہے نہ بعوض جیسے مہر اور بدل خلع و قصاص تو ایسے عقد میں تموزے عیب سے واپس نہ کی جائے گی فقط بہت عیب کی وجہ

۱۔ گویا مشتری نے بائع کے ہاتھ بیچی ۱۲۔

سے واپس ہو سکتی ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور تھوڑے عیب کی وجہ سے مہر کا واپس نہ ہونا صرف اسی صورت میں ہے کہ مہر ناپ یا تول کی چیز نہ ہو اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو تو تھوڑے عیب سے بھی واپس ہو سکتی ہے یہ فصول عمادہ میں لکھا ہے اور بہت عیب مہر میں یہ ہوگا کہ اُس کو اعلیٰ درجہ سے اوسط درجہ پر لائے یا اوسط درجہ سے ادنیٰ درجہ پر گرادے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور دونوں قسموں میں حد فاصل یہ ہے کہ جو عیب چند اندازہ کرنے والوں کے اندازہ میں جدا داخل ہو جائے مثلاً ایک نے اُس کو بے عیب ہزار درہم کا تجویز کیا اور عیب کے ساتھ اس سے کم تجویز کیا اور دوسرے نے اُس کو اس عیب کے ساتھ پورے ہزار کا تجویز کیا تو یہ عیب تھوڑا شمار ہوگا اور اگر چند اندازہ کرنے والوں کی اندازہ جدا نہ ہو بلکہ یکساں ہو جیسے کہ چند اندازہ کرنے والوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بے عیب ہزار درہم کا ہے اور اس عیب کے ساتھ سکھوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہزار سے کم کا ہے تو یہ کھلا ہوا بہت عیب کہلائے گا یہی فتویٰ کے واسطے اختیار کیا گیا ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

خیار عیب کا یہ حکم ہے کہ مشتری کی ملک بیع میں فی الحال ثابت ہو جاتی ہے مگر ملک لازم نہیں ہوتی ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ خیار عیب میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ اتھن اور اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور خیار عیب ثابت ہونے کی چند شرطیں ہیں از انجملہ بیع کے وقت یا اس کے بعد سپرد کرنے سے پہلے عیب ثابت ہونا چاہیے اور اگر بعد اس کے پیدا ہو گیا تو خیار ثابت نہ ہوگا اور از انجملہ مشتری کے پاس بھی قبضہ کر لینے کے بعد اس عیب کا ثبوت چاہیے اور تمام عیبوں میں واپس کرنے کا حق ثابت ہونے کے واسطے عامہً مشائخ کے نزدیک صرف بائع کے پاس عیب کا ثابت ہونا کافی نہیں اور از انجملہ بھانسنے یا چوری کرنے یا بچھونے پر پیشاب کر دینے کے عیب میں عقل ہونا چاہیے اور از انجملہ ان تینوں عیبوں میں یکساں حالت ہونی چاہیے اور اگر حالت بائع کے پاس اور مشتری کے پاس مختلف ہو گئی تو واپس کرنے کا حق ثابت نہ ہوگا اور از انجملہ قبضہ اور عقد کے وقت مشتری کا اس عیب سے ناواقف ہونا چاہیے اور اگر قبضہ یا عقد کے وقت مشتری اُس کو جانتا تھا تو اُس کو خیار نہ رہے گا اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ بائع نے بیع کے سبب عیبوں سے اپنا ذمہ پاک کر لینا شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کر لیا ہو تو مشتری کا خیار نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

کسی چیز میں عیب ہونے یا نہ ہونے میں عیب جاننے والوں کی طرف رجوع کیا جائے گا ☆

قدوری نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ تاجروں کی عادت میں جس چیز سے نمٹنے میں نقصان آتا ہو وہ عیب ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا ہے کہ جو چیز مال کے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے میں نقصان پیدا کرتی ہو جیسے حیوان کے ہاتھ پاؤں شل ہونا اور برتنوں کا شکستہ ہونا یا اُس سے اُس مال کے نفع میں کچھ نقصان آتا ہو تو یہ عیب ہے اور جس سے ان دونوں باتوں میں کچھ نقصان نہیں آتا ہے اُس میں لوگوں کے رواج کا اعتبار کیا جائے گا اگر وہ اُس کو عیب سمجھتے ہیں تو عیب ہوگا ورنہ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور عیب ہونے یا نہ ہونے میں عیب جاننے والوں کی طرف رجوع کیا جائے گا اور وہ تاجر لوگ ہوتے ہیں اور اگر بیع ساختہ چیزوں میں سے ہے تو مرجع اُس پیشہ کے لوگ ہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اندھا ہونا اور کانا ہونا اور احوال ہونا اور انگلی کا زائد یا ناقص ہونا عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اقل ہونا اور اقل وہ شخص ہوتا ہے جو ایسا معلوم ہو کہ گویا اپنی ناک کے کنارے کو دیکھتا ہے اور بڑی یعنی سینے کا نکلا ہوا ہونا عیب میں شمار ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اسی طرح بہرا ہونا اور گونگا ہونا اور باقی عیب جو پیدائش میں ہوتے ہیں سب عیوب میں شمار ہیں اور گندہ دہن اور بغل کا بدبو کرنا باندی میں عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے لیکن اگر بہت ہو تو عیب ہے اس واسطے کہ یہ پیٹ کی بیماری پر دلالت کرتا ہے اور بیماری فی نفسہ عیب میں شمار ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

ایسے ہی بدائع و مبسوط و تمہین میں ہے اور بحر^(۱) غلام اور باندی دونوں میں عیب ہے اور بحر بیڑ و کے پھولے ہونے کو کہتے ہیں (البحر) قرن بھی عیب ہے اور وہ ایک ہڈی ہے کہ فرج میں پیدا ہو جاتی ہے اور وطی سے مانع ہوتی ہے اور عقل^۱ بھی عیب ہے اور وہ ایک قسم کا گوشت ہے کہ فرج میں پیدا ہو جاتا ہے اور وطی سے مانع ہوتا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور بعضوں نے عقل کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اُس عورت کی فرج عقلی کے مانند ہو کہ جس سے وطی کرنے والے کو کچھ لذت حاصل نہ ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اگر کسی نے ایسی باندی خریدی کہ جس کے بائع یا اور کسی کے پاس بچہ پیدا ہوا تھا اور مشتری اُس سے آگاہ نہ ہوا پھر اُس کو معلوم ہوا تو دور وانیوں میں ایک روایت کے موافق اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ چوپایوں میں فقط بچہ پیدا ہونا عیب نہیں ہے لیکن اگر موجب نقصان ہو تو عیب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے باندی کا پیٹ سے ہونا عیب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر مشتری نے کوئی ایسی باندی خریدی کہ جس کو حمل تھا اور مشتری کے پاس وہ بچہ جنی بھی تو اُس کو بائع سے جھگڑا کرنے کا اختیار نہیں ہے پس اگر وہ باندی نفاس کے اندر مر گئی تو پیٹ ہونے کے عیب کا نقصان بائع سے واپس لے گا بشرطیکہ مشتری کو خریدتے وقت اُس کا پیٹ سے ہونا معلوم نہ ہو۔ ایہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

نصاب میں مذکور ہے کہ چوپایوں اور سواری کے جانوروں کا حمل سے ہونا عیب نہیں ہے لیکن اگر اُس میں کسی کھلے ہوئے نقصان کا موجب ہو تو عیب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور رتی عیب ہے اور قہادہ عورت کہلاتی ہے جس کے کوئی سوراخ سوائے سوراخ پیشاب کے نہ ہوتا عیب ہے اور فتق سے مراد وہ رتی ہے جو مثانہ کے اندر ہو اور اکثر اوقات اپنا زور کر کے مرد کو ہلاک کر دیتی ہے اور یہ بدوں بدن کے اندر بیماری پیدا ہونے کے نہیں پیدا ہوتی ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور غشاء اس باندی کے اندر جوام ولد بتائی جائے عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بقالی میں مذکور ہے کہ اگر اُس باندی کا باپ یا دادا حرام طور سے پیدا ہوا ہو تو عیب ہے اور نو اور ابن رشید میں امام محمد سے روایت ہے کہ جب باندی کا باپ یا دادا حرام طور سے ہو تو یہ عیب میرے نزدیک اُن باندیوں میں ہوگا کہ جوام ولد بتانے کے واسطے خریدی جائیں اور اُن کے سوا دوسری باندیوں میں عیب نہ ہوگا لیکن اگر نفاس والے اُس کو عیب جانتے ہوں تو عیب ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور زنا کرنا باندی کے اندر عیب ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور غلام کے اندر اگر قلیل ہو تو عیب نہیں ہے صرف وہ ایک کبیرہ گناہ ہے کہ جس کا اس نے ارتکاب کیا اور اُس پر توبہ اور استغفار کرنا واجب ہوگا اور اگر وہ ہمیشہ زنا کرتا ہے کہ جس سے اُس کے مالک کی خدمت کرنے میں نقصان آتا ہے تو وہ عیب ہے یہ نیا بیج میں لکھا ہے۔

ایسے ہی اگر اُس پر حد واجب ہونا ظاہر ہو تو بھی عیب ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر باندی زنا کی اولاد ہو تو عیب ہے اور نام میں عیب نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور تمام عیبوں میں واپس کرنے کا حق ثابت ہونے کے واسطے دوبارہ مشتری کے پاس واقع ہونا ضرور ہے سوائے جب زنا کے جو باندی میں پایا جائے کیونکہ امام محمد سے امالی میں روایت ہے کہ اگر کسی نے ایک باندی بائع خریدی کہ اُس نے بائع کے پاس زنا کیا تھا تو مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہے اگرچہ اُس نے مشتری کے پاس زنا نہ کیا ہو اور نو اور بشر میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی پھر وہ اُس کے پاس سے بھاگ گئی پھر اُس نے اس کو پایا اور گواہوں کے ساتھ اس کا کوئی حق دار پیدا ہوا تو بھاگنے کا عیب اُس باندی کو ہمیشہ کے واسطے لازم ہو جائے گا اور اس روایت سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ بھاگنے کے عیب کا بھی مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہیں ہے اور اس بنا پر مستحق نقصان عیب اُس سے نہیں لے سکتا ہے اگر

۱۔ عقل اور قرن میں فرق یہ کہ قرن کی وجہ سے بالکل دخول نہیں ہوتا اور عقل سے پورا دخول نہیں ہوتا۔ ۱۲۔

(۱) بحر بیاد و نیم در او ہلکہ ۱۲۔

چند دہ پارہ اُس کے پاس نمود نہ ہو اور اسی طرح جس شخص نے اُس سے خرید اوہ بھی بدوں معاودت کے اُس کو واپس کر سکتا ہے مگر ازل ظاہر ہے یہ یتیمین میں لکھا ہے۔

اگر کوئی ایسا غلام خریدے کہ جس کے ساتھ غلام کیا جاتا تھا پس اگر وہ مفت غلام کرنا تھا تو یہ عیب ہے کیونکہ یہ اُس کے بُد ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اگر اجرت پر غلام کرنا تھا تو غلام میں عیب نہیں ہے بخلاف باندی کے کہ اُس میں یہ کام ہر طور سے عیب ہوگا یہ قیہ میں لکھا ہے اور بزاز یہ میں مذکور ہے کہ بخث ہونا دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو بے اور ردی کام کرنا اور وہ عیب ہے دوسرے سنگھار کرنا اور آواز کی نرمی اور چلنے میں لچکنا پس اگر یہ باتیں کم ہوں تو واپس نہ کیا جائے گا اور اگر بہت ہوں تو واپس کر دیا جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور عنین ہونا عیب ہے اور ایسے ہی شخص ہونا بھی عیب ہے اور اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدے کہ وہ خاصی ہے اور وہ مرد نکلا تو وہ واپس نہ ہوگا اور اگر اس شرط پر خریدے کہ وہ مرد ہو پھر وہ خاصی نکلا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور خصیوں کا بڑا ہونا عیب ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے اور مسون کا ہونا عیب ہے بشرطیکہ اُس سے شمن میں نقصان آتا ہو اور اگر شمن میں نقصان نہ آتا ہو تو عیب نہیں ہے اور قتل کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ قتل سے کبھی زینت ہوتی ہے کہ اُس سے مالیت میں نقصان نہیں آتا ہے جب کہ رخسار پر ہوا اور کبھی بد نما کر دیتا ہے جب کہ ناک کی ٹوک پر ہوا اور اس سے مالیت میں نقصان آتا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

باندی یا غلام کا ختنہ نہ ہونا عیب نہیں ہے بشرطیکہ وہ دونوں دار الحرب وغیرہ سے اٹھالائے گئے ہوں یا دار الاسلام میں پیدا ہوئے ہوں مگر نابالغ ہوں اور اگر بالغ ہو گئے تو عیب ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ختنہ نہ ہونے سے باندی کا عیب دار ہونا عرب کے عرف کے موافق ہے اور ہمارے ملک میں باندی کا ختنہ نہیں کیا جاتا ہے تو ختنہ نہ ہونا اُس میں بالکل عیب نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر واپس کرنے سے پہلے غلام نے اپنی عورت کو طلاق دے دی تو واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا اور اگر باندی کو اُس کے شوہر نے طلاق دے دی پس اگر طلاق رجعی ہو تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے کیونکہ وہ رجعی طلاق دی ہوئی عورت اُس کی بیوی کے حکم میں ہے اس دلیل سے کہ اُس کے شوہر کو بدوں اجازت اس کے مالک کے اُس سے رجعت کرنے کا اختیار ہے اور اگر طلاق بائن ہو تو واپس کرنے کا حق ساقط ہو جائے گا کرنفی نے فرمایا ہے کہ اگر خریدی ہوئی باندی دودھ پلائی یا دامادی کے رشتہ سے مشتری پر حرام ہو تو عیب نہیں ہے مثلاً اُس کی رضاعی بہن ہو یا اُس کی رضاعی ماں ہو یا اُس کی بی بی کی بی بی کی ماں ہو یا اُس کی بی بی کی بیٹی ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اگر غلام کے ذمہ کوئی جرم ہو تو عیب ہے ☆

غلام یا باندی پر قرض ہونا عیب ہے لیکن اگر بالغ اُس کو ادا کر دے یا قرض خواہ اس کو معاف کر دیں تو عیب نہ رہے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور قیہ میں مذکور ہے کہ قرض عیب ہوتا ہے لیکن اگر ایسا تھوڑا ہو کہ جو نقصان میں شمار نہیں کیا جاتا ہے تو عیب نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر غلام کو کسی کے پاس رہن یا اجرت پر دیا ہوا پایا تو بھی یہی حکم ہے یہ نیا بیچ میں لکھا ہے اور کرنفی کی کتاب میں مذکور ہے کہ اگر غلام کے ذمہ کوئی جرم ہو تو عیب ہے اور اس عیب ہونے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ جرم عقد کے بعد قبضہ سے پہلے پیدا ہو اور اگر عقد سے پہلے پیدا ہوا ہو تو بالغ بیچ کر دینے کی وجہ سے جرم ماند دینے کا اختیار کرنے والا شمار ہوگا۔ پس اگر بالغ نے اُس کے واپس کیے جانے سے پہلے ادا کر دیا تو مشتری کو واپس کرنے کا حق باقی نہ رہے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے شراب پینے کے سبب سے اگر مالیت میں نقصان آتا ہو تو باندی میں عیب ہے اور غلام میں عیب نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ غلام امر ہو اور عیب ہونا اُسی صورت میں ہے کہ شراب پینا حد سے بڑھ گیا ہو لوگوں میں ایسا نہ پایا جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو باندی میں عیب نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے مدانی کھانسی

اگر از قسم بیماری ہو تو عیب ہے اور عادت کے موافق کھانسی ہونا عیب نہیں ہے اور برص عیب ہے اور جذام بھی عیب ہے اور وہ جلد کے نیچے پیپ پڑ جاتی ہے کہ دور سے اُس کی بد بو آتی ہے اور اکثر اس سے اعضا بدن کے کٹ کے گر جاتے ہیں اور وہ سب عیبوں سے بدتر عیب ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

کالے اور ہرے دانت ہونا عیب ہے اور زرد دانتوں کے باب میں مختلف روایتیں آئیں ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور دانت کا ساقط ہونا عیب ہے خواہ داڑھ ہو یا دانت ہو یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے بالغ باندی کا حیض بند ہو جانا عیب ہے اور بالغ باندی وہ ہے جس کی عمر سترہ برس کی ہے اور اسی طرح اگر باندی کے ہمیشہ بطور استحاضہ کے خون جاری رہتا ہو تو عیب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور یہ بات باندی کے کہنے سے معلوم ہوگی پس جب اس کے اقرار کے ساتھ بالغ کا قسم کھانے سے باز رہنا بھی مل جائے تو واپس کر دی جائے گی خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور فقہانے فرمایا ہے کہ ظاہر الروایت کے موافق باندی کا قول اس باب میں معتبر نہ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر ایک غلام خرید اور اُس کو جواری پایا پس اگر اُس کا جوا عیب میں شمار ہے جیسے زرد یا شترنج وغیرہ کے ساتھ جوا کھیلنا تو عیب ہوگا اور اگر عرف میں اس قسم کا جوا عیب نہیں گنا جاتا ہے جیسے اخروٹ یا خرپڑوں کے ساتھ جوا کھیلنا جس کو فارسی میں کوز باحقن و ستہ زون و خرپڑہ زون کہتے ہیں تو عیب میں شمار نہ ہوگا یہ فصول عمادہ میں لکھا ہے۔

اگر مملوک کو سوائے اسلام کے غیر راہ پر پایا تو عیب ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ کافر ہے اور اُس کو مسلمان پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُس کا اُلٹا ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ تہذیب میں لکھا ہے اسی طرح اگر نصرانی نے کوئی غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ نصرانی ہے پھر اُس کو مسلمان پایا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار ثابت نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جو غلام بائیں ہاتھ سے کام کرتا ہو اور دائیں ہاتھ سے کام کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو عیب ہے لیکن اگر تھوڑا بائیں ہاتھ والا ہو تو عیب نہیں ہے جس کو اضطرب کہتے ہیں یعنی دونوں ہاتھ سے کام کر سکتا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور بصارت میں ایسا مضرب ہونا کہ زیادہ تاریکی یا زیادہ روشنی میں نہ دیکھ سکے عیب ہے اور عسم یعنی پنھوں میں خشکی اور تشنج ہونا عیب ہے اور بدن میں ایسا زائد گوشت مثل غدود کے پیدا ہو جانا کہ جو ہلانے سے ہلتا ہے اور چنے سے کبھی خر بوزہ کے برابر تک ہوتا ہے عیب ہے اور مسلحہ عیب ہے اور وہ زخم کو کہتے ہیں اور شمس اللائمہ سرخی نے اُس کی تفسیر اُن کے زخموں کے ساتھ کی ہے جو گردن پر ہوتے ہیں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

خف عیب ہے اور خف دونوں انگلیوں میں ہر ایک کے دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں اور ابن الاعرابی نے یہ معنی بیان کیے کہ جو قدموں کی پیٹھ کے بل چلے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور صدف یعنی گردن کا جڑ سے پیچیدہ ہونا عیب ہے اور منہ کا زیادہ پھیلا ہونا عیب ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور داغ ہونا عیب ہے لیکن اگر نشانی کے واسطے ہو جیسے بعض چو پایوں میں ہوتا ہے تو عیب نہ ہوگا اور قدموں کے سروں کا نزدیک ہونا اور ایڑیوں کا دور ہو جانا عیب ہے اور ہونچے کا ٹیڑھا ہونا عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور آنکھ سے زیادہ آنسو جاری ہونا اگر بیماری سے ہو تو عیب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور شتر یعنی چلوں کا اُلٹا ہونا عیب ہے کذا فی الظہیر یہ اور ریح اسلیل عیب ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور خارش آنکھ کی اور غیر آنکھ کی سب عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور آنکھ کی پتلی پر ایک قسم کی سفیدی جس کو ناخستہ کہتے ہیں پیدا ہونا عیب ہے اور آنکھ کے اندر بال کا پیدا ہونا عیب ہے کذا فی الظہیر یہ زردی اور سرخی کا درمیانی رنگ بال کا اگر ترکی یا ہندی باندیوں میں پایا جائے تو عیب ہے اور اگر رومی یا صغالیہ باندیوں میں پایا جائے تو عیب نہیں ہے کیونکہ اہل

۱۔ قولہ خیار داغ اگر چہ اس کے ہاتھ سے بکوا دیا جائے ۱۳۔ ۲۔ سرد چہرہ ۱۴۔ ۳۔ داغ ہو کہ لغت میں خف پاؤں کے کج ہونے کو کہتے ہیں اس طرح کہ پاؤں کے سر سے ایک دوسرے کی طرف جھکے ہوں ۱۵۔ ۴۔ ریح اسلیل آنکھوں کی بیماری ہے جس سے اندر کی رگیں مادہ ریاحی سے پھول جاتی ہیں ۱۶۔

روم سب کے بال ایسے ہی ہوتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بھاگ جانا اور بچھونے پر پیشاب کر دینا اور چوری ایسے چھوٹے غلام میں کہ جس کو سمجھ نہیں ہے کہ اکیلا کھانا پہننا نہیں جانتا ہے عیب نہیں ☆

اگر سر یا بدن کے بعض بال سفید اور بعض سیاہ ہوں تو عیب ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے بالوں کا معتدل رنگ سیاہ ہے اور اس کے سوا باقی رنگوں سے اگر کٹمن میں نقصان آتا ہو اور سوداگر اس کو عیب سمجھتے ہوں تو عیب ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ حادی میں لکھا ہے کہ اگر باغی کے سر کے بال سرخ ظاہر ہوئے تو اگر اس کے بعض بال سر کے سرخ ہیں اور بعض سیاہ تو اس کو واپس کر سکتا ہے کیونکہ یہ عیب ہے اور اگر صرف اس کے بالوں میں سرخی ہے تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بالوں کا کالا ہونا بیچ میں شرط تھا تو واپس کر سکتا ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ بھاگ جانا اور بچھونے پر پیشاب کر دینا اور چوری ایسے چھوٹے غلام میں کہ جس کو سمجھ نہیں ہے کہ اکیلا کھانا پہننا نہیں جانتا ہے عیب نہیں ہے اور اگر چھوٹا سمجھ دار ہو جیسے کہ اکیلا کھا پین سکتا ہو تو عیب میں شمار ہوگا لیکن واپس کرنے کا حق حالت یکساں ہونے کے وقت ثابت ہوگا کذا عقل فی المضمرات عن الزاد پس اگر یہ باتیں چھوٹے غلام میں بائع اور مشتری دونوں کے پاس اس کے چھوٹے پن میں پائی گئی ہیں یا دونوں کے پاس اس کے بڑے پن میں پائی گئیں تو یہ عیب ہے کہ جس کے سبب سے واپس کر سکتا ہے اور اگر حالت یکساں نہ ہو جیسے کہ بائع کے پاس چھوٹے پن میں اور مشتری کے پاس بڑے پن میں پائی جائے تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔

جنون کے ماسوائے میں چوری کرنے اور بھاگ جانے اور بچھونے پر پیشاب کرنے کی نسبت خمس الاثمہ حلوائی نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ ظاہر جواب یہ ہے کہ ان باتوں کا مشتری کے پاس دوبارہ واقع ہونا شرط نہیں ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ شرط ہے اور یہی صحیح ہے اور بعضوں نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ مشائخ میں ان چیزوں کے دوبارہ واقع ہونے کی شرط ہونے میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور اسی طرح عام روایتوں میں مذکور ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے کوئی پہلا عیب پایا پھر واپس کرنے سے پہلے وہ زائل ہو گیا تو اس کا خیار باطل ہو گیا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور بھاگنے کی تعریف یہ ہے کہ اپنے مالک سے سرکشی کر کے غائب ہو جائے اور اسی کو امام ظہیر الدین مرغینانی نے اختیار کیا ہے اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور سفر کی مقدار سے کم تک بھاگنا عیب ہے اور اس میں مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہیں ہے یہ نہایت میں لکھا ہے اور جب شہر سے نکل گیا تو بالاتفاق عیب ہے خواہ اپنے مالک کے پاس سے بھاگا ہو یا جس کو اجارہ پر دیا ہو یا عاریت دیا تھا یا جس کے پاس ودیعت رکھا تھا اس کے پاس سے بھاگا ہو اور اگر شہر سے باہر نہیں گیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اشبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر شہر بڑا ہو جیسے شہر قاہرہ تو عیب میں شمار ہوگا اور اگر چھوٹا ہو کہ اس پر اس شہر کے گھر اور لوگ خفی نہیں تو عیب نہ ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے۔

گاؤں سے شہر کو بھاگ آنا بھاگنے میں شمار ہے اور ایسے ہی اس کا الٹا بھی بھاگنے میں شمار ہے اور اگر غصب کرنے والے شخص کے پاس سے بھاگ کر اپنے مالک کے پاس چلا آیا تو عیب نہیں ہے اور اگر غصب کرنے والے کے پاس سے بھاگا اور لوٹ کر نہ اپنے مالک کے پاس آیا اور نہ غصب کرنے والے کی طرف گیا پس اگر وہ اپنے مالک کا مکان جانتا تھا اور اس کے پاس لوٹ آنے پر قادر تھا اور پھر نہ آیا تو عیب میں شمار ہوگا اور اگر مکان نہیں جانتا تھا یا لوٹ آنے پر قادر نہ تھا عیب نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر دارالحرب میں غنیمت میں سے تقسیم ہونے سے پہلے بھاگا پھر لوٹ کر غنیمت میں لایا گیا تو بھاگنے والوں میں شمار نہیں ہے اور اگر غنیمت کے اندر فروخت کیا گیا اور غنیمت تقسیم ہوئی اور وہ ایک شخص کے حصہ میں آیا پھر دارالحرب میں بھاگا تو وہ بھاگنے والے میں شمار ہے خواہ وہ اپنے

لوگوں کے پاس لوٹ جانا چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور چوری اگر چہ دس درہم سے کم ہو عیب ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک درہم سے کم جیسے ایک پیسہ یا دو پیسے کی چوری عیب نہیں ہے اور چوری خواہ اپنے مالک کی ہو یا کسی غیر کی ہو یکساں ہے اُس کے عیب ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے لیکن کھانے کی چیزوں میں فرق ہے۔ اسی طرح اگر کھانے کے واسطے اپنے مالک کی چیز چرائی تو عیب نہیں ہے اور اگر غیر کی چرائی تو عیب ہے اور اگر کھانے کی چیز فروخت کرنے کے واسطے چرائی تو خواہ مالک کی چرائی ہو یا غیر کی چرائی ہو عیب ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

جامع المفصولین میں ہے کہ اگر غلہ میں سے ایک پیاز یا خر بوزہ یا پیسہ چرایا جیسے خدمت گار چرایا کرتے ہیں تو عیب نہ ہوگا اور اگر اجنبی کے غلہ سے کوئی خر بوزہ چرایا تو عیب ہے اور یہی مختار ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر کھانے کی کوئی چیز ذخیرہ کرنے کے واسطے چرائی تو عیب ہوگا اور مولیٰ اور اجنبی اس باب میں برابر ہیں یہ فصول عمادویہ میں لکھا ہے اور اگر گھر میں نقب لگایا اور کچھ لے نہیں بھاگا تو یہ عیب ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے فوائد ظہیر یہ میں ہے کہ اس جگہ ایک عجیب مسئلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی نے ایک نابالغ غلام خرید لیا پھر اُس کو دیکھا کہ وہ بچھونے پر پیشاب کر دیتا ہے تو اُس کو واپس کر دینے کا اختیار ہے پس اگر اُس نے واپس نہ کیا تھا حتیٰ کہ اُس کے پاس اُس غلام میں دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو اُس کو اختیار ہے کہ نقصان کی عیب کی قدر بائع سے واپس لے پس جب اُس نے نقصان عیب واپس لے لیا پھر غلام بڑا ہو گیا اور نابالغ ہونے کے ساتھ عیب جاتا رہا تو بائع کو جو کچھ نقصان کے عوض اُس نے دیا ہے اُس کے واپس لینے کا اختیار ہے یا نہیں ہے پس اس مسئلہ کی کوئی روایت کتابوں میں موجود نہیں ہے پھر شیخ فرماتے ہیں کہ میرے والد مرحوم فرماتے تھے کہ سزاوار یہ ہے کہ واپس کر لے اور اس پر انہوں نے دو مسئلوں سے دلیل پکڑی تھی ایک یہ کہ اگر کسی نے کوئی باندی خریدی پھر بعد خرید کے دریافت ہوا کہ اُس کا شوہر موجود ہے تو مشتری کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر مشتری کے پاس اُس میں کوئی دوسرا عیب آ گیا تو مشتری بائع سے نقصان عیب کی قدر واپس لے گا اور جب اُس نے نقصان کا عوض لے لیا پھر اُس باندی کے شوہر نے اُس کو طلاق بائن دے دی تو بائع کو اختیار ہے کہ جو کچھ اُس نے نقصان کے عوض دیا ہے واپس لے کیونکہ عیب جاتا رہا ہے اور ایسے ہی صورت ہمارے اس مسئلہ میں واقع ہے پس اس کا بھی حکم ہونا چاہیے اور دوسرا یہ ہے کہ اگر ایک غلام خریدا اور اُس کو مریض پایا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اگر اُس کے پاس دوسرا عیب آ گیا تو اپنے نقصان کے قدر بائع سے واپس لے اور جب اُس نے واپس لے لیا پھر غلام اپنے مرض سے اچھا ہو گیا تو بائع کو جو اُس نے نقصان کے عوض دیا ہے واپس کر لینے کا اختیار ہے یا نہیں ہے پس فقہا نے فرمایا ہے کہ اگر اچھا ہونا دواسے ہو تو بائع سے واپس نہیں لے سکتا ورنہ واپس لے سکتا ہے اور ہمارے اس مسئلہ میں بلوغ ہونا بھی دوا کی راہ سے نہیں ہے تو بائع کو جو اُس نے دیا ہے اُس کے لے لینے کا اختیار ہوگا یہ نہایت میں لکھا ہے۔

پیشاب کو نہ روک سکتا عیب ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور چھوٹے پن کا جنون ہمیشہ کے واسطے عیب ہے اور معنی یہ ہے کہ اگر چھوٹے پن میں بائع کے پاس مجنون ہوا پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن میں یا بڑے پن میں مجنون ہوا تو واپس کر سکتا ہے اور بعض فقہا نے کہا کہ اگر کوئی ایسا غلام خریدا کہ جو بائع کے پاس مجنون ہوا تھا تو اُس کے واپس کر دینے کا مشتری کو اختیار ہے اگر چہ مشتری کے پاس اُس کو جنون نہ ہو اور اکثر فقہا کا مذہب یہ ہے کہ تا وقتیکہ مشتری کے پاس جنون عود نہ کرے تو مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور جو جنون کہ عیب ہے کہ جس کے سبب سے واپس ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک رات دن سے زیادہ ہو اور اس سے کم عیب نہیں ہے یہ تمین اور معنی شرح کنز میں ہے ظہیر یہ میں حاضر سے نقل کیا ہے کہ گرہ کا ثنا اور مردہ کا کفن کھوسنا اور راہزنی کرنا مثل چوری کرنے کے غلام میں عیب ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر ایک غلام مرد خرید لیا پھر اُس کو ڈاڑھی موٹا ہوا یا ڈاڑھی نوچا ہوا پایا پس اگر

یہ بات خریدنے سے اتنی مدت کے اندر معلوم ہوئی کہ جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ عیب بائع کے پاس تھا تو مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک باندی خریدی پھر اُس کو دیکھا کہ اچھی طرح روٹی کھانا پکانا نہیں جانتی ہے تو یہ عیب نہیں ہے بشرطیکہ اُس نے شرط نہ کر لی ہو ☆

اگر کوئی ترکی باندی خریدی کہ جو ترکی نہیں جانتی تھی یا اچھی طرح نہیں بول سکتی تھی اور مشتری اس بات سے واقف تھا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ تاجروں کے نزدیک یہ عیب ہوتا ہے پس اُس نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر اُس کو معلوم ہوا کہ یہ عیب ہے پس یہ عیب اگر ایسا عیب ہے کہ جو لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے جیسے کاٹا ہونا اور مثل اُس کے تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر ایسا کھلا عیب نہیں ہے تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور کوئی ہندی باندی خریدی کہ جو ہندی نہیں جانتی تھی پس اگر تاجروں کو اُس کو عیب سمجھتے ہوں تو اُس کو رد کا اختیار ہوگا اور اگر عیب نہ سمجھتے ہوں تو وہ واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک باندی خریدی پھر اُس کو دیکھا کہ اچھی طرح روٹی کھانا پکانا نہیں جانتی ہے تو یہ عیب نہیں ہے بشرطیکہ اُس نے شرط نہ کر لی ہو اور یہی حکم غلام کا ہے اور اگر وہ دونوں اچھی طرح کھانا پکانا جانتے تھے پھر اُس کو بائع کے پاس بھول گئے ہوں تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور کبریٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک باندی خریدی پھر اُس کو دیکھا کہ پے در پے اُس کی آنکھ میں درد پیدا ہوتا ہے پس اگر یہ بیماری اُس کوئی پیدا ہوئی تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر قدیم سے بائع کے پاس ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ تاجرانہ میں لکھا ہے۔

ایک باندی خریدی پھر اس کو دیکھا کہ پے در پے اُس کی دڑھ میں درد پیدا ہوتا ہے پس یہ درد اگر اُس کو حال میں پیدا ہوا ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر قدیم سے ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ تاجرانہ میں لکھا ہے محیط میں ہے کہ اگر خریدی ہوئی باندی نے کہا کہ مجھ کو دازھ کے درد کی بیماری ہے تو اُس کے کہنے پر واپس نہ کی جائے گی یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر اُس کی ایک آنکھ کُرچی ہو اور دوسری کُرچی نہ ہو یا ایک سیاہ ہو اور دوسری سفید ہو تو یہ عیب ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ ایک غلام خرید اچھر ظاہر ہوا کہ اُس کو بخار ہے تو یہ عیب ہے اور مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شیبہ باندی اس شرط پر خریدی کہ بائع نے اُس سے وٹلی نہیں کی ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے بیج کرنے سے پہلے اُس سے وٹلی کی ہے تو مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ منقہ میں مذکور ہے کہ ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ عذرا ہے اور اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس مر گئی پھر معلوم ہوا کہ وہ شیبہ تھی تو بائع سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ اس سے باندی میں کچھ نقصان آیا ہو یا نہ آیا ہو یہ حسن نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے۔ ابن مالک نے امام ابو یوسفؒ سے یہ روایت کی ہے کہ مشتری بقدر نقصان بائع سے لے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ نابالغ ہے پھر کھلا کہ وہ بالغ ہے تو اُس کو واپس نہ کرے گا خلاصہ میں لکھا ہے اگر ایک باندی خریدی پھر اُس کو دیکھا کہ وہ بد شکل یا سیاہ ہے تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے بشرطیکہ اُس کی خلقت اعضاء پورے ہوں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ ایک باندی خریدی پھر اُس کو دیکھا کہ اُس کا چہرہ جلا ہوا ہے جس سے اُس کا حسن و بیچ کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی ایسا سبب ہو جائے کہ جس سے واپس نہ ہو سکے تو چہرہ جلی ہوئی باندی کی جیسی یہ ہے قیمت اندازہ کی

۱۔ قولہ عنراء قلت العنراء ہی الباکرة فتی لها العنرة ای لم تزل عنرتھا والباکرة تعمرها وغیرھا لان الباکرة العنرة اذا زنت مرة فقط حتی رالت عنر نہانہی فی حق بعض المحکم باکرة وان لم یبق عنراء و کذا قبل و اقوال لعلہنا فکانہ لم یرد الا الباکرة بللیل التفاضل ملشیہ
۲۔ سامنے بھی فقط باندی کے نام سے خریدی اور ایسا ہی بالبعد میں ہے۔ ۱۲۔

جائے گی اور ایک بدون چہرہ چلی ہوئی باندی صحیح و سالم کی بد شکل کے حساب سے قیمت اندازہ کی جائے گی پس جس قدر دونوں میں فرق ہو گا اسی قدر مشتری بائع سے واپس لے گا یہ محیط میں زیادات سے منقول ہے اگر ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ خوبصورت ہے پھر اس کو بد شکل پایا تو واپس کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک غلام خرید کہ جس کے دونوں ٹخنوں میں ورم ہے اور بائع نے کہا کہ یہ ورم حال میں چوٹ لگ جانے کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے پھر اس بنا پر مشتری نے اس کو خرید لیا پھر معلوم ہوا کہ یہ قدیمی ورم ہے تو واپس نہ ہوگا شیخ نے فرمایا ہے کہ واپس نہ ہونا اس صورت میں ہے کہ بائع نے سبب نہ بیان کیا ہو اور اگر سبب بیان کر دیا پھر معلوم ہوا کہ ورم اس سبب سے نہیں بلکہ دوسرے سبب سے ہے تو مشتری واپس کر سکتا ہے چنانچہ اگر ایک غلام خریدا اور اس کو بخار ہے پھر بائع نے کہا کہ اس کو تیسرے دن کا بخار ہے پھر وہ اس کے سوائے دوسری طرح کا بخار معلوم ہوا تو مشتری اس کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اصل مسئلہ میں اگر بائع نے یوں کہا ہو کہ تو خرید لے اگر ورم قدیمی ہوگا تو اس کا جواب وہ میں ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ قدیمی ہے تو مشتری واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر اس شرط پر خریدا کہ یہ ورم نیا ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ پرانا ہے تو مشتری واپس نہیں کر سکتا ہے یہ مسئلہ فتاویٰ فضلی میں لکھا ہے کذا فی الذخیرہ ایک ایسا غلام خریدا کہ جس کے دونوں کانوں میں سے ایک کا سوراخ دماغ تک نہیں ہے تو یہ عیب ہے اور کان کا سوراخ ہندی باندی میں اگر چہ بڑا عیب نہیں ہے اور ترکی باندی میں عیب ہے بشرطیکہ اس کو لوگ عیب سمجھتے ہوں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ بہت کھانا باندی میں عیب ہے غلام میں عیب نہیں ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور صلح الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ ایک باندی خریدی کہ جس کے ایک زخم ہے اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ عیب ہے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اس زخم کے مسئلہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ اگر یہ عیب ایسا کھلا ہوا تھا کہ لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے تو مشتری واپس نہیں کر سکے گا اور اگر یہ ایسا کھلا ہوا عیب نہ تھا تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

دوسری فصل ☆

چوپایوں وغیرہ کے عیب پہچاننے کے بیان میں

ایک گائے خریدی اور اس کو دیکھا کہ دو بے نہیں دیتی ہے پس اگر ایسی گائے دودھ کے واسطے خریدی جاتی ہو تو وہ واپس کر سکتا ہے اور اگر گوشت کی غرض سے خریدی جاتی ہو تو اس کو واپس نہیں کر سکے گا اور اگر گائے اپنے ٹخنوں کو منہ میں لے کر تمام دودھ چوس لیتی ہو تو یہ عیب ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

چوپایوں میں کم کھانا عیب ہے اور بنی آدم میں عیب نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور فوائد شمس الائمہ میں ہے کہ اگر چوپایہ عادت سے بڑھ کر کھانے والا ہو تو بھی عیب نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک گدھا خرید دار جو رنگتاً نہیں ہے تو یہ عیب ہے یہ فقہیہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک بیل خریدا جو کام کرتے وقت سوتا ہے تو یہ عیب ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی فخر خریدا پھر اس کو چال میں سست پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر اس شرط پر خریدا ہو کہ وہ تیز رفتار ہے تو واپس کر سکتا ہے اور اگر وہ ہمیشہ کثرت سے نعوش کھاتا ہو تو عیب ہے اور اگر کبھی کبھی نعوش کھاتا ہو تو عیب نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مرغ خریدا کہ جو بے وقت یا نگ دیتا تھا تو اس کو واپس کر سکتا ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک بکری خریدی اور اس کو کان کٹا ہوا پایا پس اگر اس نے قربانی کے واسطے خریدی تھی تو اس کو واپس کر سکتا ہے اور یہی حکم کل جانوروں کا ہے کہ جو قربانی نہ ہو سکتے ہوں اور اگر اس کو قربانی کے

سوا کی غرض سے خرید اٹھا تو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا لیکن اگر کان کئے ہونے کو لوگ عیب سمجھتے ہوں تو واپس کر سکتا ہے اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا اس طرح کہ مشتری نے کہا کہ میں نے قربانی کے واسطے خریدی تھی اور بائع نے اس سے انکار کیا پس اگر یہ خرید تا قربانی کے زمانہ میں واقع ہوا ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوگا بشرطیکہ مشتری قربانی کے لوگوں میں سے ہو کہ جن پر قربانی واجب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک گائے یا بکری پلیدی کھاتی تھی پس اگر ہمیشہ کھاتی تھی تو عیب ہے اور اگر ہفتہ میں ایک یا دو بار کھاتی تھی تو عیب نہیں ہے یہ فصول عماد یہ میں لکھا ہے۔ منقحی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ایک چوپایہ خرید اور اُس کو دیکھا کہ کھیاں کھاتا ہے پس اگر اکثر اوقات کھاتا ہو تو عیب ہے اور اگر کبھی کبھی کھاتا ہو تو عیب نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک گدھا خرید اور چند گدھے اُس پر چڑھے اور جفتی کھاتی تو کیا یہ ایسا عیب ہے کہ جس سے واپس ہو سکتا ہے حکایت کیا گیا ہے کہ یہ صورت بخارا میں واقع ہوئی تھی اور جب فتویٰ طلب کیا گیا تو اُس زمانہ کے مفتیوں کا جواب متفق نہ ہوا اور قاضی امام عبدالملک حسین نسفی نے یہ جواب دیا تھا کہ اگر اُس گدھے کے مجبور ہونے کی حالت میں اُن گدھوں نے اُس کے ساتھ یہ فعل کیا تو عیب نہیں ہے اور اگر وہ مجبور نہ تھا بلکہ اُس نے اپنے آپ کو اس کام کے واسطے اُن گدھوں کو دے دیا تو یہ عیب ہے پھر اس جواب پر سب مفتی متفق ہو گئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور وہ عیب ہے اور وہ گھوڑے کے چند برسم کے درم کو بولتے ہیں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور دم کا میڑھا ہونا عیب ہے اور چوپایہ کی ٹانگ میں ایک ایسی چیز کا نکل آنا جس کا حجم ہوتا ہے اور اُس میں سختی نہیں ہوتی ہے عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر گھوڑے کے منہ سے اس قدر پانی نہ بہے کہ جس سے تو بڑا تر ہو جائے تو یہ عیب ہے بشرطیکہ اُس سے ٹمن میں نقصان آتا ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر جانور اپنے سر کو بندان سے اگرچہ مضبوط کر کے باندھ دیا جاتا ہو کسی حیلہ سے نکال لیتا ہو تو یہ عیب ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور قدموں کا نزدیک ہونا اور رانوں میں دوری ہونا عیب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور گھوڑے میں حرونی اور تالغ نہ ہونا عیب ہے اور لگام دینے کے وقت نہ کھڑا ہونا عیب ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور ہر چیز جو گھوڑے وغیرہ کے عرقوب میں پیدا ہو مثل زیادتی یا پٹھا پھول جانے کے تو وہ عیب میں شمار ہے اور زوائد عیب ہے اور وہ پٹھوں کے کنارے عجایہ کے پاس متفرق اور منقطع ہوتے ہیں اور اُس سے لیٹ جاتے ہیں اور عجایہ اونٹ کے گھری میں ایک پٹھا ہوتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور چلنے میں دونوں پاؤں یا پنڈلیوں کا باہم رگڑ کھانا عیب ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور مہقوع عیب دار ہوتا ہے اور کتاب الاصل میں اس کے معنی یوں بیان کیے ہیں کہ یہ لفظ مہقوع سے مشتق ہے اور وہ ایک چکر ہوتا ہے جو اُس کے بائیں جانب سینے میں ہوتا ہے اور یہ سفید ہوتا ہے کہ اُس کو شوم جانتے ہیں اور منقحی میں اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ مہقوع وہ ہے کہ اُس کے چلنے وقت اُس کی پیشاب گاہ اور کوکھ کے بیچ میں سے کوئی آواز سنی جائے انتشار بھی عیب ہے اور وہ عقب کے وقت پٹھا پھول جانے کو کہتے ہیں اور بعضوں نے یہ معنی بیان کیے کہ وہ آنکھ کی سیاہی کا اس قدر بڑھ جانا ہے کہ قریب اس کے ہو جائے کہ آنکھ کی تمام سفیدی کو گھیر لے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک گھوڑا خرید اور اُس کو بوڑھا پایا تو بعضوں نے فرمایا کہ سزاوار یہ ہے کہ واپس نہ کیا جائے لیکن اس صورت میں کہ کم سن ہونے کی شرط کر لی ہو جیسے کہ باندی کے مسئلہ کا حکم ہے جب کہ خریدنے کے بعد زیادہ سن کی پائی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور فتاویٰ آہو میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک گائے خریدی کہ جو مشتری کے مکان سے بائع کے مکان کو چلی جاتی ہے تو یہ عیب نہیں ہے اور غلام کا دو تین مرتبہ ایسا کرنا بھی عیب نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے کسی نے اونٹنی مصراۃ خریدی یعنی اُس کے تھن بائع نے باندھ دیے تھے یہاں تک کہ اُس میں دودھ جمع ہو کر ایسے ہو گئے کہ جیسے حوض کے اندر پانی بھر جاتا ہے اور مصراۃ حوض کو کہتے ہیں تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار

نہیں ہے اور تصریح ہمارے نزدیک عیب نہیں ہے اسی طرح اگر اپنے غلام کی انگلی کے اوپر کے پور کا سراکالا کر کے نخاس میں اس غرض سے بٹھایا کہ مشتری اُس کو کا تب سمجھے یا اُس کو روٹی پکانے والوں کے کپڑے پہنائے تاکہ مشتری اُس کو باورچی گمان کرے تو بھی مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسوے خریدے اور ان کو اس قدر تنگ پایا کہ ان میں اُس کا پاؤں نہیں ساتا ہے تو شیخ الاسلام معروف بخوارزادہ نے ذکر کیا ہے کہ پاؤں کا داخل نہ ہونا اگر اس سبب سے ہے کہ اس کے پاؤں میں کوئی علت ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر پاؤں میں کوئی علت نہیں ہے تو واپس کر سکتا ہے اور شیخ الاسلام ابو بکر محمد ابن الفضل نے یہ ذکر کیا ہے کہ اگر مشتری کی خرید اپنے پہننے کی غرض سے تھی تو واپس کر سکتا ہے اور اگر مطلقاً خریدے تھے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور قاضی شیخ علی السعدی نے اُس کے واپس کر دینے کا فتویٰ دیا ہے خواہ اُس نے پہننے کی غرض سے خریدا ہو یا اور کسی غرض سے خریدا ہو اور اگر یہ صورت ہو کہ دونوں میں سے ایک کو دوسرے سے تنگ پایا تو اگر وہ مثل اور لوگوں کے موزوں کے عادت سے زیادہ تنگ تھا تو واپس کر دے ورنہ واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

اگر موزوں میں اُس کا پاؤں خوب نہیں جاتا تھا بدوں اس کے کہ اُس کے پاؤں میں کوئی علت ہو پھر بائع نے کہا کہ تیرے پاؤں میں بڑھ جائے گا اور مشتری نے اُس کو لے کر ایک دن پہنا اور وہ نہ بڑھا اور ایسا واقعہ پیش آ کر فتویٰ طلب کیا گیا تھا تو بعض ائمہ نے جواب دیا ہے کہ واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے (ایک قسم کا ایسا موزہ) خریدا کہ جولفاد کے ساتھ پاؤں میں نہیں آتا ہے اور بدوں لفافہ کے آجاتا ہے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے بشرطیکہ اپنے پہننے کے واسطے خریدا ہو یہ قیہ میں لکھا ہے اور فتاویٰ فضلی میں ہے کہ ایک جبہ خریدا اور اُس میں ایک مراحو پا پایا تو یہ عیب ہے اور اس مسئلہ کی مراد یہ ہے کہ عیب اُس وقت تک ہوگا کہ جب اُس چوہے کا نکالنا جبہ میں نقصان پیدا کرے اور اگر جبہ کو چھڑ کر نکالنے کی ضرورت نہ ہو اور جبہ میں نقصان نہ آئے تو عیب نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ ایک نجس کپڑا خریدا اور اُس کے نجس ہونے سے آگاہ نہ ہوا پھر اس سے واقف ہوا اور اُس کپڑے میں دھو ڈالنے سے کوئی نقصان نہیں آتا ہے تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر اس کپڑے میں تیل ہو تو یہ عیب ہے کیونکہ تیل بالکل کم تر چھوٹا ہے تو عیب میں شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک دکان خریدی اور قبضہ کرنے کے بعد اُس کے دروازہ پر یہ لکھا دیکھا کہ یہ دکان فلاں مسجد کے صرف میں وقف کی گئی تو مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ایسی علامتوں پر احکام کا مدار نہیں ہوتا ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے غیر کی دکان میں اپنے رہنے کی جگہ فروخت کی اور مشتری کو آگاہ کر دیا کہ دکان کا کرایہ اس قدر ہے پھر معلوم ہوا کہ دکان کا کرایہ اس سے زیادہ ہے تو فقہاء نے فرمایا ہے کہ اس سبب سے مشتری سکنہ کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ جس مکان کو فروخت کرتا ہے اُس کے مطلق کا سوراخ دوسرے کی دیوار میں ہونا عیب ہے اور اسی طرح اگر اسی کی دیوار میں بڑا نقب ہو تو عیب میں شمار ہوگا یہ وجہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کچھ زمین خریدی پھر معلوم ہوا کہ لوگ اُس کو شوم جانتے ہیں تو چاہیے کہ اُس کے واپس کرنے کا اختیار ہو یہ قیہ میں لکھا ہے کسی نے ایسے گہوں خریدے کہ جو اشارہ کر کے بنا دیے گئے تھے پھر اُن کو ردی پایا تو عیب کی جہت سے اُن کو واپس نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک چاندی کا پیالہ جو معین ہے خریدا پھر اُس کو ردی پایا مگر اس میں میل نہ تھا اور نہ ٹوٹا ہوا تھا تو بھی یہی حکم ہے پس معلوم ہوا کہ ناپ تول کی چیزوں میں ردی ہونا عیب میں شمار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر گہوں گھنے ہوئے یا بدبودار پائے تو اُن کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے چاندی اس شرط پر

خریدی کہ وہ زخم دار ہے اور اس پر قبضہ کر کے اس کو پھلایا تو وہ زخم دار نہ نکلی پس مشتری اس کو واپس کر سکتا ہے اس واسطے کہ شرط کا جاتا رہنا بمنزلہ عیب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر روئیں قلعی خریدی اور اس میں مٹی کا میل آیا تو خواہ توڑی ہو یا بہت واپس کر سکتا ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے اور اگر ایک ساگ کی گڈیا خریدی اور اس کے اندر گھاس پائی پس اگر یہ عیب میں شمار ہے تو واپس کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر پھلوں کی نوکری یا نوکر خرید اور اس کے نیچے گھاس پائی تو واپس کر سکتا ہے اسی طرح اگر ایک ڈھیری گیہوں کی خریدی اور اس کے نیچے کھتے کے سیاہ گیہوں پائے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک زمین خریدی اور اس میں لوگوں کی گزرگاہ پائی تو حجت کے ساتھ اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر انکور کا تاک خرید اور اس میں کثرت سے چیونٹیوں کے گھر پائے تو اس کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اسی طرح اگر تاک میں غیر کی گزرگاہ یا اس کے پانی بہنے کی راہ پائی تو بھی یہی حکم ہے یہ غلامہ میں لکھا ہے۔

اور اگر کوئی تاک انکور کا خریدا پھر معلوم ہوا کہ اس کا پانی دینا ایک ناواقف پر ہے کہ جو نہر پر یا کسی اور جگہ پر بٹھایا جائے تو اس کو واپس کرنے کا حق حاصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر اس تاک کو پانی دینا بدون نہر کے بند کرنے کے ممکن نہ ہو تو بھی واپس کر سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر ایک دیوار کو مشترک پایا تو عیب ہے اور اگر دیوار کو رصع پایا پس اگر اس کو عیب میں سمجھتے ہوں تو عیب ہے یہ غلامہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گھر خریدا اور اس کے پانی بہنے کا راستہ دوسرے کی زمین میں ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ پانی کا بہنا بدون کسی حق کے ہے اور مشتری خریدتے وقت اس وجہ سے واقف نہ ہوا تھا کہ اس پانی بہنے کا حق نہیں ہے تو اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر چاہے تو رکھ لے اور اپنا نقصان واپس کرے یہ قادیہ میں لکھا ہے اور اگر زمین اور خرما کے درخت خریدے کہ جن کے لیے سینچنے کا پانی نہیں ہے اور مشتری کو یہ بات معلوم نہ تھی تو اس کو اختیار حاصل ہے یہ وجہ کروری میں لکھا اور منشی میں لکھا ہے کہ مصحف شریف خریدا اور اس کے حروف کٹے کٹے پائے یا اس شرط پر خریدا کہ اس میں نقطے لگے ہوئے ہیں پھر کچھ نقطے ساقط پائے تو یہ ایسا عیب ہے کہ جس سے واپس ہو سکتا ہے اور بھی منشی میں مذکور ہے کہ اگر قرآن شریف اس شرط پر خریدا کہ وہ پورا ہے پھر دیکھا تو اس میں سے دو آیتیں یا ایک آیت ساقط ہے تو اس عیب کی وجہ سے رد کر سکتا ہے اور میں نے دوسرے مقام پر لکھا پایا ہے کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کے واسطے قرآن شریف خریدا اور معلم نے کہا کہ اس میں بہت خطا ہے پس اگر اس میں لکھنے کی غلطی ثابت ہو تو اس کو واپس دے کر اپنا ٹمن واپس لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی تاک انکور کا خریدا اور مشتری کے پاس اس میں تری ظاہر ہوئی پس اگر اسی سبب سے ہو کہ

جس سے بائع کے پاس بھی تو واپس کر سکتا ہے ☆

اگر کسی نے ایک زمین خریدی کہ جو مشتری کے پاس سیل گئی اور بائع کے پاس بھی نمناک ہو جاتی تھی تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر مشتری نے زمین کے اوپر سے کچھ مٹی اٹھا ڈالی کہ جس سے ظاہر ہوا کہ مٹی اٹھا دینے سے زمین سیل گئی ہے یا کسی دوسری جگہ سے اس میں زیادہ پانی آگیا ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اس بات کی طرف لحاظ نہ کیا جائے گا کہ مشتری کے پاس بائع کے پاس سے زیادہ سیل گئی یا اسی قدر سیلی ہے بلکہ اس بات کو دیکھا جائے گا کہ اگر اسی سبب سے کہ جس سے بائع کے پاس سیلی تھی مشتری کے پاس بھی سیلی ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی تاک انکور کا خریدا اور مشتری کے پاس اس میں تری ظاہر ہوئی پس اگر اسی سبب سے ہو کہ جس سے بائع کے پاس بھی تھی تو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے کسی نے اگر ایک روئی

اس شرط پر خریدی کہ ۱۰ مٹھے پانی کی پکی ہوئی ہے پھر اس کے برخلاف معلوم ہوئی تو واپس کر سکتا ہے اور اگر لفظ شرط ذکر نہ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ قیہ میں لکھا ہے اسی طرح اگر حنا یا مثل اس کے اس شرط پر خریدی کہ سب بانگی کی جنس سے ہے پھر معلوم ہوا کہ جسے پہلی بار دیکھا تھا اُس جنس سے نہیں ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر پانچ سو قیریز گہوں خریدے اور اُن میں مٹی ملی ہوئی پائی پس اگر یہ مٹی اُسی قدر ہے کہ جیسی ایسے گہوؤں میں ہوا کرتی ہے اور اُس کو لوگ عیب نہیں جانتے ہیں تو واپس کر سکتا ہے اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے اور اگر اتنی مٹی اس قدر گہوؤں میں نہیں ہوتی ہے اور اُس کو لوگ عیب جانتے ہیں پس اگر اُس نے تمام گہوں واپس کرنے کا ارادہ کیا تو اُس کو یہ اختیار حاصل ہوگا اور یہ نہیں کر سکتا کہ مٹی کو علیحدہ کر کے اُس کے حصہ ثمن کو لے کر واپس کرے اور گہوں کو رکھ لے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ اس نے مٹی اور گہوں سے جدا کیا ہو اور اگر جدا کر لیا اور اس قدر زیادہ مٹی نکلی کہ جس کو لوگ عیب جانتے ہیں پس اگر مٹی اور گہوں کو ملا کر پیا نہ پورا کر کے واپس کرتا ہے تو سب کو واپس کر دے اور اگر صاف کرنے کی وجہ سے اس میں کمی آگئی اور ملانے سے پیا نہ پورا نہیں ہوتا ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن نقصان عیب واپس لے اور وہ بحساب گہوؤں کے نقصان کے ہوگا لیکن اگر پانچ اُن گہوؤں کو اس کی کے ساتھ لینے پر راضی ہو جائے تو اُس کو یہ اختیار حاصل ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر چیز جو گہوں کے مانند ہے جیسے حل وغیرہ اگر اُن کو خریدے اور اُس میں مٹی ملی ہوئی پائے تو سب کا حکم اسی تفصیل کے ساتھ ہے جو ہم نے ذکر کی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر تیل خرید اور اُس کے اندر تھمت پائی تو اُس کا حکم بھی اسی طرح ہے یہاں تک کہ فقط تھمت کو واپس نہیں کر سکتا۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر مشک خرید اور اس میں رصاص ملا ہوا پایا تو رصاص کو جدا کر کے اُس کے حصہ ثمن کے عوض بائع کو واپس کر دے خواہ رصاص تھوڑا نکلے یا بہت ہو یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے اس قسم کے مسائل کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ اس طرح بیان کیا ہے کہ جس چیز سے تھوڑے سی چشم پوشی کی جاتی ہے اُس کی زیادہ بھی جدا نہ کی جائے گی اور جس چیز کے تھوڑے میں چشم پوشی نہیں کی جاتی ہے اُس میں کی زیادہ بھی جدا کر دی جائے گی اور مشک کے اندر رصاص اگر تھوڑا بھی ہو تو چشم پوشی نہیں کی جاتی ہے پس اگر زیادہ ہوگا تو بھی جدا کر دیا جائے گا اور گہوں کے اندر تھوڑی مٹی میں چشم پوشی کی جاتی ہے اگر بہت مٹی ہوگی تو جدا نہ کی جائے گی اور علمہ مشائخ نے اس روایت کو لیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر خشک کی ہوئی چربی خریدی اور اُس کے اندر بہت سا نمک پایا تو اس کا حکم وہی ہے جو گہوں کے اندر مٹی ملی ہوئی پانے کا حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور فتاویٰ ابواللیث میں ہے۔ کہ اگر تانبے کا فقرہ خرید اور اُس کو گھلایا اور اس میں سے پھر نکلا جیسے تانبے سے نکلتا ہے۔ تو مشتری کو اُس کے ثمن کے حصہ کے حساب سے لے لینے کا اختیار ہے اور بائع اگر یہ چاہے کہ وہی اُس کو لے کر ثمن واپس کرے تو کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

نیمری فصل ☆

ایسی چیزوں کے بیان میں کہ عیب کی وجہ سے اُن کا واپس کرنا ممکن نہیں اور جن کا واپس کرنا ممکن ہے اور جن چیزوں میں نقصان لے سکتا ہے اور جن چیزوں میں نہیں لے سکتا

قاعدہ یہ ہے کہ جب مشتری نے خریدی ہوئی چیز کے عیب پر واقف ہونے کے بعد اس میں مالکانہ تعریف کیا تو اُس کا واپس کرنے کا حق باطل ہو گیا اگر ایک چوپایہ خرید اور اس کے کوئی زخم پایا اور اُس کی دوا کی یا اُس پر اپنی حاجت کے واسطے سوار ہوا تو واپس

نہیں کر سکتا ہے اور اگر اس کے کسی عیب کی دوا کی جو اُس کی دوا سے اچھا ہو گیا تو دوسرے عیب کی وجہ سے جو اچھا نہیں ہوا ہے واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک مرتبہ خدمت لینا عیب پر راضی ہونے میں شمار نہیں ہے لیکن اگر غلام سے زبردستی خدمت لی تو رضا ہے اور اگر دوبار خدمت لی تو عیب پر راضی ہونے میں شمار ہے اور اسی پر فتویٰ ہو گا یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

کتاب الاجارات میں خدمت لینے کی یہ صورت بیان کی ہے کہ غلام کو کسی اسباب کو چھت پر لے جانے یا وہاں سے اتارنے کا حکم دے یا باندی کو بدوں شہوت کے اپنے پاؤں دبانے کا حکم دے یا کھانا یا روٹی پکانے کو کہے لیکن تھوڑی ہو اور اگر عادت سے زیادہ پکانے کے واسطے حکم دیا تو یہ راضی ہونے میں شمار ہے۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر گھوڑے پر اُس کی رفتار دیکھنے کے واسطے سوار ہو یا کپڑے کو اُس کی مقدار دیکھنے کے واسطے پہنا تو یہ رضا میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اُس کو واپس کرنے یا پانی پلانے یا اُس کے لیے گھاس خریدنے کے واسطے سوار ہو تو راضی ہونے میں شمار نہیں ہے بشرطیکہ اُس کو بدوں سواری کے چارہ نہ ہو جیسے کہ مثلاً دور کا فاصلہ ہو یا وہ شخص چلنے سے عاجز ہو گیا ہو یا گھاس ایک ہی طرف ہو اور اگر دونوں جانب ہو تو سوار ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر سوار ہو گیا تو رضا میں شمار ہو گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر اُس چوپایہ پر دوسرے چوپایہ کی گھاس لاد دی خواہ اُس پر سوار ہو یا نہ ہو تو رضا میں شمار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر خریدی ہوئی چیز کوئی گھر ہو پھر عیب پر واقف ہونے کے بعد اُس میں چارہ یا اُس کی کچھ مرمت کی یا اُس میں سے کچھ گرایا تو خیار عیب ساقط ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر ایک دودھ والی باندی خریدی اور اس میں کچھ عیب پایا اور اس کو حکم دیا کہ ایک بچہ کو دودھ پلا دے تو یہ راضی ہونے میں شمار نہیں ہے اور اگر اُس کا دودھ دوہا اور کسی بچہ کو پلا دیا یا فروخت کر دیا تو رضا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر اُس کا دودھ دوہا اور نہ فروخت کیا اور نہ کھلایا تو بھی یہی جواب ہے صلح الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ دودھ دوہنا بدون کھلانے اور بیچ کرنے کے رضا میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے دودھ والی باندی خریدی اور باندی نے اپنے یا مشتری کے بچہ کو دودھ پلایا پھر مشتری نے اُس میں عیب پایا تو واپس کر سکتا ہے اور اگر اُس کا دودھ دوہا اور تلف کر دیا یا پینے کے کام میں لایا پھر اُس میں عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ ایک گائے خریدی اور اُس کا دودھ پیا پھر اُس کے عیب پر واقف ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک بکری یا گائے مع اس کے بچہ کے خریدی اور اُس کے عیب سے آگاہ ہوا پھر اُس کے کسی لڑکے نے اُس کا تھن سے دودھ پیا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے اور یہ رضا میں شمار نہ ہو گا اگر چہ اُس نے لڑکے کو خود اُس کا دودھ تھن سے پلایا ہو اور اگر مشتری نے اُس کا کچھ دودھ دوہا اور خود پی لیا یا اپنے لڑکے کو پلایا یا بعد اس کے کہ عیب پر واقف ہو چکا تھا تو یہ عیب پر راضی ہونے میں شمار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر اس بکری کے بال کاٹ لیے اور پھر اُس میں عیب پایا پس اگر بال کاٹنے میں کچھ نقصان نہیں آیا تو واپس کر سکتا ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ بال کاٹنا میرے نزدیک کچھ نقصان نہیں ہے اور دوسرے مقام پر منعی میں مذکور ہے کہ اگر عیب جانتے کے بعد بکری کے بال کاٹ لیے تو یہ رضا مندی ہے اور اگر اُس کی کچھ رگ لگی تو یہ رضا نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی نے ایک انگوڑ کا تاک خرید اور اُس کے پاس اُس میں پھل آئے اور اس نے پھلوں کو اتار کر زمین پر رکھا پھر تاک میں ایک عیب پایا کہ جس کو وہ نہیں جانتا تھا پس اگر ان پھلوں کے توڑنے سے اُس میں کچھ نقصان نہیں آیا تو واپس کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ چنگ بجانے والی ہے تو بیع جائز ہے پس اگر وہ چنگ بجانے والی نہ نکلی تو مشتری اُس کو واپس نہیں

کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام خرید اور اُس میں کچھ عیب پایا اور اُس کے بعد اُس کو مارا پس اگر مارنے کا اثر اُس میں موجود ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر طمانچہ یا دو تین کوڑے مارے اور اُس کا کچھ اثر ظاہر نہ ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ فیصلہ عمادیہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام ایسا خریدا کہ جس کی آنکھ میں سفیدی ہے اور بائع سے اس سفیدی کا حال پوچھا اُس نے کہا کہ مارنے کے سبب سے ہے کہ دس روز میں جاتی رہے گی پھر دس دن گزر گئے اور وہ زائل ہوئی تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ قیہ میں لکھا ہے علی ابن احمد سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا پھر تین دن کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ اس کو کھانسی ہے اور بعد اس دعویٰ کے غلام اُس کے پاس ایک مہینہ یا زیادہ دن تک رہا اور اُس نے اُس سے کام لیا پھر اُس کے بعد کھانسی کا دعویٰ کیا پس وہ اس عیب کی وجہ سے غلام کو واپس کر سکتا ہے یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ اگر عیب جاننے کے بعد اُس سے کام لیا تو رضا میں شمار ہے یہ تاتار خانہ میں پیتمہ سے منقول ہے اگر خریدی ہوئی باندی کے ساتھ وٹلی کی پھر اُس کے عیب پر آگاہ ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لے خواہ وہ باندی باکرہ ہو یا شیبہ ہو لیکن اگر بائع اُس کو اسی طرح قبول کرنے پر راضی ہو تو ہو سکتا ہے اور اسی طرح اگر اس کا شہوت سے بوسہ لیا یا اُس کو شہوت سے چھوا تو یہ عیب پر راضی ہونے میں شمار ہے اور اُس کو واپس نہیں کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر مشتری کے سوائے مشتری کے پاس کسی غیر شخص نے اُس سے زنا کیا تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا شیبہ ہو اور نقصان عیب لے لے گا لیکن اگر بائع اسی طرح اُس کو واپس کرنے پر راضی ہو جائے تو ہو سکتا ہے اور اگر کسی نے شہ سے وٹلی کر لی یہاں تک کہ وٹلی کرنے والے پر عقر واجب ہو گیا تو مشتری واپس نہیں کر سکتا ہے اگرچہ بائع واپس لینے پر راضی بھی ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر باندی کو خرید کر اُس کا نکاح کر دیا تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ اُس کے شوہر نے اُس سے وٹلی کر لی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ بائع اس کے واپس لینے پر راضی ہو یا راضی نہ ہو یہ مضمرات میں لکھا ہے اور محیط سرخسی میں لکھا ہے کہ نقصان عیب لے سکتا ہے اتنی اگر بائع کے پاس ہونے کے زمانہ میں اُس باندی کا شوہر تھا اور اُس نے مشتری کے پاس باندی سے وٹلی کی پس اگر وہ باندی شیبہ بھی اور وٹلی سے اُس میں کچھ نقصان آیا تو بدوں رضا مندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُس میں نقصان نہ آیا تو واپس کر سکتا ہے اور یہ حکم جو ہم نے شیبہ کا ذکر کیا اُس وقت ہے کہ اُس باندی کے شوہر نے بائع کے پاس ایک بار دل کی ہو پھر مشتری کے پاس وٹلی کی ہو لیکن اگر اُس نے بائع کے پاس وٹلی نہ کی اور صرف مشتری کے پاس وٹلی کی تو کتاب الاصل میں اس کا حکم مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ واپس کر سکتا ہے۔ کذا نقل فی المضمرات عن النصاب اور اگر باندی باکرہ ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان لے لے گا اور اگر بائع نے کہا کہ میں اس کو ایسا ہی واپس کر لیتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر ایک برذون خریدا اور اُس کو خصی کر ڈالا پھر اُس کے عیب سے واقف ہوا تو واپس کر سکتا ہے بشرطیکہ خصی کرنے سے اس میں نقصان نہ آیا ہو ☆

کسی نے ایک لکڑی کنڈی بنانے کو خریدی اور بیچ میں اُس کی شرط کر لی پس اُس کو رات میں کاٹا اور یہ اقرار کر لیا کہ اس میں عیب نہیں ہے پھر بدوں شرط کرنے کے از سر نو اُس کا عقد کیا پھر اُس کو دن میں دیکھا اور عیب وار پایا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایک برذون خریدا اور اُس کو خصی کر ڈالا پھر اُس کے عیب سے واقف ہوا تو واپس کر سکتا ہے بشرطیکہ خصی کرنے سے اس میں نقصان نہ آیا ہو اسی طرح فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے اور امام ظہیر الدین مرعینائی اس کے برخلاف فتویٰ دیا کرتے تھے

کذا فی الظہیر یہ۔ اگر ایک کپڑا خرید اور اس کو اس قدر چھوٹا پایا کہ اس کے قطع کرنے کا حساب پورا نہ تھا اور اس کو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ اس کو درزی کو دکھلائے اگر وہ قطع کر دے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا پھر اس نے درزی کو دکھلایا تو وہ چھوٹا نکلا کہ قطع نہیں ہو سکتا تھا تو مشتری کو اس کے واپس کرنے کا اختیار ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور موزے اور ٹوپی کا بھی یہی حکم ہے یہ نیا بیع میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر زیوف و رہم ادا کیے اور اس سے کہا کہ ان کو خرچ کر اگر چل جائیں تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور اس نے اس شرط پر لے لیے اور وہ اس کے پاس چلے تو اتھساٹا اس کو واپس کر سکتا ہے یہ ظہیر میں نوازل کی کتاب الصلۃ سے منقول ہے مشتری نے اگر بیع کو عیب دار پایا اور بائع نے اس سے کہا کہ تو اس کو فروخت کر اگر کوئی خریدے تو خیر ورنہ مجھے واپس کر دینا اور مشتری نے اس کو بیع کے واسطے پیش کیا اور وہ خریدی نہ گئی تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔

اگر ایک غلام خرید اور بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور بائع نے اقالہ کرنے سے انکار کیا تو شیخ نے فرمایا کہ یہ بیع کے واسطے پیش کرنا نہیں ہے اور مشتری اس کو واپس کر سکتا ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے کسی نے ایک کپڑا خرید کر قطع کر لیا اور ہنوز نہیں سلایا تھا کہ اس میں کوئی عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے ٹپس اگر بائع نے کہا کہ میں اس کو ایسا ہی واپس کیے لیتا ہوں تو اس کو اختیار ہے اور اگر مشتری نے فروخت کر دیا تو اس کا حق واپس کرنے کا باطل ہو گیا اور نقصان عیب کے عوض کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ اس عیب سے واقف ہوا ہو یا نہ ہوا اور اگر مشتری نے اس کو سلایا پھر اس میں پہلا عیب پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر بائع نے کہا کہ میں اس کو ایسا ہی لے لیتا ہوں تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ جامع الصغیر میں لکھا ہے اور ستوؤں کا بھی یہی حکم ہے جب کہ ان کو گھی یا شہد کے ساتھ لٹھ کر دیا ہو کذا فی المختصرات اور اگر عیب پر آگاہ ہونے کے بعد اس کو بیع کے واسطے پیش کیا یا اجرت پر دیا یا رہن کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہونا ہے اور عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور قدوری میں لکھا ہے کہ کسی چیز کو خرید کر اس کو اجرت پر دے دیا پھر اس کے عیب پر مطلع ہوا تو اس کو یہ اختیار ہے کہ اجارہ کو توڑ کر اس چیز کو عیب کی وجہ سے واپس کر دے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس کو دوسرے کے پاس رہن کر دیا ہے تو ایسا نہ ہوگا یہ ظہیر میں لکھا ہے۔

عیب پر واقف ہونے کے بعد اگر مبیع کسی کو بہہ کر دی اور اس کے سپرد نہیں کی تو اس کو بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر عیب پر آگاہ ہونے سے پہلے بیع کے واسطے پیش کیا یا بدون سپرد کرنے کے بہہ کر دیا تو یہ عیب پر راضی ہونے میں شمار نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر کے کسی شخص کو بہہ کر کے اس کے سپرد کر دیا پھر بدون حکم قاضی کے اپنے بہہ سے رجوع کر لیا پھر کسی عیب پر جو غلام میں خریدنے کے وقت موجود تھا مطلع ہوا تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ بیع کے اندر زیادتی و قسم کی ہوتی ہے ایک متصل یعنی اس سے ٹپی ہوئی اور دوسری منفصلہ یعنی اس سے علیحدہ پھر متصل کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو مبیع سے نہ پیدا ہوئی ہو جیسے رنگ وغیرہ جو رنگ کے مانند ہوں اور ایسی زیادتی سے بالاتفاق عیب کی وجہ سے واپس نہیں ہو سکتی ہے خواہ بائع اسی طرح واپس کر لینے کو کہے یا نہ کہے اور دوسری وہ جو بیع سے پیدا ہوئی ہے جیسے موٹا ہو جانا یا جمال بڑھ جانا یا آنکھ کا صاف ہو جانا اور ایسی زیادتی سے ظاہر روایت کے موافق عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے یہی صحیح ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے

پس اگر مشتری نے واپس کرنے سے انکار کیا اور نقصان عیب لینے کا قصد کیا اور بائع نے کہا کہ میں تجھ کو نقصان عیب نہ دوں گا لیکن تو مجھے بیع واپس کر دے اور میں تجھ کو پورا ٹپس واپس کر دوں گا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور

امام محمدؒ کے نزدیک اُس کو اختیار ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور زیادتی مفصلہ بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جو بیع سے پیدا ہو جیسے باندی کا بچہ اور درخت کے پھل اور جو اُس کے معنی میں ہے جیسے جرمانہ اور عقر تو ایسی زیادتی عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور بیع کرنے کو بوجہ تمام اسباب بیع کے ہمارے نزدیک منع کرتی ہے اور دوسری وہ جو بیع سے نہ پیدا ہوئی ہو جیسے کمائی اور کرایہ وغیرہ اور یہ عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور بیع کرنے کی باسباب بیع مانع نہیں ہے اور طریقہ بیع کا یہ ہے کہ عقد بیع کو اصل بیع میں بدون زیادتی کے بیع کر دے اور زیادتی مفت بلا عوض مشتری کو دے دی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ زیادتی مشتری کے پاس موجود ہو اور اگر تلف ہوگئی ہو پس اس کا تلف ہونا اگر آسانی آفت سے ہو تو مشتری اصل بیع کو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے اور زیادتی کا ہونا بمنزلہ نہ ہونے کے شمار ہوگا اور جو مشتری کے فعل سے تلف ہوئی تو بائع کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو قبول کر لے اور پورا ثمن واپس کر دے اور اگر چاہے تو نہ قبول کرے اور عیب دار ہو جانے کی وجہ سے واپس کر دے اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے تلف ہوئی تو مشتری اُس کو واپس نہیں کر سکتا اور نقصان عیب لے سکتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

یہ تمام حکم جو مذکور ہو اُس وقت ہے کہ بیع پر قبضہ کر لینے کے بعد زیادتی پیدا ہوئی ہو اور اگر قبضہ کر لینے سے پہلے پیدا ہوئی اور وہ زیادتی ایسی متصل ہے کہ جو بیع سے پیدا ہوتی ہے تو ایسی زیادتی واپس کرنے سے مانع ہوتی ہے اور اگر ایسی زیادتی متصل ہے کہ جو بیع سے پیدا نہیں ہوتی تو مشتری اُس کی وجہ سے قابض ہو جائے گا اور ایسا ہوگا کہ گویا زیادتی بعد قبضہ کے پیدا ہوئی تو واپس کرنا ممکن نہ ہوگا اور نقصان لے لے گا اور اگر زیادتی ایسی مفصلہ ہو کہ جو بیع سے پیدا ہوئی ہے جیسے کہ بچہ اور بھڑی یا بکری کے بال یا دودھ یا پھل یا جرمانہ یا عقر وغیرہ تو ایسی زیادتی واپس کر دینے کو منع نہیں کرتی ہے پس اگر چاہے تو دونوں کو واپس کر دے اور اگر چاہے تو دونوں کو پورے ثمن میں لے لے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بیع میں کوئی عیب نہ پایا لیکن زیادتی میں عیب پایا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا لیکن جب کہ قبضہ سے پہلے اس زیادتی کے پیدا ہونے سے بیع میں کچھ نقصان آیا ہو تو بیع میں نقصان آنے کے سبب سے اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ شرح الطحاوی میں لکھا ہے اگر زیادتی اور اصل دونوں پر قبضہ کر لیا پھر بیع میں عیب پایا تو اُس کو اُس کے حصہ ثمن کے حساب سے واپس کر دے کیونکہ زیادتی کے واسطے بعد قبضہ کے ثمن میں سے حصہ ہو گیا اور اگر زیادتی میں عیب پایا تو اُس کو بھی اُس کے حصہ ثمن کے حساب سے واپس کر سکتا ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔

اگر زیادتی مفصلہ ہو اور بیع سے پیدا نہ ہوئی ہو جیسے بیع کی کمائی یا اُس کو کچھ ہبہ کیا گیا تو ایسی زیادتی واپس کرنے کی مانع نہیں ہے اور جب واپس کرے گا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زیادتی مشتری کی ہوگی لیکن اُس کو حلال نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک زیادتی بائع کی ہوگی اور اُس کو بھی حلال نہ ہوگی اور اگر مشتری نے عیب پر راضی ہو کر بیع کو اختیار کر لیا تو بالاتفاق بیع مع زیادتی کے اُسی کی ہوگی لیکن اس کے حق میں حلال نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر بیع پر مع زیادتی کے قبضہ کر لیا اور بیع میں عیب پایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک فقط بیع کو عوض پورے ثمن کے واپس کر دے اور صاحبین کے نزدیک مع زیادتی کے اُس کو واپس کر دے اور اگر زیادتی میں عیب پایا تو زیادتی کو واپس نہیں کر سکتا اور اگر زیادتی تلف ہوگئی اور بیع عیب دار باقی رہی تو بالاتفاق اُس کو پورے ثمن کے عوض واپس کر سکتا ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ اگر کچھ گہوں خریدے اور اُس میں سے مشتری کے پاس اُس کا غبار اُڑ گیا اور اُس کے پچانہ میں کی آگئی تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر اُن میں رطوبت تھی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہوگئی یا کوئی ترکیزی خریدی اور وہ مشتری کے پاس خشک ہوگئی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

منہجی میں مذکور ہے کہ اگر کوئی غلام لکھنے والا یا روٹی پکانے والا خرید اور اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ مشتری کے پاس یہ کام بھول گیا پھر مشتری اُس کے عیب پر مطلع ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور منہجی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے خشک چھوڑے شہرے میں خریدے اور اُن کو کوڑہ کو اٹھالے گیا پھر وہاں جا کر اُن کے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُن کے واپس کرنے کا ارادہ کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ وہاں اُن کو واپس نہیں کر سکتا ہے جب تک کہ وہ میں نہ پھیر لائے اور اگر اس مسئلہ میں بجائے چھوڑے کے باندی فرض کی جائے تو امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہے کہ باندی چھوڑے کے مانند نہیں ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک باندی کا خرچے اور کوڑہ میں قریب قریب ہے اور اس کے لے جانے میں ایسا خرچ بھی نہیں پڑتا جو چھوڑوں کے لے جانے میں خرچ پڑتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے امام محمدؒ نے زیادات میں ذکر کیا کہ کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی کہ جس کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی اور وہ اُس کو جانتا تھا تو اُس کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری نے اُس پر قبضہ نہیں کیا تھا یہاں تک کہ وہ سفیدی صاف ہو گئی اور پھر سفیدی آگئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہوگی اور اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اُس کو اختیار ہوگا اور صحیح دہی ہے جو طہار الروایت میں ہے کیونکہ تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی کہ جس کے اگلے دونوں دانت ٹوٹے تھے یا سیاہ تھے اور مشتری اس بات کو جانتا تھا اور اُس نے اُس پر قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ ٹوٹے ہوئے دانت جم آئے یا سیاہی اُن کی جاتی رہی پھر وہ دونوں دانت گر گئے یا سیاہی پھر آگئی تو باندی مشتری کے ذمہ لازم ہوگی کیونکہ بائع نے جس چیز کا دینا اپنے اوپر جیسا لازم کیا تھا اُس کے سپرد کرنے سے وہ عاجز نہ رہا اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا کہ جس کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی یا اُس کے دونوں دانت ٹوٹے ہوئے تھے اور مشتری اس سے واقف تھا پھر سفیدی جاتی رہی یا دانت جم آئے پھر سفیدی آگئی اور دانت گر گئے پھر اس میں اس کے سوا کوئی اور عیب جو بائع کے پاس تھا تو اس عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے اور اگر سفیدی اس آنکھ کی کہ جس کی سفیدی جاتی رہی تھی دوبارہ نہ پیدا ہوئی لیکن دوسری آنکھ میں سفیدی آگئی تو پھر کسی عیب کی وجہ سے باندی کو کبھی واپس نہ کر سکے گا اور اگر دوسری آنکھ میں سفیدی نہ آئی لیکن جس آنکھ کی سفیدی جاتی رہی تھی اُسی میں مشتری کے فعل سے دوبارہ سفیدی آئی اس طرح پر کہ مشتری نے اُس کی آنکھ میں مارا کہ اس میں سفیدی آگئی پھر باندی میں کوئی دوسرا عیب جو بائع کے پاس تھا پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں اس کو ایسا ہی لیے لیتا ہوں اور پورا ٹمن تجھ کو واپس کر دیتا ہوں تو مشتری کو اختیار ہے کہ اُس کو واپس دے بخلاف اس صورت کہ مشتری کے پاس کسی اجنبی کے مارنے کی وجہ سے باندی کی آنکھ میں سفیدی آگئی تو اس صورت میں مشتری اُس کے عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے اگرچہ بائع اُس کے واپس کر لینے پر راضی ہو جائے یہ کل حکم جو ہم نے ذکر کیا اُس وقت ہے کہ مشتری نے جان بوجھ کر اُس کو خرید لیا اور اگر اُس کو خرید اور یہ نہ جانا کہ اُس کے ایک آنکھ میں سفیدی ہے اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس کو معلوم ہوا تو واپس کر سکتا ہے پس اگر اُس نے واپس نہ کی یہاں تک کہ سفیدی جاتی رہی تو پھر اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگرچہ اُس کا استحقاق سلیمہ کا تھا جب کہ عیب سے واقف نہ تھا اور اگر دوبارہ سفیدی آجائے تو بھی واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر اُس میں کوئی دوسرا عیب پائے تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی خریدی کہ جس کی ایک آنکھ میں سفیدی ہے اور اس سے واقف نہ ہوا اور نہ اس پر قبضہ کیا یہاں تک کہ اس کی آنکھ سے سفیدی جاتی رہی پھر اس کی آنکھ میں سفیدی آگئی پھر مشتری اس عیب سے آگاہ ہوا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر اس پر قبضہ کر لیا اور اُس کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی اور مشتری اس سے واقف نہ تھا یہاں تک کہ سفیدی جاتی رہی پھر سفیدی آگئی تو واپس نہیں کر

سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتاویٰ فضلی میں ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور اُس کی ایک آنکھ میں سفیدی تھی اور سفیدی جاتی رہی پھر دوبارہ آگئی اور مشتری نے اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ اس سے واقف نہ تھا پھر آگاہ ہوا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اسی طرح اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اُس کے اگلے دونوں دانت ٹوٹے ہوئے یا سیاہ تھے اور مشتری اس کو نہیں جانتا تھا اور اُس نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر اس سے واقف ہوا پھر سیاهی زائل ہوگئی یا دانت جم آئے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر پھر دانت گر گئے یا پھر سیاهی آگئی ہو تو بھی واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر کوئی دوسرا عیب اُس میں پائے تو واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے ذبح کیے ہوئے پرند کے ریش اکھاڑنا عیب کی وجہ سے واپس کرنے سے مانع ہے یہ قیہ میں لکھا ہے اور فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ اگر ایک مریض غلام خریدے پھر اُس کا مرض مشتری کے پاس بڑھ گیا تو بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن نقصان عیب لے لے گا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام کو کہ جس کو بائع کے پاس بخار آیا کرتا تھا خرید اور اُس کو دوسرے یا تیسرے دن بخار آتا تھا اور مشتری اس سے آگاہ نہ تھا پھر مشتری کے پاس اسکو برابر بخار رہنے لگا تو متعلق میں ذکر کیا ہے کہ مشتری اُس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر مشتری کے پاس اس مرض کی وجہ سے غلام چار پائی سے لگ گیا تو یہ بخار کے سوائے دوسرا عیب ہے اس کی وجہ سے نقصان لے سکتا ہے اور واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر اُس کے کوئی زخم ہو کہ وہ پھوٹ کر بے یا چنک تھی کہ وہ پھوٹ گئی تو واپس کر سکتا ہے اور اگر اُس کے کوئی زخم تھا اور اس زخم کی وجہ سے مشتری کے پاس اُس کا ایک ہاتھ جاتا رہا یا اُس کا زخم موضع تھا پھر مشتری کے پاس اُس کا زخم آہ ہو گیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر بائع کے پاس غلام کو باری کا بخار آتا تھا اور وہ جاتا رہا پھر مشتری کے پاس عود کر آیا پس اگر اُس کو دوسری بار بھی باری کا بخار آیا تو واپس کر سکتا ہے کیونکہ سبب متحد ہے اور اگر دوبارہ چوتھا بخار آیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ سبب مختلف ہے اور اسی طرح اگر کوئی غلام خرید اور مشتری کے پاس اُس کو کوئی مرض ظاہر ہوا تو اُس کا حکم اسی تفصیل سے ہے اور اسی سے اس قسم کے مسائل نکل سکتے ہیں یہ بخار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

ایک غلام خرید اور اُس پر قبضہ کر لیا اور مشتری کے پاس اُس کو بخار آیا اور بائع کے پاس بھی اُس کو بخار آیا کرتا تھا تو شیخ ابن الفضلؒ نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم ہمارے اصحاب حنفیہ سے اس طرح محفوظ ہے کہ اگر اسی وقت میں اُس کو بخار آیا کہ جس وقت میں بائع کے پاس آیا کرتا تھا تو اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر غیر وقت میں آیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر بیع میں زخم کا اثر ہو اور وہ ظاہر ہو جائے اور مشتری اُس سے آگاہ نہ ہو اور وہ زخم ہو جائے اور جراح آگاہ کریں کہ اُس نے پرانے سبب سے عود کیا ہے تو واپس نہ کر سکے گا اور نقصان لے لے گا یہ قیہ میں لکھا ہے۔ ایک باندی خریدی اُس پر قبضہ کر لیا اور اُس کے عیب میں بائع سے جھگڑا کیا پھر چند روز جھگڑا چھوڑ دیا پھر بائع سے جھگڑا شروع کیا اور بائع نے کہا کہ تو نے عیب کو جاننے کے بعد اتنی مدت کیوں اُس کو روک رکھا اور مشتری نے کہا کہ میں یہ دیکھتا تھا کہ شاید اُس کا عیب جاتا رہے اس واسطے روک رکھا تھا تو امام محمد ابو بکر ابن الفضلؒ نے فرمایا کہ اس سبب سے جھگڑا چھوڑ دینا عیب پر راضی ہونے میں شمار نہیں ہے اور اُس کو واپس کر دینے کا اختیار ہے اور اسی طرح اگر واپس کرنے کا قصد کیا اور اُس کو بائع کا پتہ نہ ملا اور اُس نے اُس کو کھلایا اور چند روز روک رکھا اور اُس میں کوئی ایسا تصرف نہ کیا کہ جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو پھر اس نے بائع کو پایا تو اُس کو واپس کر سکتا ہے۔ قیہ ابواللیثؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے زمانے کے مشائخ کو اسی مذہب پر پایا یہ فصول غلامیہ میں ہے۔

۱۔ موضحته قال فی تیسرے الوصول لموضحته المشجعتہ الثی تبدی والمروہ جرح الراس والوجه انتہی یعنی سر یا چہرہ پر اگر کشادہ وہاں زخم ہو تو موضوع ہی وقال یعنی فی شرح الہدایا لامامہ فی التی تلغ امہا اس یعنی آیت اس شجر کو کہتے ہیں جامہ اس تک پہنچ گیا ہوا اور امہا اس کھوپڑی کی ہڈی ہے ۱۲۔

منفعی میں ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے ایک غلام خرید یا پھر مشتری نے اُس کے فروخت کر دینے کا کسی کو حکم دیا پھر اس کے بعد مشتری کو اس میں کوئی عیب معلوم ہوا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر وکیل نے موکل کے سامنے اُس کو فروخت کیا اور موکل نے وکیل سے کچھ نہ کہا تو یہ اُس کی رضامندی میں گنا جائے گا یہاں تک کہ اگر بیچ پوری نہ ہو تو اس مشتری کو وہ غلام اپنے بائع کو اس عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر وکیل نے اس کو آگاہ کیا کہ میں ابھی اُس کے فروخت کرنے کو جانتا ہوں اور مشتری نے اُس کو منع نہیں کیا تو یہ بھی رضامندی شمار ہے اور اسی طرح اگر اس مشتری کو وکیل نے خبر دی کہ تیرے وکیل نے اُس کا بھاء ٹھہرایا ہے اور وہ اُس کو بچتا چاہتا ہے پس موکل نے اُس کو منع نہ کیا تو یہ بھی رضامندی میں شمار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر سنجاب یا لومڑیوں کی کھالیں خریدیں اور اُن کو دو باغی کے واسطے ترک کیا پھر اُن میں کوئی عیب ظاہر ہوا تو بعد نقصان واپس لے جیسے کہ اگر شیش خرید کر اُس کو ترک کرے اور نقصان ظاہر ہونے کی صورت میں نقصان عیب لینے کا حکم ہے یہ قیہ میں لکھا ہے کسی شخص نے کوئی زمین خریدی کہ اُس پر خراج نہ تھا اور اس میں کوئی عیب پایا پھر اُس پر خراج باندھا گیا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر کسی غلام کو خریدے اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر دیا پھر اُس کی ایک آنکھ مشتری کے پاس جاتی رہی تو مشتری اُس کے آدھے ثمن کا ضامن ہے اور اگر اُس کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں تو نقصان کا ضامن ہوگا اور بائع کو خیار نہ ہوگا اور اگر کوئی دار خریدے اور کچھ اس میں سے فروخت کر دیا پھر اُس میں عیب پایا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ نہ واپس کر سکتا ہے اور نہ کچھ لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر باغ انگوڑ خرید کر اُس کے پھل کھائے پھر اُس کے عیب سے مطلع ہوا تو بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگرچہ بائع اُس کے لینے پر راضی ہو جائے کذا فی المحیط قلت و یاخذ نقصان العیب اور اگر کرم پہلے خریدے اور اُن کو آفتاب میں رکھ دیا پھر اُس میں عیب پایا تو واپس کر سکتا ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک بسولہ خریدے اور اُس کو آگ میں ڈالا پھر اُس کے عیب پر واقف ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر سونا خریدے اور اُس کو آگ میں ڈالا پھر اس کے عیب سے آگاہ ہوا تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے و کذا فی الخلاصہ اگر کسی نے کچھ لوہا بڑھائیوں کے ہتھیار بنانے کے واسطے خریدے اور اُس کو لوہار کے بھٹے میں تجربے کے واسطے ڈالا اور اُس میں کچھ عیب پایا اور وہ ان ہتھیار بنانے کے لائق نہ نکلا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لے گا یہ قیہ میں لکھا ہے اور اگر آہرہ خریدے اور اُس کو تیز کر لیا پھر اُس کے عیب پر واقف ہوا تو بدون رضامندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہے یہ منبریٰ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مٹھی خریدی اور اُس کو تیز کیا پھر اُس میں عیب پایا پس اگر اُس کو سونا ہاں سے تیز کیا ہے تو واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اُس میں کمی آگئی اور اگر پتھر سے تیز کیا ہے تو واپس کر سکتا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر پتھر کی نئی ہانڈی خریدی اور بائع نے کہا کہ اُس میں پکا پھر اگر اس میں عیب معلوم ہوگا تو میں پکانے کے بعد پھیر لوں گا اور تیرا ثمن پھیر دوں گا مگر مشتری نے اس میں پکا یا یا اور اُس میں عیب ظاہر ہوا تو بدوں رضامندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے لے گا اور اگر عیب پر واقف ہوا لیکن یہ نہ جانتا کہ یہ عیب پڑا ہے اور اُس میں مالکانہ تعریف کیا پھر عیب کا قدیم ہونا معلوم ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ قیہ میں لکھا ہے اگر کوئی غلام خریدے اور اس کو پھر اس طرح پایا کہ اُس کا خون بعض قصاص کے یا اسلام سے پھر جانے کے یا اس طرح کی رہنمی سے کہ اُس نے کسی کو قتل کیا تھا مباح پایا اور اسی وجہ سے وہ مشتری کے پاس قتل کر دیا گیا تو امام اعظم کے نزدیک مشتری بائع سے اپنا تمام ثمن واپس لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن اُس کا نقصان عیب لے سکتا ہے پس

اُس کی قیمت اس خطا واری کے ساتھ اور بدون خطا واری کے اندازہ کی جائے اور جو کچھ فرق ان دونوں قیمتوں میں ہو وہ بائع سے واپس لے لے اور اگر کوئی غلام خریدے کہ جس نے چوری کی تھی اور مشتری کو اس کی خبر نہ ہوئی اور مشتری کے پاس اُس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کو واپس کر کے اپنا تمام ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا کہ واپس نہیں کر سکتا ہے و لیکن نقصان عیب لے سکتا ہے پس اُس غلام کی خطا وارا اور بے خطا دونوں طرح سے قیمت اندازہ کی جائے گی اور دونوں قیمتوں میں جو فرق ہے وہ بائع سے واپس لے گا اور اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی پھر مشتری کے پاس چوری کی اور دونوں وجہوں سے اُس کو شرعی سزا ملی تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہے جیسا بیان ہوا اور امام کے نزدیک بلا رضا مندی بائع کے واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اُس میں نیا عیب پیدا ہو گیا اور چوتھائی ثمن واپس لے گا کیونکہ آدمی کا ہاتھ اُس کے آدمی کے برابر ہے اور وہ ہاتھ دو جرموں سے تلف ہوا تو چوتھائی ایک کو لازم ہوگی اور اگر بائع نے اُس کو قتل کر دیا تو مشتری بائع سے تین چوتھائی ثمن واپس لے گا اور اگر غلام چند بار فروخت کیا گیا اور ایک سے دوسرے کے ہاتھ پڑا پھر اس صورت میں اس اخیر مشتری کے پاس اُس کا ہاتھ کاٹا گیا یا قتل کیا گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مسئلہ استحقاق کے مانند سب بائع باہم ایک دوسرے سے واپس لیں گے اور صاحبین کے نزدیک یہ امر بمنزلہ عیب کے ہے پس اخیر کا مشتری اپنے بائع سے رجوع کر سکتا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مشتری اس سے خبردار نہ ہو اور اگر جانتا تھا تو صاحبین کے نزدیک کچھ نہیں لے سکتا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اصح روایت کے موافق رجوع کر سکتا ہے کیونکہ امام کے نزدیک یہ امر بمنزلہ استحقاق کے ہے اور استحقاق سے آگاہ ہونا امام کے نزدیک رجوع سے مانع نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

یہی جامع الصغیر میں لکھا ہے پس اگر مشتری نے غلام کو مال کے عوض آزاد کر دیا پھر وہ قتل کیا گیا یا اُس کا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں لے سکتا ہے اور اگر بدون مال کے آزاد کر دیا تو ہمارے نزدیک رجوع کر سکتا ہے یہ جامع الصغیر میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدے اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس کو بائع کے ہاتھ فروخت کر دیا اور بائع نے اُس میں کوئی پرانا عیب پایا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کو پہلے مشتری کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ منقہ میں مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار عوض درہمیں کے خرید کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دینار خریدنے والے نے اس دینار کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اُس میں کوئی عیب پایا اور بلا حکم قاضی کے پہلے مشتری کو واپس کر دیا تو پہلے مشتری کو یہ اختیار ہے کہ اسی عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کر دے اور اسی طرح پر اگر کسی قرض خواہ نے درہمیں کو اپنے قرض دار سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لیا اور اُن کو اپنے قرض خواہ کو دے دیا پھر اُس قرض خواہ نے ان کو زبوف پایا اور بدون حکم قاضی کے اُس کو واپس کر دے تو اُس کو اختیار ہوگا کہ پہلے کو یعنی اپنے قرض دار کو واپس کر دے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

مشتری نے اگر اختیار عیب میں بائع سے کہا کہ اگر میں تجھے آج واپس نہ کر دوں تو میں عیب پر راضی ہو گیا پس یہ کہنا باطل ہے اور اُس کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار باقی رہے گا ☆

منقہ میں مذکور ہے کہ کسی نے ایک غلام خریدے اور اُس کو اندھا پایا اور مشتری نے بائع سے کہا کہ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اس کو اپنے قسم کے کفارہ میں آزاد کروں پس اگر کفارہ میں اس کا آزاد کرنا جائز ہوگا تو لے لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا تو اُس کو اختیار ہے کہ اُس کو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک ہروی کپڑوں کی گٹھڑی خریدی اور مشتری نے کپڑوں میں عیب پایا اور اُس نے فقط گٹھڑی کو تلف کر دیا ہے تو منقہ میں لکھا ہے کہ تمام ثمن کے عوض کپڑوں کو واپس کر سکتا ہے۔ شیخؒ نے فرمایا کہ باندی اور غلام میں اگر ان کے کپڑے تلف کرنے کے بعد عیب پائے تو اُن کا بھی حکم ایسا ہی ہونا چاہیے کہ عوض پورے ثمن کے اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ

فصول غلام یہ ہیں اور مفتی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ مشتری نے اگر خیاری عیب میں بائع سے کہا کہ اگر میں تجھے آج واپس نہ کر دوں تو میں عیب پر راضی ہو گیا پس یہ کہنا باطل ہے اور اُس کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار باقی رہے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار خرید اور اُس دار میں کسی اجنبی نے اپنے پانی بہنے کا دعویٰ کیا اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو یہ بمنزلہ عیب کے ہے پس اگر مشتری کو منظور ہو تو پورے ثمن کے عوض اُس کو لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے پس اگر مشتری نے اس میں کوئی عمارت بنائی ہو تو اُس کو اس عمارت کے توڑ دینے کا اختیار ہے اور اس عمارت کی قیمت لینے کا اختیار نہیں ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے۔

اگر اس غلام نے کہ جس کو تجارت کے واسطے اجازت دی گئی ہے کوئی چیز خریدی اور اُس کو عیب وار پایا اور حالانکہ بائع نے اُس کو ثمن معاف کر دیا اور غلام نے اُس کو قبول کر لیا تھا تو عیب کی وجہ سے اُس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی مسئلہ میں اگر بجائے غلام کے آزاد فرض کیا جائے اور قبضہ کر لینے کے بعد وہ بیع میں عیب پائے تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر قبضہ سے پہلے عیب پائے تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی مشتری نے عیب پر آگاہ ہونے کے بعد یا اس سے پہلے یوں اقرار کیا کہ یہ بیع سوائے بائع کے فلاں شخص کی ہے اور اس شخص نے اس کو جھوٹا بتلایا تو اس مشتری کو اختیار ہے کہ بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری نے عیب سے خبردار ہونے کے باوجود کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس دوسرے مشتری نے پھر اس کو یہ بیع واپس کر دی تو یہ واپس کرنا اگرچہ بطور فتح کے ہوتا ہے مشتری ازل کو اپنے بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہو گا یہ چیز کروری میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیع کو فروخت کر دیا پھر اس کے پاس وہ واپس کر دی گئی اور ایسے سبب سے واپس کی گئی کہ جو ہر طرح فتح ہے پھر مشتری اُس کے ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو بائع کے پاس تھا تو اس کو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے ایک غلام بعوض ایک گر غیر معین لے کے خریدا کہ جس کا دصف بیان کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر غلام بیچنے والے نے گر میں کچھ عیب پایا اور اُس کے پاس اُس میں دوسرا عیب پیدا ہو گیا تو اُس کو کچھ واپس کر لینے کا اختیار نہیں اور اگر خرید کے وقت گر معین ہو تو جس قدر نقصان گر میں ہے اُسی قدر غلام میں سے لینے کا اختیار ہے لیکن اگر بائع کر کا یعنی غلام کا خریدنے والا اس بات پر راضی ہو کہ میں اس گر کو واپس لیتا ہوں اور غلام کو واپس دیتا ہوں تو اُس کو یہ استحقاق ہے کسی نے دوسرے شخص سے ایک گر گیبوں قرض لیے اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر اس سے سودر ہم خرید کیے یعنی قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ قرض کے گیبوں خرید لیے پھر اُس نے گر میں کچھ عیب پایا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کے قیاس پر واپس نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر قرض درہم ہوں اور قرض دینے والے نے اُس کے عوض دینار خریدے اور دیناروں پر قبضہ کر لیا پھر قرض لینے والے نے درہم کو ز یوف پایا تو اُس کو بدل لینے کا اختیار ہے یہ قول امام ابو یوسفؒ کے موافق ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

واضح ہو کہ جس جگہ مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت ہے وہاں اگر بائع کے رد برو قبضہ سے پہلے یوں کہے کہ میں نے بیع باطل کر دی تو بیع ٹوٹ جائے گی خواہ بائع قبول کرے یا نہ کرے اور اگر قبضہ کے بعد کہے گا اور بائع نے قبول کر لیا تو بھی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر قبول نہ کیا تو بیع نہ ٹوٹے گی اور اگر بدون حاضری بائع کے کہا تو بیع نہ ٹوٹے گی اگرچہ قبضہ سے پہلے کہا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر انکو رکنا تک مع غلہ کے خریدا پھر اس میں عیب پایا پس اگر واپس کرنے کا ارادہ کرے تو جس وقت اُس نے عیب وار پایا ہے اُسی وقت واپس کر دے کیونکہ اگر اُس نے غلہ کو جمع کیا یا چھوڑ دیا تو واپس کرنا منع ہو جائے گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو غلام یا دو کپڑے یا مثل اس کے ایک صفحہ میں خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے میں جس پر قبضہ نہیں کیا ہے عیب پایا تو اس کو یہ اختیار ہے کہ اگر

چاہے تو دونوں کو پورے شمن میں لے لے ورنہ دونوں کو واپس کر دے اور ایسی صورت میں یہ اختیار نہیں ہے کہ صحیح و سالم کو لے لے اور عیب دار کو اس کے حصہ شمن کے عوض واپس کر دے اور اگر قبضہ کیے ہوئے میں عیب پایا تو اس میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ فقط اس کو واپس کر دے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کو لے لے یا دونوں کو واپس کر دے اور اگر مشتری نے کہا کہ میں عیب دار کو لے لیتا ہوں اور اس کا نقصان لے لوں گا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر اس نے دونوں پر قبضہ کر لیا ہو پھر ایک میں عیب پایا تو اس کو فقط عیب دار واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

بدون رضامندی بائع کے دونوں کو واپس کر دینے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ پھر یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب دونوں میں سے ایک کو باقی رکھ کر اس سے نفع حاصل کیا جاسکتا ہے اور اگر ایسی دو چیزیں ہوں کہ جس میں ایک سے نفع اٹھانے کی عادت نہیں ہے جیسے کہ ایک جوڑی موزے یا جوتیاں یا کیواڑ خریدے اور ان دونوں میں ایک کو عیب دار پائے تو اس پر اجماع ہے کہ دونوں کو لے لے گا یا دونوں کو واپس کر دے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر ایک جوڑی بتل خریدے پھر قبضہ کرنے کے بعد ایک کو عیب دار پایا اور فقط عیب دار واپس کر دینے کا قصد کیا تو ظاہر حکم یہ ہے کہ اس کو ایسا اختیار ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر دونوں میں ساتھ کام کرنے کی عادت ہو گئی اور ہر ایک ایسا ہو گیا ہے کہ بدون اس دوسرے کے کام نہیں کرتا ہے تو مشتری کو صرف عیب دار واپس کر دینے کا اختیار نہیں ہے اور وہ دونوں بمنزلہ ایک چیز کے شمار ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو ہاندیاں خریدیں اور دونوں پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ ان میں سے ایک میں عیب پایا اور اس پر قبضہ کر لیا تو دونوں اس کے ذمہ لازم ہو جائیں گی اور اگر بے عیب پر قبضہ کیا تو دونوں کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بے عیب کو دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دیا اور قبضہ سے پہلے یا بعد دونوں کو آزاد کر دیا تو اس کو عیب دار لازم ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک ہروی کپڑوں کی گٹھڑی خریدی اور اس میں سے ایک کپڑا نکال کر اس کو قطع کر کے سلایا یا اس کو فروخت کر دیا پھر گٹھڑی کے کسی کپڑے میں عیب پایا تو مشتری کو یہ اختیار ہے کہ گٹھڑی کے باقی کپڑے رکھ لے اور فقط عیب دار کو واپس کر دے اور بائع کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کہے کہ میں اس کو واپس نہیں کرتا ہوں مجھے تمام کپڑے پھیر لینا پسند ہیں لیکن اگر مشتری چاہے تو ہو سکتا ہے اور اگر مشتری نے کپڑے کو قطع کر کے سلایا نہ تھا اور بائع اس بات پر راضی ہوا کہ گٹھڑی مع قطع کیے ہوئے کپڑے کے واپس کرے تو اس کو یہ اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک خرما کا باغ خریدا اور اس کے پاس اس میں پھل آئے پھر پھل آسانی آفت سے تلف ہو گئے تو کسی عیب کی وجہ سے اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بائع نے اس کو کھالیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے کسی نے ایک خرما کا درخت مع اس کے موضع زمین اور پھلوں کے خریدا اور مشتری نے اس پر ہنوز قبضہ نہیں کیا تھا کہ بائع نے اس کے پھل جھاڑ لیے پس اگر اس کے پھل توڑنے سے درخت یا پھل کو کچھ نقصان پہنچا مثلاً توڑنے کے قابل نہیں ہوتے تھے تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا اور اگر کچھ نقصان نہیں ہوا تو مشتری کو اختیار نہیں ہے پس اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں عیب پایا تو فقط اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر پھل توڑنے سے پہلے مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں عیب پایا تو فقط اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر پھل توڑنے سے پہلے مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے پھل توڑے اور اس کے توڑنے سے پھلوں میں کچھ نقصان نہ آیا اور درخت کا بھی کچھ نقصان نہ ہوا پھر ایک میں عیب پایا تو اس کو فقط ایک کے واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور ایک کے عیب کی وجہ سے دونوں کو واپس کر سکتا ہے اور اگر مشتری کے پھل توڑنے سے کسی ایک میں نقصان آیا پھر اس نے عیب پایا تو دونوں میں سے کسی کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے سکتا ہے لیکن اگر بائع اس عیب کے ساتھ جو مشتری سے پیدا ہوا ہے واپس کرے تو واپس ہوں گے اسی طرح اگر ایک

بکری خریدی کہ جس کی پیٹھ پر بال تھے اور بائع نے اس کے بال کاٹ لیے اور مشتری نے ہنوز اس پر قبضہ نہیں کیا تھا یا خود مشتری نے قبضہ کرنے کے بعد اس کے بال کاٹ لیے تو اس کا حکم مثل پھلوں کے حکم کے ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک گاہن بکری خریدی اور وہ بائع کے پاس بچہ جتی اور جینے سے اس میں کچھ نقصان نہ آیا تو مشتری کو اختیار نہیں ہے اور اگر مشتری نے دونوں پر قبضہ کر لیا اور ایک میں عیب پایا تو اس کو اس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے اور اگر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد بکری بچہ جتی تو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک بکری خریدی اور اس کے تھنوں میں دودھ تھا پھر بائع یا مشتری نے اس کا دودھ دہ لیا تو یہ دودھ بمنزلہ بچہ کے شمار ہوگا کیونکہ متصل ہونے کے وقت مثل بچہ کے اس کی کچھ قیمت نہ تھی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے مولیٰ یا شلجم زمین کے اندر پوشیدہ خریدے اور مشتری نے سب کو اکھاڑ لیا پھر سب اکھاڑنے کے بعد اس میں عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن نقصان عیب لے لے گا یہ تا تاہر خانیہ میں لکھا ہے کسی نے درختوں کا باغ خرید اور اس کے بعض درخت عیب دار پائے تو امام ابو بکرؓ نے فرمایا ہے کہ سب کو لے یا سب کو واپس کر دے اور صرف عیب دار کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر درخت متبائنہ ہوں تو امام ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر قبضہ سے پہلے ہو تو یہی حکم ہے اور اگر قبضہ کے بعد ہو اور باغ مع زمین خرید ہو تو یہی حکم ہے اور اگر فقط درخت خریدے ہوں تو فقط عیب دار کو واپس کر سکتا ہے یہ قتادنی قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام بعض ثمن معلوم کے خریدے پھر ایک اجنبی آیا اور اس نے بیع کے ساتھ ایک کپڑا مشتری کے واسطے زیادہ کر دیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا تو یہ اجنبی مصلوع تھا قرار دیا جائے گا اور اس کپڑے کے واسطے ثمن میں سے حصہ مقرر ہوگا اور کپڑے کا مالک ضمناً اس بات پر راضی ہو گیا کہ اس کے کپڑے کا حصہ بائع کو ملے پس اگر مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا تو اس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے گا اور کپڑے کا حصہ بائع کو ملے گا پھر اگر مشتری نے کپڑے میں بھی عیب پایا تو اس کے مالک کو واپس کر دے اور بائع سے اس کا حصہ لے لے گا اور اگر غلام میں کوئی عیب نہ پایا صرف کپڑے میں عیب پایا تو اس کے مالک کو واپس کر دے اور اس کا حصہ نہ لے گا پھر اگر بعد اس کے غلام میں کوئی عیب پایا تو پورے ثمن میں بائع کو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک دروازے کے دونوں کیواز خریدے اور بائع کی اجازت سے ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہو گیا تو بائع کا مال تلف ہو اور مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے دوسرا واپس کر دے اور ایک پر قبضہ کرنا دونوں کے قبضہ کرنے کے مانند نہیں ہے اور اگر مشتری نے ایک پر قبضہ کر کے اس کو عیب دار کر دیا اور دوسرا بائع کے پاس تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہو ایک انگوٹھی خریدی کہ جس میں نگینہ تھا اور نگینہ کا اکھاڑنا دونوں میں سے کسی کو معزز نہ تھا پھر نگینہ یا انگوٹھی دونوں میں سے کسی ایک میں قبضہ کے بعد عیب پایا تو اس عیب دار کو واپس کر سکتا ہے اور یہی حکم اس تلوار کا ہے جس کے قبضہ پر چاندی چڑھی ہو اور ایسے پٹنی کا بھی یہی حکم ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔

ناپ یا تول کی چیزوں میں جو حکم مذکور ہو وہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب سب ایک ہی برتن میں ہو

اگر خرید کی ہوئی ایک چیز ہو اور قبضہ کرنے سے پہلے یا قبضہ کرنے کے بعد اس کے کسی ٹکڑے میں عیب پایا تو اس کو فقط عیب دار کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر وہ چیز ناپ یا تول کی چیزوں میں سے ایک ہی قسم کی ہو اور اس کے بعض میں عیب پائے تو فقط عیب دار کو واپس نہیں کر سکتا ہے خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور امام زہد احمد طوادسی نے نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ کے قول کے قیاس پر واجب ہے کہ عیب کی وجہ سے ناپ یا تول کی چیز کا بعض ٹکڑا واپس کر دیا جائے اگرچہ مجتمع ہو بشرطیکہ جدا کرنے سے عیب دار کا عیب بڑھ نہ جائے اور اسی طرح اگر بعض چھوٹی پائے اور اگر قصد کرے کہ چھلنی سے چھان کر چھوٹے دانے جو نیچے گر پڑے ہیں ان کو واپس کر دے

۱۔ اس کا بھی وہی حکم ہے ۱۲۔ متبائنہ سے یہ مراد ہے کہ کثرت میں متفرق اور اگر بعض درخت لگانے کا دستور تھا ۱۳۔ مع مصلوع یعنی

مفت دینے والا ۱۴۔ بائع سے قیمت لے ۱۵۔ چاندی الگ کرنا معزز ہونا ۱۶۔

اور باقی کو لے لے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر اخروٹ یا انڈے خریدے اور اس میں سے بعض چھوٹے پائے اور قصد کیا کہ فقط انہیں چھوٹوں کو واپس کرے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے روایت ہے کہ انہوں نے ٹاپ یا تول کی چیزوں میں جو حکم مذکور ہوا وہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب سب ایک ہی برتن میں ہو اگر جدا جدا برتنوں میں ہو اور اس میں سے ایک برتن میں عیب وار پائی تو فقط اس برتن کی چیز واپس کر سکتا ہے اور انہوں نے اس کو دو کپڑوں یا دو قسموں میں جو گیسوں کے مانند شمار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ اصحاب حنیفہ سے یہ روایت آئی ہے اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے لیا ہے اور مشائخ میں سے بعض نے کہا ہے کہ سب کے ایک برتن میں ہونے یا چند برتنوں میں ہونے میں کچھ فرق نہیں ہے اور اس کو بعض کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اطلاق امام کا کتاب الاصل میں یعنی اس کی تفصیل نہ کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی اسی پر فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے چند لفافہ ایریشم کے خریدے اور ہر لفافہ میں سے تھوڑا تھوڑا عیب وار پایا پھر یہ قصد کیا کہ سب عیب وار جدا کر کے واپس کر دے تو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن ایک لفافہ پورے کو عیب وار پا کر واپس کر سکتا ہے اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر سوت کی چند پندیاں خریدیں پھر ہر پند یہ میں سے کچھ کچھ عیب وار پایا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ فقط عیب وار کو جدا کر کے واپس کر دے اور اگر بعضی پند یہ عیب وار پائے تو اس کو واپس کر سکتا ہے اور بے عیب کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ٹاپ یا تول کی چیز میں سے تھوڑی چیز کا مستحق پیدا ہو تو باقی کے واپس کرنے کا اختیار نہ رہے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ استحقاق قبضہ کے بعد ظاہر ہو اور اگر قبضہ سے پہلے ہو تو باقی کو واپس کر سکتا ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اگر خریدی ہوئی چیز کوئی کپڑا ہو اور اس پر مشتری نے قبضہ کر لیا ہو پھر تھوڑے کپڑے کا کوئی مستحق پیدا ہو تو مشتری کو باقی کے واپس کر دینے کا اختیار ہے یہ نہایت میں لکھا ہے اور اگر مشتری کے پاس آسانی یا سکی اور آفت سے اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا پھر مشتری کو ایک دوسرے عیب پر جو بائع کے پاس تھا اطلاع ہوئی تو اس کو نقصان عیب لینے کا حق پہنچتا ہے اور بیع کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بیع کو مع اس عیب کے جو مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے بائع لینا پسند کرے تو اس کو اختیار ہے لیکن اگر اس کا لینا کسی شرعی حق سے ممنوع ہو تو اختیار نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

واضح ہو کہ نقصان عیب لینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک بار بیع کو بلا عیب اندازہ کیا جائے پھر دوبارہ جس عیب کا نقصان چاہتا ہے اس کے ساتھ اندازہ کی جائے پس اگر دونوں قیمتوں میں آدھے کا فرق ہو تو مشتری بائع سے آدھا ٹمن واپس لے گا اور اگر مشتری نے بیع کو عیب پر واقف ہونے کے بعد فروخت کر دیا تو اس میں کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جن صورتوں میں بیع مشتری کی ملک میں قائم ہو اور بائع کو اس کا واپس کرنا رضامندی یا بلا رضامندی ممکن ہو تو ایسی صورت میں جب اس کو اپنی ملک سے بطور بیع یا اس کے مثل کے نکال دے گا تو نقصان عیب لینے کا حق نہیں لے سکتا ہے اور جن صورتوں میں باوجود بیع کے ملک میں قائم ہونے کے واپس کرنا ممکن نہ ہو پس جب اس کو اپنی ملک سے بطور فروخت کر دینے یا اس کے مثل کے نکال دے گا تو نقصان عیب لینے کا حق نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اور اس کے کسی عیب پر واقف نہ ہوا یہاں تک کہ اس کو مشتری وغیرہ نے قتل کر ڈالا پھر کسی عیب پر واقف ہوا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس کو کسی اجنبی نے قتل کر ڈالا تو خواہ عمدہ قتل کیا ہو یا خطا سے قتل کیا ہو نقصان نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر اس کو خود قتل کر دیا تو بھی ظاہر الروایت میں یہی حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ وہ نقصان عیب لینے کا حق نہیں لے سکتا ہے یہ شرح عکلمہ میں لکھا ہے اور جس شخص نے کوئی غلام خریدے اور اس کو بلا مال آزاد کر دیا یا اس کے پاس مر گیا پھر اس کے عیب پر مطلع ہوا تو

نقصان عیب لے سکتا ہے اور مدبر کرنا یا ام ولد بنانا مثل آزاد کرنے کے ہے اور اگر اُس کو کچھ مال لے کر آزاد کیا یا اُس سے کچھ مال لکھوا کر مکتب کر دیا پھر اُس کے کسی عیب پر مطلع ہوا تو کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور یہی محیط سرخی میں ہے۔ اگر ایک جبہ خرید اور اُس کو پہنا اور وہ پہننے کے سبب سے ناقص ہو گیا پھر اُس کے اندر ایک مراہو چوہا پایا تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہے لیکن اگر بائع اُس کو ویسا ہی ناقص پھیر لینا پسند کرے تو اُس کو یہ اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک پھلی خریدی اور اس کو عیب دار پایا اور بائع کہیں غائب ہو گیا اور مشتری اگر اُس کے حاضر ہونے تک انتظار کرتا ہے تو پھلی سری جاتی ہے پس اُس نے پھلی کو بھون کر فروخت کر دیا تو اُس کو نقصان عیب لینے کا اختیار نہیں ہے اور اس ضرر کے دفع کرنے کی بھی کوئی راہ نہیں ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک تھکی ہوئی دیوار خریدی اور اُس سے واقف نہ ہوا یہاں تک کہ وہ گر پڑی تو اپنا نقصان لے سکتا ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ قدوری میں ہے کہ اگر اناج یا کپڑا خرید اور کپڑے کو پھاڑ ڈالا یا اناج کو تلف کر دیا پھر کسی عیب پر واقف ہوا تو اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ وہ نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے اور اگر کپڑے کو پہنا یہاں تک کہ پہننے سے وہ پھٹ گیا یا اناج کھا لیا پھر اُس کے عیب پر واقف ہوا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اگر ایک غلام خرید اور اس میں سے کچھ فروخت کیا اور کچھ باقی ہے تو باقی کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور بکے ہوئے حصہ کا نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور پانی کے حصہ کا نقصان عیب لینے کے باب میں ظاہر الریاء میں ہمارے اصحاب سے یوں روایت ہے کہ نہیں لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ اور محیط میں لکھا ہے اگر کچھ آٹا خرید اور اس میں سے تھوڑا کھایا تو اُس کو کڑوا پایا پس امام ابو جعفرؒ نے فرمایا ہے کہ مشتری کو باقی کو اُس کے حصہ شمن کے عوض واپس کر دینے کا اختیار ہے اور جس قدر بکایا ہے اُس کا نقصان لے سکتا ہے اور یہ خاص امام محمد کا قول ہے اور فقیہ ابواللیث نے فرمایا ہے کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ نیا بیع میں لکھا ہے۔

اگر کچھ طعام خرید اور اُس میں عیب پایا حالانکہ اُس میں سے کچھ کھا بھی لیا تو جس قدر کھالیا ہے اُس کا نقصان عیب لے سکتا ہے اور باقی کو اُس کے حصہ شمن کے عوض واپس کر سکتا ہے یہ قول امام محمد کا ہے اور اسی پر فقیہ ابو جعفرؒ نے فتویٰ دیا ہے اور اسی کو فقیہ ابواللیث نے اختیار کیا ہے اور اگر اُس میں سے آدھا فروخت کر دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک باقی واپس کر سکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جس قدر بچا ہے اُس کا نقصان نہیں لے سکتا ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ طعام ایک ہی برتن میں ہو اور اگر دو برتنوں میں ہو مثلاً دو تھیلوں یا دو زنبیلوں وغیرہ میں ہو پھر ایک میں جس قدر تھا وہ کھالے یا فروخت کر دے پھر کسی عیب پر جو بائع کے پاس سے موجود ہے واقف ہو تو اُس باقی کو اُس کے حصہ شمن کے عوض سب کے نزدیک واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر پھل یا ہوا گئی خرید اور اُس کو کھالیا پھر بائع نے اقرار کیا کہ اُس میں چوہا گر کر مر گیا تھا تو اُس کو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نقصان عیب لینے کا اختیار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ کسی نے روٹیاں خریدیں اور بندھے ہوئے بھاؤ سے کم پائیں تو باقی کو لے سکتا ہے اور یہی حکم ہر چیز کا ہے جس کا نرخ بندھا ہوا ہو یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔

اگر انڈے یا خرپوزے یا کلڑی یا کھیرے یا خروٹ یا کدو یا فواکہ خریدے اور بلا عیب جانے اُن کو توڑ ڈالا اور اُن کو ناکارہ پایا پس اگر ایسا ہو کہ اُس سے نفع نہیں اٹھا سکتا ہے جیسے تلخ کدو یا گندائے اتو پورا شمن واپس لے گا کیونکہ وہ مال نہیں ہے پس اُس کی بیع باطل ہوگی بخلاف اس صورت کے اگر عیب جان کر توڑ دیا ہو تو اُن کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور خروٹوں میں اُس کے چھلکوں کا اچھا ہونا معتبر نہیں ہے اور اگر یہ چیزیں ایسی ہوں کہ اُس سے باوجود فاسد ہونے کے کچھ نقصان اٹھایا جاسکتا ہے جیسے کہ اُس کو حجاج لوگ کھا سکتے ہوں یا چارہ کے کام آئے تو نقصان عیب کو واپس لے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے لیکن اگر بائع اُس کو اچھی طرح پھیر لینے پر راضی ہو جائے تو اُس

کو اختیار ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس میں کچھ کھانا لیا ہو اور اگر چھلکنے کے بعد اس میں سے کچھ کھالیا تو کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر بعضے فاسد پائے اور وہ تھوڑے سے تھے تو بیع اتساعاً جائز ہے اور تھوڑے سے مراد اس قدر ہیں کہ جس قدر اخروٹوں میں عادی فاسد ہوا کرتے ہیں جیسے ایک سو میں اے کیا دو اور اگر خراب بہت ہوں تو بیع جائز نہیں ہے اور پورا ٹمن واپس لے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اگر بخامہ کے انڈے خریدے اور ان کو توڑا اور دیکھا تو گندے نکلے تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ نقصان عیب لے گا اور پورا ٹمن واپس نہیں لے سکتا ہے کیونکہ اس کے چھلکے سے نفع لیا جاتا ہے تو اس میں گندا ہونا عیب ہوگا اور ایسی صورت میں واجب ہے کہ کسی کا اختلاف نہ ہو اور اگر نعمانہ کے انڈے توڑے اور اس میں مردار بچہ پایا تو متاخرین نے باہم اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے دو چیزیں خریدیں اور ایک ان میں سے مردہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ بیع جائز ہے کیونکہ میت اپنے معدن میں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام ابو یوسف اور امام کے نزدیک جس قدر اس میں سے درست ہے اس کی بیع جائز ہے اور نہایہ میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ ایک اونٹ خرید اور جب اس کو اپنے احاطہ کے اندر لایا تو وہ گر گیا پس کسی شخص نے مشتری کی اجازت سے اس کو ذبح کر دیا پھر اس میں کوئی قدیمی عیب ظاہر ہوا تو مشتری کو بائع سے نقصان عیب لینے کا اختیار ہے اور یہ قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ ذبح کرنے کے بعد عیب پر واقف ہوا ہو اور اگر عیب پر واقف ہو کر خود اس نے یا کسی دوسرے نے اس کی اجازت سے یا بلا اجازت اس کو ذبح کر ڈالا تو کچھ نقصان نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک حیوان خرید اور اس کو خود ذبح کر ڈالا اور اس کی استزیوں میں قدیمی فساد نکلا تو صاحبین کے نزدیک نقصان عیب لے سکتا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اگر کوئی آنت کھالی پھر عیب پر واقف ہو تو جو کھالی اس کا نقصان لے گا اور باقی کو واپس کر دے گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے اگر کوئی اونٹ خرید اور اس میں کوئی عیب ظاہر ہوا پھر وہ گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مشتری نے اس کو ذبح کر دیا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک اونٹ خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر اس میں عیب پایا اور اس کو بائع کی طرف لے چلا تا کہ اس کو واپس کر دے پھر وہ راہ میں ہلاک ہو گیا تو وہ مشتری کا مال ہلاک ہوا پھر اگر مشتری عیب جانکر دے تو نقصان عیب بائع سے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی خرید کر اس پر قبضہ کر لیا پھر وہ بھاگ گئی پھر مشتری اس کے کسی غیب پر واقف ہوا پس جب تک وہ زندہ ہے بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر باندی مر گئی تو نقصان واپس لے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام باندی کے عوض خرید اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے باندی سے وطی کی پھر غلام کے مالک نے غلام کو دیکھا اور اس سے راضی نہ ہوا یا اس میں کوئی عیب پایا اور اس کو واپس کر دیا تو اس کو یعنی اس غلام خریدنے والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو باندی خریدنے والے سے باندی کی وہ قیمت وصول کر لے جو اس کے مشتری کے قبضہ کرنے کے دن تھی اور اگر چاہے تو باندی کو واپس لے پھر اگر باکرہ تھی تو نقصان نہیں لے سکتا اور اگر شیبہ بھی تو عقرب نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے کسی کے ہاتھ ایک غلام باندی کے عوض فروخت کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر باندی خریدنے والے نے باندی میں ایک انگلی زائد پائی اور قاضی کے حکم سے اس کو واپس کر دیا اور غلام کو لے لیا پھر باندی کا مالک اس بات سے آگاہ ہوا کہ باندی خریدنے والے نے واپس کرنے سے پہلے اس سے وطی کی ہے اور وطی سے باندی میں کچھ نقصان نہیں آیا تھا اور یہ اطلاع اس وقت ہوئی کہ جب باندی اس کے مالک کے پاس مر گئی یا اس کے اس کو فروخت کر دیا تو اس کو کچھ نقصان نہیں ملے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ذخیرہ

الوبری اور یوسف ابن محمد اور عمر ابن الحافظ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی نے ایک تیل ایک گائے کے عوض فروخت کیا اور گائے کا بھن تھی اور مشتری کے پاس بچہ جنی اور تیل خریدنے والے نے تیل میں کچھ عیب پایا اور اُس کے مالک کو واپس کر دیا تو کیا اُس سے تیل کی قیمت لے گا یا گائے کی قیمت لے گا پس ان سب علماء نے فرمایا کہ گائے کی قیمت لے گا یہ تاتار خانہ میں پیغمبر سے منقول ہے اگر کسی نے ایک زمین خریدی اور اُس کو مسجد بنا دیا پھر اُس میں کوئی عیب پایا تو سب کے نزدیک واپس نہ کرے گا اور نقصان عیب لینے میں اختلاف ہے اور فتویٰ کے واسطے مختار یہ ہے کہ نقصان عیب لے گا چنانچہ اگر کوئی زمین خریدی اور اُس کو وقف کر دیا پھر اُس کے عیب پر آگاہ ہوا تو ہلال نے ذکر کیا ہے کہ نقصان عیب واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک کپڑا خرید اور اُس سے کسی میت کو کفن دیا پس اگر مشتری میت کا وارث ہے اور اُس نے ترکہ میں سے کپڑا خریدا ہے تو نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر کوئی اجنبی ہے کہ اُس نے نیک کام سمجھ کر کفن دیا ہے تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے ایک درخت خرید اور اُس کو کاٹا اور اُس کو سوائے ایندھن جلانے کے اور کسی کام کا نہ پایا تو نقصان عیب لے سکتا ہے لیکن اگر بائع کٹے ہوئے درخت کو واپس کر لینے پر راضی ہو جائے تو واپس کرے اور نقصان نہیں لے سکتا ہے فقہانے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب اُس درخت کو ایندھن کے واسطے نہ خریدا اور اگر ایندھن کے واسطے خریدا ہے تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے امام محمد نے جامع میں ذکر کیا ہے کہ کسی مسلمان نے شیرہ انگور کرید اور اُس پر قبضہ کر لیا اور وہ اُس کے پاس شراب ہو گیا پھر اُس کے کسی عیب پر مطلع ہوا تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر بائع کہے کہ میں اُسی شراب کو واپس کیے لیتا ہوں تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کیونکہ اُس کا واپس دینا شرع سے ممنوع ہے پس اگر مشتری نے بائع سے عیب میں جھگڑا نہ کیا یہاں تک کہ یہ شراب سرکہ ہو گئی تو نقصان عیب لے سکتا ہے اور عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بائع قبول کرے تو واپس ہو سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی سے شراب خریدی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دونوں اسلام لائے پھر مشتری نے شراب میں کوئی عیب پایا تو اُس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگرچہ بائع اُس کو قبول کرے لیکن نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر اُس نے نقصان عیب نہ لیا یہاں تک کہ وہ شراب سرکہ ہو گئی تو عیب کی وجہ سے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر بائع راضی ہو جائے تو بائع کو اختیار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ شیخ ابوالقاسم سے پوچھا گیا کہ کسی نے سرکہ خرید اور جب مشتری کے خم میں اُس کو ڈالا تو معلوم ہوا کہ سرکہ بد بودار بنا کارہ ہے تو شیخ نے فرمایا کہ وہ مشتری کے پاس امانت رہے گا پس اگر تلف ہو جائے یا فاسد ہو جائے تو اُس پر حنان نہ ہوگی پھر پوچھا گیا کہ اگر مشتری نے اُس کو بگڑ جانے کی وجہ سے بہا دیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر یہ حالت اُس کی پہنچ گئی تھی کہ اُس کی کچھ قیمت نہ تھی تو جب دو گواہ اس بات پر گواہی دیں گے تو مشتری کے ذمہ کچھ لازم نہ آئے گا یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی مشتری سے دوسرے شخص نے مبیع کو خریدا اور دوسرے مشتری نے اُس میں کوئی عیب پایا اور اُس کے پاس ایک دوسرے عیب پیدا ہو جانے کی وجہ سے واپس کرنے کا امکان نہ رہا اور اُس نے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے بائع کو یعنی پہلے مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے بائع سے نقصان عیب لے اور صاحبین کا اس میں خلاف ہے یہ صغریٰ میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا اور اُس کو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وہ اس سے دوسرے مشتری کے پاس مر گیا پھر اس کے کسی ایسے عیب پر مطلع ہوا کہ جو پہلے بائع کے پاس تھا تو دوسرا مشتری نقصان عیب دوسرے بائع سے

لے سکتا ہے اور دوسرا بائع یعنی پہلا مشتری پہلے بائع سے نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے کیونکہ نقصان عیب لینے سے دوسری بیع صحیح نہ ہوگی اور دوسری بیع باقی رہنے کے باوجود دوسرا بائع پہلے بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ بائع نے بیع کرنے سے پہلے اُس کو آزاد یا مدبر کر دیا تھا یا وہ کوئی باندی تھی کہ مشتری نے کہا کہ اس نے ام ولد بنایا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا اور قسم کھائی تو مشتری کا اقرار بائع پر معتبر نہ ہوگا لیکن خود اُس کے سوا پر حجت ہوگا تو آزاد کرنے کے اقرار سے غلام آزاد ہو جائے گا اور اُس کی ولاء موقوف رہے گی اور مدبر کے اقرار میں مدبر موقوف ہوگا اور ام ولد کے اقرار میں بھی یہی حکم ہے اور اگر مشتری بیع کے اندر کوئی ایسا عیب پائے جس کا بائع کے پاس ہونا معلوم ہو تو اُس کو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہے اور اسی طرح اگر مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اصلی آزاد ہے اور باقی مسئلہ کی یہی صورت ہو تو بھی نقصان عیب لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک شخص سے ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر کہا کہ میں نے اس غلام کو

خریدنے کے بعد فلاں شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُس نے آزاد کر دیا ہے.....☆

اگر مشتری نے یہ دعویٰ کیا کہ بائع نے اس غلام کو فروخت کر دیا حالانکہ یہ فلاں شخص کا مملوک ہے اور فلاں شخص نے اس کے اقرار کی تصدیق کی اور غلام کو لے لیا پھر مشتری نے اُس میں کوئی عیب پایا تو اُس کا نقصان نہیں لے سکتا ہے اور اگر فلاں شخص نے مشتری کو جھوٹا بتلایا تو اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر پہلے عیب پر واقف ہو لیا پھر فلاں شخص کے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اُس نے اُس کو جھوٹا بتلایا تو واپس کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے غلام میں کوئی قدیمی عیب پایا اور اُس کے پاس ایک دوسرا عیب پیدا ہو گیا یہاں تک کہ واپس کرنا ممکن نہ رہا اور یہ امر اس اقرار کرنے سے پہلے تھا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے مشتری نے نقصان عیب لے لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی تو بائع اُس نقصان عیب کو جو مشتری نے اُس سے لے لیا ہے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص سے ایک غلام خریدا اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر کہا کہ میں نے اس غلام کو خریدا کے بعد فلاں شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اُس نے آزاد کر دیا ہے مگر اُس شخص نے اُس کو جھوٹا بتلایا تو غلام مشتری کی طرف سے اُس کے اقرار پر آزاد ہو جائے گا اور اگر مشتری نے پھر اُس میں کوئی عیب پایا تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اُس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور یہ نہ کہا کہ اُس نے آزاد کر دیا ہے اور اس شخص نے اس سے انکار کیا اور قسم کھائی پھر مشتری نے اُس میں کوئی عیب پایا تو بائع کو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ایک غلام ہزار درہم کو خریدا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے کہ جس نے میرے خریدنے سے پہلے اُس کو آزاد کر دیا تھا اور بائع نے اس سے انکار کیا پس تین صورتوں سے خالی نہیں ہے یا وہ شخص مشتری کے اقرار کی مالک ہونے اور آزاد کرنے دونوں میں تصدیق کرے گا یا مالک ہونے میں بدون آزاد کرنے کے تصدیق کرے گا یا دونوں میں اس کو جھوٹا بتلائے گا پس پہلی صورت میں یہ غلام اُس فلاں شخص کا آزاد کیا ہوا غلام ہوگا اور اگر مشتری اس غلام میں کوئی قدیمی عیب پائے تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور دوسری صورت میں غلام اُس فلاں شخص کو دے دیا جائے گا اور اگر اُس کا غلام رہے گا آزاد نہ ہوگا پھر اگر مشتری اس میں عیب پائے تو بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور تیسری صورت میں غلام مشتری کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور ولاء

موقوف رہے گی اور اگر مشتری غلام میں کوئی قدیمی عیب پائے تو بائع سے نقصان عیب لے سکتا ہے کذا فی الحیط اور اس صورت میں اگر فلاں شخص دوسری بار اس کے بچے ہونے کا اقرار کرے تو بائع مشتری سے اس نقصان کو جو اس نے عیب کی وجہ سے لیا ہے واپس کرنے کا اور اگر مشتری یہ اقرار کر لے کہ یہ غلام فلاں شخص کا تھا اور میرے خریدنے کے بعد اس نے اس کو آزاد کر دیا تو نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے خواہ فلاں شخص اس کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

رحمونی فصل ☆

عیب کا دعویٰ اور اس میں خصوصیت اور گواہ قائم کرنے کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ عیب کی دو قسمیں ہیں ایک ظاہر کہ جس کو قاضی آنکھوں سے دیکھ کر اور بالمشاہدہ پہچان سکتا ہے جیسے زخم اور اندھا ہونا اور زائد انگلی اور مثل اس کے اور دوسری قسم باطن یعنی پوشیدہ کہ جس کو قاضی بالمشاہدہ دیکھ کر نہیں پہچان سکتا ہے اور ظاہر کی چند قسمیں ہیں ایک قدیمی عیب ظاہر جیسے کہ زائد انگلی اور دوسری جو نیا پیدا ہوا ہو لیکن بیچ کے وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک اس کے پیدا ہونے کا احتمال نہ ہو جیسے چپک کے داغ اور تیسری ایسا نیا پیدا کہ جو بیچ کے وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک پیدا ہو جانے کا احتمال رکھتا ہے جیسے زخم اور چوٹی وہ نیا پیدا کہ جو مدت بیچ سے مقدم ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور باطنی عیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اپنے نشاںوں سے جو موجود ہیں پہچانا جاتا ہو جیسے شبہ ہونا اور حمل ہونا یا ایسی جگہ بیماری ہونا کہ جس پر مرد واقف نہیں ہوتے ہیں دوسری وہ کہ جو اپنے آثار موجودہ سے نہ پہچانا جائے جیسے چوری کرنا اور بھاگ جانا اور جنون وغیرہ۔ پس اگر دعویٰ کسی عیب ظاہر میں ہو کہ جس کو قاضی بالمشاہدہ پہچان سکتا ہے تو اس کو دیکھے پس اگر اس عیب کو پائے تو خصوصیت کی سماعت کرے ورنہ سماعت نہ کرے پس اگر قاضی نے عیب پایا اور وہ عیب قدیمی ہے یا ایسا نو پیدا ہے کہ جو بیچ کے وقت سے جھگڑا کرنے کے وقت تک پیدا ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہے تو مشتری کو اختیار دیا جائے گا کہ اس کو واپس کر دے کیونکہ ہم نے بالمشاہدہ اس عیب کو فی الحال موجود دیکھا اور اس بات کا یقین ہو گیا کہ بائع کے پاس تھا کیونکہ ایسا عیب حادث نہیں ہوتا یا اتنی مدت میں پیدا نہیں ہو سکتا ہے لیکن مشتری اس وقت واپس نہیں کر سکتا ہے کہ بائع یہ دعویٰ کرے کہ مشتری کے راضی ہونے وغیرہ کی وجہ سے اس کے واپس کرنے کا حق ساقط ہو گیا ہے اور اس باب میں قسم لے کر مشتری کا قول لیا جائے شکامیہ محیط میں ہے۔

پھر جب بائع نے مشتری کو قسم دلانی چاہی تو سب روایتوں کے موافق مشتری سے قسم لی جائے گی اور اگر بائع نے اس کی قسم طلب نہ کی تو مشتری کو قسم دلانے میں اختلاف ہے اور ائمہ مشائخ کا یہ قول ہے کہ ظاہر الروایۃ میں اس کو قسم نہ دلانی جائے گی پھر مشتری کے قسم دلانے کی صورت میں اکثر قاضیوں کے نزدیک یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ تو قسم کھا کہ واللہ میرا عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا حق جس جہت سے میں مدعی ہوں صریحاً دلائل ساقط نہیں ہوا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط و ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایسا عیب ہو کہ جو اس مدت میں پیدا ہو جانے کا احتمال رکھتا ہے اور اس سے مقدم ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے یا اس کے معلوم کرنے میں مشکل پیش آئے تو قاضی بائع سے یہ استفسار کرے گا کہ کیا یہ عیب بیچ کے اندر تیرے پاس موجود تھا پس اگر اس نے کہا کہ ہاں تو مشتری کو واپس کرنے کا حق حاصل ہو گا لیکن بائع کو مشتری کے واپس کرنے کا حق ساقط ہو جانے کا دعویٰ کرنے کا اختیار ہے پس اگر اس نے یہ دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ بائع کا یوں ثابت ہو جائے گا کہ مشتری قسم کھانے سے باز رہا یا بائع نے گواہ قائم کیے اور اگر بائع نے اس عیب کے اپنے پاس موجود

ہونے سے انکار کیا تو اُس کا قول قسم لے کر اختیار کیا جائے گا بشرطیکہ مشتری کے پاس اس عیب کے بائع کے پاس ہونے کے گواہ نہ ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔

بائع کو قسم دلانے کی صورت میں اختلاف ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ صحیح یوں ہے کہ اس طرح قسم دلائی جائے کہ تو قسم کھا کہ واللہ مشتری کا مجھے واپس کرنے کا حق بسبب اس عیب کے جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے نہیں ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تارخانہ میں لکھا ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ جو مدت بیع سے مقدم ہونے کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔ تو قاضی اُس کو بائع کو واپس نہیں کر دے گا اور جب عیب باطنی ہو پس اگر وہ بدن کے اندر کے آثار موجود ہونے سے پہچانا جاتا ہو اور ایسی جگہ ہو کہ جس پر مرد واقف ہو سکتے ہیں پس اگر قاضی کو مرض پہچاننے کی شناخت ہے تو خود ملاحظہ کرے اور اگر اُس کو شناخت نہیں ہے تو جو شخص پہچانتا ہے اُس سے دریافت کرے اور دو عادلوں کے قول پر اعتماد کرے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اور ایک ہونا کافی ہے پس اگر ایک عادل نے اس بات سے آگاہ کیا تو اُس کے قول سے جھگڑا قائم ہونے کے واسطے عیب ثابت ہو گا جائے گا پس قاضی بائع سے قسم لے گا اور صرف اس ایک کے کہنے سے واپس نہ کر دے گا ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح جامع میں ذکر کیا ہے اور شرح آداب القاضی میں جو امام خصاف کی تصنیف سے ہے لکھا ہے۔

اس بات پر لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر یہ عیب اُس قسم سے ہے کہ جو اتنی مدت میں پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہے اور یہ ایک یا دو کے کہنے سے پہچانا گیا یا دونوں کو اس کے پہچاننے میں مشکل پیش آئی اور باہم اُن میں اختلاف ہو تو بائع کو واپس نہ دیا جائے گا بلکہ قسم لے گا اور اگر یہ عیب اس قسم کا نہیں ہے کہ جو اتنی مدت میں پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہو پس اگر یہ ایک کے کہنے سے معلوم ہو تو واپس نہ کرے گا اور بائع سے قسم لے گا اور اگر دو کے کہنے سے معلوم ہو تو کتاب الاقضية اور قدوری میں لکھا ہے کہ قاضی اُن دونوں کے کہنے پر واپس کر دے گا اور ایسا ہی بعض مشائخ نے شرح الجامع میں لکھا ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر یہ عیب ایسا ہو کہ سوائے عورتوں کے اُس پر کوئی مطلع نہیں ہوتا ہے جیسے کہ حمل یا جو اُس کے مشابہ ہوں پس قاضی اُس کو عورتوں کو دکھلائے گا اور ایک عورت عادلہ کافی ہے اور دو میں زیادہ احتیاط ہے پس جب کہ ایک عورت عادلہ نے یہ کہا کہ اس باندی کو حمل ہے یا دو عورتوں نے ایسا ہی بیان کیا تو جھگڑا قائم ہونے کے حق میں عیب ثابت ہو گا پھر بعد اس کے اگر ایک نے یا دونوں نے یہ کہا کہ یہ حمل بیع کی مدت میں پیدا ہوا ہے تو قاضی بائع کو واپس نہ کرے گا لیکن بائع سے قسم لے گا پس اگر اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا تب اُس کو واپس کر دے گا اور اگر ایک یا دونوں عورتوں نے کہا کہ یہ عیب بائع کے پاس ہے پس اگر یہ قبضہ کے بعد واقع ہو تو واپس نہ کرے گا لیکن بائع کو قسم دلائے گا اور اگر قبضہ سے پہلے واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ ایک قول سے واپس نہ کرے اور اگر دو عورتوں نے کہا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظمؒ کے قول کے قیاس پر واپس نہ کرے اور صاحبین کے قول کے قیاس پر واپس کر دے گا اور خصاف نے آداب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایت میں آیا ہے کہ واپس نہ کرے گا اور قدوری میں لکھا ہے۔

مشہور قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہ ہے کہ اُس کو واپس نہ کرے گا اور بائع کو قسم دلائے گا اور جو قسم کھانے سے باز رہا تو اُن دونوں عورتوں کی گواہی اس کے انکار سے مضبوط ہو جائے گی تو واپس کرنے کا حق ثابت ہو جائے گا اور صدر الشہید نے جامع الصغیر کے بیوع میں ذکر کیا ہے کہ اگر ایک عورت کہے کہ یہ باندی حاملہ ہے اور دو یا تین عورتیں کہیں کہ اس کو حمل نہیں ہے تو بائع کے ذمہ جھگڑا اس عورت کے کہنے سے قائم ہو جائے گا اور دو یا تین کا قول کہ اس کو حمل نہیں ہے اس ایک کے قول کا معارض نہیں ہو سکتا ہے اور اگر بائع

قاضی سے یہ کہے کہ جو عورت باندی کے حاملہ ہوئے کو بیان کرتی ہے وہ جاہل ہے تو قاضی کو چاہیے کہ اس دریافت کے واسطے ایک دانستہ عورت کو مقرر کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بالغہ خریدی پھر دعویٰ کیا کہ یہ غشی ہے یعنی اس کے مرد و عورت دونوں کا نشان ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ بائع سے اس بات پر قطعی قسم لی جائے گی کہ یہ عورت ایسی نہیں ہے کیونکہ اس کو مرد و عورت دونوں نہیں دیکھ سکتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کسی نے باندی پر استحضار کا عیب لگایا تو اس میں دعویٰ کے قابل سماعت ہونے کے واسطے عورتوں کی طرف رجوع کرنے میں اور ان کی گواہی پر قبضہ سے پہلے یا بعد واپس کر دینے میں وہی حکم ہے جو حمل کے دعویٰ میں مفصل گزر چکا ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ اگر استحضار پر مرد گواہی دیں تو ان کی گواہی بھی قبول کی جائے گی کیونکہ خون کے اور ار کو مرد بھی دیکھ سکتا ہے تو مرد کی گواہی سے بھی ثابت ہو سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری نے کہا کہ اس کو حیض نہیں آتا ہے تو امام ابو بکر محمد ابن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا لیکن اس صورت میں کہ بسبب حمل یا بیماری کے حیض کے مرتفع ہونے کا دعویٰ کرے پس اگر اس نے بسبب حمل کے دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا اور اس باندی کو قاضی عورتوں کو دکھلائے گا اور اگر ان عورتوں نے یہ کہا کہ یہ حاملہ ہے تو بائع سے اس پر قسم لی جائے گی کہ اس کو حمل اس کے پاس نہ تھا اور اگر انہوں نے کہا کہ یہ حاملہ نہیں ہے تو بائع پر قسم نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر بسبب بیماری کے حیض مرتفع ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو طبیعوں کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ اس باندی کو حیض بسبب حمل کے نہیں آتا تو اس میں امام محمدؒ سے دو روایتیں آئی ہیں ایک یہ اگر باندی خریدنے کے وقت سے چار مہینہ دس دن ہوئے ہوں تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا اور اگر اس سے کم ہوں تو سماعت نہ ہوگی اور دوسری روایت میں صرف دو مہینہ پانچ دن ہیں اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے کذا فی مختار الفتاویٰ اور جب قاضی نے اس کے دعویٰ کی سماعت کی تو بائع سے سوال کرے گا کہ کیا یہ باندی ایسی ہی ہے جیسی مشتری کہتا ہے پس اگر اس نے کہا کہ ہاں تو بائع کو واپس کر دے گا اور اگر اس نے کہا کہ یہ فی الحال ایسی ہو گئی ہے اور میرے پاس ایسی نہ تھی تو بائع کے ذمہ جھگڑا قائم ہو جائے گا کیونکہ بائع و مشتری فی الحال یہ عیب موجود ہونے میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں پس اگر مشتری نے بائع سے قسم لینا طلب کیا تو اس کو قاضی قسم دلائے گا پس اگر اس نے قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اس کو واپس دی جائے گی اور اگر مشتری نے گواہ قائم کئے تو انقطاع حیض کے دعویٰ میں قبول نہ ہوں گے اور استحضار کے دعویٰ میں مقبول ہوں گے اور اگر بائع نے یہ کہا کہ فی الحال اس کو حیض منقطع ہونا جھوٹ ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ اس سے قسم لی جائے گی یا نہیں پس امام کے نزدیک اس کو قسم نہ دلائی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک دلائی جائے گی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

کتاب الاقضية میں لکھا ہے۔ کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور مشتری نے یہ عیب لگایا کہ اس کے ایک زخم سر بائع کے پاس سے ہے اور قاضی نے بائع کو قسم دلائی اور اس نے قسم کھانے سے انکار کیا اور مشتری نے اس کو واپس کر دی پھر اس کے بعد بائع نے یہ دعویٰ کیا کہ باندی مشتری کے پاس حاملہ ہو گئی ہے اور اس دم بھی حمل سے ہے تو قاضی اس باب میں مشتری سے سوال کرے گا پس اگر مشتری نے کہا کہ مجھ کو اس کا کچھ علم نہیں ہے تو قاضی اس کو عورتوں کو دکھلا دے گا پس اگر عورتوں نے کہا کہ یہ حاملہ ہے تو صرف ان عورتوں کے کہنے سے مشتری کو واپس کر دینا ثابت نہ ہوگا لیکن مشتری کے ذمہ جھگڑا قائم ہو جائے گا پس اس کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلائی جائے گی یعنی یہ قسم کھائے کہ اس کے پاس حمل پیدا نہیں ہوا ہے پس اگر اس نے قسم کھالی تو اس کے ذمہ کوئی جھگڑا نہ ہوگا اور واپسی اپنے حال

پر رہے گی اور اگر اُس نے قسم کھانے سے انکار کیا تو بائع کا دعویٰ ثابت ہو جائے گا پس بائع باندی کو مع عیب زخم کے نقصان کے مشتری کو واپس کر دے گا پس اگر بائع نے کہا کہ میں باندی کو مع عیب حمل اپنے پاس رہنے دیتا ہوں اور عیب زخم کا نقصان نہ دوں گا تو اُس کو یہ اختیار ہے اور اگر اس مسئلہ میں یہ صورت واقع ہو کہ قاضی نے جس وقت مشتری سے پوچھا کہ اس کو حمل ہے اُس نے کہا کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہے اور میں اُس سے آگاہ نہ تھا تو قاضی اُس کے دعویٰ کی سماعت کرے گا اور بائع کو قسم دلا دے گا پس اگر اُس نے قسم کھالی تو بائع کے پاس کا حمل ہونا ثابت نہ ہوگا اور اگر مشتری نے اپنے پاس ہونے کا اقرار کر لیا ہے تو بائع کو یہ اختیار ہوگا کہ باندی اُس کو واپس کر دے اور اُس کے ساتھ زخم کا نقصان بھی دے اور اگر بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا تو ثابت ہو گیا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مشتری کا بائع کو واپس کر دینا صحیح تھا اور یہی کتاب الاقصیٰ میں مذکور ہے۔

اگر ایسا ہوا کہ جس وقت قاضی نے باندی کو بسبب عیب زخم کے بائع کو واپس کر دینے کا حکم دیا اور مشتری کے بائع کو باندی واپس کرنے سے پہلے بائع نے یہ دعویٰ مشتری پر کیا کہ یہ باندی حاملہ ہے اور حمل مشتری کے پاس پیدا ہوا ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ بائع کے پاس کا ہے تو قاضی واپس کر دینے میں جلدی نہ کرے گا اور مشتری کے اُس دعویٰ پر کہ یہ حمل بائع کے پاس کا ہے بائع سے قسم لے گا اور اس صورت میں مشتری کے اوپر قسم عائد نہیں ہوتی ہے کذا فی الحیطہ اور جب عیب باطنی ہو کہ بدن کے ساتھ آثار کے قیام سے معلوم نہ ہو جیسے بھاگنا یا جنون یا چوری یا ہستر پر پیشاب کر دینا تو ایسے عیب میں اُس کے فی الحال ثابت ہونے کی ضرورت ہے اور اُس کے فی الحال موجود ہونے کو پہچاننے کے واسطے امام محمدؒ نے جامع میں یہ طریقہ ذکر کیا ہے کہ قاضی بائع سے یہ سوال کرے کہ کیا یہ عیب اس میں فی الحال موجود ہے۔ فقہانے کہا ہے کہ بائع سے اُس وقت ایسا سوال کرے گا کہ جب مشتری کا دعویٰ صحیح ہو اور مشتری کا دعویٰ اُس وقت صحیح ہوگا کہ جب بائع کے پاس ان عیبوں کے ہونے کا دعویٰ کرے اور مشتری کے پاس بھی پائے جائیں لیکن جنون میں صرف بائع کے پاس ہونے کا اور مشتری کے پاس پائے جانے کا دعویٰ کافی ہے مگر بھاگنے اور چوری اور ہستر کے اوپر پیشاب کرنے کے عیبوں میں کچھ اور زیادہ چاہیے اور وہ یہ ہے کہ مشتری یوں دعویٰ کرے کہ یہ عیب بائع کے پاس تھے اور مشتری کے پاس بھی پائے گئے اور حالت یکساں ہے اور حالت یکساں ہونے سے یہ مراد ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کے پاس بائع ہونے سے پہلے پائے جائیں یا دونوں کے پاس بائع ہو جانے کے بعد پائیں جائیں پس اگر بائع کے پاس بائع ہونے سے پہلے پائے گئے اور مشتری کے پاس بائع ہونے کے بعد پائے گئے تو اس طرح پایا جانا دعویٰ کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی نہ ہوگا اور عیب جنون میں خواہ بائع یا مشتری کے پاس بائع ہونے سے پہلے ہو یا دونوں کے پاس بائع ہونے کے بعد ہو یا بائع کے بائع ہونے سے پہلے اور مشتری کے پاس بائع ہو جانے کے بعد ہو تو بھی دعویٰ کے صحیح ہونے اور بائع سے سوال کیے جانے کے واسطے کافی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر بھاگنے کا یا اُس کے مانند ایسے عیبوں کا جن میں واپس کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ وہ عیب دونوں کے پاس پایا جائے جس طرح ہستر پر پیشاب کرنا اور جنون اور چوری کا دعویٰ کیا تو ایسے عیب میں جب بائع فی الحال موجود ہونے کا انکار کرے تو قاضی بائع کو قسم نہ دلائے گا یہاں تک کہ مشتری اس بات پر گواہ قائم کرے کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہے لیکن اگر بائع نے اُس کے فی الحال موجود ہونے کا اقرار کر لیا تو اُس کے پاس موجود ہونے کا سوال کیا جائے گا پس اگر اُس نے اپنے پاس موجود ہونے کا اقرار کر لیا تو قاضی مشتری کے التماس سے اُس کو واپس کر دے گا اور اگر اُس نے اپنے پاس موجود ہونے سے انکار کیا تو مشتری سے اس بات پر گواہ

۱۔ کیونکہ اس نے بائع کے پاس سے ہونا اقرار کیا تو اس کے پاس موجود ہونے کے زمانہ میں وہ ضرور حاملہ تھی ۱۲۔ ۲۔ بدن میں کوئی ایسا نشان نہیں ہو سکتا، جس سے یہ عیب ظاہر ہو ۱۳۔ ۳۔ یعنی قاضی ۱۴۔

طلب سے کرے گا کہ یہ غلام بائع کے پاس سے بھاگا تھا پس اگر اُس نے گواہ قائم کیے تو قاضی غلام بائع کو واپس کر دے گا ورنہ بائع سے قسم لے گا کہ تو قسم کھا کہ واللہ میں نے اس کو فروخت کیا اور سپرد کیا حالانکہ یہ میرے پاس تا وقت تسلیم بھی نہیں بھاگا تھا اور اگر مشتری اس عیب کے فی الحال موجود ہونے پر گواہ لایا تو بائع سے قسم لی جائے گی کہ یوں قسم کھالے کہ واللہ میرے پاس ہرگز نہیں بھاگا ہے اور اگر مشتری گواہ نہ لایا اور نہ بائع نے اقرار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بائع سے قسم نہ لی جائے گی اور صاحبین اس میں خلاف کرتے ہیں یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خرید اور اُس میں عیب پایا اور بائع نے اپنے پاس اس عیب کے ہونے سے انکار کیا ☆
بدون بائع کے دعویٰ کرنے کے مشتری سے اس بات پر قسم نہ لی جائے گی کہ میں عیب پر راضی ہو چکا ہوں اور یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے پھر اگر بائع نے دعویٰ کیا تو اکثر قاضیوں کے نزدیک مشتری سے قسم لینے کی یہ صورت ہے کہ قاضی اُس سے کہے کہ تو قسم کھا کہ واللہ میرا واپس کرنے کا حق ساقط نہیں ہوا ہے جیسا کہ بائع دعویٰ کرتا ہے نہ صریحاً اور نہ دلالتاً کذافی الحیث اور یہی صحیح ہے یہ بخارائق میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خرید اور اُس میں عیب پایا اور بائع نے اپنے پاس اس عیب کے ہونے سے انکار کیا اور مشتری نے دو گواہ قائم کیے کہ جن میں سے ایک نے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کے موجود ہونے کے ساتھ اُس کو فروخت کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا تھا تو ایسی گواہی قبول نہ کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر ایک غلام کو دو صفحہ میں مول لیا اس طرح کہ آدھا اُس کا پچاس دینار کو خرید پھر بائع سے دوسرا آدھا سو دینار کو خرید پھر اُس میں کوئی عیب معلوم کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ دونوں خریدوں سے پہلے کافی ہے اور بائع نے کہا کہ دونوں کے بعد تیرے پاس پیدا ہوا ہے تو قول بائع کا لیا جائے گا اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ میں نے بائع کو دوسرے آدمے میں قسم دلاتا ہوں اور پہلے آدمے میں مجھ کو تامل ہے کیونکہ دوسری بیع کے وقت عیب موجود ہونے کا مجھ کو یقین اور پہلی بیع کے وقت عیب ہونے کا شک ہے تو مشتری کو یہ اختیار پہنچتا ہے پس اگر بائع نے قسم کھا لی تو بیع مشتری کو لازم ہوگی ورنہ واپس ہو جائے گی اور دوسرے آدمے میں قسم دلانے کے بعد مشتری کو اختیار ہے کہ پہلے آدمے میں بھی قسم لے یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر دوسرے آدمے میں جھگڑا کرنے سے پہلے مشتری نے پہلے آدمے میں جھگڑا کیا اور بائع نے قسم کھانے سے انکار کیا اور اُس کو پہلا آدھا واپس کر دیا گیا پھر اسی انکار قسم پر مشتری نے دوسرے آدمے کو واپس کرنا چاہا تو اُس کو یہ اختیار نہیں ہے تا وقتیکہ دوسرے آدمے میں از سر نو جھگڑا نہ کرے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے دونوں ٹکڑوں میں جھگڑا کیا تو اُس کو یہ اختیار ہے اور پہلے آدمے میں بائع کی طرف سے عیب کا اقرار کرنا دوسرے آدمے میں بھی عیب کے اقرار کرنے میں شمار ہوگا اور اُس کا اُلٹا یعنی دوسرے میں اقرار کرنا پہلے میں اقرار کرنے میں شمار نہ ہوگا اور ایک میں بائع کا قسم سے انکار کرنا دوسرے آدمے میں انکار نہ قرار دیا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر مشتری نے بائع سے دونوں ٹکڑوں میں اکٹھا جھگڑا کیا تو ایک بائع پر صرف ایک ہی قسم ہوگی کیونکہ مشتری نے دونوں دعوے جمع کر دیے ہیں پس ایک ہی قسم پر اکتفا کیا جائے گا جیسا کہ چند قرضوں کو ایک دعویٰ میں جمع کر دینے کی صورت میں ہوتا ہے پس اگر بائع نے قسم سے انکار کیا تو پورا غلام اس کے ذمہ پڑے گا اور جو ایک ٹکڑے میں قسم کھالی اور دوسرے ٹکڑے میں قسم کھانے سے انکار کیا تو جس میں انکار کیا ہے وہی ٹکڑا اس کے ذمہ پڑے گا دوسرا اس کے ذمہ پڑے گا اور اگر بائع دوہوں اور اُن دونوں نے ایک غلام کسی شخص کے ہاتھ ایک صفحہ یا دو صفحہ کر کے فروخت کیا اور اُن دونوں میں سے ایک مر گیا اور دوسرا اُس کا وارث ہوا پھر مشتری نے اس غلام میں

کوئی عیب لگایا پس مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بائع سے ایک کٹڑے میں جھکڑا کرے اور اگر چاہے تو اسی بائع سے جو زندہ ہے دونوں کٹڑوں میں جھکڑا کرے پس اگر اُس نے ایک کٹڑے میں جھکڑا کیا تو جو کٹڑا اُس نے خود فروخت کیا ہے اُس کٹڑے میں البتہ اور یقین کے ساتھ قسم دلا دے گا اور جو کٹڑا اُس کے مورث نے یہ کٹڑا فروخت کیا اور اس پر اس کے جاننے کی قسم لے گا یعنی بائع یوں قسم کھائے گا کہ واللہ میں نہیں جانتا یہ کہ میرے مورث نے یہ کٹڑا فروخت کیا یا سپرد کیا درحالیہ اُس میں یہ عیب تھا کذا فی محیط السرخسی مع زیادة التفسیر میں الحرج ہم پس اگر بائع نے دونوں کٹڑوں میں سے ایک میں قسم کھالی تو دوسرے کٹڑے میں قسم کھانے سے پرواہ نہ کیا جائے گا اور اگر ایک کٹڑے کے دعویٰ میں اُس نے قسم سے انکار کیا تو یہ انکار دوسرے کٹڑے کے حق میں لازم نہ ہوگا یعنی دونوں کٹڑے اس کے ذمہ نہ پڑیں گے اور اگر مشتری نے دونوں کٹڑوں کو جمع کر کے جھکڑا پیش کیا تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو بیع ایک صلفہ میں ہوئی یا صلفہ میں واقع ہوئی پس اگر دو صلفوں میں واقعی ہوئی ہو تو دونوں کٹڑوں پر قسم دلا دے گا اور دونوں کٹڑوں کی قسم جمع کر دے گا اس طرح کہ واللہ میں نے مشتری کے ہاتھ آدھا غلام فروخت کیا اور اُس کو سپرد کر دیا اور اس میں یہ عیب نہ تھا اور میرے ساتھی نے اس کے ہاتھ دوسرا آدھا فروخت کیا اور اُس کو سپرد کیا اور میں اس میں یہ عیب نہ جانتا تھا اور یہ حکم سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق ہے اور اگر صلفہ ایک ہی ہو تو بھی امام محمد کے نزدیک بھی حکم ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک قسم پر اکتفا کیا جائے گا کہ وہ اپنے حصہ پر البتہ یقین کے ساتھ قسم کھائے اور یہی قسم اُس کے مورث کے حصہ کی قسم کی ناعب ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک باندی خریدی اور اُس پر قبضہ کر لیا اور دوسرے کے ہاتھ اُس کو فروخت کر دیا پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر باندی نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ حرہ ہے پس تیسرے مشتری نے اُس کو اس کہنے پر اپنے بائع کو واپس کر دیا اور اُس کے بائع نے اُس کو قبول کر لیا پھر دوسرے بائع نے اُس کو پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا اور اُس نے قبول نہ کیا تو فقہانے فرمایا ہے کہ اگر باندی نے آزاد کیے جانے کا دعویٰ کیا تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنے کا اختیار ہے اور اگر باندی نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اصلی حرہ ہے پس فروخت کرنے اور سپرد کرنے کے وقت اگر اُس نے فرماں برداری کی تھی تو اب یہ دعویٰ بخیر نہ دعویٰ آزادی کے ہوگا اور اگر اُس نے فرماں برداری نہ کی تھی اور پھر دعویٰ کیا کہ وہ اصلی آزاد ہے تو پہلے بائع کو نہ قبول کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر اس باندی کی طرف سے کوئی ایسی بات نہیں ہوگزی کہ جس سے رقیق کا اقرار ثابت ہوتا ہے تو آزادی کے دعویٰ میں اُسی کا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع سے اپنا ثمن واپس کر لے یہ جوہر اخلاطی میں لکھا ہے منقہ میں مذکور ہے کہ کسی نے ایک باندی خریدی اور باندی وہاں بیچ کے وقت موجود نہ تھی پھر اُس پر مشتری نے قبضہ کر لیا اور اُس نے رقیق کا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے اُس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور وہ باندی دوسری بیچ کے وقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسری مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر باندی نے دعویٰ کیا کہ میں حرہ ہوں تو قاضی اُس کا قول قبول کرے گا اور ہر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے پھر اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے اپنے رفیق ہونے کا اقرار کر لیا تھا اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اس کے رقیق کے اقرار کرنے کے گواہ نہیں ہیں تو دوسرا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس لے گا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اُس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ باندی نے اپنے رفیق ہونے کا اقرار کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

تفسیر یہ میں لکھا ہے کہ کسی نے دو غلام ایک صلفہ میں یا دو صلفہ میں خریدے اس طرح کہ ایک دام ایک ہزار درہم فی الحال ادا کرے اور دوسرے کے دام ایک ہزار درہم ایک سال کی میعاد پر ادا کرے پھر دونوں میں سے ایک کو بسبب عیب کے واپس کر دیا پھر بائع

اور مشتری نے جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ تو نے وہ واپس کیا ہے جس کے دام دینے کی میعاد قرار پائی تھی اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ واپس کیا کہ جس کے ثمن کی میعاد نہ تھی تو قول بائع کا معتبر ہوگا خواہ وہ غلام جو مشتری کے پاس ہے ہلاک ہو گیا ہو یا نہ ہو گیا ہو اور باہم قسم نہ دلائی جائے گی اور اگر دونوں نے دونوں کے دامنوں میں جھگڑا کیا پس بائع نے کہا کہ واپس کیے ہوئے کے اس قدر دام تھے اور مشتری نے اُس کا اُلٹا کہا تو قول مشتری کا معتبر ہوگا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے زید نے عمرو کے ہاتھ ایک غلام بیچا اور دوسرا اُس کو بہہ کیا اور عمرو نے دونوں پر قبضہ کر لیا پھر دونوں میں سے ایک مر گیا پھر عمرو نے ارادہ کیا کہ زندہ غلام کو بسبب عیب کے واپس کرے اور کہا کہ بیچ ہی تھا اور زید نے کہا کہ یہ بہہ کیا ہوا ہے تو قول زید کا معتبر ہوگا کہ وہ بہہ کیا ہوا ہے اور اس کو اختیار ہوگا کہ اپنے بہہ سے رجوع کرے اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ بہہ کیا ہوا مر گیا تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کر سکتا ہے لیکن بائع کو زندہ غلام میں بہہ سے رجوع کرنے کا اختیار بعد اس قسم کھانے سے ہوگا کہ میں نے بائع سے مرے ہوئے کو نہیں خریدا تھا اور بائع مشتری سے مرے ہوئے غلام کی قیمت لے گا (یعنی بہہ سے رجوع کرنے کی صورت میں) اور اگر دو غلام خریدے اور ایک اُن دونوں میں کا مر گیا اور زندہ کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا قصد کیا اور کہا کہ اُس کا ثمن درہم ہیں اور بائع نے کہا کہ دینار ہیں تو قول مشتری کا معتبر ہوگا اور اگر غلام ایک ہو اور عیب کی وجہ سے اُس کے واپس کرنے کا قصد کیا ہو اور بائع نے کہا کہ بیچ یہ نہیں دوسرا ہے تو قول بائع کا معتبر ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

امام محمد سے اہلاء میں روایت ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے دو غلام ایک ہزار درہم کو ایک صلفہ میں خریدے اور دونوں پر قبضہ کرنے کے بعد ایک میں عیب پایا پھر دونوں کی قیمت میں جو بیع واقع ہونے کے دن بھی اختلاف کیا پس مشتری نے کہا کہ عیب دار کی قیمت دو ہزار درہم اور دوسرے کی قیمت ایک ہزار درہم تھی اور بائع نے اُس کا اُلٹا دعویٰ کیا تو دونوں میں سے کسی کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور جس دن دونوں نے جھگڑا کیا ہے اُس دن دونوں غلاموں کی قیمت دیکھی جائے گی پس اگر جھگڑے کے دن دونوں میں سے ہر ایک کی قیمت ایک ہزار درہم ہو تو عیب دار آدمی ثمن پر واپس کر دیا جائے گا مگر بعد اس کے ہر ایک دونوں میں سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم کھائیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور ایسی صورت میں اگر دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو زیادتی کے باب میں دونوں کے گواہ لیے جائیں گے پس مشتری کے گواہوں کی گواہی کے موافق واپس کیے ہوئے غلام کی قیمت دو ہزار درہم قرار دی جائے گی اور بائع کے گواہوں کی گواہی کے موافق دوسرے کی قیمت دو ہزار درہم قرار دی جائے گی پس مشتری عیب دار کو آدمی ثمن میں واپس کر دے گا اور اگر دونوں میں سے ایک مر گیا اور دوسرا غلام باقی رہا اور باقی میں کوئی عیب پایا اور اُس کی قیمت اور مرے ہوئے کی قیمت میں دونوں نے اختلاف کیا اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو مرے ہوئے کی قیمت میں بائع کا قول معتبر ہوگا اور زندہ کی قیمت یوں اندازہ کی جائے گی کہ جھگڑے کے دن ایسے کلام کی کیا قیمت ہے اور اگر مرے ہوئے کی قیمت پر دونوں نے گواہ قائم کیے تو بھی بائع کے گواہ لیے جائیں گے اور اگر مرے ہوئے کی قیمت پر گواہ نہ قائم کیے بلکہ زندہ کی قیمت پر گواہ قائم کیے تو مشتری کے گواہ معتبر ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک غلام خرید کر اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس کو لے آیا اور کہا کہ میں نے اس کو داڑھی موٹا ہوا پایا ہے اور بائع نے انکار کیا تو کس کا قول قبول کیا جائے گا؟

نوازل میں ہے کہ کسی شخص نے جو سرکہ جو ایک مٹکے کے اندر بھرا ہوا ہے خرید اور اُس کو اپنی مٹک کے اندر بھر کر لے گیا پھر اُس میں ایک مردار چوہا پایا پس بائع نے کہا کہ یہ چوہا تیری مٹک کے اندر تھا اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرے مٹکے میں تھا تو قول بائع کا معتبر ہوگا یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ کسی نے کچھ تیل معین جو کسی معین برتن کے اندر ہے خرید کیا اور اُس پر

چند روز گزر گئے اور جب سے اُس برتن پر قبضہ کیا تھا اس وقت سے اُس برتن کا منہ بند کیا ہوا رہا پھر جب اُس کا منہ کھولا تو اُس میں ایک مردار چوہا پایا اور بائع نے اپنے پاس ایسا واقع ہونے سے انکار کیا تو قول بائع کا معتبر ہوگا کیونکہ وہ عیب سے انکار کرتا ہے اور اس مسئلہ کی تاویل یوں بیان کی گئی ہے کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ برتن کا منہ قبضہ کے وقت بند تھا اور چوہے کے پائے جانے کے وقت تک بیچ میں اُس کا کھلنا یا نہ کھلنا معلوم نہ ہوا اور اگر یہ معلوم ہو کہ برابر برتن کا منہ بند رہا ہے اور چوہا پائے جانے کے وقت تک کبھی نہیں کھلا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اُس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام خرید کر اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس کو لے آیا اور کہا کہ میں نے اس کو داڑھی موٹا ہوا پایا ہے اور بائع نے انکار کیا تو قول بائع کا لیا جائے گا پس اگر مشتری نے یہ ثابت کر دیا کہ غلام آج کے روز داڑھی موٹا موجود ہے پس اگر بیچ پر اتنا زمانہ نہیں گزرا کہ جس میں مشتری کے پاس داڑھی نکلنے کا وہم کیا جائے تو مشتری کو اُس کے واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر خرید پر اتنا زمانہ گزر چکا تو تا وقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ وہ بائع کے پاس داڑھی موٹا ہوا تھا یا بائع سے قسم لے اور وہ قسم سے انکار کر جائے تب تک واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

مشغی میں ہے کہ کسی شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا اور اُس نے اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس میں کوئی عیب لگایا اور یہ بھی کہا کہ میں اُس کو آج ہی خریدا ہے حالانکہ ایسا عیب ایک روز میں نہیں پیدا ہو سکتا ہے اور بائع نے کہا کہ میں نے ایک مہینہ ہوا کہ فروخت کیا ہے اور حال یہ ہے کہ ایسا عیب ایک مہینہ میں پیدا ہو سکتا ہے تو قول بائع کا معتبر ہوگا۔ کسی نے ایک باندی خریدی اور اُس میں کچھ عیب پایا پس اُس نے بائع سے جھگڑا کیا اور صاحب شرط کے پاس لایا حالانکہ سلطان نے اُس کو فیصلہ کا متولی نہ کیا تھا پس اُس نے ڈگری بائع پر کر کے باندی اُس کو واپس کر دی اور مشتری کے واسطے پورے ثمن کا حکم دے دیا تو مشتری کو اپنا ثمن لینے کی گنجائش ہے۔ کسی نے ایک چوپایہ خریدا اور اُس کو بسبب عیب کے واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ تو عیب پر رات ف ہونے کے بعد اپنی ضرورت کے واسطے اس پر سوار ہوا ہے اور مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ میں اس واسطے سوار ہوا ہوں کہ تجھ کو واپس کر دوں تو قول مشتری کا معتبر ہے اور اس مسئلہ کی تاویل بعض مشائخ کے قول پر یہ ہے کہ حکم اس صورت میں ہے کہ مشتری کو بدون سوار ہوئے واپس کرنا ممکن نہ تھا یہ محیط میں ہے اور اگر بائع نے کہا کہ تو پانی پلانے کے واسطے بلا ضرورت اس پر سوار ہوا ہے تو بھی مشتری کا قول لینا چاہیے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیچ کے اندر کسی عیب کا دعویٰ کیا حالانکہ بائع جانتا ہے کہ عیب اس میں فروخت کرنے کے دن موجود تھا تو اس کو جائز ہے کہ بیچ کو نہ واپس لے تا وقتیکہ قاضی اس کے واپس کرنے کا حکم نہ دے اور میرے والد رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب بائع نے دوسرے سے خریدی ہو کیونکہ اگر بدون حکم قاضی کے واپس کر لے گا تو اس کو اپنے بائع کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اس نے دوسرے سے نہیں خریدی ہے تو اس پر لے لینا واجب ہے اور اس کو امتناع کی مجال نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں ہے۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور اس میں قبضہ سے پہلے کچھ عیب معلوم کیا اور کہا کہ میں نے بیچ باطل کر دی پس اگر بائع کے حضور میں کہا کہ بیچ باطل ہو جائے گی اگرچہ بائع قبول نہ کرے اور اگر بائع کی غیبت میں ایسا کہا تو بیچ باطل نہ ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد عیب معلوم کیا اور کہا کہ میں نے بیچ باطل کر دی تو صحیح یہ ہے کہ بدون قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی کے بیچ باطل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان لکھا میں ہے۔

کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک باندی فروخت کی اور یہ اقرار کیا کہ میں نے اس کو اس حال میں فروخت کیا کہ اس کے فلاں جگہ ایک زخم تھا اور مشتری باندی کو لایا اور اس کے اس جگہ زخم موجود تھا اور اس کے واپس کرنے کا ارادہ کیا اور بائع نے کہا کہ یہ زخم وہ زخم نہیں ہے اور جس زخم کا میں نے اقرار کیا تھا اس سے یہ اچھی ہو چکی ہے اور یہ نیاز ثمن تیرے پاس پیدا ہوا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا یہ

محیط میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ میں نے باندی کو ایسے حال میں فروخت کیا کہ اس کی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ میں سپیدی تھی پھر مشتری باندی کو لایا اور اس کی بائیں آنکھ میں سپیدی تھی اور اس کو واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ سپیدی اس کے دائیں آنکھ میں تھی اور وہ جاتی رہی اور یہ بائیں آنکھ کی سپیدی تیرے پاس پیدا ہوئی ہے تو مشتری کا قول قبول ہوگا اور اس طرح اگر باندی کے سر میں زخم ہو اور بائع یہ اقرار کرے کہ میں نے اس باندی کو ایسے حال میں فروخت کیا کہ اس کے سر میں زخم تھا باقی مسئلہ وہی رہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر سر کے زخم کی صورت میں بائع یہ کہے کہ اس کا زخم موضع ۱ تھا اور وہ تیرے پاس مہلہ ہو گیا تو اس باب میں قول بائع کا معتبر ہوگا اور اس طرح آنکھ کی سپیدی کی صورت میں اگر بائع کہے کہ اس کی آنکھ میں ایک نقطہ تھا اور اب تیرے پاس بڑھ گیا حالانکہ باندی کی تمام آنکھ یا اکثر سفید ہو رہی ہے تو قول بائع کا معتبر ہے اور اگر اس کی آنکھ میں ایک نقطہ سپید ہو اور بائع کہے کہ اس کی سپیدی مثل رائی کے یا اس سے کم تھی تو شیخ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اگر بائع کا قول قریب قریب اس کے ہو تو مشتری کا قول لیا جائے گا اور اگر فرق ہو تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ میں نے باندی کو ایسے حال میں بیچا کہ اس کو بخار آتا تھا پھر مشتری اس کو بخار کی حالت میں لے آیا اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ بخار بڑھ گیا ہے تو بائع کی تصدیق نہ کی جائے گی اور مشتری واپس کر سکتا ہے اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ میں نے باندی کو فروخت کیا اور اس میں عیب تھا پھر مشتری اس کو لایا اور اس میں کچھ عیب موجود ہے اور واپس کرنا چاہا اور بائع نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اس کو ایسے حال میں بیچا تھا کہ اس کے سر میں عیب تھا پھر مشتری اس کو واپس کرنے کی غرض سے لایا اور سر کے عیب کی وجہ سے واپس کرنا چاہا تو مشتری کا یہ معتبر ہوگا کہ اس میں یہی عیب تھا اگرچہ بائع اس کو جھوٹا بتا دے اور حاصل یہ ہے کہ اگر بائع عیب کی نسبت کسی عضو کی طرف کرے تو اس کو بیان کر دے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر کسی جگہ کی طرف نسبت نہ کرے بلکہ مطلق چھوڑ دے تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری اس کو واپس کرنے لایا اور کہا کہ میں نے اس کو شوہر دار پایا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ اس کا شوہر تھا لیکن مر گیا اور مشتری اس کے شوہر دار ہونے کا دعویٰ کیے جاتا ہے تو مشتری کو واپس کرنے کا حق ثابت نہ ہوگا اور یہ اختیار ہوگا کہ بائع کو قسم دلائے اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص اس کا شوہر ہے اور وہ شخص اس وقت غائب تھا موجود نہ تھا تو اس کے گواہوں کی طرف التفات نہ کیا جائے گا لیکن اگر اس نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ بائع نے اس کے نکاح کا اقرار کیا ہے تو قبول کیے جائیں گے اور اگر بائع نے یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص اس کا شوہر تھا لیکن بیچ سے پہلے اس نے طلاق بائن دے دی تھی اور مشتری اس کے شوہر موجود ہونے کا دعویٰ کیے جاتا ہے تو قول بائع کا معتبر ہوگا پس اگر شوہر اس کا حاضر ہوا اور اس نے نکاح کا دعویٰ کیا اور طلاق سے انکار کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اس کا شوہر موجود تھا لیکن تجھ کو سپرد کرنے سے پہلے اس کو اس نے طلاق دے دی تھی یا اس کا شوہر مر گیا اور میں نے تجھ کو بے شوہر سپرد کی ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ سراج و ہاج میں ہے۔ اگر مشتری کے پاس کوئی اس کا شوہر پایا گیا اور بائع نے کہا کہ اس کا شوہر میرے پاس اس کے سوا دوسرا شخص تھا کہ اس نے بیچ سے پہلے اس کو طلاق بائن دے دی تھی یا مر گیا تھا تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کوئی خادم خریدے اور اس پر قبضہ کر لیا اور اس نے اس میں کوئی عیب لگایا یا پھر خادم کو واپس کرنے لایا اور بائع نے کہا کہ یہ میرا خادم نہیں ہے اور مشتری نے کہا کہ وہی خادم ہے جو میں نے تجھ سے خریدا ہے تو قسم کے ساتھ بائع کا قول معتبر ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے لکھا ہے ایک غلام ایک شخص کے پاس تھا اور دو

فخصوں میں سے ہر ایک نے اس پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قابض کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہے اور اس نے دشمن اور انہیں کیا ہے اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو غلام قابض کو بعض دونوں قسموں کے سپرد کر دیا جائے گا پھر ہر ایک جس قدر دشمن کا دعویٰ کرتا ہے اس قدر اس کو دلادیا جائے گا اس طرح اگر دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ یہ میرا غلام ہے میری ملک میں پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کے ہاتھ فروخت کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ دعویٰ دشمن میں ہے اور سب اس میں برابر ہیں پس اگر اس نے اس میں کوئی عیب پایا تو دونوں میں سے ایک واپس کرے گا اور دونوں کو واپس نہ کرے گا اور اگر نقصان عیب کسی ایک سے لے لیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ دوسرے سے نقصان عیب لے لیکن نہ اس صورت میں کہ دوسرا شخص عیب دار لینے پر راضی ہو جائے اور اگر غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر وہ اس کے قدیمی عیب سے واقف ہوا تو دونوں سے نقصان عیب لگا اور اس طرح اگر اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس کے عوض کا مال اس نے لے لیا اور پھر اس میں کوئی عیب پایا تو دونوں سے نقصان عیب لگا اور دونوں کو واپس نہیں دے سکتا ہے اور کوئی دونوں میں کا اس کو لے سکتا ہے اور اگر دونوں نے تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ پہلی ہے تو عیب کی وجہ سے دوسرے کو واپس دیا جائے گا گویا قابض نے اس کو پہلے سے خریدا ہے اور دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت کیا پھر دوسرے سے خریدا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام بھگوڑا ہے تو مجھ سے اس کو خرید لے اس نے کہا کہ کتنے کو بیچتا ہے اس نے کچھ دام اس کو بتلائے پھر مشتری نے اس کو خرید لیا اور پھر اس کو بھگوڑا پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے پس اگر مشتری نے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے اس کو بھگوڑا پا کر واپس کرنا چاہا اور مشتری اول نے اس کے بھگوڑا ہونے سے انکار کیا اور مشتری ثانی بائع اول کے اقرار کے گواہ لایا تو اس سے اس کو کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا اور اگر بائع اول نے مشتری اول سے یہ کہا تھا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ بھگوڑا ہے یا اس شرط پر کہ میں اس کے بھگوڑے ہونے سے بری ہوں اور باقی صورت مسئلہ کی یہی رہی جو مذکور ہوئی تو دوسرا مشتری اس کو پہلے مشتری کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بائع اول نے کہا کہ میں نے اس کو فروخت کیا اس شرط پر کہ میں بھگوڑے ہونے سے بری ہوں اور یہ نہ کہا تھا کہ میں اس کے بھگوڑے ہونے سے بری ہوں تو دوسرا مشتری پہلے مشتری کو واپس نہیں کر سکتا ہے تا وقتیکہ اس بات پر گواہ نہ قائم کرے کہ اسے نے اس کو فروخت کیا اور حالیکہ وہ بھگوڑا تھا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس سے اس غلام کو دوسرے شخص نے چکایا اور مشتری نے کہا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ☆

منفی میں مذکور ہے کہ کسی نے اپنے غلام پر قرضہ کا اقرار کیا پھر اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا پھر مشتری نے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور قرض کا کچھ ذکر نہ کیا تو دوسرے مشتری کو اختیار ہے کہ غلام اپنے بائع کو بسبب اسی قرار کے جو بائع اول نے کہا تھا واپس کر دے کیونکہ قرض لازمی چیز ہے اور قرض خواہ کو اختیار ہے کہ قرض میں معج کو واپس کر دے اور قرض کا اقرار مثل بھگوڑے ہونے کے اقرار کے معج سے پہلے یا اس کے بعد دوسرے مشتری اور اس کے بائع کے درمیان کہ جس نے بھگوڑے ہونے کا اقرار نہ کیا تھا معج کے فتح کرنے کے حق میں نہیں ہے اور شوہر دار ہونے کا اقرار قرض دار ہونے کے اقرار کے مانند ہے اس باب میں کہ دوسرا مشتری اپنے بائع کو اس اقرار کی وجہ سے جو بائع نے کیا ہے واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر اس سے اس غلام کو دوسرے شخص نے چکایا اور مشتری نے کہا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے پھر ان دونوں کے درمیان معج نہ ٹھہری پھر مشتری نے غلام میں کوئی ایسا عیب پایا کہ جو پیدا ہو سکتا ہے اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب بائع کے پاس کا ہے تو

اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور جس شخص نے کہ مشتری سے چکایا تھا اس سے مشتری کا یہ کہنا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے اس کے واپس کرنے کے حق کو باطل نہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے چکانے والے سے یہ کہا تھا کہ تو اس کو خرید لے اور اس میں فلا نا عیب نہیں ہے پھر ان دونوں میں بیع نہ ٹھہری پھر مشتری نے وہی عیب لگایا اور قصد کیا کہ اسی عیب کے سبب سے بائع کو واپس کرے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اگر بجائے غلام کے کپڑا فرض کیا جائے اور باقی مسئلہ کی یہی صورت رہے تو دونوں صورتوں میں مشتری کا دعویٰ نہ سنا جائے گا اور کپڑا بائع کو واپس کر سکے گا اور اگر عیب اس قسم کا ہو کہ جو پیدا ہو سکتا ہے یا اتنی مدت میں نہیں پیدا ہو سکتا ہے تو قاضی اس کے بیچنے والے کو غلام واپس کر دے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے یہ اقرار کیا کہ اس کی باندی بھگوڑی ہے پھر ایک شخص کو اس کے بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور یہ نہ بیان کیا کہ وہ بھگوڑی ہے اور وکیل نے اس کو فروخت کر دیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری موکل کے اس اقرار سے واقف ہوا اور اپنے بائع کو واپس کر نی چاہی اور بائع نے اس کو جھٹلایا اور کہا کہ وہ تا وقت تسلیم کبھی نہیں بھاگی ہے تو مشتری کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وکیل کو واپس کر دے اور اگر موکل نے وکیل سے کہا کہ میرا غلام بھگوڑا ہے تو اس کو فروخت کر اور اس کے بھگوڑے ہونے سے بریت نہ کر لینا پس اس کو وکیل نے فروخت کیا اور اس کے بھگوڑے ہونے سے بریت نہیں کی پھر قبضہ سے پہلے مشتری کو موکل کا مقولہ معلوم ہوا تو اس کو اس مقولہ پر واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ تصریح میں لکھا ہے۔

فصول سے منقول ہے کہ کوئی شخص ایک ایسی باندی لایا کہ جس کی ایک انگلی زائد تھی تاکہ ایک شخص کو واپس کرے اور اس شخص نے باندی اس کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا اور مشتری نے اس کے خریدنے پر گواہ قائم کئے پھر بائع نے کہا کہ تو نے خریدی تھی مگر میں نے ہر عیب سے بریت کر لی تھی اور اس پر اس نے گواہ قائم کیے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ عباد یہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خرید اور عیب کی وجہ سے اس کو واپس کرنا چاہا اور بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ غلام فروخت کر دیا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مشتری اس کو عیب کی وجہ سے واپس نہ کر سکے گا اور اگر بائع اس بات پر گواہ لایا کہ مشتری نے اس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلاں شخص حاضر تھا اور اس سے انکار کرتا تھا اور مشتری اول بھی اس سے انکار کرتا ہے تو ان دونوں کا انکار بمنزلہ اقالہ کے ہوگا اور غلام واپس نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنی باندی سے کہا کہ اے چوٹی یا اے بھگوڑی یا اے زنا کرنے والی یا اے محمو نہ مثلاً یا یوں کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا تو یہ کہنا اس بات پر اقرار نہ شمار ہوگا کہ ایسے عیب اس میں موجود ہیں یہاں تک کہ اگر اس کو فروخت کر دیا اور مشتری نے ایسا ہی پایا تو بائع کے اس کہنے کی وجہ سے اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور بائع اور مشتری دونوں نے اس کے بھگوڑے ہونے کا اقرار کیا اور یہ اقرار دونوں سے بیع کے اندر واقع ہوا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اس کا بھگوڑا ہونا چھپایا پھر دوسرے مشتری نے اس کو تیسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ بھگوڑا نہیں ہے پھر تیسرا مشتری اس کے بھگوڑے ہونے سے اور اس کے بھگوڑے ہونے کے اقرار سے جو پہلے بائع اور پہلے مشتری کے درمیان بیع کے وقت واقع ہوا تھا واقف ہوا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور پہلے مشتری کا اس کے بھگوڑے ہونے کا اقرار ان بانعوں کے حق میں جنہوں نے اس سے نہیں خریدا ہے نافذ نہ ہوگا اور اگر مشتری اول نے اس کے بھگوڑے ہونے پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے بائع اول کو واپس کر دیا پھر بائع اول نے اسی مشتری یا دوسرے شخص کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا اور مشتری نے اس کو اور کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے اس کو تیسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر تیسرے

مشتري کو اس کا بھگوڑا ہونا اور وہ ماجرا جو پہلے مشتري اور اس کے بائع کے درمیان واقع ہوا تھا کہ قاضی نے غلام کو بھگوڑے ہونے کے گواہ قائم کیے ہونے کی وجہ سے بائع کو واپس کر دیا تھا معلوم ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے بائع کو واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر دعویٰ کیا کہ وہ بھگوڑی ہے اور اس پر گواہ لایا اور اس وجہ سے قاضی نے اس کو واپس کر دیا پھر کسی شخص نے اس بات پر دلیل قائم کی کہ یہ میری باندی ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے اور قاضی نے اس کو باندی دلادی پھر اس نے اسی مستحق علیہ کے ہاتھ اس کے فروخت کر دیا اور مشتري نے اس کے بھگوڑے ہونے میں جھگڑا کیا اور حاکم کا اس کے بھگوڑے ہونے کا فیصلہ دلیل میں پیش کیا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ امام یا اس کے امین نے قیمت محرزہ فروخت کی اور مشتري نے اس میں عیب پایا تو ان دونوں پر واپس نہیں کر سکتا ہے کذا فی الکافی۔ لیکن امام کسی شخص کو اس کے ساتھ جھگڑا کرنے کے واسطے مقرر کرے گا اور اس شخص کا عیب کا اقرار مقبول نہ ہوگا اور جو انکار کرے تو اس پر قسم عائد نہ ہوگی اور صرف وہ اس واسطے مقرر ہے کہ اس کے مقابلے میں مشتري گواہ قائم کرے اور جس وقت اس شخص نے عیب کا اقرار کیا اس وقت محزول تصور کیا جائے گا پھر جب عیب کی وجہ سے وہ مال غنیمت واپس کر دیا جائے پس اگر تقسیم ہونے سے پہلے ہو تو غنیمت میں ملا دیا جائے گا اور اگر بعد تقسیم ہونے کے ہو تو وہ ثمن کے عوض فروخت ہوگا اگرچہ ثمن کم ہو یا زیادہ ہو گیا اگر بیت المال میں سے ہے یہ بخر اراقی میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خرید اور اپنی صحت میں اس کو اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مر گیا اور بیٹا اس کا وارث ہوا اور اس کے کوئی وارث نہ تھا پھر اس وارث نے اس غلام میں کوئی قدری عیب پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے مگر وہ قاضی سے استدعا کرے گا تا کہ قاضی میت کی طرف سے کوئی قصم مقرر کرے پس بیٹا اس قصم کو واپس کر دے گا پھر وہ اس کے باپ کے بائع کو واپس کر دے گا اور اگر میت کا کوئی دوسرا وارث بھی ہو تو بیٹا اس وارث کو واپس کرے گا پھر یہ وارث میت کے بائع کو واپس کرے گا اور امام محمد نے اس کی کچھ تفصیل نہیں فرمائی کہ اس وقت کیا حکم ہے کہ جب میت نے بیٹے سے پورا ثمن لے لیا ہو اور اس وقت کیا حکم ہے کہ جب پورا ثمن نہ حاصل کیا ہو اور امام محمد کا مطلق چھوڑ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر وارث نے اپنے مورث کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتري مر گیا اور بائع اس کا وارث ہو اور اس میں کوئی عیب پایا پس اگر کوئی دوسرا وارث موجود ہو تو اس کو واپس کر دے گا اور اگر سوا اس کے دوسرا وارث نہ ہو تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان نہیں لے سکتا ہے اور اس طرح اگر کسی نے اپنے واسطے اپنے پسر یا بالغ سے کوئی چیز خریدی اور اس کے قبضہ کر لیا اور گواہ کر لیے پھر اس میں کوئی عیب پایا تو قاضی کے سامنے پیش کرے گا تا کہ قاضی اس کے بیٹے کی طرف سے کوئی قصم مقرر کرے تو باپ اس کو واپس کر دے پھر باپ اپنے بیٹے کے واسطے اس کے بائع کو واپس کر دے اور یہی حکم ہے اگر باپ نے اپنے بیٹے کے ہاتھ کچھ فروخت کیا ہو یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔

اگر کسی مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خرید تو عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس کا نقصان عیب لے سکتا ہے پس اگر مکاتب بعد عیب جانتے کے اپنی کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو اس کا مالک اس کی بیع کو واپس کر دے گا اور مکاتب اس کا متولی ہوگا اور اگر متولی نے مکاتب کو فروخت کر دیا یا مر گیا تو متولی خود اس کو واپس کرے گا پس اگر مکاتب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کو ذمہ غلام کے ہر عیب سے بری کر دیا تو مالک اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر مالک نے بائع کو مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے بری کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اس طرح اگر اس نے اپنی ماں کو خرید تو اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی مکاتب نے اپنے بھائی یا چچا یا بہن کو خرید تو امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول کے موافق یہ لوگ بھی اسی مکاتب ہو جائیں گے پس ان کا حکم اور باپ یا بیٹے کے خرید کا حکم برابر ہے اور امام ابو حنیفہ کے قول کے موافق یہ لوگ اس کے ساتھ مکاتب نہ ہوں گے پس بسبب عیب کے ان کے واپس

کر دینے کا اختیار رکھتا ہے جیسا کہ ان کے فروخت کرنے کا مختار ہے پس اگر مالک نے بائع کے عاجز ہونے سے پہلے ہر عیب سے بری الذمہ کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خریدی اور اس میں عیب پایا پس اگر اس کے ساتھ اس کا ولد ہو تو جیسا ام ولد کی بیچ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اس طرح اس کے واپس کرنے کا بھی مختار نہ ہوگا لیکن نقصان عیب لے لے گا اور نقصان عیب لینے کا خود ہی مکاتب متولی ہوگا پس اگر مکاتب نے اپنے عاجز ہونے سے پہلے بائع کو ہر عیب سے بری الذمہ کر دیا تو صحیح ہے اور اگر مکاتب کے مولیٰ نے ایسا کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر اس ام ولد کے ساتھ ولد نہ ہو تو بھی صاحبین کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنے مکاتب سے کوئی غلام خریدنا تو وہ شخص عیب کی وجہ سے غلام کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس کے بائع سے جھگڑا کر سکتا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ کسی مکاتب نے یا کسی حرنے کوئی غلام خریدنا اور اس کو مکاتب کر دیا پھر اس میں عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا ہے اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے اور اگر مکاتب نے یا حرنے بائع کو عیب سے بری الذمہ کر دیا تو صحیح ہے یہاں تک کہ مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد اس کے مالک کو اور حرنے کے وارث کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر مکاتب کے عاجز ہونے سے پہلے اس کے مالک نے بائع کو بری الذمہ کیا تو صحیح نہیں ہے اور یہی حال حرنے کے وارث کا بھی ہے کہ اس کا بری الذمہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ حرنے کے مرض الموت میں ہو اور اگر پہلے مکاتب کے عاجز ہونے کے بعد مالک اس کا بائع کو بری الذمہ کرے خواہ اس وقت تک دوسرا مکاتب عاجز ہوا ہو یا نہ ہوا ہو تو بری کرنا صحیح ہے اور اس طرح اگر حرنے کے وارث نے مورث کے مرنے کے بعد بائع کو بری کیا تو بھی صحیح ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام خریدنا اور اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پہلا مشتری مر گیا پھر غلام میں کوئی ایسا عیب ظاہر ہوا جو پہلے بائع کے پاس تھا پھر مشتری اول کے وارث نے بائع کو عیب سے بری کر دیا تو صحیح ہے یہاں تک کہ اگر غلام اس کو واپس دیا جائے تو وہ پہلے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگرچہ فی الحال واپس کرنا مستحب ہو گیا تھا اور اگر مالک مکاتب نے کسی غلام کو کسی شخص سے خود پہلے خریدنا پھر اپنے مکاتب کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مکاتب عاجز ہوا پھر مالک نے غلام میں کوئی عیب پایا اور اپنے بائع کو واپس کر دینا چاہا تو یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہونا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی قرضدار غلام نے کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے اپنے غلام اپنے مالک کے ہاتھ بعوض اس کے مثل قیمت کے فروخت کیا پھر مالک نے اس پر قبضہ کر لیا پھر غلام میں کوئی عیب پایا پس اگر ثمن نقد دے دیا یا دین تھا اس طرح کہ درہم یا دینار تھے یا کیلی یا وزنی غیر معین چیز تھی یا کوئی اسباب تھا لیکن وہ غلام کے پاس تلف ہو کر اس کے ذمہ دین ہو گیا تو ان صورتوں میں مالک اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر ثمن نقد نہ ہوا ہو لیکن ایسا اسباب ہو کہ جو غلام کے پاس موجود ہے تو واپس کر سکتا ہے اور قبضہ سے پہلے سب صورتوں میں واپس کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ کسی قرضدار غلام نے جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے ایک غلام خریدنا اور اس کو اپنے مالک کے ہاتھ فروخت کیا اور اس نے قبضہ کر لیا پھر اس غلام قرضدار کو قرض خواہوں نے قرض معاف کر دیا پھر مالک نے غلام میں کوئی عیب پایا تو اس کو واپس نہ کرے گا اور نہ نقصان لے گا اور اگر قبضہ نہ کیا ہو تو واپس کر سکتا ہے۔ بائع نے دوسرے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی اور اس نے ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اس کو ثمن جبہ کر دیا تو مشتری عیب کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر جبہ کیا تو عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام کو فروخت کیا اور ثمن اس کا مشتری کو جبہ کیا یا اس کو ثمن سے بری الذمہ کر دیا پھر اس میں کوئی عیب پایا تو قبضہ سے پہلے واپس کر سکتا ہے اور بعد قبضہ کے واپس نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

عیبوں سے براءت کرنے اور ان سے ضمانت کرنے کے بیان میں

عیبوں سے بری کر دینے کے ساتھ فروخت کر دینا حیوان وغیرہ میں جائز ہے اور اس براءت میں وہ سب عیب داخل ہو جاتے ہیں جن کا بائع کو علم نہیں ہے اور جن کا علم ہے اور جن سے مشتری واقف ہے یا واقف نہیں ہے اور ہمارے اماموں کا یہی قول ہے خواہ عیبوں کی جنس بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو خواہ اس کی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس براءت کرنے سے ہر عیب سے جو بیع کرنے کے وقت بیع میں موجود ہے یا جو اس کے بعد سپرد کرنے کے وقت تک پیدا ہو بائع بری ہو جاتا ہے اور یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے کہا کہ جو بعد بیع کے پیدا ہو اس سے بری نہیں ہوتا ہے یہ شرح طحاویؒ میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے یہ شرط کی کہ ہر عیب سے جو اس کے ساتھ موجود ہے بری ہے تو سب کے نزدیک بعد بیع کے پیدا ہونے والے عیب سے بری نہ ہوگا اور اس طرح اگر کسی خاص قسم کے عیب کی تخصیص کرے تو صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اس شرط کے ساتھ بیع کی کہ بائع ہر عیب سے جو اس کے ساتھ موجود ہے اور بعد کو پیدا ہو بری ہے تو بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی یہ شرح طحاویؒ میں لکھا ہے۔

اگر دونوں نے اس بات میں اختلاف کیا کہ یہ عیب عقد کے بعد نیا پیدا ہوا ہے یا بیع کے وقت کا ہے تو اس کا حکم امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ سے مروی نہیں ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ بائع کا قول معتبر ہوگا مگر اس طرح قسم لے کر کہ وہ اپنے علم پر قسم کھائے کہ یہ نیا پیدا ہوا ہے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب براءت مطلق بیان کی تھی اور اگر براءت صرف بیع کے وقت کے عیبوں سے تھی اور پھر انہوں نے اس طرح اختلاف کیا تو مشتری کا قول لیا جائے گا یہ بخلاف میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے کسی باندی کے مقدمہ میں ہر عیب سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک گواہ نے اس کو بدیں براءت کے خرید کیا اور اس میں کوئی عیب پایا تو واپس کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر دونوں نے بھگوڑی ہونے سے بریت کرنے پر گواہی دی پھر ایک نے اس کو خرید لیا اور اس کو بھگوڑی پایا تو واپس کر سکتا ہے اور اگر دونوں نے اس بات پر گواہی دی کہ بائع نے کہا کہ میں اس کے بھگوڑی ہونے سے بری ہوتا ہوں پھر ایک گواہ نے اس کو خرید لیا اور بھگوڑی پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے ہر عیب سے براءت کر لی تو اس میں عیب اور بیماریاں سب داخل ہو جائیں گی اور اگر کل بیماریوں سے براءت چاہی تو سب مرضوں سے براءت ہوگی اور اس میں داغ اور زائد انگلی اور اس زخم کا اثر جو اچھا ہو گیا ہے داخل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خانؒ میں لکھا ہے۔ اگر ہر غائلہ سے براءت کر لی تو غائلہ کا لفظ چوری اور بھاگنے اور فسق و فجور کو شامل ہوگا یہ سراج الوہابؒ میں لکھا ہے۔

اگر ہر سیاہ دانت سے براءت کر لی تو اس میں سرخ اور سبز دانت بھی داخل ہو جائیں گے یہ فتح القدیرؒ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور اس کے ہر قرحہ سے جو اس میں موجود ہے بریت کر لی تو اس میں وہ قرحہ جن سے خون جاری رہتا ہے داخل ہو جائیں گے اور ایسے زخموں کے نشان جو اچھے ہو گئے ہیں داخل ہوں گے اور داغ کے نشان داخل نہ ہوں گے کیونکہ داغ اور چیز ہے اور قرحہ اور چیز ہے اور اگر کہا کہ میں اس کے سر کے ہر آرمہ زخم سے بری ہوں پھر ناگاہ اس کے سر میں موضع زخم لگے تو موضع سے بری نہ ہوگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے حق سے جو تیری جانب ہے بری ہے تو اس میں عیوب داخل ہو

۱۔ یعنی ایسی چیزوں سے بری ہوگا ۱۲۔ ۲۔ آرمہ زخم سر جو کھوپڑی کی ہڈی تک پہنچا ہوا اور موضع جس سے ہڈی کی سپیدی ظاہر ہو اس کی جمع مواضع ہے اور جس موضع میں پانچ اونٹ جرمانہ ہے وہ سر اور چہرہ کے ہیں اور ان دونوں کے سوائے دیگر موضع میں عادل پنجوں کے کہنے کے موافق جرمانہ ہوگا ۱۲۔

جائیں گے اور یہی مختار ہے اور روک داخل نہ ہوگا (یعنی خان روک دینا چاہئے) یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے اس میں ایک شکاف مشتری کو دکھلایا اور مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس سے بری کیا پھر اس کے بعد مشتری بائع سے وہ کپڑا لینے آیا اور اس کے شکاف کو دیکھ کر کہا کہ یہ اتنا نہیں ہے کہ جتنے سے میں نے تجھ کو بری کیا تھا وہ ایک ہاشت تھا اور یہ ایک ہاتھ ہے تو اس باب میں قول مشتری کا معتبر ہوگا اور اس طرح اگر باندی یا غلام کے آنکھ کی سپیدی میں اس طرح اختلاف ہو تو مشتری کا قول لیا جائے گا اور اسی طرح اگر مشتری نے بائع کو ہر عیب سے جو اس میں موجود تھے بری کیا یا اس کے عیبوں سے بری کیا پھر مشتری نے کہا کہ یہ عیب بری کرنے کے بعد پیدا ہوا ہے تو بھی اس کا قول لیا جائے گا اور اسی طرح اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تجھ کو اس برص کے عیب سے بری کیا پھر کہا کہ یہ وہ نہیں ہے یہ تو بعد بری کرنے کے پیدا ہوا ہے تو بھی اسی کا قول لیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر بائع نے کہا کہ میں نے ہر عیب سے جو اس کی آنکھ میں موجود ہے براءت کر لی پھر ناگاہ وہ کانٹا نکلا تو بائع بری نہ ہوگا اور اس طرح اگر کہا کہ میں اس کے ہر عیب سے جو اس کے ہاتھ میں موجود ہے بری ہوں پھر ناگاہ وہ ہاتھ کٹا ہوا پایا گیا تو بری نہ ہوگا اور اگر ایک انگلی یا دو انگلیاں کٹی ہوئی ہوں تو بری ہوگا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر دو انگلیاں کٹا ہوا ہو تو وہ دو عیب ہیں اور اس سے بری نہ ہوگا جبکہ براءت ہاتھ کے ایک عیب کے ساتھ ہو اور اگر تمام انگلیاں مع آجھی ہتھیلی کے کٹی ہوئی ہوں تو یہ ایک عیب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں بری ہوں ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہے مگر بھاگنا اس کا پھر مشتری نے اس کو بھگوز پایا تو بائع اس سے بری ہوگا اور اگر بائع نے کہا کہ میں ہر عیب سے جو اس غلام کے ساتھ موجود ہے بری ہوں مگر بھاگنے سے تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ میں اس کے ہر شے جو اس میں موجود ہے شکاف کی قسم سے بری ہوں اور اس کپڑے میں بہت شکاف تھے کہ ان کو سیو یا تھا یا پوند کر دیا تھا یا رن کر دیا تھا تو وہ ان سب سے بری ہوگا اور اسی طرح اگر اس میں شکاف آگ کے جلنے کے ہوں یا غنوت تھے تو بھی وہ ان سب سے بری ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ اس میں ایک عیب ہے پھر اس میں دو عیب پائے اور بسبب موت یا اس کے مانند کے اس غلام کا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ اختیار بائع کو ہے اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ دونوں عیبوں میں سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے پس اس غلام کو دونوں عیبوں کے ساتھ اندازہ کیا جائے گا اور پھر اسی غلام کو اس عیب کے ساتھ کہ جس کا نقصان لینا نہیں چاہتا ہے اندازہ کیا جائے گا پھر جو فرق ان دونوں قیمتوں میں ہو وہ لے لے گا اور اس طرح اگر اس نے تین عیب پائے اور اس کے پاس ایک اور عیب پیدا ہو جانے کے سبب سے واپس کرنا ممکن نہ رہا تو تین عیبوں میں سے جن دو عیبوں کا نقصان چاہے واپس کر لے اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے پس ایک بار اس غلام کو اس عیب کے ساتھ کہ جس کا نقصان لینا نہیں چاہتا ہے اندازہ کیا جائے اور ایک بار اس غلام کو مع تینوں عیبوں کے اندازہ کیا جائے اور جو کچھ فرق ان دونوں قیمتوں میں ہو وہ واپس لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو غلام اس شرط پر خریدا کہ ایک ان میں کا عیب دار ہے پھر ایک عیب وار پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اگر ایک میں دو عیب پائے تو اس کو واپس کر سکتا ہے اور اس طرح اگر ہر ایک میں عیب پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور اس صورت میں ایک بات پر غور کیا جائے گا کہ اگر قبضہ سے پہلے ایسا پایا تو دونوں کو ایک ساتھ واپس کر دے اور اگر قبضہ کر چکا ہے تو مشتری جس ایک کو چاہے واپس کر دے اور یہ قول امام محمدؒ کا ہے پس ان کے نزدیک خیار مشتری کو حاصل ہے پس اگر اس نے ایک غلام پر قبضہ کیا اور اس میں کوئی عیب معلوم نہ ہوا پھر دوسرے غلام پر عیب جان کر قبضہ کیا پھر جس غلام پر پہلے قبضہ کیا تھا عیب وار پایا تو اس کو اختیار ہے کہ جس

ایک کو چاہے واپس کر دے پس اگر اس نے اس غلام کے واپس کرنے کا قصد کیا کہ جس پر عیب جان کے قبضہ کیا تھا اور بائع نے کہا کہ تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ تو نے اس کا عیب جان کر اس پر قبضہ کیا پس تو اس کے عیب پر راضی ہو چکا ہے تو بائع کے کلام پر انتہات نہ کیا جائے گا اور اگر اس نے دونوں کا عیب جان کر پھر دونوں پر قبضہ کیا یا ایک پر قبضہ کیا تو ایسا قبضہ دونوں کے اختیار کرنے میں شمار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک چیز اس شرط پر فروخت کی کہ میں ہر ایک عیب سے بری ہوں تو ایسا کہنا اس غلام کے اندر عیب ہونے کا اقرار کرنا نہیں ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے ایک یا دو عیبوں سے بریت کی شرط لگائی تو یہ بریت اس عیب کے موجود ہونے کے اقرار میں شمار ہے اور بیان اس کا یہ ہے کہ اگر کسی نے دو غلام اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ہر عیب سے بری ہے اور دونوں مشتری کو سپرد کر دیے پھر ایک کا کوئی شخص حقدار پیدا ہوا اور مشتری نے دوسرے میں عیب پایا تو مشتری کو دوسرا عیب دار اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا پس دونوں غلاموں کو صحیح و سالم مان کر ثمن ان دونوں پر تقسیم کیا جائے گا پس جو غلام کہ حقدار نے لے لیا ہے جب اس کا حصہ معلوم ہو جائے تو اس قدر مشتری بائع سے واپس کرے گا اور اگر دو غلام ایک ہی ثمن میں اس شرط پر فروخت کیے کہ بائع اس خاص غلام کے ایک عیب سے بری ہے پھر دونوں میں سے ایک غلام کا کوئی شخص حقدار نکلا پھر مشتری نے اس غلام میں کہ جس کے کہ ایک عیب سے براءت ہو چکی ہے ایک عیب پایا تو ثمن دونوں پر تقسیم کیا جائے گا اس طرح کہ جو غلام حق دار کو کیا اس کی قیمت صحیح و سالم کی اور دوسرے کی قیمت مع ایک عیب کے دونوں قیمتوں پر ثمن تقسیم کیا جائے پس جب اس غلام کا حصہ معلوم ہو جائے جو حق دار نے لیا ہے تو اس قدر مشتری بائع سے واپس کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر ایک غلام دوسرے کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے لیکن ایک عیب سے اس نے بریت کر لی اور مشتری نے اسی شرط پر خرید کر قبضہ کر لیا پھر اس میں دو عیب پائے اور کسی سبب سے اس کا واپس کرنا ممکن نہ رہا تو اس غلام کے صحیح و سالم قیمت کے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے بخلاف اس صورت کے کہ اگر بائع نے ابتداء کلام میں یہ نہ کہا تھا کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں اس غلام کو دوسرے عیب کے ساتھ قیمت لگا کر اس کے حساب سے جس عیب کا نقصان چاہے واپس کر لے اور اگر دو غلام اس شرط پر خریدے کہ بائع ایک غلام کے ہر عیب سے بری ہے اور دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ایک میں چند عیب پائے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا پس اگر اس کے بعد دوسرے کا کوئی شخص حقدار نکلا تو اس کا حصہ ثمن مشتری واپس کر لے گا پس دونوں کو بے عیب مان کر ثمن ان پر تقسیم کیا جائے گا اور اگر دونوں کو اس شرط پر خریدے کہ بائع ایک کے سر کے تین زخموں سے بری ہے پھر مشتری نے ایک کے سر میں تین زخم پائے اور دوسرے کا کوئی مستحق ہوا پس مستحق غلام بے عیب اور دوسرے پر تین زخموں کے ساتھ ثمن دونوں پر تقسیم کیا جائے اور مستحق کا حصہ مشتری بائع سے واپس کر لے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خریدا اور مشتری کو بقدر حصہ عیب کے ثمن واپس دینے کا کوئی شخص ضامن ہوا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے ☆

نوادر امن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور تیسرا شخص اس کے عیبوں کا مشتری کے لیے ضامن ہو گیا پھر مشتری نے اس میں کچھ عیب پا کر واپس کر دیا تو امام حنیفہ کے قیاس میں ضامن پر ضمانت نہ ہوگی اور یہ عہدہ ^۱ پر ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ عیبوں کا ضامن ہے اور یہ مثل ضمانت درک کے ہے استحقاق میں اور اس طرح اگر مشتری

۱ یعنی بیع کا عہدہ بائع پر ہے وہی اس کا عہدہ دار ہوگا نہ ضامن اور واضح ہو کہ ضمانت درک کے یہ معنی ہیں کہ کوئی شخص مشتری کے واسطے ضامن ہو کہ جو حادثہ بعد بیع کے بیع میں پیدا ہوگا اس کا میں ضامن ہوں ۱۲۔

کے واسطے کسی شخص نے چرایا ہوا ہونے اور آزاد ہونے کی ضمانت کی پھر مشتری نے اس کو آزاد یا چرایا ہوا پایا تو ضامن سے ضمانت لے گا اور اس طرح اگر کسی شخص نے اندھے یا مجنون ہونے کی ضمانت کی پھر مشتری نے اس کو ایسا ہی پایا تو ضامن سے اپنا ثمن لے لے گا اور اگر غلام مشتری کے پاس واپس کرنے سے پہلے مر گیا اور بائع پر نقصان عیب ادا کرنے کا قاضی نے حکم دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ ضامن سے لے لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام خرید اور مشتری کو بقدر حصہ عیب کے ثمن واپس دینے کا کوئی شخص ضامن ہوا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے پس اگر اس میں کوئی عیب پائے تو بائع کو واپس کرے کہ اس کو اختیار ہوگا کہ بقدر حصہ عیب کے ثمن ضامن سے واپس کرے جیسا کہ بائع سے واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

فصلیٰ نسیم:

عیبوں سے صلح کرنے کے بیان میں

امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ اگر کوئی غلام ایک ہزار درہم کو خرید اور اس پر قبضہ کر لیا اور اس کا ثمن ادا کر دیا پھر اس میں کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب داری کے ساتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پھر بائع نے اس بات پر صلح کرنی چاہی کہ بائع مشتری کو چند درہم شمر دے فی الحال یا کسی میعاد تک واپس دے دے تو یہ صلح جائز ہے اور اگر عیب سے ایک دینار پر صلح کی پس اگر اس دینار کو جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو صلح جائز ہے اور ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی اور اگر مشتری نے اس غلام کو فروخت کر دیا اور ثمن نقد لے لیا پھر اس کے کسی عیب پر مطلع ہوا اور اس کے بائع نے اس عیب سے چند درہموں پر صلح کی تو جائز نہیں ہے پس اگر غلام دوسرے مشتری کے پاس مر گیا اور اس نے اپنے بائع سے نقصان عیب لے لیا پھر دوسرے بائع نے اپنے بائع سے کسی طرح صلح کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک صلح باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزوں میں سے غیر معین ہو اور ناپ یا تول بیان کر دی جائے اور دونوں قبضہ کر لیں پھر مشتری غلام میں کوئی عیب پائے اور بائع سے صلح کر لے پس اگر صلح ثمن کی جنس سے کسی قدر ثمن پر واقع ہو تو یہ استیفاء ہے استبدال نہیں ہے پس صلح جائز ہوگی خواہ فی الحال ادا کرنا ٹھہرے یا میعاد پر ادا کرنا ٹھہرے جائز ہے خواہ ثمن اپنے مشتری کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر ثمن کی جنس سے خلاف کسی چیز پر صلح ہو تو یہ معاوضہ ہے پس جہاں افتراق از معین بدین پایا جائے جائز ہے اور جس موقع پر افتراق از دین بدین ہو وہاں جائز نہیں ہے اور اگر ثمن ناپ یا تول کی چیزوں میں سے معین ہو اور دونوں قبضہ کر لیں اور پھر کسی قدر ثمن پر اس کی جنس سے صلح واقع ہو تو خواہ میعاد ہو یا نقد ہو جائز ہے بشرطیکہ جو کچھ غلام کے عوض لیا ہے وہ تلف ہو چکا ہو اور اگر وہ تلف نہ ہوا ہو بلکہ بعینہ باقی ہو تو اس جنس کے بعض ثمن میعاد پر صلح جائز نہیں ہے اور فی الحال ادا کرنے کی صورت میں جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے ادا کر دے یا وہ معین ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

عیب کا جاتا رہنا صلح کو باطل کر دیتا ہے پس جو کچھ بائع سے اس کے بدلے لیا ہے یا بائع نے ثمن سے کم کر دیا ہے وہ اس کو

یعنی یہ غلام سرود یا آزاد نہیں ہے اس کا میں ضامن ہوں ۱۲۔ ۱۰۔ واضح ہو کہ عیب سے صلح کرنے میں یا تو بائع عیب سے منکر ہوگا یا مقرر ہوگا اور ثمن یا غیر معین یعنی دین ہوگا جیسے درہم و دینار اور کھیل و موزون غیر معین یا ثمن معین ہوگا جیسے کھیل و موزون معین وغیرہ اور صلح یا ثمن کے موجود ہونے کی صورت میں واقع ہوئی یا بعد تلف ہونے کے واقع ہوئی اور علی ہذا القیاس ثمن کی جانب سے اور بدل صلح یا نقد دینا ٹھہرایا یا میعاد اور افتراق بدل صلح پر قبضہ سے پہلے ہوا یا بعد اور صلح یا ثمن کے بعض حصہ کے واپس کرنے پر ٹھہری یعنی کم کر دینے پر یا دوسری چیز خواہ نقد یا جنس یا میعاد ٹھہری اور انھیں وجوہ کے باہم اختلاف کی صورت میں مسائل اس فصل میں مذکور ہیں اور مترجم نے یہاں تک تنبیہ کر دی ہے یقین ہے کہ اب مسائل کے سمجھنے میں بہت آسانی ہو اور قیود الفاظ جو مترجم نے مرئی رکھے ہیں اس سے بھی سمجھدار کو آگاہی ہوگی واللہ الموفق ۱۲۔

واپس کر دے گا جبکہ اس کی ملک میں زائل ہو جائے اور اگر اس کی ملک سے نکل جانے کے بعد زائل ہو تو واپس نہ کرے گا اور اگر خریدنے کے بعد کل عیب سے ایک درہم پر صلح کی تو جائز ہے اگرچہ اس میں کوئی عیب نہ پایا ہو اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے تمام عیب خرید لیے تو جائز نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے باندی کی آنکھ میں عیب لگایا اور بائع نے اس کی آنکھ پر کچھ دے کر صلح کر لی تو جائز ہے اگرچہ عیب کا ذکر نہ کیا اور محل عیب کا ذکر کرنا بمنزلہ عیب کے ذکر کے شمار کیا گیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا اور دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ ہر ایک اپنا دسواں حصہ گھٹائے اور کوئی اجنبی بھوس گھٹائے ہوئے کے ماسوائے کے لے اور اجنبی اس پر راضی ہو گیا تو جائز ہے اور مشتری کا گھٹانا جائز ہے بائع کا جائز نہیں ہے اور اگر مشتری نے کپڑا دھو لایا پھر وہ پھٹا ہوا پایا اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ دھوبی کے پاس کا ہے یا بائع کے پاس کا پھر باہم اس طرح صلح کر لی کہ ایک درہم دھوبی دے اور ایک درہم بائع اور مشتری اس کپڑے کو قبول کر لے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر باہم اس بات پر صلح قرار پائی کہ ایک درہم دھوبی دے اور ایک درہم مشتری اور بائع اس کو قبول کرے تو بھی جائز ہے بعض فقہانے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے اور مراد یہ ہے کہ دھوبی پہلے ایک درہم مشتری کو دے پھر مشتری اس کو بائع کو دے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور فتاویٰ فضلی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک باندی خریدی اور اس میں کوئی عیب پایا اور دونوں نے اس پر صلح کی کہ بائع اس قدر درہم ادا کرے اور باندی کو مشتری لے لے تو صلح جائز ہے اور اگر دونوں نے اس طرح پر صلح کی کہ مشتری اس قدر درہم ادا کر دے اور باندی کو بائع لے لے تو جائز نہیں ہے لیکن اگر مشتری اس باندی کو اس کا پورا ثمن ادا کرنے کے بعد اس سے کم ثمن پر بائع کے ہاتھ فروخت کر دے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کسی نے ایک کپڑا خرید کر اس کی قمیص قطع کرائی اور ہنوز نہیں سلایا تھا کہ اس میں کوئی عیب پایا اور بائع نے اقرار کیا کہ یہ عیب میرے پاس کا ہے پھر بائع نے اس طور پر صلح کی کہ میں اس کپڑے کو لیے لیتا ہوں اور ثمن میں سے مشتری مجھ سے کم لے تو یہ جائز ہے اور ثمن سے جس قدر بائع کے پاس رہ گیا وہ بمقابلہ اس نقصان کے شمار کیا جائے گا جو مشتری نے کپڑے کے قطع کرانے میں کر دیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک باندی پچاس دینار کو خریدی اس پر قبضہ کر لیا اور پھر اس میں کچھ عیب لگایا اور دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ باندی کو بائع لے لے اور مشتری کو انچاس دینار واپس کرے تو صلح کرنا جائز ہے اور ایک دینار جو بائع نے لے لیا اس میں لحاظ کیا جائے گا کہ اگر بائع یہ اقرار کرتا تھا کہ یہ عیب اس کے پاس کا ہے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ دینار اس کو حلال نہ ہوگا اور مشتری کو واپس کر دینا واجب ہے اور امام ابو یوسفؒ کے قیاس پر واپس کرنا واجب نہیں ہے اور اگر بائع اس بات سے منکر تھا کہ یہ عیب اس کے پاس کا ہے پس اگر وہ عیب ایسا ہے کہ اس کا مثل نہیں پیدا ہو سکتا ہے تو بھی جی حکم ہے اور اگر ایسا عیب ہو کہ اس کا مثل پیدا ہو سکتا ہے تو بالاتفاق یہ دینار بائع کو حلال ہے اور اگر بائع نے اقرار کیا اور نہ انکار کیا بلکہ چپ رہا تو چپ رہنا اور انکار کرنا دونوں کا حکم ایک ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خریدا اور اس میں قبضہ سے پہلے کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب سے ایک باندی پر صلح کی تو باندی بیع کے ساتھ زیادتی میں شمار ہوگی ☆

اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑا اس شرط سے کہ وہ باندی پھیر لینا قبول کرے اور مشتری کو پورا ثمن واپس کر دے تو یہ صورت اور ایک دینار باقی رکھنا دونوں برابر ہیں اور اگر بجائے کپڑے کے کچھ درہم ہوں پس اگر اسی مجلس میں ان درہموں پر قبضہ ہو گیا

تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ درہم میعاد ادا کرنے کے تھے تو کسی وجہ سے جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ بیع صرف ہے اور اگر بجائے درہم کے کچھ طعام تھا کہ جس کا وصف بیان کر کے اس کے ادا کرنے کی مدت قرار پائی تھی اور حال یہ کہ بائع اس بات سے انکار کرتا تھا کہ یہ عیب اس کے پاس کا ہے اور دونوں نے جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لیا اور عیب ایسا ہے کہ جس کا مثل پیدا ہو سکتا ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اگر ثمن ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو طعام باطل ہو گیا کیونکہ یہ معاوضہ دین کا دین سے ہے اور ثمن کے دینار اس باندی بیع کی قیمت پر اور اس کی عیب دار قیمت پر تقسیم کیے جائیں گے اور جس قدر ثمن باندی کے مقابل آئے گا اس قدر مشتری کو واپس کر دے گا اور جو کچھ نقصان کے مقابل آئے وہ رکھ لے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اس میں قبضہ سے پہلے کوئی عیب پایا اور بائع نے اس عیب سے ایک باندی پر صلح کی تو باندی بیع کے ساتھ زیادتی میں شمار ہوگی تو وہ ثمن کہ جس سے غلام خریدا ہے وہ غلام اور باندی دونوں کی قیمت پر تقسیم ہوگا یہاں تک کہ اگر ایک میں کوئی عیب پائے تو اس کے حصہ ثمن کے عوض واپس کر دے گا اور اگر یہ صلح مشتری کے غلام پر قبضہ کرنے کے بعد واقع ہوئی تو باندی عیب کے بدلے شمار ہوگی یہاں تک کہ اگر باندی میں کوئی عیب پایا تو ثمن میں سے جو حصہ غلام کے عیب کے عوض^۱ ہے اس قدر پر باندی واپس کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

نور الدین ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کرنے سے پہلے اس میں کوئی عیب پایا اور بائع سے دوسرا غلام لے کر عیب سے صلح کر لی اور دونوں پر مشتری نے قبضہ کر لیا پھر دونوں غلاموں میں سے ایک کا کوئی حقدار نکلا تو جو غلام کہ حقدار نے لیا اس کا حصہ ثمن مشتری واپس کرے گا گویا اس نے دونوں غلاموں کو ایک بار خریدا ہے اور اگر مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پھر اس میں کوئی عیب پایا اور بائع سے دوسرا غلام لے کر صلح کی اور ثمن ادا کر دیا پھر خریدے ہوئے غلام کا کوئی حقدار پیدا ہوا تو دوسرے غلام کی صلح باطل ہو جائے گی یہ محیط میں اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک مہینہ تک اپنی حاجت کے واسطے بائع کے گھوڑے پر سوار ہونے کی شرط پر عیب سے صلح کی تو جائز ہے اور فقہانے فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ شہر کے اندر اس کے گھوڑے پر سوار ہونے کی شرط کی ہو اور اگر شہر سے باہر سوار ہونے کی شرط کی یا شہر کے اندر یا باہر کا ذکر نہ کیا مطلق صلح کی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ مشتری کے پاس سے بیع کسی اس کے حق دار نے لے لی اور اس نے اپنے بائع سے ثمن واپس کرنا چاہا اور اس کے بائع نے کچھ قلیل مال پر صلح کی تو اس بائع کو اختیار ہوگا کہ اپنے بائع سے پورا ثمن واپس کر لے یہ فتاویٰ مغربی کے مسائل استحقاق میں لکھا ہے۔ کسی مشتری نے باندی کے اندر عیب ہونے کا دعویٰ کیا اور بائع نے اس انکار کیا پھر کسی قدر مال لے کر دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری بائع کو اس عیب سے بری کرے پھر یہ معلوم ہوا کہ اس باندی میں یہ عیب نہ تھا یا تھا لیکن وہ اس عیب سے اچھی ہو گئی تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے وہ مال جو اس نے صلح کے بدلے دیا ہے واپس کر لے یہ فتاویٰ مغربی میں لکھا ہے۔

اگر کسی مشتری نے باندی کی آنکھ میں سپیدی ہونے کا عیب لگایا اور بائع کے ساتھ اس عیب سے اس شرط پر صلح کی کہ مشتری اس کو ایک درہم کم دے تو جائز ہے پھر اس کے بعد اگر سپیدی جاتی رہی تو درہم بائع کو واپس کر دے گا اور اسی طرح اگر باندی کے حمل ہونے کا عیب لگایا اور بائع سے اس شرط پر صلح کی کہ ایک درہم کم دے پھر ظاہر ہوا کہ اس کو حمل نہ تھا تو مشتری پر درہم واپس کرنا واجب ہے اور اسی طرح اگر ایک باندی خریدی اور اس کو کسی کے نکاح میں پایا اور بائع کو واپس دینا چاہا اور بائع نے کچھ درہم دے کر اس سے صلح کر لی پھر باندی کے شوہر نے اس کو طلاق بائن دے دی تو مشتری کو وہ درہم دینا واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اس کی قمیص قطع کرائی اور اس کو سلایا پھر اس کے بعد خواہ فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہاں تک کہ اس کے کسی عیب پر مطلع ہوا یا عیب

۱۔ قول عوض آخر اور اس کے معلوم کرنے کی یہ صورت ہے کہ غلام کی قیمت سالم اور قیمت عیب دار پر ثمن تقسیم کیا جائے جس قدر فرق ہو وہی حصہ عیب ہے تو بھی باندی کی قیمت ہوتی ہے ۱۲۔

ظاہر ہونے کے بعد اس کو فروخت کر دیا پھر اس عیب کے عوض چند درہم لے کر صلح کر لی تو صلح جائز ہے۔ اسی طرح اگر اس کو سرخ رنگا پھر فروخت کیا یا نہ فروخت کیا یہاں تک کہ عیب سے صلح کر لی تو بھی جائز ہے اور اگر اس کو قطع کرایا اور نہ سلا یا یہاں تک کہ اس کو فروخت کر دیا پھر عیب سے صلح کر لی تو صلح صحیح نہیں ہے اور سیاہ رنگنا امام اعظمؒ کے نزدیک قطع کرنے کے مانند ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قطع کرنے اور سلانے کے مانند ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک گدھا خرید اور اس میں کوئی قدر بھی عیب پایا اور اس کو واپس کرنا چاہا پھر دونوں میں ایک دینار پر صلح کرادی گئی پھر اس میں دوسرا عیب پایا تو اس کو اختیار ہے کہ گدھا مع دینار کے واپس کر دے یہ قبیحہ میں لکھا ہے۔ منشی میں مذکور ہے کہ کسی دوسرے شخص سے ایک کرگیوں دس درہم کو خریدے اور کر پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ گر میں اتنا عیب پایا کہ دسویں حصہ کا نقصان پڑتا تھا اور اس کو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس عیب کے عوض ایک گر جو معین دینے پر اس سے صلح کی تو یہ جائز ہے اور یہ جو نقصان عیب کے عوض ہوں گے اور اگر گر جو کا غیر معین ہو اور اس کا وصف بیان کر کے اس کی میعاد مقرر کی جائے تو صلح باطل ہے کیونکہ یہ صورت بمثلہ ایسی بیع مسلم کی صورت کے ہے کہ جس میں اس المال ادا نہ کیا گیا ہو پس اگر اس نے دسواں حصہ ثمن کا دے دیا اور کہا کہ یہ ایک گر جو کا حصہ ہے تو جائز ہے اور جو مسلم میں ہو جائیں گے اور اس طرح اگر اس کو پورا ثمن دے دیا تو بھی جائز ہے اور اگر اس کو دسواں حصہ ثمن کا دیا اور یہ نہ کہا کہ یہ حصہ جو کا ہے تو جو کچھ ادا کیا ہے وہ بمثلہ ثمن کے ہوگا تو دسواں حصہ گر شعیر کا ثابت ہوگا اور دسویں حصہ باطل ہو جائیں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔

فصل بفن:

وصی اور وکیل اور مریض کی بیع و شری کے بیان میں

اگر وصی نے میت کا مال فروخت کیا تو اس کا عہدہ (حمان درک) اس کے ذمہ ہے اور عیب کی وجہ سے اس کو واپس کیا جائے گا۔ اگر کسی نے ایک غلام ہزار درہم کو خرید اور ثمن ادا کرنے سے پہلے اس پر قبضہ کر لیا پھر مشتری سوائے ثمن کے ایک ہزار درہم کا قرض دار ہو کر مر گیا اور سوائے اس غلام کے اس کا کچھ مال نہ تھا پھر وصی نے اس غلام میں کچھ عیب پایا اور بدوں قاضی کے حکم کے بائع کو واپس کر دیا تو قرض خواہ اس تصرف کو نہیں توڑ سکتا ہے اور وصی بائع سے آدھا ثمن لے کر قرض خواہ کو دے گا اور اسی طرح اگر بغیر عیب کے اس نے اقالہ کر لیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر بائع نے وصی سے اس غلام کو واپس نہ لیا یہاں تک کہ قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا پس اگر قاضی دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف ہو تو اس کو واپس نہ کر دے گا بلکہ فروخت کر کے ثمن دونوں کو تقسیم کر دے گا اور بائع نقصان عیب کا ضامن نہ ہوگا نہ قاضی کی بیع کر دینے سے پہلے اور نہ اس کے بعد اور اگر قاضی واقف نہ ہوا اور وصی نے بائع سے عیب کے باب میں جھگڑا کیا تو قاضی عیب کی وجہ سے غلام بائع کو واپس کر دے گا اور جو ثمن بائع کا میت کے اوپر تھا وہ باطل ہو جائے گا پس اگر دوسرے قرض خواہ نے اپنے قرض ہونے پر گواہ پیش کیے تو بائع کہ جس کو غلام واپس دیا گیا ہے مختار کیا جائے گا کہ اگر چاہے تو واپسی کو باقی رکھے اور دوسرے قرض خواہ کو غلام کا آدھا ثمن دے دے پس ثمن دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہو گیا اور چاہے تو واپسی کو توڑ دے اور وہ غلام وصی واپس کر دے تاکہ دونوں کے قرضہ میں فروخت کیا جائے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

۱۔ قال المحرّم وذلک لانما جعل ما نقد من حملۃ الثمن ای عشرہ صاع ماوی من کر المصیر عشرہ لان کل درہم من الحشرۃ عشر الثمن و فیما عشر الدرہم وہو حصۃ المصیر فیکون فی درہم واحد عشر من المصیر غلبت قدر ماوی علی وجہ اسلم و بطل الباقی لانہ صاع بمولہ سلم لم یدفع رأس مالہ فلیجاء الی ۱۲۔

پس اگر قاضی کے واپس کر دینے کے بعد غلام مر گیا ہو یا اس میں کوئی عیب دوسرا بائع کے پاس پیدا ہو گیا ہو یا اس نے اس کو آزاد یا مدبر کر دیا ہو یا باندی کی صورت میں اس کو ام ولد بنالیا ہو تو بائع کو آدھا ٹمن ادا کرنا مستحب ہو کر ضرور ہوگا پس اگر غلام کی قیمت واپسی کے دن اس کے ٹمن سے اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ ایسا ٹونا اٹھاتے ہیں تو وہ غلو کر دی جائے گی اور اگر اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ اس کو نہیں اٹھاتے ہیں تو غلو نہ کی جائے گی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک غلام اپنی صحت میں ہزار درہم کو خریدا اور غلام پر قبضہ کر لیا اور ٹمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ بیمار ہوا اور اس پر ایک ہزار درہم قرض تھے پھر اس نے غلام میں کوئی عیب پایا اور بدوں قاضی کے حکم کے واپس کیا یا بائع سے اقالہ کرنا چاہا اور اس نے اقالہ کر لیا پس اگر مشتری اپنے مرض سے اچھا ہو گیا تو جو کچھ اس نے کیا ہے سب صحیح ہوگا اور اگر مرض سے اچھا نہ ہوا اور مر گیا اور غلام کی قیمت اس کے ٹمن کے برابر یا اس سے کم ہے اور سوائے اس غلام کے اس کا کچھ مال نہیں ہے تو اس کا حکم بھی مثل وصی کی صورت کے ہوگا کہ جب اس نے غلام قاضی کے بدوں حکم کے واپس کر دیا تھا یا اس نے بیع کا اقالہ کر دیا تھا اور غلام کی قیمت اس کے ٹمن کے برابر یا اس سے کم تھی اگر بائع نے غلام کو قبول نہ کیا یہاں تک کہ مشتری نے اپنے مرض کی حالت میں قاضی کے پاس جھگڑا پیش کیا تو قاضی غلام کو واپس کر دے گا خواہ دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف ہو یا نہ ہو پس اگر مشتری اپنی بیماری میں وہ غلام بائع کو واپس کرنے کے بعد مر گیا تو اس کا حکم مثل وصی کی اس صورت کے حکم کے ہے کہ جب اس نے عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے غلام واپس کیا تھا اور قاضی دوسرے قرض خواہ کے قرض سے واقف نہ ہوا تھا لیکن اتنا فرق ہے کہ اس صورت میں اگر غلام کی قیمت اس کے ٹمن سے زیادہ ہوگی تو بائع مختار نہ رہے گا بلکہ واپسی تو زدی جائے گی اور غلام فروخت کر دیا جائے گا اور اس کا ٹمن دونوں کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر بائع نے کہا کہ میں غلام لیے لیتا ہوں اور آدمی قیمت دیتا ہوں تاکہ محاباۃً رفع ہو تو یہ اختیار اس کو نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

بیع کرنے کے وکیل نے اگر کوئی چیز فروخت کی پھر اس سے عیب کے باب میں جھگڑا کیا گیا اور اس نے بیع کو بدوں حکم قاضی کے قبول کیا تو بیع وکیل کے ذمہ پڑے گی اور موکل کے ذمہ نہ ہوگی اور بیع وکیل کی ہو جائے گی اور اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ موکل سے جھگڑا کرے اور اگر اس میں جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ لایا کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہے تو اس کے گواہ قبول نہ کیے جائیں گے اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ عیب ایسا ہو کہ جس کے مثل پیدا ہو سکتا ہے اور اگر وہ عیب قدیمی ہو کہ جس کے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو عامہ روایات بیوع و نکاح و ما ذون میں یہ مذکور ہے کہ وہ وکیل کے ذمہ پڑے گی اور یہی صحیح ہے اور اسی کو فقہ ابو بکر بلخی نے لیا ہے۔ اگر واپس کرنا قاضی کے حکم سے تھا پس اگر گواہ کے ساتھ تھا تو موکل کو لازم ہوگی خواہ عیب قدیمی ہو یا حادث ہو اور اگر واپسی کا حکم وکیل کے قسم سے باز رہنے کی وجہ سے ہو تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک یہی حکم ہے اور اگر وکیل کے اقرار کی وجہ سے قاضی کے حکم سے واپس کی گئی پس اگر وہ عیب ایسا تھا کہ اس کے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہے تو یہ واپسی موکل کے ذمہ ہوگی اور اگر ایسا عیب تھا کہ جس کے مثل پیدا ہو سکتا ہے تو وکیل کے ذمہ پڑے گی اور وکیل کو یہ اختیار ہوگا کہ موکل سے جھگڑا کرے پس اگر وکیل نے اس بات پر گواہ قائم کر دیے کہ یہ عیب موکل کے پاس کا ہے تو وہ شے قاضی موکل کو واپس کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر وکیل کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کو اختیار ہے کہ موکل سے قسم لے پس اگر وہ قسم سے باز رہا تو قاضی اس کو واپس کر دے گا اور اگر اس نے قسم کھالی تو وہ شے وکیل کے ذمہ پڑے گی اور یہ سب جو مذکور ہوا اس صورت میں ہے کہ وکیل آزاد اور عاقل ہو اور اگر منکاتب یا ایسا غلام ہو کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہو تو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا جھگڑا انہی دونوں کے ساتھ رہے گا اور وہ

دونوں اپنے مولیٰ پر رجوع نہیں کر سکتے ہیں لیکن وہ غلام کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی ہے اس شخص کے عوض فروخت ہوگا اور مکاتب کے ذمہ قرض لازم ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار وکیل کو ہے اور اسی کو واپس بھی دیا جائے گا تا وقتیکہ وہ زندہ اور اتنا عاقل ہو کہ عہدہ دکالت لازم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اگر اس عہدہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس طرح کہ مجبور غلام ہو یا لڑکا ہو تو مکمل کو واپس کیا جائے گا پس اگر وکیل اس عہدہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور وہ مر گیا اور کوئی وارث یا وصی نہ چھوڑا تو مکمل کو واپس کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے شخص کے غلام کو یہ حکم دیا کہ تو اپنے آپ کو اپنے مالک سے میرے واسطے ہزار درہم کو خرید اس نے کہا کہ اچھا پس وہ اپنے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ کو میرے ہاتھ فلاں شخص کے واسطے ہزار درہم کو فروخت کر دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو وہ غلام حکم کرنے والے کا ہوگا پس اگر اس نے غلام میں کوئی عیب پایا اور بائع سے جھگڑا کرنا چاہا پس اگر غلام کو اپنے آپ کو خریدنے کے دن یہ عیب معلوم تھا تو اس کی وجہ سے واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر غلام کو معلوم نہ تھا تو حکم کرنے والے کو واپس کرنے کا اختیار ہے اور وہی غلام اس میں والی خصوصیت ہوگا اور خود غلام کو بدوں حکم کرنے والے کی رائے دریافت کرنے کے واپس کرنے کا اختیار ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

خرید کے وکیل نے اگر کوئی باندی مکمل کے واسطے خریدی اور اس کو مکمل کے سپرد نہ کیا یہاں تک کہ اس میں کوئی عیب پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہے خواہ مکمل حاضر ہو یا غائب ہو اور مکمل کو سپرد کر دینے کے بعد اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن اگر مکمل حکم کر دے تو ہو سکتا ہے پس اگر پہلی صورت میں بائع نے یہ دعویٰ کیا کہ مکمل اس عیب پر راضی ہو گیا ہے اور مکمل وہاں موجود نہ تھا اور بائع نے وکیل یا مکمل کی قسم طلب کی تو ہمارے نزدیک اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جبکہ وکیل سے قسم نہ لی گئی اور وکیل نے باندی بائع کو واپس کر دی پھر مکمل حاضر ہوا اور اپنے رضامند ہونے کا دعویٰ کیا اور باندی کو بائع کے پاس سے واپس کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے تو اس کے گواہ قبول کیے جائیں گے اور اگر وکیل نے اقرار کیا کہ مکمل عیب پر راضی ہو گیا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہے یہاں تک کہ اس کو جھگڑا کرنے کا حق نہ رہے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر وکیل نے یہ اقرار کیا کہ مکمل نے بائع کو عیب سے بری کر دیا تو اس کے اقرار کی اس کی ذات پر تصدیق کی جائے گی اور مجمع اس کے ذمہ پڑے گی لیکن اگر مکمل لینے پر راضی ہو جائے یا اس بات پر گواہ قائم ہوں کہ مکمل نے بائع کو عیب سے بری کیا تو مکمل کو لازم ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر اس مسئلہ میں خرید کے وکیل کی جگہ عیب میں خصوصیت کرنے کا وکیل ہو اور بائع دعویٰ کرے کہ مشتری عیب پر راضی ہو گیا ہے تو وکیل کو اس کے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہاں تک کہ مکمل خود حاضر ہو کر قسم لکھائے یہ محیط میں لکھا ہے۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی چیز خریدی اور اس کو مکمل کے سپرد کر دیا اور مکمل نے اس میں کچھ عیب پایا تو وکیل کو واپس کر دے پھر وکیل بائع کو واپس کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی چیز خریدی اور اس میں قبضہ سے پہلے کچھ عیب پایا اور بائع کو عیب سے بری کر دیا تو جائز ہے اور مجمع مکمل کو لازم ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد ایسا کیا تو مجمع وکیل کو لازم ہوگی نہ مکمل کو کذا فی الخلاصہ جس شخص نے وکیل سے خریدا ہو وہ عیب کی وجہ سے وکیل ہی کو واپس کرے گا اگرچہ شخص مکمل کے پاس پہنچ گیا ہو یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ خرید کے وکیل نے اگر کوئی ایسا غلام خریدا جس کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا گیا تھا پھر قبضہ سے پہلے اس کے عیب پر واقف ہوا تو وکیل کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے خواہ عیب تھوڑا ہو یا بہت ہو پس اگر اس نے واپس کر دیا تو واپس ہو جائے گا اور اگر عیب پر راضی ہو گیا پس عیب اگر تھوڑا ہو تو

بیع موکل پر نافذ ہوگی اور اگر بہت ہو تو وکیل کے ذمہ ہوگی اور یہ استحسان ہے لیکن اگر موکل راضی ہو جائے تو بیع کا نفاذ اسی پر ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔

منفلی میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے قول کے موافق اگر بیع مع عیب کے اس قدر من کے جس کے عوض خریدی گئی ہے برابر ہو اور وکیل اس پر راضی ہو جائے تو بیع موکل کے ذمہ پڑے گی اور زیادات میں ہے کہ اگر قبضہ سے پہلے وکیل عیب پر راضی ہو گیا تو بیع موکل کو لازم ہوگی اور اگر قبضہ کے بعد راضی ہو تو وکیل کے ذمہ پڑے گی موکل کو لازم نہ ہوگی اور اس میں تفصیل تھوڑے عیب اور بہت کی مذکور نہیں ہے اور صحیح وہ ہے کہ جو منفلی میں مذکور ہے خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر موکل نے عیب دیکھنے کے بعد وکیل سے کہا کہ میں اس عیب پر راضی نہیں ہوتا ہوں پھر وکیل اس پر راضی ہو گیا تو موکل کو اختیار ہے کہ بیع اس کے ذمہ ڈالے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ منفلی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام بھگوا ہے اور یہ معلوم نہ ہوا کہ وکیل کا یہ اقرار وکیل ہونے سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے پھر اس نے غلام کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر وہ شخص وکیل کی گفتگو پر مطلع ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ وکیل کو واپس کر دے اور وکیل اپنے موکل کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر مشتری نے وکیل کا یہ اقرار کیا کہ یہ غلام بھگوا ہے بیع کرنے سے پہلے سنا تھا پھر وہ غلام اس سے خرید کیا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وکیل کو واپس کرے یہ بیع میں لکھا ہے۔ اگر وکیل سے خرید کرنے والے شخص نے غلام میں کوئی عیب پایا تو اپنا من وکیل سے لے گا اگر اس کو ادا کر چکا ہو اور اگر موکل کو ادا کیا ہے تو موکل سے لے گا یہ وجہ کر دری میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خرید اور اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے اس میں عیب پایا اور اس کو پہلے مشتری کو واپس کر دیا پس اگر اس نے قبضہ سے پہلے قاضی کے حکم یا بائع کی رضامندی سے واپس کیا ہے تو پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دوسرے مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا تھا پھر مشتری کو واپس کیا پس اگر یہ واپس بقضائے قاضی بگواہان ہو یا پہلے مشتری کے قسم سے انکار کرنے پر یا عیب کے اقرار کرنے پر واقع ہوئی تو پہلے مشتری کو واپس کر دینے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عیب پہلے بائع کے پاس کا ہے اور بقضائے قاضی یا اقرار عیب کے معنی یہ ہیں کہ مشتری اول نے اقرار سے انکار کیا پھر وہ اقرار بگواہ ثابت کیا گیا اور اگر اس کو پہلے مشتری کی رضامندی سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ جو عیب ایسے ہیں کہ پیدا ہو سکتے ہیں جیسے مرض وغیرہ اور جو عیب کہ نہیں پیدا ہو سکتے ہیں جیسے زائد انگلی دونوں کا حکم یکساں ہے یہ کافی میں لکھا ہے منفلی میں مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک دار خرید اور اس کو کسی شخص سے بیع سلم ٹھہرائی پھر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پھر اس دار میں کوئی عیب پایا تو اس کو اختیار ہے کہ دار اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دونوں جدا نہ ہوئے اور ان دونوں نے بیع سلم توڑ دی تو بھی اس کو یہ اختیار ہے کہ بائع کو واپس کر دے اور یہ حکم ضروری ہے کہ امام محمد کے قول کے موافق ہو کیونکہ قبضہ سے پہلے عقار کی بیع ان کے نزدیک ناجائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ کسی شخص نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درہم کو خرید اور اس پر قبضہ کیا پھر اسے سودیتار کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دوسرے مشتری نے اپنے بائع سے ملاقات کر کے چپاس دینار من میں زیادہ کر دیے اور زیادتی صحیح ہوئی اور مشتری نے وہ زیادتی بائع کو دے دی پھر دوسرے مشتری نے غلام میں کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اسی بائع کو واپس کر دیا تو اپنا من اور زیادتی واپس کرے اور پہلے مشتری کو یہ اختیار ہوگا۔ اپنے بائع کو واپس کر دے یہ بیع میں لکھا ہے۔

ایسی صورت میں اگر بائع اور مشتری دونوں نے دوبارہ از سر نو پہلے من سے کم یا زیادہ پر بیع کی پھر اس کو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کرے خواہ یہ عیب ایسا ہو کہ اس کے مثل پیدا ہو سکتا ہے یا

نہیں ہو سکتا ہے یہ غلام میں لکھا ہے اور ایسی صورت میں اگر دوسرے مشتری نے مٹن میں ایک معین اسباب بڑھا دیا پھر اس نے غلام میں کوئی عیب پایا اور قاضی کے حکم سے پہلے مشتری کو واپس کر دیا تو پہلا مشتری پہلے بائع کو واپس کر سکتا ہے اور اگر دوسرے مشتری نے غلام میں کوئی عیب نہ پایا لیکن وہ اسباب دوسرے بائع کے قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہو گیا اور قیمت اسباب کی پچاس دینار تھی تو ایک تہائی غلام کا عقد بیع ٹوٹ جائے گا اور یہ تہائی دوسرے بائع کی ملک میں آجائے گی پس اگر دوسرے مشتری نے اس کے بعد غلام میں کوئی عیب پایا اور باقی دو تہائی قاضی کے حکم سے دوسرے بائع کو واپس کر دیا تو دوسرے بائع کو یہ اختیار ہے کہ وہ غلام اسی عیب کی وجہ سے پہلے بائع کو واپس کر دے اور اگر وہ اسباب تلف نہ ہوا ہو لیکن مشتری نے تہائی غلام میں بیع کا قائلہ کر لیا پھر باقی میں عیب پایا تو دوسرا مشتری اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور قسم کھالی اور پہلے مشتری نے ترک خصوصیت پر عزم کر لیا اور غلام کو اپنے پاس رکھا پھر غلام میں کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے بائع کو واپس کر دے اور اگر دوسرے مشتری نے بیع سے انکار کیا اور پہلے مشتری نے ترک خصوصیت پر عزم کیا اور قسم کھالی اور دوسرے مشتری سے قسم نہ کھلائی پھر غلام میں کوئی ایسا عیب پایا جو پہلے بائع کے پاس کا ہے تو اس کو اختیار نہیں ہے کہ بائع اؤل کو واپس کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مشتری کو جب یہ بات معلوم ہے کہ وہ بیع کے دعویٰ کرنے میں صادق ہے تو اس کو اپنا یہ معاملہ اللہ کے نزدیک سمجھ کر واپس کرنے کی گنجائش نہیں ہے لیکن اگر اس نے اس بات کا عزم کیا کہ میں اگر کبھی گواہ بھی لاؤں گا تو بھی دوسرے مشتری سے جھگڑا نہ کروں گا تو اللہ کے نزدیک بھی اس کو واپس کرنے کی گنجائش ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اسی صورت میں اگر دوسرے مشتری نے بیع واقع ہونے کی تصدیق کی پھر کہا کہ وہ بطور تلخیص کے تھی یا اس میں خیار شرط یا خیار رویت تھا یا وہ بیع فاسد تھی کہ ٹوٹ گئی تو بھی پہلا مشتری عیب کی وجہ سے بائع کو واپس کر سکتا ہے اور اگر بیع کے اقرار کے بعد دونوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ اس بیع کے ساتھ خیار کی شرط بھی پھر اس کو خیار والے نے توڑ دیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر دونوں نے قاضی کے سامنے بیع کا اقرار کیا پھر دونوں اپنے اس اقرار سے یوں پھر گئے کہ ہم نے کچھ اقرار نہیں کیا ہے تو قاضی ان دونوں کا انکار بیع کے فتح میں شمار کرے گا یہاں تک کہ اگر دوسرا مشتری غلام کو اپنے پاس رکھے یا آزاد کرنے کا ارادہ کرے تو صحیح نہ ہوگا اور دوسرا بائع پہلے کو عیب کی وجہ سے واپس نہ کر سکے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اور اس میں کوئی عیب پایا اور اس کو واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے یہ اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا خواہ وہ فلاں شخص حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر بائع نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ مشتری نے یہ غلام اس شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے اور وہ شخص موجود تھا لیکن دونوں خرید فروخت سے انکار کرتے تھے تو پہلا مشتری واپس نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام بارہ دینار کو چکایا اور بائع نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے وہ تجھ کو بہہ کر دیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر کے بارہ دینار بائع کو بہہ کر دیے اور اس نے اپنے قبضہ میں لے لیے پھر مشتری یعنی جس کو بہہ کیا گیا ہے اس نے غلام میں کوئی عیب پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے کذا فی القلیہ۔

باب نہم:

ان چیزوں کے بیان میں جن کی بیع جائز ہے اور جن کی بیع جائز نہیں ہے

اس میں دس فصلیں ہیں

فصل اول:

دین کی بیع بعوض دین کے اور ثمنوں کی بیع اور قبضہ سے پہلے بسبب جدا ہو جانے

کے عقد کے باطل ہو جانے کے بیان میں

دین کی بیع بعوض دین کے جائز ہے جبکہ دونوں بدل پر حقیقتاً یا حکماً قبضہ ہونے کے بعد یا ایک پر حقیقتاً اور دوسرے پر حکماً قبضہ ہونے کے بعد دونوں شخص مجلس سے جدا ہوں خواہ وہ بیع صرف ہو یا نہ ہو اور دونوں بدل پر حقیقتاً قبضہ ہونے کی یہ صورت ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک دینار دس درہم کو خریدایا یہاں تک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دونوں کے حضور میں درہم موجود نہ تھے پھر دونوں اسی مجلس میں ایک دوسرے کو ادا کر کے جدا ہوئے تو یہ بیع جائز ہے اور اس طرح اگر پیسے یا طعام بعوض درہم کے خرید اور یہ بیع صرف نہ ہوئی اور یہ چیزیں ان دونوں کے حضور میں موجود نہ تھیں پھر اسی مجلس میں دونوں ایک دوسرے کو ادا کر کے جدا ہوئے تو جائز ہے اور دونوں بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونے کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درہم قرض تھے اور اس کا اس پر ایک دینار قرض تھا پھر ایک نے اپنا قرض بعوض دوسرے قرضہ کے خریدایا یہاں تک کہ یہ صورت بیع صرف کی ہوئی یا بیع صرف کی صورت نہ واقع ہو اس طرح پر کہ کسی کے دوسرے پر پیسے یا طعام قرض تھا اور دوسرے کے اس شخص پر چند درہم قرض تھے پھر ہر ایک نے اپنے قرضہ کو بعوض دوسرے کے قرضہ کے خرید لیا اور جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور ایک بدل پر حقیقتاً اور دوسرے پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد جدا ہونے کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص پر دوسرے کے دس درہم قرض تھے پس اس قرض دار نے ان قرض کے درہم کو ایک دینار کے عوض مول لیا اور دینار ادا کر دیا اور مجلس سے جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اس طرح اگر کسی شخص کے دوسرے پر کچھ گہوں قرض تھے پھر ان گہوؤں کے قرض دار نے ان گہوؤں کو چند درہم کے عوض قرض خواہ سے مول لیا اور وہ درہم اسی مجلس میں ادا کر دیے تو جائز ہے اور صلح الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ اس گہوؤں کے مسئلہ میں بیع جائز نہ ہوگی اگرچہ درہم اسی مجلس میں ادا کر دے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو صلح الفتاویٰ میں مذکور ہے یہ اس صورت پر محمول ہے کہ وہ گہوؤں اس شخص پر بطریق بیع سلم کے تھے اور اگر یہ گہوؤں بطریق قرضہ کے ہوں یا کسی بیع کا ثمن ہوں تو جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے بیع جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر فقط ایک بدل پر حقیقتاً یا حکماً قبضہ ہونے کے بعد دونوں جدا ہو جائیں پس اگر اس ایک بدل پر حقیقتاً قبضہ ہونے کے بعد دونوں جدا ہوئے تو سوائے بیع صرف کے اور بیع میں جائز ہے اور بیع صرف میں جائز نہیں ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایک دینار دس درہم کو خریدایا یہاں تک کہ بیع صرف واقع ہوئی پھر دینار پر قبضہ کر لیا اور دس درہم سپرد نہ کیے یا دس درہم پر قبضہ کر لیا اور دینار سپرد نہ کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر پیسے یا طعام بعوض درہم کے خریدایا یہاں تک کہ بیع صرف نہ واقع ہوئی اور ایک بدل پر حقیقتاً قبضہ کرنے کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر فقط ایک بدل پر حکماً قبضہ کرنے کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز نہیں ہے خواہ بیع صرف ہو یا نہ ہو اور اس کا بیان یہ ہے کہ کسی شخص کا دوسرے پر ایک دینار قرض تھا اور اس دینار کے قرض دار نے اس کو دس درہم کو مول لیا یہاں تک کہ بیع صرف واقع ہوئی اور دس درہم ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو یہ بیع صرف باطل

ہے اور یہ اس طرح اگر اس کے پیسے یا طعام قرض تھا اور اس پیسے یا طعام کے قرض دار نے چند درہموں کو خرید اور درہم ادا کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی اور ایسی فصل کا یا درکھنا واجب ہے حالانکہ لوگ اس سے غافل ہیں کذا فی الذخیرہ۔

کسی نے دوسرے سے ہزار درہم بعوض سودینار کے مول لیے اور درہموں کے خریدار نے دینار ادا کر دیے اور درہم بیچنے والے نے درہموں کو نہ ادا کیا اور اس درہم بیچنے والے کے درہم والے پر اس بیع صرف واقع ہونے کے پہلے سے ہزار درہم قرض تھے پھر اس درہم بیچنے والے نے اس کے خریدار سے کہا کہ میرے قرضہ کے ہزار درہم جو تجھ پر واجب ہیں اس عقد صرف میں جو درہم تجھ پر واجب ہوئے ہیں ان میں بطور مقاصد لگالے اور مشتری اس پر راضی ہو گیا تو یہ بیع صرف استحساناً جائز ہے اور بیع صرف واقع ہونے کے بعد بسبب خرید کے جو قرضہ واجب ہو اس کے مقاصد کر لینے میں اختلاف ہے مثلاً کسی نے دوسرے سے چند درہم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دینار اس کو ادا کر دیا اور درہموں پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اس درہم خریدنے والے نے درہم فروخت کرنے والے سے بعوض اتنے درہموں کے ایک کپڑا خرید اپھر درہموں کے بائع نے درہموں کے مشتری سے یہ کہا کہ جو میرے درہم تجھ پر اس کپڑے کے عوض واجب ہوئے ان کو تو ان درہموں میں لگا لے جو تیرے درہم مجھ پر بیع صرف کی وجہ سے واجب ہوئے ہیں اور دونوں اس پر راضی ہو گئے تو ابوسلیمان کی روایت میں مذکور ہے کہ یہ بیع جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک معین پیسہ دو معین پیسوں کے عوض بیچا تو معین ہونے کے سبب سے بیع جائز ہے یہاں تک کہ اگر قبضہ سے پہلے ایک تلف ہو جائے تو بیع باطل ہو جائے گی اور اگر دونوں میں سے کوئی شخص اس کے مثل ادا کرنا چاہے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ شرح لمحاوی میں لکھا ہے۔ اگر ایک غیر معین پیسہ بعوض دو غیر معین پیسوں کے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ دونوں اسی مجلس میں قبضہ کر لیں اور اگر ایک معین پیسہ بعوض دو غیر معین پیسوں کے عوض بیچا یا اس کا الٹا کیا تو جائز نہیں تا وقتیکہ جو قرض ہے اس پر اسی مجلس میں قبضہ نہ ہو جائے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

امام اجل مجلس الانسار طوائف فرماتے تھے کہ جو حکم ان پیسوں کا مذکور ہوا وہی حکم بخارا کے درہموں کا ہے یعنی عقار و نقد کا اور ایسا ہی حکم رصاص اور ستوق کا ہے اور مشائخ نے کہا ہے کہ عدالی کا بھی ایسا ہی حکم ہونا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک عدالی وغیرہ بعوض دو عدالی وغیرہ کے فروخت کیا پس اگر ہاتھوں ہاتھ لین دین ہوا تو جائز ہے یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے یہ غیاثہ میں لکھا ہے۔ اگر چند پیسوں کو بعوض درہموں کے اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک کو دونوں میں سے اختیار حاصل ہے اور دونوں قبضہ کر کے جدا ہو گئے تو بیع باطل ہوگئی اور اگر اختیار دونوں میں سے ایک کا ہو تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک بیع جائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور قدوری نے بھی اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کچھ پیسے بعوض پیسوں کے اس شرط پر خریدے کہ دونوں کو اختیار حاصل ہے اور دونوں قبضہ کر کے جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک کے واسطے اختیار کی شرط ہو تو بیع جائز ہے قدوری نے کہا کہ واجب ہے کہ یہ قول امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ دونوں کا ہو اور مراد قدوری کی یہ ہے کہ جب اختیار ایک کا ہو تو دونوں کے نزدیک بیع جائز ہونی چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک پیسہ معین دو معین پیسوں کے ایسے مقام پر خریدا کہ جہاں ان پیسوں کا رواج نہیں ہے پس اگر یہ پیسے معین تھے تو جائز ہے اور اگر معین نہ تھے تو جائز نہیں ہے۔

نائب یا تول کی چیزوں میں سوائے درہم اور دینار اور فلوس کے اگر قرضہ ہوں تو کیا حکم ہے؟

امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک ٹکڑا طعام قرض لیا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر قرض لینے والے نے

قرض دینے والے سے وہ گرجو اس پر قرض ہے سود رہم کو خرید لیا تو جائز ہے اور اس قرض دینے والے پر قرض لینے والے کا اسی گرجے مانند دوسرا گرجا واجب ہوگا پس اس کی خرید صحیح ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر گرجے کے قرض دار کے سوائے دوسرے شخص نے وہ گرجا خریدا تو جائز نہیں ہے اور جب اس صورت میں خرید جائز ہوگئی پس اگر ان سود رہموں کو اسی مجلس میں نقد ادا کر دیا تو خرید پوری ہوگئی اور اگر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو خرید باطل ہوگئی اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر قرض لینے والے کا قرض دینے والے پر بھی کوئی گرجہوں کا آتا ہو پھر ہر ایک نے دونوں میں سے اپنے قرضہ کو بعض دوسرے قرضہ کے خریدار اور دونوں جدا ہو گئے کیونکہ ایسی صورت میں بیع جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم کتاب میں مذکور ہوا امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قرضہ کا گرجہوں کا قرض لینے والے کی ملک نہ ہوگا جب تک کہ بعد قبضہ کے وہ اس کو نابود نہ کرے پس فی الحال قرض لینے والے کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں پس خرید صحیح نہ ہوگی اور جب اس نے اس کو نابود کر دیا پھر اب اس سے خرید اتو بلا اختلاف خریدنا صحیح ہے پھر اگر مشتری یعنی قرض لینے والے نے سود رہم اسی مجلس میں ادا کر دیے پھر اس قبضہ کے گرجے میں کچھ عیب پایا تو اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے بلکہ شمن میں سے نقصان عیب واپس لے گا اور اگر وہ قرض کہ جس پر قبضہ ہو چکا ہے تلف ہو گیا ہو تو اس کا حکم وہی ہوگا جو ہم نے ذکر کیا ہے لیکن پہلی صورت میں اختلاف ہوگا اور دوسری صورت میں اجماع ہوگا اور اس طرح ہر ناپ یا قول کی چیزوں میں سوائے درہم اور دینار اور فلس کے اگر قرضہ ہوں تو یہی حکم ہے اور اگر قرض لینے والے نے اس گرجے کو جو اس پر قرض ہے اسی کے مانند دوسرے گرجے عوض خرید اتو خرید جائز ہے بشرطیکہ یہ کر عین نقد ہو اور اگر دینے ہوگا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر اسی مجلس میں قبضہ ہو جائے تو جائز ہوگا پس اگر قرض لینے والے نے قرض میں کچھ عیب پایا تو پہلی صورت کے برخلاف اس کو واپس نہیں کر سکتا اور نہ اس کا نقصان عیب لے سکتا ہے اور اگر قرض لینے والے نے قرض لیے ہوئے گرجے کو بھینہ خریدا حالانکہ اس پر اس کا قبضہ ہو چکا ہے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک خریدنا صحیح نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے اور اگر قرض دینے والے نے قرض لینے والے سے اسی کو خرید لیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر صحیح نہیں ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے دوسرے کو ہزار درہم اس شرط پر قرض دیے کہ یہ سب کھرے ہیں اور اس نے ان پر قبضہ کر لیا پھر اس قرض لینے والے نے قرض دینے والے سے وہ درہم بعض دس دینار کے خریدے تو صحیح ہے پھر جبکہ یہاں بالاتفاق خرید صحیح ہوگئی پس اگر اس نے دینار اسی مجلس میں ادا نہ کیے اور دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہوگئی اور اگر دیناروں پر اسی مجلس میں قبضہ کر لیا تو بیع پوری ہوگئی پس اگر قرج لینے والے نے وہ قرض کے درہم ز پوف یا نہرہ پائے تو ان کو واپس نہیں کر سکتا اور نقصان عیب بھی نہیں لے سکتا ہے یہ تار خانہ میں لکھا ہے۔ کسی شخص کے پاس دس درہم ثابت تھے اور اس نے کسی شخص کے ہاتھ بارہ ٹوٹے ہوئے درہموں کے عوض فروخت کرنا چاہا تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر اس کے جائز ہونے کا حیلہ تلاش کرے تو حیلہ یہ ہے کہ اس سے بارہ درہم ٹوٹے ہوئے قرض لے اور دس درہم پر قبضہ کر کے پھر وہ درہم اس سے معاف کرالے یہ حسامیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے پر کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا کہ جو ناپ یا تول یا شمار کی جاتی ہے اور مدعا علیہ نے مدعی سے وہ چیز سودینار کو خریدی پھر باہم دونوں نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہیں آتا تھا تو بیع باطل ہے خواہ وہ دونوں جدا ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں اور اگر درہم یا دینار یا پیسے اپنے دعویٰ میں بیان کیے اور ان کو مدعا علیہ نے بعض درہموں کے خریدار اور درہم ادا کر دیے پھر دونوں نے سچا اقرار کیا کہ مدعی کا مدعا علیہ پر کچھ نہیں چاہیے تھا پس درہم اور دینار کی

۱۔ نابود کرنے سے یہ مراد ہے کہ کسی طور سے خواہ اشتقاق حاصل کرنے میں یا کسی اور طور سے اس کو معدوم کرے ۱۲۔ ح یعنی اگر تلف نہ ہوا ہو ۱۳۔

۱۴۔ جبکہ تلف ہو چکا ہے ۱۵۔ قولہ دین یعنی وصف بیان کر کے اپنے ذمہ ٹھہرایا ہو ۱۶۔ ح کیونکہ اس کی ملک ہو چکا ہے ۱۷۔

صورت میں اگر دونوں جدا نہ ہوئے اور اسی مجلس میں جو خریدا ہے اس کے مانند لے لیا تو بیع ہو جائے گی اور اگر مجلس سے جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی اور بیسوں کی صورت میں عقد بیع باطل نہ ہوگا اگرچہ جس چیز کو خریدا ہے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے مجلس سے جدا ہو گئے ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر ایک بڑا درہم بعض چھوٹے درہم کے یا ایک جید درہم بعض ردی درہم کے فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ اس میں ان دونوں کی کوئی ٹھیک غرض ہے لیکن اگر دونوں درہم مقدار اور صفت میں برابر ہوں تو بعضوں نے کہا ہے کہ ایک کی دوسرے کے ساتھ بیع ناجائز ہے اور اسی کی طرف امام محمدؒ نے کتاب میں اشارہ فرمایا ہے اور امام ابو احمد حاکمؒ اسی پر فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے۔ مکہ کے درہم تین طرح کے ہوتے ہیں ایک یہ کہ دو تہائی پیتل اور ایک تہائی چاندی ہو یا تین چوتھائی پیتل اور چوتھائی چاندی ہو یا پانچ چھٹا پیتل اور چھٹا چاندی ہو یا پیتل ہی اس میں اکثر ہو اور دوسری قسم اس کی یہ ہے کہ دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو یا تین چوتھائی چاندی اور چوتھائی پیتل ہو یا چاندی ہی اس میں اکثر ہو اور تیسری قسم یہ ہے کہ پیتل اور چاندی برابر ہو آدھا یہ اور آدھا وہ پس پہلی قسم کے درہم دو مختلف چیزیں پیتل اور چاندی کے حکم میں گنے جائیں گے اور دونوں میں سے کوئی چیز کسی کی تابع نہ ہوگی اور ہر ایک کا حکم علیحدہ اعتبار کیا جائے گا اور اگر اس قسم کے درہموں سے خالص چاندی یا جو چیز خالص چاندی کے حکم میں ہے خریدی پس اگر خالص چاندی کا وزن اس چاندی سے جو درہموں میں ہے کم ہو یا علیحدہ چاندی کا وزن اس چاندی سے جو درہموں میں ہے برابر ہو یا اس کا وزن معلوم نہ ہو تو ہمارے علماء کے نزدیک بیع جائز نہ ہوگی۔ اگر خالص چاندی کا وزن اس چاندی سے جو درہموں میں ہے زیادہ ہو تو بیع جائز ہوگی اور چاندی کے مقابل چاندی ہو جائے گی اور خالص چاندی میں جو زیادتی ہے وہ پیتل کے مقابلہ میں ہو جائے گی اور ایسی بیع میں صرف کی شرطیں مستبر ہوں گی یہاں تک کہ اگر کوئی شرط اس کی شرطوں میں سے رعایت نہ کی گئی تو بیع صرف فاسد اور پیتل کے حق میں بھی باطل ہو جائے گی اور اگر ایسے قسم کے درہموں سے سونا خریدا تو ہر طرح جائز ہے مگر بیع صرف کی شرطوں میں سے اگر کوئی شرط فوت ہوئی تو بیع صرف باطل ہوگی اور پیتل کی بیع بھی باطل ہو جائے گی اور اگر اس قسم کے درہموں میں بعض کو بعض کے ساتھ فروخت کیا تو برابری کے ساتھ یا بڑھتی کے ساتھ ہر طرح جائز ہے اور دونوں پر قبضہ کر لینا اس بیع کی شرط سے ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر ایسے درہم کہ جس میں اکثر میل ہے اور کم چاندی ہے بعض اسی جنس کے درہموں کے خریدے اور دونوں میں سے ایک ادھار رکھے گئے تو بیع جائز نہیں ہے اگرچہ یہ درہم رائج ہوں اور اسی طرح اگر دو مختلف جنسوں کے ہوں اور ایک بدل ادھار رکھا جائے تو بیع جائز نہ ہوگی اور اس طرح جن کو ادا کیا ہے اگر وہ درہم رائج ہوں اور جو ادھار ہیں وہ غیر رائج ہوں تو بھی جائز نہیں ہے یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔ دوسری صورت کے درہموں میں کہ جن کے میل میں چاندی غالب ہے اس طرح کہ دو ٹکٹ چاندی اور ایک ٹکٹ پیتل ہے اور وہ خالص چاندی کے بدلے فروخت ہوئے تو برابر برابر کے سوائے جائز نہیں ہے کذا فی الذخیرۃ۔ اس طرح بعض درہم اس قسم کے اگر اسی قسم کے بعض کے ساتھ فروخت ہوں تو سوائے برابر برابر کے جائز نہیں ہے۔ یہ بدائع میں لکھا ہے اور تیسری صورت کے درہموں میں کہ جس میں آدمی چاندی اور آدھا پیتل ہے اور وہ خالص چاندی کے عوض فروخت ہوئے پس اگر وہ چاندی جو درہموں میں ہے پیتل سے زائد ہے تو اس کی بیع خالص چاندی کے ساتھ فقط برابر برابر جائز ہے اور اگر چاندی غالب نہ ہو بلکہ پیتل اور چاندی ٹھیک برابر ہوں تو اس کا حکم پہلی قسم کے حکم کے موافق ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور ان درہموں کے عوض بیع کرنا یا ان کا قرض دینا جائز نہیں ہے مگر وزن ہی کے حساب سے لیکن اگر خرید فروخت میں ان کی طرف اشارہ کر دیا گیا تو یہ ان کی مقدار اور وصف کا بیان ہو جائے گا جیسا جید کی

۱۔ حاکم بعض نے فرمایا کہ حاکم فقہ وہ ہے کہ سوا کچھ جزیات یا درکھتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ جمع پر حاوی ہو یا بحکم تعریف مختلف ہے جیسا کہ حاکم حدیث کی تعریف میں اختلاف ہے فصل فی الجہد باب ۱۲۔ ح۔ خواہ از جانب مشتری از جانب بائع ۱۳۔ ح۔ یہ چاندی کے حکم میں ہیں ۱۴۔

طرف اشارہ کرنے سے ایسا ہے ہوتا ہے۔ اگر سپرد کرنے سے پہلے ایسے درہم تلف ہو جائیں تو بیع نہ ٹوٹے گی اور بیع صرف میں دس درہموں کا حکم ان درہموں کے مانند ہے کہ جن میں میل اکثر ہے یہاں تک کہ اگر ان درہموں کو ان کی جنس سے فروخت کیا جائے تو اعتبار کے ساتھ جائز ہے اور اگر خالص چاندی کے عوض فروخت کیا جائے تو جائز نہ ہوگا تا وقتیکہ خالص چاندی درہموں کی چاندی سے زائد نہ ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ جامع میں ہے کہ اگر درہموں میں دو تہائی پیتل اور ایک تہائی چاندی ہو اور اس کے عوض کسی شخص نے کچھ اسباب وزن سے خریدا تو ہر حال میں جائز ہے اور یہ درہم متعین نہ ہوں گے اور اگر ان درہموں میں سے چند درہموں کے عوض بدوں معین کیے ہوئے گنتی سے خریدا حالانکہ یہ درہم ان کے درمیان میں وزن کے حساب سے ہیں تو ایسی بیع میں کچھ خیر نہیں ہے اور اگر ان کو معین کر کے گنتی سے خریدا تو اس میں کچھ خوف نہیں ہے اگرچہ لوگوں میں ان کے ساتھ باہم بیع کرنا وزن سے جاری ہو پھر اس کے بعد اگر ان کے سوائے دوسرے درہم ادا کیے تو ان درہموں کے وزن کی حاجت ہوگی اور اگر انہی درہموں کو ادا کیا تو بدوں وزن کے ادا کرنا صحیح ہے جیسا کہ خالص درہموں میں ہوتا ہے اور اگر ان درہموں کو معین کیا اور ان کا شمار رکھ دیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے یہ اسباب بعض اتنے درہموں کے خریدا کہ ان کا اتنا وزن ہے۔ لوگوں میں ان کے ہم وزن سے فروخت کرنے کی عادت جاری تھی تو یہ وزن پر رہے گا۔ اور اگر لوگوں میں ان کی گنتی سے فروخت کی عادت جاری تھی پس اگر ان کو بدوں معین کیے گنتی کی راہ سے ان کے عوض کوئی چیز خریدی تو جائز ہے اگرچہ ان میں ہلکے اور بھاری ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مسئلہ مذکورہ میں بیع کس صورت میں باطل قرار پائے گی؟

اگر درہم اس قسم کے ہوں کہ اس میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو تو یہ درہم بمنزلہ زیوف اور بب نہرہ کے ہیں اور اگر ان کے عوض کوئی چیز خرید یہ پس اگر یہ اشارہ سے معین نہ تھے تو خرید جائز نہیں ہے مگر وزن کی راہ سے جائز ہے جیسا کہ کل کھوٹی چاندی ہونے کی صورت میں جائز ہوتی ہے اور اگر درہموں کو اشارہ سے معین کر دیا تو بدوں وزن کرنے کے ان کے عوض خرید کرنا جائز ہے اور اگر درہم ایسے ہوں کہ ان میں آدمی چاندی اور آدھا پیتل ہو تو ان کا حکم باطل ان درہموں کے مانند ہے کہ جن میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی پیتل ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایسے درہموں کے ساتھ کوئی اسباب خرید پھر ان درہموں کا رواج جاتا رہا اور لوگوں نے ان درہموں کے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیا تو امام اعظم کے نزدیک بیع باطل ہو جائے گی پھر غور کیا جائے گا کہ اگر بیع بعینہ موجود ہے تو بائع اس کو لے لے گا اور اگر تلف ہوگئی ہو تو مشتری اس کی اس قیمت کا ضامن ہوگا جو قبضہ کے دن تھی اور صاحبین نے کہا کہ بیع جائز رہے گی لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری پر وہ قیمت واجب ہوگی جو قبضہ کے دن تھی اور امام محمد کے نزدیک اس آخر دن میں جو قیمت تھی کہ جب تک لوگوں نے ان درہموں کے ساتھ معاملہ رکھا تھا واجب ہوگی اور اگر پیسوں کے عوض کوئی چیز خریدی پھر ان پیسوں کا رواج جاتا رہا تو اس میں بھی اسی قسم کا اختلاف ہے یہ نیا بیع میں لکھا ہے اور عیون میں شرط مذکور ہے کہ نارواجی تمام ملک میں ہو اور اگر بعض شہر میں ہو اور بعض میں نہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک بیع باطل نہ ہوگی اور مشائخ نے کہا کہ یہ جو عیون میں مذکور ہے امام محمد کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایسا نہیں ہے اور واجب ہے کہ بسبب نارواجی اسی شہر کے کہ جس میں بیع واقع ہوئی ہے بیع منقہ ہو جائے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا بعض چند معین درہموں کے جو اس قسم کے تھے کہ ان میں ایک تہائی چاندی اور دو تہائی

۱۔ شرط مذکور کا اعتبار ہوگا۔ ۲۔ شاید مراد مذکورہ ہے اور یہی غالب استعمال ہے واللہ اعلم بقولہ فیما بعد کچھ خوف نہیں ہے یا کچھ نہیں ہے مراد یہ ہے کہ خبر جائز ہے۔ ۳۔ یہ اس وقت ہے کہ وزن سے فروخت کی عادت ہو۔

جیتل تھا خرید کیا اور یہ درہم ان لوگوں میں وزن یا گنتی کے حساب سے چلتے تھے اور اس نے یہ درہم ادا نہ کیے یہاں تک کہ وہ ضائع ہو گئے تو بیع نہ ٹوٹے گی اور مشتری بائع کو اس کے مثل ادا کرے اور یہ حکم اس وقت ہوگا کہ اس کی گنتی یا وزن معلوم ہوتا کہ مشتری ان کے مثل گنتی یا وزن کے حساب سے ادا کر سکے جیسا امام محمدؒ نے کتاب میں لکھا ہے اور اگر گنتی یا وزن معلوم نہ ہو تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر درہم اس قسم کے تھے کہ جس میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی جیتل تھا تو وہ بمنزلہ منبرہ اور زریف درہموں کے ہوں گے کہ ان کے تلف ہونے سے بیع نہ ٹوٹے گی اور مشتری ان کے وزن کے حساب سے ادا کر دے گا بشرطیکہ ان کا وزن معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہوگا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر آدمی چاندی اور آدھا جیتل ہو تو ان میں بھی یہی حکم ہے اور اگر درہموں میں دو تہائی جیتل ہو اور وہ اسباب کے طور پر وزن کے حساب سے فروخت ہوئے ہوں تو واجب ہے کہ معین کرنے سے متعین ہو جائیں پس سپرد کرنے سے پہلے بسبب تلف ہو جانے کے بیع باطل ہو جائے گی ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ ذانی الحیضہ اور اگر اس قسم کے درہم کا سد (بے چین ۱۲) ہو کر ایسے ہو گئے کہ لوگوں میں ان کا رواج نہ رہا تو ان کا حکم بمنزلہ فلوس کا سدہ اور زریف^۱ اور رصاص کے ہے یہاں تک کہ ان کی طرف اشارہ کرنے سے متعین ہو جائیں گے۔

اسی معین کی ذات کے ساتھ عقد متعلق ہوگا یہاں تک کہ اگر ادا کرنے سے پہلے تلف ہو جائیں تو عقد باطل ہو جائے گا لیکن مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ بائع اور مشتری دونوں اس حال سے واقف ہوں اور دونوں میں سے ہر ایک یہ بھی جانتا ہو کہ دوسرا اس بات کو جانتا ہے پس اگر دونوں نہ جانتے ہوں یا ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دونوں جانتے ہوں لیکن ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا اس سے واقف ہے تو عقد ان معین کے ساتھ اور اس کی جنس کے ساتھ متعلق نہ ہوگا بلکہ جو درہم رائج ہیں کہ جن سے لوگ اس شہر میں معاملہ کرتے ہیں ان سے متعلق ہوگا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب یہ درہم بالکل رائج نہ ہوں اور اگر کچھ رائج ہوں کہ کوئی ان کو لیتا ہو اور کوئی نہ لیتا ہو تو ان کا حکم زریف^۲ درہموں کا حکم ہے اور ان کے ساتھ خرید کرنا جائز ہے اور عقد بیع خاص ان کی ذات سے متعلق نہ ہوگا بلکہ ایسے زریف درہموں کی جنس کے ساتھ متعلق ہوگا بشرطیکہ خاص کر بائع ان کے حال سے واقف ہو اور اگر بائع ان کے حال کو نہیں جانتا ہے تو عقد ان مشارالہ کی جنس سے متعلق نہ ہوگا بلکہ اس شہر کے جید درہموں کے ساتھ متعلق ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

خلاصہ اور بزاز یہ میں منقحی سے منقول ہے کہ اگر پیسے گراں یا ارزاء ہو گئے تو قول امام اعظمؒ اور اول قول امام ابو یوسفؒ میں مشتری پر ان کے سوا دوسرے واجب نہ ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول میں بیع کے دن جو قیمت بیع کی تھی وہ دینی پڑے گی اور قرض میں قبضہ کے دن کی قیمت دینی پڑے گی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اگر درہم کی اقسام مختلف ہوں بعض ان میں کے ایسے ہوں کہ ان میں ایک تہائی چاندی اور دو تہائی جیتل ہو اور بعضوں میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی جیتل ہو اور بعضوں میں آدمی چاندی اور آدھا جیتل ہو تو ایک قسم کے درہم کے بعض دوسری قسم درہم کی زیادتی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ فروخت کرنے میں کچھ خوف نہیں ہے اور ادھار میں خیر نہیں ہے اور اگر ان کی ایک جنس کو اسی درہم کی جنس کے عوض زیادتی کے ساتھ فروخت کیا تو جس قسم میں کہ چاندی غالب ہے تو اس میں صرف برابر ہی برابر کے ساتھ جائز ہے اور جس قسم میں کہ جیتل غالب ہے یا چاندی اور جیتل دونوں برابر ہیں تو اس برابر کی کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے لیکن صورتاً چاندی کا لحاظ کر کے یہ شرط ہے کہ ہاتھوں ہاتھ لین دین ہو اور ایسے مسئلہ پر قیاس کر کے مشائخ نے کہا کہ اگر عدالی جو ہمارے زمانہ میں رائج ہیں ان میں سے اگر ایک بعض دو کے فروخت کیا تو ہاتھوں

۱۔ زریف آٹھ رصاص رائج کے درہم اور شاید زریف سے مستوق مراد ہوں جو مستغ کے مانند ہوتے ہیں ورنہ زریف کو بیت المال یعنی خزانہ نہیں لیتا ہے اور اس کے سوائے بازاری تاجروں میں برابر چلتے ہیں اور مستوق البتہ نہیں چلتے ۱۲۔ ۲۔ زریف جس میں مکمل ہو اور جیتل بہ نسبت چاندی کے زیادہ ہو ۱۲۔ ۳۔ مکروہ تحریمی ہے ۱۲۔ ۴۔ مترجم کہتا ہے کہ اس پر فتویٰ نہیں ہے چنانچہ آگے آتا ہے ۱۲۔

ہاتھ لین دین کرنے سے جائز ہوگا اور یہ جامع کبیر سے مذکور ہے کذا فی المحیط اور فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے عدالی اور عطار فیہ اس طرح کی بیع کے جواز پر فتویٰ نہیں دیا ہے کیونکہ یہی مال ہمارے ملک میں بہت بڑھ کر ہے پس اگر اسی میں زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز رکھا جائے تو سود کا دروازہ کھل جائے گا یہ ہدایہ اور تبیین میں لکھا ہے۔

فصل دوم:

پھلوں اور انگور کے خوشوں، پتوں، فالیزوں کی بیع اور کھیتی، رطبہ اور گھاس کی بیع کے

بیان میں

پھلوں کی بیع ظاہر ہونے سے پہلے بالاتفاق صحیح نہیں ہے اور اگر ان کو نفع اٹھانے کے لائق ہو جانے کے بعد فروخت کیا تو صحیح ہے اور اگر نفع اٹھانے کے لائق ہو جانے سے پہلے ان کو فروخت کیا مثلاً ایسے تھے کہ بنی آدم یا چوپایوں کے کھانے کے لائق نہ تھے تو صحیح یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور مشتری پر اس کا کافی الحال توڑ لینا واجب ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ان کو بلا شرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت کیا ہو پس اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پھل درختوں پر چھوڑ رکھے جائیں تو بیع فاسد ہے اور یہ اس وقت ہے کہ ان کا بڑھنا پورا نہ ہو لیا ہو اور اگر بڑھنا پورا ہو گیا ہو اور ان کو بلا شرط یا توڑ لینے کی شرط پر فروخت کیا تو صحیح ہے اور اگر ان کو درخت پر چھوڑ دینے کی شرط پر فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک قیاساً صحیح نہیں ہے اور امام محمد کے نزدیک استحساناً صحیح ہے اور اسرار میں لکھا ہے کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔ کذا فی الکافی۔

تختہ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول صحیح ہے کذا فی النہر الفائق۔ اگر کسی نے تمام پھل فروخت کیے اور بعض ظاہر ہو گئے تھے اور بعض ظاہر نہ ہوئے تھے تو ظاہر مذہب کے موافق یہ بیع صحیح نہیں ہے۔ شمس الائمہ حلوانی اور امام فضلی دونوں شیخ پھلوں اور بیگن اور خربزوں وغیرہ میں استحساناً جاعل الناس جوار کا فتویٰ دیتے تھے اور جو پھل موجود ہوتے ان کو عقد میں اصل گردانتے اور جو معدوم ہوتے ان کو تابع گردانتے اور اصح یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہیں ہے یہ مسوط میں لکھا ہے اور اگر پھلوں کو مطلقاً خریدا اور بائع کی اجازت سے ان کو درخت پر چھوڑ دیا تو ان کی زیادتی مشتری کو حلال ہے اور اگر بائع کی بلا اجازت ان کو چھوڑ رکھا اور وہ اپنی ذات میں بڑھ گئے تو جس قدر زیادتی ان کی ذات میں ہوئی وہ صدقہ کر دے اور اگر ان کی بڑھاؤ پوری ہونے کے بعد بالا اجازت ان کو چھوڑ رکھا تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائع نے ان کو مطلقاً فروخت کیا اور مشتری نے ان کو درخت پر چھوڑ رکھا اور درخت کو کسی مدت معلومہ تک اجارہ پر دیا تو اجارہ باطل ہے اور اس کو زیادتی حلال ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر پھلوں کو مطلقاً بدو توڑ لینے کی شرط کے خرید اور اس درخت میں پھر پھل آئے پس اگر بائع نے ہنوز مشتری اور پھلوں کے درمیان تحلیہ نہ کیا اور قبضہ نہ دیا تھا تو بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر قبضہ دینے کے بعد ایسا ہو تو بیع فاسد نہ ہوگی اور دونوں کی شرکت ہو جائے گی اور زائد پھلوں کی مقدار بیان کرنے میں مشتری سے قسم لے کر اس کا قول معتبر رکھا جائے گا اور یہی حال بیگن اور خربزوں کا ہے اور اگر مشتری یہ چاہے کہ جو پھل نئے آئے ہیں وہ میرے ہوں تو اس کا حلیہ یہ ہے کہ بیگن اور خربزہ اور رطبہ کے اصول خریدے تاکہ جو کچھ پیدا ہو وہ اس کی ملک میں پیدا ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

اگر انگور کے خوشے خریدے اور ان میں سے بعض کچے اور بعض پک گئے ہیں پس اگر ہر قسم کے بعض کچے اور بعض پک گئے ہیں تو بیع جائز ہے اور اگر بعض قسم کے کچے اور بعض قسم کے پک گئے ہیں تو جائز نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ بیع دونوں صورتوں میں جائز ہے اور یہ

جواز اس وقت ہے کہ کل فروخت کر دیا ہو اور اگر تھوڑا سا فروخت کیا اور اس میں سے بعض کچے اور بعض کچے ہیں یا سب کچے ہیں تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر وہ تاک دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا اور اس میں سے بعض کچے یا سب کچے ہیں تو بیع جائز نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ کسی اجنبی کے ہاتھ سوائے اپنے شریک کے فروخت کیا ہو اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا تو رکن الاسلام علی سعدی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بیع جائز نہیں ہے یہ محیط و ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اس کے جواز کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ کل فروخت کر دے پھر آدمی یا تہائی وغیرہ حصہ کہ بیع صحیح کر دے اور اگر انگور کے خوشے پکنے اور کدے ہو جانے کے بعد خواہ مشاع ہو یا غیر مشاع ہو فروخت کیے تو جائز ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ اگر انگور مع غلہ کے خرید کیا اور اس پر قبضہ کر لیا پس اگر کاشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے اور اس کو ثمن میں سے حصہ ملے گا اور اگر وہ راضی نہ ہو تو بیع جائز نہ ہوگی یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر کچھ پھل خریدے کہ جن میں بعض کی صلاحیت ظاہر ہوگئی ہے اور باقی قریب صلاحیت کے ہیں اور ان کا درخت پر چھوڑ رکھنا شرط کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر باقی کا پکنا بہت دیر کے ہو تو کچے ہوؤں کی بیع جائز ہے اور باقی کی بیع ناجائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے تاک انگور کے عیب اس شرط پر خریدے کہ وہ سون ہیں پھر اس میں سے صرف نوے من نکلے تو مشتری کو اختیار ہے کہ بائع سے دس من کے حصہ ثمن کا مطالبہ کرے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کسی نے شہوت کے پتے خریدے اور کاٹنے کی جگہ بیان نہ کی لیکن وہ عرفاً معلوم ہے تو صحیح ہے اور اگر شاخیں چھوڑ دیں تو اس کو دوسرے سال کاٹنے کا اختیار ہے اور اگر انگور ایک مدت تک چھوڑ دیا پھر ان کے کاٹنے کا ارادہ کیا تو اس کو یہ اختیار ہے بشرطیکہ اس سے درخت کو نقصان نہ پہنچتا ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر سرخ شہوت کے پتے درخت پر ظاہر ہو جانے کے بعد خریدے اور ان کو قطع نہ کیا یہاں تک کہ وقت اس کا جاتا رہا تو فقیر ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ اگر پتے مع شاخوں کے خریدے اور کاٹنے کی جگہ بیان کر دی تو مشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وقت نکل جانے کی وجہ سے بیع کو واپس کرے اور اس پر پتے توڑنے کے واسطے جبر کیا جائے گا لیکن اگر شاخوں کا کاٹنا درخت کو معسر ہوتا ہو تو بائع کو اختیار دیا جائے گا کہ اگر چاہے تو بیع کو صحیح کر دے اور اگر چاہے تو کاٹنے پر راضی ہو جائے اور اگر صرف پتے بدوں شاخوں کے خریدے پس اگر اس شرط پر خریدے کہ ان کو اسی وقت توڑ لے گا تو جائز ہے اور اگر اس شرط پر خریدے کہ ان کے تھوڑا تھوڑا کر کے توڑ لے گا یا اس شرط پر کہ ان کو درخت پر چھوڑ رکھے گا تو بیع جائز نہیں ہے اور اگر کسی طرح کی شرط نہ کی اور ان کو خرید لیا پس اگر اسی روز درخت پر سے توڑ لیا تو بیع جائز ہے اور اگر اسی روز نہ توڑے تو بیع فاسد ہوگئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اس باب میں حیلہ یہ ہے کہ درخت کو جڑ سے خرید لے پھر بچوں کو توڑے پھر درخت بائع کے ہاتھ فروخت کرے یا جبہ کر دے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ بید کے درخت کی بیڑی بیچی جائز ہے اگر چہ وہ دم بہ دم بڑھتے ہیں اور کراث (مکناۃ ۱۲) کی بیع جائز ہے اگر چہ وہ بیچے سے بڑھتا ہے کیونکہ لوگوں کا تعامل پایا جاتا ہے اور جو چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے اور وہ دم بہ دم بڑھتی ہیں تو ان میں جائز نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے امام فضلیؒ نے فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ بید کے درخت کی بیڑی بیچی نہیں جائز ہے یہ فتح القدیرؒ میں لکھا ہے اور اگر خرپڑوں کی فالیز ایک شخص کی بھی اور اس میں چٹاں نکلنے سے پہلے اس لفظ کے ساتھ فروخت کیا اس خیار زار رافرو ختم تو یہ بیع خرپڑوں کے درختوں پر جائز ہے اور جو چٹاں نکلتی ہیں۔ ان پر جائز نہیں ہوگی ہاں پھر جو کچھ تیاں نکلیں گی اس کی ملک میں ہوں گی اور اگر یہ ارادہ کیا کہ اس کو زمین میں چھوڑ دے اور شرعی طور پر اس کو ولایت حاصل رہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ گھاس اور خرپڑے کے درخت بعض ثمن کے عوض خریدے اور بعض ثمن کے عوض زمین کو کرایہ پر واسطے چند روز معلومہ بکے لے اور جامع صغیر میں

لکھا ہے کہ جائز نہیں کذا فی الخلاصہ۔ صاحب حیلہ کو چاہیے کہ درخت یا پھلوں یا گھاس کی بیج مقدم کرے اور پیچھے زمین اجارہ پر لے کیونکہ اگر اس نے اجارہ کو مقدم کیا تو جائز نہ ہوگا یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور اگر خرپڑے کے درخت فروخت کیے اور زمین کو مستعار دیا تو بھی جائز ہے لیکن عاریت^۱ دینا لازمی نہ ہوگا اور اس شخص کو اپنی عاریت دینے سے رجوع کر لینے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک فالیز دو شریکوں کی ہے اور ایک نے اپنا حصہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے توڑنے میں ہائع کے سوا دوسرے شریک کو ضرر پہنچتا ہے اور کسی شخص پر ضرر اٹھالینے کے واسطے جبر نہیں کیا جاتا ہے اگرچہ وہ راضی ہو گیا ہو پس لازم یہ ہے کہ تمام فالیز دونوں شریکوں سے خریدے پھر بیع کو دوسرے شریک کے حصہ میں بیع کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ فالیز تیرے ہاتھ دس درہم کو فروخت کیا اور یہ کہنا جہاں نکلنے سے پہلے تھا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل^۲ نے فرمایا کہ بیع جائز ہے اور خرپڑے کے درختوں پر واقع ہوگی اور اس کے بعد جو چچاں نکلیں گی مشتری کی ہوں گی اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط پر بیع واقع ہوئی تو جائز نہیں ہے پس اگر وہ فالیز مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ اس میں سے فروخت کر دیا تو جائز نہیں ہے پس اگر اس نے اپنا حصہ فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا تو بائع کا حصہ مشتری کو ملے گا تا وقتیکہ بیع نہ ہوئے اور اگر شریک نے جس نے فروخت نہیں کیا ہے دوسرے شریک کی بیع کی اجازت دے دی اور راضی ہو گیا تو پھر اس کو اختیار ہے کہ راضی نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک کھیتی جو فضل ہے فروخت کی پس اگر اس کو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کو کاٹ لے یا اس میں اپنے چوپایہ چھوڑ دے کہ وہ اس کو چر لیں تو بیع جائز ہے اور اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ پکنے کے وقت تک اس کو کھیت میں چھوڑ دے تو جائز نہیں ہے اور ایسے ہی رطبہ کی بیع بھی اسی تفصیل پر ہے اور یہی مختار ہے اور اسی کو فقیر ابو الیث نے لیا ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔

فتاویٰ ابو الیث میں مذکور ہے کہ ایک زمین دو شخصوں میں مشترک تھی کہ اس میں دونوں کی کھیتی تھی اور ایک شریک نے آدمی کھیتی یعنی اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ بدوں زمین کے فروخت کر دیا اگر کھیتی پک گئی ہو تو بیع جائز ہے اور اگر پکی نہ ہو تو جائز نہیں ہے لیکن اگر اس کا ساتھی راضی ہو تو جائز ہے خواہ اس نے مطلقاً فروخت کی ہو یا کاٹ لینے کی شرط کر لی ہو اور اگر چھوڑ رکھنے کی شرط کی ہو تو جائز نہیں ہے اگرچہ اس کا شریک راضی ہو جائے اور اگر دونوں میں سے ایک نے آدمی کھیتی مع آدمی زمین کے فروخت کر دی تو بیع جائز ہے اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جائے گا پھر پہلی صورت میں جب کہ آدمی کھیتی کی بیع ناجائز ٹھہری پس اگر اس نے عقد بیع کو نسخ نہ کیا یہاں تک کہ کھیتی پک گئی تو وہی عقد بیع جائز ہو جائے گا اور اگر پہلی صورت میں کھیتی مع زمین کے دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک شخص اپنا کھیتی کا حصہ بدوں زمین کے دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کر دے پس اگر کھیتی نہ پکی ہو تو بیع جائز نہ ہوگی کذا فی الحیط۔ یہی مختار ہے فقیر ابو الیث کا کذا فی محیط السرخسی اور اس تفصیل پر حکم ہے کہ کپاس اور تمام قسم کی کھیتوں کا جب کہ وہ دو شخصوں میں مشترک ہوں اور ایک اپنا حصہ بدوں زمین کے دوسرے ساتھی کے ہاتھ فروخت کر دے اور اگر آدمی کھیتی مع آدمی زمین کے اپنے ساتھی کے ہاتھ فروخت کر دی یا کسی اجنبی کے ہاتھ بدوں اپنے ساتھی کی رضامندی کے بیچی تو بیع جائز ہے اور اجناس میں ہے کہ اگر آدمی مشترک کھیتی اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کر دی تو ظاہر الروایہ میں جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

شیخ نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تہائی پر کاشت کرنے والے نے اپنا کھیتی کا حصہ زمین دار یا دوسرے کے

ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ☆

فتاویٰ صغریٰ میں مذکور ہے کہ اگر ایک درخت دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے تو

جائز نہیں ہے اور اگر تین مخصوص میں مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ دونوں ساتھیوں میں سے ایک کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر دونوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تو جائز ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر کھیتی زمین دار اور کاشتکار کے درمیان مشترک تھی اور زمین دار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کاشتکار نے اپنا حصہ زمین دار کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے کیونکہ وہ سپرد کرنے میں تقسیم کا محتاج نہیں ہے اور اگر ایسی کھیتی پکی ہوئی ہو تو ہر ایک کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے جامع الاصغر کی کتاب الموعود میں لکھا ہے کہ شیخ نصیر نے فرمایا کہ تہائی پر کاشت کرنے والے نے اپنا کھیتی کا حصہ زمین دار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ اگر زمین دار نے ایسی زمین بیچی کہ جس میں اس کی اور کاشتکار کی مشترک کھیتی تھی تو اس کی دو صورتوں ہیں ایک یہ کہ وہ کھیتی ہنوز سبزی ہو اس صورت میں کاشتکار کی اجازت پر بیع موقوف ہوگی خواہ اس نے زمین مع کھیتی فروخت کی ہو یا بدوں کھیتی کے فروخت کی ہو پس اگر اس نے زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کر دی اور کاشتکار نے زمین اور کھیتی دونوں کی بیع کی اجازت دے دی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور زمین کی قیمت اور کھیتی کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جس قدر زمین کے حصہ میں آئے وہ زمین دار کا ہے اور جو کھیتی کے حصہ میں پڑے وہ زمین دار اور کاشتکار میں آدھا آدھا تقسیم ہو جائے گا اور اس صورت میں اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا کہ اگر چاہے تو کھیتی پکنے تک توقف کرے اور نہ چاہے تو ابھی بیع توڑ دے۔

اگر زمین دار نے فقط زمین فروخت کی پس اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو زمین مشتری کی ہوگی اور کھیتی زمین دار اور کاشتکار کے درمیان مشترک رہے گی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا اور اگر زمین دار نے زمین اور اپنا حصہ کھیتی کا فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو مشتری زمین کو اور زمین دار کے کھیتی کے حصہ کو پورے ٹخن میں لے لے گا اور اگر کاشتکار نے اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا اور پختہ ہونے کی صورت میں اگر کاشتکار نے بیع قطع کرنی چاہی پس اگر بیع کے وقت کھیتی پکی ہوئی تھی تو صحیح یہ ہے کہ اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اور اسی صورت میں اگر فقط زمین یا مع اپنی کھیتی کے حصہ کے فروخت کیا ہو تو بیع بلا توقف جائز ہے اور اگر زمین مع تمام کھیتی کے فروخت کر دی تو زمین کی اور زمین دار کی کھیتی کے حصہ کی بیع نافذ ہو جائے گی اور کاشتکار کے حصہ کی بیع موقوف رہے گی پس اگر اس نے اجازت دے دی تو اس کے حصہ کی بیع بھی نافذ ہو جائے گی اور اس کی کھیتی کے حصہ کا عوض ٹخن میں سے ملے گا اور باقی ٹخن زمین دار کا ہوگا اور اگر اس نے اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا بشرطیکہ خریدنے کے وقت اس کو اس طرح کی کاشتکاری کا علم نہ ہوا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک زمین میں کھیتی تھی اور زمین دار نے زمین بدوں کھیتی کے یا کھیتی بدوں زمین کے فروخت کر دی تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر آدمی زمین بدوں کھیتی کے فروخت کی تو جائز ہے اور اگر آدمی کھیتی بدوں زمین کے فروخت کی تو جائز نہیں ہے لیکن اگر ایسی بیع زمین دار اور کاشتکار کے درمیان واقع ہو تو کاشتکار کو اپنا حصہ زمین دار کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے اور اگر زمین دار نے اپنا حصہ کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے اور یہ حکم اس صوت میں ہے کہ بیچ زمین دار کا ہو اور اگر کاشتکار کا ہو تو جائز ہونا چاہیے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اس صوت میں اگر کھیتی پکی ہوئی ہو تو ہر ایک کاشتکار اور زمین دار کو اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔ جامع الاصغر کے باب حراعت میں لکھا ہے کہ اگر تہائی کے کاشتکار نے اپنا کھیتی کا حصہ زمین دار یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ زمین دار نے اگر اپنا کھیتی کا حصہ بدوں زمین کے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا یا کاشتکار نے اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور کھیتی اس وقت تک پکی نہ تھی یہاں تک کہ اس کی بیع بسبب اس کے کہ شریک کو ضرر

نہ پہنچے ناجائز قرار پائی تھی پھر اس شریک نے اس کے بعد اپنا حصہ بھی اسی مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا تو وہ پہلی بیع جائز ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پھر جاننا چاہیے کہ آدمی کھیتی بدوں زمین کے بیچنا صرف اسی موقع پر ناجائز ہے کہ جہاں کھیتی والے کو کھیتی برقرار رکھنے کا استحقاق حاصل ہو جیسے کہ اپنی ملکیت میں کھیتی ہوئی ہے لیکن اگر اس کو برقرار رکھنے کا حق حاصل نہ ہو جیسے کہ کسی نے دوسرے کی زمین بطور غصب چھین کر زبردستی اس میں کھیتی کر لی تو آدمی کھیتی کی بیع جائز ہوگی اور اسی قیاس پر یہ مسئلہ بھی ہے کہ اگر آدمی عمارت بدوں زمین کے فروخت کی پس اگر وہ عمارت بنانے میں حقدار تھا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس نے بطور غصب زبردستی بنائی تھی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

تجملہ میں ہے کہ بھائی نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی نے زمین خریدی اور اس میں کھیتی ہوئی اور کھیتی اور زمین میں شریک کر لیا تو جائز ہے اور اگر فقط کھیتی میں شریک کیا تو جائز نہیں ہے یہ تاجر خانہ میں لکھا ہے۔ اگر درخت پر لگی شاخ خریدی تو جائز ہے اور اگر ساگ کے کھیت میں لگا ساگ خرید تو جائز نہیں ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ اگر خرما کے درخت پر لگے ہوئے تازہ چھوارے ٹوٹے ہوئے خشک چھواروں کے عوض بدوں پیمانہ کے خریدے تو جائز نہیں ہے یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دی کہ وہ اس میں درخت لگا دے اور اس نے شہوت کے درخت اس میں لگائے پھر مدت گزرنے کے بعد زمین دار نے اپنی زمین اور اپنا پودوں کا حصہ فروخت کر دیا تو صحیح ہے پس اگر قبضہ سے پہلے مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا تو بیع فاسد ہوگی اور یہ حکم ضروری ہے کہ امام محمدؒ کے قول پر ہو اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع صحیح ہوگی کیونکہ عقار کی بیع ان دونوں کے نزدیک قبضہ سے پہلے جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے۔

اگر گندنے کو جم کر اونچا ہو جانے کے بعد ایک مٹھا کاٹ کر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اتنے اور اتنے مٹھے فروخت کیے تو جائز نہیں ہے اسی طرح گیہوں کے درخت کا بھی حال ہے اگر ان کو فی الحال بڑھ جانے کے بعد کاٹ کر فروخت کرے تو جائز ہے اور اسی طرح درختوں میں اگر ان کو فروخت کیا اور وہ فی الحال کاٹنے یا اکھاڑ لینے کے واسطے قائم تھے تو بیع جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ گھاس کا بیع کرنا اور اس کا اجارہ پر دینا جائز نہیں ہے اگر چہ وہ گھاس اس کی زمین میں ہو سوائے اس کے کہ مالک زمین کو یہ اختیار ہے کہ اپنی زمین میں آنے نہ دے اور جب اس نے روکا تو غیر کو یہ حق پہنچتا ہے کہ یوں کہے کہ تیری زمین میں میرا بھی حق ہے پس یا تو مجھ کو اس تک پہنچنے دے یا اس گھاس کو کاٹ کر میری طرف پھینک دے اور یہ حکم یعنی گھاس میں غیر کا حق متعلق ہونا اس وقت ہے کہ وہ گھاس خود اگی ہو اور اگر اس زمین کے مالک نے اس زمین کو گھاس اگانے کے واسطے سینچا اور آراستہ کیا ہو اور اس میں گھاس اگی ہو تو ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں مذکور ہے کہ ایسی گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ یہ اس کی ملک ہے۔ اسی کو صدر الشہیدؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی میں مذکور ہے کہ اگر اپنی زمین کے آس پاس خندق بنائی اور اس کو نرکل اگانے کے واسطے مہیا کیا اور اس میں نرکل اگے تو وہ اس کی ملکیت ہو جائیں گے اور اسی پر اکثر مشائخ ہیں کہ ذاتی بخر الرائق اور اگر اس کو کسی شخص نے اس کی بلا اجازت کاٹ لیا تو اس کو واپس کر لینے کا اختیار ہے اور یہی مختار ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور گھاس کے اجارہ لینے کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ زمین کو چوپایہ کھڑا کرنے یا کسی دوسرے نفع کے واسطے جس قدر اجرت یا ٹنن پر اس کا مالک راضی ہو اجارہ لے پس اس سے دونوں کی غرض حاصل ہو جائے گی یہ بخر الرائق میں لکھا ہے۔

گھاس کے حکم میں سب قسم کے چارے کہ جن کو چوپایہ چرتے ہیں خواہ وہ خشک ہوں یا تر داخل ہیں بخلاف درختوں کے کہ وہ داخل نہیں ہیں کیونکہ گھاس وہ ہے جس کی ساق نہ ہو اور درخت وہ ہے جس میں ساق ہو پس درخت گھاس میں داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ

اگر درخت اس کی زمین میں اُگے تو اس کو فروخت کر سکتا ہے اور کماۃ کا حکم لکھا اس کے مانند ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر اپنی زمین کے شکار کے پرند کے اٹے کے ہنوز وہ ہاتھ میں نہیں آئے فروخت کیے تو ان کا بیچنا جائز نہیں ہے کذا فی الحاوی۔

فصل سوم:

مرہوں اور اجارہ دی ہوئی اور غصب کیے ہوئے اور بھاگے ہوئے غلام یا باندی اور

ارض قطعۃ اجارہ اکارہ کی بیع کے بیان میں

مرہوں یعنی رہن کی ہوئی چیز کی بیع میں اختلاف ہے عامہ مشائخ کے نزدیک اس کی بیع موقوف ہے اور یہی صحیح ہے یہ خواہر اخلاطی میں لکھا ہے حتیٰ کہ اگر رہن کرنے والے نے قرض ادا کر دیا رہن رکھنے والے نے اس کو قرضہ معاف کر دیا یا رہن اس کو پھیر دیا یا بیع کی اجازت دی اور اس پر راضی ہو گیا تو پہلی بیع تمام ہو جائے گی اور از سر نو عقد بیع کرنے کی ضرورت نہ ہوگی کذا فی الغیاثہ۔ اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری نے قاضی سے یہ درخواست کی کہ بیع میرے سپرد کی جائے تو قاضی دونوں میں عقد بیع فتح کر دے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور جو چیز اجارہ پر لی گئی تھی اس کی بیع مرہون کی بیع کے مانند عامہ مشائخ کے نزدیک موقوف رہتی ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر خرید کے وقت مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ خریدی ہوئی چیز کسی کے پاس رہن یا اجارہ پر ہے تو اس کو خیار حاصل ہوگا کذا فی الذخیرہ۔

صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ ظاہر الروایہ کے موافق صحیح ہے کہ اس کو باوجود علم ہونے کے بھی خیار حاصل ہوگا یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔ اگر اجرت پر لینے والے نے بائع اور مشتری کے درمیان بیع فتح کرنے کا ارادہ کیا تو صدر الشہیدؒ نے ذکر کیا ہے کہ ظاہر الروایت کے موافق اس کو یہ اختیار ہے اور طحاوی کی روایت میں یہ ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اس میں دونوں روایتیں آئی ہیں اور فتویٰ اسی پر ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں یہ فصول عماد یہ میں لکھا ہے اور اگر اجارہ دراز ہو اور اس نے فروخت کر دیا پھر فتح کے ایام آگئے تو اکثر مشائخ کے نزدیک اس کی بیع نافذ ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اس بات میں اختلاف ہے کہ مرتہن فتح بیع کر سکتا ہے یا نہیں پس بعضوں نے کہا کہ فتح کر سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں اور یہی صحیح ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے پھر اگر اجرت پر لینے والے نے بیع کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ دونوں میں اجارہ ٹوٹ گیا تو پہلی بیع نافذ ہو جائے گی اور یہی حال مرتہن کا ہے کہ اگر بیع نہ ٹوٹی یہاں تک کہ راہن نے قرض ادا کر دیا تو پہلی بیع نافذ ہو جائے گی اور رہن کرنے والے اور اجرت دینے والے کو فتح کرنے کا حق بالکل نہیں ہے پس اگر اجرت پر لینے والے نے بیع کی اجازت دے دی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور بیع اس کے ہاتھ سے نہ نکالی جائے گی یہاں تک کہ اس کا مال (۱) اس کے پاس پہنچ جائے یہ فصول عماد یہ میں لکھا ہے۔ اگر اجرت پر دی ہوئی چیز اجرت پر لینے والے کے پاس اپنا مال (۲) حاصل کرنے کے واسطے روکنے کی صورت میں تلف ہو جانے کا خوف رکھتی ہو تو بخلاف رہن کے اس سے قرضہ ساقط نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے گھر کے مالک نے اس اجرت پر دیے ہوئے گھر کو بدوں اجرت پر لینے والے کی رضامندی کے فروخت کر دیا پھر اجرت پر لینے والے نے اجرت میں کچھ بڑھا کر از سر نو اجارہ کا عقد کرنا چاہا تو بیع موقوف نافذ ہو جائے گی کیونکہ دوبارہ

۱۔ یعنی مشتری نے قاضی سے بیع نہ کرائی یا ہنوز قاضی نے حکم نہ دیا تھا محتمل ہے کہ مراد یہ ہو کہ مرتہن نے بیع فتح نہ کی بلکہ قول بعض مشائخ واللہ اعلم ۱۲۔

۲۔ اس لیے کہ بیع ادنیٰ ہے اجارہ سے ۱۲۔

(۱) یعنی کہا یہ جو بیع دے چکا ہے ۱۲۔ (۲) یعنی دیا ہوا کرایہ ۱۲۔

اجارہ کرنا پہلے اجارہ کے قطع کو شامل ہے پس جب وہ فتح ہوا تو بیع نافذ^۱ ہو جائے گی یہ قیہ میں لکھا ہے۔

اگر اجرت پر دینے والے نے اجرت پر دی ہوئی چیز کسی کے ہاتھ اجرت پر لینے والے کی بلا اجازت فروخت کر دی پھر اس کو اجرت پر لینے والے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ دوسری بیع صحیح ہے اور پہلی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر اس نے کسی کے ہاتھ فروخت کی پھر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر اجرت پر لینے والے نے دونوں بیع کی اجازت دے دی تو پہلی بیع نافذ ہو جائے گی اور دوسری باطل ہو جائے گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنا اجرت پر دیا ہوا غلام فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا اور اس نے قبضہ کر لیا تو اجرت پر لینے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس سے ضمان لے بخلاف مرتہن کے کہ اس کو یہ اختیار ہے کہ اس مرہون کی قیمت کی ضمان لے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اجرت پر لینے والے نے یہ سنا کہ اجرت کی چیز فروخت ہو گئی اور مشتری سے یہ کہا کہ یہ چیز میرے اجارہ میں ہے لیکن تیرا احسان ہو گا کچھ قوتی مدت تک چھوڑ دے کہ میں اپنی اجرت جو میں نے بائع کو دی ہے لے لوں تو یہ اجازت دینے میں شمار ہے اور بیع نافذ ہو جائے گی یہ قیہ میں لکھا ہے۔ رہن کرنے والے سے اگر کسی نے غلام خرید کر فروخت کر دیا یا آزاد کر دیا پھر مرتہن نے بیع کی اجازت دی تو مشتری کا بیع یا آزاد کرنا بلا اختلاف نافذ ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر رہن کرنے والے نے بلا اجازت مرتہن کے مرہون کو فروخت کیا پھر اس کو مرتہن کے ہاتھ فروخت کیا تو مرتہن کے ہاتھ بیع جائز ہو جائے گی اور پہلی بیع ٹوٹ جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر راہن نے رہن کی ہوئی چیز بلا اجازت مرتہن کسی کے ہاتھ فروخت کر دی پھر مرتہن کی بلا اجازت دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دونوں بیع میں سے ایک کی مرتہن نے اجازت دی تو وہ بیع نافذ ہوگی جس کے ساتھ اجازت مرتہن لاحق ہوئی اور ثمن مرتہن کے پاس آئے گا کہ وہ اس میں سے اپنا حق پورا لے لے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ ایسی صورت میں اگر بجائے دوسری بیع کے رہن یا اجارہ واقع ہو اور مرتہن اس رہن یا اجارہ کی اجازت دے دے تو بیع جو پہلے واقع ہوئی ہے نافذ ہو جائے گی۔ رہن اور اجارہ باطل ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک رہن کیا ہوا غلام فروخت کیا اور مشتری نے اس کو مرتہن سے لے کر اپنے قبضہ میں لانے سے پہلے آزاد کر دیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور مشتری اس کی قیمت مرتہن کو ضمان دے گا اور بائع کا اس پر کچھ ثمن نہ ہو گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ رہن کرنے والے نے مرہون کو فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا پھر رک رہن سے پہلے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر رک رہن کیا تو پہلی بیع کا نافذ ہونا اولیٰ^۲ ہے یہ قیہ میں لکھا ہے اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے سوائے دوسرے کے ہاتھ فروخت کی تو بیع موقوف رہے گی اور یہی صحیح ہے پس اگر غاصب نے اقرار کر لیا تو بیع تمام ہو جائے گی اور لازم ہو جائے گی اور اگر انکار کیا اور بائع کے پاس گواہ ہیں تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الغیاثہ۔ اگر بائع کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے مشتری کو سپرد نہ کی یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئی تو بیع ٹوٹ جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

جس شخص نے دوسرے کی ملک کی کوئی چیز فروخت کی پھر اس کو دوسرے^۳ سے خرید کر مشتری کے سپرد کر دیا تو جائز نہیں ہے اور بیع فاسد نہیں بلکہ باطل ہوگی اور صرف اسی صورت میں جائز ہوگی کہ جب بیع کرنے سے پہلے اس کی ملکیت کا سبب قائم ہو حتیٰ کہ اگر غاصب نے غصب کی ہوئی چیز فروخت کی پھر اس شے کے مالک کو ضمان دے دی تو بیع جائز ہو جائے گی اور اگر غاصب نے مالک سے اس کو خرید لیا یا مالک نے اس کو بیہ کی یا اس کو اس سے میراث میں پہنچی تو اس سے پہلے اس کی بیع نافذ نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں

۱۔ قال وذلك لان لما مضى باسقاط حقه باجارة الاجارة سقط حقه تعارض البيع والاجارة فقدم الادانے وهو المصحح ۱۲۔ ۲۔ یعنی وہی نافذ ہوگی ۱۳۔

۳۔ دوسرے یعنی مالک سے خرید کر اپنے مشتری کو سپرد کری ۱۴۔

لکھا ہے۔ بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا طعام غصب کیا اور اس کو صدقہ کر دیا اور وہ ہنوز مسکینوں کے ہاتھوں میں موجود تھا کہ غاصب نے اس کے مالک سے اس کو خرید لیا تو اس کی خرید جائز ہے اور اپنے صدقہ سے رجوع کر لے اور اس کی قسم کے کفارہ کے عوض جائز نہ ہوگا اور اگر مسکینوں نے طعام کو بعد خریدنے کے تلف کر دیا تو وہ اس کے ضامن ہوں گے اور اگر غاصب نے خرید نہ کیا اور اس کی قیمت کی ضمان دے دی تو اس کا صدقہ جائز ہوگا اور قسم کا کفارہ ادا ہو جائے گا اور صدقہ سے رجوع نہ کرے گا اور اگر غاصب کے مالک سے خریدنے کے وقت وہ طعام مسکینوں کے ہاتھ میں تلف ہو گیا تو خرید باطل ہے لیکن اگر غاصب یوں کہے کہ میں اس طعام کو خریدتا ہوں جو تیرا مجھ پر ہے تو خرید جائز ہے اور صدقہ بھی جائز ہے۔

اگر غصب کرنے والے سے خرید کر کسی نے آزاد کر دیا پھر اس کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو

قیاساً اس کا عتق نافذ نہ ہوگا ☆

امام محمدؒ نے جامع میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا پھر غاصب نے کسی کو حکم دیا کہ تو اس غلام کو اس کے مالک سے میرے واسطے خرید لے اور اس نے خرید لیا تو خرید صحیح ہے اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جائے گا اور اس طرح اگر کسی اجنبی نے غاصب کو حکم دیا کہ تو میرے واسطے اس کو خرید اور غاصب نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے اور حکم دینے والا فقط خرید واقع ہونے سے قابض ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے کا ایک غلام غصب کیا اور اس کو غاصب نے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دیا پھر غاصب نے اس کے مالک سے کسی چیز پر صلح کی پس اگر صلح قیمت سے درہم و دینار پر واقع ہوئی تو غاصب کی بیع جائز ہوگی اور اگر کوئی اسباب دے کر صلح کی تو یہ از سر نو بیع ہے پس پہلی بیع باطل ہو جائے گی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر غاصب نے اس کو آزاد کیا پھر اس کی قیمت کی ضمان دی تو اس کا آزاد کرنا جائز نہ ہوگا یہ بخاری الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر غصب کرنے والے سے خرید کر کسی نے آزاد کر دیا پھر اس کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو قیاساً اس کا عتق نافذ نہ ہوگا اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک احتماً اس کا عتق نافذ ہو جائے گا اور اگر کسی نے غاصب سے خرید کر اس کو فروخت کر دیا تو پھر اس کے مالک نے پہلی بیع کی اجازت دی تو مشتری کی دوسری بیع نافذ نہ ہوگی اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے غصب کرنے والے نے اگر مغبوب کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر اس کو مشتری نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا یہاں تک کہ چند بار وہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوا پھر مالک نے کسی ایک بیع کی اجازت دی تو یہی عقد بیع نافذ ہو جائے گا کسی نے ایک غلام غصب کیا اور اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مشتری نے اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر مالک نے غاصب سے ضمان لے لی تو پہلی بیع نافذ ہو جائے گی اور مشتری کی بیع باطل ہو جائے گی کذا فی فصول العمدادیہ۔

اگر مشتری کے پاس اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا اور مشتری نے اس کے عوض کا مال لے لیا پھر غلام کے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دے دی تو ہاتھ کاٹنے کے عوض کا مال مشتری کا ہوگا اور جس قدر آدمی ثمن سے زائد ہوگا وہ صدقہ کر دے گا اور اگر غلام مر گیا یا قتل کیا گیا پھر مالک نے اجازت دی تو اس کی اجازت صحیح نہیں ہے اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد کر دیا پھر اس کا ہاتھ کاٹا گیا پھر اس کے مالک نے غاصب کی بیع کی اجازت دی تو ہاتھ کاٹنے کے عوض کا مال غلام کو ملے گا یہ تاجرانہ میں لکھا ہے۔ ہشام نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے ایک شخص کا غلام غصب کر کے اس کو فروخت کر دیا پھر اس کا مالک آیا اور اس نے بیع کی اجازت دی پس فرمایا کہ اگر اس کا مالک غلام کے لیے پرقادر تھا تو اس کی اجازت جائز ہوگی ورنہ نہیں اور اگر اس غلام کو شہر میں غصب کیا تھا اور غلام کو ذ

میں موجود ہے اور غاصب اور غلام کا مالک دونوں دے میں موجود ہیں اور اس کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کی اجازت جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ اگر اس کا مالک اس کو زندہ جانتا ہے تو اس کا اجازت دینا جائز اور اگر اس کا زندہ یا مردہ ہونا نہیں جانتا ہے تو اس کا اجازت دینا باطل ہے اور یہ دوسرا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے کذا فی الظہیر یہ۔ اگر مالک نے غاصب سے جھگڑا کیا اور قاضی نے غلام اس کو دینے کا حکم دیا پھر اس نے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایت میں صحیح ہے۔

اگر اس غلام کا قیام نہ جانتا ہو اس طرح پر کہ وہ بھاگ گیا پھر اس نے بیع کی اجازت دی تو ظاہر الروایت میں اس کی اجازت صحیح ہے اور اجازت سے پہلے جو چیز پیدا ہو مثلاً غلام نے کچھ مال حاصل کیا یا باندی کے کوئی بچہ پیدا ہوا یا اس سے شہدے سے وطی کرنے کے عوض عقر ملا یا غلام کے ہاتھ کٹنے کے عوض مال ملا تو یہ سب مشتری کا ہو گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ جامع میں مذکور ہے کہ کسی نے دوسرے کی باندی غصب کر لی اور پھر ایک شخص نے اسی کا ایک غلام غصب کر لیا اور دونوں نے غلام اور باندی کو باہم بیع کر لیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مالک کو یہ خبر پہنچی اور اس نے بیع کی اجازت دے دی تو بیع باطل ہو گی اور اگر غلام اور باندی کے مالک دو اشخاص ہوں اور ان دونوں کو اس کی خبر پہنچی اور دونوں نے اجازت دے دی تو بیع جائز ہو جائے گی اور باندی غلام غصب کرنے والے کی ہو جائے گی اور غلام باندی غصب کرنے والے کا ہو جائے گا اور غلام غصب کرنے والے پر قیمت غلام کی واجب ہو گی اور اس کو مالک کو ادا کرے اور باندی غصب کرنے والے پر باندی کی قیمت اس کے مالک کو ادا کرنی واجب ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک ہی شخص کے ایک نے کچھ درہم غصب کیے اور دوسرے نے اس کے کچھ دینار غصب کیے اور دونوں نے باہم بیع کر کے قبضہ کر لیا اور جدا ہو گئے پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہو گی اور ہر ایک نے جو غصب کیا ہے اس کے مثل کا ضامن ہو گا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہو جائے گی اور قلوں درہم و دینار کے علم میں ہیں اور اگر ایک غاصب نے اس کے درہم غصب کئے اور دوسرے نے اسی کی باندی غصب کر لی اور دونوں نے باہم بیع کر لی پھر مالک نے اجازت دی تو بیع جائز ہے پس اگر باندی غصب کرنے والے نے درہم لے لیے پھر مالک نے اجازت دی اور وہ اس کے پاس تلف ہو گئے تو امانت میں تلف ہو گئے لیکن باندی خریدنے والا ان کے مثل درہموں کا خود ضامن ہو گا پس اگر باندی غصب کرنے والے کے درہموں پر قبضہ کرنے سے پہلے مالک نے اجازت دی پھر اس نے درہموں پر قبضہ کیا اور اس کے پاس تلف ہو گئے تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب یا مشتری جس سے چاہے ضمان لے پس اگر اس نے مشتری سے ضمان لی تو وہ بائع پر رجوع نہ کرے گا اور اگر بائع سے ضمان لی تو وہ اس کے مثل مشتری سے واپس لے گا اور وہ اسی کے ہوں گے اور جب اس نے مشتری سے رجوع کر لیا تو جو کچھ اس سے لیا ہے وہ اس کو سپرد کیا جائے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

بھاگے ہوئے غلام کی بیع سے متعلق فقہاء کی آراء ☆

بھاگے ہوئے کی بیع ناجائز ہے پس اگر وہ بھاگنے سے لوٹ آیا اور اس کو مشتری کے سپرد کر دیا تو امام محمدؒ سے روایت ہے کہ وہ بیع جائز ہو گی اور اسی کو کرنی اور ایک جماعت مشائخ نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی قاضی اسماعیلی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور ان کی شرح میں یوں مذکور ہے کہ اگر بھاگے ہوئے غلام حاضر ہو جائے اور بائع مشتری کے سپرد کر دے تو بیع جائز ہو جائے گی اور دونوں میں سے جو شخص انکار کرے خواہ بائع سپرد کرنے سے یا مشتری قبضہ کرنے سے تو اس پر جبر کیا جائے گا اور اس کو فرو بیع کرنے کی ضرورت نہ ہو گی لیکن

۱۔ اس کا اجازت دینا مطلقاً صحیح ہے بیع جائز ہو جائے گی ۱۲۔ ۲۔ وہ زندہ ہے یا کیا حال ہے ۱۲۔ ۳۔ یعنی بجائے غلام باندی کے قرض کی جائے ۱۲۔ ۴۔ جس کی باندی ایک شخص نے غصب کر لی ہے ۱۲۔ ۵۔ بوجہ اپنے غصب کے ۱۲۔

اگر مشتری اس جھگڑے کو قاضی کے رو برو پیش کرے اور بائع سے قبضہ لانے کی درخواست کرے اور سپرد کرنے سے اس کا معجز ثابت ہو اور قاضی دونوں کے درمیان عقد بیع کو فتح کر دے پھر غلام حاضر ہو تو اس وقت میں نئی بیع کرنے کی ضرورت ہوگی اور دوسری روایت محمدؐ سے یہ آئی ہے کہ ایسی بیع جائز نہیں ہے اور نئی بیع کرنے کی ضرورت ہوگی اور ایک جماعت مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور ابو عبد اللہ انہی اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب البیوع کے باب بیوع فاسدہ میں ایسا ہی ذکر کیا ہے کذا فی المحیط۔ فقہاء نے فرمایا کہ مختار یہی ہے اور پہلی روایت کی تاویل یہ ہے کہ غلام کے لوٹ آنے کے وقت وہ دونوں پھر باہم راضی ہو جائیں یہ غیاثہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص بھاگے ہوئے غلام کے مالک کے پاس آیا اور کہا کہ تیرا بھاگا ہوا غلام میرے پاس موجود ہے اور میں نے اس کو پکڑ لیا ہے تو اس کو میرے ہاتھ بیچ ڈال اور اس نے بیچ ڈالنا تو جائز ہے۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ جب کہ اس کی بیع جائز ہوئی پس اگر مشتری نے اس پر قبضہ کرنے کے وقت اس بات پر گواہ کر لیے تھے کہ میں اس پر اس واسطے قبضہ کرتا ہوں تاکہ اس کے مالک کو واپس کروں تو اب قابض شمار نہ ہوگا پس اگر مشتری کے واپس کرنے اور جدید قبضہ کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور مشتری اپنا حق واپس کر لے گا اور اگر اس نے گواہ نہیں کیے تھے تو قابض شمار ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر اس نے آن کر یہ کہا کہ وہ غلام فلاں شخص کے پاس موجود ہے اور اس نے اس کو پکڑ لیا ہے تو میرے ہاتھ اس کو بیچ ڈال اور اس نے اس کی تصدیق کر کے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع جائز نہیں ہے لیکن یہ بیع فاسد ہوگی کہ اگر اس پر قبضہ پالے گا تو مالک ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام خرید اور وہ قبضہ سے پہلے بھاگ گیا تو اس عقد کے فتح کرنے کا مشتری کو اختیار ہے اور تا وقتیکہ غلام بھاگا ہوا حاضر نہ ہو بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے حق کا مطالبہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر بھاگا ہوا غلام اپنے نابالغ بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس بیٹے کو یا کسی یتیم کو جو اس کے پاس پرورش پاتا ہے وہ غلام ہیہ کر دیا تو جائز ہے اور بھاگے ہوئے غلام کو کفارہ میں آزاد کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کا زندہ ہونا اور اس کی جگہ معلوم ہو یہ نہیں ہے میں لکھا ہے۔

اگر غصب کیا ہوا غلام غاصب کے پاس سے بھاگ گیا پھر مالک نے وہ غلام اسی حالت میں کہ وہ بھاگا ہوا تھا غاصب کے ہاتھ فروخت کر دیا تو بیع جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ زمین خراجی کی بیع جائز ہے اور مراد اس سے اراض سواہ ہے اور زمین مطیعہ کی بیع بھی جائز ہے اور قطیعہ وہ زمین ہے کہ اس کو امام نے کسی قوم کے واسطے جدا کر کے انہی کے واسطے خاص کر دی ہو یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ اراض احارہ اس زمین کو کہتے ہیں کہ جو خراب پڑی تھی اور اس کو کسی شخص نے اس کے مالک کے حکم سے لے کر آباد کیا اور اس میں زراعت کی اور اراض احارہ وہ زمین ہے کہ جو کاشتکاروں کے پاس ہوا ہے کہتے ہیں کہ اگر ایسی زمین کو اس کے مالک نے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اس شخص نے فروخت کیا جس کے پاس اس کا آباد کرنا یا کاشت ہے تو جائز نہیں ہے۔ اگر زمین کو اس نے فروخت کیا اور وہ کسی دوسرے کی کاشت میں تھی تو شخص الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ کاشتکار اتنی مدت میں استحقاق رکھتا ہے خواہ بیچ و دونوں میں سے کسی کا ہو پس اگر کاشتکار نے اجازت دے دی تو اس کے عمل کی کچھ اجرت نہ ملے گی اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت دی تو کل دونوں حصے مشتری کو ملیں گے یعنی جب کہ زمین میں غلہ ہو تو مشتری کا ہوگا اور اگر اس نے بیع کی اجازت نہ دی تو جائز نہ ہوگی اور یہی حال تاک انکور کا ہے خواہ پھل ظاہر ہو گئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں بعض فقہاء نے کہا کہ زمین کے مسئلہ کا حکم اس تفصیل سے ہے کہ اگر بیچ کاشتکار کے ہوں تو اس کے حق کی بیع جائز نہ ہوگی اور اگر زمین دار کے ہوں اور حق ریزی ہو گئی ہے تو بھی ناجائز ہے اور اگر زمین میں بیچ نہ پڑا ہو تو بیع جائز ہے اور ایسے ہی تاک انکور میں بھی اگر پھل ظاہر نہ ہوئے ہوں تو بیع جائز ہے اور امام

ظہیر الدین اسی پر فتویٰ دیتے تھے کذا فی الحیطہ اور اگر شکار نے ہنوز زراعت نہ کی لیکن مل چلا لیا اور نہریں کھودی ہیں تو ظاہر الروایت میں اس کی بیع نافذ ہو جائے گی اور یہی اصح ہے اور اگر تاک انگور کو بیچا تو اس کی بیع عامل کے حق میں نافذ نہ ہوگی خواہ اس نے تاک میں کچھ درستی کی ہو یا نہ کی ہو یہ فصول عماد یہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک گاؤں خریدا اور اس سے مسجد اور مقبرہ کا استثناء نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور یہ فساد بیع اس صورت میں ہے کہ مسجد آباد ہو اور اگر اس کا گرد و پیش خراب ہو گیا اور لوگ اس سے بے پروا ہو گئے ہیں تو بیع فاسد نہ ہوگی اور اگر کوئی زمین زراعت خریدی اور اس میں ایک قطعہ وقف کا ہے تو مثل مسجد کے اس کی بیع بھی ناجائز ہے اس کو خمس الاثمہ حلوائی اور خمس الاثمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے اور رکن الاسلام علیٰ مسند ثنی نے فرمایا ہے کہ اس کی بیع جائز ہے اور تفرید میں مذکور ہے کہ ان دونوں نے رکن الاسلام کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور یہی مختار ہے اور اگر ملکی زمین دہی زمین کے ساتھ فروخت کی اور زمین زمین میں سے ملکی زمین کا حصہ استثناء نہ کیا تو دونوں میں سے اصح قول کے موافق ملکی زمین کی بیع جائز ہے اور اگر ملکی زمین خریدی اور اس میں لوگوں کا عام راستہ ہے تو بیع فاسد نہ ہوگی اور راستہ ہونا عیب ہے اور منگی میں لکھا ہے کہ راستہ اگر محدود نہ ہو اور اس کی مقدار معلوم نہ ہو تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی قریہ فروخت کیا اور اس کے اندر مسجد ہے اور قریہ کی بیع میں مسجد کا استثناء کیا تو مسجد کے حدود ذکر کرنے میں پامانہ کرنے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ حدود کا ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ایسا ہی اختلاف حوضوں اور عام لوگوں کے راستہ میں ہے اور مقبرہ کے حدود کا ذکر کرنا ضروری ہے لیکن اگر مقبرہ بلند ٹیلہ ہو تو ضروری نہیں ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک پہاڑ میں گوردہ تھا تو اس کو وہاں سے لاکر فروخت کرنے میں کچھ خوف نہیں ہے اسی طرح اگر پہاڑ کے اجار میں سے لاکر فروخت کیا جائے تو بھی کچھ خوف نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس پہاڑ میں پستہ کے درخت تھے اور اس میں سے پستہ لاکر فروخت کیا گیا تو بھی یہی حکم ہے اور یہی حکم نمک کا ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جس جگہ سے لایا جائے وہ کسی کی ملک نہ ہو اور اگر کسی کی ملک ہوگی تو کسی چیز کی بیع جو ہم نے ذکر کی ہیں جائز نہ ہوگی کذا فی التارخانیہ۔

فصل چہارم:

حیوانات کی بیع کے بیان میں

جو مچھلی دریا کنویں میں ہے اس کی بیع ناجائز ہے پس اگر اس شخص نے کوئی خطیرہ بنایا ہو اور اس میں مچھلی آجائے تو دو حال سے خالی نہیں کہ اس نے خطیرہ اسی واسطے بنایا تھا یا اس واسطے نہیں بنایا تھا پس پہلی صورت میں جو چیز خطیرہ کے اندر آجائے وہ اس کی ملک ہے اور کوئی اس کو نہیں لے سکتا ہے پھر اگر اس کے اندر کی مچھلی بدوں شکار کرنے کے پکڑی جاسکے تو اس کی بیع جائز ہے اور اگر بدوں شکار کے نہ پکڑی جاسکتی ہو تو اس کی بیع جائز نہیں ہے اور دوسری صورت میں جو چیز خطیرہ کے اندر آجائے گی وہ اس کی ملک نہ ہوگی تو اس کی بیع بھی جائز نہ ہوگی لیکن جب مچھلی اس کے اندر آجائے اور وہ خطیرہ کو بند کر لے تو اس کا مالک ہو جائے گا پس اگر وہ بلا حیلہ پکڑی جاسکے تو اس کی بیع جائز ہے اور اگر بدوں شکار کے پکڑی نہ جاسکے تو جائز نہیں ہے۔ اگر اس خطیرہ کو اس واسطے نہیں بنایا تھا لیکن اس نے مچھلی پکڑ کر خطیرہ میں ڈال دی تو اس کا مالک ہو جائے گا پس اگر وہ بلا شکار ہاتھ آئے تو اس کی بیع جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ پھر جن صورتوں میں پانی کے اندر مچھلی کا بیع کرنا جائز ہے ان صورتوں میں جب مشتری اس پر قبضہ کرے گا اور اس کو دیکھے گا تو اس کو خیال حاصل ہوگا کہ اگر کسی نے ایک مچھلی پکڑ کر پانی کے گڈھے میں ڈال دی پس براہ حکم جو صورتیں تفصیل کے ساتھ ہم نے خطیرہ میں بیان کی ہیں وہی یہاں نکلتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مچھلی کسی بڑی نہر میں پڑی ہو تو اس کی بیع کسی حال میں جائز نہیں ہے اگرچہ بیع کے بعد بائع اس کے سپرد کر دینے پر قادر ہو جائے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اگر اس نے مچھلی پکڑی پھر وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نہر

میں جائز مگر اتنا فرق ہے کہ اس صورت میں بیع صحیح سے پہلے اگر سپرد کر دینے پر قادر ہو جائے تو بیع جائز رہے گی اور مشتری کو خیار ردیت رہے گا خواہ اس سے پہلے اس نے مچھلی کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو اور یہ حکم امام ابو الحسن کرخ کے نزدیک ہے اور مشائخ بیع نے فرمایا کہ اس کی بیع جائز نہیں ہے اگرچہ سپرد کر دینے پر قادر ہو جائے یہ بیع میں لکھا ہے۔

اگر حظیرہ کے اندر مچھلی اور قصب ہو اور اس نے دونوں کو ایک بار فروخت کر دیا پس اگر مچھلی بدوں شکار کرنے کے نہ پکڑی جا سکتی ہو تو کل کی بیع قاسد ہے خواہ اس سے پہلے اس نے مچھلی شکار کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر بدوں شکار کے مچھلی کا پکڑنا ممکن ہو پس اگر اس نے اس سے پہلے مچھلی شکار نہ کی ہو تو مچھلی کی بیع قاسد ہے اور قصب کی بیع میں فقہاء نے فرمایا کہ امام اعظم کے قول کے موافق قاسد ہو گی۔ صاحبین کے قول کے موافق قاسد نہ ہو گی اور صحیح یہ ہے کہ صاحبین کے قول کے موافق بھی قصب کی بیع قاسد ہو گی اور اگر اس سے پہلے اس نے مچھلی کا شکار کیا تھا تو بالاتفاق کل کی بیع جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کبوتروں کی اگر کفنی معلوم ہو اور ان کا سپرد کرنا ممکن ہو تو ان کی بیع جائز ہے پس اگر وہ اپنے برجوں میں ہوں کہ جن کا نکلنے کا راستہ بند ہے تو اس کی بیع جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے اور اگر وہ اڑنے کی حالت میں ہوں اور عادت سے یہ بات یقینی ہو کہ وہ آئیں گے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر ایک برج کہ جس میں کبوتر رہتا تھا اس کو بیع کبوتر کے کسی نے بیچنا چاہا پس اگر رات میں فروخت کر دیا تو جائز ہے منقہ میں مذکور ہے کہ اگر پانی کے اندر کوئی چیز یا کوئی مچھلی فروخت کی اور وہ لوٹ کر اس کے پاس آ جاتی ہے یا کوئی ایسا پرندہ جو آسمان میں اڑتا ہے اور اس کے پاس چلا آتا ہے فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور جب وہ لوٹ کر اس کے پاس آئے تو اس وقت سپرد کر دے گا اور اس طرح اگر کوئی ہرن یا لکڑی وہ تھان سے مانوس ہے اور لوٹ کر اس کے پاس چلا آتا ہے تو اس کی بیع بھی جائز ہے اور اگر مانوس ہونے کے بعد وہ وحشت کرنے لگے اور بلا شکار کے ہاتھ نہ آئے اور اس کو فروخت کرے تو بیع ناجائز ہو گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کوئی ہونہار گھوڑا ایسا بدکنا ہو کہ بدوں خیل کے اس کا اس کو پکڑنا ممکن نہ ہو تو اس کی بیع ناجائز ہے یہ سراجیہ میں ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک شہد کی مکھیوں کی بیع ☆

شہد کی مکھیوں کو جبکہ انکھی موجود ہوں بیع کرنا جائز نہیں ہے اور یہ امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے لیکن اگر اس کے چھتوں میں شہد ہو اور چھتے کو بیع ان مکھیوں کے جو اس کے اندر ہیں خرید کرے تو جائز ہے اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ اگر شہد کی مکھیاں انکھی جمع ہوں تو ان کا بیع کرنا جائز ہے۔ کذا فی الحاوی۔ شہد کی مکھیوں کی بیع امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثہ میں لکھا ہے۔ فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ جو تک کا خرید کرنا جائز ہے اور اسی کو صدر الشہید نے لیا ہے کذا فی المحیط نو زیلی بخار ہے۔ اگر کسی شخص کو اس واسطے اجرت پر لیا ہے کہ وہ اس کے جو تک لگا دے تو بالاتفاق جائز ہے۔ یہ غلامہ میں لکھا ہے اور کرم پیلے کے اثرے بیچنا امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ واقعات میں لکھا ہے اور سانپ اور بچھو اور گرگٹ اور جوان کے مانند زمین کے جانور ہیں ان کا بیچنا جائز نہیں ہے اور جو چیزیں دریا میں ہوتی ہیں ان میں سوائے مچھلی کے مینڈک اور کیلڑا وغیرہ کا بیچنا جائز نہیں ہے اور بھی ان کی ہڈی اور کھال سے نفع اٹھانا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ سانپ اگر دوا کے کام میں آئیں تو ان کی بیع جائز ہے اور اگر کسی کام نہ آئیں تو بیع جائز نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ کل چیزوں کی بیع جن سے کچھ نفع حاصل ہو جائز ہے۔ یہ تار خانہ میں لکھا ہے۔

سیکھے ہوئے کتے کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہے اور ایسی ہے بلی اور وحشی درندہ جانوروں اور پرندوں شکاری کی بیع ہمارے نزدیک جائز ہے خواہ وہ سیکھے ہوئے ہوں یا نہ ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جو کتا کہ سیکھا ہو نہ ہو اس کی بیع جائز ہے بشرطیکہ وہ برج شامل ہے ہر طرح کے لڑے لڑے۔ ۱۔ تو رات آٹھ کی تک رات کو اس میں نے بسر لیا ہے جیسا کہ جانوروں میں عادت جاری ہے ۱۲۔

سکھانے کے قابل ہو ورنہ جائز نہیں ہے۔ یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ شیر کی بیچ میں بھی ہمارا یہی قول ہے کہ اگر وہ تعلیم قبول کرے اور اس سے شکار کیا جاسکے تو اس کی بیچ جائز ہے کیونکہ چیتے اور باز ہر حال میں سیکھ جاتے ہیں تو ان کی بیچ بھی ہر حال میں جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ فتاویٰ عتاییہ میں ہے کہ چھوٹے بھڑیے کی بیچ کہ جو تعلیم نہ قبول کرے جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ چھوٹا بھڑیا اور بڑا دونوں برابر ہیں یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ ہاتھی کا بیچنا جائز ہے اور بندر کے بیچنے میں امام اعظمؒ سے دو روایتیں آئی ایک روایت میں ہے کہ جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور سوائے سور کے تمام حیوانات کی بیچ جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے۔ مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت بیچنی جائز ہے اور ان گھروں کی زمین بیچنی جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور بغداد کے گھر اور بازار کی دکانیں جو سلطانی ہیں ان کا بیچنا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کا شفعہ بھی نہیں ہے کذا فی

الاجدیب۔

فصل پنجم:

احرام باندھنے والے کاشتکار کو بیع کرنے اور محرمات کی بیع کے بیان میں

محرم یعنی احرام باندھنے والا اگر شکار کو فروخت کرے تو جائز نہیں ہے اسی طرح حرم کاشتکار بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ حرم کے اندر شکار کا بیچنا جائز نہیں ہے خواہ محرم فروخت کرے یا حلال کہ جس نے احرام نہیں باندھا ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ حرم کے اندر دو حلالوں نے کسی شکار کی جو حل میں ہے خرید و فروخت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن حرم سے حل کی طرف نکل کر اس کو سپرد کرے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے احرام باندھا اور اس کے قبضہ میں دوسرے کا شکار ہے اور اس شکار کو اس کے مالک نے فروخت کیا اور وہ حلال تھا تو بیع جائز ہے اور سپرد کر دینے کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور اگر اس نے تلف کر دیا تو اس پر جزا لازم آئے گی اور اگر کسی محرم نے ایک شکار کے بیچنے کے واسطے کسی حلال کو وکیل بنایا اور اس نے فروخت کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ بیع باطل ہے۔ کذا فی الحاوی۔ اگر حلال نے کسی محرم کو ایک شکار کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہے اگر کسی شخص نے ایک شخص کو کسی شکار بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر مؤکل نے احرام باندھا اور وکیل نے شکار فروخت کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی حلال نے دوسرے حلال سے ایک شکار خریدا اور اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک نے احرام باندھا تو بیع ٹوٹ جائے گی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ جو ذبیحہ کہ مجوسی یا مرتد یا سوائے اہل کتاب کے دوسرے کا ہو اس کی بیچ جائز نہیں ہے اور اسی طرح وہ ذبیحہ کہ جس پر بسم اللہ کہنا عذر اچھوڑ دیا گیا ہو اس کی بیچ بھی ناجائز ہے کذا فی الذخیرہ۔ تجرید میں لکھا ہے۔ اسی طرح ایسے بچہ کا کہ جو نہیں سمجھتا ہے اور مجنوں کا ذبح کیا ہو اس کا بیچنا جائز نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے اور جس شکار کو محرم نے ذبح کیا ہو یا حلال نے حرم میں ذبح کیا ہو اس کا بیچنا بھی جائز نہیں ہے اور اہل کتاب کا ذبیحہ بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کافر اگر کسی مردار کو آپس میں

۱۔ نہ کہ مسئلہ کا نہاد کرت احقر ۱۲۱۔ ۲۔ قولہ جائز نہیں یعنی محرم کا وکیل ہونا اور اس کا کوئی ایسا تصرف جائز نہ ہوگا نہ یہ کہ تو وکیل باطل ہے فائدہ مختلف فیہ فان اگر محل لذلک بالذات فاقہم ۱۲۔ ۳۔ اہل کتاب کا ذبیحہ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں اس مسئلہ میں مشہور اختلاف ہے اور عوام الناس نے اپنی نظر کے موافق تعریضات زمانہ کے ذرائع میں اسی روایت پر مدار رکھا ہے اور حق یہ ہے کہ جواہر کتاب یعنی جواہر کتاب الہی ٹھیک ٹھیک جانتے ہوں ان کا ذبیحہ شرعاً حلال ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے تعریض یا یہودی کا ذبیحہ جائز فرمایا بلکہ اہل کتاب یعنی جواہر کتاب آسمانی پر چلنے ہوں اور تفصیل و تحقیق مسئلہ کی مترجم کی جامع تفسیر اردو و موسومہ مواہب الرحمن میں ہے ۱۲۔

فروخت کریں تو جائز نہیں ہے اور اگر اپنے ذبیحہ کو باہم فروخت کریں حالانکہ ان کا ذبیحہ یہ ہو کہ بکری کا گلا گھونٹ دیں یا اس کو اس قدر ماریں کہ مر جائے تو ان کا آپس میں بیع کرنا جائز ہے یہ واقعات میں لکھا ہے اگر وہ ذبیحہ نے شراب یا سور کی باہم خرید و فروخت کر لی پھر قبضہ سے پہلے دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک اسلام لایا تو بیع ٹوٹ جائے گی یعنی بیع کرنے کا حق ثابت ہو جائے گا اور اگر دونوں نے شراب پر قبضہ کر لیا پھر دونوں یا ایک مسلمان ہو تو بیع جائز ہوگی خواہ شمن پر قبضہ ہو گیا ہو یا نہ ہو ایہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی ذبی نے ایک مسلمان غلام خرید تو بیع جائز ہے اور اس پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر دے خواہ یہ ذبی نا بالغ ہو یا بالغ ہو یہ تا تار خانیہ میں تجنیس سے منقول ہے اور اگر کسی کافر نے دوسرے کافر سے ایک مسلمان غلام بطور بیع فاسد کے خرید تو مشتری پر جبر کیا جائے گا کہ وہ اس کو دے اور بائع پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر دے اور اگر ذبی نے اس غلام کو آزاد یا مدبر کر دیا تو جائز ہے اور وہ مدبر سنی کرے گا اور یہی حکم ہے اگر وہ باندی تھی کہ اس کو ذبی نے ام ولد بنایا ہو اور ذبی کو زرد کو ب کی تکلیف پہنچائی جائے گی اور اگر باندی کو اس نے مکاتب کر دیا تو کتابت جائز رہے گی اور نہ ٹوٹے گی اور یہی حکم ہے۔

اگر ذبی نے قرآن شریف خریدا ہو اور اسی طرح اگر ذبی کسی مسلمان غلام کے ایک حصہ کا مالک ہو تو ٹکڑے کا حکم پورے کے حکم کے مانند ہے اور اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو ان دونوں کے درمیان صرف وہی امر جائز ہوگا جو دو مسلمانوں میں جائز ہوتا ہے اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کو شراب کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے اور اگر چند تہیم نصرانی تھے کہ ان کا ایک غلام اسلام لایا تو سب پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر دیں پس اگر ان کا کوئی وصی ہوگا تو وہ فروخت کرے گا اور اگر نہ ہوگا تو قاضی ان کا کوئی وصی مقرر کر دے گا کہ وہ ان کی طرف سے فروخت کرے گا اور اگر کسی مسلمان نے کوئی مسلمان غلام کسی کافر کو بیہ کیا یا صدقہ میں دیا اور اس کے سپرد کر دیا تو جائز ہے اور کافر پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر دے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ عیوں میں مذکور ہے کہ ہاتھی وغیرہ مرداروں کی ہڈیاں بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے لیکن آدمی اور سور کی ہڈی بیچنا جائز نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ ہاتھی وغیرہ کی ہڈی پر چکنائی نہ باقی ہو اور اگر باقی ہوگی تو وہ نجس ہے اور اس کی بیع ناجائز ہے اور فتاویٰ اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنا کتا ذبح کر کے اس کا گوشت فروخت کیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر اپنا گدھا ذبح کر کے اس کا گوشت فروخت کیا تو جائز ہے اور اس صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ انہوں نے ذبح ہونے کے بعد اس گوشت کے پاک ہونے میں اختلاف کیا ہے اور صدر المشید نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ پاک ہے اور اگر کسی نے سور کو ذبح کر کے اس کا گوشت فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ذبح کیے ہوئے درندوں کا گوشت اور ذبح کیے ہوئے گدھوں کا گوشت فروخت کرنا صحیح روایت کے موافق جائز ہے اور مردار درندوں کا گوشت بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ درندوں اور گدھوں اور خچروں کے چڑے اگر ذبح کیے ہوئے یا دباغت کیے ہوئے ہوں تو ان کی بیع جائز ہے اور جو ایسے نہ ہوں تو ان کی بیع جائز نہیں ہے اور یہ حکم اس بنا پر ہے کہ حلال کرنے یا دباغت کرنے سے سب چڑے پاک ہو جاتے ہیں سوائے آدمی اور سر کی کھال کے اور جبکہ حلال کرنے سے وہ پاک ہو گئے تو ان سے نفع اٹھانا جائز ظہر ا پس ان کی بیع ہو سکتی ہے اور مردار کے بال اور اس کی ہڈی اور پشم اور سینک سے نفع اٹھانے میں کچھ خوف نہیں ہے اور ان سب کی بیع جائز ہے اور پٹھے کے باب میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں اس سے نفع اٹھانا اور اس کا بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ سور کے بال بیچنا

۱۔ یعنی مسلمان کے ہاتھ ۱۲۔ ۲۔ مشقت کر کے مال ادا کر کے آزاد ہو جائے گا ۱۳۔ ۳۔ بوجام ولد بنانے کے واللہ اعلم ۱۴۔ ۴۔ قولہ جائز ہے اس واسطے کہ ذبح کرنے سے نجاست نہ رہی لیکن آدمی کو کھانا حرام رہا ہاں اگر شکرہ وغیرہ کو دے دے تو کارآمد ہوگا پھر یہ روایت اس پر ہے کہ کتا جس الجھن نہیں جیسے گدھا اور لعاب و خون اس کا نجس ہے اور متاخرین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے ۱۵۔

جائز نہیں ہے اور کوئی بچا یا بچا کر اس سے نفع اٹھانا موزہ دوز کو جائز ہے اور انسان کے بالوں کا بیچنا اور اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ جامع الصغیر میں لکھا ہے اور اگر کسی نے نئی ٹخنہ کے موئے مبارک کسی شخص کے پاس سے لیے اور اس کو بہت بڑا ہڈ یہ پیش کیا نہ بطور خرید و فروخت کے دیا تو اس میں کچھ خوف نہیں ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ عورت کا دودھ اگرچہ کسی پیالہ میں ہو بیچنا جائز نہیں ہے خواہ وہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اس کے تلف کر دینے والے پر ضمان نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ باندی کا دودھ بیچنا جائز ہے اور یہی مختار ہے۔ یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ طایح اور مضامین کی بیع منعقد نہیں ہوتی ہے اور مملوچ اس کو کہتے ہیں جو مادہ کے رحم میں ہو قال المتزجم مضامین وہ نطفے ہیں جو باپ کی پیٹھ میں ہوں۔ اس حکم سے یہ بھی حکم نکلا ہے کہ گاجن کرانی میں زکی مٹی بیچنا اور حمل کا بیچنا جائز نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر آزاد آدمی اور شراب اور سور اور مردار کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ گوہر اور میٹھی کا بیچنا اور ان دونوں سے نفع اٹھانا جائز ہے اور گوہر سے کچھ نفع اٹھانا جائز نہیں ہے تا وقتیکہ وہ مٹی سے بدل جائے اور مٹی اس پر غالب نہ ہو جائے اور اسی طرح گوہر کا بیچنا بھی جائز نہیں ہے تا وقتیکہ وہ غالب مٹی سے نہ ملا ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور ربا طات کا گوہر بیچنا جائز نہیں ہے مگر جب اس کو کوئی شخص جمع کر کے فروخت کرے تو جائز ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔ کبوتر کی بیٹ اگر بہت ہو تو اس کا بیچنا اور بیہ کرنا جائز ہے یہ قینہ میں لکھا ہے۔ حلال اگر حرام کے ساتھ مل جائے جیسے شراب اور چوہا گھی یا گوند سے ہوئے آٹے میں جا پڑے تو اس کے فروخت کرنے میں کچھ خوف نہیں ہے بشرطیکہ بیان کر دیا جائے کہ یہ اس طرح مختلط ہے اور یہ جواز اس وقت تک ہے کہ حرام چیز حلال پر غالب یا اس کے برابر نہ ہو جائے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

بربط اور طبل اور مزار اور دف اور نرد اور ان کے مانند چیزوں کو بیچنا امام ابو حنیفہؒ کے قول میں جائز ہے ☆

سوائے کھانے کے اس سے اور طرح نفع اٹھانے میں کچھ خوف نہیں ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایک قطرہ پیشاب یا خون شمس کر یا زیتون کے تیل میں جا پڑے تو اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے یہ تار خانیہ میں لکھا ہے اور جو چیز ایسی ہو کہ اس پر حرام چیز غالب ہو تو اس کا بیچنا یا بیہ کرنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر زیتون کے تیل میں مردار کی کھلی ہوئی چربی پڑ جائے پس اگر تیل غالب ہو تو اس کی بیع جائز ہے اور اگر چربی غالب ہو تو جائز نہیں ہے اور واضح ہو کہ حلال کے حرام پر غالب ہونے کی صورت میں نفع اٹھانے کا حکم جو مذکور ہوا اور اس سے یہ مراد ہے کہ سوائے بدن کے اور کاموں میں نفع اٹھایا جائے اور بدن میں نفع اٹھانا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بربط اور طبل اور مزار اور دف اور نرد اور ان کے مانند چیزوں کو بیچنا امام ابو حنیفہؒ کے قول میں جائز ہے اور صاحبین نے کہا کہ توڑ دینے سے پہلے ان چیزوں کا بیچنا جائز نہیں ہے اور یہ مسئلہ اجارات اصل میں بلا تفصیل مذکور ہے اور سیر کبیر میں صاحبین کے قول کی اس طرح تفصیل بیان کی ہے کہ ان چیزوں کو اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا کہ جو ان کو خود استعمال میں نہیں لاتا ہے اور نہ ایسے شخص

- ۱۔ یعنی اگر کسی کے پاس موئے مبارک آن سرور ﷺ ہو اور اس سے کوئی شخص اس موئے مبارک کو لے تو بطور بیع کے اس کی عوض کچھ دینا جائز نہیں ہے اور اگر بیہ کے طور بھاری بدینہ پیش کرے تو مضائقہ نہیں ہے ۱۲۔ ۲۔ قال المتزجم اے استخر بجدہ منہ فان حرمۃ بیع حسب القمل منصوصہ وقد عدہ بعضہم من الکبائر ۱۲۔ ۳۔ عذرہ پلید چیز نجس و لیکن بئاریں کو ہر میٹھی کو بھی شامل ہے والفراد ما ذکرنا ۱۲۔ ۴۔ یہ قید اس واسطے ہے کہ ضعیف بے قیمت ہوتی ہے پس مال نہ ہوگی ۱۲۔ ۵۔ یہ حکم شخص بیع کے واسطے ہے کھانے کے واسطے نہیں ہے ۱۲۔ ۶۔ خون سے بہتا ہوا خون مراد ہونا چاہیے ۱۲۔ ۷۔ اختلاف احرام و حلال اس طرح ہو کہ حلال پر حرام غالب ہو جائے ۱۲۔ ۸۔ یعنی نفع اٹھانے کے جواز کا ۱۲۔ ۹۔ آلات الموالات واجب ۱۲۔

کے ہاتھ بیچتا ہے کہ جوان کو استعمال میں لائے تو توڑ دینے سے پہلے ان کی بیع جائز ہے اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ بیچا کہ جوان کو استعمال میں لاتا ہے یا ایسے شخص کے ہاتھ بیچتا ہے جوان کو استعمال میں لائے تو توڑ دینے سے پہلے ان کی بیع جائز نہیں ہے۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ جو حکم اصل کتاب میں مطلقاً مذکور ہے وہ اس تفصیل پر جو سیر کبیر میں مذکور ہے محمول ہو سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر ان چیزوں کو کسی شخص نے تلف کر دیا پس اگر تلف کر دینا قاضی کے حکم سے تھا تو کوئی شخص ضامن نہ ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے نہ تھا تو بھی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اپنا غلام بعوض اس کے فروخت کیا کہ میں اپنے اونٹ مشتری کی زمین میں چراؤں گا یا اس کے عوض کہ میں اس کے کونٹوں سے پانی پیوں گا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر غلام بالغ یا مشتری کی باندیوں میں سے کسی باندی کے عوض فروخت کیا اور اس باندی کو معین نہ کیا تو بیع منعقد ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ سوائے شراب کے جتنی پینے کی چیزیں حرام ہیں سب کی بیع جائز ہے اور ان کے تلف کرنے والوں کو ضمان دینی پڑے گی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان چیزوں کی بیع جائز نہیں ہے اور ان کے تلف کرنے والے پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ فتاویٰ عثمانیہ میں ہے کہ شیرۃ انکور کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے میں کہ جو اس سے شراب بنادے گا کچھ خوف نہیں ہے اور زمین ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے میں کہ جو اس کا کلیسا بنادے گا کچھ ڈر نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ مکاتب اور مدبر اور ام ولد اور جس غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دیا گیا ہوا اس سب کی بیع جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ام ولد کو فروخت کر کے سپرد کر دیا تو مشتری اس کا مالک نہ ہوگا اور یہی حکم اس غلام کا ہے جس کا کچھ حصہ آزاد ہو گیا ہو اور ایسے ہی مدبر کا بھی ہمارے نزدیک یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مکاتب فروخت ہونے پر راضی ہو گیا تو اس باب میں دو روایتیں ہیں اور اظہر یہ ہے کہ جائز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ مجمع میں لکھا ہے کہ مکاتب نے اگر اپنی بیع کی اجازت دے دی تو فاسد نہ ہوگی اور یہی روایت مختار ہے اور عامہ مشارح اسی پر ہیں یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور اگر آزاد یا ام ولد یا مدبر یا مکاتب مشتری کے پاس ہلاک ہو گئے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور صاحبین^(۱) نے فرمایا کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ امام ابو حنیفہؒ سے بھی مروی ہے بخلاف مکاتب کے کہ اگر مشتری نے اس پر قبضہ کیا اور وہ اس کے پاس مر گیا تو بالاتفاق اس کا ضامن نہ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک قیمتی مال بعوض مکاتب یا ام ولد کے خرید اور مال پر قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ بطور ملک فاسد کے ہوگا اور ام ولد کو اسی کے ہاتھ فروخت کر دینا جائز ہے اور ایسے ہی مدبر کو اسی کے ہاتھ بیچنا جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے مردار یا خون کے عوض کوئی چیز خریدی تو اس کا مالک نہ ہوگا کیونکہ یہ مال نہیں ہے اس لئے کہ اس سے متول نہیں ہوتا ہے اور اس قیاس پر اگر کسی نے مردار کی کھال کے عوض کوئی چیز خریدی اور یہ ایسی کھال تھی کہ اس کو لوگ دہانت کے واسطے رکھ چھوڑتے ہیں تو بیع منعقد ہو جائے گی اگر کسی نے مردار یا خون کے عوض غلام خرید اور اس پر قبضہ کر لیا اور وہ مر گیا تو سیر کبیر میں لکھا ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری اس کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی۔ شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مشتری اس کی قیمت کا

۱ اشارہ الی انہ لا یضمن ما یستعبد ومن له نوع خصوصۃ ۱۲۔ ۲ قال المحرر جم و یحییٰ ان یكون المراد بالخرم من الغلب اذ الخمر عندہ مطلق علی فعل ولذلک اور وقفہ آخر فی الترتیب ۱۲۔ ۳ کیسار عبادت خانہ لہرانیان گر جا ۱۲۔ ۴ مکاتب سے یہ مراد ہے کہ مادام مکاتب رہے اور اگر عاجز ہو کر رقی ہو جائے تو فروخت ہو سکتا ہے ۱۲۔ ۵ خود ام ولد کے ہاتھ ۱۲۔ ۶ مترجم کہتا ہے کہ یعنی مثلاً مکاتب کا بیٹا مکاتب کی باندی سے پیدا ہوا تو وہ بھی بمنزلہ اصل کے یعنی باپ کے مکاتب رہے گا اور یہ مربوط ہے مابعد سے و اگر الولد سے مالک لوگ مراد ہوں تو عبادت ساطبق سے معلوم کیا جائے مگر حاوی کہاں ہے وہاں عبارت شاہد نہیں ہے ہاں ایسے ہی لوگ مکاتب وغیرہ مراد ہو سکتے ہیں ۱۲۔

ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور باندیوں کی اولاد جو ایسے لوگوں سے ہو بمنزلہ اصول کے شمار کی جاتی ہے اور اسی طرح حالت کتابت میں خریدا ہو اور بیٹا اور ماں باپ کا بھی یہی حکم ہے مگر سوائے ان کے نائے والے کتابت میں داخل نہیں ہوتے ہیں اور مکاتب کو ان کا بیع کر دینا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔

فصل ششم:

ربو اور اس کے احکام کے بیان میں

واضح ہو کہ ربو اشراع میں اس مال کو کہتے ہیں کہ جو مال کے عوض مال لینے میں زیادتی ہو کہ اس کے مقابل میں نہ ہو اور یہ ربو ا ہر ناپ یا تول کی چیزوں میں جو اپنے جنس کے ساتھ بچی جائیں حرام ہے اور اس کی علت مقدار اور جنسیت ہے اور مقدار سے ہماری مراد ناپ کی چیزوں میں پیمانہ ہے اور وزنی چیزوں میں وزن ہے پس جب ناپ کی چیزیں جیسے گیسوں اور جو اور چھوارے اور نمک اور تول کی چیزیں جیسے سونا اور چاندی وغیرہ جو اوقیہ کے حساب سے بچی جاتی ہیں اپنی جنس کے ساتھ برابر برابر فروخت کی جائیں تو بیع صحیح ہے اور اگر کوئی بڑھتی ہوئی تو بیع صحیح نہیں ہے اور اس جنس کی ردی اور جید دونوں برابر ہوتی ہیں یہاں تک کہ جن چیزوں میں ربو اجاری ہوتا ہے اگر ان میں کی جید عوض ردی کے بدون برابری کے بچی جائے تو صحیح نہیں ہے اور ایک لپ بھر کے چیز بدلے دو لپ بھر کے فروخت کرنا جائز ہے اور ایک سیب دو سیبوں کے عوض بیچنا جائز ہے اور جو آدمے صاع سے کم ہو وہ ایک لپ بھر کے شمار میں ہے اور اگر ناپ یا تول کی چیز جو سوائے کھانے کے ہے اپنی جنس کے ساتھ زیادتی سے فروخت کی جیسے گچ اور لوہا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور جس چیز میں مقدار اور جنسیت دونوں پائی جائیں اس میں زیادتی سے بیچنا اور ادھار بیچنا دونوں جائز نہیں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک پائی جائے اور دوسری نہ پائی جائے تو زیادتی حلال ہے اور ادھار بیچنا حرام ہے اور اگر دونوں نہ پائی جائیں تو زیادتی اور ادھار دونوں حلال ہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ کیلی چیزیں ہمیشہ کیلی ہی رہیں گی ☆

جن چیزوں میں کہ رسول اللہ ﷺ نے کیل کے حساب سے بڑھتی بیچنے کی حرمت پر صریح حکم فرمادیا ہے وہ ہمیشہ کیلی رہے گی یعنی ناپ کی چیزوں میں رہے گی اگرچہ لوگ اس کا ناپنا چھوڑ دیں جیسے گیسوں اور جو و چھوارے اور نمک اور جن چیزوں میں رسول اللہ ﷺ نے زیادتی وزن کی رو سے حرام فرمائی ہے وہ ہمیشہ وزنی رہے گی اگرچہ لوگ ان کا وزن کرنا ترک کر دیں جیسا سونا اور چاندی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جن چیزوں میں آنحضرت ﷺ کا صریح حکم نہیں ہے لیکن یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں پیمانہ سے بکتی تھی تو وہ ہمیشہ کیلی رہے گی اگرچہ لوگ اس کو وزن کر کے بیچنے کی عادت کریں اور جس کا کہ اس وقت میں وزنی ہونا معلوم ہو وہ چیز ہمیشہ وزنی رہے گی اور جس چیز میں کہ کچھ صریح حکم نہیں ہے اور نہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کا اس کا حال معلوم ہے تو اس میں لوگوں کا عرف معتبر ہوگا پس اگر لوگوں میں وہ پیمانہ کے حساب سے بکتی ہے تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کے حساب سے بکتی ہے تو وزنی ہے اور اگر پیمانہ اور وزن دونوں کے حساب سے بکتی ہے تو وہ کیلی اور وزنی دونوں ہوگی اور یہ سب جو مذکور ہوا امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے کذا فی المحیط۔ پس اس بناء پر جو مذکور ہوا اگر گیسوں کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے یا سونے کو اپنی جنس کے ساتھ پیمانہ کے حساب سے برابر فروخت کرے تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگا اگرچہ لوگوں کے عرف میں اسی طرح بکتی ہو یہ

کافی میں لکھا ہے۔

پس اگر کیلی چیز کو وزن کے حساب سے یا وزنی چیز کو کیل کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ جس طور پر فروخت کی گئی ہیں باہم برابر ہوں تا وقتیکہ ان کا برابر ہونا اپنے اصل طور پر نہ معلوم ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ شیخؒ نے فرمایا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس چیز کا کیلی ہونا صریح حکم سے ثابت ہو گیا ہے اگر اس کو وزن کر کے درہموں کے عوض فروخت کرے تو جائز ہے اسی طرح جس کا وزنی ہونا صریح ثابت ہوا ہے اگر پیانہ کے حساب سے درہموں کے عوض فروخت کی جائے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ جو چیزیں کہ مثل تیل وغیرہ کے منوں یا اوتیوں کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں وہ وزنی ہیں۔ یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ پس جو چیز کہ رطلی ہے یا اوتیہ کے حساب سے بکتی ہے اگر اس کو اپنی جنس کے ساتھ کیل کے حساب سے برابر برابر اس کی مقدار کیل کے حساب سے معلوم ہو اور جس قدر اس کیل میں سماتا ہے اس کا وزن معلوم نہ ہو فروخت کریں تو جائز نہیں ہے اور اگر ان دونوں کو کیل کے حساب سے زیادتی سے فروخت کریں اور وزن میں وہ دونوں برابر رہیں تو بیع صحیح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ بدبودار گیسوں اور جید گیسوں ایک جنس ہیں اور ایسے خرمیں سیراب کروہ زمین کا اور نحسی بے پستی زمین کا دونوں ایک جنس ہیں اور فارسی چھوارہ اور قل دونوں ایک جنس ہیں باوجود اس کے کہ وصف میں اختلاف ہے اور ایسے علکہ اور رخوہ چھوارہ ایک جنس ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور فقہاء نے یتیم کے مالوں میں سے جن مالوں میں ربا اجاری ہوتا ہے اس میں جید ہونے کا وصف اعتبار کیا ہے پس وصی کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس کا جید مال ردی کے عوض فروخت کرے اور وقف کے مال میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

ایک انڈے کا دو انڈوں کے عوض اور ایک چھوارے کا دو چھوارے کے عوض اور ایک اخروٹ کا دو اخروٹوں کے عوض بیچنا صحیح ہے اور ایک پیسے معین کو دو معین پیسوں کے عوض فروخت کرنا امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ تراگور کا خشک کے ساتھ برابر پیانہ کے حساب سے بیچنا امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبینؒ کا اس میں خلاف ہے اور اسی طرح ہر پھل کہ جو خشک ہو جاتے ہیں جیسے انجیر اور کشمش اور اخروٹ و کھری اور انار اور آلو بخارا ان میں تبدلے تر کے اور خشک بدلے خشک کے بیچنا جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور چھوارے کا حلوا چھوارے کے عوض زیادتی کے ساتھ بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے لیکن اگر یہ بیع ایسی جگہ واقع ہو جہاں چھوارہ وزن سے بکتا ہے۔ تو اس طرح ادھار بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر ایسی جگہ واقع ہو کہ جہاں چھوارہ پیانہ سے بکتا ہے تو ادھار بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ابوالحسن کرخیؒ نے ذکر کیا ہے کہ درخت خرما کے سب پھل ایک جنس میں اور باقی پھلوں میں ہر قسم کے درخت کے پھل ایک جنس ہوتے ہیں جیسے کہ انگور سب ایک جنس ہیں اگرچہ اس کی اقسام مختلف ہیں اور اسی طرح امرود ایک جنس ہیں اگرچہ اس کی بھی اقسام مختلف ہیں اور یہی حال سیب کا ہے یہاں تک کہ ایک قسم کا انگور دوسری قسم کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز نہیں ہے اور یہی حال سیب اور امرود کا ہے اور امرود کو سیب کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز ہے

۱۔ یعنی اگر کیلی ہے تو کیل کے حساب سے اور وزنی ہے تو وزن کے حساب سے ۱۲۔ جو اصل سابق میں مذکور ہوئی ہے ۱۲۔ مترجم کہتا ہے کہ بیتا در اس سے ہندوستان کا من ہے اگرچہ اصل میں من کا لفظ اس معنی میں نہیں ہے مگر مراد واحد ہے بالظن من کا ترجمہ باعتبار اختلاف معروف ومن میر شاعی وتمریری وغیرہ کے ذکر کیا جائے بہر حال میر کا ذکر کرنا بلحاظ عموم کے اولیٰ ہے پس تنبیہ ہے کہ میر کہہ سکتے ہیں ۱۲۔ منجس اصل میں وہ زمین ہے جو بدون پانی دیے اگاتی ہے اور نحسی منسوب بہان دستی برعکس آن ۱۲۔ ایک قسم ہے عمدہ چھوارے کی ۱۲۔ کھتری منتخب میں ہے کہ یہ امرود ہذا هو المعروف اور یہاں عمدہ کشمش وغیرہ ۱۲۔

اور ایسے ہی سب کو انکھور کے ساتھ زیادتی سے بیچنا جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔
گیہوں کو آٹے یا ستو کے عوض برابر زیادتی سے بیچنا صحیح نہیں ☆

تازہ انگور کو دو شاب کے ساتھ بیچنا ہر طرح جائز ہونا چاہیے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ نمناک گیہوں کو نمناک گیہوں کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی نمناک کا خشک کے ساتھ بیچنا اور تازہ تر کا تازہ تر کے عوض بیچنا اور تازہ تر کا خشک کے عوض بیچنا بھی جائز ہے اور تازہ تر باقلاء کا تر کے عوض بیچنا جائز ہے اور خشک انگور کا بھگوئے ہوئے کے ساتھ بیچنا اور بھگوئے ہوئے کا بغیر بھگوئے ہوئے کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے یہ سب امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر جب یہ معلوم ہو جائے کہ دونوں خشک ہو کر برابر ہو جائیں گے یہ محیط سرحسی میں لکھا ہے۔ بھنے ہوئے گیہوں بغیر بھنے ہوئے گیہوں کے عوض بیچنے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اگرچہ دونوں پیانہ سے برابر ہوں اور بھنے ہوئے گیہوں بھنے ہوئے کے عوض بیچنا جائز ہے بشرطیکہ وہ پیانہ کی راہ سے برابر ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔ گیہوں کو آٹے یا ستو کے عوض برابر یا زیادتی سے بیچنا صحیح نہیں ہے اور آٹے کو آٹے کے عوض کیل کی راہ سے برابر بیچنا ہمارے نزدیک صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور چوکر کو آٹے کے عوض بیچنا امام ابو یوسف کے نزدیک اعتبار کے طور پر جائز ہے اس طرح لحاظ کیا جائے کہ خالص چوکر اس چوکر سے جو آٹے کے اندر ہے زائد ہو اور امام محمد کے نزدیک اس طرح اعتبار کے طور پر جائز نہیں ہے بلکہ جب پیانہ کی راہ سے دونوں برابر ہوں تو جائز ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر آٹے کو آٹے کے عوض وزن کر کے بیچا تو جائز نہیں ہے جیسے گیہوں کو گیہوں کے عوض وزن کر کے بیچنا جائز نہیں ہے اور ستو کو ستو کے عوض بیچنا اور چوکر کو ستو کے عوض بیچنا بھی یہی حکم رکھتا ہے اور اگر چھانا ہوا آٹا بے چھانے ہوئے آٹے کے عوض بیچا تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں برابر ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے آٹے کو چنے کے عوض بیچنا جائز ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ گیہوں کو روٹی کے عوض اور روٹی کو گیہوں کے عوض بیچنا اور روٹی کو آٹے کے عوض اور آٹے کو روٹی کے عوض بیچنا بعضوں کے نزدیک برابری کے ساتھ اور زیادتی کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ گیہوں اور آٹا کیلی ہے۔

روٹی وزنی ہے پس ایک کی بیع دوسرے کے ساتھ زیادتی اور برابری سے جائز ہوگی بشرطیکہ دونوں نقد ادا کیے جائیں اور اگر دونوں میں سے کوئی ادھار ہو پس اگر روٹی نقد ہو تو ہمارے سب اماموں کے نزدیک بیع جائز ہے اور اگر گیہوں یا آٹا نقد ادا کیا جائے اور روٹی ادھار ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور یہی امام اعظم سے بھی روایت آئی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ روٹی کا ایک قرض بعض دوسروں کے ہاتھوں ہاتھ بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اگرچہ دونوں میں بڑے چھوٹے ہونے کا فرق ہو اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ اماموں کے نزدیک روٹی کا ہر طرح بیچنا جائز ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک گروہ روٹی نقد بعض دوسروں روٹی ادھار کے بیچا تو جائز ہے اور اگر دونوں روٹیاں نقد ادا کی جائیں اور ایک روٹی ادھار ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر روٹیوں کے کٹے فروخت کیے تو نقد اور ادھار ہر طرح جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور امام اعظم کے نزدیک روٹی کا قرض لینا جائز نہیں ہے نہ وزن سے اور نہ عدد سے اور امام محمد نے فرمایا کہ وزن و عدد دونوں طرح سے اس کا قرض لینا جائز ہے کیونکہ تعامل الناس ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وزن سے جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ یہ تبیین میں لکھا ہے۔ شرح مجمع میں لکھا ہے کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے کہ بحر الرائق میں لکھا ہے آٹے کو ستو کے عوض بیچنا خواہ برابری کے ساتھ ہو یا زیادتی کے ساتھ امام اعظم کے نزدیک جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر ہاتھوں ہاتھ ادا کیے جائیں تو برابری اور زیادتی دونوں طرح سے بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ گیہوں کو گیہوں کے عوض انکل پر بیچنا جائز ہے اور فقہانے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب گیہوں

استے ہوں کہ پیانہ میں تاپے جائیں اور اگر تھوڑے ہوں تو بعض کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور ایسا ہی حکم ہر کیلی اور وزنی چیز کا ہے اور اگر گہوں بعض گہوں کے انگل پر بیچے گئے پھر دونوں پیانہ کئے گئے اور دونوں برابر نکلے تو بیچ جائز ہو جائے گی اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس جگہ دونوں بدلوں کا معیار شرعی میں برابر ہونا عقد بیع جائز ہونے کے واسطے شرطاً اعتبار کیا گیا ہو وہاں وقت عقد بیع واقع ہونے کے اس معیار کی راہ سے برابر ہونے کا علم شرط ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کچھ طعام بعض طعام مثل کے خرید اور مشتری نے یہ طعام بائع کے حوالہ کر دیا اور مشتری نے جو خود خرید تھا اس کو چھوڑ دیا اور اس پر قبضہ نہ کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو ہمارے نزدیک اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور کھانے کو کھانے کے عوض اسی کی جنس یا اس کے خلاف جنس کے ساتھ بیچنے میں دونوں کا اسی مجلس میں باہم قبضہ کر لینا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر گہوں کو جو کے عوض زیادتی کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لے کر فروخت کیا تو جائز ہے اگرچہ جو کہ اندر گہوں کے دانہ اس قدر ہوں کہ جتنے جو میں ہوا کرتے ہیں ایسے ہی اگر گہوں کو گہوں کے عوض فروخت کیا تو جائز نہیں ہے مگر جب دونوں برابر ہوں تو جائز ہے اگرچہ ہر ایک میں جو کے دانہ موجود ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ گہوں جو بالیوں کے اندر ہیں بعض صاف کیے ہوئے گہوں کے خریدے تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ صاف کیے ہوئے گہوں اس سے زائد ہیں تو جائز ہے یہ ظہیر میں لکھا ہے اگر گہوں کی چری گہوں کے عوض پیانہ یا انگل سے فروخت کیا تو جائز ہے بشرطیکہ اس نے چھوڑ رکھنے کی شرط نہ کی ہو یہ ہر الرافعی میں لکھا ہے اصل میں مذکور ہے کہ اگر زیتون کا تیل بعض زیتون کے تاکوں کا تیل بعض تکوں کے یا ایسی بکری جس کی پیٹھ پر پٹم تھی بعض پٹم کے یا ایسی بکری کو کہ جس کے تھنوں میں دودھ تھا بعض دودھ کے یا شیرہ انگور کو بعض انگور کے یا ترخما کو بعض دوشاب کے یا دودھ کو بعض روغن کے یا روٹی کو بعض روٹی کے بیج کے یا خرما کی گھلیوں کو بعض چھوڑے کے یا ایسا گھر کہ جس میں سونے کے پتر تھے بعض سونے کے یا ایسی تکرار کہ جس میں چاندی لگی تھی بعض چاندی کے یا صاف کیے ہوئے گہوں بعض ایسے گہوں کے جو بالیوں میں ہیں فروخت کیا پس اگر خالص یا جدا کیا ہو پوشیدہ یا ملے ہوئے سے زائد ہو تو بیچ جائز ہے اور جو چیز علیحدہ دی جاتی ہے اگر وہ ملی ہوئی سے کم یا اس کے برابر ہو یا کمی اور برابری معلوم نہ ہو تو بالا جماع بیچ جائز نہیں ہے اور یہ حکم یعنی خالص کا زائد ہونا اس وقت ہے کہ جب دوسرے بدل کا فضلہ کچھ قیمت رکھتا ہو اور اگر اس کی کچھ قیمت نہ ہو تو بیچ جائز نہ ہوگی جیسا کہ اگر گھی کو مسکہ کے عوض فروخت کیا تو جائز نہیں ہے لیکن جب کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ خالص گھی اس گھی کے برابر ہے جو مسکہ میں نکلے گا تو بیچ جائز ہوگی اور یہ قید یعنی فضلہ کا قیمت دار ہونا امام ابو حنیفہ سے صراحۃً روایت کیا گیا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کپاس کو بعض اس کے سوت کے فروخت کیا تو امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور یہ اظہر ہے اور اگر ادنیٰ ہوئی روٹی کو بے ادنیٰ ہوئی روٹی کے بیچا تو جائز ہے بشرطیکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ خالص روٹی اس سے زائد ہے جو بے ادنیٰ ہوئی میں نکلے گی اور اگر بے ادنیٰ ہوئی بعض کپاس کے فروخت کی تو ضروری ہے کہ خالص اس سے زیادہ ہو جو کپاس میں نکلے گی یہ ہر الرافعی میں لکھا ہے اور کپاس کو روٹی کے عوض بالا جماع ہر طرح بیچنا جائز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

اگر خوشبو کی چیز ملانے سے تیلوں میں فرق ہو گیا تو ان کو دو جنس شمار کریں گے ☆

روٹی کے سوت کو روٹی کے کپڑے کے عوض ہاتھوں ہاتھ فروخت کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اس طرح ہر جنس کا سوت اسی جنس

۱۔ قول قاعدہ کلیہ یعنی جہاں بیچ جائز ہونے کے بعد شرع نے یہ شرط لگائی ہو کہ یہ دونوں چیزیں پیانہ یا وزن میں برابر ہونی چاہیے ہیں تو یہاں برابری معلوم ہونا بیع کے وقت شرط ہے حتیٰ کہ اگر یہ علم نہ ہو تو بیع باطل ہے اگرچہ اتفاق سے دونوں برابر نکلیں ۱۲۔ ج۔ قول چری دہی گہوؤں کا کھیت جس میں دانہ دار ہا لیا نہ ہوں ۱۲۔ ۳۔ یعنی دوسرے میں جو اور ایک چیز ہے جیسے گہوؤں میں بھوسہ اور حل میں کھلی وغیرہ ۱۲۔

کے کپڑے کے عوض بیچنا جائز ہے بشرطیکہ ایسے کپڑے وزن سے بکتے ہوں یہ قیہ میں لکھا ہے۔ ایک قفیر تل خوشبو میں بسائے ہوئے کو دو قفیر تل بے بسائے ہوئے کے عوض بیچنا جائز ہے اور زیادتی خوشبو کے مقابلہ میں رکھی جائے گی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ خوشبو کا اعتبار صرف اسی وقت ہوگا کہ جب اس سے وزن میں کچھ زیادتی ہو کہ اگر وہ تل خالص رہ جائیں تو ان کا وزن گھٹ جائے یہ حاوی میں لکھا ہے اور بنفشہ اور خیری کا تل دو جنس ہیں اور مختلف تیلوں کے اصول اجناس ہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور تل اور زیتون کا تل دو جنس ہیں اور اس طرح اگر خوشبو کی چیز ملانے سے تیلوں میں فرق ہو گیا تو ان کو دو جنس شمار کریں گے اگرچہ ان کی اصل ایک ہی ہو پس فقہانے فرمایا کہ بسائے ہوئے تلوں کے تل کہ ایک قفیر کو بے بسائے تلوں کے تل کی دو قفیروں کے عوض بیچنا جائز ہے اور خوشبو کو بمقابلہ زیادتی کے گردانا ہے اور زیتون کا ایک رطل تل کہ جس میں خوشبو ملائی ہے بعوض بے خوشبو ملائے ہوئے ایک رطل کے بیچنا نہیں جائز ہے کیونکہ خوشبو زائد ہے پس گویا اس نے زیتون کا تل بعوض زیتون کے تل اور زیادتی کے فروخت کیا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور مفتی میں مذکور ہے کہ اگر ایک مکوک^۱ تل بنفشہ میں پروردہ بعوض پانچ مکوک تل بے پروردہ کے ہاتھوں ہاتھ فروخت کیے تو جائز ہے اور اگر پروردہ چنانہ میں بے پروردہ کے برابر ہو تو جائز نہیں ہے اور اس طرح جن ستوؤں میں روغن اور شکر ملائی ہوئی ہو ان کو بعوض بے ملائے ہوئے کے برابر بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک بکری بعوض بکری کے گوشت کے خریدی پس دیکھنا چاہیے کہ اگر گوشت کے عوض ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کہ جس کی چربی اور استریاں نکال ڈالی گئی ہیں خریدی پس اگر دونوں برابر ہوں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اگر بعوض گوشت کے ایسی بکری ذبح کی ہوئی کہ جس کی کھال نہیں کھینچی گئی ہے خریدی پس اگر یہ گوشت اس سے کم ہو کہ جتنا ذبح کی ہوئی میں ہے یا اس کے برابر ہو یا کمی اور برابری معلوم نہ ہو تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی کے گوشت سے زائد ہو تو جائز ہے۔ اگر گوشت کے عوض زندہ بکری خریدی تو قیاس چاہتا ہے کہ جائز نہ ہو لیکن جب یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ گوشت اس بکری کے گوشت سے زائد ہے تو جائز ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے۔ استحساناً ہر حال میں جائز ہے اور یہ قول امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ شرط یہ ہے کہ نقد معین کیا جائے اور ادھار جائز نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اگر ایک ذبح کی ہوئی بکری بعوض ایک زندہ بکری کے خریدی تو بالاجماع جائز ہے اور اگر دو زندہ بکریاں بعوض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدیں تو جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر دو ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکریاں بعوض ایک ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدیں تو جائز ہے کیونکہ ایسی صورت میں گوشت بمقابلہ گوشت کے رہا اور جس قدر مسلوخ تھیں^۲ میں زیادتی ہے وہ غیر مسلوخہ کے سقط کے مقابلہ میں رہا اور اگر دو ذبح کی ہوئی بے کھال کھینچی ہوئی بکریاں بعوض ایک ذبح کی ہوئی کھال کھینچی ہوئی بکری خریدیں تو جائز نہیں ہے اس لیے کہ گوشت مع سقط کی زیادتی سود ہوگی اور اگر دو کھال کھینچی ہوئی بکری کے خریدیں ایک کھال کھینچی ہوئی بکری کے عوض خریدیں تو جائز نہیں ہے اس واسطے کہ یہاں گوشت ہی گوشت کا مقابلہ ہے۔ پس زیادتی سود ہے لیکن اگر دونوں وزن میں برابر معلوم ہوں تو جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

گوشت کا اعتبار اپنی اصل پر ہوتا ہے پس گائے اور بھینس ایک جنس ہیں کہ ان میں سے ایک کا گوشت دوسرے کے گوشت کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز نہیں ہے اور اونٹ میں بختی اور اعرابی ایک جنس ہیں اور ایسے ہی بھیڑ اور بکری ایک جنس ہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ کچا گوشت بکے کے عوض برابر بیچنا ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہے اور زیادتی حرام ہے لیکن

۱۔ چنانہ معروف ۱۲۔ ۲۔ مسلوخیں صاف کی ہوئی اور سقط سے مراد سوائے گوشت کے کھال و لہجہ وغیرہ ہے ۱۳۔ ۳۔ یعنی جس کا گوشت ۱۴۔

اگر بکے ہوئے گوشت میں کچھ مصالحہ پڑا ہو تو زیادتی حرام نہ ہوگی یہ تا تا خانہ میں لکھا ہے۔ اونٹ اور گائے اور بکری کے گوشت اور ان کے دودھ مختلف جنسیں ہیں کہ اس میں بعض کو بعض بعض کے زیادتی کے ساتھ ہاتھو ہاتھ بیچنا جائز ہے اور ادھار میں خیر نہیں ہے اور ایسے ہی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی مختلف جنسیں ہیں کہ بعض کو بعض کے ساتھ زیادتی سے ہاتھو ہاتھ بیچنا جائز ہے اور اس کے ادھار میں بہتری نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ پہلو وغیرہ کے مانند کی چربی گوشت کے تابع ہے اور وہ پیٹ کی چربی اور چکتی کے ساتھ دو جنسیں ہیں اور ہاں سب میں ادھار جائز نہیں ہے اور سری اور پائے اور چمڑے کو ہاتھو ہاتھ ہر طرح بیچنا جائز ہے لیکن ادھار جائز نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ شراب کا سرکہ بعض شرک کے سرکہ کے زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔ کدانی الحادی اور بھی خرمائے قل کا سرکہ انگور کے سرکہ کے عوض زیادتی سے بیچنا جائز ہے۔ یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر سرکہ شیرہ انگور کے عوض زیادتی سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے کیونکہ شیرہ انگور ثانی الحال میں سرکہ ہو جاتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

نور ابن ساعدہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ چھاج کو تازہ دودھ کے عوض بیچنا بشرطیکہ چھاج دو حصہ ہو اور تازہ دودھ ایک حصہ ہو تو جائز ہے اور اگر چھاج ایک حصہ ہو اور تازہ دودھ دو حصہ ہو تو اس میں بہتری نہیں ہے اس جہت سے کہ تازہ دودھ میں مسکہ زیادہ ہوتا ہے اور بھی کہا گیا ہے کہ اگر تازہ دودھ دو حصہ ہو پس اگر ایسا ہو کہ اس کا مسکہ نکالنے سے وہ ایک رطل سے گھٹ جائے گا تو جائز ہے اور اگر کم نہ ہوگا تو اس میں بہتری نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور پرندوں کا گوشت ایک کو دو کے عوض ہاتھو ہاتھ بیچنے میں کچھ ذر نہیں ہے اور اس کے ادھار میں بہتری نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور امام ابو حنیفہ سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے پرند کو بعض پرند کے گوشت کے اگرچہ دونوں ایک قسم کے ہوں زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز رکھا ہے۔ یہ حاوی میں لکھا ہے اور ایک مرغی کو دو مرغیوں کے عوض بیچنے میں کہ جو زنج کی گئی ہوں خواہ وہ بھونی ہوئی ہوں یا نہ ہوں کچھ ذر نہیں ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور محلی میں ایک کو دو کے عوض بیچنا جائز ہے کیونکہ محلی وزن نہیں کی جاتی ہے اور اگر کسی جنس کی محلی وزن کی جاتی ہو تو اس میں سوائے برابر برابر لینے کے بہتری نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ جس شہر میں گوشت وزن سے نہ بکتا ہو وہاں ایک تابہ دو تابوں کے عوض بیچنے میں کچھ ذر نہیں ہے اور اس باب میں اہل شہر کا حال دیکھا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کپڑے کی جنس اپنے اصول اور صفات کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہے اگرچہ ان کا نام ایک ہی رہے

اگر ایک کوزہ پانی کو دو کوزہ پانی کے عوض بیچا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ پانی ان دونوں کے نزدیک کیلی پاؤزی نہیں ہے تو زیادتی کے ساتھ بیچنا جائز ہوگا اور برف اگر وزن سے یہ بکتا ہو تو اس کو برف کے عوض بیچنا جائز ہے مگر برابری شرط ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور لوہا اور رانگا اور کانہ سب مختلف جنسیں نہر الفائق ہیں نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا سونے کے تاروں سے بنا ہوا خالص سونے کے عوض فروخت کیا تو اس میں جواز کے واسطے یہ اعتبار کرنا ضروری ہے کہ خالص سونا زائد ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ کپڑے کی جنس اپنے اصول اور صفات کی وجہ سے مختلف ہو جاتی ہے اگرچہ ان کا نام ایک ہی رہے جیسے ہروی و مروی اور رجو مری بغداد میں بنا جاتا ہے وہ اور ہے اور جو خراسان میں بنا جاتا ہے وہ دوسرا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور ایسے ہی کتان سے بنا ہوا روئی سے بنا ہوا اور دو ہیں نجی اور ایسے ہی زندیقی اور وزاری دو جنس مختلف ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اراضی مندہ اور طالقانی دو جنس ہیں یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

۱۔ ناجائز ہے ۱۲۔ ع خراب قسم خراب ۱۲۔ ع یہاں سے ظاہر ہوا کہ ہندوستان میں بحساب وزن کے بکتے کے یہ حکم نہ ہونا چاہیے ۱۲۔
 ۲۔ قولنا یہ طباق وغیرہ اور اگر موافق عرف کے جمابہ کے ساتھ تفسیر کی جائے تو گنجائش ہے ۱۲۔ ع قال فی الاصل کلہروی مع المروی، تحمل ان برادکا لہروی الذی یباع بالمروی واللہ اعلم ۱۲۔ ع لمدہتر جمہ لبست و جاء فی اللہ بیث علیہ کسار البدائے فغن والمراد لہنا ما ذکر ۱۲۔

روٹی کا سوت کتان کے عوض یا صوف کو بالوں کے عوض ایک حصہ کو دو حصوں کے ساتھ بیچتے ہیں کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر کوئی ان میں کا ادھار ہوگا تو جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ وزن سے بکتے ہیں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اس طرح رشم کا تاگا روٹی کے تاگے کے عوض فقط نقد بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ منقعی میں مذکور ہے کہ روٹی کا سوت نرم باریک اس کے کھرے کے سوت کے ساتھ فقط برابر برابر بیچنا جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ جس چھوارے میں سے تنھلی نکال ڈالی گئی ہو اس کو بے تنھلی نکالے ہوئے کے ساتھ فقط برابر برابر بیچنا جائز ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر نمڈے کو صوف کے عوض فروخت کیا پس اگر نمڈا ایسا ہے کہ ریختہ ہو جانے کے بعد صوف ہو جائے گا تو اس میں وزن کی برابری کا اعتبار ہوگا اور اگر ایسا نہیں ہے تو اعتبار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ صابیون کو صابیون کے عوض برابر برابر بیچنا جائز ہے یہ قیدہ میں لکھا ہے۔ غلام اور آقا کے درمیان سود نہیں ہوتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ غلام پر اتنا قرض نہ ہو کہ جتنے کا وہ خود ہے اور اگر ایسا قرض ہوگا تو جائز نہ ہوگا اور محیط کی کتاب الصرف میں لکھا ہے کہ غلام اور اس کے آقا میں سود نہیں ہوتا ہے اگرچہ اس غلام پر قرض ہو کذا فی التبین اور مدبر اور ام ولد بھی غلام کے مانند ہیں بخلاف مکاتب کے کہ اس کا یہ حکم نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور متغاضین میں سود نہیں ہوتا ہے اور ایسے ہی دو شریک عنان اگر مال شرکت میں باہم خرید و فروخت کریں تو بھی سود نہیں ہے اور اگر سوائے مال شرکت کے ایسا کریں تو جائز نہیں ہے کذا فی التبین۔

مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب میں رہا نہیں ہے اور یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ان دونوں میں دار الحرب میں بھی رہا اثابت ہوتا ہے اور اس طرح اگر کوئی مسلمان دار الحرب میں امان لے کر گیا اور وہاں اس نے کسی ایسے مسلمان کے ساتھ کہ جو دار الحرب میں ایمان لایا ہے اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی ہے خرید و فروخت کی تو اس کے ساتھ سود لینا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ مسلمان دار الاسلام میں ہجرت کر آیا اور پھر دار الحرب کو لوٹ گیا تو اس سے سود لینا جائز نہ ہوگا کذا فی الجوهرة النيرةؒ۔ ایسے ہی اگر دار الحرب میں دو شخص ایمان لائے اور دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی تو ان کو باہم سود لینا جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر ایسے دو مسلمانوں نے دار الحرب میں باہم بطور قاسد بیع کی تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

فصل بفر:

پانی اور برف کی بیع کے بیان میں

جو پانی کنویں اور نہر میں ہے اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے کذا فی الحاوی۔ اس کا حیلہ یہ ہے کہ ڈول اور سی کو اجرت پر دے دے یہ محیط سرخی میں ہے۔ جب اس پانی کو نکال کر اپنی مشک یا اور کسی برتن میں بھر لیا تو یہ احراز ہے پس اس کا حقدار ہو گیا تو مثل پکڑے ہوئے شکار کے اس میں تصرف اور اس کو فروخت کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اسی طرح مینہ کے پانی کو اپنے برتن میں مخرز کرنے سے مالک ہو جاتا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور ایسے پانی کا فروخت کرنا جس کو کسی شخص نے اپنے حوض میں جمع کر لیا ہے تو شیخ الاسلام معروف بنو ہر زادہ نے شرح کتاب الشرب میں ذکر کیا کہ اگر حوض کچھ کیا ہوا یا تانبے یا پتیل کا ہو تو بیع ہر حال میں جائز ہے پس

۱۔ شریکین بالمقادیر۱۲۔ یعنی بالاتفاق۱۳۔ عند الامام اعظم۱۴۔ خریدار کے ہاتھ اس کا پانی فروخت نہ کرے بلکہ ڈول سی اس کو اجرت پر دے اور اجرت اس قدر بڑھائے کہ پانی کی بھی قیمت آجائے۱۵۔ قال فی الاصل جرة یعنی گمز وغیرہ وانما عدل تملی۱۶۔ اکثر فقہانے شرط لگائی کہ وہ برتن ایسا ہو کہ زیادہ اس میں پانی جذب نہ ہو جاتا۱۷۔

شیخ الاسلام نے گویا صاحب حوض کو پانی اپنے حوض میں کر لینے کی وجہ سے پانی کا نگہدار گروانا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ پانی کا جاری رہنا بند ہو جائے تاکہ بیع غیر مبیع کے ساتھ مخلط نہ ہو جائے اور اگر حوض تانبے یا پتیل کا یا گچ کیا ہوا نہ ہو تو اس میں مشائخ نے ایسا ہے اختلاف کیا ہی جیسا کہ گرمیوں میں برف کے جمدہ کے اندر برف کے بیچنے میں اختلاف ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ عتقار اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر بائع نے اس کو چکانے کے طور پر پہلے سپرد کر دیا پھر اس کے بعد بیع قرار پائی تو جائز ہے اور اگر پہلے فروخت کر کے پھر سپرد کیا تو جائز نہیں ہے۔ کذا فی الحیط۔

صحیح یہ ہے کہ سپرد کرنے سے پہلے اس کا بیچنا جائز ہے بشرطیکہ تین دن تک سپرد کر دے اور اگر بعد تین دن کے سپرد کیا تو بیع جائز نہ ہوگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک برف کا چہچہ بچا تو صبح یہ ہے کہ بیع جائز ہے خواہ پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کیا یا بیع کر کے پھر سپرد کیا ہو اور اسی کو فقیر ابو جعفر نے اختیار کیا ہے۔ پہلے سپرد کر کے پھر فروخت کرنے میں زیادہ احتیاط ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ فقیر ابو نصر محمد بن سلام اکتیٰ سپرد کرنے سے پہلے اور پیچھے بیع کو جائز رکھتے تھے جبکہ بیع کرنے اور سپرد کرنے میں زیادہ مدت نہ ہو جائے اس طرح کہ بیع کے ایک یا دو دن بعد سپرد کر دے اور اگر تین دن بعد سپرد کیا تو جائز نہیں کہتے تھے اور یہی مذہب اکثر مشائخ اور ائمہ کا ہے پھر جب بیع جائز ہوئی تو مشتری کو سپرد کرنے میں دیکھنے کے وقت اختیار رویت ثابت ہوگا پس اگر اس نے سپردگی واقع ہونے کے بعد دیکھا پس اگر سپردگی پورے تین دن گزرنے پر واقع ہوئی تو اس کو اختیار رویت حاصل نہ ہوگا اور اگر تین دن سے پہلے واقع ہوئی تو عقد بیع سے تین دن تک اس کو اختیار رویت حاصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر صرف سنیچے کا پانی فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر پانی مع زمین فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر ایک زمین کو مع دوسری زمین کے پانی کے فروخت کیا تو امام محمدؒ نے اس صورت کو ذکر نہیں فرمایا ہے اور فقیر ابو نصر بن سلام نے کہا کہ یہ جائز ہے اور فقیر ابو جعفر کہتے ہیں کہ اسی کی طرف امام محمدؒ نے اشارہ کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک حق سے کسی قدر مشکین آب فرات کی خریدیں پس اگر مشک معین تھی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ لوگوں کا تعامل ہے اور پکھال و گھڑے وغیرہ کا بھی یہی حال ہے اور یہ جواز احتساباً اور قیاس کی دلیل سے ہے اور اگر اس مشک کی مقدار نہ ہو تو بیع جائز نہیں ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھ سے ایک درہم لے کر تو میرے چو پاؤں کو اتنے مہینے پانی پلائے تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ ہر مہینہ اتنی مشکیں پلا دے تو جائز ہے بشرطیکہ اس کو مشک دکھلا دے اور اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تجھے تیری زمین قراح تہا بھر پانی سے سیراب کروں گا پھر اس کے لیے نہر کھول کر اس کو سیراب کیا تو اس شخص کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کہا کہ اپنے چو پاؤں کو میری نہر یا میرے فلاں حوض سے پانی پلا لے تو یہ جائز ہے کذا فی الذخیرہ۔

فصل بسم:

بیع یا ثمن کے نامعلوم ہونے کے بیان میں

جس شخص نے بیع میں ثمن کو مطلق چھوڑ دیا اس طرح کہ مقدار ذکر کی اور مفت ذکر نہ کی تو اس شہر میں جو نقدی زیادہ چلتی ہوگی اسی پر بیع واقع ہوگی اور اگر شہر میں نقد مختلف رائج ہوں تو بیع فاسد ہو جائے گی لیکن اگر ان میں سے ایک بیان کر دے تو یا کوئی زیادہ رائج

۱۔ جمدہ جائے اجتماع برف و سیالی فی کتاب القصب اسم الخلقوا فیہا علی ثلاثہ صورۃ۔ ۲۔ فرات بمعنی آب خالص و شرین و نام دریائے معروف زیر کوفاور یہی یہاں مراد ہے ۱۲۔ ۳۔ قراح بالفتح زمینے کہ آب درخت نہ داشت باشد ۱۲۔

ہو تو دینی لیا جائے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب ان نقدوں کی مالیت مختلف ہو اور اگر مالیت میں برابر ہوں تو بیع جائز ہو جائے گی اور جو مقدار بیان کی ہے وہ ہر قسم کے نقد میں سے لی جاسکتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک قسم کے درہم آمادی ہوں اور دوسری قسم کے ثنائی ہوں یا ثلاثی ہوں تو ثنائی کے دو یا ثلاثی کے تین کی مالیت مثل احادی کی ایک کی مالیت کے ہے اور ثنائی یا ثلاثی میں سے ایک کو ان کے عرف میں درہم نہیں کہتے ہیں بلکہ درہم یا احادی میں سے ایک کو یا ثنائی میں سے دو کو یا ثلاثی میں سے تین کو کہتے ہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی اور ثمن کا ذکر نہ کیا بیع فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بلا ثمن بیع کر دیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اسے قبول کیا تو بیع باطل ہوگی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنے قرض دار سے کہ جس پر اس کے دس درہم قرض تھے یہ کہا کہ کیا تو نے یہ کپڑا میرے ہاتھ دس درہم میں سے کچھ داموں کو بیچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درہم میں کے باقی داموں کو بیچا اور اس نے کہا کہ ہاں میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع جائز ہے اور اگر اس نے یوں کہا کہ کیا یہ کپڑا تو نے میرے ہاتھ دس درہم میں سے کچھ داموں کو بیچا اور یہ دوسرا کپڑا دس درہم میں سے کچھ داموں کو بیچا اور اس نے کہا کہ ہاں میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس صورت میں دس درہم میں سے کچھ حصہ مجھ کو باقی رہا یعنی دس پورے ہونا ضروری نہیں بخلاف اس کے پہلی صورت میں دس پورے ہو جاتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بیع یا ثمن کا نام معلوم ہونا بیع کے جائز ہونے کا مانع ہے جبکہ اس کا معلوم ہونے کے ساتھ سپرد کرنا معتد ہو اور اگر سپرد کرنا معتد نہ ہو تو عقد بیع فاسد نہ ہوگا جیسے کہ کسی ڈھیری کے پتانوں کی تعداد معلوم نہ ہو مثلاً ایک معین ڈھیری فروخت کی اور یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کتنے پتا نہ تھی اور جیسے کچھ معین کپڑوں کی کتنی نہ معلوم ہو اس طرح کہ کچھ معین کپڑے فروخت کیے اور ان کی کتنی نہ معلوم ہوئی تو بیع فاسد نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ تمام ڈھیر بیچا اس حساب سے کہ ایک قفیز اس کی ایک درہم کو تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس میں سے ایک قفیز کی بیع ایک درہم کے عوض جائز ہے اور باقی کی بیع جائز نہیں ہے لیکن اس وقت جائز ہو سکتی ہے کہ مشتری کو جدا ہونے سے پہلے سب قفیز میں معلوم ہو جائیں پس اس کو اختیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر قفیز کو ایک درہم کے عوض سب خرید لے ورنہ سب کو ترک کر دے اور اس کو بیع ایک درہم کے عوض لازم ہوگی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ پوری ڈھیری کی بیع ہر قفیز ایک درہم کے حساب سے جائز ہے خواہ مشتری کو تمام قفیز میں معلوم ہوں یا نہ معلوم ہوں اور اگر اس نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ سب ڈھیری ہر دو قفیز اس کے دو درہم کے حساب سے یا ہر تین قفیز اس کے تین درہم کے حساب سے فروخت کر دی تو اس میں بھی ایسا ہے اختلاف ہی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

پس اگر مشتری اور بائع میں جھگڑا نہ ہو ایساں تک کہ بائع نے سب کو یا بعض کو بائع کر مشتری کے سپرد کر دیا تو جس قدر سپرد کیا ہے وہ سب امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کو لازم ہوگا اور باقی کی بیع باطل ہوگی اور ایسا ہی اختلاف ہر روزنی چیز میں ہے کہ جس کے ٹکڑے کرنے میں کچھ ضرر نہ ہو جیسے شہد یا زیتون کا تیل وغیرہ یہ مضمرات میں لکھا ہے اور گز سے ٹاپنے کی چیزوں میں اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ سب زمین اس میں سے ہر گز ایک درہم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کر دی تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ کل کی بیع جائز نہیں ہے یعنی نہ ایک گز کی بیع جائز ہے اور نہ باقی کی جائز ہے لیکن اگر مشتری کو تمام گز اسی مجلس میں معلوم ہو جائیں تو اس کو اختیار حاصل ہوگا اور اگر جاننے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع کا فاسد ہونا بڑھ جائے گا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کی ایک گز ایک درہم کے حساب سے سب کی بیع جائز ہے اور مشتری کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اس طرح اگر اس نے کہا کہ میں نے یہ سب کپڑا اس کے ہر دو گز درہم کے حساب سے یا تین گز اس کے تین درہم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کر دیا تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور

یہی حکم ان وزنی چیزوں کا بھی ہے کہ جن کے کٹے کرنے میں بائع کو مضرت پہنچی ہو لیکن جو چیزیں گنتی کی ہیں ان میں لحاظ کیا جائے گا اگر وہ چیزیں باہم قریب قریب برابر کے ہوں تو ان کا حکم وہی ہے جو کھلی اور وزنی میں مذکور ہوا اور اگر ایسی گنتی کی چیزوں میں باہم تفاوت ہو مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے یہ گلہ بکریوں کا ہر بکری اس کی دس درہم کے حساب سے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو اس میں ایسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ گزروں کے ٹاپے کی چیزوں میں مذکور ہوا اور اگر بائع نے یہ کہا کہ اس گلہ کو ہر دو بکریاں اس کی بیس درہم کے حساب سے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو سب کے قول میں بالاتفاق پورے گلہ میں بیع جائز نہیں ہے اور اگر مشتری کو اسی مجلس میں سب کی گنتی معلوم ہو گئی اور اس نے بیع کو اختیار کر لیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ گےہوں اور یہ جو ہر قفیز ایک درہم کے حساب سے فروخت کیے اور سب

قفیزوں کی گنتی نہ بتلائی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہے ☆

اگر معین ڈھیری میں سے سوائے ایک قفیز کے سب ڈھیری کو بیچا تو سب کی بیع سوائے ایک قفیز کے جائز ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ کہا کہ میں نے اس بکری کے گلہ کو اس میں سے ایک بکری غیر معین کے سوا فروخت کیا تو بیع فاسد ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر ایک موتی اس شرط پر بیچا کہ یہ ایک مختال وزن میں ہے پھر مشتری نے اس کو اس سے زیادہ پایا تو وہ مشتری کے سپرد نہ کر دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ گےہوں اور یہ جو ہر قفیز ایک درہم کے حساب سے فروخت کیے اور سب قفیزوں کی گنتی نہ بتلائی تو امام اعظم کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہے یہاں تک کہ کل قفیزیں معلوم ہوں اور جب معلوم ہو گئیں تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہیے تو ہر قفیز گےہوں کی ایک درہم کے حساب سے خرید لے اور صاحبین کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے اور اگر بائع نے کہا کہ دونوں میں سے ایک قفیز ایک درہم کو ہے تو ایک قفیز کی بیع جائز ہوگی کہ جس میں آدھے گےہوں اور آدھے جو ہوں گے اور باقی کی بیع جائز نہ ہوگی اور جب مشتری کو سب قفیز معلوم ہو گئیں تو امام اعظم کے نزدیک اس کو اختیار حاصل ہوگا اور اگر بائع نے اس کو اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک دس قفیز ہے اور ہر قفیز ایک درہم کو ہے تو ہر ایک آدھے ٹمن میں مشتری کو لازم ہوگی یہاں تک کہ اگر بعد قبضہ کرنے کے ایک میں عیب پائے تو فقط اس کو آدھے ٹمن میں واپس کر سکتا ہے۔ اگر اس میں حساب سے بیچا کہ دونوں میں سے ایک قفیز ایک درہم کو ہے پھر ایک میں عیب پایا تو خاص اس عیب دار کو اس کے حصہ ٹمن کے عوض واپس کر سکتا ہے پس اگر گےہوں کی قیمت جو کی قیمت سے دو چند ہو تو جو کو ایک تہائی ٹمن میں اور گےہوں کو دو تہائی ٹمن میں واپس کرے گا اور اگر بائع نے کہا کہ قفیز دونوں میں سے ایک درہم کو ہے پس گویا کہ اس نے یہ کہا کہ ہر قفیز ان دونوں میں سے ایک درہم کو ہے اور اگر کسی نے ایک ڈھیری گےہوں کی اور ایک گلہ بکریوں کا اس شرط پر بیچا کہ ڈھیری دس قفیز ہے اور گلہ میں دس بکریاں ہیں اس حساب سے کہ ایک بکری اور ایک قفیز دس درہم کو ہے پس اگر مشتری نے ہر ایک کو دس پایا تو بیع جائز ہے اور جو گلہ میں گیارہ بکریاں پائیں تو سب کی بیع فاسد ہے اور اگر گلہ میں دس بکریاں پائیں اور ڈھیری میں گیارہ قفیزیں پائیں تو بیع صحیح ہے اور اگر اس نے ہر ایک کو نو پایا تو بیع جائز ہوگی اور ہر دس کو ایک بکری اور ایک قفیز پر تقسیم کیا جائے اور جو بکری کہ زائد ہے اس کے ساتھ ان گےہوں میں سے ایک قفیز ملائی جائے پس جب سب گےہوں کا حصہ معلوم ہو جائے تو اس میں سے دسواں نکال ڈالا جائے اور بقیہ ٹمن کے عوض سب کو لینے یا ترک کرنے کا وہ مختار ہوگا اور اگر اس نے گلہ کو نو اور ڈھیری کو دس پایا تو ڈھیری کی ایک قفیز کی بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس کا ٹمن معلوم نہیں ہے کس واسطے کہ اس کا ٹمن نہیں پہنچانا جا سکتا مگر اس

۱۔ قولہ سپرد کر دیا آج متاخرین نے کہا کہ یہاں قیاس چھوڑ کر فتویٰ ہونا چاہیے کہ بیع ردی جائے ۱۲۔ ۲۔ یہ نہ کہا کہ گےہوں کی ایک قفیز یا جو کی ایک قفیز ۱۲۔

۳۔ قولہ بیع جائز قول صحیح موجود ہے کہ ہر ایک کو نو پایا حالانکہ بکریوں میں اشکال ہے اور شاید صحیح یہ ہے کہ بکریاں دس اور فقط گےہوں کو نو پایا ۱۲۔

کے کہ بعد ثمن اس پر اور اس بکری پر کہ جو کم ہے تقسیم کیا جائے اور امام اعظمؒ کے نزدیک جب بعض بیع میں صفہ فاسد ہو جائے تو کل میں فاسد ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک کل میں فاسد نہیں ہوتا ہے اس لیے نو بکریوں اور نو قفیزوں میں ان کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور مشتری کو اختیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

قدوریؒ میں لکھا ہے کہ اگر بائع نے کہا کہ یہ گوشت ہر ظل اتنے کے حساب سے میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک سب کی بیع فاسد ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ سب کی بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے انگوٹہ خریدے اس حساب سے کہ ہر نو کرا اتنے کو اور وہ نو کرا ان لوگوں میں معروف تھا پس اگر انگوٹہ ایک ہی جنس کے ہوں تو واجب ہے کہ ایک نو کراے کی بیع امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہو جیسا کہ ذہیریؒ میں ہر قفیز ایک درہم کے حساب سے بیچنے میں ایک قفیز کی بیع جائز ہوتی ہے اور اگر انگوٹہ کی جنسیں مختلف ہوں تو امام اعظمؒ کے نزدیک بالکل بیع جائز نہ ہوگی جیسا کہ بکری کے گلہ میں کسی بکری کی بیع جائز نہیں ہوتی اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر انگوٹہ کی ایک ہی جنس ہو تو سب انگوٹوں کی بیع جس حساب سے اس نے ذکر کیا ہے جائز ہوگی اور ایسے ہی اگر جنسیں مختلف ہوں تو بھی یہی حکم ہے۔ اس طرح صدر الشہیدؒ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے اور فقہیہ ابو الیث نے اس طرح ذکر کیا کہ اگر انگوٹہ ایک جنس کے ہوں تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر کئی جنس کے ہوں تو اس میں اختلاف ہے اور فقہیہ نے فرمایا کہ مسلمانوں پر آسانی کرنے کے واسطے فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور منقہی میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ بیٹوں کا انبار ہر ہزار اینٹ کو دس درہم کے حساب سے فروخت کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس میں سے ایک ہزار اینٹ دس درہم کو تیرے ہاتھ فروخت کی پس اگر اس نے ہزار اینٹ گن دیں تو اس کی بیع تمام ہو جائے گی اور جب تک شمار نہیں کی ہیں تب تک ہر ایک کو دونوں میں سے بیع سے انکار کرنے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بزاز یہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے تاک کے انگوٹہ اس شرط پر خریدے کہ وہ ایک ہزار من ہیں پھر معلوم ہوا کہ نو سو من ہیں تو بائع کو سو من ٹکسا حصہ ثمن حال ہے اور امام اعظمؒ کے قیاس کے موافق باقی کا عقد فاسد ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر بیع کیلی ہو اور سب بیانیوں کا شمار بتا دیا تو جس قدر بیانیوں کا ذکر کیا ہے انہی کے ساتھ عقد متعلق ہوگا مثلاً کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ ذہیری اس شرط پر فروخت کی کہ یہ سو قفیز ہے کہ ہر قفیز اس میں کی ایک درہم کو ہے یا یوں کہا کہ سو قفیز سو درہم کو ہے اور ہر قفیز کا ثمن بھی علیحدہ بیان کیا یا نہ بیان کیا ہو پس اگر مشتری نے بائع کے کہنے کے موافق پایا تو بہتر ہے اور وہ مشتری کا ہو جائے گا اور اس کو اختیار نہ ہوگا اور اگر مشتری نے ذہیری کو سو قفیز سے زیادہ پایا تو زیادتی بیع میں داخل نہ ہوگی اور مشتری کو سو درہم کے عوض اس قدر ملے گا کہ جس قدر بائع نے بیان کیا ہے اور اس صورت میں بھی اس کو اختیار حاصل نہ ہوگا اور اگر اس کو مشتری نے سو قفیز سے کم پایا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کو بعض حصہ ثمن کے لیے ورنہ ترک کر دے اور حصہ نقصان کو خواہ ہر قفیز کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا کل کا ایک ہی ثمن بیان کیا ہو ہر طرح دے دے گا اور مقصود پہلے کیل سے متعین ہو جائے گا اور جو اس کے بعد ہیں ان کا اعتبار نہیں اور یہی حکم سب کیلی چیزوں میں اور سب وزنی چیزوں میں ہے کہ جن کے نکلے کرنے میں مضرت نہ ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک کپڑا دس درہم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے یا کوئی زمین سو درہم کے عوض اس شرط پر خریدی کہ وہ سو گز ہے پھر مشتری نے اس کو کم پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کو پورے ثمن میں لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری نے اس کو زیادہ پایا تو وہ مشتری کا ہوگا اور بائع کو اختیار نہ ہوگا اور کم پانے کی صورت میں وصف مرغوب فوت ہو جانے سے بسبب اختلاف رضا مندی کے مشتری کو اختیار حاصل ہوتا ہے مگر ثمن میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ کپڑا یا یہ

۱۔ پختہ اینٹ ۱۲۔ ۲۔ علیحدہ ۱۳۔ ۳۔ ایک سو من ۱۴۔ ۴۔ یعنی عند الامام اعظمؒ والله اعلم والظاهر بالاتفاق ۱۵۔ ۵۔ اس واسطے کہ ثمن بمقابلہ اوصاف نہیں ہوتا ہے تا وقتیکہ حکم عین نہ پیدا کرے مثلاً فی گز ایک درہم کو ہے ۱۶۔

زمین تیرے ہاتھ اس شرط پر کہ یہ دس گز ہے ہر گز کو ایک درہم کے حساب سے فروخت کیا پھر مشتری نے اس کو دس گز پایا تو وہ دس درہم کے عوض اس کے ذمہ پڑے۔ مگر اگر اس کو اختیار نہ ہوگا اور اگر مشتری نے اس کو پندرہ گز پایا تو اس کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو سب کو ہر گز ایک درہم کے حساب سے خرید لے ورنہ ترک کر دے اور اگر اس نے نو گز یا اس سے کم پایا تو اس کو اس کے حصہ ثمن کے عوض اگر چاہے تو خرید لے یہ نیا بیع میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے ہر گز ایک درہم کے حساب سے خرید پھر اس کو ساڑھے دس گز پایا تو اس کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو دس درہم کو خرید لے اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو اس کو نو درہم کے عوض لے لینے کا اختیار ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ اگر اس نے ساڑھے دس گز پایا تو گیارہ درہم کو لے سکتا ہے اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو اس کو دس درہم کے عوض لینے کا اختیار ہے اور امام محمدؒ نے کہا کہ اگر ساڑھے دس گز پایا تو ساڑھے دس درہم کو لے سکتا ہے اور اگر ساڑھے نو گز پایا تو ساڑھے نو درہم کو لے سکتا ہے اور ان قولوں میں سے امام اعظمؒ کا قول صحیح ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم گزوں سے ناپنے کی ان چیزوں میں ہے کہ جن کے کناروں میں تفاوت ہوتا ہے اور اگر ایسی چیز ہو کہ اس کے کناروں میں تفاوت نہ ہو جیسے کہ کمراس وغیرہ پس جب ایسی چیز کو اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے بعض کسی قدر داسوں کے خریدے اور اس کو زائد پائے تو زیادتی مشتری کو نہ دی جائے گی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

یہی حکم گزوں سے ناپنے کی سب چیزوں میں ہے جیسے لکڑی وغیرہ اور یہی حکم ہر وزن کی چیز کا ہے کہ جس کے ٹکڑے کرنے میں ضرر ہوتا ہے جیسے پتیل یا تانبے وغیرہ کا ڈھلا ہوا برتن مثلاً یوں کہے کہ میں نے یہ برتن تیرے ہاتھ سو درہم کے عوض اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ دس من ہے پھر مشتری نے اس کو ناقص یا زائد پایا تو اس کا وہی حکم ہے خواہ بائع نے ہر من کا ثمن بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مضمرات میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ کپڑا اس کنارے سے اس کنارہ تک بیچتا ہوں اور وہ تیرہ (۱۳) گز ہے اور ناگاہ وہ پندرہ گز نکلا اور بائع نے کہا کہ میں نے غلطی کی تو اس کے کہنے پر التفات نہ کیا جائے گا اور یہ کپڑا اسی ثمن کے عوض جو اس نے بیان کیا ہے قاضی کے حکم میں مشتری کو ملے گا اور دیانت کی راہ سے زیادتی مشتری کے سپرد نہ ہونی چاہئے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے چاندی کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز اس شرط پر کہ اس کا وزن سو مثقال ہے دس دینار کو خریدی اور دونوں قبضہ کر کے جدا ہو گئے پھر مشتری نے اس کا وزن دو سو مثقال پایا تو یہ سب دس دینار کے عوض مشتری کو ملے گا اور ثمن میں کچھ زیادتی نہ کی جائے گی اور اگر اس کو مشتری نے اسی (۸۰) یا تو (۹۰) مثقال پایا تو مشتری کو اختیار حاصل ہوگا اور اگر ہر دس مثقال کے واسطے کوئی ثمن علیحدہ بیان کر دیا اور کہا کہ میں نے اس کو تیرے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ یہ سو مثقال دس دینار کو ہے پر دس مثقال ایک دینار کے حساب سے ہے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اس کا وزن ایک سو پچاس مثقال پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے یہ بات مشتری کو معلوم ہوئی تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ثمن میں پانچ دینار زیادہ کر کے سب کو پندرہ دینار کے عوض لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر جدا ہونے کے بعد اس کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس ڈھلی ہوئی چیز کی ایک تہائی کی بیع باطل ہو جائے گی اور باقی میں مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دس (۱۰) دینار کے عوض اس کا دو تہائی حصہ لینے پر راضی ہو جائے ورنہ سب کو واپس کر کے اپنے دینار پھیر لے اور اگر مشتری نے اس کو پچاس مثقال پایا اور جدا ہونے سے پہلے یا بعد یہ معلوم ہو گیا تو اس کو یہ اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو وہ چیز واپس کر کے اپنے سب دینار پھیر لے یا راضی ہو جائے اور ثمن میں سے پانچ دینار واپس کر لے اور اسی طرح اگر سونے کی ڈھلی ہوئی کوئی چیز بعض درہموں کے خریدی تو اس کا حکم بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر ڈھلی ہوئی چیز کو اسی کی جنس کے عوض برابر وزن پر فروخت کیا اور مشتری نے اس کو زائد پایا پس اگر جدا ہونے سے پہلے اس

سے آگاہ ہوا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ثمن کو بڑھادے ورنہ ترک کر دے اور اگر جدا ہونے کے بعد اس سے آگاہ ہوا تو بیع باطل ہو جائے گی کیونکہ مقدار زائد کے مقابل حصہ ثمن پر قبضہ نہ پایا گیا اور اگر مشتری نے اس کو کم پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس پر راضی ہو کر اپنے ثمن کی زیادتی واپس کر لے ورنہ سب کو واپس کر دے خواہ بیع کے وقت ایک درہم کے وزن کو ایک درہم کے حساب سے بیچنا بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ کتنی کی چیزوں میں حکم یہ ہے کہ اگر کتنی کی چیزیں باہم قریب برابر کے ہوں جیسے اخروٹ اور انڈے تو اس کا حکم کیلی اور وزنی چیزوں کا حکم ہے پس اگر سب کا ایک ثمن یا ہر ایک کا علیحدہ ثمن بیان کیا ہو تو عقد بیع اس کی مقدار سے متعلق ہوگا اور اگر عددی چیزیں باہم متفاوت ہوں جیسے بکری اور گائے وغیرہ پس اگر اس نے ہر ایک کا علیحدہ ثمن بیان نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ گلہ بکری کا ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ سو ہیں یا اس نے ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کر دیا مثلاً اسی صورت میں یوں کہا کہ ہر بکری دس (۱۰) درہم کو ہے پس اگر مشتری نے موافق کہنے کے سو بکریاں پائیں تو خیر اور اگر زیادہ پائیں تو سب کی بیع فاسد ہو جائے گی خواہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اس نے کم پائیں پس اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان نہیں کیا ہے تو بھی بیع فاسد ہے اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کر دیا ہے تو بیع جائز ہے لیکن مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو (سورہ کو ۱۲) بعض اس ثمن کے جو بیان کیا ہے خرید لے ورنہ ترک کر دے اور یہی حکم سب عددی چیزوں میں جو باہم متفاوت ہوں جاری ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے یہ گلہ بکریوں کا اس کی ہر دو بکریاں بیس (۲۰) درہم کے حساب سے فروخت کیں اور سب بکریوں کی تعداد ایک سو (۱۰۰) بتلائی تو بیع فاسد ہے اگرچہ اس کو مشتری نے موافق بیان کے پایا ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کیلی چیز کو اس شرط پر خریدا کہ وہ دس قفیز سے زیادہ ہے پھر اس کو دس (۱۰) قفیز سے زیادہ پایا تو جائز ہے اور اگر دس یا دس سے کم پایا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ دس (۱۰) قفیز سے کم ہے پھر اس کو دس سے کم پایا تو جائز ہے اور اگر دس (۱۰) یا زیادہ پایا تو جائز نہیں ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جائز ہے اور اگر کسی دار کو اس شرط پر خریدا کہ وہ دس (۱۰) گز ہے تو سب صورتوں میں بیع جائز ہے۔ یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر گیسوں کو اس شرط پر بیچا کہ وہ ایک گز سے کم ہیں یا اس سے زیادہ ہیں پھر اس کو کم یا زیادہ پایا تو جائز ہے اور اگر پورا کر پایا تو بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر گیسوں کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ گز یا اس سے کم ہیں تو ہر طرح جائز ہے اور مشتری کے ذمہ لازم ہوں گے کیونکہ اگر اس نے پورا کر لیا اس سے کم پایا تو بھی مقدار بیان کی ہوئی تھی اور اگر زیادہ پایا تو زیادتی بیع میں داخل نہ ہوگی اور اس کو ایک گز بعض سو درہم کے ملے گا اور اسی طرح اگر ان گیسوں کو اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ گز یا اس سے زائد ہیں تو بھی یہی حکم ہے لیکن فرق یہ ہے کہ جب اس نے کم پائے تو حصہ نقصان کو نکال ڈالے گا اور اس کو لینے یا نہ لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر گیسوں کو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک گز ہیں پھر ان کو ناپا تو ایک قفیز کم پایا تو باقی کا عقد امام اعظمؒ کے نزدیک فسخ ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے اور اسی بناء پر اگر سو (۱۰۰) اخروٹ ہر اخروٹ ایک پیسے کے حساب سے خریدے پھر بعض اخروٹ خالی پائے تو عقد بیع جائز نہ ہوگا کذا فی الحاوی۔ فساد بیع باقی کی طرف متعدی ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور اسی طرح اگر سواٹے ہر انڈے ایک دانگ کے حساب سے خریدے اور بعض انڈے گندے پائے تو گندے انڈوں کا عقد فاسد ہو جائے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک یہ فساد باقی کی طرف متعدی ہوگا اور اگر کسی نے کچھ انکور معین کسی خاص انکور کے باغ کے اس شرط پر خریدے کہ یہ اتنے من ہیں پھر ان کو اسی قدر یا اس سے کم یا زیادہ پایا تو پہلے مسئلوں پر قیاس کر کے اس کی سب صورتوں کا حکم نکلتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

۱۔ یعنی کی پر فروخت کیلیہ زیادتی پر فروخت کیا۔ ۲۔ ایک دفعہ کہا کہ ایک گز یا کم ہیں۔ ۳۔ مگر کی پر تعین نہ کیا جائیگا کیونکہ انڈے پائے گئے ہیں۔ ۴۔ مولانا غل حنفی

ینع بها مطلقاً قلت قد صرح للک ۴۔ ۵۔ وطنی له علی اصل ان لصفه منی فسدت فی کل عندہ خلافاً لما ضلی هذا یعنی ان يجوز عند حملي لبقی ۴۔

اگر کسی نے ایک کپڑوں کی گھڑی اس شرط پر کہ یہ دس (۱۰) کپڑے ہیں فروخت کی پھر ایک کپڑا گھٹایا یا بڑھایا تو بیع فاسد ہو گئی کذا فی الکافی اور اگر ہر کپڑے کا ثمن بیان کر دیا گیا تھا اور پھر گھٹا تو باقی کی بیع صحیح ہے اور مشتری کو اختیار دیا جائے گا (چاہے لے یا بھڑے) (۱۲) اور اگر بڑھا تو بیع فاسد ہو جائے گی اور بعضوں نے کہا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک گھٹنے کی صورت میں بھی بیع فاسد ہو جائے گی اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں جائز ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے۔ کسی شخص کے پاس گیسوں یا کوئی ٹاپ کی دوسری چیز تھی یا تول کی چیز تھی کہ اس شخص کے نزدیک وہ چار ہزار من تھی اور اس نے اس کو چار شخصوں کے ہاتھ ہر ایک کے ہاتھ اس میں سے ایک ہزار من بعض من معلوم کے فروخت کی پھر اس میں کمی پائی تو بعضوں نے کہا کہ چاروں مشتریوں کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہیں تو موجودہ کو بعض حصہ ثمن کے لیے لیں ورنہ ترک کر دیں تو ٹھیک جواب وہ ہے جو بعضوں نے دیا ہے کہ اس میں تفصیل ہے کہ اگر بائع نے ان سب کے ہاتھ ایک ہارگی بچا تھا تو البتہ یہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور اگر اس نے آگے پیچھے بچا تھا تو کھٹی بچھلے مشتری پر پڑے گی پہلوں پر پڑے گی اور اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو جس قدر پاتا ہے اس کو لے لے ورنہ ترک کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک مشک زیتون کا تیل سو درہم کے عوض اس شرط پر خریدا کہ مشک اور جو کچھ اس میں تیل ہے سب اس کا ہوگا بشرطیکہ اس سب کا وزن سو رطل ہو پھر مشتری نے اس کو وزن کیا تو سب تو (۹۰) رطل نکلا کہ جس میں ہیں (۲۰) رطل کی مشک اور ستر (۷۰) رطل تیل تھا تو نقصان خاص کر تیل میں شمار ہوگا پس ثمن کو مشک کی قیمت اور اسی (۸۰) رطل تیل کی قیمت پر تقسیم کریں گے پس جو کچھ تیل کے پڑے میں پڑے گا اس میں سے نقصان طرح دے کر باقی مشتری پر واجب ہوگا لیکن مشتری کو باقی میں اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کو اس ثمن پر جو ہم نے بتلایا ہے خریدے ورنہ ترک کر دے اور اکثر مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک سب کا عقد فاسد ہو جانا چاہئے اور اگر مشتری نے مشک کو ساتھ رطل اور تیل کو چالیس رطل پایا پس اگر لوگوں کی آپس کی خرید و فروخت میں مشک اس مقدار کو نہیں پہنچا کرتی ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن میں لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری نے مشک کو سو (۱۰۰) رطل اور تیل کو پچاس (۵۰) رطل پایا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر مشک کا وزن بیس رطل اور تیل کا وزن سو (۱۰۰) رطل پایا تو مشک اور اسی (۸۰) رطل تیل بعض پورے ثمن کے مشتری کے ذمہ لازم ہوگا اور باقی بائع کو واپس کر دے گا اور اسی طرح اگر مشک علیحدہ تھی اور تیل علیحدہ تھا پھر مشتری نے ان دونوں کو ایک ساتھ ملا کر خریدا تو اس کا حکم بھی اسی تفصیل کے ساتھ ہوگا جو مذکور ہوئی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے زیتون کا تیل اس شرط پر خریدا کہ اس کو میرے برتن میں وزن کرے گا اور برتن کے ہر وزن کے بدلے پچاس رطل کم لگاتا جائے گا تو بیع فاسد ہے اور اگر اس شرط پر خریدا کہ جو کچھ اس برتن کا وزن ہے اس قدر کم لگائے گا تو جائز ہے یہ جامع صغیر میں لکھا ہے۔ اگر کسی برتن میں سے زیتون کا تیل اور دوسرے برتن میں سے کھجی خریدا اور دونوں کو بدوں برتن کے اس شرط پر خریدا کہ یہ سب سو (۱۰۰) رطل ہیں پھر کھجی کو چالیس رطل اور تیل کو ساتھ رطل پایا تو تیل میں سے دس رطل بائع کو واپس کر دے گا اور کھجی کے ثمن میں سے دس رطل کا ثمن کم کرے گا اور اسی طرح اگر ایک گون کے گیسوں اور دوسری گون کے بٹا بغیر گون کے اس شرط پر خریدا کہ یہ سب سو (۱۰۰) من ہیں تو اس کا حکم بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر سو (۱۰۰) کو تین کیلی چیزوں کی طرف نسبت کیا تو عقد بیع میں ہر قسم کی چیز سو کی

۱۔ بجائے مشک کے اگر کیا کہا جائے تو اظہار اور قریب الفہم ہے، مگر بخوف جدال کے اثر مترجم نے ترک کیا مگر حبیہ کردی مشک وہاں کا محاورہ عرف ہے ۱۲۔
 ۲۔ صورت یہ ہے کہ ایک مرتبان دیا کہ اس میں تیل تول جائے اور برتنوں میں پچاس رطل اس مرتبان کا وزن سمجھ کر کم کرتا جائے پس اگر ایک تول میں سو رطل بڑھا تو گویا پچاس رطل تیل اور پچاس رطل برتن کا وزن ہوا اور طوئکہ تعدیہ ہے اس واسطے بیع فاسد ہے ۱۲۔

ایک تہائی واجب ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک معین برتن کہ جس کی مقدار نہ معلوم ہو یا ایک معین پتھر کہ جس کی مقدار معلوم نہ ہو دونوں کے اندازہ پر بیع کرنا جائز ہے اور حسن نے امام اعظم سے روایت کی کہ جائز نہیں ہے اور اول اسح ہے کذا فی الکافی۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ برتن منکس یا منقبض یا منضبط نہ ہوتا ہو اور اگر منکس ہوتا ہو جیسے زنبیل اور نوکری وغیرہ تو جائز نہیں ہے لیکن صرف پانی کی مشک میں احتسانا بسبب لوگوں کے تعامل کے جائز ہے اور اسی طرح اگر پتھر کے ریزہ ریزہ ٹوٹ کر جھڑتے ہوں تو بھی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر ایسی چیز کے وزن کے اندازہ سے بچا کہ جو خشک ہو کر کم ہو جاتی ہے جیسے خرپڑہ کٹری وغیرہ تو بھی جائز نہیں ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ ایسی عقد بیع کے صحت پر باقی رہنے کے واسطے یہ شرط ہے کہ وہ برتن یا پتھر اپنے حال کا باقی رہے پس اگر بیع کے سپرد کرنے سے پہلے وہ تلف ہو گیا تو بیع فاسد ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور منقحی میں مذکور ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک درہم موجود تھا اور اس نے دوسرے سے کہا کہ میں مثلاً یہ کپڑا تجھ سے اس کے عوض خریدتا ہوں اور یہ اشارہ اس درہم کی طرف کیا پھر بائع نے اس درہم کو مستوق پایا تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کوئی چیز اس کی رقم کے ساتھ خریدی اور اس رقم سے مشتری کو آگاہی نہ تھی تو عقد فاسد ہوگا ☆ کسی نے ایک باندی خریدنا چاہی اور ایک ہیمانی لایا اور کہا کہ میں نے یہ باندی بعوض اس ہیمانی کے یا بعوض اس چیز کے جو اس ہیمانی میں ہے خریدی پھر بائع نے جو ہیمانی میں تھا اس کو اس شہر کے نقد کے برخلاف پایا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس کو واپس کر کے جو نقد اس شہر میں جاری ہے لے لے اور اگر اس نے اس میں اسی شہر کا نقد پایا تو اس کو اختیار نہ ہوگا اور یہ صورت برخلاف اس صورت کے ہے کہ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے یہ باندی بعوض اس چیز کے جو اس خیم میں ہے خریدی پھر بائع نے وہ درہم جو اس خیم میں تھے دیکھے تو اس کو خیال حاصل ہوگا اور یہ خیال کیت کہلاتا ہے نہ خیال رویت کیونکہ رویت نقد میں ثابت نہیں ہوتا ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کوئی چیز اس کی رقم کے ساتھ خریدی (ایسی علامت بتائی گئی کہ جس سے ثمن کی مقدار معلوم ہو) اور اس رقم سے مشتری کو آگاہی نہ تھی تو عقد فاسد ہوگا پھر اگر اس کے بعد اسی مجلس میں معلوم ہو جائے تو عقد جائز ہو جائے گا اور امام شمس الائمہ حلوائی فرماتی تھے کہ اگر اسی مجلس میں اس رقم سے آگاہ ہو تو بھی عقد جائز نہ ہو جائے گا لیکن اگر بائع برادر اپنی رضا مندی پر قائم رہا اور مشتری بھی اس کے ساتھ راضی ہوا تو رضا مندی طرفین کے سبب سے دونوں میں عقد ابتدائی منعقد ہو جائے گا کذا فی الذخیرہ۔ اگر آگاہی سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو عقد باطل ہوگا اور اسی طرح اگر یوں فروخت کیا کہ میں نے اسی قدر کو بیچا جتنے کو فلا نے نے بیچا ہے اور بائع اس کو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا ہے پس اگر مشتری اسی مجلس میں آگاہ ہو گیا تو عقد صحیح ہے ورنہ باطل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک کپڑا اس کی رقم کے ساتھ خرید پھر بائع نے ثمن بیان کرنے سے پہلے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو دوسرے سے بیع کرنا جائز ہے اور اگر بائع نے پہلے مشتری کو ثمن سے آگاہ کیا اور ہنوز اس نے بائع کو اجازتی جواب نہ دیا تھا یہاں تک کہ بائع نے اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر مشتری کے ثمن سے آگاہ ہونے سے پہلے اس کپڑے کو تلف کر دیا تو اس کو قیمت دینی پڑے گی

۱۔ صورت اولیٰ یوں ہے کہ ایک روپیہ کے عوض یہ معین بیالہ بھر کے دس پیالے اور دوسرے کی صورت ایک روپیہ کا اس معین پتھر کے وزن بھر ہے ۱۲۔ ۲۔ منکس یعنی کھڑا بنانے سے اس کا علق کم نہ ہو جاتا ہو بدوں زیادت قطر عرضی یا طولی اور اجناس کی باعتبار قطر بن عرضی و طولی و اجناس زیادت باعتبار قطر عرضی و طولی فاقہم ۱۲۔ ۳۔ رقم مسکون قاف ایسی علامت کہ جس سے مقدار ثمن معلوم ہو جیسے کپڑے وغیرہ پر نشان ڈالا دیتے ہیں جس کو آنکھ کہتے ہیں ۱۲۔

کذا فی الظہر یہ اصل میں مذکور ہے اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ چیز تجھ سے اتنے کے برابر کہ جتنے کو لوگ بیچا کرتے ہیں لے لی تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر اس نے کہا کہ مثل اتنے داموں کے لیتا ہوں جتنے کو فلا نے نے خریدا پس اگر دونوں کو عقد بیع کے وقت ان داموں کی مقدار سے آگاہی ہوگئی تو بیع جائز ہوگی اور اگر دونوں آگاہ نہ ہوئے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر اس کے بعد پھر دونوں کو آگاہی ہوئی پس اگر یہ آگاہی اسی مجلس میں ہوئی تو عقد بیع جائز ہو جائے گا اور مشتری کو اختیار حاصل ہوگا کیونکہ جو شخص مشتری پر لازم آتا ہے وہ فی الحال ہی ظاہر ہوا اور ایسے اختیار کو اختیار تکلیف الحال کہتے ہیں۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور شرح شافی میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز مثل ان داموں کے جتنے کو فلا نے نے فروخت کی ہے فروخت کی پس اگر وہ چیز ایسی ہے کہ جس کے بھاؤ میں فرق نہیں پڑتا ہے جیسے روٹی اور گوشت تو جائز ہے اور اگر زرعی چیزوں کی گھڑی بعوض اس کی اندازہ قیمت یا حکم کے خریدی تو بسبب جہالت کے جائز نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر کسی چیز کو دس گیارہ کے نفع پر بیچا اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا کہ بائع نے کتنے کو خریدی ہے تو بیع فاسد ہے یہاں تک کہ مشتری اس سے آگاہ ہو پھر بائع کو اختیار کرے گا یا ترک کر دے گا یہ ابن رستم نے امام محمد سے روایت کی ہے پس اگر مشتری آگاہ ہو کر راضی ہو گیا تو بیع جائز ہو جائے گی اور ابن سماعہ نے امام محمد سے یہ روایت کی کہ یہ بیع فاسد ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بیع اجازت پر موقوف ہے اور اگر مشتری نے آگاہ ہونے سے پہلے اس پر قبضہ کر کے اس کو آزاد یا فروخت کر دیا یا مشتری مر گیا تو آزاد کرنا اور فروخت کرنا جائز ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور اگر وہ بیع قرابت کے حکم سے مشتری کی طرف سے آزاد ہوگئی اور مشتری کو قبضہ کر لینے تک اس کے ٹخن سے آگاہی نہ ہوئی تھی تو اس پر قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی دار یا حمام کے دس (۱۰) گز کا بیچنا امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے جبکہ دار سو (۱۰۰) گز ہو اور امام صاحب کے نزدیک اس طرح کہنا کہ دس (۱۰) گز کو سو گزوں میں سے یا نہ کہنا اصح قول کے موافق دونوں برابر ہیں یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ صاحبین کے قول کے موافق اگر بائع نے تمام گز نہ بیان کیے ہوں تو مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اگر کسی خاص کے دار کے دس (۱۰) حصوں میں کا ایک حصہ فروخت کیا تو اس کے جائز ہونے پر اجماع ہے اور اگر کہا کہ ایک گز اس خاص دار میں کا فروخت کیا پس اگر یہ بیان کر دیا کہ اس طرف سے لیکن ہنوز یہ نہ بتلایا کہ وہ کس جگہ کا گز ہے تو بیع منعقد ہوگی لیکن نافذ نہ ہوگی حتیٰ کہ بائع پر سپرد کرنے کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا اور اگر اس گز کا موضع کسی طرف سے معین نہ کیا تو امام اعظمؒ کے قول پر بالکل جائز نہیں ہے اور صاحبین کے قول پر جائز ہے اور وہ دار ناپا جائے گا اگر دس (۱۰) گز ٹکے تو مشتری دار کے دسویں حصہ کا شریک ہو جائے گا اور شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ صاحبین کے قول پر مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ بیع ان کے نزدیک جائز ہے اور اگر ایک دار میں کا ایک حصہ فروخت کیا اور اس کا موضع معین نہ کیا تو شمس لائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے اس کپڑے میں سے ایک گز تیرے ہاتھ فروخت کیا اور اس کا موضع معین نہ کیا یا یہ کہا کہ میں نے اس لکڑی میں سے ایک گز تیرے ہاتھ بیچا اور اس کا موضع معین نہ کیا تو بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ اس میں ویسای اختلاف ہے جیسا کہ دار کے مسئلہ میں مذکور ہوا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بالاجماع جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی لکڑی یا کپڑے میں

۱۔ اس مقام پر یہ عبارت بھی مذکور ہے والزم سکون العاق علامۃ یعلم بہا مقدار ما وقع بالبیع یعنی رستم سکون وہ علامت جس سے معلوم ہو کہ بیع کتنے پر واقع ہوتا ہے اور مترجم نے پہلے لکھ دی ہے ۱۲۔ جو کچھ اس کی قیمت فلاں شخص اندازہ کرے یا فیصلہ کرے ۱۳۔ دس کے گیارہ مع نفع یعنی ہر دہائی پر ایک نفع ۱۴۔ مشتری کی اجازت ۱۵۔ قولہ جب کہ دس گز ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ صاحبین کے نزدیک جواز بیع کے واسطے یہ شرط ہے کہ دس گز ہو بلکہ بیان مسئلہ یوں ہے کہ اگر سو گز کے دار میں سے دس گز فروخت کیا یعنی مقدار معلوم ہونا چاہیے ہے کہ جس کا حصہ لکھا ہو ۱۶۔ جائز نہیں ہے ۱۷۔

سے ایک گز کسی جانب معلوم سے خرید اتو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے اس کو کاٹ کر مشتری کے سپرد کر دیا تو بیع بھی جائز نہیں ہے لیکن اگر مشتری اس کو قبول کر لے تو جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ یہ جائز ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ یہ فاسد ہے لیکن اگر کاٹ کر اس نے مشتری کے سپرد کر دیا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اسکے لینے سے انکار کرے یہ قید میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس گھر میں سے اپنا حصہ تیرے ہاتھ استے کو فروخت کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ مشتری اس کے حصہ کی مقدار کو اس گھر میں سے جانتا ہو اگرچہ بائع اس کو نہ جانتا ہو لیکن مشتری کے قول کی تصدیق کرنا شرط ہے اور اگر مشتری اس کے حصہ کو نہ جانتا ہو تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے خواہ بائع کو اس کا علم ہو یا نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک جزو پانچ سہوں میں سے یا دو سہم ان میں سے یا اپنا نصیب ان میں سے یا اپنا نصیب پانچ نصیبوں میں سے یا ایک جزو یا ایک نصیب اس میں سے فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک استحساناً جائز ہے قیاساً جائز نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے شخص سے ایک میدان یا زمین خریدی اور بائع نے اس کے حدود ذکر کر دیئے اور طول اور عرض کو گزوں کی پیمائش سے ذکر نہ کیا تو جائز ہے۔ مشتری نے جب حدود کو جان لیا اور محاسبہ نہ کیا تو جائز ہے اور اگر حدود کو ذکر نہ کیا اور مشتری نے حدود کو نہ پہچانا تو درحالیہ دونوں پوری بیع کو پہچانتے ہوں بیع جائز ہے بشرطیکہ دونوں باہم اختلاف نہ کریں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی زمین کے گڈے کے اندر کچھ گیہوں بھرے ہوئے تھے ان کو کسی شخص نے فروخت کیا حالانکہ مشتری ان گیہوں کی مقدار نہیں جانتا ہے اور نہ اس کھتے کی انتہا جانتا ہے تو مشائخ نے کہا کہ مشتری کو اختیار حاصل ہوگا اور اگر مشتری کو کھتے کی انتہا معلوم ہے لیکن گیہوں کی مقدار نہیں معلوم ہوئی تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو اختیار نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ اس کھتے کے نیچے دکان یا اس کے مانند کوئی چیز نکلے تو ایسا نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ سو بکریاں بعوض ان سو بکریوں کے ہر ایک بکری ایک بکری کے عوض فروخت کی تو بیع فاسد ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ گائے جو زندہ تھی ہر رطل ایک درہم کے حساب سے فروخت کی اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئی تو مشتری اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ بکری ہر تین رطل ایک درہم کے حساب سے بقدر اس کے جوش کے فروخت کی تو بیع باطل ہے اور اسی طرح اگر اس کا تمام وزن پچاس رطل بیان کر دیا اور مشتری نے اس سے ہر تین رطل ایک درہم کے حساب سے خرید اتو بھی باطل ہے اور اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ اناں اس کے وزن بھرور ہوں کے عوض بیچا تو باطل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ غلام اتنے کو بیچا اور اس کا نام نہ لیا اور اس کو مشتری نے نہیں دیکھا ہے تو بیع باطل ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا غلام بیچا تو بیع فاسد ہے بشرطیکہ بائع کا دوسرا غلام بھی ہو پس اگر بائع اور مشتری دونوں اس بات پر متفق ہو گئے کہ بیع یہ غلام ہے تو بیع جائز ہوگی اور قولہ بیع جائز ہوگی اس کے معنی میں مشائخ کا اس طرح اختلاف ہے کہ بعضوں نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلی بیع اتفاق کے وقت جائز ہو جائے گی اور بعضوں نے کہا کہ نہیں بلکہ دوسری بیع دست بدست منعقد ہو جائے گی نہ یہ کہ پہلی مطلب ہو کر جائز ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ شرح کتاب العتاق میں ہے کہ اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا غلام اتنے کو فروخت کیا اور اس کا ایک ہی غلام ہے پس اگر اس نے کہا کہ اپنا غلام جو فلاں مکان میں موجود

۱۔ لازم نہیں ہے ۱۲۔ جس قدر مشتری مقدار بیان کرتا ہے ۱۳۔ قولہ سہوں سہم و نصیب و ایک حصہ عرف میں چھ حصہ کو کہتے ہیں ۱۴۔
 ۲۔ دانہ زمین سے ۱۵۔ کہ کون لوگ ہیں ۱۶۔ یہ کہنا اس حال میں تھا کہ گائے زندہ تھی ۱۷۔ بیع فاسد ہے پس بیع مقبوضہ کی قیمت کا ضامن ہوگا ۱۸۔ تمام بکری بوزن اس کے جوش کے ۱۹۔ یعنی مقام ۲۰۔

ہے فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر مکان کا پتہ نہ دیا تو شمس الائمہ طوائفی نے ذکر کیا ہے کہ عامہ مشائخ کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے شیخ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے کذا فی الحیط۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ سب جو کچھ اس دار میں ہے غلام اور چوپائے اور کپڑے سب فروخت کر دیئے اور مشتری نہیں جانتا کہ دار کے اندر کیا کیا چیز ہے تو بیع قاسد ہوگی اور بجائے دار کے (کہ جس کا ترجمہ چاہا مگر کیا گیا ہے) بیت کا لفظ ذکر کیا اور باقی اپنے حال پر ہے تو بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اگر یہ صندوق یا یہ تھیلا ذکر کیا تو بھی جائز ہے کذا فی الظہیر یہ۔

نویں فصل ☆

ان چیزوں کی بیع کے بیان میں جو دوسری چیز سے متصل ہوں اور ایسی بیع کے بیان میں جس میں استثناء ہو

جو دودھ تھنوں کے اندر ہے یا جو بچہ پیٹ میں ہے اس کا بیچنا جائز نہیں ہے اور اس ہشتم کا جو بکری کی پیٹھ پر ہے روایت مشہورہ میں جائز نہیں ہے کذا فی محیط السرخسی۔ اگر عقد واقع ہونے کے بعد بائع نے ہشتم یا دودھ کو سپرد کر دیا تو بھی جائز نہیں اور وہ عقد صحیح نہ ہو جائے گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ جانوروں کی جفتی میں بیع بالکل نہیں ہوتی ہے۔ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ گیسوں جو ہالیوں کے اندر موجود ہیں ان کا بیچنا ناپ اور تول دونوں طرح سے جائز ہے اگرچہ ہنوز دانہ سخت نہ ہوئے ہوں یہ قیہ میں لکھا ہے۔ بیع مزینہ جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ جو چھوڑے درخت پر لگے ہوئے ہیں ان کو ٹوٹے ہوئے چھوڑوں کے عوض انہی کے کیل کے مثل پر انداز و کوت سے فروخت کرے اور بیع محالہ بھی جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہالیوں کے گیسوں کو انہی کے مثل پتانہ پر انداز و کوت کر کے گیسوں کے عوض فروخت کرے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر ایسے گیسوں کا بھوسہ خرید اتو جائز نہیں ہے اور اگر روندنے کے بعد دانہ نکالنے سے پہلے خرید اتو جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ بیع ملامہ بھی جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری کسی چیز کو چکادیں اور دونوں کا اس بات پر اتفاق ہو جائے کہ جب مشتری اس چیز کو چھو لے تو بائع کی طرف سے بیع ہوگئی اور کنکری پھینکنے کی بیع جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ کنکری پھینکے اور وہاں چند کپڑے رکھے ہوں پس جس کپڑے پر کنکری جا پڑے وہی بیع ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ وہ معین ہو یا غیر معین ہو یعنی یہ فرق معتبر نہیں ہے لیکن یہ ضرور چاہئے کہ وہ دونوں پہلے سے من پر راضی ہو لیں اور اسی طرح بیع مغایرہ بھی جائز نہیں ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک کپڑا دوسرے کی طرف پھینکے اور دونوں میں سے کسی نے دوسرے کے کپڑا پھینکے کو نہ دیکھا اس بنا پر کہ یہ پھینکا بیع ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

گیسوں کا درخت بدوں گیسوں کے فروخت کرنا جائز ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر سیپ فروخت کی اور موتی کا نام نہ لیا تو جائز ہے اور موتی مشتری کا ہوگا۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر خریدار نے کسی نے خریدنا چاہا ہے اور بائع نے فروخت کر دیئے اور خریدار والا اس بات پر راضی ہو گیا کہ خریدار ترش دے تو بیع باطل ہے بالکل جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی جواہر الاطلاعی اور اسی طرح اگر چھوڑے کے اندر کی گھٹلی اور تلی کے اندر کا تیل اور زیتون کے اندر کے تیل کا بھی یہی حکم ہے اور اگر بائع نے اس کو مشتری کے سپرد کر دیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی جولاہے کو اپنا سوت دیا کہ تو میرے واسطے عمامہ اپنے ریشمی تار ڈال کر بن دے اور اس نے بن دیا پھر اس سے وہ ابریشم جو اس نے عمامہ میں بننا ہے خرید کیا تو جائز ہے یہ قیہ میں لکھا ہے اور عیون میں لکھا

۱۔ یعنی کا بھن کر انی بطور بیع کے ناجائز ہے وقد مرّت المسئلہ ۱۲۔ ۲۔ حص باطل ہے ۱۲۔ ۳۔ قولہ اس بنا پر یعنی پھینکا اس معنی میں سمجھیں ۱۲۔ ۴۔ مختلست کہ مراد جم ہر کہ باشد یعنی بھل کے اندر کے بیع ۱۲۔ ۵۔ بیع متقلب ہو کر جائز نہ ہو جائے گی ۱۲۔ ۶۔ قولہ تار یا تانہ ۱۲۔

ہے کہ اگر مکان جو بیت کے اندر رکھا ہوا ہے کہ جس کا نکالنا بدوں دروازہ توڑنے کے ممکن نہیں ہے فروخت کیا تو جائز ہے اور بائع پر جبر کیا جائے گا کہ بیت سے باہر لا کر سپرد کرے اور اگر مشتری نے جانا کہ بیت کے اندر بائع اس کو مشتری کے سپرد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے پس اگر بدوں توڑنے کے قدرت نہیں رکھتا ہے تو اس کو توڑے گا اور نکالے گا اور بعضوں نے کہا کہ بیع باطل ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر اس خاص کمپاس کے خوب فروخت کئے تو جائز نہیں ہے اور منقعی میں لکھا ہے کہ فقہ ابو الیث نے یہ اختیار کیا ہے کہ جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کھال اور اوجھ ذبح کرنے سے پہلے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے پس اگر اس کے بعد بائع نے ذبح کیا اور کھال اور اوجھ جدا کر کے دے دیا تو عقد جائز نہ ہو جائے گا۔ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے شہتیر جو چھت میں پڑا ہوا ہے یا ایک گز ایک کپڑے کی کسی جانب معلوم میں سے یا ایک گز کسی لکڑی کی خاص جگہ میں سے یا تلوار کی چاندی کہ جو بلا ضرر نہیں چھوٹ سکتی ہے یا آدمی کھیتی کہ جو ابھی پکی نہ تھی یا دو شخصوں میں مشترک تھی کہ ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ سب بیع فاسد ہیں پس اگر بائع اس بات پر راضی ہو گیا کہ شہتیر اکھاڑ دے یا کپڑے اور لکڑی میں سے ایک گز قطع کر دے یا تلوار میں سے چاندی جدا کر دے یا کھیتی کو جب کہ سب اسی کی بھی کاٹ دے تو مشتری کو اس سے پہلے کہ کوئی بائع ایسا فعل کرے بیع فسخ کر دینے کا اختیار ہے پس اگر مشتری کے فسخ کرنے سے پہلے بائع نے کوئی فعل ان میں سے کیا تو عقد مشتری کے ذمہ لازم ہو جائے گا اور اس کو اختیار نہ ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اپنی دیوار میں شہتیر (لینٹر) وغیرہ رکھنے دینے کا مسئلہ ☆

دیوار میں سے شہتیر رکھنے کی جگہ کو بیچنا اور بہ کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور انگوشی کے اندر نگینہ فروخت کرنے کی دو صورتیں ہیں کہ اگر اس کے نکالنے میں ضرر ہو تو بیع جائز نہ ہوگی اور انگوشی اگر مشتری کے قبضہ میں ہو تو امانت رہے گی اور اگر اس کے قبضہ میں تلف ہو جائے تو کچھ نہ دینا پڑے گا اور اگر اس کے نکالنے میں کچھ ضرر نہ ہو تو جائز ہے اور اس صورت میں اگر انگوشی اس کے پاس تلف ہو جائے تو اس پر نگینہ کا ثمن واجب ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ نوادر ابن ساعد میں ہے کہ میں نے امام محمد سے پوچھا کہ کسی نے انگوشی کے اندر ایک نگینہ یا چھت کے اندر ایک شہتیر کہ ہر ایک ان میں سے بدوں ضرر کے نہیں نکل سکتا تھا فروخت کیا تو آیا مشتری اس کا مالک ہوگا یا یہ بیع موقوف ہے تو امام محمد نے جدا کر دینے سے پہلے یہ حکم فرمایا کہ یہ بیع موقوف رہے گی مشتری مالک نہ ہو گا تا وقتیکہ بائع کو اس میں اختیار حاصل رہے کہ اگر چاہے تو سپرد کرے اور چاہے نہ سپرد کرے یعنی بیع کے اکھاڑنے سے پہلے کی حالت کی جانب اشارہ فرمایا اور جب اس کا ایسا حال ہو جائے کہ بائع اس کے سپرد کرنے سے انکار نہ کر سکتا ہو تو مشتری مالک ہو جائے گا اور اگر مشتری نے اس میں کچھ جھگڑا نہ کیا یہاں تک کہ بائع نے پوری انگوشی یا بیت دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دیا تو امام محمد نے فرمایا کہ یہ دوسری بیع پہلی بیع کو توڑ دے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ منقعی میں اس جنس کے مسکوں کے واسطے ایک قاعدہ کلیہ ذکر کیا ہے کہ جن چیزوں میں ہم بائع پر یہ جبر کر سکتے ہیں کہ مشتری کے سپرد کرے اور مشتری نے بنا براس بیع کے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئی تو مشتری کے ذمہ لازم ہوگی اور جن چیزوں میں ہم مشتری کے سپرد کرنے کے واسطے بائع پر جبر نہیں کر سکتے اور بائع نے اس کے سپرد کر دی تو مشتری قابض نہ ہوگا اور ضائع ہو جانے کی صورت میں اس پر ضمان واجب نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے کچھ صوف جو بچھونے میں بھرا ہوا ہے فروخت کیا اور بائع نے اس کے اُدھیرنے سے انکار کیا پس اگر اس کے اُدھیرنے میں ضرر ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ضرر نہ ہو تو جائز ہے پس اگر اُدھیرنے کے باب میں دونوں اختلاف کریں تو بائع پر واجب ہوگا کہ تھوڑا سا اُدھیر کر مشتری کو دکھلا دے

پس اگر وہ دیکھ کر راضی ہو گیا تو باقی اُدھیرنے کے واسطے بائع پر جبر کیا جائے گا اور اسی طرح زمین کے اندر گاجر کی بیج کا بھی حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ دکان کے اندر کی عمارت^۱ اور زمین کے درختوں کی بیج کے جائز ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ اس کے جدا کرنے میں بائع کی ملک کو ضرر نہ پہنچتا ہو یہ قیہ میں لکھا ہے۔

ابن ساعد کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد^۲ سے کہا کہ اگر بالفرض میں نے ایک شہتر غصب کر لیا اور اس کو ایک بیت کی چھت میں ڈالا یا میں نے کچھ پختہ اثاثیں غصب کر لیں اور اس سے ایک دار بنایا یا میں نے ایک چوکھٹ غصب کر لی اور اس کو ایک دروازہ میں لگایا پھر میں نے وہ بیت یا دروازہ یا دار فروخت کر دیا تو کیا ایسی بیج کو آپ جائز سمجھتے ہیں اور جب مشتری اس غصب سے آگاہ ہو تو کیا اس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا تو امام محمد^۳ نے فرمایا کہ بیج جائز ہے اور مشتری کو اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی کا شکار کی کسی شخص کی زمین (کمیت ۱۲) میں عمارت تھی پس اگر وہ عمارت کوئی بنایا درخت تھا تو جائز ہے بشرطیکہ زمین میں چھوڑ رکھنے کی شرط نہ کی ہو اور اگر کمیت کی گوزائی یا نہر کا آگاریا اس کے مثل ہو تو جائز نہیں ہے۔ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر بیج کوئی داریا زمین ہو کہ جو دو شخصوں میں بلا تقسیم مشترک ہو پھر ایک ان میں سے ایک بیت معین یا ایک قطعہ زمین معین تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کر دیا تو بیج جائز نہیں ہے نہ اس کے حصہ کی اور نہ اس کے شریک کے حصہ کی بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے داریا زمین میں سے اپنا پورا حصہ فروخت کر دیا تو بیج جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ پانی بہنے کے راستہ کو بیچنا اور بہہ کرنا جائز نہیں ہے اور گزر گاہ کو بیچنا اور بہہ کرنا جائز ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک ایسی باندی کہ جس کے پیٹ میں بچہ تھا کہ جس کے حق میں یہ وصیت کی گئی تھی کہ یہ بچہ فلاں شخص کو دیا جائے فروخت کر دی پھر جس شخص کو دے دینے کے واسطے وصیت کی گئی تھی اس نے بیج کی اجازت دے دی پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد باندی بچہ جتنی تو اس شخص کو ثمن میں سے کچھ نہ ملے گا اور اگر قبضہ سے پہلے جتنی تو ثمن میں سے اس کا حصہ ہوگا لیکن اگر قبضہ سے پہلے وہ بچہ مر گیا تو کچھ حصہ نہ ہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے جتنی اور اس شخص نے کہ جس کے واسطے بچہ کی وصیت کی گئی تھی بیج کی اجازت نہ دی یا بچہ کو آزاد کر دیا تو اب مشتری باندی کو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے گا اور بچہ جتنے کے بعد اس شخص کا اجازت دینا کسی حال میں صحیح نہیں ہے۔ یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر بیج میں سے ایسی چیز کو استثناء کیا کہ جس کا جدا بیچنا جائز ہے تو استثناء جائز ہوگا چنانچہ اگر ایک ڈھیری فروخت کی مگر ایک صاع اس میں سے یعنی ایک صاع کا استثناء کیا یا یوں کہا کہ میں نے یہ مشکا سرکہ یا تیل کا فروخت کیا مگر دس (۱۰) سیر۔ اسی طرح اگر کوئی عددی چیزیں ہوں کہ جو باہم قریب قریب ہیں اور ان میں سے استثناء کیا تو بیج جائز ہوگی اور اگر بیج میں سے ایسی چیز کا استثناء کیا کہ جس کا الگ بیچنا جائز نہیں ہے تو استثناء صحیح نہ ہوگا جیسے کوئی باندی بدوں اس کے حمل کے یا کوئی بکری بدوں اس کے کسی عضو کے یا ایک گلہ بکریوں کا بدوں ایک بکری کے یا چاندی کے چمچی ہوئی تلوار بدوں اس کے چاندی کے فروخت کی تو بیج جائز نہ ہوگی یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

اگر کوئی عمارت یا دار فروخت کرنے میں اس میں کی لکڑی کو استثناء کیا یا کچی اور کچی اثاثیں اور مٹی کو استثناء کیا تو جائز ہے بشرطیکہ مشتری نے اس کو توڑ ڈالنے کے واسطے خریدا ہو یہ قیہ میں لکھا ہے اگر درخت پر لگے ہوئے پھل فروخت کرنے میں اس میں سے چند پھل معلومہ کا استثناء کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر پھل ٹوٹے ہوئے ہوں اور سب کو فروخت کرنے میں اس میں سے ایک صاع کا استثناء کیا تو جائز ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ روایت^۴ امام حسن بن زیاد کی ہے اور یہی قول طحاوی کا ہے اور ظاہر الروایت کے موافق جائز ہونا چاہئے اور اگر ایک خرما کا باغ فروخت کیا اور اس میں سے ایک درخت معلوم استثناء کیا تو جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر ایک

۱۔ کسی قسم کی تعمیر ہو کہ جس سے آبادانی مقصود ہوتی ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ گھر ہو ۱۲۔ ۲۔ یعنی خاص راستہ جو مملوک ۱۲۔ ۳۔ مثلاً داربست ۱۲۔ ۴۔ قولہ جبکہ چاندی ملامرر چھوٹ سکتی ہو ۱۲۔ ۵۔ یعنی عدم جواز کی ۱۲۔

دھیزی سودر ہم کے عوض سوائے اس کے دسویں حصہ کے فروخت کی تو مشتری کو پورے ثمن میں اس کا نو دسواں حصہ ملے گا اور اگر بائع نے کہا کہ اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ اس کا دسواں حصہ میرا رہے گا تو مشتری کو اس کا نو دسواں حصہ بعوض ثمن کے نو دسویں حصہ کے ملے گا اور امام محمدؒ سے اس کے برخلاف روایت کیا گیا ہے کہ دونوں صورتوں میں بعوض پورے ثمن کے ملے گا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں تیرے ہاتھ یہ سو بکریاں بعوض سودر ہم کے اس شرط پر بیچتا ہوں یہ بکری میری رہے یا میرے واسطے یہ بکری رہے تو بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ بدوں اس بکری کے بیچتا ہوں تو ننانوے (۹۹) بکریاں بعوض سودر ہم کے مشتری کو ملیں گی کذا فی فتح القدیر اور اگر کہا کہ یہ سو بکریاں تیرے لیے بعوض سودر ہم کے بدوں اس کے آدھے کے ہیں تو آدھی بکریاں بعوض سودر ہم کے ہوں گی اور اگر کہا کہ میرے واسطے اس کی آدھی رہیں گی تو مشتری کو اس کی آدھی پچاس درہم کو ملیں گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کچھ بکریاں یا کپڑے کی گھڑی بعوض سودر ہم کے فروخت کی اور اس میں سے ایک غیر معین کو استثناء کیا تو بیع فاسد ہے اور اگر معین کا استثناء کیا تو جائز ہے کذا فی الخلاصہ۔ یہی حکم ہر ایسی عددی چیزوں کا ہے جو باہم متفاوت ہوں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ ایسی باندی کی بیع کہ جس کے پیٹ کا بچہ آزاد کر دیا گیا ہو جائز نہیں ہے اور اس مسئلہ کی نظیر گیارہ مسئلہ اور ہیں یک وہ ہے کہ عقد اور استثناء دونوں جائز ہوں اور وہ یہ ہے کہ باندی کے دے دینے کی کسی کو وصیت کی اور اس کے پیٹ کا بچہ استثناء کیا یا پیٹ کے بچہ کو دے دینے کی وصیت کی اور باندی کا استثناء کیا تو استثناء صحیح ہے اور چار مسئلے اس میں سے وہ ہیں کہ جن میں عقد اور استثناء دونوں فاسد ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر باندی کو فروخت کیا یا اس کو مکاتب کیا یا اجرت پر دیا یا قرضہ سے اس کے دینے پر صلح کی اور اس کے پیٹ کے بچہ کا استثناء کیا تو یہ سب عقود فاسد ہیں اور چھ (۶) صورتیں اس میں سے وہ ہیں کہ جس میں عقد جائز ہے اور استثناء باطل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر باندی کو ہبہ یا صدقہ کر کے سپرد کر دیا یا اس کو مہر میں دے دیا یا عہد اخون کرنے کی صلح میں اس کو دیا یا عورت نے اپنے خاوند سے طلع کرانے میں دے دیا یا اس باندی کو آزاد کر دیا یا ان سب صورتوں میں اس کے پیٹ کے بچہ کا استثناء کیا تو ان سب عقود میں استثناء باطل ہے اور عقود نافذ ہو جائیں گے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور امالی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا یہ غلام ہزار درہم کو مگر نصف اس کا پانچ سودر ہم کو تو پورے غلام کی بیع ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) درہم کو جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ مگر نصف اس کا سودر ہم کو بیچتا تو پورا غلام مشتری کو ایک ہزار ایک سودر ہم کو ملے گا اور بھی امالی میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ میرے واسطے اس کا آدھا بعوض تین سودر ہم یا تہائی ثمن یا سودینار کے رہے گا تو ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ ایک ہزار درہم کو سوائے سو گز کے فروخت

کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بیع فاسد ہے ☆

کسی نے خاص راستہ کا رقبہ اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کو اس میں آمد و رفت کا حق رہے گا تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر دار کے مالک نے نیچے کا مکان اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کو بالا خانہ اس پر برقرار رکھے کا حق رہے تو جائز ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ ابن سماءؒ نے اپنے نوادر میں امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ فروخت کیا مگر اس میں کا ایک راستہ اس جگہ سے اور دار کے دروازہ تک استثناء کیا اور اس کا طول و عرض بیان کر دیا اور اس کو اپنے یا غیر کے واسطے شرط کر لیا تو بیع جائز ہے اور جو ثمن ذکر کیا ہے وہ سب سوائے راستہ کے باقی دار کا ہوگا اور اگر دار کی فروخت میں یہ شرط کی کہ اس میں ایک راستہ بائع کا ہوگا اور اس کا طول و عرض بیان کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میں اپنا یہ دار تیرے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر

بیچتا ہوں کہ یہ معین بیت میرا ہے گا تو صحیح نہیں ہے اور اگر کہا کہ سوائے اس بیت کے بیچتا ہوں تو بیع جائز ہے اور اگر کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ سوائے اس کی عمارت کے فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور بیع میں داخل نہ ہوگی اور اگر کوئی زمین فروخت کی اور اس میں سے ایک درخت معین کو مع اس کے جائے قرار کے استثناء کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ اس درخت کی شاخوں کو اپنی ملک میں لٹکنے نہ دے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ حسن بن زیاد نے کتاب الاختلاف میں ابو یوسف و زفر میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ دار تیرے ہاتھ ایک ہزار درہم کو سوائے سو (۱۰۰) گز کے فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع فاسد ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ وہ دار کے تمام گزوں کی پیمائش سے واقف ہو پس اس کو اختیار ہے کہ اگر راضی ہو تو بائع اس کے ساتھ دار میں سو گز کا شریک ہوگا اور اگر نہ راضی ہو تو بیع کو ترک کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ہزار درہم کو یہ طعام سوائے دس (۱۰) قفیر کے اس میں سے فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع فاسد ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز ہے اور جب اس میں سے دس (۱۰) قفیر نکالی جائیں تو مشتری کو اختیار ہوگا اور اگر کسی چیز کو بعض سودینار کے باستثناء ایک دینار کے ان سودیناروں میں سے فروخت کیا تو بیع ننانوے (۹۹) دینار پر قرار پائے گی کذا فی البحر الرائق۔

دسویں فصل ☆

ایسی دو چیزوں کے فروخت کرنے کے بیان میں کہ جن میں ایک کی بیع جائز ہی نہ

ہو اور فروخت کی ہوئی چیز کو جتنے کو بیچا ہے اس سے کم پر خریدنے کے بیان میں

جو شخص آزاد و غلام دونوں کو جمع کر کے فروخت کرے یا ذبح کی ہوئی اور مردار بکری دونوں کو جمع کر کے فروخت کرے تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں کی بیع باطل ہے خواہ ہر ایک کا شئ علیحدہ بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر ہر ایک کا شئ علیحدہ بیان کیا ہو تو غلام اور ذبح کی ہوئی بکری کی بیع جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کھال کھینچی ہوئی نہ یوحہ دو بکریاں خریدیں پھر ایک بکری کسی مجوسی کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی نکلی یا ایسے مسلمان کے ہاتھ کی ذبح کی ہوئی کہ جس نے اس پر عہد اللہ کا نام نہیں لیا ہے تو ایسا ذبیحہ اور مردار دونوں ہمارے نزدیک برابر ہیں کذا فی المبسوط۔ اگر کسی نے شخص غلام کو اور مدبر یا مکاتب یا ام ولد کو جمع کیا یا اپنے اور دوسرے کے غلام کو جمع کر کے فروخت کیا تو شخص غلام کی بیع اس کے حصہ شئ کے عوض جائز ہوگی اور جس نے وقف اور ملک کو جمع کیا اور شئ کی تفصیل نہ کی تو اصح قول کے بموجب ملک کی بیع صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دو مکے سرکہ کے خریدے پھر معلوم ہوا کہ ایک شراب کا ہے پس اگر ہر ایک کا شئ علیحدہ نہ بیان کیا گیا تو دونوں کا عقد فاسد ہوگا اور اگر بیان کر دیا گیا تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک سرکہ کی بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دو غلام خریدے اور ایک پر قبضہ کر لیا اور دوسرے پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ دونوں کو کسی کے ہاتھ ایک ہزار درہم کو اس طرح بیچ ڈالا کہ ہر ایک کی قیمت پانچ سو درہم ہے تو مقبوض کی بیع جائز ہے اور غیر مقبوض کی بیع جائز نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اپنے غلام کے ساتھ ملا کر فروخت کر دیا تو

۱۔ قال المحرجم و فی الاصل اذا باع بملیۃ الادب یا الذبح یعنی سویر سوائے ایک دینار کے لہذا اشتمل ان بقصد براءۃ ان ذکر التبرع فی المستثنیٰ ہذا الوجه معروف
۲۔ المستثنیٰ منہ بعین ما ذکر فی المستثنیٰ و ہذا فصل اختلف فیہ وقد ذکرہ فی باب الاستثناء فی مواضع من الکتاب و علی ہذا یختلق الحكم بنبوع اسلوب العربیۃ و لا مجال
الرحمۃ فی ذلک و اشتمل ان براءۃ کما ذکرہ المحرجم فالمراد بجل الثمن ولما کان ہذا فی صورتہ واحدة و وضع واحد لم یذکر فی البعوان فخلط ل ۱۲۔ ۳۔ وقال المحرجم
قد قالوا ان الملك یكون بکل الثمن و یتخر اذالم یعلم بوقت العقد ۱۲۔ ۴۔ ایک من شراب ہے ۱۲۔ ۵۔ بالاتفاق ۱۲۔

ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک فقط اس کے غلام کی بیع جائز ہوگی یہ غلامہ میں لکھا ہے اگر کسی ایک شخص نے کسی بائع سے ایک غلام ہزار درہم کو خرید اور اس پر قبضہ کر لیا اور قیمت نہ ادا کی یہاں تک کہ اس غلام کو اپنے ایک غلام کے ساتھ ملا کر اسی بائع کے ہاتھ ہزار درہم کو اس تفصیل سے کہ ہر ایک پانچ سو درہم کا ہے فروخت کر دیا تو اس کے غلام کی بیع جائز ہوگی اور جو خریدا ہے اس کی بیع جائز نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

منقہی میں ہے کہ کسی شخص نے ایک دار اور ایک مسلمانوں کا راستہ جو محدود معلوم تھا جمع کر کے خرید یا پھر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد راستہ کا استحقاق ثابت کیا گیا پس اگر وہ راستہ دار کے ساتھ خلیفہ تھا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دار کو واپس کر دے ورنہ اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر راستہ اس سے جدا ہو تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا اور دار اپنے حصہ ثمن کے عوض مشتری کے ذمہ پڑے گا اور اگر راستہ اس طرح محدود نہ ہو کہ اس کی مقدار دریافت نہ ہو جائے تو بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر بجائے راستہ کے مسجد خاص کو ملا کر خریدے تو اس کا حکم راستہ معلومہ کا حکم ہے اور اگر مسجد جماعت ہو تو سب کی بیع فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ جامع مسجد کی بیع جائز و حلال نہیں ہے اسی طرح اگر وہ گری ہوئی پڑی ہو یا میدان ہو کہ جس میں کچھ عمارت تو نہیں موجود ہے مگر دراصل وہ جامع مسجد ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر زمین دو شخصوں میں مشترک ہو کہ دونوں میں سے ایک نے پوری زمین اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کر دی تو امام ظہیر الدین مرغینانی فرماتے تھے کہ بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر مدعا علیہ نے مدعی کے دعویٰ سے ایک ایسے دار پر صلح کی جو دونوں میں مشترک تھا تو اس صورت میں بھی یہی فرماتے تھے کہ صلح فاسد ہے اور اگر کسی نے ایک غلام خرید کر پانچ سو روپیہ نقد دیئے تو پانچ سو روہ جو اس کے فلاں شخص پر قرض تھے ثمن میں ٹھہرائے یا پانچ سو کی یوں معیاد ٹھہرائی کہ جب عطا ہوں تو دوں گا تو قہوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ سب کی بیع فاسد ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے ایک محدود زمین دس (۱۰) درہم اور ہزار من گئیہوؤں کے عوض کہ جس کا وصف بیان کر دیا تھا خریدی لیکن گئیہوؤں ادا کرنے کی جگہ بیان نہ کرنے کی وجہ سے گئیہوؤں کے حصہ کی بیع امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہو گئی پس آیا یہ فساد باقی کی طرف امام اعظمؒ کے قول کے موافق متعدی ہوگا یا نہیں تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق شیخ نے فرمایا کہ باقی کی طرف فساد متعدی نہ ہونا چاہئے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے ہاتھ خود کوئی چیز فروخت کی یا اس کی طرف سے اس کے وکیل نے بیچی اور مشتری نے ہنوز ثمن نہیں ادا کیا ہے اور بیع کی ذات میں کچھ نقصان بھی نہیں آیا ہے تو ایسی حالت میں اس مشتری یا اس کے وارث سے نہ اس شخص سے جس کو ہبہ کی گئی یا اس کے لئے وصیت کر دی گئی ہو بائع کو یہ جائز نہیں ہے اور نہ اس کی طرف سے اس کے لئے ایسے شخص کو جائز ہے کہ جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہ ہو کہ جتنے کو بیچی ہے اس کی جنس سے اس سے کم ثمن پر اپنے واسطے یا غیر کے واسطے مشتری کے ثمن ادا کرنے سے پہلے خرید کرے اور اس مقام پر اور شفعہ میں درہم و دینار ایک جنس شمار کئے جاتے ہیں کذا فی الکافی۔ اگر مشتری پر ثمن ادا کرنے میں کچھ باقی رہ جائے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

فتاویٰ عتبیہ میں لکھا ہے کہ اگر پہلے اس کو دیناروں کے عوض بیچا پھر درہموں کے عوض کم پر خرید کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر پہلے اس کو دیناروں کے عوض بیچا پھر چاندی کے ہتروں کے عوض کمی سے خرید تو جائز ہے اور اگر پیسوں کے عوض کمی پر خرید تو امام محمدؒ کے قول پر ناجائز ہے اور امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے قول پر جائز ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے۔ اگر دوسری جنس ثمن کے عوض خریدی یا

۱۔ قول مسجد خاص جو عام جماعت کے لیے نہ ہو ۱۲۔ ۲۔ اصل عربی فرمودہ کہ این عبارت اور بعض نسخ منقہی یا فہ شد ۱۲۔ ۳۔ یعنی پورے دار پر ۱۲۔
 ۴۔ اس لیے کہ وہ عطا و عہدہ مجہول ہے و کذا الاول ۱۲۔ ۵۔ قول من قال لکتر جم من سے مراد من شری جو قریب سیر کے ہوتا ہے اور ہم خطبہ میں تفصیل کر چکے ۱۲۔ ۶۔ تا وقتیکہ پورا ثمن ادا نہ ہو جائے تب تک یہی حکم ہے ۱۲۔ ۷۔ یعنی سکے نہ تھا ۱۲۔

عیب دار ہو جانے کے بعد خریدی تو جائز ہے۔ یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ ایسی صورت میں اگر ثمن اول ادا کرنے سے پہلے یا بعد کو زیادتی کے ساتھ خریدی تو جائز ہے اور اگر نرخ گھٹ گیا اور بیع میں اس نرخ کی وجہ سے گھٹی آئی پھر بائع نے اس کو جتنے کو بیچا تھا اس سے کم پر خرید کیا تو جائز نہیں ہے اور نرخ کا اعتبار نہ ہوگا۔ یہ غلامہ میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے آدھے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر آدھے کو آدھے ثمن سے کم پر خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے مشتری پر حوالہ کر دیا پھر اس کو کمی کے ساتھ خریدا تو بھی یہی حکم ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بائع اول نے دوسرے مشتری سے جتنے کو بیچا تھا اس سے کم پر خرید تو جائز ہے اور اگر وہ چیز (۱۳) پہلے مشتری کے پاس کسی ایسے سبب سے واپس ہو گئی کہ جس سے وہ بیع سب لوگوں کے حق میں بیخ شائع ہو تو پہلے بائع کی خرید کی کے ساتھ جائز نہ ہوگی اور اگر کسی ایسے سبب سے واپس ہوئی کہ جس سے بیع صرف ان دونوں کے حق میں بیخ کا اور تیسرے کے حق میں نئی بیع کا حکم رکھے تو پہلا بائع اس کو اپنے فروخت کئے ہوئے داسوں سے کمی کے ساتھ خرید سکتا ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا پھر اس کو اس ثمن سے کم پر خرید تو جائز ہے اور اگر ان درہموں کو زیوف پایا (بائع نے ۱۲) اور واپس کر دیا تو جواز باطل نہ ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بائع نے مشتری سے ایک کپڑے پر ثمن سے صلح کر لی اور بائع نے اس پر قبضہ بھی کر لیا پھر اس چیز کو کمی میں کوئی عیب پایا اور اس کو واپس کر دیا تو خرید فاسد نہ ہوگی اور اگر بائع نے درہموں کو ستوق پایا ہو تو خرید فاسد ہو جائے گی اور اگر اس چیز کو جس کو بائع نے فروخت کیا ہے بائع کے باپ یا بیٹے نے کمی کے ساتھ اپنے لئے خرید لیا تو یہ بائع کی زندگی اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں جائز ہے اور اگر مضارب نے فروخت کیا پھر رب المال نے کمی سے خرید لیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ اس میں نفع بھی ہو اگر کسی نے ایک غلام سودرہم کو خرید اور اس پر قبضہ کر لیا پھر بائع کے ہاتھ ایک باندی تین سودرہم کو فروخت کی پھر اس باندی کو غلام اور سودرہم کے عوض خرید تو آدمی باندی کی بیع جائز ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام کو ایک ہزار درہم اوجہار پر فروخت کیا اور کسی اجنبی کے واسطے خیاری شرط کی پھر اس اجنبی نے بیع کی اجازت دے دی پھر اس اجنبی نے اس کو پانچ سودرہم کو ثمن ادا کرنے سے پہلے خرید لیا تو جائز ہے اور اگر جو شخص بائع ہے وہی خریدے تو جائز نہیں ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے خریدی ہوئی چیز کسی شخص کو ہبہ کر دی پھر اس کے بعد جس کو ہبہ کی ہے اس نے ہبہ کرنے والے یعنی مشتری کو ہبہ کر دی پھر اس مشتری سے اس کے بائع نے کمی پر خریدی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مشتری نے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور پھر اس سے خرید لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ جتنے کو اس نے بیچا تھا اس سے کم پر فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر مشتری نے زید کو مثلاً بیع ہبہ کر کے اس کے سپرد کر دی پھر اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا پھر اپنے بائع کے ہاتھ کمی سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اگر کسی نے اپنا غلام ایک ہزار درہم کو بیچنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا اور وکیل نے اس کو فروخت کر دیا پھر ثمن ادا ہونے سے پہلے وکیل نے یہ قصد کیا کہ اس غلام کو اپنے واسطے یا دوسرے کے واسطے اس کے حکم سے جتنے کو بیچا ہے اس سے کمی پر خریدے تو جائز نہیں ہے اور اگر مدبر یا مکاتب یا غلام نے فروخت کیا ہو تو اس کے مولیٰ کو کمی کے ساتھ خرید کرنا جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اس نے خود فروخت کیا پھر دوسرے شخص کو

۱۔ یعنی مثلاً بائع نے اپنے قرض خواہ زید کو مشتری پر حوالہ کر دیا یعنی اتر دیا کہ اس سے تو اس قدر لے لے اور مشتری نے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے اور حوالہ کے شرائط کتاب الحوالہ میں آتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲۔ ۲۔ ستوق کیونکہ ستوق میں قبیل غالب ہوتا ہے اور وہ جنس درہم میں شمار نہیں ہیں اس واسطے بیع تحقیق نہ ہونے سے خرید ثانی باطل قرار دی جائے گی بخلاف زیوف کے کہ زیوف میں اس کے برعکس ہے اور تجارت لوگ اپنے معاملات میں ان کو رد نہیں کرتے ہیں بخلاف بیت المال کے وہ فصلنا کل ذلک فی المقدمۃ ۱۲۔ ۳۔ یعنی مشتری سے خرید ۱۲۔

وکیل کیا تاکہ وہ کسی کے ساتھ خریدے تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ جو چیز فروخت کی ہے اس کے ساتھ ملا کر دوسری چیز ثمن ادا ہونے سے پہلے کسی کے ساتھ خریدنے میں اس دوسری چیز کی بیع صحیح ہوتی ہے مثلاً ایک باندی پانچ سو درہم کو خریدی اور اس کو اور اس کے ساتھ ملا کر دوسری کو بائع کے ہاتھ ثمن ادا کرنے سے پہلے پانچ سو درہم کو بیچا تو جس باندی کو نہیں خریدا تھا اس کی بیع جائز ہوگی اور خریدی ہوئی کی بیع فاسد ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ قدوری میں لکھا ہے کہ کسی چیز کو بعض ایسے ثمن کے جو فی الحال ادا کیا جائے فروخت کر کے پھر اس کو اسی ثمن کے عوض میعاد مقرر کر کے خرید کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ایک ہزار درہم کو ایک سال کے وعدہ پر فروخت کیا اور پھر اس کو ایک ہزار کو دویس کے وعدہ پر خرید تو جائز نہیں ہے اور اگر ثمن میں ایک درہم یا زیادہ بڑھائے تو جائز ہے اور ثمن ثانی کی زیادتی بمقابلہ اس نقصان کے قرار دی جائے گی جو میعاد بڑھانے کی وجہ سے ثابت ہوگئی ہے کذا فی الحقیقہ۔

باب ۹۰۲:

ان شرطوں کے بیان میں جن سے بیع فاسد ہوتی ہے اور جن سے بیع فاسد نہیں ہوتی ہے

جاننا چاہئے کہ بیع میں جو شرط کی گئی یا وہ اس شرط ہوگی کہ جس کو عقد بیع چاہتا ہے یعنی وہ عقد کے ساتھ بلا شرط واجب ہو جاتی ہے پس ایسی چیز کی شرط کرنے سے عقد میں فساد نہیں آتا ہے جیسے کہ بائع کے ذمہ یہ شرط لگانا کہ بیع مشتری کے سپرد کرے یا مشتری کے ذمہ پر شرط لگانا کہ ثمن بائع کے سپرد کرے اور یا وہ ایسی شرط ہوگی کہ جس کو عقد نہ چاہتا ہو یعنی بلا شرط عقد کے ساتھ واجب نہ ہو لیکن یہ شرط اس عقد سے مناسب ہے یعنی اس عقد کا استحکام کرتی ہے مثلاً اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ثمن کا کوئی کفیل دے اور کفیل اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو اور وہ اس مجلس میں موجود ہو اور کفالت قبول کر لے یا موجود نہ ہو اور دونوں کے جدا ہونے سے پہلے حاضر ہو کر کفالت قبول کر لے تو استحساناً بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اس شرط کے ساتھ بیع کرنا کہ مشتری ثمن کے عوض کچھ رہن دے اور وہ رہن اشارہ کرنے یا نام لینے سے معلوم ہو تو بھی بیع استحساناً جائز ہے کیونکہ رہن اگرچہ مقتضیات عقد میں سے نہیں ہے مگر موجب عقد کا موکد ہے اور مشکئی میں لکھا ہے کہ اگر وہ رہن معین نہ ہو لیکن اس کا نام لے دیا گیا ہو پس اگر وہ اسباب ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ناپ یا تول کی چیز ہو کہ جس کا وصف بیان کر دیا گیا ہے تو جائز ہے اور اگر رہن معین نہ ہو اور اس کا نام بھی نہ لیا گیا ہو اور صرف دونوں میں یہ شرط قرار پائی ہو کہ مشتری ثمن کے عوض کچھ رہن کرے تو بیع فاسد ہوگی لیکن اگر دونوں رضامندی کے ساتھ اسی مجلس میں وہ رہن معین کر دیں اور مشتری جدا ہونے سے پہلے اس کو بائع کے سپرد کر دے یا یہ کہ مشتری ثمن کو فی الحال ادا کر دے اور میعاد کو باطل کر دے تو بیع استحساناً جائز ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کفیل معین نہ ہو اور نہ اس کا نام لیا گیا ہو تو عقد فاسد ہوگا اور اگر کفیل اس مجلس عقد میں موجود ہو خواہ اس نے کفالت سے انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن کفالت قبول نہ کی یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے یا اس نے کوئی اور کام شروع کر دیا تو بیع استحساناً فاسد ہو جائے گی خواہ اس کے بعد وہ قبول کرے یا نہ قبول کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر یہ شرط کی کہ جید گیسوؤں کا ایک ٹر رہن کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ جہالت مفسد بیع نہیں ہے اور اگر بیع میں کسی رہن معین کی شرط کی پھر مشتری نے رہن کے سپرد کرنے سے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا لیکن اس سے کہا جائے گا کہ یا تو رہن یا اس کی قیمت یا ثمن ادا کر دیا عقد فسخ کر دیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر مشتری نے ان سب صورتوں سے انکار کیا تو بائع کو پہنچتا ہے کہ بیع کو فسخ کرادے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس

شرط پر خریدی کہ فلاں شخص کفیل بالدرک رہے تو یہ بمنزلہ ایسے شرطیہ خریدنے کے ہے کہ مشتری ثمن کے عوض رہن دے یا اپنی ذات پر کفیل دے پس یہ بیع صحیح ہوگی اگر کفیل اس مجلس میں حاضر ہو اور کفالت کر لے یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع کسی شخص کو مشتری پر حوالہ کر دے گا کہ ثمن اس سے لے لے تو بیع قیاساً و استحساناً فاسد ہے اور اگر یہ شرط ہوئی کہ مشتری بائع کو اپنے سوا دوسرے پر ثمن لینے کا حوالہ کر دے گا تو قیاساً و استحساناً جائز ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور بعض مشائخ نے حوالہ کی صورت میں یہ کہا ہے کہ اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری پورا ثمن اپنے قرضدار پر اترا دے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر آدھا ثمن اپنے قرضدار پر اترا دینے کی شرط کی تو جائز ہے اور حاکم نے اپنے مختصر میں ذکر کیا ہے کہ یہ ہر طرح جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ عقد کے مناسب نہیں ہے لیکن شرع میں اس کا جواز واروہو جیسے شرط اختیار اور میعاد یا شرع میں اس کا واروہو نہیں ہوا لیکن لوگوں میں متعارف ہے مثلاً کوئی نفل^۱ اور اس کا تسمہ اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کو سی دے تو بیع استحساناً جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر چیز اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کا موزہ یا قلنسوہ بنا دے بشرطیکہ اس کا استرا اپنے پاس سے لگا دے تو اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہے کیونکہ لوگوں کا تعامل پایا جاتا ہے یہ تاثر خانہ میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر ایک موزہ کہ جس میں شکاف تھا اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کو سی دے یا کوئی کپڑا کہ جس میں چھید تھا کسی گدڑی فروش سے اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کو سی دے اور اس پر پوند لگا دے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کر باس اس شرط پر خریدا کہ اس کو قطع کر کے سی دے تو جائز نہیں ہے کیونکہ ایسا عرف نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر وہ شرط ایسی شرط ہو کہ جس کا شرع میں جائز ہوتا کسی صورت میں واروہو اور نہ وہ لوگوں میں متعارف ہے پس ایسی شرط میں اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی کا نفع یا جس پر عقد قرار پایا ہے اس کا نفع ہو اور وہ غیر^۲ پر کسی حق کے استحقاق کی اہلیت رکھتا ہو تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر بیچا کہ ثمن ادا کرنے سے پہلے وہ مشتری کے سپرد کر دے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے ہاتھ ایک ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ تو اپنا یہ غلام مجھے عطا کرے یا کہا کہ اس شرط پر کہ تو اپنا یہ غلام میری ملک کر دے تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس نے بیع کرنے میں ہبہ کی شرط کی اور اگر کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ تو اپنا غلام مجھے بطور زیادت^۳ کے عطا کر تو یہ جائز ہے اور یہ ثمن کے اندر زیادتی میں شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی غلام کو اس شرط پر بیچا کہ مشتری جب اس کو فروخت کرے تو بائع اس کے ثمن کا زیادہ حقدار ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ گدھا اس شرط پر فروخت کیا کہ جب تک تو اس کو لے کر اس نہر سے تجاوز نہ کرے گا اور مجھ کو پھیر دے گا تو میں اس کو قبول کر لوں گا ورنہ نہیں پھیر دوں گا تو یہ بیع صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ باؤ فکیلہ تو اس کو لے کر کل تک تجاوز نہ کرے گا تو بھی یہی حکم ہے یہ قدیہ میں لکھا ہے اور اگر کوئی چیز اس واسطے خریدی کہ بائع کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع فاسد ہے اور اگر کچھ پھل اس واسطے خریدا کہ بائع اس کو توڑ دے یا بائع ایک ہزار درہم مشتری کو قرض دے تو بیع فاسد ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اس کو کچھ ہبہ کرے یا صدقہ دے یا کوئی چیز اس کے ہاتھ بیچ ڈالے یا اس کو کچھ قرض دے تو بیع

۱۔ کفیل بالدرک الخ انچ بعد بیع حادث شود بران کفالت کند یعنی اگر بیع میں مثلاً استحقاق وغیرہ پیدا ہو تو یہ شخص ثمن کا ضامن رہے ۱۲۔ ۲۔ یعنی قرض وار مشتری ۱۳۔

۳۔ فعل عرب وغیرہ میں تسمہ در جو تیاں ہوتی ہیں، چنانچہ اکثر لوگ اس کو جانتے ہیں ۱۴۔ ۴۔ قولہ غیر پر کسی حق آہ یعنی بنی آدم ہو مگر قاسم بنی آدم کا قال اہل التون کان اخصر و لکن لم یفهم مند الوجہ المعلوم ہبہ انما فہم ۱۵۔ ۵۔ پس معنی یہ ہونے کے ثمن میں اس قدر واروہو حادے ۱۶۔ ۶۔ قال المخر جم فطی ہذا ذاکان العبد الذی برید زیادہ سوا بی اشتراہنشی ان لا یجوز الیہم الا ان یقال انہ تمی دخل فی الثمن صار کل منہا لثمن ہذا ضیاع علیہ والا یجری فی الجہ ان لہ اقال ۱۷۔

فاسد ہے اور اگر فلاں شخص اجنبی کے قرض دینے کی شرط کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ پھر جب اس خریدی ہوئی چیز کے نفع کی شرط کی تو عقد کا فاسد ہو جانا صرف اسی صورت میں ہے کہ وہ چیز یہ لیاقت رکھتی ہو کہ دوسرے پر اس کا استحقاق حاصل ہو اور ایسی چیز رقیق ہے اور سوائے رقیق کے اور حیوانات کے جن کا غیر برحق ثابت نہیں ہوتا ہے اور اس کے نفع کی شرط پر خریدی یعنی ایسی شرط کے ساتھ کہ جس میں اس کا نفع ہے تو عقد فاسد نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کوئی چیز سوائے رقیق کے حیوان میں سے اس شرط پر خریدی کہ اس کو فروخت نہ کرے گا یا ہبہ نہ کرے گا تو بیع جائز ہوگی اگرچہ اس میں معتود علیہ کا نفع مشروط ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام یا باندی اس شرط پر فروخت کی کہ تو اس کو نہ بیچنا اور نہ اس کو ہبہ کرنا اور نہ اس کو اپنی ملکیت سے نکالنا تو بیع فاسد ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کو کھانا کھلائے تو بیع جائز ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مشتری اس کو خضیں^۱ یا گوشت کھلائے تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کو آزاد کر دے تو ظاہر الروایہ میں بیع فاسد ہوگی یہاں تک کہ اگر مشتری نے اس کو قبضہ کرنے سے پہلے آزاد کر دیا تو اس کا حق نافذ نہ ہوگا اور اگر اس پر قبضہ کیا پھر اس کو آزاد کر دیا تو پہلا عقد جائز ہو جائے گا اور یہ امام ابو حنیفہ کا استحسان ہے حتیٰ کہ مشتری پر ثمن واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک عقد جائز نہ ہوگا اور اس کو قیمت دینی پڑے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر ایسی شرط جس کو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد ہو جاتا تھا جب اجنبی پر شرط کی جائے گی تو عقد باطل ہوگا ☆

اس بات پر اجماع ہے کہ اگر وہ غلام مشتری کے پاس آزاد کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کو قیمت دینی پڑے گی اور اسی طرح اگر مشتری نے کسی کے ہاتھ فروخت کیا یا اس کو ہبہ کر دیا تو بھی اس پر قیمت واجب ہوگی یہ تارخانہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ مشتری اس کو دیبا کے (ریشمی ۱۲) کپڑے پہنائے گا یا یہ کہ اس کو نہیں مارے گا یا یہ کہ اس کو ایذا نہ پہنچائے گا تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اس کو ہبہ کرے یا ام ولد بنائے تو بیع فاسد ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر منفعت کی شرط دونوں عقد کرنے والوں میں سے ایک اور دوسرے اجنبی کے درمیان جاری ہوئی بایں طور کہ مشتری نے اس شرط پر خرید کیا کہ بائع کو اتنے درہم فلاں اجنبی قرض دے اور مشتری نے اس کو قبول کر لیا تو صدر الشہید نے شرح الجامع میں ذکر کیا ہے کہ عقد فاسد نہ ہوگا اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ عقد فاسد ہو جائے گا اور جو قدوری نے ذکر کیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میں نے تجھ سے یہ چیز اس شرط پر خریدی کہ تو مجھ کو یا فلاں شخص کو قرض دے اور اس صورت میں قدوری نے ذکر کیا ہے کہ عقد فاسد ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ منہجی میں ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ ہر ایسی شرط جس کو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد ہو جاتا تھا جب اجنبی پر شرط کی جائے گی تو عقد باطل ہوگا یعنی قاعدہ یہ کہ جو شرط بائع پر لگائی نہیں جائز ہے اگر غیر بائع پر عقد میں مشروط ہو تو عقد باطل ہوگا از الجملہ مثلاً اگر کسی شخص نے ایک گھوڑا اس شرط پر خرید لیا کہ بائع مشتری کو بیس (۲۰) درہم ہبہ کرے تو یہ باطل ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ فلاں شخص مجھ کو بیس (۲۰) درہم ہبہ کرے تو بھی باطل ہے اور ہر ایسی شرط کہ جس کو بائع پر شرط کرنے سے عقد فاسد نہ ہوتا تھا جب اجنبی پر شرط کی جائے گی تو عقد فاسد نہ ہوگا (جائز ہوگا ۱۲) اور اس کو خیار حاصل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ فلاں شخص اجنبی مجھ سے اس قدر گھٹائے تو بیع جائز ہے اور اس کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے لے ورنہ ترک کر دے اور ابن سماعہ نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ اگر دوسرے شخص سے کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ بائع مشتری کے

۱۔ خضیں ایک قسم کا ملو ہوتا ہے ۱۲۔ قلت لہذا حمل الشرط بالمعہوم المراد فاقبل ان یكون الحكم بالتقادم بهذا الوجه لذلك ذكره صاحب الذخیرہ فاقہم ۱۲۔

بیٹے یا اجنبی کو شمن میں سے اس قدر دے دے تو بیع فاسد ہوگی یہ بخرالرائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا (دستوری شروط ۱۳) اس شرط پر بیچا کہ اس کو مشتری فروخت نہ کرے اور نہ اس کو بہہ کرے یا کوئی گھوڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کو بہہ یا فروخت نہ کرے یا کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اس کو نہ کھائے نہ فروخت کرے تو کتاب المزارعت میں جو مذکور ہے وہ اس بیع کے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی مجرد میں حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور یہی ظاہر مذہب ہے کذا فی الہدایۃ حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے دوسرے شخص سے ایک چوپایہ اس شرط پر خریدا کہ مشتری اس کو چارہ نہ چرائے تو بیع جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ شرط ہے کہ مشتری اس کو ذبح کر ڈالے تو جائز ہے اور اگر یہ شرط کی کہ مشتری اس کو فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کرے یا یہ کہ اس کے ہاتھ فروخت نہ کرے تو بیع فاسد ہے اور اگر صرف یہ شرط لگائی کہ مشتری اس کو فروخت یا بہہ کر دے اور فلاں شخص کا ذکر نہ کیا تو بیع جائز ہوگی اور متعلیٰ میں لکھا ہے کہ اسی طرح ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے اور اگر کسی نے ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ مشتری اس کو بدوں اجازت فلاں شخص کے فروخت نہ کرے یا کوئی دار اس شرط پر خریدا کہ مشتری اس کو نہ گرا دے اور نہ اس کو بتائے بدوں اجازت فلاں شخص کے تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اس کو اپنی ذات کے واسطے خریدے تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر کہا کہ یہ چیز میں نے تیرے ہاتھ بعوض سودرہم کے حرام کائی اور رشوت کی راہ سے فروخت کی تو بیع جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ میں اس کا شمن اس کے فروخت سے ادا کروں گا تو بیع فاسد ہوگی یہ بخرالرائق میں لکھا ہے۔ اگر کوئی دار اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کو مسلمانوں کے لئے مسجد بنادے تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر کچھ طعام اس شرط پر بیچا کہ اس کو فقیروں پر صدقہ کر دے تو بھی فاسد ہے اور اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اس دار کو سقائیہ یا مسلمانوں کا مقبرہ بنائے تو بھی بیع فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اگر شیرہ انگور میں یہ شرط کی کہ اس کو شراب بنادے تو بیع جائز ہے یہ تاجدار خانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میں یہ غلام تیرے ہاتھ تین سودرہم کو اس شرط پر بیچتا ہوں کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے یا تین سودرہم کو بیچتا ہوں اور شرط یہ ہے کہ یہ ایک سال میری خدمت کرے گا یا تین سودرہم میں لیتا ہوں اور ایک سال تیری خدمت کرے گا تو یہ بیع فاسد ہے کیونکہ اس بیع میں اجارہ کی شرط ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایک برس تیری خدمت کے واسطے بیچتا ہوں تو بھی بیع فاسد ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کو جلادے یا کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اس کو ڈھائے تو بیع جائز ہے اور شرط باطل ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر ایسی شرط ہو کہ جس میں نہ نفع ہو اور نہ ضرر ہے مثلاً کچھ کھانا اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کو کھالے یا کوئی کپڑا اس شرط پر کہ اس کو بہن لے تو بیع جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ اس سے وطی کرے یا یہ کہ وطی نہ کرے تو امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ متعلیٰ میں ہے کہ اگر بائع نے کہا کہ میں اپنا یہ غلام تیرے ہاتھ ایسے ہزار درہم کو جو تیرے فلاں شخص پر قرض ہیں وہ تھ کو اس کی طرف سے ادا کرنے کی غرض سے بیچتا ہوں تو بیع جائز ہوگی اور بائع اس فلاں شخص کی طرف سے ادا کرنے میں مصلوع قرار دیا جائے گا اور نو اور ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے اپنا غلام کسی کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو اس مشتری کا فلاں پر ہے اور وہ ایک ہزار

۱۔ قول اس قدر دیوے مثلاً شمن بارہ درہم میں سے چار درہم دے اور اس سے نکالنا طور و پیدہ وغیرہ دستوری جو معروف ہے وہ بھولہ مشروط ہوتی ہے اور اس سے بیع فاسد ہوتی ہے ۱۲۔ ۲۔ قول چارہ یعنی باندہ کر گھر میں کھلائے ۱۳۔ ۳۔ سقائیہ سبیل خانہ ۱۴۔ ۴۔ قول جائز لیکن صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے ۱۵۔ قول ادا یعنی شمن سے تیرے قرض دار کا قرضہ تجھے ادا ہو جائے ۱۶۔

درہم ہیں فروخت کیا اور فلاں شخص بھی راضی ہوا تو بیع جائز ہوگی اور وہ مال اس قرضدار پر جس پر قرضہ تھا بائع کا ہو جائے گا۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کا شمن بائع کے قرض خواہ کو ادا کرے تو بیع فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر غلام کسی شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری اس کی طرف سے اس کے قرض خواہ کے واسطے ایک ہزار کا ضامن ہو تو بیع فاسد ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اس شرط پر کہ میں تجھ کو سو^۱ درہم اس کام کے دوں گا پس اس شخص نے اس فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درہم کو بیع کیا اور بیع میں وہ شرط ذکر نہ کی تو بیع جائز ہوگی اور اس شخص کو سو درہم دینا لازم نہ ہوں گے اور اگر اس نے دے دیئے ہوں تو اس کو اختیار ہوگا کہ اس سے رجوع کرے (واپس کرے) اور اسی طرح اگر کہا کہ تو اپنا غلام فلاں شخص کے ہاتھ اس شرط پر فروخت کر دے کہ میں تجھ کو سو درہم بہہ کروں گا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ مشکئی میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں تیرا یہ غلام ان سو درہموں کے عوض خریدتا ہوں جو فلاں شخص پر ہیں تو یہ بیع فاسد ہے اور اگر کہا کہ میں اپنا کپڑا تیرے ہاتھ بعوض ان سو (۱۰۰) درہموں کے جو تیرے فلاں شخص پر آتے ہیں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ وہ شخص اس سے جو تیرا اس پر آتا ہے بری ہو جائے تو یہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز فروخت کی اور کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے اس کو شرط پر فروخت کی کہ میں اس کے شمن سے اس قدر کم کروں گا تو یہ بیع جائز ہے اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ میں اس کے شمن سے اس قدر تجھ کو بہہ کر دوں گا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اتنے اس کو اس شرط پر فروخت کی کہ میں نے تیرے ذمہ سے اتنا کم کر دیا یا کہا کہ اس شرط پر کہ اس قدر میں نے تجھ کو بہہ کیا تو بیع جائز ہوگی کیونکہ بہہ قبل واجب ہونے کے کم کرنے کا حکم رکھتا ہے اور پہلی صورت میں بہہ کی شرط بعد واجب ہونے کے بھی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اپنی ذات کے واسطے ایک مہینہ کی شرط اختیار کر کے اس شرط پر خریدے کہ اگر مشتری اس کو بیع کے واسطے پیش کرے یا اس سے خدمت لے تو بھی وہ اپنے اختیار پر باقی رہے گا تو یہ بیع فاسد ہوگی اور اگر کسی کا دوسرے شخص پر ایک دینار تھا اور اس نے اس سے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ اس دینار کا مقاصد نہ کرے تو ظاہر الروایہ کے موافق بیع فاسد ہوگی یہاں تک کہ اگر بجائے کپڑے کے کوئی غلام ہو اور اس کو مشتری نے قبضہ سے پہلے آزاد کر دیا تو اس کا حق نافذ نہ ہوگا اور اگر قبضہ کے بعد آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک استحساناً وہ عقد جائز ہو جائے گا یہاں تک کہ مشتری کو اس کا شمن دینا پڑے گا اور صاحبین کے نزدیک جائز نہ ہوگا یہاں تک کہ اس کو قیمت دینی پڑے گی۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے انگور کے خوشے اس شرط پر خریدے کہ بائع باغ کی دیواریں بنوادے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر بائع نے کہا کہ تو خرید اور میں اس کی دیواریں بنوا دوں گا تو بیع جائز ہوگی اور دیواریں بنوانے کے واسطے بائع پر جبر نہ کیا جائے گا لیکن اگر اس نے نہ بنوائیں تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو لے لے اور نہ واپس کر دے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی چیز کی فروخت میں یہ قرار پایا کہ شمن کو مشتری متفرق ادا کرے گا پس اگر بیع میں یہ شرط قرار پائی تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر بیع میں یہ شرط نہ تھی لیکن بعد بیع کے ایسا ذکر کیا تو بائع کو یہ پہنچتا ہے کہ وہ یکبارگی لے لے۔ یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز اس شرط پر خریدی کہ اس کو مشتری کے مکان میں ادا کرے پس لحاظ کیا جائے گا کہ اگر وہ چیز شہر میں ہو اور اس کا مکان بھی شہر میں ہو تو استحساناً اس شرط کے ساتھ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز ہوگی اور اگر اس کا مکان شہر سے باہر ہو یا وہ چیز شہر سے باہر ہو اور اس کا مکان شہر میں ہو تو بالا جماع جائز نہ ہوگی اور اسی طرح اگر دونوں شہر سے باہر ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس کے مکان تک

۱۔ قولہ سو درہم یہ شرط مفسد ہے پس جب بیع کے وقت مذکور نہ ہوئی تو بیع جائز ہی ۱۲۔ یعنی گھٹا دینے کے حکم میں ہے ۱۲۔ قولہ فاسد یعنی خدمت یعنی باغخاس میں پیش کرنے کی شرط مفسد ہے ۱۲۔

اٹھوا دینے کی شرط کی تو بالا جماع جائز نہیں ہے۔ یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایندھن کسی گاؤں میں صحیح طور پر خرید اور الفاظ بیع کے ساتھ ملا کر کہا کہ میرے گھر تک تو اس کو اٹھوا دے تو بیع جائز ہوگی کیونکہ یہ مشورہ کے طور پر ہے اور شرط نہیں ہے پس بائع کا جی چاہے تو اٹھا دے ورنہ نہ اٹھائے۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک دار اس شرط پر خرید کہ فلاں شخص اس بیع کو اس کے سپرد کرے خواہ اس کو یہ معلوم کہ اس فلاں شخص کی اس میں کچھ چیز ہے پس اگر اس نے بیع کو سپرد دیا تو بیع جائز ہوگی ورنہ مشتری کو بائع کے حصہ میں اختیار ہوگا کہ اگر فلاں شخص کی اس میں کچھ چیز ہے پس اگر اس نے بیع کو سپرد دیا تو بیع جائز ہوگی ورنہ مشتری نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے ثمن میں سودر ہم زیادہ کر چاہے تو اجازت دے دے ورنہ بیع باطل کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے ثمن میں سودر ہم زیادہ کر دیئے بشرطیکہ تو اس کو میرے ہاتھ ایک ہزار درہم کو بیچ اور اس نے ایسا ہی کیا تو بیع جائز ہوگی اور ایک ہزار ایک سودر ہم پر قرار پائے گی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ میں تجھ کو ثمن میں سودر ہم زیادہ بہہ کروں گا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام اس شرط پر بیچا کہ مشتری اس کو ثمن دوسرے شہر میں ادا کرے گا تو بیع فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ثمن فی الحال دینا قرار پایا ہو اور اگر ایک مہینہ کی ميعاد پر ایک ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ مشتری ثمن دوسرے شہر میں ادا کرے گا تو ایک مہینہ کے وعدہ پر ایک ہزار درہم کے عوض بیع جائز ہوگی اور دوسرے شہر ادا کرنے کی شرط باطل ہوگی کیونکہ اس نے ایک ہزار کو ایک مہینہ معلوم (مدت معلومہ ۱۲) کے وعدہ پر فروخت کیا ہے اور دوسرے شہر کا ذکر فقط ادا کرنے کی جگہ معین کرنے کے واسطے تھا اور جگہ معین کرنا ایسی چیزوں میں جن میں ہار برداری اور خرچہ نہیں ہے صحیح نہیں ہوتی ہے اور اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ جس میں ہار برداری اور مشقت ہوتی ہے تو اس کے ادا کرنے کی جگہ معین کرنا صحیح ہے اور بیع بھی جائز ہوگی۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے اس شرط پر فروخت کیا کہ نقد اتنے کو اور ادھار اتنے کو یا ایک مہینہ کے ادھار پر اتنے کو اور دو مہینے کے ادھار پر اتنے کو تو جائز نہیں ہے۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں یہ مشک اور اس کے اندر جوزیتون کا تیل ہے تیرے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ مشک پچاس رطل ہے اور جوزیتون کا تیل پچاس رطل ہے کہ ایک رطل ان دونوں میں کا بعض ایک درہم کے ہے پھر مشتری نے مشک ساٹھ رطل پائی اور تیل چالیس رطل پایا تو ثمن تیل اور مشک کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا پھر ثمن پر ان دس رطلوں کا حصہ جو اس نے مشک میں زائد پائے ہیں بڑھا دیا جائے گا اور ان دس رطلوں کا حصہ کہ جو اس نے تیل میں سے کم پائے ہیں گھٹایا جائے گا پھر اس کو اختیار دیا جائے گا کہ اگر تیرا جی چاہے تو لے ورنہ چھوڑ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی دسی گھوڑا اس شرط پر خرید کہ وہ خوش رفتار ہے تو بیع جائز ہے اور اگر کوئی بکری اس شرط پر خریدی کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے یا کوئی اونٹنی اس شرط پر خریدی کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے تو ظاہر الرادیت میں جائز نہیں ہے جیسا کہ اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کے ساتھ بچہ ہے تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دوسرے سے ایک ہزار درہم بخارا میں اس شرط پر قرض لئے کہ اس کے مثل سرقند میں ادا کرے گا یا ایک ہزار درہم ایک مہینہ کے وعدہ پر بخارا میں اس شرط پر قرض لئے کہ ان کے مثل سرقند میں ادا کرے گا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ گا بھن ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ پیٹ سے ہے تو فقہیہ ابو بکر بنی نے ذکر کیا ہے کہ مشائخ نے اس بیع کے جائز ہونے میں اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ یہ بھی مانند چوپایوں میں حمل کی شرط کرنے کے جائز نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ بیع جائز ہے اور فقہیہ ابو بکر نے فرمایا کہ یہی قول میرے نزدیک اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ فقہیہ ابو جعفر ہندوانی نے کہا کہ یہ شرط اگر بائع کی طرف

سے ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مشتری کی طرف سے ہو تو جائز نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی دودھ پلانے کے واسطے اس شرط پر خریدی کہ وہ پیٹ سے ہو تو بیع جائز نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی فروخت کی اور اس کے حاملہ ہونے سے براءت کر لی خواہ اس کو حمل تھا یا نہ تھا تو بیع جائز ہے۔ یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی گائے اس شرط پر خریدی کہ وہ حلوب یا لبون ہے تو طحاوی نے کہا کہ جائز نہیں ہے۔ شیخ امام استاد اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور کرنی نے کہا کہ جائز ہے اور اسی کو فقہ نے لیا ہے اور اسی پر صدر الشہید نے فتویٰ دیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی دودھ پلانے کے واسطے اس شرط پر خریدی کہ وہ دودھ والی ہے تو ابو بکر محمد بن الفضل نے ذکر کیا کہ بیع فاسد ہے اور فقہیہ ابو جعفر سے ذکر کیا گیا کہ جائز ہے کیونکہ یہ بمزولہ ہنر کے ہے پس یہ ایسا ہے کہ گویا ایک غلام اس شرط پر خریدا کہ وہ لکھنے والا یا روٹی پکانے والا ہے اور اس صورت میں بیع جائز ہے پس ویسے ہی اس صورت میں بھی جائز ہوگی اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی خربوزہ اس شرط پر خریدا کہ وہ شیریں ہے یا زیتون یا تل اس شرط پر خریدا کہ اس میں اتنے میں تیل لٹکے گا یا دھان خام خریدے بدیں شرط کہ ان دھانوں میں فیصدی اتنے میں سفید چاول نکلیں گے یا کوئی بکری یا تیل زندہ اس شرط پر خریدا کہ اس میں اتنے من گوشت لٹکے گا تو ان سب کی بیع فاسد ہے کیونکہ مشروط کا پہچانا قبل عمل کے ممکن نہیں ہے۔ یہ قیہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی بکری اس شرط پر فروخت کی کہ وہ اس قدر دودھ دے گی تو سب روایتوں کے موافق بیع فاسد ہوگی اور اسی طرح اگر اس کو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک مہینہ بعد بچہ دے گی تو عقد فاسد ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کہا کہ میں یہ گائے تجھ سے اس شرط پر خریدتا ہوں کہ وہ دودھ دیتی ہے اور بالغ نے کہا کہ میں بھی اسی طرح بیچتا ہوں پھر دونوں نے عقد کرتے وقت بلا ذکر اس شرط کے عقد کر لیا پھر اس گائے کو ایسا نہ پایا تو اس کو واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا یہ قیہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی دار خرید اور اس دار کے ساتھ فناء دار کی شرط کر لی تو بیع جائز نہ ہوگی ☆

اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ ایسا ایسا راگ گاتی ہے پھر وہ ناگاہ ایسی نکلی کہ گانا بھی نہیں جانتی تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار نہ ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس صفت کو عیب سے براءت چاہنے کے طور پر ذکر کیا ہو یعنی گانا عیب ہے اور بالغ نے جب یہ ذکر کیا تو یہ ذکر کرنا اس کا بطور اظہار عیب کے تھا اور فتاویٰ میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ کے قول پر اور دو قولوں میں سے امام محمدؒ کے ایک قول پر اس شرط کے ساتھ بیع فاسد ہے اور پہلا حکم اختیار کیا گیا ہے یعنی جواز اور اسی بنا پر لڑنے والے مینڈھے اور لڑنے والے مرغ کی بیع بھی جائز ہوگی جبکہ یہ صفت اس میں بطور عیب کے براءت چاہنے کے ذکر کی ہو یہ غیاثیہ میں لکھا ہے اگر اخروٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ ناکارہ ہے تو بیع جائز نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ اخروٹ بہت ہوں کہ جتنے ایندھن کے واسطے خریدے جا سکتے ہوں تو جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کبوتر اس شرط پر خریدا کہ وہ ایسی آوازیں بولتا ہے تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ ایسی آوازیں بولنے کے واسطے کبوتر پر جبر نہیں کیا جاسکتا ہے اور مشروط کافی الحال پہچانا ممکن نہیں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر کوئی کتا اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کھتا ہے یا کوئی کبوتر اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ گردان ہے تو بیع جائز نہ ہوگی لیکن اگر یہ شرط بطور عیب بیان کرنے کے ذکر کی تو بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی دار خرید اور اس دار کے ساتھ فناء دار کی شرط کر لی تو بیع جائز نہ ہوگی اگر کوئی زمین فروخت کی اور اس کے ساتھ یہ شرط کی کہ اگر مشتری اس میں کوئی نئی بات پیدا کرے گا اور پھر اس زمین کا کوئی حقدار

۱۔ قول حلوب یعنی فی الحال اس نے بچہ دیا ہے یا لبون یعنی قریب سال کے گزر چکا ہے کہ وہ گاجھن ہونے والی ہے ۱۲۔ ح۔ ابواللیث ۱۲۔
 ۲۔ ح۔ حاتم الدین ۱۲۔ ۳۔ قولہ یعنی ہر سو من میں اتنے من ۱۲۔ ۴۔ قولہ نہیں یعنی یہ امر کہ ان کنون میں اتنا تیل ہے بدوں تیل نکالنے کے صحیح نہیں معلوم ہو سکتا ہے علیٰ ہذا باتیں میں بھی یہی بات ہے ۱۲۔ ۵۔ یعنی عقد سے پہلے ۱۲۔

فلے کا تو بائع مشتری کی پیدا کی ہوئی چیزوں کا ضامن ہوگا تو یہ بیع جائز نہیں ہے۔ کیونکہ بائع مثل گڈھے وغیرہ چیزوں کا ضامن نہ ہوگا صرف وہ عملیات اور پودوں اور کھیتی کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ ہر روز اتنی روٹی پکاتی ہے یا اس قدر لکھتی ہے تو جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ساکا کھیتی اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری اس میں اپنے چوپایہ چھوڑ دے تو اتھسانا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور قیاس کی دلیل سے فاسد ہے اور اسی کو بعض مشائخ نے لیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اس کا خراج بائع کے ذمہ ہے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کچھ محصول بائع کے ذمہ رکھنا شرط کیا پس اگر اصل خراج میں سے کوئی چیز بائع کے ذمہ رکھنا چاہی تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر اصل خراج سے زیادتی بائع کے ذمہ رکھنا شرط کی تو بیع جائز ہوگی اور اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ اس کا خراج تین درہم ہے پھر معلوم ہوا کہ چار درہم ہے یا کہا کہ چار درہم ہے پھر معلوم ہوا کہ تین درہم ہے تو بیع فاسد ہوگی اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب معلوم ہوا اور اگر نہ جانتا تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو اس زمین کو اس کے پورے خراج کے ساتھ قبول کرے ورنہ ترک کر دے اور اگر خراجی زمین بغیر خراج کے خریدی یا بغیر خراجی زمین مع خراج کے خریدی اس طرح کہ بائع کی کوئی خراجی زمین تھی کہ اس کا خراج اس زمین پر لگا کر اس کو فروخت کر دیا اور مشتری نے اس کو معلوم کیا ہے تو بیع فاسد ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام اس شرط پر خریدے کہ بائع اس کی چوری کا ہمیشہ ذمہ دار رہے اور اس کا مجنون ہونا چاند دیکھے تک بائع کے ذمہ ہے پھر چاند دیکھنے سے پہلے وہ مجنون ہو گیا اور اس نے بائع کو واپس کر دیا اور اس نے اس پر قبضہ نہ کیا پھر مشتری کے پاس ہلاک ہو گیا تو فقہانے فرمایا کہ بیع اس شرط کے ساتھ فاسد ہوگی پس جب اس نے بائع کو واپس کیا اس طرح کہ بائع اس کو اپنے ہاتھ سے گرفت کر سکتا تھا تو مشتری اس کی ضمانت سے بری ہو گیا اور بائع کا اس پر کچھ نہیں چاہئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

امام رکن الاسلام علی السغدی سے پوچھا گیا کہ ایک زمین کا خراج دس درہم ہیں اور اس کے مالک نے اس کو چند درہم خراج پر فروخت کیا کہ اس پر پانچ درہم اپنی دوسری زمین کا خراج بڑھا دیا تو انہوں نے فرمایا کہ بیع فاسد ہے اور ایسے ہی اگر کم کر دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ اگر اصل خراج اس زمین کا معلوم نہ ہو اور بائع اور مشتری اس کی مقدار میں اختلاف کریں مشتری کم کا دعویٰ کرے اور بائع زیادہ کا تو کیا اس گاؤں کی ایسی زمین کے خراج کو دیکھا جائے گا اور اگر مشتری بائع کو یہ قسم دلائے کہ وہ نہیں جانتا کہ اصل خراج اس زمین کا اتنا ہے تو کیا وہ قسم دلا سکتا ہے پس امام نے جواب میں فرمایا کہ خراج کے باب میں عاصم بادشاہ کا نائب ہوگا پھر رکن الاسلام سے پوچھا گیا کہ آپ اس باب میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر گاؤں خراجی ہو مگر یہ نہ معلوم ہو کہ اس پر خراج کیوں کر باندھا گیا صرف یہ ہو کہ وہ لوگ خراج کو پانی کے حساب سے تقسیم کرتے ہیں اور ایسے ہی قدیم سے ان میں چلا آتا ہے پھر ایک شخص نے کچھ زمین بغیر خراج کے یا تھوڑے خراج کے ساتھ فروخت کی تو آیا یہ جائز ہے پس انہوں نے فرمایا کہ یہ عرف حکم شرعی کے مخالف ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر خریدی کہ بائع اس کا خراج اپنے ذمہ اٹھائے گا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر شفیع نے یہ گمان کر کے کہ اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہے اس زمین کو شفیع میں لے لیا پھر اس کو معلوم ہوا کہ یہ بیع فاسد ہے تو امام ابوعلی نسفی نے فرمایا کہ یہ بیع فاسد ہے اور بیع فاسد میں شفیع کا حق شفیع ثابت نہیں ہوتا جب تک بائع کا واپس کرنے کا حق باطل نہ ہو جائے پس اگر شفیع نے اس زمین کو دونوں کی رضامندی سے لیا تو یہ ابتدائی بیع ہو جائے گی پس اگر شفیع کے ساتھ لینے میں دونوں نے یہ شرط کی تھی کہ بائع اس کا خراج اپنے ذمہ رکھے تو شفیع واپس کر سکتا ہے ورنہ نہیں یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر اس شرط پر خریدی کہ بڑی لوگ اس کا بار

اٹھائیں تو بیع فاسد ہے اور اسی طرح اگر اس شرط پر فروخت کی کہ مشتری سے اس کی جہایت نہ لی جائے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس شرط پر خریدی کہ جہایت اول مشتری کے ذمہ نہ ہوگی اور اگر دونوں اس بات پر متفق ہو گئے تو بیع جائز ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین فروخت کی اور اس کا خراج ذکر نہ کیا اور اس کو بیع میں شرط نہ گردانا تو بیع جائز ہے پھر لحاظ کیا جائے گا کہ اس کا خراج اگر اس قدر زیادہ ہے کہ جولوگوں میں عیب گنا جاتا ہے تو مشتری کو بسبب عیب کے خیار حاصل ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کو خیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی زمین بیچی اور کہا کہ اس کا خراج اس قدر ہے پھر اس سے زیادہ معلوم ہوا پس اگر وہ زیادتی اس قدر ہو کہ جس کو لوگ عیب مانتے ہیں تو مشتری واپس کر سکتا ہے اور اگر کوئی دار اس شرط پر خرید ا کہ اس پر نواصب نہیں بندھے ہیں پھر مشتری سے نواصب طلب کئے گئے تو اس کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اگر بالغ زندہ ہو تو اس کو اور اگر مر گیا ہو تو اس کے وارثوں کو واپس کر دے اور اسی طرح اگر دار کو اس شرط پر خرید ا کہ اس کا قانون آدھا دانگ ہے پھر وہ زیادہ نکلا تو مشتری کو واپس کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر کوئی دکان اس شرط پر خریدی کہ اس میں بیس درہم کرایہ آتا ہے پھر معلوم ہوا کہ پندرہ درہم آتا ہے پس اگر اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں اس میں بیس درہم کرایہ آتا تھا تو عقد بیع فاسد نہ ہوگا اور اگر یہ مراد تھی کہ آئندہ بھی اس میں اسی قدر آتا رہے گا تو عقد فاسد نہ ہوگا اور اگر مطلق چھوڑ دیا اور اس لفظ کی تفسیر اور اس سے کچھ ارادہ نہ کیا تو عقد فاسد ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کوئی زمین اس شرط پر بیچی کہ اس میں اس قدر درخت ہیں اور مشتری نے ان کو کم پایا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے شمن میں خرید لے ورنہ ترک کر دے اور اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اس میں اس قدر بیت ہیں اور مشتری نے ان کو کم پایا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اسی طرح خیار حاصل ہوگا اور اگر کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اس میں اس قدر درخت ہیں کہ ان پر پھل آگئے ہیں اور سب کو مع پھلوں کے فروخت کیا اور اس میں ایک درخت ایسا تھا کہ جس پر پھل نہیں آئے تھے تو بیع فاسد ہوگی جیسا کہ اگر ایک بکری ذبح کی ہوئی فروخت کی پھر ناگاہ اس کا ایک پاؤں ران سے کٹا ہوا نکلا تو بیع فاسد ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اس میں خرما کا درخت اور اس کے علاوہ اور درخت ہیں پھر اس میں کوئی درخت نہ نکلا تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار ہوگا اور اگر اس زمین کو معد درختوں اور خرما کے درخت کے بیچا یا اس شرط پر بیچا کہ اس میں خرما کے درخت یا اور درخت ہیں دونوں برابر ہیں اور اسی طرح اگر ایک دار مع نیچے کے مکان اور بالا خانہ کے بیچا پھر دیکھا گیا کہ اس میں بالا خانہ نہیں ہے تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ دار مع اس کے شہیروں اور دروازوں اور لکڑیوں کے تیرے ہاتھ فروخت کیا پھر معلوم ہوا کہ اس میں نہ شہیرے ہیں اور نہ دروازے اور نہ لکڑی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اس کے اندر دو دروازے اور دو شہیرے ہوں تو اس کو خیار نہ ہوگا اور اگر ایک دروازہ یا ایک شہیرہ ہو تو خیار ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میں نے اس دار کو تیرے ہاتھ جو کچھ اس میں شہیروں اور دروازوں اور لکڑیوں اور درختوں سے ہو فروخت کیا پھر مشتری نے ان چیزوں میں سے کچھ نہ پایا تو اس کو خیار نہ ہوگا اور اگر کوئی تلواریں اس شرط پر خریدی کہ وہ بقدر سود رہم چاندی کے مٹکی ہے یا کوئی جو اس شرط پر کہ اس میں تسمہ لگا ہے یا کوئی انگوٹھی اس شرط پر کہ اس کا ٹھینہ یا توت ہے یا کوئی ٹھینہ اس شرط پر کہ اس میں سونے کا حلقہ پڑا ہے پھر دیکھا تو تسمہ وغیرہ نہ نکلے یا یہ چیزیں شرط کے موافق نہیں لیکن قبضہ سے پہلے تلف ہو گئیں تو مشتری کو ان صورتوں میں اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو باقی کو پورے شمن میں لے ورنہ ترک کر دے لیکن ٹھینہ کی صورت میں جب یہ شرط کی کہ اس میں سونے کا حلقہ ہے اور حلقہ نہ پایا گیا تو بیع

۱۔ قول جہایت جو سلطان اپنی رعیت سے پرمانند کسی کے ہاتھ میں دے دینا اور اسی حرام ۱۲۔ کیونکہ آئندہ نہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ کتنے کرایہ پر اٹھے گی ۱۳۔
 ۲۔ دونوں صورتوں کا حکم یکساں ہے ۱۲۔ ۳۔ دھیان وغیرہ ۱۲۔ ۴۔ بیچ پوری ہوگی ۱۳۔ ۵۔ چاندی چڑھی ہوئی قول غلط علیہ یعنی زیور سے آرا۔ نہ اور غلط طبع میں فرق یہ کہ علیہ چاندی یا سونے کے پتروں سے ہوتا ہے جو غلط ہو سکتا ہے بخلاف طبع کے جو شخص پانی ہے ۱۲۔

فاسد ہوگی اور قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ ہر شے جس کی بیع میں اس کا غیر مجبلاً ذکر داخل ہو جاتا ہے جب ایسی شے فروخت کی جائے اور اس کے ساتھ اس غیر کی شرط کی جائے پھر یہ شے بدوں اس غیر کے پائی جائے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس شے کو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے اور جس شے کی بیع میں اس کا غیر مجبلاً ذکر داخل نہیں ہوتا ہے تو ایسی شے جب فروخت کی جائے اور اس کے ساتھ اس کا غیر بیع میں شرط کیا جائے پھر یہ غیر نہ پایا جائے تو مشتری اس شے کو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور جب اس شے کا حصہ ثمن معلوم نہ ہو تو بیع فاسد ہو جائے گی جیسا کہ اوپر کے مسئلہ میں مذکور ہوا فافہم۔ اگر کوئی کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ کسم سے رنگا ہوا ہے پھر وہ سپید نکلا تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا جیسا کہ اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اس میں عمارت ہے اور اس میں کچھ عمارت نکلی تو بیع جائز اور مشتری مختار ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ سفید ہے پھر وہ کسم کے رنگ کا نکلا تو بیع فاسد ہو جائے گی چنانچہ اگر ایک دار اس شرط پر بیچا کہ اس میں عمارت نہیں ہے پھر اس میں عمارت پائی گئی تو بیع فاسد ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مکان سیمنٹ کی چٹائی کا کہہ کر بیچا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ مٹی اور چونے کی چٹائی ہے ☆

اگر کوئی دار اس شرط پر بیچا کہ اس کی عمارت پختہ اینٹوں کی ہے اور وہ مٹی اینٹوں کی نکلی تو خرید میں مذکور ہے کہ بیع فاسد ہو جائے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر ایک کپڑا اس شرط پر بیچا کہ وہ عصف (کسم ۱۲) کا رنگا ہوا ہے اور وہ زعفران کا رنگا ہوا نکلا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ اس کا تانا ایک ہزار ہے پھر وہ گیارہ سو نکلا تو کپڑا مشتری کے سپرد کیا جائے گا اور اگر اس شرط پر خریدا کہ وہ چمکا ہے اور بیچا نکلا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ کپڑا قرض یا خزانہ فروخت کیا اور اس کپڑے میں ملاؤ تھا پس اگر تانا شرط کے موافق تھا اور بانا غیر تھا تو بیع باطل ہوگی اور اگر بانا شرط کے موافق تھا تو بیع جائز اور قرض کی صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا اور خزانہ کی صورت میں اختیار نہ ہوگا بشرط قمارتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ ایک نے دوسرے سے ایک کپڑا اس شرط پر لیا کہ وہ کتان کا ہے پھر اس میں ایک تہائی سوٹ نکلا تو فرمایا کہ اس کو واپس کر سکتا ہے اور اگر قطع کر لیا تو کچھ واپس نہیں لے سکتا اور اگر اس میں اکثر سوٹ ہو تو بیع فاسد ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر سٹو اس شرط پر خریدا کہ اس میں ایک سیر مسک لٹھ کیا ہے اور دونوں نے قبضہ کر لیا اور مشتری اس کو دیکھتا تھا پھر ظاہر ہوا کہ اس نے آدھ سیر سے لٹھ کیا ہے تو بیع جائز ہوگی اور مشتری کو اختیار نہ ہوگا جیسا کہ اگر صابوں اس شرط پر خریدا کہ اس میں اتنے گٹے تیل دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اس سے کم دیا ہے اور مشتری صابون خریدنے کے وقت دیکھتا تھا تو بلا اختیار بیع جائز ہوگی اور اسی طرح اگر ایک قمیص اس شرط پر خریدی کہ وہ دس گز کی بنی ہے اور مشتری اس کو دیکھتا تھا پھر وہ نو گز کی بنی ہوئی نکلی تو بیع بلا اختیار جائز ہوگی اور اگر دوسرے شخص کے ہاتھ کچھ ایرٹیم فروخت کیا اور بائع نے مشتری کو قول دیا اور مشتری اس کو لے گیا پھر ایک مدت کے بعد آیا اور کہا کہ میں نے اس کو کم پایا پس اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ کی ہوا کے سبب سے آگئی ہو یا ایسا نقصان ہو کہ دو دفعہ تولنے سے آجاتا ہے تو بائع پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر نقصان ہوا ہے نہ ہو اور اس قدر نہ ہو کہ دوبارہ تولنے سے واقع ہوتا ہے پس اگر مشتری نے یہ اقرار نہیں کیا تھا کہ یہ اتنے من ہے یعنی جس قدر تول دیا اس کا اقرار نہیں کر چکا تھا تو اس کو اختیار ہوگا کہ حصہ نقصان کا ثمن نہ دے اور اگر ثمن ادا کر چکا ہو تو واپس لے لے اور اگر مشتری نے یہ اقرار کیا تھا کہ اتنے من میرے قبضہ میں آگیا ہے پھر کہا کہ میں نے کم پایا تو اس کو کمی کا ثمن نہ دینے یا واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا اگر دانہ ہائے گندم کو خریدا پھر اس میں آوا بھوسا پایا تو اس کو آدھے ثمن میں لے گا بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے ایک کھنا گئی ہوں کا اس شرط پر خریدا کہ وہ دس گز ہے پھر اس نے کم پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر

وے اسی طرح اگر کوئی کتاب اس شرط پر خریدی کہ وہ کتاب النکاح امام محمدؒ کی تصنیف ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ کتاب المطلاق یا کتاب الطب ہے یا وہ کتاب النکاح تھی مگر امام محمدؒ کی تصنیف نہ تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ بیع جائز ہوگی اس واسطے کہ سفید پر سیاہ تحریر کی کتاب ہے اور یہ امر جنس واحد ہے ہاں اختلاف اس میں فقط انواع کا ہوتا ہے اور وہ مانع جواز بیع نہیں ہے اور اگر کوئی شاپا اس شرط پر خریدی کہ وہ بھیڑی ہے پھر وہ بکری نکلی تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا اور اگر کوئی اونٹ اس شرط پر خریدے کہ وہ چکی چلانے کا ہے پھر اس کو ایسا نہ پایا تو واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی انسان کو اس شرط پر فروخت کیا کہ یہ باندی ہے پھر کھلا کہ وہ غلام ہے تو ان دونوں میں بیع واقع نہ ہوگی اور یہ استحسان ہے کہ اس کو ہمارے علمائے اختیار نے اختیار کیا ہے اور اس طرح کے مسئلوں میں قاعدہ یہ ہے کہ جب عقد بیع میں اشارہ کے ساتھ نام رکھ دیا جائے اور پھر مشار الیہ اس کے سوا دوسرا پایا جائے پس اگر وہ باعتبار جنس کے دوسرا ہو تو بیع باطل ہوگی چنانچہ اگر کسی شخص نے ایک گھینہ اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ یا قوت ہے پھر وہ شیشے کا نکلا تو بیع باطل ہوگی اور اگر مشار الیہ اسی جنس کا ہو لیکن صفت میں فرق ہو تو بیع جائز اور مشتری دیکھنے کے وقت مختار ہوگا چنانچہ اگر ایک گھینہ اس شرط پر خریدے کہ وہ یا قوت سرخ ہے اور دیکھا تو وہ یا قوت زرد نکلا تو بیع جائز ہے اور مشتری مختار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی ٹوپ اس شرط پر خریدے کہ اس میں روئی بھری ہے پھر مشتری نے اس کو اڈھیرا تو صوف پایا پس بعض مشائخ نے کہا کہ بیع فاسد ہے اور مشتری اس کو اور اس کے ساتھ اڈھیرنے کے نقصان کو واپس کر دے اور بعضوں نے کہا کہ بیع جائز ہے اور بقدر نقصان (بائع سے ۱۲) واپس کر لے اور یہ اصح ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی جبہ اس شرط پر خریدے کہ اس کا ابرا ایسا ہے اور استر ایسا اور بھراؤ ایسا ہے پھر ابرا شرط کے موافق پایا اور استر اور بھراؤ اس کے برخلاف تو بیع جائز اور مشتری مختار ہوگا اور اگر ابرا شرط کے برخلاف پایا تو بیع باطل ہوگی اور اگر کوئی قبا اس شرط پر پہنی کہ اس کا استر کوئی ہے پھر وہ مروی نکلا تو بھی یہی حکم ہے اور مشتری مختار ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اس کا بھراؤ قز کا ہے پھر وہ روئی کا نکلا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ زمین خریدی اور اس کا ٹخن ادا کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اس کو اس شرط پر خرید ا تھا کہ وہ دو جریب ہے پھر وہ کم نکلی اور بائع نے کہا کہ میں نے اس کو جیسی ہے ویسی پہنی تھی اور کچھ شرط نہیں کی تو بائع کا قول قسم لے کر معتبر رکھا جائے گا اور اگر کوئی گدھا بیچا اور کہا کہ اس شرط پر بیچتا ہوں کہ لوٹ کا ہے تو مشتری واپس کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں اس شرط پر بیچتا ہوں کہ اگر اس کا کوئی حقدار پیدا ہو تو مجھ سے تو ٹخن واپس نہ کرے تو بیع فاسد ہوگی۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے ایک طشت اس شرط پر خریدے کہ وہ دس سیر کا ہے اور قبضہ کر لیا پھر وہ پانچ

سیر کا نکلا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ٹخن میں لے ورنہ ترک کر دے ☆

اگر کوئی باندی شیبہ اس شرط پر خریدی کہ بائع نے اس سے تا سپردگی مشتری دہلی نہیں کی ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اس سے دہلی کی تھی تو بیع لازم ہوگی اور مشتری واپس نہیں کر سکتا۔ یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ باکرہ ہے پھر وہ باکرہ نہ نکلی پس اگر مشتری نے یہ کہا کہ میں نے اس کو باکرہ نہیں پایا اور بائع نے کہا کہ میں نے فروخت کر کے تیرے ہاتھ اس کو باکرہ سپرد کیا ہے پھر اس کی بکارت جاتی رہی تو بائع کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور بائع یوں قسم کھائے گا کہ میں نے اس کو بیچا اور سپرد کیا اور حالیکہ وہ باکرہ

۱۔ قولہ شاپا بھیڑ و بکری دونوں کو شامل ہے مگر اس نے اپنی مرغوب شرط کر لی تھی ۱۲۔ ع۔ آدمی کی صورت نظر آئی تھی اور یہ میسر نہ تھا کہ مرد ہے یا عورت مثلاً برقعہ پہنا ہوا تھا یا اندھیرا تھا یا دور تھا ۱۳۔ ع۔ شیبہ جس عورت سے دہلی کی گئی ہو وہ شیبہ ہو جاتی ہے مگر کنواری آزاد عورت سے اگر ایک دھندلے زنا واقع ہوا تو کہا گیا ہے کہ وہ کنواری کے حکم میں ہے قول در حقیقت وہ شیبہ ہے پس شیبہ وہی ہے جس سے دہلی کی گئی ہو ۱۴۔

تھی اور یہ مذکور نہیں کہ قاضی اس کو دانتوں کو دکھائے گا اور کتاب الاستحسان میں مذکور ہے کہ دایہ کو دکھلائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ نوادر ابن ساعہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک مچھلی اس شرط پر خریدی کہ وہ دس رطل ہے اور اس کو تول کر مشتری کو دے دیا پھر مشتری نے اس کے پیٹ میں ایک پتھر پایا کہ اس کا وزن مثلاً تین رطل تھا اور مچھلی اپنے حال پر باقی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کو پورے ٹمن میں لے ورنہ ترک کر دے اور اگر اس کے معلوم کرنے سے پہلے اس نے مچھلی کو بھون لیا تو مچھلی کے دس رطل وزن کی قیمت اور اس کے سات رطل کے وزن کی قیمت دونوں کو اعزازہ کر کے جو کچھ فرق ہو اس قدر حصہ مشتری واپس لے لے اور اگر اس کے پیٹ میں مٹی یا اس کے مانند ایسی چیزیں پائی جائیں کہ جس کو مچھلی کھاتی ہے تو بیع بلا اختیار مشتری کو لازم ہوگی امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک طشت اس شرط پر خریدا کہ وہ دس سیر کا ہے اور قبضہ کر لیا پھر وہ پانچ سیر کا نکلا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ٹمن میں لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری کے پاس اس میں کچھ عیب آگیا اور پانچ نے بسبب عیب کے لینے سے انکار کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس طشت کے دس سیر ہونے پر اس کی قیمت بیس درہم تھی اور پانچ سیر ہونے پر دس درہم تھی اور عیب سے اس میں ایک درہم کا نقصان آگیا تو مشتری پانچ سے آدھا ٹمن بسبب نقصان وزن کے واپس لے لے اور بھی دسواں حصہ ٹمن کا بسبب عیب کے واپس لے لے کہ جو ایک درہم ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی اونٹ اس شرط پر خریدا کہ وہ آواز نہیں کرتا پھر اس کو دیکھا کہ آواز کرتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ واپس کر دے اور یہ جواب اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب اس کا آواز کرنا عادت سے زیادہ ہو کہ جس کو لوگ عیب شمار کرتے ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ وہ جتنی نہیں ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ بچہ جتنی ہے تو اس کو واپس کر سکتا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنا غلام فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درہم کو اس شرط پر فروخت کر دے کہ اس کا ٹمن میرے ذمہ اور غلام فلاں مشتری کا ہوگا تو ظاہر الروایت کے موافق ایسی بیع جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ اپنا غلام فلاں شخص کے ہاتھ ایک ہزار درہم کو بیچ ڈال اس شرط پر کہ میں تیرے لئے ٹمن میں سے پانچ سو درہم کا ضامن ہوں تو بیع جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی کپڑا اس شرط پر خریدا کہ یہ نیشاپوری (۱۲ شہر) ہے پھر وہ بخارا کا نکلا یا عمامہ اس شرط پر لیا کہ وہ شہرستانی (۱۳ شہر) ہے پھر وہ سمرقندی (۱۴ شہر) نکلا تو بیع فاسد ہوگی۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی اس شرط پر خریدی کہ کوفہ کی پیدائش ہے پھر معلوم ہو کہ بصرہ کی پیدائش ہے تو واپس کر دے گا اگر ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ وہ ہراتی ہے پھر وہ کئی نکلا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بیع فاسد ہوگی تو اور بشر میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر کوئی کشتی اس شرط پر خریدی کہ وہ ساکھو کی ہے پھر اس میں سوائے ساکھو کے اور لکڑی پائی گئی پس اگر اور لکڑی کا ہونا اس کی درستی کے واسطے ضروری تھا تو مشتری کو پورے ٹمن میں لے لینا پڑے گی اور اختیار نہ ہوگا اور اگر پوری کشتی ساکھو کے سوا دوسری لکڑی کی تھی تو ان دونوں کے درمیان بیع واقع نہ ہوگی اور بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ ہراتی کپڑا کتنے کا ہے اور کپڑا ہراتی ساخت کا بنا تھا اس نے کہا کہ اتنے کا ہے پھر دونوں میں بیع ہو گئی تو امام اعظمؒ نے فرمایا ہے کہ یہ کہنا ہراتی ہونے کی شرط کرنے کے مانند ہے اور یہی میرا قول ہے اور مراد امام اعظمؒ کی اس سے یہ ہے کہ اگر ظاہر ہوگا کہ یہ مروی ہے تو بیع باطل ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر بیع صحیح میں مدت کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہو جائے گا اور اگر ٹمن میں مدت کی شرط اور ٹمن دین تھا پس اگر وہ مدت معلوم ہو تو بیع جائز ہوگی اور اگر مجہول ہو تو فاسد ہوگی اور منجلہ مجہول مدتوں کے نوروز اور

۱۔ قولہ حصہ یعنی تمام ٹمن اس کے دس رطل اور سات رطل کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا پس جس قدر دونوں میں تفاوت ہو اس قدر حصہ ٹمن واپس لے لے گا۔

مہرگان کے وعدہ پر بیع کرنا بھی ہے اور امام محمدؒ نے نوروز اور مہرگان کا مسئلہ جامع صغیر میں ذکر کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ بیع مطلقاً فاسد ہوئی ہے اور صحیح حکم یہ ہے کہ اگر بائع اور مشتری نے نوروز مجوس کا یا نوروز سلطان کا بیان نہ کیا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کوئی ایک بیان کر دیا اور دونوں اس کا وقت پہنچاتے ہیں تو بیع فاسد نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

بیع میں حاجیوں کے آنے تک یا کھیتی کاٹنے یا اس کے روندنے اور روٹی چھٹنے اور پھل جھاڑنے تک کی مدت مقرر کرنا جائز نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر نصاریٰ کے روزے تمام ہونے تک کی شرط لگائی اور حال یہ ہے کہ نصاریٰ نے روزہ رکھنا شروع کر دیا ہے تو جائز ہے اور ان کا روزہ رکھنا شروع کرنے سے پہلے جائز نہیں ہے پس اگر مدت فاسدہ کو اس کے گزرنے سے پہلے ساقط کر دیا تو استحساناً عقد جائز ہو جائے گا اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگا اور ہمارا قول صحیح ہے اس واسطے کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ عقد موقوف رہتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر فاسدہ کرنے والی چیز نکال ڈالی جائے تو جائز ہو جائے گا اور اس کو کرخی نے امام اعظمؒ سے صریح روایت کی ہے اور یہی صحیح ہے اور باقی بیوع فاسدہ کو کرخی نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہے کہ مفید کے دور کرنے سے جائز ہو جاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہوتی ہے یہ غلط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر بیع کرتے وقت ثمن ادا کرنے کی کوئی مدت نہیں مقرر کی پھر بعد اس کے ثمن ادا کرنے کا کوئی وقت بن وقتوں میں سے مقرر کیا تو بیع جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر ہوا چلنے کے مہینے کی مدت مقرر کی تو بیع باطل ہے اور اگر رجب کے مہینے میں کہا کہ میں نے رجب تک کی مدت مقرر کی تو یہ آئندہ رجب تک ہوگی اور اگر کہا کہ رجب گزرنے تک کی مدت مقرر کی تو وہ اسی رجب تک ہوگی اور میااد کے وعدہ تک کی بیع فاسدہ ہے امام محمدؒ نے کتاب میں ایسا ہی ذکر کیا ہے پس اگر مراد میااد بہائم ہے تو اس کا جواب ایسا ہے جیسا کتاب میں مذکور ہوا اگر مراد میااد عیسیٰ علیہ السلام ہے تو یہ حکم جو مذکور ہوا اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ جب دونوں اس کا وقت نہ پہنچا جاتے ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک اسباب ہزار درہم کو دس مہینے کے وعدہ سے اس شرط پر خرید ا کہ جس قسم کا نقد اس وقت رائج ہو گا وہی ٹمن میں دوں گا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو اس شرط پر بیچا کہ تھوڑا ٹمن ہر ہفتہ میں ادا کرے یہاں تک کہ مہینہ کے گزرنے پر پانچ سو درہم ادا کرے تو بیع فاسد ہے یہ قداوی قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر منک کو تول سے خریدا اور اس میں رائگ ملا ہوا پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رائگ واپس کر کے بقدر اس کے وزن کے ٹمن میں سے کم کر لے اور اگر چاہے تو بیع کو ترک کر دے اور اگر کبھی وزن سے خریدا اور اس میں رب ملا پایا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس قباحت تاجر کبھی میں ہوا کرتا ہے اور عیب نہیں گنا جاتا ہے تو اس کو پورے ٹمن میں لے لیتا پڑے گا اور اگر اتنا ہو کہ عیب گنا جاتا ہے پس اگر چاہے تو پورے ٹمن میں لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر ایسی چیز ہو کہ کبھی میں نہیں ہوتی پس اگر چاہے تو اس کے حصہ ٹمن کے عوض لے ورنہ ترک کر دے اور اگر کسی نے ایک تھیلی ہراتی یا غیر ہراتی کپڑوں کی یا ایک زنبیل خرما کی خریدی اور اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ بائع نے قصد کر کے کپڑے تھیلی میں سے یا چھوڑے زنبیل میں سے نکالے پھر تھیلی اور زنبیل فروخت کر دی اور کپڑے چھوڑ دیے یا فروخت نہ کیے لیکن اس سے نفع اٹھایا تو کپڑے اور چھوڑے مشتری کے ذمہ لازم ہوں گے اور وہ بسبب تھیلی یا زنبیل کے ان کے لینے سے انکار نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک دانہ موتی خرید اور اس میں وزن کی شرط کر کے دونوں نے قبضہ کر لیا پھر اس کو کم پایا اور وہ اس کو تکلف کر چکا ہے تو امام اعظمؒ کے قیاس میں کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے لیکن امام نے اس کو قبیح جان کر قیاس اپنا اس میں ترک کر دیا کیونکہ موتی کی کمی سے شخص میں سے بہت کچھ گھٹ جاتا ہے اور یہ حکم دیا کہ اس کو اختیار ہے کہ نقصان واپس کر لے اور باب الا چارہ اور آخر کتاب الصرف میں لکھا ہے کہ اگر

موتی اس شرط پر بیچا کہ اس کا وزن ایک مثقال ہے پھر وہ دو مثقال نکلا تو زیادتی بلائیں مشتری کے سپرد کی جائے گی اس لیے کہ جن چیزوں میں نگرے کرنا ضرر کرتا ہے ان میں وزن بمنزلہ وصف کے ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک باغ خریداکہ جس میں خرما وغیرہ کے درخت ہیں اور یہ شرط کی کہ وہ دس جریب ہے اور بدون ناپنے کے اس پر قبضہ کر لیا اور چند سال تک اس کے پھل کھائے پھر اس کو نو جریب پایا تو امام اعظمؒ کے قیاس میں اس کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور نہ کچھ واپس لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ وہ دس جریب ہے اور اس میں انگور کے درخت ہیں اور چند سال تک اس کے پھل کھائے پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ جریب ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اندازہ کیا جائے کہ یہ زمین پانچ جریب ہونے میں کتنے کی ہوگی اور اگر دس جریب ہوتی تو کتنے کی ہوتی پھر ان دونوں کے درمیان میں جو فرق ہے اس قدر بائع سے واپس لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

ایک شخص کے پاس دو قفیز گیسوں ایک زمیل میں ہیں پھر ایک قفیز ایک درہم کو کسی کے ہاتھ بیچ ڈالی اور اس نے قبضہ نہ کیا تھا کہ بائع نے دوسرے کے ہاتھ اس میں سے ایک قفیز ایک درہم کو بیچ ڈالے پھر ایک قفیز تلف ہو گئے تو ہر مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ہر ایک ان دونوں میں سے باقی قفیز کا آدھا آدھے ٹن میں لے لے ورنہ ترک کر دے اور اگر ایک نے اپنا حصہ چھوڑ دیا اور دوسرے نے چاہا کہ پورا قفیز ایک درہم کو لے لے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اگر بائع چاہے تو ہو سکتا ہے اور اگر یہ صورت ہوتی کہ دوسرے مشتری نے ایک قفیز پر قبضہ کر لیا اور پہلے مشتری نے کسی چیز پر قبضہ نہیں کیا پھر دوسرے مشتری نے یہ قفیز بسبب عیب کے بدون حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو پہلے مشتری کا اس قفیز میں کچھ حق نہ ہوگا صرف اس کو باقی میں لینے یا چھوڑ دینے کا اختیار ہے پھر اگر بائع نے دونوں قفیزوں کو ملا دیا تو پہلے مشتری کی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر بائع نے واپس کی ہوئی قفیز کو نہ ملایا اور وہ قفیز بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا گیا تھا اور جو قفیز باقی تھا اس میں کچھ عیب نہ تھا پھر مشتری اول نے یہ ارادہ کیا کہ باقی قفیز کو سوائے واپس کیے ہوئے کے لے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور یہ کہا کہ دونوں میں سے آدھا آدھا لے تو بائع کو یہ پہنچتا ہے اور اگر باقی قفیز تلف ہو گیا اور واپس کیا ہوا کہ جس میں عیب ہے باقی رہا اور مشتری اول نے اس کا ترک کرنا چاہا تو یہ مشتری کو پہنچتا ہے اور اگر کل کا لینا چاہا تو اس کو یہ اختیار ہے اور اگر چاہا کہ اس کا آدھا لے اور آدھا چھوڑ دے تو اس کو بھی کر سکتا ہے اور اگر تلف ہونے والا قفیز وہی ہو کہ جو عیب کی وجہ سے واپس کیا گیا ہے اور باقی قفیز پہلا ہو کہ جس میں عیب نہیں ہے تو مشتری کو اختیار ہے کہ اس کا آدھا لے اور سب نہیں لے سکتا ہے اور اگر بائع نے سب سپرد کرنا چاہا تو مشتری کو اختیار ہے کہ انکار کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ☆ ☆ ☆

کسی نے ایک زمین مع اس کے پانی کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اس کے سینچنے کا پانی نہیں ہے اور مشتری نے چاہا کہ زمین کو اس کے حصہ کے عوض لے اور پانی کا حصہ ٹن بائع سے واپس کر لے اس کو یہ اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کچھ طعام پیمانہ سے خرید کیا اور اس پر قبضہ کیا تو اس کا کھانا اور بیچنا اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اس کو دوبارہ پیمانہ کرے اور اس طرح اگر بائع نے اپنے بائع سے اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کر کے خرید تو بھی مشتری کو جائز نہیں ہے اس پیمانہ پر اقتصاد کرے اور اس کا بیچنا اور کھانا بدوں دوبارہ پیمانہ کرنے کے جائز نہ ہوگا کذا فی المکیط۔ پھر عامہ مشائخ نے اس حکم کو ایسی صورت پر محمول کیا ہے کہ جب بائع نے بیع سے پہلے اس کا پیمانہ کیا اور مشتری اس کو دیکھ رہا تھا اور اگر بعد بیع کے اس کا پیمانہ کیا تو اس میں تصرف کرنا جائز ہے اگرچہ پیمانہ اور وزن کا اعادہ نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی المجدیب۔ اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری کے غائب ہونے کی حالت میں اس کا پیمانہ کیا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوبارہ پیمانہ کرنا شرط ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے سے کچھ گےہوں اندازہ^۱ پر خریدے اور بعد قبضہ کرنے کے ان کو دوسرے کے ہاتھ پیمانہ سے فروخت کیا تو ان میں ایک ہی بار پیمانہ کرنا کافی ہے اور اس طرح اگر کسی سے ایک گےہوں اس شرط پر کہ وہ ایک کپا میں قرض لیے پھر ان کو پیمانہ کے حساب سے فروخت کیا تو اس میں بھی ایک ہی بار پیمانہ کرنا کافی ہے خواہ یہ مشتری پیمانہ کرے خواہ وہ قرض لینے والا بائع اپنے مشتری کے سامنے پیمانہ کر لے اور اگر کچھ گےہوں اندازہ سے خریدے اور ان کو بعد قبضہ کرنے کے دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے فروخت کیا یا اپنی زمین میں سے کچھ گےہوں یا بہرہ کے طور پر کچھ گےہوں پائے اور ان کو دوسرے کے ہاتھ اندازہ سے فروخت کیا یا ثمن میں سے کچھ گےہوں اس شرط پر کہ وہ ایک گےہوں میں اس کے قبضہ میں آئے اور پیمانہ کرنے سے پہلے ان کو اندازہ سے بیچ ڈالا تو یہ جائز ہے ایسا ہی ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کیا ہے اور اگر کچھ گےہوں پیمانہ سے خریدے اور پھر پیمانہ کرنے سے پہلے ان کو دوسرے کے ہاتھ اندازہ پر بیچ ڈالا تو امام محمد کا کتاب الاصل میں اطلاق دلالت کرتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور ابن رستم نے اپنی نوادر میں ذکر کیا ہے کہ جائز ہے اور اگر ان کو پیمانہ کرنے سے پہلے پیمانہ کے حساب سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے پس اس مسئلہ میں دو روایتیں ہو گئیں اور واضح ہو کہ جو حکم کیلی چیزوں میں معلوم ہوا وہی وزنی چیزوں میں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

گنتی کی چیزوں میں دوبارہ شمار کرنا ایک روایت میں واجب ہے اور دوسری روایت میں واجب نہیں ☆
اگر دوسرے شخص سے ایک کپڑا اس شرط پر خرید اکہ وہ دس گز ہے تو اس کو اپنے سے پہلے اس کی بیچ کرنے اور اس میں تصرف کرنے کا اختیار ہے اور اگر عددی چیز عدد کی شرط سے دوسرے سے خریدی تو اس کا دوبارہ شمار کرنے کا حکم امام محمد نے ظاہر کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور مشائخ کہتے ہیں کہ کرفی نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظم کے قول پر تصرف جائز ہونے کے واسطے اس کا دوبارہ گنتا شرط ہے اور صاحبین کے قول پر شرط نہیں ہے اور شرح قدوری میں لکھا ہے کہ گنتی کی چیزوں میں دوبارہ شمار کرنا ایک روایت میں واجب ہے اور دوسری روایت میں واجب نہیں ہے اور قدوری نے اسی روایت کو صحیح کہا ہے اگر کسی نے کچھ مال پیمانہ یا وزن کے حساب سے بطور بیچ فاسد کے خریدا اور بدون پیمانہ کے اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو فروخت کر دیا اور دوسرے مشتری نے اس پر قبضہ کیا تو بیچ ثانی جائز ہوگی اور دوبارہ پیمانہ کا حکم صرف دونوں بیچ صحیح میں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ اگر ایک گےہوں طعام پیمانہ کے حساب سے سو درہم کو خریدا پھر اس کو بائع کی طرف سے اپنے واسطے ناپ کر لیا پھر اس نے دوسرے کے ہاتھ پہلے ثمن کے عوض تولیہ بیچ ڈالا تو دوسرے مشتری کو بدون دوبارہ پیمانہ کرنے کے اس پر قبضہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر پہلے مشتری نے دوسرے مشتری کے سامنے اس کو اپنے واسطے پیمانہ کر لیا تھا پس اگر دوسرا مشتری پیمانہ کرنے سے اس کو ایک قعیق زائد پائے تو زیادتی پہلے مشتری کو واپس کر دے خواہ یہ زیادتی ایسی ہو کہ دوبارہ پیمانہ کرنے میں جاری ہوتی ہے یا ایسی نہ ہو پس اگر دوسرے مشتری نے وہ زیادتی پہلے مشتری کو واپس کر دی تو لحاظ کیا جائے گا کہ اگر یہ زیادتی ایسی ہے کہ دوبارہ پیمانہ کرنے میں آگئی تو پہلے مشتری کی ہوگی کہ اس کو اپنے بائع کو واپس نہ کر دے۔

اگر دوسرے مشتری نے اس کو کم پایا تو اس کو اختیار ہوگا کہ پہلے مشتری سے حصہ نقصان لے خواہ یہ نقصان دوبارہ پیمانہ کرنے سے آتا ہو یا نہ آتا ہو پس اگر یہ نقصان ایسا ہو کہ دوبارہ پیمانہ کرنے سے آتا ہے تو پہلا مشتری اپنے بائع سے کچھ واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو اور ایسا نہ ہونا گواہوں سے یا بائع کی تصدیق سے ثابت ہوگا اس نقصان کو واپس لے سکتا ہے اور یہ حکم بیچ تولیہ کا تھا اور اگر بیچ ثانی صحیح مراہی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی مسئلہ میں اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ اگر پہلے مشتری نے اس طعام میں سے ایک قعیق فروخت

۱۔ قولہ اندازہ یعنی بدون پیمانہ کے ذخیری خریدی ۱۲۔ ۲۔ یعنی کوئی چیز گےہوں کے عوض فروخت کی ۱۳۔ ۳۔ یعنی اندازہ پر فروخت کرتے ہیں ۱۴۔ ۴۔ واضح قول محمد الکان الحس ۱۵۔ ۵۔ یعنی بطور بیچ تولیہ کے ۱۶۔

کر کے مشتری کو دے دی پھر باقی کو بطور بیع تولیہ کے اس شرط پر فروخت کیا کہ وہ ایک گڑ ہے پھر مشتری ثانی نے اس کا پیمانہ کیا اور اس کو پورا کر پایا تو یہ جائز ہے اور اس کو اختیار نہ ہوگا لیکن گڑ کا ثمن اکتالیس حصوں پر تقسیم کیا جائے گا پھر جو کچھ ایک ققیڑ کے حصہ میں پڑے گا وہ دوسرے مشتری سے ساقط کیا جائے گا اور باقی اس کو دینا پڑے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن کے عوض لے ورنہ ترک کر دے اور اس مسئلہ میں اگر دوسری بیع مراعات واقع ہو اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

ایک گڑ سودر ہم کو اس شرط پر خریدا کہ وہ چالیس ققیڑ ہے اور اس کو پیمانہ کر لیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر تری پا کر وہ پچاس ققیڑ ہو گیا اور اس کو پانی نے قاسد کر دیا پھر اس مشتری نے اس کو برائے یا تولیہ فروخت کیا اور کچھ بیان نہ کیا تو جائز ہے اور مشتری ثانی کو اس میں سے چالیس ققیڑ ملے گا اور دس ققیڑ اس کے پاس باقی رہ جائے گا اور اگر اس نے ان دس زائد ققیڑوں کو مراعات یا تولیہ فروخت کیا تو پانچویں حصہ ثمن پر فروخت کرے گا اور یہ صاحبین کا قیاس ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک مراعات نہیں فروخت کر سکتا ہے اور اگر دوسرے مشتری کے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے اس کو پانی پہنچا تو دوسرا مشتری اگر چاہے تو سب کو پورے ثمن میں لے لے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گڑ گیسو سودر ہم کو اس شرط پر کہ وہ چالیس ققیڑ ہیں خریدا ہے اور ان کو پیمانہ کیا تو چالیس ققیڑ نکلے پھر مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کیا پھر بائع نے اس کو پیمانہ کیا پس وہ ایک ققیڑ بڑھ گیا یا گھٹ گیا اور دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ یہ نقصان یا زیادتی پیمانہ کرنے کی وجہ سے ہے تو زیادتی مع اصل بائع کو ملے گی اور نقصان بھی اسی کے ذمہ ہے گا حتیٰ کہ ثمن میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اور اسی طرح اگر اس گڑ کو پانی پہنچا اور ایک ققیڑ بڑھ گیا اور بائع اس پر راضی ہو گیا تو یہ سب اسی کا ہوگا لیکن اگر اس کو نہیں جانتا تھا تو اس کو اختیار ہوگا کہ عیب کی وجہ سے واپس کر کے اقالہ باطل کر دے اور پہلی بیع خود کرے گی اور اسی طرح اگر وہ گیسو بیع کے وقت تازہ تر تھے اور پورا گڑ تھے پھر خشک ہو کر مشتری کے پاس کم ہو گئے پھر دونوں نے اقالہ کیا اور بائع نے اس کا پیمانہ کیا اور کم پایا اور جانا کہ یہ خشک ہونے کی وجہ سے ہے یا دونوں سچائی سے اس پر متفق ہوئے تو یہ سب بائع کو ملے گا اور ثمن میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ اگر بیع معین مشارالہ ہو کر جو بشرط کیل فروخت ہوتی ہے تو پیمانہ کرنے سے پہلے جو زیادتی اس میں پیدا ہو وہ بائع کی ہوگی اور پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کی ہوگی اور اگر بیع معین مشارالہ نہ ہو تو پیمانہ کرنے کے بعد مشتری کے قبضہ کرنے سے پہلے جو زیادتی ہو وہ بائع کی ہے اور قبضہ کے بعد مشتری کی ہوگی اگر کچھ طعام ایک درہم کو اس شرط پر خریدا کہ وہ ایک ققیڑ ہے پھر پیمانہ کرنے سے پہلے وہ تر ہو گیا پھر اس کو پیمانہ کیا پس وہ سوا ققیڑ نکلا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اس میں سے ایک ققیڑ لے ورنہ ترک کر دے اور اگر مشتری کے سامنے پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے زائد ہو گیا تو زیادتی مشتری کی اور بسبب تری کے اس کو اختیار ہوگا اور اگر بعد پیمانہ کرنے کے کم ہو گیا تو پورے ثمن میں لے گا اور اگر اس سے پہلے کم ہوا تو حصہ ثمن میں لے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر مشتری کے واسطے اس کے سامنے پیمانہ کر دیا اور وہ ایک ققیڑ نکلا اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا تھا کہ دوبارہ پیمانہ کیے جانے سے اتنا زیادہ یا کم نکلا کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے میں واقع ہوتا ہے تو مشتری کو پورے ثمن میں لازم ہوگا کیونکہ جس چیز پر عقد واقع ہوا وہ پیمانہ کرنے سے معین ہوئی اور پہلے پیمانہ میں خطا ظاہر نہیں ہوئی حتیٰ کہ اگر زیادتی یا نقصان اس قدر نہ ہو کہ جو دوبارہ پیمانہ کرنے میں آجاتا ہے تو اگر

زیادتی ہوگی تو بائع کو واپس کی جائے گی اور اگر کمی ہوگی تو حصہ ثمن میں دونوں حالتوں میں لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک ڈھیری میں سے ایک قفیز ایک درہم میں خرید اور بائع نے اس سے ایک قفیز نکال کر مشتری کو ناپ دیا اور ہنوز اس کے سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اس قفیز کو پانی پہنچا اور ہر قفیز ایک چوتھائی بڑھ گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کو صرف ایک قفیز جس میں سے چاہے دے اور مشتری کو اس کے لینے کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر ڈھیری اور وہ قفیز کم ہو جائے اس طرح کہ پہلے نمناک تھی پھر خشک ہو گئی تو مشتری کو پورا قفیز چاہیے اور دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا اور جو ایک ڈھیری میں سے ایک قفیز خرید اور تمام ڈھیری میں سے ایک قفیز پر قبضہ کر لیا پھر اس کو عیب کی وجہ سے واپس کیا تو بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر ایک قفیز معین دوسری قفیز معین کے عوض باہم بیع کی پھر پیمانہ کرنے کے بعد قبضہ سے پہلے ایک تر ہو اچوتھائی بڑھ گئی تو یہ مشتری کی ہوگی اور اس کو اختیار ہوگا اور بیع فاسد نہ ہوگی اور اگر یہ زیادتی پیمانہ کرنے سے پہلے واقع ہو تو جس کا قفیز خشک ہے اس کو ایک قفیز کے لینے اور ترک کرنے میں امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اختیار حاصل ہوگا اور اگر ایک قفیز معین کو بعض ایک ڈھیری کے ایک قفیز کے بیع کی اور ڈھیر والے نے ایک قفیز اس میں سے پیمانہ کر لیا اور ہنوز سپرد نہ کیا تھا کہ ڈھیری اور اس قفیز کو پانی پہنچا تو خشک قفیز والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو ایک قفیز نمناک لے ورنہ ترک کر دے اور امام محمدؒ کے نزدیک بیع فاسد ہو جائے گی اور اگر صرف علیحدہ کیا ہو قفیز ہو تو اس پر ایک خشک قفیز کا سو پنہا واجب ہے اور دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کذا فی محیط السرخسی۔

باب گیارہ:

بیع غیر جائز کے احکام میں

واضح ہو کہ بیع دو قسم کی ہے ایک باطل اور دوسری فاسد پس باطل وہ ہے کہ جس کا محل بیع قیمت دار مال نہ ہو جیسے کہ شراب یا سور یا حرم کا شکار یا مردار یا دم مسلوح خرید کیا اور ایسی بیع ملک کا فائدہ نہیں دیتی اور فاسد وہ ہے کہ جس کے دونوں بدل مال ہوں مثلاً کوئی چیز بعض شراب یا سور یا صید حرم یا دم یا مکاتب یا ام ولد کے خریدی یا اس میں کوئی شرط فاسد لگائی یا مثل اس کے تو ایسی بیع بعض قیمت بیع کے منعقد ہوتی ہے اور قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہو جاتی ہے کذا فی محیط السرخسی اور مشائخ نے اختلاف کیا کہ بیع ضمانت میں رہتی ہے یا امانت میں پس بعضوں نے کہا کہ امانت میں اور بعضوں نے کہا کہ ضمانت میں رہتی ہے (یہی مختار ہے ۱۲) یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ شرط یہ ہے کہ قبضہ بائع کی اجازت سے ہو اور بلا اجازت بائع کے بیع فاسد میں قبضہ پانا قبضہ نہ پانے کے حکم میں ہے اور زیادات میں لکھا ہے کہ اگر بیع فاسد میں مشتری نے بلا اجازت اور بلا ممانعت بائع کے بیع پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ قبضہ اسی مجلس میں ہو تو استحساناً صحیح ہوگا اور ملک ثابت ہو جائے گی اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد قبضہ کیا تو قیاساً اور استحساناً دونوں طرح صحیح نہیں اور ملک ثابت نہ ہوگی۔

اگر بائع نے قبضہ کی اجازت دی اور مشتری نے اسی مجلس میں یا بعد جدا ہونے کے قبضہ کر لیا تو قبضہ صحیح اور ملک قیاساً اور استحساناً ثابت ہو جائے گی لیکن یہ ملک توڑے جانے کا استحقاق رکھتی ہے اور جو چیز مشتری نے بطور بیع فاسد کے خریدی اس میں تملیک یا نفع اٹھانے کی راہ سے اس کو تصرف کرنا مکروہ ہے لیکن بائیس ہمارا اگر اس نے اس میں تصرف کر لیا تو اس کا تصرف نافذ ہوگا اور اس کے سبب سے بائع کا حق واپسی باطل ہو جائے گا خواہ یہ تصرف ایسا ہو کہ بعد واقع ہونے کے توڑ دیا جاسکتا ہے جیسے بیع وغیرہ یا ایسا نہ ہو جیسے آزاد کرنا

۱۔ قولہ دونوں حالتوں میں آخ اول حالت جو وہ مسئلہ اول محیط سرخسی میں آیا ہے کہ اگر اس سے پہلے کم ہو تو حصہ ثمن میں لے گا اور دوسری حالت وہ جو یہاں مذکور ہے ۱۲۔ ۲۔ قولہ ایک قفیز آخ یعنی ایک ڈھیری میں سے ایک قفیز کے عوض ۱۲۔ ۳۔ کسی دوسرے کو مالک کر دینا ۱۲۔

وغیرہ لیکن اجارہ اور نکاح کا تصرف بائع کے حق واپسی کو باطل نہیں کرتا ہے کذا فی المحیط اور اگر مشتری نے غلام کو آزاد یا بدیر یا بیع کیا تو فتح کرنے کا حق باطل ہو گیا اور اسی طرح اگر باندی کو ام ولد بنایا تو بھی یہی حکم ہے اور وہ مشتری کی ام ولد ہو جائے گی اور اس پر باندی کی قیمت دینی واجب ہوگی اور عمر کی نسبت بیوع میں لکھا ہے کہ اس کا ڈانٹ نہ دے اور کتاب الشرب میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ عمر کا ضامن نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس کو مکاتب کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی پس اگر غلام کتابت کا مالی ادا کر کے آزاد ہو گیا تو مشتری پر قیمت کی ضمان مقرر ہوگئی اور اگر مال ادا کرنے سے عاجز ہوا اور پھر محض مملوک ہو گیا پس اگر یہ مشتری پر قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے صادر ہونے سے پہلے تھا تو بائع اس غلام کو واپس لے سکتا ہے اور اگر قاضی کے حکم کے بعد واقع ہوا تو بائع کو غلام لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر کسی شخص کو غلام دے دینے کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی پھر اگر وصیت کرنے والا زندہ ہو تو بائع واپس کر سکتا ہے اور اگر مر گیا تو واپس نہیں کر سکتا ہے کیونکہ جس شخص کو وصیت کی اس کو اس غلام پر از سر نو ملکیت حاصل ہوئی بخلاف وارث کی ملکیت کے کہ اس میں اگر مشتری بطور بیع فاسد کے خرید کے مر جائے تو بائع اس کے وارثوں سے واپس لے سکتا ہے اور اسی طرح اگر بائع مر جائے تو اس کے وارثوں کو بھی واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک کپڑا بطور بیع فاسد کے خرید اور قبضہ کر کے اس کو قطع کر لیا اور ہنوز نہیں سلایا تھا کہ بائع کے پاس ودیعت رکھا اور وہ تلف ہو گیا تو مشتری قطع کرانے کے نقصان کا ضامن ہوگا اور اس کی قیمت کا ضامن نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر بیع ایک زمین خالی تھی کہ اس میں مشتری نے کوئی گھر بنایا درخت لگائے تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بائع کا حق فتح باطل ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک باطل نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور بیع فاسد کے ذمہ بیع کی قیمت واجب ہوتی ہے اگر وہ قیمتی چیزوں میں سے ہو یا اس کا مثل چیزوں میں سے ہو اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب بیع مشتری کے پاس تلف ہو یا وہ اس کو تلف کرے یا بہرہ کر کے سپرد کر دے اور بائع کا واپس کرنے کا حق بھی جاتا رہے اور اس طرح اگر اس نے رہن کی یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی تھی تو بھی یہی حکم ہے پس اگر اس نے ٹک رہن کیا یا بہرہ سے رجوع کر لیا یا بیع اس کے پاس ایسے سبب سے آگئی کہ جو ہر طرح فتح ہے تو بائع کو واپس کر لینے کا اختیار ہوگا اور یہ واپس کرنا اس وقت تک ہے کہ قاضی نے مشتری پر قیمت ادا کرنے کا حکم نہ کیا ہو اور اگر ایسا حکم دیا تو بائع کا حق واپس جاتا رہا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر بیع مشتری کے پاس قائم ہو کہ نہ بڑھی ہو اور نہ گھٹتی ہو تو بیع فتح کر کے بائع کو واپس دی جائے گی لیکن اگر فساد بہت قوی ہو کہ بدل یا مبدل (بیع ضمنی) میں سلایا ہو تو ہر ایک کو دوسرے کے سامنے فتح کرنے کا اختیار ہے اور یہ امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر ایک دوسرے کی موجودگی اور نا موجودگی میں فتح کر سکتا ہے اور اگر فساد ایسا قوی نہ ہو بلکہ صرف کسی ایسی شرط لگانے سے کہ جس میں دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی کا نفع ہی آگیا ہو تو ہر ایک کو قبضہ سے پہلے فتح کا اختیار ہے اور قبضہ کے بعد وہی دوسرے کے سامنے فتح کا مالک ہے جس نے شرط کی ہے اور دوسرا نہیں ہے اور اگر مشتری کے پاس بیع میں کچھ زیادتی ہوگئی پس دو حال سے خالی نہیں ہے کہ وہ زیادتی متصل ہوگی یا منفصلہ ہوگی اور ہر ایک کی دو قسمیں ہیں متصل یا اصل سے پیدا ہوگی جیسے حسن و جمال یا اصل سے پیدا نہ ہوگی جیسے کپڑے میں رنگ یا ستو میں سکہ اور منفصلہ بھی یا اصل سے پیدا ہوگی جیسے بچہ اور عتر اور بھل یا اصل سے پیدا نہ ہوگی جیسے کمائی اور بہرہ اور صدقہ پس اگر وہ زیادتی متصل اصل سے پیدا ہو تو اس سے بائع کا حق واپس نہیں جاتا ہے اور اگر متصل اصل سے

۱۔ جیسے خرید کر دے باندی کا نکاح کر دیا ۱۲۔ ۲۔ قول قیمتی یعنی ایسی چیزوں میں سے ہوں جس کے عوض قیمت تاوان دینی لازم آتی ہے کہ اس کا مثل نہیں ہو سکتا ۱۲۔ ۳۔ در صورتیکہ اس کو بیع کر دیا ہے ۱۲۔ ۴۔ قول ہر طرح یعنی بطور اقالہ نہ ہو جو ان دونوں میں اقالہ کہلاتا ہے لیکن دوسروں کے حق میں گویا مشتری نے بائع کے ہاتھ فروخت کی ۱۲۔

پیدا نہ ہو جیسے رنگ وغیرہ تو بائع کا حق واپس جاتا رہے گا اور مشتری پر یا قیمت واجب ہوگی یا اس کا مثل اگر مثلی ہو اور اسی طرح اگر بیع روتی تھی کہ اس کو مشتری نے کا تیا سوت تھا کہ اس کو ہتایا یا گیسوں تھے کہ ان کو پیسا تو بائع کا حق جاتا رہا اور مشتری کو قیمت یا مثل دینا پڑے گی اور اگر زیادتی مفصلہ ہو پس اگر وہ اصل سے پیدا ہو تو بیع کی مانع نہیں اور مشتری دونوں کو واپس کر سکتا ہے اور اگر باندی میں بچہ جننے سے کچھ نقصان آیا تو مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا کیونکہ اس کا بچہ اس نقصان کو پورا کرتا ہے اور اگر یہ زیادتی مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مشتری اس کا ضامن نہیں لیکن نقصان ولادت کا ضامن ہوگا اور اگر مشتری نے خود تلف کر دی تو ضمان دے گا۔

اگر زیادتی مفصلہ اصل سے پیدا نہ ہو تو بائع کو اختیار ہے کہ بیع کو مع زیادتی کے واپس کر لے ☆

اگر بیع تلف ہو گئی اور زیادتی قائم ہے تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی واپس لے اور بیع کی جو قیمت قبضہ کرنے کے وقت تھی وہ مشتری سے لے لے اور اگر وہ زیادتی مفصلہ اصل سے پیدا نہ ہو تو بائع کو اختیار ہے کہ بیع کو مع زیادتی کے واپس کر لے اور یہ زیادتی اس کو حلال نہ ہوگی اور اگر مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو اس پر ضمان نہ ہوگی اور اگر اس نے خود تلف کر دی تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک ضمان نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس پر ضمان ہوگی اور اگر مشتری نے بیع کو تلف کر دیا اور زیادتی اس کے پاس رہ گئی تو اس پر بیع کی ضمان واجب اور زیادتی اسی کی ہوگی۔ اگر مشتری کے پاس بیع میں کچھ نقصان آیا پس اگر یہ نقصان آسانی آفت سے ہو تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے بیع کو لے کر اس نقصان کا جرمانہ لے اور اگر مشتری کے فعل یا خود بیع کے فعل سے نقصان آئے جب بھی یہی حکم ہے اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان آیا تو بائع اس سے جرمانہ لے سکتا ہے اور مشتری سے اجنبی واپس نہ لے گا اور اگر چاہے تو مشتری سے لے پھر مشتری اجنبی سے لے اور اگر اس اجنبی نے بیع کو قتل کر ڈالا تو بائع مشتری سے قیمت لے سکتا ہے اور قاتل سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور مشتری اس قاتل کی مددگار برادری سے تین سال میں قیمت وصول کرے گا اور اگر بائع کے فعل سے اس میں کچھ نقصان آیا تو بیع واپس کی ہوئی شمار ہوگی یہاں تک کہ اگر وہ مشتری کے پاس تلف ہو جائے اور اس کی طرف سے کوئی ایسا فعل نہ پایا جائے جو روکنے میں شمار ہے تو اس کا تلف ہونا بائع کے ذمہ رہے گا اور اگر اس کی طرف سے روکنا پایا جائے پھر وہ تلف ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ تلف ہونا بائع کے جرم سے ہو تو بیع واپس کر دی گئی شمار ہوگی اور مشتری ضامن نہ ہوگا اور اگر بائع کے جرم سے تلف نہیں ہوئی تو مشتری اس کا ضامن ہے اور بائع کے جرم کا نقصان اس کے ذمہ سے کم کر دیا جائے گا اور اگر بائع نے اس کو قتل کر دیا یا بیع ایسے کنوئیں میں کہ جس کو بائع نے کھودا تھا گر گئی تو واپس کی ہوئی شمار ہوگی اور مشتری سے ضمان جاتی رہے گی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ کر کے اس کو نفع سے بیچ ڈالا تو اس کا نفع صدقہ کر دے اور اگر اس کے ثمن سے کوئی چیز خرید کر اس کا نفع اٹھایا تو یہ نفع اس کو حلال ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک دار بطور بیع فاسد کے خریدی اور اس پر قبضہ کیا پھر وہ کھنڈل ہو گیا پھر بائع نے قاضی کے سامنے جھگڑا پیش کیا اور قاضی نے حکم دیا کہ مشتری داری کی قیمت جو قبضہ کے دن تھی بائع کو ادا کرے تو شفیعؒ کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ دار مشتری سے اسی قیمت کو لے لے کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر قبضہ میں کر لیا پھر اس کو آزاد یا قتل کیا اور قتل اور آزادی کے دن اس کی قیمت قبضہ کے دن کی قیمت سے زیادہ تھی تو اس پر قبضہ کے دن کی قیمت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام بعوض اپنے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کے خرید اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو غلام کا خریدار اس کا مالک ہو جائے گا اور مکاتب یا مدبر یا ام ولد کا خریدار اس کا مالک نہ ہوگا اگرچہ باجائز بائع کے قبضہ کیا ہو

۱۔ قال المحر جہ یہ مسئلہ بیوس باب بیوع مکروہ میں آیا ہے اور اس سے واضح ہے کہ باندی متعین ہے اس کا نفع ناجائز ہے اور ثمن غیر متعین پس بائع کو اس کا نفع جائز ہے ۱۲۔ ۲۔ قولہ شفیع کو اختیار ہوگا اقوال زیر نظر ۱۲۔

اور اسی طرح اگر کوئی غلام غیر کے مال سے اس کی بلا اجازت خریدتا تو غلام کا خریدار اس کا مالک ہوگا اور دوسرا اس مال پر قبضہ کرنے سے مالک نہ ہوگا تا وقتیکہ اس مال کا مالک بیع کی اجازت نہ دے اور اسی طرح اگر کسی نے کوئی غلام بعوض شرب کے یا ایسے پانی کے جو حوض یا نہر یا کنویں میں جو غیر محرز ہے خریدا یا بعوض دالوں کے جو ہنوز کائے نہیں گئے ہیں خریدار تو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ شرح لمحاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی تو اس سے وہی کرنا نہ چاہیے جس اگر اس نے وہی کر لی اور اس میں نطفہ نہ ڈالا تو بائع اس کو واپس لے سکتا ہے اور جب اس کو واپس کر لیا تو مشتری اس کا عقر بائع کو دے گا اور اگر اس میں نطفہ ڈال دیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور جب قیمت واجب ہوئی تو خمس الاثمہ سرخی کے قول پر مشتری پر نہ ہوگا اور بتا کر آنکہ شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں کتاب البیوع کی روایت سے اس پر عقر نہیں ہے اور کتاب الشرب کی روایت سے اس پر عقر واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور قبضہ میں لانے سے پہلے اس کو آزاد کر دیا اور بائع نے اس کے آزاد ہونے کی اجازت دی تو وہ باندی بائع کی طرف سے آزاد ہوگئی اور مشتری پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر کوئی غلام بطور بیع فاسد کے خریدا اور قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے کہا کہ اس کو میری طرف سے آزاد کر دے اور بائع نے ایسا ہی کیا تو یہ آزاد کرنا بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری کی طرف سے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر بائع نے کہا کہ وہ آزاد ہے تو آزاد نہ ہوگا پھر اگر اس کے بعد کہا کہ وہ آزاد ہے پس اگر پہلا کلام مشتری کے پاس تھا تو آزاد ہو جائے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر کچھ گیسوں بطور بیع فاسد کے خریدے اور بائع کو حکم دیا کہ اس کو پیسے اور اس نے پیسا تو آٹا بائع کا ہوگا اور اسی طرح اگر بکری ہو اور بائع کو اس کے ذبح کرنے کا حکم دے اور وہ ذبح کرے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک فقیر گیسوں بطور بیع فاسد کے خریدے اور قبضہ سے پہلے بائع سے کہا کہ اس کو میرے اناج میں ملائے اور اس نے ایسا ہی کیا تو یہ فعل مشتری کے قبضہ کرنے میں شمار ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ اس کا مثل بائع کو ادا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور کسی قدر مہر مقرر کر کے اس کا نکاح کر دیا اور اس کے شوہر نے اس سے وہی کی اور وہ باندی ہا کر تھی پھر بائع نے نالش کر کے وہ باندی لے لی تو نکاح جائز اور مہر بائع کو ملے گا پھر اگر یہ مہر اتنا ہے جو اس باندی کی بکارت زائل ہونے کے نقصان کو پورا کرتا ہے تو مشتری پر کچھ لازم نہ آئے گا اور اگر یہ نقصان مہر سے زیادہ ہے تو بائع بقدر کمی کے مشتری سے لے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور ایک باندی کو بعوض دو باندی کے کچھ مدت کے وعدہ پر ادھار بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر مشتری نے اس پر قبضہ کیا اور اس کے پاس اس کی ایک آنکھ جاتی رہی تو مشتری اس کو مع نصف قیمت کے بائع کو واپس کرے اور اگر مشتری کے سوائے کسی دوسرے نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو بائع کو اختیار ہے کہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے ضمان لے یا مشتری سے اس کی قیمت لے پھر مشتری آنکھ پھوڑنے والے سے لے اور اگر وہ باندی دو بیچے جنہی اور ایک مر گیا تو بائع باندی اور باقی بچہ کو لے گا اور مردہ بچہ کی قیمت کی ضمان نہ لے گا اور نقصان ولادت کی ضمان اگر اس بچہ سے پوری نہ ہو تو مشتری سے لے گا اور اگر ایک بچہ مشتری کے جرم سے مرا تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہے اور اگر فقط باندی مر گئی تو بائع دونوں بچوں کے ساتھ باندی کی قیمت لے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے فروخت کیا پھر قبضہ کے بعد دونوں نے بیع توڑ دی پھر بائع نے

مشتري کو قیمت سے بری کیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا تو اس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی ☆

اگر ایک غلام بطور بیع فاسد کے خرید کر کے بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کیا اور اس کا ثمن ادا کر دیا پھر بائع نے چاہا کہ غلام واپس لے لے تو مشتری کو اختیار ہے کہ اپنا ثمن پورا لے لینے تک غلام کو روک رکھے پس اگر بائع مر گیا اور سوائے اس غلام کے اس کا کچھ مال نہ تھا تو مشتری اس غلام کا اس کے قرض خواہوں میں سے زیادہ حقدار ہے پس اسی کا حق ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا جائے گا پھر اگر دوسرا ثمن پہلے ثمن کے برابر ہو تو سب مشتری نے لے لے گا اور اگر زیادہ ہو تو زیادتی بائع کے قرض خواہوں کے واسطے ہوگی اور اگر دوسرا ثمن کم ہو تو باقی کے واسطے مشتری بھی تمام قرض خواہوں کے ساتھ جو کچھ ترکہ میں نظر آئے حصہ شد شریک کیا جائے گا اور اگر وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا تو اس کو قیمت دینی پڑے گی اور اگر مشتری نے اس غلام کو بعض ایک ہزار درہم قرضہ کے جو خریدنے سے پہلے بائع کے ذمہ چاہیے تھا بطور بیع فاسد کے خرید اور بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کیا پھر بائع نے بیع فاسد ہونے کی وجہ سے اس غلام کو واپس لینا چاہا اور مشتری نے اپنے قرضہ وصول کر لینے کی وجہ سے اس کو روکنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا پس اگر بائع مر گیا اور اس پر بہت سے قرض تھے اور غلام مشتری کے پاس تھا پس ایسی صورت میں کہ جب بیع فاسد ہوئی تو مشتری اس غلام کا زیادہ حقدار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے فروخت کیا پھر قبضہ کے بعد دونوں نے بیع تو زدی پھر بائع نے مشتری کو قیمت سے بری کیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا تو اس پر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر بائع نے یہ کہا کہ میں نے تجھ کو غلام سے بری کیا پھر مشتری کے پاس مر گیا تو مشتری بری ہو گیا کیونکہ جب اس نے غلام سے بری کیا تو اس کی ضمانت سے بری کیا پس وہ امانت میں رہا پس امانت کے ہلاک ہونے سے ضمانت لازم نہ آئے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام پانچ سو کو بطور بیع فاسد کے خرید اور اس کی قیمت بھی پانچ سو تھی اور قبضہ کر لیا پھر زرخ کی راہ سے اس کی قیمت بڑھ کر ایک ہزار ہو گئی پھر مشتری نے اس کو بیچ ڈالا تو قبضہ کے دن کی قیمت اعتبار کر کے مشتری کو صرف پانچ سو دینا پڑے گی اور اگر کسی ایسے غلام کو جس کی قیمت ایک ہزار تھی غصب کیا پھر بڑھ کر اس کی قیمت دو ہزار ہو گئی پھر اس کو غاصب نے اس کے مالک سے بطور بیع فاسد کے خرید پھر غلام مر گیا پس اگر خریدنے کے بعد وہ غلام غاصب کو ملا تھا تو اس پر دو ہزار واجب ہوں گے اور اگر نہیں ملا بلکہ مر گیا تو اس پر ایک ہزار واجب ہوں گے کیونکہ غصب میں زیادتی امانت ہوتی ہے اور خریدنے سے قبضہ ہی کے ساتھ ضمانت ہو جاتی ہے اور قبضہ یہاں نہیں پایا گیا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ غلام کے غصب کرنے والے نے جب اس کو اسکے مالک سے بطور بیع فاسد کے خرید کر کے آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ ہو جائے گا کیونکہ اس نے قبضہ کے بعد آزاد کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بیع کو بیع فاسد میں بائع کو واپس کر دیا تو جس طرح واپس کیا ہو خواہ بطور بیع یا ہبہ یا صدقہ یا عاریت یا دیعت کے سب طرح بیع صحیح ہو جائے گی اور اسی طرح اگر اس کو بائع کے وکیل خرید کے ہاتھ بیچا اور اس کو سپرد کیا تو اس کی ضمانت سے بری ہو گیا اور اگر اس کو بائع کے ایسے غلام کے ہاتھ کہ جس کو اس نے تجارت کی اجازت دی ہے اور اس پر قبضہ نہیں ہے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے لیکن بیع فاسد تھی پس پہلی بیع صحیح ہو جائے گی اور ضمانت سے بری نہ ہوگا تا وقتیکہ بیع تک نہ پہنچے اور اگر اس غلام کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اس پر قرض تھا تو بیع جائز ہوگی اور مشتری پر ضمان مقرر ہو جائے گی اور اگر ایسے غلام سے جس کو تجارت کی اجازت دی گئی اور اس پر قرض ہے خرید کیا تھا اور اجازت سے قبضہ کر لیا تھا پھر غلام کے مالک کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ بیع جائز ہوگی اور اس غلام کے واسطے قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اس غلام پر قرض نہ تھا تو دوسری بیع ناجائز ہے لیکن بیع ٹوٹ جائے گی اور اس کے مالک کو واپس کرنے کی وجہ سے ضمانت سے بری ہو جائے گا کیونکہ غلام کے مالک کو واپس دینا مثل غلام کے واپس دینے کے ہے اور اگر اس خریدے غلام کو بائع کے مضارب کے ہاتھ فروخت کیا تو

بیع صحیح اور ضمانت لازم ہو جائے گی اور پہلی بیع صحیح نہ ہوگی اور اگر پہلا بائع کی طرف سے خرید کا وکیل تھا اور اس نے اپنے اس مشتری سے اپنے موکل کے واسطے خرید کیا تو دوسری بیع صحیح ہے اور مشتری کا من اس پر واجب ہوگا اور اس کی ضمانت پہلے مشتری پر واجب ہوگی پس اگر دونوں شخصوں میں برابری ہو تو دونوں برابر بدلہ لے سکتے ہیں اور اگر کسی میں زیادتی ہو تو وہ دوسرے کو دے دے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اگر بیع کوئی کپڑا تھا کہ اس کو مشتری نے مثلاً سرخ یا زرد رنگ کا کہ جس سے بیع میں زیادتی ہوگئی تو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ بائع کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اس کپڑے کو لے اور رنگ کی وجہ سے جو زیادتی ہوئی ہے مشتری کو دے اور اگر چاہے تو اس سے اس کی قیمت کی ضمان لے اور یہی بیع صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر کوئی زمین بطور بیع فاسد کے بیچی اور مشتری نے اس کو مسجد گردانا تو ظاہر الروایت کے موافق تا وقتیکہ اس میں عمارت نہ بنادے حق بیع باطل نہ ہوگا اور جب عمارت بنائی تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع صحیح کرنے کا حق باطل ہو گیا اور درختوں کا بونہا عمارت بنانے کے مانند ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سہام میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے خریدا پھر مشتری نے اس کو تجارت کی اجازت دی اور اس پر قرض ہو گیا پھر بائع نے غلام واپس کر لینے میں مشتری سے جھگڑا کیا تو غلام اس کو واپس دیا جائے گا اور قرض خواہوں کو اس غلام سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور مشتری غلام کی قیمت اور قرض میں سے جو کم ہو وہ قرض خواہوں کو دے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کیا پھر بیع فاسد ہونے کی وجہ سے بائع نے چاہا کہ اس کو مشتری سے واپس لے اور مشتری اس بات پر گواہ لایا کہ میں نے اس کو فلاں شخص کے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا ہے پس اگر بائع نے اس کی تصدیق کی تو مشتری سے اس کی قیمت کی ضمان لے اور اگر تکذیب کی تو اس کو پھر لے سکتا ہے پس اگر بائع نے باندی واپس لی پھر وہ شخص جو غائب تھا حاضر ہوا اور مشتری کے قول کی تصدیق کی تو اس کو اختیار ہے کہ باندی کو بائع سے پھر لے اور اگر بائع اول نے مشتری کی تصدیق کر کے اس سے قیمت لے لی پھر وہ شخص حاضر ہوا تو بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مشتری سے باندی واپس کرے خواہ اس شخص نے مشتری اول کی تصدیق کی ہو یا تکذیب کی ہو اور اگر مشتری نے یہ کہا کہ میں نے اس کو ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور اس کا نام نہ لیا اور بائع نے اس کی تکذیب کی تو بائع اس باندی کو واپس لے سکتا ہے پس اگر اس نے واپس لی پھر ایک شخص آیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اس شخص کو کہا تھا پس اگر اس شخص نے مشتری کی تکذیب کی تو واپس ہو جانا صحیح رہا اور اگر تصدیق کی تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دونوں عقد صحیح کرنے والے اختلاف کریں اس طرح کہ ایک بیع صحیح ہونے کا دعویٰ کرے اور دوسرا بیع فاسد ہونے کا دعویٰ کرے پس اگر فاسد ہونے کا مدعی کسی شرط فاسد یا مدت فاسد کی وجہ سے فساد کا دعویٰ کرتا ہے تو سب روايتوں کے موافق صحت کے مدعی کا قول اور فساد کے مدعی کے گواہ معتبر ہوں گے اور اگر فساد کا دعویٰ کسی ایسے سبب سے کرتا ہے جو نفس عقد میں ہے مثلاً کہتا ہے کہ اس نے اس چیز کو بعوض ایک ہزار درہم اور ایک رطل شراب کے خریدا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ صرف ایک ہزار درہم کو خریدا ہے تو بھی ظاہر الروایت کے موافق بیع صحیح ہونے کے مدعی کا قول اور مدعی فساد کے گواہ جیسا کہ پہلی صورت میں ہے معتبر ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

باب بارہ:

بیع موقوف کے احکام اور دوشریکوں میں ایک کے بیع کرنے کے بیان میں

۱۔ یعنی قیمت میں جو زیادتی ہوئی ہے ۱۲۔ ۲۔ ترخصواہ لوگ غلام مذکور کو ماخوذ نہیں کر سکتے ہیں پس اس کو فروخت نہیں کر سکتے ہیں ۱۳۔ ۳۔ یعنی صحیح نہ کیا ۱۴۔ ۴۔ خریداہ سے میری مراد یہ شخص تھا ۱۵۔

اگر کسی شخص نے غیر کا مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی اور اجازت کے صحیح ہونے کے واسطے شرط یہ ہے کہ دونوں عقد کرنے والے اور جس چیز پر عقد ہوا ہے قائم ہوں اور ثمن اگر نقد میں سے ہے تو اس کا قائم ہونا شرط نہیں ہے اور اگر اسباب میں سے ہے تو اس کا بھی قائم ہونا شرط ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے پھر جب اجازت ایسی صورت میں صحیح ہو کہ جس میں ثمن معین کرنے سے معین ہو سکتا ہے اور وہ ثمن قائم ہو تو ثمن بائع کو ملے گا اجازت دینے والے کو نہیں ملے گا اور اجازت دینے والا بائع سے اپنے مال کی قیمت لے گا اگر مال قیمتی چیزوں میں سے ہو یا اس کا مثل لے گا اگر مثلی چیزوں میں سے ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ثمن بائع کے پاس اجازت سے پہلے یا بعد تلف ہو گیا تو امانت میں تلف ہوا اور اگر بیع مشتری کے پاس تلف ہوئی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ دونوں (بائع مشتری) میں سے جس شخص سے چاہے ضمان لے پس اگر اس نے مشتری سے ضمان لی تو مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس لے گا اگر اس کو ادا کر دیا ہے اور اگر اس نے بائع سے ضمان لی پس اگر بیع اس کے پاس ضمانت میں تھی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور اگر امانت میں تھی پس اگر اس نے پہلے سپرد کر کے پھر بیع کی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور اگر پہلے بیع کی پھر سپرد کی تو بیع نافذ نہ ہوگی اور جو کچھ اس نے ضمان میں دیا ہے وہ مشتری سے لے گا کذا فی المحیط السرخسی۔ اگر مالک مر گیا تو وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی اور مالک کی اجازت کے بعد مشتری اس زیادتی کا بھی جو بیع کے بعد اجازت سے پہلے پیدا ہوئی ہے مالک ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے غیر شخص کے واسطے خریدی تو یہ بیع اس پر نافذ ہوگی لیکن یہ اگر مشتری لڑکا یا مجبور ہے تو بیع موقوف رہے گی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب درمیانی نے غیر کی طرف نسبت نہ کی ہو پس اگر نسبت کردی اور یوں کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کے واسطے فروخت کر دے اور بائع نے کہا کہ میں نے اس کو فلاں شخص کے واسطے فروخت کیا تو بیع موقوف رہے گی اور صحیح یہ ہے کہ بیع موقوف ہونے کے واسطے اس قدر کافی ہے کہ اسباب یا قبول کسی میں فلاں شخص کی طرف نسبت ہو اور فروق کراہی میں لکھا ہے کہ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے اس کو فلاں شخص کے واسطے اتنے کو خرید اور بائع کہتا ہے کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو واضح روایت کے موافق عقد بیع باطل ہو جائے گا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے درمیانی آدمی سے کہا کہ میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ فلاں شخص کے واسطے بیچا اور درمیانی کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا یا میں نے خریدا یا کہتا ہے کہ میں نے تجھ سے اس غلام کو فلاں شخص کے واسطے خریدا اور بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا تو ایسا عقد مشتری کے ذمہ نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہے گا اور دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ اگر غلام کے مالک نے درمیانی سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ غلام اتنے کو بیچا اور درمیانی نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے واسطے قبول کیا یا فلاں شخص کے واسطے خریدا یا درمیانی نے پہلے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تجھ سے یہ غلام فلاں شخص کے واسطے خریدا اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح یہ ہے کہ یہ عقد موقوف رہے گا اور درمیانی پر نافذ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی دوسرے شخص سے کہ جس کا غلام نہ تھا کہ میں نے تیرا یہ غلام اپنے واسطے ایک ہزار درہم کو خریدا اور اس غلام کا مالک حاضر تھا اس نے کہا کہ میں نے اجازت دی اور سپرد کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مالک کے کلام سے اس وقت بیع ہو جائے گی کسی نے دوسرے کا غلام بدوں اس کی اجازت کے فروخت کیا اور اس کے مالک نے کہا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا اور تجھ کو اچھی توفیق ملی تو یہ اس کا کلام بیع کی اجازت میں شمار نہ ہوگا اور مشتری سے اس کو واپس لے سکتا ہے اور اگر اس کے مالک نے ثمن لے لیا تو یہ اجازت ہوگی

اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ تو نے مجھ کو بیع کی مشقت سے بچایا اچھا کیا اللہ تجھے جزائے خیر دے تو یہ بھی بیع کی اجازت نہیں ہے لیکن امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کا یہ کہنا کہ تو نے اچھا کیا اور کار صواب کیا استثناء اجازت ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنے بیٹے کی زمین فروخت کی اور بیٹے نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں اور بیع پر راضی ہوں یا جب تک زندہ ہوں میں نے اس کی اجازت دی تو یہ اجازت میں شمار ہے اور اگر کہا کہ میں اس کو نگاہ میں رکھوں گا جب تک زندہ ہوں تو یہ اجازت نہیں ہے یہ وجہز کردی میں لکھا ہے۔ منقہ میں لکھا ہے کہ یہ کہنا کہ تو نے بڑا کام کیا اجازت میں شمار ہے بشرطہ کہ امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ کسی نے دوسرے کا غلام بلا اس کی اجازت کے فروخت کیا پھر اس کو خبر پہنچی اور اس نے بائع سے کہا کہ میں نے ثمن تجھ کو یہ کیا یا مجھ کو صدقہ میں دیا تو یہ اجازت میں شمار ہے بشرطیکہ بیع موجود ہو یہ ظہر یہ میں لکھا ہے۔

مالک کو خبر پہنچی کہ کسی درمیانی نے اس کی ملک فروخت کردی اور وہ خاموش رہا تو یہ اجازت نہیں ہے اور اگر یہ صورت ہوئی کہ مالک کو بیع کی خبر پہنچی اور اس کے ثمن کی مقدار جاننے سے پہلے اس نے اجازت دے دی پھر مقدار ثمن کی معلوم کی اور بیع کا واپس کرنا چاہا تو اس کا اجازت دینا معتبر ہوگا نہ واپس کرنا اگر کسی درمیانی نے یا اس شخص نے جس کے پاس ودیعت تھی ودیعت رکھے والے کی بلا اجازت فروخت کی پھر مالک گواہ لایا کہ بیع کے قائم ہونے کی حالت میں اس نے (میں نے ۱۴) بیع کی اجازت دی تھی تو مشتری سے ثمن وصول کرنے پر قادر نہ ہوگا لیکن اگر درمیانی کی طرف سے ثمن وصول کرنے کا دکیل ہو کر آئے تو لے سکتا ہے کسی نے دوسرے کا غلام فروخت کیا اور وہ مر گیا پھر مالک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو بیع کرنے کا حکم لیا تھا تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر مالک نے کہا کہ مجھ کو بیع کی خبر پہنچی اور میں نے اس کی اجازت دی تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ وجہز کردی میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے کا غلام سود رہم کو اس کی بلا اجازت فروخت کیا پھر مشتری اس غلام کے مالک کے پاس آیا اور خبر دی کہ فلاں شخص نے تیرا غلام اتنے کو بیع ڈالا پھر اس کے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سود رہم کو بیچا ہے تو میں نے اجازت دے دی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر فلاں شخص نے سویا زیادہ درہم کو بیچا تو بیع جائز ہوگی اور اگر سو سے کم بیچا تو جائز نہ ہوگی اور ایسے ہی اگر سودینار کو بیچا تو بھی جائز نہ ہوگی اور اجازت اس کی اسی قسم کے نقد پر ہے کی جو اس نے اجازت میں بیان کیا ہے اور اسی طرح اگر اس کے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سودینار کو بیچا تو بیع جائز ہے تو اس کی بھی یہی صورتیں ہیں جو بیان ہوئیں اور اگر اس کے مالک نے کہا کہ اگر تیرے ہاتھ سود رہم کو بیچے گا تو میں اس کی اجازت دوں گا تو بیع جائز نہ ہوگی اور یہ اجازت نہیں ہے بلکہ وعدہ ہے پس اگر اس نے اس کے بعد بیع کیا تو اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو اجازت دے ورنہ اجازت نہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے ایک ہزار درہم کو خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر اس کو بائع کے ہاتھ سودینار کو بیچ ڈالا پس اگر بائع نے اس پر قبضہ کیا تو یہ قبضہ بیع فاسد کے نسخ کر کے میں شمار ہوگا ☆

کسی نے دوسرے کا کپڑا اس کی بلا اجازت فروخت کیا اور مشتری نے اس کو رنگا پھر کپڑے کے مالک نے بیع کی اجازت دی تو جائز ہے اور اگر اس کو قطع کر لیا اور سلا لیا تو اجازت سے بھی بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ بیع تلف ہوگئی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر درمیانی نے کوئی چیز دوسرے شخص کے واسطے خریدی اور دوسرے کی طرف اس کی نسبت نہ کی یہاں تک کہ خرید اسی درمیانی کے واسطے ہوگئی پھر مشتری اور جس شخص کے واسطے خریدی ہے دونوں نے گمان کیا کہ خریدی ہوئی چیز اسی کے واسطے ہے جس کے لیے خریدی ہے پھر مشتری نے قبضہ کے بعد اسی ثمن کے عوض کہ جتنے کو خریدی ہے اس شخص کے سپرد کردی اور جس شخص کے واسطے خریدی تھی اس نے قبول کر لی پھر

مشتري نے چاہا کہ بدوں اس کی رضامندی کے اس سے واپس کر لے تو اس کو ایسا اختیار نہیں پہنچتا ہے اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس طرح کہ اس شخص نے کہا کہ میں نے تجھ کو خریدنے کا حکم دیا تھا اور مشتري نے کہا کہ میں نے بدوں تیرے حکم کے اس کو تیرے واسطے خرید کیا ہے تو اس شخص کا قول معتبر ہوگا کیونکہ مشتري نے جب یہ کہا کہ میں نے اس کو تیرے واسطے خریداہے تو یہ اس کی جانب سے اس شخص کا حکم دینے کا اقرار کرتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام بطور بیع فاسد کے ایک ہزار درہم کو خرید اور اس پر قبضہ کیا پھر اس کو بائع کے ہاتھ سودینار کو بیچ ڈالا پس اگر بائع نے اس پر قبضہ کیا تو یہ قبضہ بیع فاسد کے فسخ کرنے میں شمار ہوگا اور جب تک قبضہ نہیں کیا بت تک بیع فاسد فسخ نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے کا غلام بدوں اس کے مالک کی اجازت کے ایک ہزار درہم کو بیچا اور مشتري نے اس کو قبول کر لیا پھر اس کو دوسرے شخص نے تیسرے شخص کے ہاتھ بدوں اس کے مالک کی اجازت کے ایک ہزار درہم کو فروخت کیا اور مشتري ثالث نے اس کو قبول کر لیا تو دونوں عقد موقوف رہیں گے اور جب اس کے مالک کو خبر پہنچی اور اس نے دونوں عقد کی اجازت دی تو دونوں عقد آدھے آدھے ہو جائیں گے اور ہر ایک کو دونوں مشتریوں میں سے اختیار حاصل ہوگا کذا فی المحیط۔ ایسے ہی اگر درمیانی ایک ہو کہ اس نے دونوں کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے اور کرختی نے فرمایا کہ یہ مسئلہ درمیانی کا اس صورت میں ہے کہ جب اس نے دونوں کے ہاتھ ایک ساتھ فروخت کیا کیونکہ اگر دونوں عقد آگے پیچھے واقع ہوئے تو دوسرا عقد پہلے کا فسخ کرنے والا ہوگا اور بعض نے مشائخ حنفیہ میں سے دوسرے عقد کو پہلے عقد کے واسطے فسخ کرنے والا نہیں جاتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی غیر کا کپڑا بلا اس کی اجازت کے اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچ ڈالا حالانکہ یہ لڑکا چھوٹا ہے جس کو اجازت ہے یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ فروخت کیا جس کو اس نے اجازت خرید و فروخت کی دے دی ہے خواہ اس غلام کا قرض ہے یا نہیں ہے پھر اس بائع نے کپڑے کے مالک کو آگاہ کیا کہ میں نے تیرا کپڑا بیچ ڈالا اور یہ نہ بتلایا کہ کس کے ہاتھ بیچا ہے تو یہ بیع ناجائز ہوگی مگر ایک صورت کہ جس میں اپنے غلام قرض دار کے ہاتھ بیچا ہے جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بیع کا استحقاق نکاح اور اجارہ اور رہن سے زائد ہے یعنی بیع ان پر مقدم رکھی جائے گی یہاں تک کہ اگر کسی درمیانی نے کسی شخص کی باندی فروخت کی اور دوسرے درمیانی نے اس کا کسی دوسرے سے نکاح کر دیا یا اجرت پر دیا یا رہن کیا پھر مالک نے دونوں کی ایک ساتھ اجازت دے دی تو بیع جائز ہوگی اور اس کے سوائے جو عقد ہو وہ باطل ہوگا اور آزاد کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اپنے سوائے دوسرے عقود پر مقدم ہے اور ہبہ اور اجارہ رہن پر مقدم ہے اور عقد ہبہ اجارہ پر مقدم ہے اور دار کے حق میں بیع ہبہ پر مقدم ہے اور غلام کے حق میں دونوں برابر ہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ میں نے تیرا یہ غلام اپنے سے اور فلاں شخص سے کل کے دن ایک ہزار درہم کو خرید لیا تھا پس اس کے مالک نے کہا کہ میں راضی ہوں تو کچھ بیع جائز نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تیرا یہ غلام کل کے دن خریدا آدھا اپنے سے پانچ سو درہم کو اور آدھا فلاں شخص سے پانچ سو درہم کو پس اگر مالک کہے کہ میں نے اجازت دی تو اس آدھے کی بیع جس کو فلاں شخص سے خریدا ہے جائز ہوگی کذا فی المحیط اور اجازت مالک سے پہلے مشتري کو فسخ بیع کا اختیار ہے اور ایسا ہی درمیانی کو قبل اجازت مالک کے اختیار ہے یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہے اور بیع موقوف میں سے ایک اس مجور لڑکے کی بیع ہے کہ جو خرید و فروخت کو سمجھتا ہے کہ اس کا خرید و فروخت کرنا اس

۱۔ یعنی دونوں عقد کی کہ ایک بیع ہے اور دوسرا نکاح یا اجارہ ہے ۱۲۔ ۲۔ یہ قید توضیح کے واسطے ہے کیونکہ کوئی شے اپنی ذات پر مقدم نہیں ہو سکتی ہے یہ بدیہی بات ہے ۱۲۔ ۳۔ قول مقدم یعنی مثلاً رہن و اجارہ کی اجازت معاہدہ رہن باطل ہوگا اور اجارہ جائز ہوگا اور اگر اجارہ و ہبہ کا معاہدہ ہو تو ہبہ مقدم ہوگا ۱۲۔

کے باپ یا وصی یا دادایا قاضی کی اجازت پر موقوف رہے گا اور ایسے ہی بیوقوف اور اس مجبور لڑکے کی بیع و شری کہ جو بالغ ہو کر بیوقوف رہا وصی اور قاضی کی اجازت پر موقوف ہے اور مجبور غلام نے اگر مالک کے مال میں سے یا جو اس کو ہبہ کیا گیا ہے کوئی چیز فروخت کی یا کچھ خریدی تو مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام قرض دار کو جس کو اس نے تجارت کی اجازت دی تھی بدون قرض خواہ ہونے کی اجازت کے فروخت کیا تو قرض خواہوں کی اجازت پر موقوف رہے گا اور اگر مالک نے ایسے غلام کو جس کے لیے تجارت کی اجازت دی گئی ہے بدون قرض خواہوں کی اجازت کے فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور وہ تلف ہو گیا پھر قرض خواہوں نے بیع کی اجازت دی تو اجازت صحیح ہوگی اور یہ ثمن قرض خواہوں کا مال تلف ہوگا اور اگر بعضوں نے بیع کی اجازت دی اور بعضوں نے غلام اور مشتری کی موجودگی میں بیع تو زدی تو اجازت صحیح نہیں ہے اور بیع باطل ہو جائے گی اور منجملہ موقوف کے یہ ہے کہ اگر مریض نے اپنے مرض الموت میں کسی اپنے وارث کے ہاتھ اپنے مالوں میں سے کوئی معین مال فروخت کیا تو بیع موقوف ہے پھر اگر وہ مرض سے اچھا ہو گیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اس مرض میں مر گیا اور وارثوں نے اجازت دی تو بیع باطل ہو جائے گی اور از انجملہ مرتد کی بیع ہے اگر اس نے کوئی چیز خریدی یا فروخت کی تو موقوف رہے گی پس اگر وہ اپنے مرتد ہونے پر قتل کیا گیا یا مر گیا یا دار الحرب میں جا ملا تو اس کا تصرف باطل ہو گیا اور اگر مسلمان ہو گیا تو اس کی بیع نافذ ہو جائے گی اگر کسی نے اپنی زمین کسی کا شکار کو ایک مدت معلومہ کے واسطے اس شرط پر دی کہ بیع کا شکار کی طرف سے ہوں اور کا شکار نے اس کو بویا یا نہیں بویا پھر زمین کے مالک نے اس کو فروخت کیا تو یہ بیع کا شکار کی اجازت پر موقوف ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے ایک کپڑا خریدا اور بائع نے اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ دس درہم کی زیادتی پر فروخت کیا پھر مشتری نے بیع کی اجازت دے دی تو اجازت سے یہ بیع جائز نہ ہوگی یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک تھی کہ ایک شخص نے دوسرے شریک کی بلا اجازت اس کو فروخت کیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کر لیا پھر اس کو آزاد کر دیا پھر دوسرے شریک نے بیع کی اجازت دی تو اس کے حصہ کی بیع جائز نہیں ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوادر ابن ساعد میں ہے کہ اگر دو شریکوں نے آدھا دار مشترک غیر منقسم فروخت کیا تو یہ اس کے حصہ کی بیع ہوگی اور اگر ایک درمیانی شخص نے دو شخصوں کی شرکت کا آدھا دار فروخت کیا تو یہ بیع دونوں کے حصوں سے متعلق ہوگی پس اگر ایک نے دونوں میں سے اجازت دے دی تو اس کے نصف حصہ سے متعلق ہوگی اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمد اور زفر نے فرمایا ہے کہ چوتھائی دار کی بیع جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک ڈھیری اناج کی دو شخصوں میں مشترک تھی ایک نے اس میں سے ایک قفیر فروخت کر کے مشتری کو ناپ دیا پھر شریک نے اس کی بیع کی اجازت دی یا نہ دی ہر طرح بیع جائز ہوگی اور تمام ثمن بائع کا ہوگا اور اگر ایک نے ایک قفیر فروخت کیا پھر شریک نے اجازت دی پھر اس نے مشتری کو ناپ دیا پھر باقی ضائع ہو گیا تو شریک کا بائع پر آدھا قفیر چاہے ہے اور مشتری سے لینے کی اس کو کوئی راہ نہیں ہے اور اگر شریک نے بیع کی اجازت نہ دی تھی اور باقی اناج ضائع ہوا تو وہ شریک مشتری سے آدھا قفیر لے لے گا اور اگر شریک نے ایک قفیر مشترک ڈھیری میں سے جدا کر کے اس کو فروخت کیا اور دوسرے شریک نے اس کی بیع کی اجازت دی تو ثمن دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور اگر شریک نے اجازت نہ دی اور مشتری سے آدھا قفیر لے لیا اور مشتری نے چاہا کہ بائع سے پورا قفیر لے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو بائع سے آدھا ثمن واپس کر لے ورنہ بیع ترک کر دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک گاؤں دو شخصوں میں مشترک تھا کہ ایک نے اس میں سے چند گہر اور دو یا تین قراح فروخت کیے تو نصف میں جائز ہے

۱۔ اس واسطے کہ یہ اجارہ ہے ۱۲۔ ۲۔ کیونکہ بیع پوری نہیں ہوئی ۱۳۔ ۳۔ یہ قفیر نصف باقی سے پورا کرالے ۱۴۔ ۴۔ قراح کمائی ہوئی زمین جو کھیتی و باغ لگانے کے قابل ہو یا کھیت ہو ۱۵۔

اور اگر آدھا قراح فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور اس طرح اگر ایک حجرہ اس میں سے فروخت کیا تو بھی جائز نہیں ہے اور ایسے ہی دونوں کی مشترک زمین کا راستہ بیچنا جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ وہ دوسرا رضی ہو اور اگر دار میں سے ایک بیت بیچا پھر باقی دار فروخت کیا تو آدھے میں جائز ہے اور اگر آدھی عمارت بدون اس کی زمین کے فروخت کی تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گیسوں یا کوئی دوزنی چیز دو شخصوں میں مشترک ہو اور ایک نے اپنا حصہ اپنے شریک یا اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ شرکت اس سبب سے ہوئی کہ دونوں نے اپنے اختیار سے دلادیا تھا یا بلا اختیار مل جانے کے سبب سے ہوئی تو اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ بیچنا جائز ہے اور اجنبی کے ہاتھ جائز نہیں مگر جب کہ اس کا شریک اجازت دے اور اگر یہ شرکت بسبب میراث یا خرید یا ہبہ کے ہوئی تو اپنا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ بیچنا جائز ہے اور اجنبی کے ہاتھ بھی اپنے شریک کی اجازت کے بعد بیچنا جائز ہے اور اپنے شریک کے حصہ میں تصرف کرنے کا مالک نہ ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے نوازل میں مذکور ہے کہ ایک شریک نے بدوں اپنے شریک کی اجازت کے باغ میں سے اپنا حصہ سوائے زمین کے فروخت کیا پس اگر وہ درخت کاٹنے کی معیاد پر پہنچ گئے تھے تو بیع جائز ہوگی ورنہ فاسد ہوگی اور واقعات میں لکھا ہے کہ ایک خرما کا درخت کہ جس پر خرے پھلے ہوئے تھے دو شخصوں میں مشترک تھا یا ایک زمین کہ جس میں کھیتی تھی دو شخصوں میں مشترک تھی پس اس کی بیع کا مسئلہ کتاب میں مذکور نہیں ہے اور چاہیے کہ جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کپڑے یا بکریاں یا اس کے مانند جو چیزیں کہ منقسم ہوتی ہیں دو شخصوں میں مشترک تھیں ☆

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا حصہ اس گھر میں سے اتنے کو تیرے ہاتھ فروخت کیا اور مشتری اس کا حصہ جانتا ہے اور بائع نہیں جانتا تو یہ بیع جائز ہے بشرطیکہ بائع نے یہ اقرار کر لیا ہو کہ اس کا حصہ ایسا ہے جیسا کہ مشتری کہتا ہے اور اگر مشتری نہیں جانتا ہے تو امام محمدؒ اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ بیع جائز نہیں ہے خواہ بائع جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ جائز ہے خواہ بائع جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ اگر کپڑے یا بکریاں یا اس کے مانند جو چیزیں کہ منقسم ہوتی ہیں دو شخصوں میں مشترک تھیں کہ ایک نے اپنا حصہ مثلاً ایک بکری یا کپڑے میں فروخت کیا تو یہ جائز ہے اور شریک اس کو امام محمدؒ کی روایت پر باطل نہیں کر سکتا ہے اور حسن بن زیادؒ نے روایت کی کہ بیع جائز نہیں مگر جبکہ اس کا شریک اجازت دے اور اسی کو طحاوی نے لیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک زمین اور کواں دو شخصوں میں مشترک تھا کہ ایک نے اپنا حصہ کنویں میں سے مع اس کے راستہ کے کہ جو زمین میں ہوا اگر تھا فروخت کر دیا تو کنویں کی بیع جائز اور راستہ کی جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور راستہ کی بیع اس کے شریک کی اجازت پر موقوف ہوگی پس اگر اس نے اجازت دی تو سب کی بیع جائز ہو جائے گی اور اگر آدھا کواں بدون راستہ کے فروخت کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر آدھی عمارت مع آدھی زمین کے فروخت کی تو جائز ہے خواہ اجنبی کے ہاتھ بیچی یا شریک کے ہاتھ اور اگر آدھی عمارت بدون آدھی زمین کے اجنبی یا شریک کے ہاتھ فروخت کی تو جائز نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ عمارت واجبی حق سے بنائی ہو اور اگر ناحق ہو تو آدھی عمارت کی بیع اجنبی یا شریک کے ہاتھ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک شخص کا غلام بیچا اور مشتری نے غلام پھیر دینا چاہا اور کہا کہ تو نے اس کے مالک کی بلا اجازت فروخت کیا ہے اور بائع نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے اس کے مالک کے حکم سے فروخت کیا ہے پھر مشتری نے غلام کے مالک کے اس اقرار پر کہ اس نے بائع کو غلام کے بیچنے کی اجازت نہیں دی تھی گواہ پیش کیے یا اس بات پر گواہ پیش کیے کہ بائع نے ایسا اقرار کیا ہے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر بائع نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ غلام کے مالک نے اس کو بیع کی اجازت نہیں دی تو بیع باطل ہو جائے گی

بشرطیکہ مشتری اس کا خواستگار ہو اور اگر غلام کے مالک نے قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور غائب ہو گیا اور بائع سے فتح کرنا چاہا تو قاضی بیع کو فتح کر دے گا پھر اگر مشتری نے درخواست کی کہ فتح میں تاخیر کی جائے تاکہ غلام کے مالک سے اس کے حکم نہ دینے پر قسم لے تو تاخیر نہ کی جائے گی پس اگر غلام کا مالک حاضر ہو اور اس نے قسم کھالی تو غلام مشتری سے لے لیا جائے گا۔ اگر قسم سے انکار کیا تو بیع عود کرے گی اور اگر غلام کا مالک حاضر ہو اور قاضی کے سامنے اپنے حکم دینے سے انکار کیا اور مشتری غائب تھا تو غلام کو نہیں لے سکتا ہے اور بائع کو اختیار ہوگا کہ غلام کے مالک سے یہ قسم لے کہ واللہ میں نے تجھ کو اس غلام کے بیچنے کا حکم نہیں کیا ہے پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو اس کا حکم دینا ثابت ہو گیا اور اگر قسم کھالی تو بائع ضمانت لے دے گا اور اس کی بیع نافذ ہو جائے گی اور اگر غلام کا مالک اپنے حاضر ہونے سے مر گیا اور اس کا وارث بھی بائع ہو اور اس نے اس کے حکم دینے سے انکار کیا اور گواہ پیش کیے تو اس کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر اس بات پر گواہ پیش کیے کہ مشتری نے غلام کے مالک کے مر جانے کے بعد اقرار کیا کہ اس نے بیع کا حکم نہیں کیا تھا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر اس کا وارث بائع اور بائع کے سوا دوسرا بھی ہو اہیں اگر دوسرے نے اس کے حکم دینے سے انکار کیا تو اس کا دعویٰ سنایا جائے گا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اس کو قسم دلائے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ غلام کے مالک نے اس کی بیع کرنے کا حکم اس بائع کو دیا ہے پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو حکم دینا ثابت ہو اور اگر قسم کھالی تو آدھا غلام لے لیا جائے گا اور مشتری بائع سے آدھا ثمن واپس لے گا اور باقی آدھے میں اس کو اختیار ہوگا یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب مشتری یہ اقرار کرے کہ یہ غلام اس حکم دینے والے کی ملک ہے اگر اس نے انکار کیا تو اس حکم دینے والے کا قول لغو ہوگا تا وقتیکہ اس بات کے گواہ نہ پیش کرے کہ وہ اس غلام کا مالک ہے کذا فی الکافی۔

باب نیرہ:

اقالہ کے بیان میں

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اقالہ دونوں عقد کرنے والوں کے حق میں فتح اور ان دونوں کے سوا دوسروں کے حق میں از سر نو بیع ہوتا ہے مگر اس صورت میں کہ اس کا فتح قرار دینا ممکن نہ ہو مثلاً خریدی ہوئی باندی بچہ جنی تو عقد باطل ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی باندی ایک ہزار کو بیچی پھر ایک ہزار پر بیچ کا اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور اگر ڈیڑھ ہزار پر اقالہ کیا تو ایک ہزار پر اقالہ صحیح ہوگا اور باقی پانچ سو کا ذکر لغو ہے اور اگر دونوں نے پانچ سو پر اقالہ کیا پس اگر بیع مشتری کے پاس اپنے حال پر باقی ہے اور اس میں کچھ عیب نہیں آیا ہے تو یہ اقالہ ایک ہزار پر صحیح ہو جائے گا اور پانچ سو کا ذکر کرنا لغو ہوگا پس بائع پر واجب ہوگا کہ ایک ہزار مشتری کو واپس کرے اور اگر اس میں کچھ عیب آگیا ہو تو پانچ سو پر اقالہ صحیح ہے اور یہ کی بمقابلہ نقصان کے ہوگی اور اگر اقالہ بعوض دوسری جنس کے ہو تو عامہ کتب میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک یہ اقالہ پہلے ثمن پر صحیح ہو جائے گا اور دوسری جنس کا ذکر کرنا لغو ہوگا اور اگر بیع میں زیادتی پیدا ہوگئی پھر دونوں نے اقالہ کیا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ وہ زیادتی متعلق ہو یا منفصلہ اور اگر یہ زیادتی قبضہ کے بعد ہو پس اگر منفصلہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اقالہ باطل ہوگا اور اگر متصل ہو تو صحیح ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ تو مجھ سے اقالہ کر لے اور میں تجھ کو ثمن میں ایک سال تک تاخیر دوں گا یا کہا کہ مجھ سے اقالہ کر لے اور

میں پچاس درہم تجھ کو چھوڑ دوں گا تو اقالہ صحیح ہوگا اور تاخیر اور کم کر دینا صحیح نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ بھی صحیح ہے اور اصل یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ ایسے دو لفظوں کے ساتھ کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل ہو صحیح ہو جاتا ہے مثلاً ایک نے کہا کہ مجھ سے اقالہ کرا لے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اقالہ کیا تو ان کے نزدیک صحیح ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہوتا مگر صرف دو ماضی کے لفظوں کے ساتھ مانند بیع کے اور فتاویٰ میں امام محمدؒ کا قول مختار رکھا گیا ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز بیچی پھر مشتری سے کہا کہ تو مجھ سے بیع کا اقالہ کر لے اور اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے اقالہ کیا تو ظاہر الروایت میں امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ اقالہ نہ ہوگا تا وقتیکہ بائع اس کے بعد یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ میں نے بیع چھوڑ دی اور بائع نے کہا کہ میں راضی ہوا یا میں نے اجازت دی تو یہ اقالہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ بائع نے کہا کہ بیع مجھ کو پھر دے اس نے کہا کہ پھر دی تو یہ اقالہ صحیح نہ ہوگا تا وقتیکہ بائع یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اگر بائع نے مشتری سے اقالہ طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ ٹمن لا اور بائع نے قبول کیا تو یہ مثل بائع کے اس کہنے کے ہے کہ تو مجھ سے اقالہ کر لے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

ولال بائع کے مطلق

حکم سے بیع ڈالنے کے بعد ٹمن لے کر بائع کے پاس آیا اور بائع نے کہا کہ میں اتنے کو نہیں دوں گا پھر ولال نے مشتری کو خبر دی اور اس نے کہا کہ میں نے بھی نہیں چاہتا ہوں تو بیع فسخ نہ ہوگی یہ قیہ میں لکھا ہے۔ تعاطی سے اقالہ منعقد ہوتا ہے اگرچہ ایک کی طرف سے ہو اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے مشتری نے طعام پر قبضہ کر لیا اور بعض ٹمن سپرد کیا پھر چند روز بعد کہا کہ ٹمن گراں ہے پس بائع نے وہ بعض ٹمن کہ جس پر قبضہ کیا تھا واپس دیا پس اس شخص کے مذہب پر کہ جو کہتا ہے کہ ایک جانب کی تعاطی سے بیع منعقد ہو جاتی ہے اقالہ ہے اور یہی صحیح ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ کوئی شخص ابراہیم خرید کر لے گیا پھر بائع سے کہا کہ یہ میرے کام کا نہیں ہے تو اس کو لے اور میرا ٹمن واپس کر دے اور بائع نے انکار کیا مشتری نے کہا کہ میں نے ٹمن سے اس قدر تجھ کو چھوڑا باقی مجھے پھر دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو یہ اقالہ ہوگا نہ ابتدائی بیع۔ بائع نے مشتری سے بیع کا فسخ کرنا طلب کیا اور اس نے کہا کہ میرا ٹمن دے دے پس بائع اس کو ایک قبالہ لکھ کر دے دیا اس نے لے کر بیع واپس کر دی تو یہ فسخ آخریہ قیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک کپڑا بیچا اور مشتری نے اس سے کہا کہ میں نے اس کپڑے کی بیع میں تیرے ہاتھ اقالہ کیا ہے تو اس کی قیص قطع کر لے اس نے دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ایسا ہی کیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو یہ اقالہ ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اقالہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں اقالہ کرنے والے راضی ہوں اور مجلس بھی متحد ہو اور بیع صرف کے اقالہ میں دونوں بدل پر باہم قبضہ ہو اور بیع تمام اسباب فسخ کے ساتھ محل فسخ ہو جیسے کہ خیال شرط یا رویت یا عیب کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہو اور اگر اس میں ایسی زیادتی ہو جائے کہ ان سببوں کے ساتھ فسخ کرنا ممنوع ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اقالہ صحیح نہ ہوگا اور یہ شرط ہے کہ اقالہ کے وقت بیع قائم ہو پس اگر اس وقت تلف ہو چکی ہو تو اقالہ صحیح نہ ہوگا لیکن ٹمن کا اس وقت قائم ہونا شرط نہیں ہے اگر کسی معین کو بعوض وین کے مثل درہم و دینار کے خواہ یہ دونوں معین کیے جائیں یا نہ کیے جائیں اور فلوس اور کیلی اور وزنی اور عدوی کہ جو وصف کر کے اپنے ذمہ

۱۔ دونوں معین ماضی ہونے چاہیے ہیں جیسے بیع میں ہے ۱۲۔ ۲۔ قول مطلق حکم اس سے یہ مراد ہے کہ بائع نے دلال کو حکم دیا کہ اس کو فروخت کر دے اور ٹمن کی جنس و مقدار کچھ نہیں بیان کی ہے ۱۲۔ ۳۔ پس بائع کو پورا ٹمن واپس کرنا پڑے گا ۱۲۔ ۴۔ قول فسخ یعنی جن سببوں سے عقد فسخ ہو سکتا ہے وہ یہاں ظاہر ہو سکتے ہیں ۱۲۔

رکھی گئی ہیں فروخت کیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور وہ معین مال مشتری کے پاس موجود ہے تو اقالہ صحیح ہوگا خواہ ٹمن موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو اور اگر اس معین مال کے تلف ہونے کے بعد اقالہ کیا تو صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح اگر مال عین اقالہ کے وقت موجود ہو پھر بائع کو واپس دینے سے پہلے تلف ہو جائے تو اقالہ باطل ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بیع دو غلام ہوں اور بائع اور مشتری دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دونوں غلام مر گئے پھر دونوں نے اقالہ کیا تو صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ایک اقالہ کے وقت مر گیا تھا اور دوسرا موجود تھا اور اقالہ صحیح ہو گیا پھر واپس کرنے سے پہلے دوسرا بھی مر گیا تو اقالہ باطل ہو جائے گا اور اگر دونوں نے ایک معین مال کو دوسرے معین کے عوض باہم بیع کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر ایک کے پاس وہ مال تلف ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور تلف ہونے والے کے خریدار کو اس کا مثل دینا چاہیے اگر وہ مثلی ہو یا اس کی قیمت دوسرے کو دے کر اپنا مال معین واپس کر لے اور اسی طرح اگر دونوں نے اقالہ کیا اور غ وہ دونوں مال معین اس وقت موجود تھے پھر اقالہ کے بعد واپس دینے سے پہلے ایک تلف ہو گیا تو اقالہ باطل نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر دونوں واپس دینے سے پہلے تلف ہوئے تو اقالہ باطل ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے انگور کا باغ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کیا اور مشتری نے ایک سال اس کے پھل کھائے پھر دونوں نے اقالہ کیا تو صحیح نہ ہوگا اور اسی طرح اگر زیادتی خواہ متصل ہو یا مفصلہ تلف ہو جائے یا اس کو کوئی اجنبی تلف کر دے تو بھی اقالہ صحیح نہیں ہوتا ہے۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر اناج کی بیع سلم میں ایک غلام دیا اور اناج پر قبضہ کیا پھر غلام مر گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو صحیح ہے اور اس کو اس غلام کی قیمت دینی پڑے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر غلام بعض گداختہ چاندی یا ڈھلی ہوئی چاندی کی چیز کے خریدار اور دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر غلام مشتری کے پاس مر گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور وہ چاندی بائع کے پاس موجود تھی تو اقالہ صحیح ہوگا اور بائع کو وہ چاندی پھیر دینی چاہیے اور مشتری سے غلام کی قیمت سونے کی قسم سے لے نہ چاندی کی قسم سے اگر وہ غلام اقالہ کے وقت موجود تھا پھر بائع کو واپس دینے سے پہلے مر گیا تو بائع کو چاہیے کہ وہ چاندی واپس کر دے اور غلام کی قیمت میں خواہ سونا لے یا چاندی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ترصابون خرید اور اس پر قبضہ کیا پھر وہ اس کے پاس خشک ہو کر بسبب خشکی کے وزن میں گھٹ گیا پھر دونوں نے بیع صحیح کر لی تو صحیح صحیح ہے اور مشتری کو اس نقصان کے سبب سے کچھ نہ دینا پڑے گا کسی نے گوشت یا مچھلی یا اور کوئی ایسی چیز جو جلدی بگڑ جاتی ہے خریدی پھر مشتری ٹمن لانے کو اپنے گھر گیا اور وہاں اس کو دیر ہوئی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ چیز بگڑ جائے گی تو استخوانا اس کو جائز ہے کہ دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے اور دوسرے کو اس سے خریدنا بھی جائز ہے پھر دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ دوسرا ٹمن پہلے ٹمن سے زائد ہو تو بائع پر واجب ہے کہ زیادتی صدقہ کر دے اور اگر کم ہو تو یہ نقصان بائع کے مال میں ہوگا پہلے مشتری کے ذمہ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی باندی بیچی پھر بیع سے انکار کیا اور مشتری بیع کا دعویٰ کرتا ہے تو بائع کو اس سے وطی کرنا حلال نہیں ☆

کسی نے ایک گدھا خرید کر قبضہ کیا پھر چار روز کے بعد اس کو لایا اور بائع کو واپس دیا اور بائع نے صریحاً قبول نہ کیا اور بائع اس کو چند روز اپنے کام میں لایا پھر ٹمن دینے سے اور اقالہ قبول کرنے سے انکار کیا تو اس کو یہ اختیار ہوگا یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک باندی بیچی اور مشتری نے اس کے خریدنے سے انکار کیا تو بائع کو اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہے جب تک کہ ترک خصوصیت پر عزم نہ کرے کیونکہ مشتری کے انکار سے بیع صحیح نہیں ہوتی ہے اور اسی طرح اگر کوئی باندی بیچی پھر بیع سے انکار کیا اور مشتری بیع کا دعویٰ کرتا ہے تو بائع کو اس سے وطی کرنا حلال نہیں ہے پھر اگر مشتری نے دعویٰ کرنا چھوڑا اور بائع نے سن لیا کہ اس نے جھگڑا چھوڑ دیا ہے

۱۔ تاکہ دین ہو جائیں ۱۲۔ یعنی بائع نے ٹمن پر اور مشتری نے بیع پر ۱۳۔ یعنی سکہ دار نہیں ہے مثلاً چاندی کا خاصداں وغیرہ ہے ۱۴۔ یعنی حلال دینا ۱۵۔ پھر اگر بائع نے ترک خصوصیت پر عزم کر لیا تو اس کو حلال ہے کہ باندی سے وطی کرے ۱۶۔

تو اس کو طی کرنا حلال ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک غلام بعوض باندی کے خرید کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے آدھا غلام کسی کے ہاتھ بیچا بعد ازاں باندی کی بیع کا اقالہ جائز ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ غلام بیچنے والے کو غلام کی قیمت ادا کرے اور اسی طرح اگر اس نے غلام فروخت نہ کیا لیکن اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس کے عوض کا مال اس نے لے لیا پھر باندی کی بیع کا اقالہ کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو خرید اور ثمن دے دیا اور غلام پر قبضہ نہ کیا پھر بائع نے اس سے ملاقات کے بعد کہا کہ میں نے تجھ کو غلام اور ثمن ہبہ کیا تو یہ کہنا بیع کا توڑنا ہے اور ثمن کا ہبہ کرنا بیع نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک قوم کشتی میں سوار تھی اور اس میں سے کسی شخص سے ان لوگوں نے کشتی میں کچھ اسباب خرید پھر کشتی کے ڈوب جانے کا خوف پیدا ہوا اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ کشتی میں سے کچھ اسباب پھینک دینا چاہیے تاکہ کشتی ہلکی ہو جائے پس اسباب بیچنے والے نے کہا کہ جو شخص تم میں سے اس اسباب کو جو مجھ سے خرید گیا ہے پھینک دے گا تو میں نے بیع کا اقالہ کیا پس انہوں نے پھینک دیا تو اتنا اقالہ صحیح ہو جائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام خرید پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو ثمن ادا کرنے سے پہلے جتنے کو خرید تھا اس سے کم پر بائع کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے اور بائع نے دعویٰ کیا کہ اس نے بیع کا اقالہ کر لیا تو انکار اقالہ کے باب میں مشتری کا قول قسم لے کر معتبر رکھا جائے گا اور اگر یہ صورت ہو کہ بائع دعویٰ کرتا ہو کہ میں نے اس کو مشتری سے ثمن ادا ہونے سے پہلے جتنے کو بیچا تھا اس سے کم پر خریدا ہے اور مشتری اقالہ کا دعویٰ کرتا ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو قسم دلانی جائے گی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ جو شخص بیع کرنے کے واسطے وکیل کیا گیا ہے وہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک اقالہ کرنے کا مالک ہے اور وکیل خرید کی نسبت ثمن الاثمہ سرخی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ وہ اقالہ کرنے کا مالک نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے مؤکل کا اقالہ کرنا بائع اور مشتری کے ساتھ صحیح ہے اور وارث اور وصی کا اقالہ جائز ہے اور موصی لہ کا اقالہ جائز نہیں ہے یہ فتنہ میں لکھا ہے اور کیلی چیزوں میں بدون کیلی کے اقالہ جائز ہے اور اقالہ کا شرط کے ساتھ متعلق کرنا صحیح نہیں ہے مثلاً ایک کپڑا زید کے ہاتھ فروخت کیا اور کہا کہ تو نے اس کو سستا خریدا اور اس نے کہا کہ اگر کوئی زیادہ کا خریدا پائے تو اس کے ہاتھ بیچ ڈالنا پھر اس نے پایا اور زیادہ کو بیچ ڈالا تو دوسری بیع منعقد نہ ہوگی یہ چیز کروری میں لکھا ہے۔

امام اعظم کے نزدیک فاسد شرطوں سے اقالہ باطل نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ فتح ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ جس کا کسی شخص پر معیادی قرض ہے اگر قرض دار سے اس قرض کے عوض کوئی چیز خریدی اور قبضہ کر لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو قرض کی معیاد عود نہ کرے گی اور اگر اس کو بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے اس طرح واپس کیا جو ہرجہ سے فتح ہو تو میعاد عود کرے گی اور قرض کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونوں صورتوں میں عود نہ کرے گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔ ایک بچے اور اپنے مشتری سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ سستی کے ساتھ فروخت کی ہے پس مشتری نے کہا کہ اگر سستی ہو تو اس کو بیچ اور اپنے واسطے نفع اٹھا اور مجھ کو میری اس گائے کا ثمن جو تو نے میرے ہاتھ بچی ہے پہنچا دے پس بائع نے اس کو بیچا اور نفع اٹھایا پس اگر قبضہ سے پہلے ہو یا بعد لیکن مشتری نے اس سے کہا ہو کہ اپنے واسطے بیچ لے تو یہ بیع کا فتح کرنا ہوگا اور نفع بائع کا ہوگا ورنہ بیع کے واسطے وکیل کرنا ہوگا اور نفع مؤکل یعنی مشتری کا ہوگا۔ ایک عورت نے ایک زمین جو اس کے اور اس کے بائع بیٹے کے درمیان مشترک تھی فروخت کی اور بیٹے نے بیع کی اجازت دی پھر اس عورت نے بیع کا اقالہ کیا اور بیٹے نے اقالہ کی اجازت دی پھر دوبارہ اس عورت نے بیٹے کی بلا اجازت فروخت کی تو بیع جائز ہے اور اس کی اجازت پر موقوف نہ ہوگی کیونکہ اقالہ کی وجہ سے بیع عقد کرنے والے کی ملک میں آ جاتی ہے مؤکل اور اجازت دینے والے کی ملک میں نہیں جاتی

ہے۔ تاکہ اگر بعض سونے کے خرید اور بجائے اس کے گہوں دے دے پھر دونوں نے بیع کر لی تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ گہوں طلب کرے اور اگر جید درہموں کے عوض کوئی چیز خریدی اور بجائے ان کے زیوف دے دے اور بائع نے ان سے چشم پوشی کی پھر دونوں نے اقالہ کر لیا تو ہو سکتا ہے کہ مشتری بائع سے جید درہم واپس نہ کر لے۔ ایسی کوئی چیز خریدی کہ جس میں بار برداری اور مشقت ہے اور مشتری اس کو دوسری جگہ لے گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو واپسی کا صرف بائع کے ذمہ ہوگا کسی نے ایک گائے خریدی اور اس پر قبضہ کیا اور بائع نے ثمن پر قبضہ کیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور گائے ہنوز مشتری کے پاس تھی کہ وہ اس کا دودھ دوہتا تھا اور کھاتا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ اس دودھ کی مثل طلب کرے اور اگر مشتری کے پاس ہلاک ہو گئی تو اقالہ باطل ہو جائے گا اور مشتری سے دودھ کی ضمانت ساقط نہ ہوگی بسبب اس کے کہ اقالہ موجود کے حق میں ظاہر ہوا نہ معدوم کے حق میں یہ قیہ میں لکھا ہے۔

اگر کوئی زمین مع اس کی کھیتی کے خریدی اور مشتری نے اس کھیتی کو کاٹ لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو زمین کا اقالہ اس کے حصہ ثمن کے عوض صحیح ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر کھیتی پک جانے کے بعد اقالہ کیا تو جائز نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر ثمن کے درہم کا سکہ ہو گئے پھر دونوں نے اقالہ کیا تو بائع انھیں کا سکہ واپس کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کوئی ایسی زمین خریدی جس میں درخت تھے کہ ان کو مشتری نے کاٹ لیا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کیا تو اقالہ پورے ثمن پر صحیح ہے اور بائع کو درختوں کی قیمت سے کچھ نہ ملے گا اور درخت مشتری کو دے دیے جائیں گے اور یہ حکم اس وقت میں ہے کہ بائع درختوں کے کٹ جانے سے آگاہ ہو اور اگر اقالہ کے وقت آگاہ نہ ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ اقالہ کا اقالہ کرنا جائز ہے لیکن بیع سلم کے اقالہ کا اقالہ ایسا نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر اقالہ کے بعد مشتری کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز اور اگر غیر کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہے اور اگر بائع نے بیع کا اقالہ کیا پھر اس بائع نے اپنے بائع سے اقالہ کیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر اپنے بائع کے ہاتھ بیچ کیا تو بھی جائز ہے کذا فی محیط السرخسی۔

باب چہم: ۵۹

بیع مراہمہ اور تولیہ اور وضعہ کے بیان میں

بیع مراہمہ وہ ہے کہ مثل پہلے ثمن پر کچھ نفع زیادہ لے کر فروخت کرے اور تولیہ وہ بیع ہے کہ مثل پہلے ثمن پر بدوں زیادتی کے فروخت کرے اور وضعہ وہ بیع ہے کہ مثل پہلے ثمن سے کسی قدر نقصان معلوم کے ساتھ فروخت کرے اور یہ سب جائز ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چیز مراہمہ بنی پس اگر ثمن مثلی ہو جیسے کیلی اور وزنی چیز تو بیع جائز ہوگی بشرطیکہ نفع معلوم ہو خواہ وہ نفع ثمن اول کی جنس سے ہو یا نہ ہو اور اگر ثمن مثلی نہ ہو جیسے اسباب پس اگر وہ شے مراہمہ ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جو اس اسباب کا مالک نہیں ہے تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جو اس اسباب کا مالک ہے پس اگر بعض اس اسباب کے جو اس کے ہاتھ میں ہے اور دس کے نفع پر بیچے تو جائز ہے اور اگر وہ یا زودہ کے نفع پر بیچے تو جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ ثمن اسی مجلس میں معلوم ہو جائے تو جائز ہے اور اس کو اختیار حاصل ہوگا پس اگر اس نے بیع اختیار کر لی اور تنہا اس کے ذمہ گیارہ لازم ہوں گے اور اسی طرح اگر وہ شے تولیہ بنی اور مشتری نہیں جانتا کہ کتنے میں اس کو پڑے گی تو جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ ثمن اسی مجلس میں معلوم ہو جائے تو جائز ہے اور اس

۱۔ بائع اگر چار دیواری دار ۱۲۔ ۲۔ مشتری کو ایسا اختیار ہے تھا ۱۳۔ ۳۔ تولیہ واسطے کہ دودھ مثلی چیزوں میں سے ہے ۱۴۔ ۴۔ کا سکہ ہو گئے اسے چلن جائز رہا ۱۵۔ ۵۔ تولیہ یعنی اقالہ قبول کرے ۱۶۔ ۶۔ تولیہ مثل پہلے ثمن قبول یعنی پہلے ثمن کے مثل ثمن پر اور مثل اس واسطے کہا کہ عینہ ۱۷۔ ۷۔ ثمن ہونا ضروری نہیں ہے ۱۸۔ ۸۔ تولیہ یعنی دس کے گیارہ یعنی فی دہائی ایک کا نفع ۱۹۔

کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر کوئی کپڑا دس درہم کو خریدے پھر اس کے عوض ایک دینار اور کپڑا دیا تو اس المال دس ہوگا یہاں تک کہ اگر اس کو مراہضہ فروخت کیا تو دوسرے مشتری کو دس درہم دینے پڑے گے اور اگر ایک کپڑا بعوض دس درہم کے جو اس شہر کے نقد کے برخلاف میں خریدا اور اس کو ایک درہم نفع سے بچا تو دس درہم ویسے ہی ملیں گے جیسے اس نے ادا کیے ہیں اور ایک درہم اس شہر کے نقد میں سے ملے گا اور اگر نفع کو اس المال کی طرف نسبت کیا اور کہا کہ میں تیرے ہاتھ وہ مازوہ کے نفع سے بچتا ہوں تو نفع ثمن کی جنس سے ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بجائے جید درہموں کے زیوف ادا کیے اور بائع نے اس سے چشم پوشی کی تو اس کو یہ جائز ہے کہ جید کے حساب سے نفع لے کر مراہضہ فروخت کرے یہ حاویٰ میں لکھا ہے اور اگر اس نے ثمن کے عوض کوئی اسباب دیا یا رہن دیا اور وہ تلف ہو گیا تو دس درہموں پر نفع لے کر مراہضہ فروخت کرے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ کوئی اسباب مراہضہ فروخت کیا اور اس کو خبر دی کہ میرا اس المال سودینار ہیں پھر مشتری نے اس کو ثمن ادا کرنا چاہا تو اس نے کہا کہ میں نے اس کو شامی دیناروں کے عوض خریدا ہے حالانکہ یہ بیع بغداد میں واقع ہوئی ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کو سوائے نقد بغداد کے دوسرا نہ ملے گا اور اگر وہ اس بات پر گواہ لایا کہ میں نے اس کو شامی دیناروں سے خریدا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور مشتری کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک جنس کے دو کپڑوں کی بیع سلم میں دس درہم دے اور ان دونوں کی جنس اور نوع اور صفت اور گز کی تعداد برابر بیان کر دی ☆

اگر مشتری نے بیع کسی شخص کو بہہ کر دی پھر بہہ سے رجوع کر لیا تو اس کو مراہضہ بچنا جائز ہے اور اسی طرح اگر اس نے فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب یا خیار یا اقالہ کے اس کو واپس مل گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن اگر وہ بیع تمام ہو جائے پھر بسبب میراث یا بہہ کے اس کے پاس واپس آئے تو اس کو مراہضہ بچنا جائز نہیں ہے اور اگر بیع سبب ایسی ہو جو ناپی یا تولی یا گئی جاتی ہے بشرطیکہ اعداد میں تفاوت نہ ہو تو مشتری کو اس میں سے تھوڑی بچنا جائز ہے اور اگر وہ بیع پوری مختلف ہو یا اعداد میں تفاوت ہو کہ بعض بڑی اور بعض چھوٹی ہو پس اگر مراہضہ بعض کو غیر منقسم فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر معین کر کے فروخت کیا پس اگر ثمن اکٹھا ہو تو جائز نہیں اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا گیا تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس ثمن پر جو بیان ہوا ہے نفع لے کر مراہضہ بیع سکتا ہے یہ حاویٰ میں لکھا ہے اگر ایک جنس کے دو کپڑوں کی بیع سلم میں دس درہم دے اور ان دونوں کی جنس اور نوع اور صفت اور گز کی تعداد برابر بیان کر دی اور وقت کے آنے پر ان دونوں پر قبضہ کر لیا پھر ان دونوں کو پانچ پر نفع سے بچنا چاہا تو تا وقتیکہ بیان نہ کر دے مکروہ ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مکروہ نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر ایک کپڑا خریدا اور اس کا آدھا جل گیا تو یہ جائز نہیں کہ باقی آدھے کو آدھے ثمن پر مراہضہ فروخت کرے اگرچہ باقی کپڑا اعتبار گزروں کے آدھا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

غلام کے غصب کرنے والے پر اگر وہ قیمت ادا کرنے کا حکم قاضی کی طرف سے دیا جائے کہ جو بھاگنے کے وقت غلام کی قیمت تھی پھر وہ بھاگنے سے لوٹ آئے تو غاصب کو جائز ہے کہ مراہضہ اس قیمت پر فروخت کرے جو اس نے ڈانڈ دی ہے مکروہ کہے گا کہ یہ غلام مجھ کو اتنے میں پڑا ہے ایسے ہی اگر ایک غلام شراب کے عوض خریدا اور اس پر قبضہ کیا پھر وہ بھاگ گیا اور قاضی نے اس پر حکم کیا کہ

- ۱۔ جو کہ ثمن کے برابر تھا ۱۲۔ ۲۔ یہاں تک کہ مشتری کے ذمہ سے بائع کا قرضہ ساقط ہو گیا ۱۳۔ ۳۔ ثمن پر درہم ہوں یا دینار ہوں ۱۴۔ ۴۔ بیع مراہضہ ۱۵۔ ۵۔ خواہ شامی ہو یا کوئی اور ہو ۱۶۔ ۶۔ چاہے خریدے یا ترک کرے ۱۷۔ ۷۔ قریب قریب برابر ہوں ۱۸۔ ۸۔ ہر ایک بظاہر پانچ درہم تک ہوتا ہے اگرچہ تصریح نہیں ہے ۱۹۔ ۹۔ جو مدت بیع سلم کے آنے کی ٹھہری ہے ۱۲۔

بائع کو قیمت ادا کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو ایک کپڑا کچھ عوض لینے کی شرط پر بہہ کیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مال صلح کے مانند اس کو مراہضہ بیچنا جائز نہیں ہے لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر عوض مثل بہہ کی قیمت کے ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ یوں کہے کہ مجھے یہ مال اتنے میں پڑا ہے اور یہ نہ کہنا چاہے کہ میں نے اس کو خریدا ہے کسی کو ایک غلام میراث میں ملا اور اس نے اس کو ایک ہزار دھرم کو بیچا پھر دونوں نے باہم قبضہ کر لینے کے بعد یا پہلے بیچ کا اقالہ کر لیا اور اس کو مراہضہ بیچنا چاہا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مختوم گیسوں دو مختوم جو کے عوض جو غیر معین تھے فروخت کیے اور دونوں نے قبضہ کر لیا تو گیسوں کو مراہضہ بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے اور ایسے ہی ہر کیلی اور روزنی چیزوں کی ایک قسم کو دوسری قسم کے ساتھ بیچنے کا یہی حکم ہے اور اگر گیسوں کی ایک قفیز کو دو قفیز جو کے عوض جو غیر معین ہیں خریدا پھر گیسوں کو چوتھائی گیسوں کے نفع سے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ایک چاندی کا کنگن خریدا پھر اس کو ایک درہم کے نفع سے بیچا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دو کپڑوں کو خریدا اور ہر ایک کا ثمن بیان نہ کیا تو ایک کو مراہضہ بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر ہر ایک کا ثمن علیحدہ بیان کیا تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ناجائز ہے اور اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور اس کا ثمن بہت گراں دیا پھر اسی ثمن پر اس کو مراہضہ فروخت کیا تو جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر ایسی زیادتی اس نے کر دی ہے کہ جتنا ٹوٹا لوگ نہیں اٹھاتے ہیں تو میں اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ اس کو مراہضہ فروخت کرے تا وقتیکہ بیان نہ کر دے کہ میں نے ثمن گراں دیا ہے۔ اگر وہ مخصوص نے کیلی یا روزنی چیز یا ایسی گنتی کی چیز جو باہم قریب قریب ہیں خریدی اور اس کو تقسیم کر لیا تو ہر ایک کو اپنا حصہ مراہضہ بیچنا جائز ہے اور اگر کپڑا یا اس کے مانند کوئی چیز ہو اور اس کو وزن نے تقسیم کر لیا اور ہر ایک کو اپنا حصہ مراہضہ بیچنا جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر درہموں کے عوض دینار خریدے اور دیناروں کو مراہضہ بیچنا چاہا تو جائز نہیں ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی اسباب خریدا اور اس کے ثمن سے زیادہ اس پر رقم ڈال دی اور اس کو اس رقم پر مراہضہ بیچا تو جائز ہے مگر یہ نہ کہے کہ مجھ کو اتنے میں پڑا ہے اور ایسے ہی اگر کسی چیز کو میراث میں پایا یا اس کو بہہ میں ملی اور اس پر رقم ڈال کر مراہضہ بیچا تو بھی جائز ہے اور یہ سب اس وقت میں جائز ہوگا کہ بائع اپنے نزدیک یہ جانتا ہو کہ مشتری جانتا ہے کہ رقم سوائے ثمن کے ہوتا ہے اور اگر یہ جانتا ہے کہ مشتری کے علم میں ثمن اور رقم برابر ہیں تو ایسا کرنا خیانت ہوگا پس مشتری کو اختیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر آدھا غلام سود رہم کو خریدا پھر باقی آدھا دو سود رہم کو خریدا تو اس کو اختیار ہے کہ جس آدمے کو چاہے اس کے ثمن پر مراہضہ فروخت کرے اور اگر چاہے تو سب کو تین سود رہم پر مراہضہ فروخت کرے یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔ اس المال میں دھولائی اور رنگائی اور نقش کرائی کی مزدوری اور بننے کی مزدوری اور بکریاں ہانکنے کی مزدوری اور جمالی ملانا جائز ہے اور اصل یہ ہے کہ تاجروں کا عرف بیع مراہضہ میں مستبر ہے پس جن چیزوں کا اس المال میں ملانا ان کے عرف میں ہوگا وہ ملائی جائیں گی ورنہ نہیں ملائی جائیں گی یہ کافی میں لکھا ہے۔

جو کچھ اس شخص نے سفر میں اپنی ذات پر خرچ کیا ہے کھانے اور کرایہ وغیرہ سے وہ اس میں نہ ملائے کیونکہ اس میں عرف کا نہ ہونا ظاہر ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ چرواہے کی اجرت اور غلام کو کوئی بہر سکھلانے یا قرآن پڑھانے یا علم پڑھانے یا شاعری سکھانے کی اجرت یا مال کے حفاظت سے رکھنے کے مکان کا کرایہ اس المال میں نہ ملائے اور اسی طرح غلاموں کے محافظ یا تاج کے محافظ کی اجرت

۱۔ کیونکہ بہہ بشرط عوض مثل بیع کے ہے حتیٰ کہ حق شفعہ ثابت ہوتا ہے ۱۲۔ ۲۔ قال المحرر جم اس کلام سے مراد ہے کہ اتنے دام کوئی اندازہ کرنے والا اندازہ نہیں کرتا ہے اور یہی مراد ہر جگہ ہے جیسا کہ مترجم نے مقدمہ میں تبہہ کر دی ہے ۱۳۔

بھی نہ ملا دے گا اور ایسے ہی طبیب کی اجرت اور رافض اور بیطار کی اجرت اور آہن کی مزدوری اور خادموں کی اجرت اور جرم کا جرمانہ اور جو اس سے راہ میں قلم سے لیا گیا اس المال میں نہ ملائے مگر اس صورت میں کہ ان کے ملانے کی عادت جاری ہو یہ نہر الفائق میں ہے اور پچھنے لگانے والے کی اجرت نہ ملائے اور اناج کے ٹھن میں پکانہ کرنے والوں کی اجرت نہ بڑھادے یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔

ظاہر الروایت میں دلال کی اجرت بڑھادے گا اور چوپاؤں کی بیج میں جمبولوں یا اس کے مانند چیزوں کا ٹھن نہ ملا دے اور غلام کی بیج میں کھانے اور کپڑے کا خرچ ملا دے مگر وہ نہ ملائے جو اسراف اور زیادتی ہو اور چوپاؤں کے چارہ کے دام ملائے لیکن اگر کوئی چیز ان سے مثل دودھ یا صوف یا روغن کے پیدا ہو کر اس کو مل گئی ہو تو بقدر اس کی قیمت کے ساقط کرے اور جو زیادہ ہو اس کو ملا دے بخلاف اس صورت کے کہ اگر اس نے چوپایہ یا غلام یا گھر کو اجرت پر دیا اور اس کی اجرت لے لی تو باوجود اس کے جو کچھ اس نے ان چیزوں پر خرچ کیا ہے وہ اس المال میں ملا کر مراہجہ فروخت کرے گا کیونکہ اجرت ان کی ذات سے نہیں پیدا ہوئی ہے ایسے ہی مرغی کے انڈوں کو حساب کرے گا اور جو اس سے زیادہ خرچ کیا ہو گا اس کو ملا دے گا اور گچ کرانے اور کھگل لگانے اور کنواں کھودانے کی اجرت جب تک یہ چیزیں گھر کے اندر باقی ہوں اس المال میں ملائے گا پس اگر یہ چیزیں زائل ہو جائے تو نہیں ملا دے گا اور ایسے ہی کھیتی اور انگور کو پینچنے کی اجرت اور اس کے پیراستہ کرانے کی اجرت بھی ملا دے گا اور اگر کپڑا اپنے آپ دھویا یا خود کھگل لگائی یا ایسے ہی اعمال خود کیے تو کچھ نہ ملا دے گا یا اگر ایسے کام کسی نے احسان کے طور پر معاف کر دے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ نہر کھودنے اور کارنیر بنانے اور پانی کا باندھ بنانے اور جو تنے اور درخت لگانے میں جو خرچ ہو وہ ان چیزوں کے باقی رہنے تک ملا دے گا اور ایسے ہی پھل چھاڑنے والے اور میوہ پھنے والے کی اجرت بھی ملا دے اور ان کی حفاظت کرنے والے کی اجرت نہ ملا دے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

اگر کوئی بکری خریدی اور اس کے ذبح کرنے اور کھال کھینچنے اور نمک دینے کے واسطے کوئی مزدور کیا تو ان سب کی اجرت اس المال میں ملا دے گا اور ایسے ہی اگر تاجینا خرید اور اس کے برتن بنانے والے کو اجرت پر مقرر کیا تو اس کو بھی حساب کرنے اور ایسے ہی لکڑی کی صورت میں دروازہ بنانے کے واسطے بڑھی کی اجرت بھی ملا دے اور ایسے ہی اگر لکڑی خریدی اور اس کا کوئلہ کیا تو آگ روشن کرنے والے اور بجھتی بنانے والے اور کوئلہ نکالنے والے کی اجرت اس المال میں ملا دے ایسا ہی محیط میں لکھا ہے۔ اگر غلام کا نکاح کر دیا تو اس کا مہر اس المال میں نہ ملا دے اور اگر باندی کا نکاح کر دیا تو اس کا مال میں سے مہر کم نہ کرے اگر موتی خریدے اور اس میں سوراخ کرائے تو اس کی اجرت ملا لے اور یا قوت کی صورت میں اگر چھید کرانا اس کو ناقص کرتا ہو تو چھید کرانی کی مزدوری نہ ملائے اگر چھید کرانے سے اس کی قیمت بڑھتی ہو یا چھید کرانا ضروری ہو تو ملائے اگر ابرا اور استر خرید اور دونوں کا جبہ بنایا اور اس میں ایسی روئی بھری جو اس کو دراشت یا بہ میں ملی ہے تو ڈھلائی اور سلائی کو ٹھن میں ملائے اور اگر کپڑا اس کو دراشت میں ملا اور اس کے نیچے ایسا پوتین لگایا کہ جس کو اس نے خریدا ہے یا پوتین میراث میں اور دوسرا میراث ملا ہو اور ابرا اس نے خریدا تو پوتین کا ٹھن اور سلائی اس المال میں ملا دے اور اگر دو کپڑے سے کد ایک خریدا ہو میں ملا ہو پھر دونوں کو مراہجہ بیجا اور کہا کہ دونوں مجھ کو دس درہم میں پڑے ہیں تو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ میراث کا کپڑا اس نے کسی چیز کے عوض نہیں خریدا ہے اور اگر اس نے اس میراث کے کپڑے کو ایک درہم خرچ کر کے عصہ سے رنگایا پھر دونوں کو مراہجہ فروخت کیا اور کہا کہ مجھ کو دس درہم میں پڑے ہیں تو جائز ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

اگر بیع میں کچھ عیب تھا اور اس کو مشتری سے پوشیدہ کیا پھر جب مشتری نے اس کو دیکھا تو اس پر راضی

ہو گیا تو اس کو مراعتنا بیچنا جائز ہے ☆

اگر بائع نے بیع مراعت میں خیانت کی تو مشتری کو خیار حاصل ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے ورنہ ترک کر دے اور اگر بیع تولیہ میں اس نے خیانت کی تو ثمن میں سے کم کر دے گا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور خیانت کی صورت میں اگر بیع واپس کرنے سے پہلے تلف ہوگئی یا اس میں کوئی ایسی چیز پیدا ہوگئی کہ جس سے فسخ ممنوع ہوتا ہے اور یہ خیانت ظاہر ہونے کے وقت ہوا تو مشتری کو پورے ثمن پر لازم ہوگی اور اس کا خیار امام اعظمؒ کے نزدیک باطل ہو جائے گا اور یہی امام محمدؒ کا مشہور قول ہے یہ کافی میں لکھا ہے اگر بیع میں کچھ عیب تھا اور اس کو مشتری سے پوشیدہ کیا پھر جنب مشتری نے اس کو دیکھا تو اس پر راضی ہو گیا تو اس کو مراعت بیچنا جائز ہے اور ایسے ہی اگر اس کو مراعت خرید کیا پھر اس کو اس کا مالک لے آیا تو اس کو اختیار ہے کہ جتنے کو لیا ہے اس پر نفع لے کر مراعت فروخت کرے یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر بیع میں بائع کے پاس یا مشتری کے پاس آسانی آفت سے یا مشتری کے فضل سے یا خود بیع کے فعل سے کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اس کو مراعت پورے ثمن پر بدون بیان کرنے کے ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک بیچنا جائز ہے اور اگر بائع کے فضل یا اجنبی کے فضل سے اس میں کچھ عیب پیدا ہوا تو جب تک بیان نہ کرے اس کو مراعت بیچنا جائز نہیں ہے اور ایسے ہی اگر بیع میں کچھ زیادتی پیدا ہوئی جیسے پھل یا بچہ یا صوف اور وہ اس کے پاس موجود ہے پھر اس کے فضل سے یا اجنبی کے فضل سے تلف ہوگئی تو بدون بیان کرنے کے اس کو مراعت بیچنا جائز نہیں ہے اور اگر آسانی آفت سے تلف ہوئی تو بدون بیان کے مراعت بیچنا جائز ہے اور اگر کوئی شبہ باندی خریدی اور اس سے وٹلی کی تو بدون بیان کرنے کے اس کو بیچنا جائز ہے اور اگر باکرہ ہو تو بدون بیان کرنے کے اس کو مراعت بیچنا جائز نہیں ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اس کو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ نے جلادیا تو بلا بیان اس کو مراعت بیچ سکتا ہے اور اگر اس کے کھولنے یا پٹینے میں مسک کر نقصان آئے تو اس کو بیان کرنا لازم ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی داریازمین کو کرایہ پر چلایا بدون اس کے کہ اس میں کچھ نقصان آئے تو اس کو جائز ہے کہ بدون بیان کے مراعت فروخت کرے اور اگر کوئی شے ادھا خریدی تو بدون بیان کرنے کے اس کو مراعت فروخت نہ کرے اور یہ حکم ایسی معیاد میں ہے کہ جس کی شرط لگائی ہو اور اگر شرط نہ لگائی گئی ہو لیکن اس کی رسم تاجروں کے درمیان جاری ہو جیسے کہ اکثر بیع میں شے کو فروخت کر کے اس کے ثمن کا ایک بارگی مطالبہ نہیں کرتا ہے بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہر مہینہ یا ہر دن میں بائع لے لیتا ہے تو ایسی صورت میں اکثر مشائخ کے نزدیک بیان کرنا ضروری نہیں ہے پھر جو مدت کہ شرط کی گئی ہو اگر ایسی صورت میں بدون بیان کے فروخت کیا اور مشتری اس سے آگاہ ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو رضامند ہو کر اس کو لے لے ورنہ واپس کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ پس اگر مشتری نے بیع کو تلف کر دیا یا خود تلف ہوگئی پھر مدت کی شرط سے آگاہ ہوا تو بیع لازم ہو جائے گی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے قرضہ کے عوض قرض دار سے کوئی چیز خریدی حالانکہ دوسرے سے ان داموں کو نہ لیتا تو اس کو مراعت بیچنا بدون بیان کے جائز نہیں ہے اور اگر دوسرے سے بھی ان داموں کو لے لیتا تو مراعت بیچ سکتا ہے خواہ لفظ خرید کے ساتھ لی ہو یا لفظ صلح کے ساتھ اور ظاہر الروایت کے موافق صلح اور خرید میں فرق ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ ہر جگہ بیان کرنا واجب تھا اور بائع نے بیان نہ کیا جب مشتری اس سے آگاہ ہو تو اس کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو پورے ثمن میں بیع تمام کرے ورنہ بیع واپس کر دے پس اگر بیع اس کے پاس موجود نہ ہو تو اس کو پورا ثمن دینا پڑے گا اور خیار نہ ہوگا یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔

اگر بائع نے تھوڑا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو مشتری باقی ثمن پر مراعت فروخت کرے گا اور اس طرح اگر بیچنے کے بعد اس نے کم

کر دیا تو مشتری دوسرے مشتری سے بھی اس کو مع حصہ^۱ نفع کے کم کر دے گا اور اگر بائع نے بیع مراعت سے اس کو بیع تولیہ کر دیا تو دوسرے مشتری سے بھی ایسا ہی کیا جائے گا اور اگر مشتری نے ثمن میں زیادہ کر دیا تو اس کو اصل اور زیادتی دونوں پر مراعت بیچے گا اور یہ مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے اگر کوئی کپڑا خریدا کہ اس کا ثمن نہیں ادا کیا ہے پھر اس کو نفع سے فروخت کیا تو جائز ہے پس اگر اس کے بعد اس کو ایک مہینہ کی مہلت دی گئی تو اس پر واجب نہیں ہے کہ اپنے مشتری کو بھی ثمن ادا کرنے میں مہلت دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مشتری کو پورا ثمن ہبہ کر دیا گیا تو جتنے کو خریدا تھا اس پر مراعت بیچنا جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا اور اس کو نفع سے بیچا پھر اس کو خریدا پس اگر مراعت بیچنا چاہے تو جو نفع اٹھا ہے اس کو ساقط کرے اور اگر پورے ثمن کا احاطہ کر لیا تو مراعت فروخت نہ کرے اور یہ امام اعظم کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اخیر ثمن پر مراعت بیچ سکتا ہے۔ اگر کوئی کپڑا دس درہم کو خریدا پھر اس کو پندرہ درہم کو بیچا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر اس کو دس درہم میں خریدا تو اس کو پانچ درہم پر مراعت فروخت کرے اور کہے کہ مجھ کو پانچ درہم میں پڑا ہے اور یہ نہ کہے کہ میں نے پانچ درہم میں خریدا ہے اور اگر اس کو دس درہم میں خریدا اور دس درہم میں بیچا پھر اس کو دس درہم میں خریدا تو اس کو مراعت سے بیچنا جائز نہیں ہے ایک غلام نے کہا کہ جس کو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اس پر اتنا قرض تھا کہ جو اس غلام کی قیمت کو محیط ہے اس نے ایک کپڑا دس درہم کو خریدا اور اپنے مالک کے ہاتھ پندرہ درہم کو بیچا تو اس کا مالک دس درہم پر مراعت فروخت کرے گا اگر اس کے مالک نے دس درہم کو خریدا اور غلام کے ہاتھ پندرہ درہم کو بیچا تو وہ غلام دس درہم پر نفع سے فروخت کرے گا اور مکاتب کا حکم بھی اسی غلام کے مانند ہے اور اگر اس کے مالک نے یہ بیان کر دیا کہ میں نے اس کو اپنے مکاتب یا قرض دار غلام سے کہ جس کو میں نے تجارت کی اجازت دی تھی خریدا ہے تو اس کو پندرہ درہم پر مراعت بیچنا جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر رب المال نے اپنے مضارب سے مال مضارب بت خریدا تو اس کے حصہ نفع کے اوپر اس کو مراعت بیچنا جائز ہے ایسا ہی اگر ایسے شخص سے خریدا جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں ہے تو بھی امام اعظم کے نزدیک یہی حکم ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

اگر ایسے شریک سے جس کو شرکت عمان ہے کوئی چیز خریدی تو اس کو مراعت بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ وہ شے خاص شریک کی ہو اور اس کو اپنے واسطے خریدا ہو اور اگر وہ شے شرکت کی ہو اور اس کو خاص اپنے واسطے خریدا ہو تو اس کو جائز ہے کہ شریک کے حصہ کو خرید پر مراعت سے فروخت کرے اور اپنا ذاتی حصہ پہلے ثمن پر مراعت سے فروخت کرے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو خریدا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر اس کو ایک ہزار ایک سو درہم پر مراعت سے فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر دوسرے مشتری کو معلوم ہوا کہ پہلی خرید ایک ہزار درہم پر تھی اور اس نے جھگڑا کیا اور اس بات پر گواہ پیش کیے پس بائع نے کہا کہ پہلے میں نے اس کو ایک ہزار درہم میں خریدا تھا پھر اس کو بائع کو ہبہ کر دیا پھر ایک ہزار ایک سو درہم میں خریدا ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی پس اگر اس نے مشتری کے علم پر قسم طلب کی اور کہا کہ ہبہ کے وقت اور ایک ہزار ایک سو کی خرید کے وقت یہ حاضر تھا تو اس سے اس کی آگاہی پر قسم لے جائے گی اور اگر مشتری اول نے یہ دعویٰ نہ کیا بلکہ کہا کہ یہ سو درہم زائد میں نے اس کے کھانے اور بار برداری میں جہاں سے خریدا تھا یہاں تک لانے میں خرچ کیے ہیں اگر اس نے مراعت فروخت کرتے وقت یہ کہا تھا کہ مجھ کو اتنے میں پڑا ہے تو اس کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور اگر یہ کہا تھا کہ میں نے اس کو ایک ہزار ایک سو کو خریدا ہے تو اس کا قول اس باب میں کہ یہ ایک سو درہم خرچ پڑے ہیں مقبول نہ ہوگا کسی نے ایک کپڑا پندرہ درہم کو خریدا اور ثمن ادا کر دیا پھر اس کو وہ یازدہ کے نفع پر فروخت کیا اور خبر دی

۱۔ نفع میں سے جتنا حصہ پڑے میں پڑے ۱۲۔ ۲۔ قولہ وہ یازدہ مراد یہ ہے کہ ہر دس درہم کی چیز گیارہ درہم کو ہی حساب سے پس اگر وہ چیز سو درہم کی ہو تو ایک سو دس درہم پر مراعت میں پڑے گی اور اسی طرح اگر صاف کہہ دیا کہ ہر دس درہم پر ایک درہم نفع لوں گا تو یہ بھی اسی کے مانند ہے ۱۲۔

کہ مجھ کو دس درہم میں پڑا ہے پھر دس درہم اور اس کا نفع لے لیا پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے غلطی کی مجھ کو پندرہ درہم میں پڑا ہے اور مشتری نے اس کو جھٹلایا تو اس راس المال کے دعویٰ میں بائع کی دلیل مقبول نہ ہوگی اور اگر مشتری نے اس کی تصدیق کی تو اس سے کہا جائے گا کہ ساڑھے پانچ درہم ادا کرے یا جمع کو واپس کرے اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری سے زیادتی نہ لی جائے گی صرف بائع سے کہا جائے گا کہ اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر کے کپڑا لے لے اور جو تو نے لیا ہے واپس کر دے اور اگر چاہے تو اتنے داموں میں جو تجھ کو ملے جمع کو سپرد کر دے کہ اس سے زیادہ نہ دیے جائیں گے اور اگر مشتری نے کہا کہ تو نے پانچ درہم میں خریدا اور خیانت کر کے اپنا راس المال دس درہم بتلایا اور اس پر اس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک بائع پر قسم نہ آئے گی اور اگر بائع نے اقرار کیا کہ میرا راس المال پانچ درہم ہیں یا اس پر گواہ قائم کئے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واپس کیا جائے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں بلکہ اگر مشتری چاہے تو جمع واپس کرے ورنہ جو ثمن ادا کیا ہے اس کے عوض لے لے اور اگر ان دونوں مسئلوں میں بیع تولیہ واقع ہوئی ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زیادتی اور نقصان میں دونوں ایک دوسرے سے واپس لیں گے اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا نقصان کی صورت میں ہے اور ایسے ہی ان کے قول کا قیاس زیادتی میں ہے اور اس طرح اگر اس کپڑے کو دس درہم پر ایک درہم کے نفع سے خریدا تو سب صورتوں میں اس کا حکم وہ یا زدہ کا حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے وہ یا زدہ کے نفع سے یا جو اس کے مانند ہے فروخت کیا پس مشتری ثمن سے آگاہ ہونے کے وقت اگر چاہے گا تو اس کو لے گا ورنہ ترک کرے گا اور اگر عقد بیع واقع ہونے سے پہلے ثمن سے آگاہ ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اگر کسی نے ایک کپڑا پانچ درہم کو خریدا اور دوسرے نے چھ درہم کو دوسرا خریدا پھر دونوں نے دونوں کپڑے ایک ہی صفحہ میں نفع یا نقصان سے فروخت کیے تو ان دونوں نے راس المال کے حساب سے ثمن دونوں میں تقسیم ہوگا یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر ایک کپڑا جو دس کی مالیت تھا دس درہم میں خریدا اور دوسرے نے ایک کپڑا جو بیس کی مالیت تھا دس میں خریدا اور اس کو حکم کیا کہ اپنے کپڑے کے ساتھ فروخت کر دے پس اس نے بیچتے وقت مشتری سے کہا کہ دونوں مجھے بیس میں پڑے ہیں اور میں تیرے ہاتھ ان کو دس درہم کے نفع سے بیچتا ہوں پس اس نے دونوں کو خریدا کر قبضہ میں لیا اور حکم دینے والے کے کپڑے میں عیب پا کر واپس کرنا چاہا اور کہا کہ میں نے دونوں کو ایک صفحہ میں بیس درہم کو خریدا ہے اور ثمن اور نفع کے تین ٹکڑے ہو کر یہ کپڑا دو ٹکٹ ثمن پر واپس کرنا ہوں اور بائع نے کہا کہ دو صفحہ میں بیچ ہوئی پس آدھے میں واپس کر تو مشتری کا قول اُس کی قسم سے معتبر ہوگا کہ قسم کھائے گا کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ ایسا ہے جیسا بائع کہتا ہے اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ تو مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اور بائع سے دو ٹکٹ ثمن واپس کر لے گا اور مامور اپنے حکم دینے والے سے پندرہ درہم لے گا اور پانچ درہم دے گا اور اگر مشتری نے دو صفحوں کا دعویٰ کیا اور بائع نے ایک صفحہ کا تو بائع کا قول لیا جائے گا اور مشتری کے گواہ یہ کافی ہیں لکھا ہے پس اگر مشتری نے بائع مامور کے کپڑے میں عیب پا کر واپس کیا تو دس (۱۰) درہم میں واپس کرے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مشتری کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر حکم دینے والے کے کپڑے میں عیب پایا تو اُس کو پندرہ درہم میں واپس کرے کیونکہ مشتری نے اصل میں پندرہ درہم کا دعویٰ کیا ہے اور بائع نے پانچ درہم زائد کا اقرار کیا ہے پس اگر چاہے تو تصدیق کر کے اُس سے لے لے ورنہ چھوڑ دے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ بائع کو اپنے اقرار پر اصرار ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو یہ پانچ درہم نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

۱۔ قولہ ثمن یعنی وہ یا زدہ کے حساب سے کل ثمن کس قدر ہوا ۱۲۱۔ قولہ حکم دینے والے یعنی جس نے فروخت کا حکم دیا جس کا کپڑا بیس درہم جتنی

کسی نے کوئی چیز جتنے میں اُس کو پڑی ہے دوسرے کو بطریق تویہ دے دی اور مشتری کو نہ معلوم ہوا کہ کتنے کو اُس کو پڑی ہے تو بیع فاسد ہے پس اگر بائع نے اُس مجلس میں اُس کو آگاہ کیا تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُس کو لے ورنہ چھوڑ دے یہ کافی میں لکھا ہے اگر کوئی کپڑا دس (۱۰) درہم کو خریدے پھر اُس کو وہ یا زدہ کی کمی سے بیچ ڈالا تو اس المال کے ہر درہم کے گیارہ جزء کیے جائیں گے پس سب ایک سو دس (۱۱۰) جزء ہوں گے پھر اُس میں سے گیارہ کا ایک جزء کم کیا جائے گا اور وہ دس (۱۰) درہم ہوئے اور اسی طور پر یہ حکم سب صورتوں میں جاری کیا جاتا ہے مثلاً اگر وہ دوازدہ کی کمی سے بیچا تو ہر درہم کے بارہ حصہ کیے جائیں گے پس کل ایک سو بیس (۱۲۰) حصہ ہوئے اور اُس میں سے بیس (۲۰) ساقط ہو جائیں گے کذا فی المحیط۔

باب بندر حق (۶):

استحقاق کے بیان میں

بیع کا حقدار پیدا ہونے سے پہلے عقد حقدار کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اور ظاہر الروایت کے موافق اُس کا ٹوٹ جانا اور فسخ ہو جانا واجب نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اس باب میں اختلاف ہے کہ بیع کب فسخ ہو جاتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ جب تک بائع سے ثمن واپس نہ کرے فسخ نہیں ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر مستحق نے قاضی سے حکم پانے کے بعد یا قبضہ کے بعد پہلے اس سے کہ مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس کرے بیع کی اجازت دی تو صحیح ہوگی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر بیع ایک شے ہو جیسے ایک کپڑا یا ایک غلام اور قبضہ سے پہلے یا بعد کو اُس کے کٹے کا کوئی حقدار پیدا ہو تو مشتری کو باقی میں خیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُس کے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر بیع دو چیزیں ہیں جیسے وہ غلام یا دو کپڑے اور دونوں کے قبضہ سے پہلے ایک کا کوئی حقدار نکلا یا ایک کے قبضہ کے بعد دوسرے کا حقدار پیدا ہو تو مشتری کو دوسرے میں خیار حاصل ہوگا اور اگر دونوں کے قبضہ کے بعد کوئی حقدار نکلا تو اُس کو دوسری میں خیار نہ ہوگا اگرچہ صفحہ جدا ہو گیا اور اگر بیع کیلی یا زنی چیز ہو اور قبضہ سے پہلے اُس میں بعض کا کوئی مستحق ہو تو مشتری کو باقی میں خیار ہوگا اور قبضہ سے بعد اُس کے بعض کے حقدار ہونے میں امام اعظمؒ سے دو روایتیں آئیں ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی کے پاس ثمن قفیز گے ہوں ہیں کہ اُس میں ایک قفیز ایک کے ہاتھ پھر دوسرا دوسرے کے ہاتھ پھر تیسرا تیسرے کے ہاتھ فروخت کر کے سب کو تینوں قفیوئیں ناپ دیں پھر سب میں سے ایک قفیز کا کوئی حق دار پیدا ہو تو وہ تیسرا قفیز لے گا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اگر بیع یا مفسوب کے بکنے یا غصب ہونے کے وقت سے کوئی حق دار نکلا تو مشتری اپنا ثمن واپس کر لے اور غاصب بری ہو گیا اگر کسی نے ایک کپڑا خریدا یا غصب کر کے اُس کی قمیض سلانی یا گیہوں خرید کر پٹائے یا بکری خرید کر اُس کو بھونا (حلال کر کے) پھر اُس کا کوئی حقدار نکلا تو مشتری ثمن واپس نہیں کر سکتا ہے اور غاصب بری نہ ہوگا بلکہ مالک اُس سے ضمان لے سکتا ہے اور اگر نہ سلایا یا نہ بھونا تو مشتری واپس کر سکتا ہے اور غاصب بری ہوگا اور اگر مستحق دلیل لایا کہ اس کا سر میرا ہے اور دوسرا دلیل لایا کہ اس کا گوشت میرا ہے اور تیسرا کہ اس کی کھال میری ہے تو بھی بائع سے ثمن نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر ایک کپڑا خریدا اور اُس کو نہ سلایا اور ایک شخص اس بات پر دلیل لایا کہ آستینیں میری ہیں اور دوسرا اس بات پر کہ کلیاں میری ہیں اور تیسرا اس بات پر کہ باقی میرا ہے تو بھی مشتری بائع سے ثمن واپس نہیں کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

۱۔ قولہ وہ دوازدہ یعنی بارہ کی چیز دس (۱۰) کو گھٹی کے ساتھ ۱۲۔ ۲۔ قولہ دو روایتیں یعنی ایک روایت کے موافق باقی واپس کرنے میں مختار ہے اور دوسری روایت میں نہیں بلکہ اس کے حصہ ثمن میں لینا واجب ہے ۱۳۔

اگر غلام کے مستحق نے قبل اس کے کہ غلام دلانے کا اُس کے واسطے حکم دیا جائے بیع کی اجازت دی تو

امام اعظم علیہ السلام کے نزدیک بیع اور ہبہ دونوں جائز ہیں ☆

اگر قبضہ سے پہلے بیع کا حقدار نکلا اور بائع اور مشتری دونوں نے دعویٰ کیا کہ بائع نے اس کو مستحق سے خرید اور قبضہ کر لیا پھر مشتری کے ہاتھ بیچا ہے تو ان دونوں کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر بائع نے گواہ نہ پائے تو قاضی دونوں کے درمیان بیع توڑ دے گا اور بائع مشتری کو ثمن واپس کر دے گا پھر اگر بائع نے گواہ پائے تو قاضی کا توڑا ہوا پھر نہ ٹوٹے گا ہاں اگر استحقاق بیع پر قبضہ کرنے کے بعد ہو تو اُس کو توڑ دے گا اور بیع مشتری اخیر کے ذمہ پڑے گی اور اگر بدوں حکم قاضی کے دونوں نے بیع توڑ دی تھی بلا طور کہ مشتری نے اُس سے ثمن مانگا اور اُس نے دے دیا تو اُن کا توڑنا کسی حال میں مرتفع نہ ہوگا اور اگر مشتری نے بدوں بائع کی رضامندی کے بیع توڑی تو نہ ٹوٹے گی تا وقتیکہ قاضی نہ توڑے یہ فتاویٰ میں لکھا ہے منتهی میں مذکور ہے کہ کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو خرید اور قبضہ سے پہلے یا بعد بائع نے ثمن مشتری کو ہبہ کیا پھر غلام کا کوئی حقدار نکلا تو مشتری کو بائع سے ثمن لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر غلام کے مستحق نے قبل اس کے کہ غلام دلانے کا اُس کے واسطے حکم دیا جائے بیع کی اجازت دی تو امام اعظم کے نزدیک بیع اور ہبہ دونوں جائز ہیں اگر ہبہ ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے ہو تو بائع اُس کے غلام کے مالک کو ضمان دے اور قبضہ کرنے کے بعد ہبہ جائز نہیں ہے پس مشتری کو ادا کرے گا اور وہ غلام کے مثل مالک کا ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

زید نے عمرو سے ایک غلام خرید پھر اُس کو بکر کو ہبہ کر دیا پھر بکر نے خالد کے ہاتھ بیچا پھر خالد کے پاس اُس کا حقدار پیدا ہوا تو زید اپنا ثمن عمرو سے نہیں لے سکتا ہے جب تک کہ خالد اپنا ثمن بکر سے نہ لے اور جب اُس (خالد) نے لے لیا تو وہ بھی (زید) لے لے گا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے زید نے ایک غلام خرید کر قبضہ کیا پھر بکر کو ہبہ یا صدقہ میں دیا پھر خالد نے آکر بکر کے ہاتھ سے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو زید اپنے بائع سے ثمن واپس کر سکتا ہے اور اگر زید نے عمرو سے خرید اور بکر کے ہاتھ بیچ کر سپرد کر دیا پھر بکر کے پاس سے حقدار نے لے لیا تو امام اعظم کے نزدیک دوسرے مشتری کے ثمن واپس کرنے سے پہلے پہلا مشتری اپنے بائع سے ثمن نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ خریدی ہوئی باندی مشتری کے پاس بچہ جنی جو مشتری کا نہ تھا پھر اُس باندی کا گواہوں سے کوئی حقدار نکلا تو استحقاق میں اس کا بچہ اُس کے تابع ہوگا اور مشتری نے اقرار کیا کہ باندی فلاں شخص کی ہے تو بچہ اُس کے تابع نہ ہوگا اور اگر حقدار کے واسطے اصل شے کا حکم دیا گیا اور زوائد کا حال نہ معلوم ہو تو زوائد قاضی کے حکم میں داخل نہ ہوں گی اور ایسے ہی اگر یہ زیادتی دوسرے کے ہاتھ میں ہو اور غائب ہو تو بھی یہ زوائد قاضی کے زیر حکم نہ داخل ہوں گی یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے کسی مشتری سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے کہ میں غلام ہوں اور اُس نے خرید لیا پس وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر ہو یا اس طرح غائب ہو کہ پہچانا نہ جاسکتا ہے تو اس غلام کے ذمہ کچھ نہ ہوگا اور اگر بائع اس طرح غائب ہو کہ نہیں پہچانا جاسکتا ہے مثلاً اُس کا ٹھکانا نہ معلوم ہو تو مشتری اپنا مال ثمن اُس شخص سے لے گا کہ جس نے اُس سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے کہ میں غلام ہوں پھر یہ شخص اگر قادر ہو تو جو اُس نے مشتری کو واپس دیا ہے اُس شخص سے لے کہ جس نے اُس کو بیچا تھا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے کسی شخص نے ایک دار میں اپنے حق مجہول کا دعویٰ کیا یعنی کسی قدر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے انکار کیا پھر سورد ہم پر صلح کی ان کو مدعی نے لے لیا پھر دار کے نکلے

۱۔ قولہ نہ معلوم یعنی قاضی کو حکم دینے کے وقت یہ ظاہر نہ ہوا کہ یہاں بیع کے ساتھ کچھ زوائد بھی پیدا ہوئے ہیں تو قاضی کے حکم میں فقط اصل چیز داخل ہے اور زوائد داخل نہیں ہیں ۱۲۔ ۲۔ قولہ میں غلام ہوں مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا یہ غلام خرید لے بکر نے اس غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے یا غلام ہے اس نے اقرار کیا کہ میں غلام ہوں مجھے خرید لے ۱۲۔ ۳۔ یعنی ٹھکانا معلوم ہے ۱۲۔

اگر کوئی باندی خریدی اور قبضہ کیا پھر اُس نے (باندی ۱۳) دعویٰ کیا کہ وہ اصلی حرہ یا فلاں شخص کی ملک یا آزاد کی ہوئی یا مدبر یا اُس کی ام ولد ہے اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی یا مشتری سے قسم لی اور اُس نے انکار کیا تو بائع سے اپنا ثمن نہیں لے سکتا ہے اور اگر فلاں شخص اس بات پر گواہ لایا کہ یہ مستحق کی ملک ہے تو مقبول نہ ہوں گے اور اگر بائع کے اس اقرار پر کہ یہ مستحق کی ملک ہے گواہ لایا تو مقبول ہوں گے اور اگر مشتری اس بات پر گواہ لایا کہ یہ اصلی حرہ ہے اور وہ دعویٰ بھی کرتی تھی یا اس بات پر گواہ لایا کہ یہ فلاں شخص کی ملک ہے اور بیع واقع ہونے سے پہلے اُس نے اُس کو آزاد کیا یا مدبر یا ام ولد بنایا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور ثمن بائع سے واپس لے گا یہ کافی میں لکھا ہے کوئی باندی خریدی اور اُس پر قبضہ کیا پھر دوسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ فروخت کی پھر باندی نے دعویٰ کیا کہ میں حرہ ہوں پس تیسرے نے بائع اُس کے کہنے پر واپس کر دیا اور اُس نے قبول کر لیا پھر دوسرے نے پہلے کو واپس کرنا چاہا تو اُس نے قبول نہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ باندی آزاد ہونے کا دعویٰ کرتی تھی تو پہلے کو نہ قبول کرنا جائز ہے اور اگر دعویٰ کرتی تھی کہ وہ اصلی حرہ ہے پس اگر بیچنے اور سپرد کرنے کے وقت فرمانبرداری سے رہی تو یہ بمنزلہ آزادی کے دعویٰ کے ہے اور اگر اس وقت فرمانبرداری نہ تھی پھر دعویٰ کیا کہ وہ حرہ ہے تو پہلے بائع کو قبول کرنا جائز نہیں ہے کسی نے ایک باندی خریدی اور وہ بیع کے وقت حاضر نہ تھی اور مشتری نے اُس پر قبضہ کیا اور اُس نے بندہ ہونے کا اقرار نہ کیا پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ اُس کو بیچا اور وہ اس وقت بھی حاضر نہ تھی اور دوسرے مشتری نے اُس پر قبضہ کیا پھر اُس نے کہا کہ میں آزاد ہوں تو قاضی اس کا قول قبول کرے گا اور یہ لوگ ایک دوسرے سے اپنا ثمن واپس کر لیں پس اگر پہلے مشتری نے کہا کہ باندی نے بندہ ہونے کا اقرار کیا ہے اور دوسرے مشتری نے اس سے انکار کیا اور پہلے مشتری کے پاس اس کے اقرار کے کوئی دلیل نہیں ہے تو دوسرا مشتری پہلے مشتری سے اپنا ثمن لے لے گا اور پہلا مشتری اپنے بائع سے نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی کے پاس ایک غلام تھا کہ اُس نے ایک شخص کے ہاتھ اُس کا آدھا فروخت کیا اور سپرد نہ کیا حتیٰ کہ دوسرے کے ہاتھ اُس کا آدھا فروخت کر کے آدھا اُس کے سپرد کر دیا پھر ایک شخص گواہوں سے آدھے غلام کا حقدار ثابت ہوا تو اُس کا استحقاق دونوں بیع میں سے ہوگا اور اگر پہلے مشتری نے قبضہ کیا اور دوسرے نے نہیں کیا تو استحقاق صرف دوسرے کی طرف رجوع ہوگا اور اگر دونوں نے قبضہ کر لیا ہو تو استحقاق دونوں میں سے ہوگا کسی نے دو غلام ایک شخص سے ایک ہزار درہم کو خریدے اور دونوں پر قبضہ کیا پھر ایک معصوم غلام کے آدھے کا کوئی حق دار نکلا تو دوسرا غلام مشتری کے ذمہ اپنے حصہ ثمن کے عوض لازم ہوگا اور اس غلام کے آدھے میں امام اعظمؒ کے نزدیک اُس کو اختیار حاصل ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔

اگر بالغ نے آدھا اُس کے ہاتھ پچا اور آدھا اُس کے پاس ودیعت رکھایا آدھا بیچا پھر آدھا بعض مردار یا خون کے فروخت کیا

۱۔ قولہ فرمانبرداری۔ یعنی لوٹنے کی طرح مطیع سے رہی ۱۲۔

تو مشتری اُس حقدار کا محکم نہ ہوگا اور اگر آدھا ایک کے ہاتھ بیچا اور آدھا دوسرے کے پاس ودیعت رکھا تو کہے ہوئے کا آدھا بھی قضاء دلایا جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے۔ کوئی زمین خریدی اور اس میں عمارت بنائی اور اُس کا کوئی حق وار پیدا ہوا تو جو کچھ اُس نے اُس کی عمارت میں صرف کیا ہے اس کو بائع سے واپس لینے کی کوئی روایت نہیں آئی ہے اور بعضوں نے کہا کہ واپس نہ لے گا اور شمس الاسلام اور جندی سے پوچھا کہ کسی نے ایک باندی خریدی پھر کھلا کہ وہ حرہ ہے اور بائع مرچکا اور نہ کچھ چھوڑا اور نہ کوئی اُس کا وارث دوسری ہے مگر اس مردہ بائع کا بائع موجود تھا تو انھوں نے فرمایا کی قاضی اس میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے کہ مشتری اس سے شمن واپس کر لے پھر وہ میت کی طرف سے اُس کے بائع سے شمن واپس کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے کوئی چیز خریدی اور اُس کے پاس سے استحقاق میں لے لے گی اور مشتری نے بائع سے اپنا شمن لے لیا پھر کسی وجہ سے وہ بیع مشتری کے پاس پہنچی تو اُس کو یہ حکم نہ دیا جائے گا کہ بائع کے سپرد کرے اور اگر اُس نے خریدنے کے بعد اقرار کیا ہو کہ یہ بائع کی ملک ہے اور باقی مسئلہ بھی ہو تو اُس کو حکم دیا جائے گا کہ بائع کے سپرد کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے ایک باندی خرید کر قبضہ میں لی اور شمن ادا کر دیا پھر گواہ کے ساتھ اُس کا کوئی حقدار نکلا اور مشتری نے چاہا کہ اپنا شمن بائع سے لے اور بائع نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ یہ گواہ جھوٹے میں اور باندی میری ہی تھی مشتری نے کہا کہ ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ باندی تیری تھی اور گواہ جھوٹے ہیں تو اس سے مشتری کا شمن واپس لینے کا حق باطل نہ ہوگا ہاں اگر یہ باندی کبھی مشتری کے ہاتھ آئے تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ بائع کے سپرد کرے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے کوئی باندی خریدی اور اُس پر قبضہ کیا پھر اس سے دارالحرب کے لوگوں نے خرید لی پھر اُن سے اس شخص نے خرید لی پھر گواہوں سے اُس کا کوئی حقدار نکلا اور قاضی نے اُس کے دے دینے کا حکم کیا تو مشتری اپنے پہلے بائع سے شمن واپس کر سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کوئی باندی خریدی اور کسی شخص نے اُس سے درک کی ضمانت کر لی اور اُس نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کی اور دوسرے نے تیسرے کے ہاتھ اور سب نے قبضہ کر لیا پھر وہ استحقاق میں لے لی گئی تو کسی کو اختیار نہ ہوگا اپنے بائع سے واپس کرے جب تک قاضی اُس پر حکم نہ کرے اور یہی حال کفیل کا ہے تا وقتیکہ قاضی اُس پر حکم نہ کرے پہلا مشتری اُس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا اگر کسی نے ان میں سے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ غلام بائع کا ہے بعد اس ازانکہ قاضی نے مستحق کے واسطے حکم دے دیا تھا تو اس کے گواہ قبول نہ ہوں گے اور اگر غلام کا کوئی بجائے باندی کے حقدار نکلا لیکن خود اُس نے اُس پر گواہ پیش کیے کہ میں اصلی آزاد ہوں یا یہ کہ میں فلاں شخص کا غلام تھا پھر اُس نے مجھے آزاد کر دیا یا کسی شخص نے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام مدبر ہے اور اُن میں سے کسی امر کا قاضی نے حکم دے دیا تو ہر ایک اپنے بائع سے قاضی کے حکم سے پہلے واپس لے سکتا ہے اور اسی طرح پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ کفیل سے قبل بائع کے رجوع کے واپس کرے یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔

زید نے عمرو سے ایک باندی خریدی پھر بکر نے اُس کا دعویٰ کیا اُس سے بھی زید نے خرید لی پھر اُس کا کوئی حقدار نکلا اور وہ مشتری کے پاس اس کا بچہ جنی تھی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں شمن ہر دو بائع سے واپس لے اور دوسرے شخص سے خریدنے کے چھ (۶) مہینے سے زیادہ کے بعد اگر وہ بچہ جنی تو دوسرے بائع سے اس بچہ کی قیمت جو اس نے مستحق کو ادا کی ہے واپس لے اگر اُس وقت سے چھ (۶) مہینے سے کم مدت میں جنی تو دونوں بائع میں سے کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور بھی امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر خریدی ہوئی زمین میں استحقاق ثابت ہو تو بائع مشتری کو عمارت بنانے اور درخت لگانے اور کھیتی ان سب کی ضمانت دے گا اور کھیتی کی ضمانت یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اُس کی قیمت ہے وہ بائع ادا کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک دار خرید اور اُس پر قبضہ کر لیا پھر اُس کے آدھے کا ایک حقدار نکلا پھر مشتری نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو مستحق سے لیا ہے اور اُس کا کوئی وقت نہ بتلایا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مشتری

بائع سے کچھ ٹمن نہیں واپس کر سکتا ہے اور یہ صورت ایسی ہے کہ کسی شخص نے ایک دار خرید پھر اُس کا دوسرے نے دعویٰ کیا پھر اُس سے بھی مشتری نے خرید لیا پس بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر مشتری نے اس بات پر گواہ قائم کیے کہ میں نے اس کو مدعی سے نصف کے استحقاق کے بعد خرید لیا ہے تو گواہ قبول ہوں گے اور وہ بائع سے آدھا ٹمن واپس کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے۔

ابن ساعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک صاف زمین خریدی اور اُس میں عمارت بنائی پھر وہ زمین استحقاق میں نکال گئی اور قاضی نے مشتری کو عمارت گرانے کا حکم کیا اُس نے گرا کر تلف کر دی تو عمارت کی قیمت بائع پر نہ چاہیے یہ تلف کرنا اس نے خود اختیار کیا ہے اور اگر اُس نے تلف نہ کی لیکن بارش سے اس میں فساد آیا یا کسی نے اُس کو توڑ دیا تو عمارت بنی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی کے درمیان جو فرق ہے وہ بائع کو دینا پڑے گا اور بائع اگر چاہے تو اس ٹوٹی ہوئی کو اُس حال میں لے لے اور اُس کی بنی ہوئی کی قیمت ادا کرے اور ٹوٹنے سے اُس میں جو نقصان آیا ہے اُس کے ہر طرح کا نقصان اُس قیمت سے کم کرے پس اگر اُس نے یہ اختیار کیا تو مشتری کو خیار ہے کہ اگر چاہے ایسا کرے ورنہ نہ کرے اور اسی طرح جو فساد کسی کے جرم سے آجائے اُس میں مشتری اور بائع دونوں کو خیار ہوگا پاس ان دو صورتوں میں اگر کسی پر متفق ہوں گے تو وہ اُن کے درمیان جاری کی جائے گی اور اگر اختلاف کیا تو وہ مشتری کے قبضہ میں چھوڑ دی جائے گی اور بائع ٹوٹی ہوئی اور بنی ہوئی کے درمیان کی زیادتی ادا کرے گا اور اگر نقصان بدون کسی کے جرم کے آیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی ہے کہ مشتری کو اُس کے روکنے اور زیادتی لینے کا اختیار ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک دار خرید اور اُس میں عمارت بنا کر غائب ہو گیا پھر بائع نے دوسرے شخص کے ہاتھ اُس کو فروخت کیا اور دوسرے نے پہلے کی عمارت توڑ کر اُس میں عمارت بنائی پھر پہلا آیا اور اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر مشتری ثانی نے اپنی عمارت اپنی ملک کی چیزوں سے بنائی ہے تو پہلے مشتری کو اُس کی بنائی ہوئی عمارت کے حصہ کی ضمان دے اور ٹوٹن پہلے مشتری کا ہوگا اگر قائم ہو اور اگر مشتری ثانی نے اُس کو تلف کر دیا تو اُس کی قیمت پہلے مشتری کو ادا کرے اور اگر دوسرے مشتری نے اپنی عمارت پہلے مشتری کی عمارت توڑ کر اُس کی چیزوں سے بنائی ہے تو پہلے مشتری کو اُسکی عمارت کا حصہ ادا کرے اور پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ اس عمارت کو روک لے اور دوسرا مشتری اُس کو دفع نہیں کر سکتا ہے پس اگر دوسرے مشتری نے عمارت میں کچھ زیادتی کی تو پہلا مشتری دوسرے کو زیادتی کی قیمت بدون کاریگروں کی اجرت کے دے دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک باندی خرید کر قبضہ کیا اور وہ اُس سے بچہ جنی پھر اُس کو آزاد کر کے اُس سے نکاح کیا پھر وہ اُس سے دوسرا بچہ جنی پھر اُس کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری پر صرف ایک عقر چاہیے ہے اور ایسے ہی اگر بعد آزاد کرنے کے اُس سے نکاح نہ کیا بلکہ زنا کیا عیاذ باللہ پھر وہ اُس سے اولاد جنی پھر اُس کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو مشتری مستحق کو صرف ایک عقر ادا کرے گا اور یہ آزاد کرنا نہ کرنے میں شمار ہوگا اور اولاد کا نسب ثابت ہوگا اور مشتری ان کی قیمت ادا کرے گا اور بائع سے اُن اولاد کی قیمت جو آزاد کرنے سے پہلے پیدا ہوئی لے گا اور جو بعد آزادی کے پیدا ہوئی اُن کی قیمت نہ لے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر ایک باندی کسی سے خریدی پھر ملک مطلق کے ساتھ اُس کے پاس سے استحقاق میں لے لی گئی اور قاضی نے وہ باندی مستحق کو دینے کا حکم دیا اور مشتری نے بائع سے ٹمن واپس کرنا چاہا اور بائع نے اس بات پر گواہ قائم کئے کہ یہ باندی میری ملک میں میری باندی سے پیدا ہوئی ہے اور قاضی کا فیصلہ مستحق کے واسطے ناحق ہوا ہے اور تجھ کو مجھ سے ٹمن واپس لینے کا حق نہیں ہے تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے بشرطیکہ اُس نے مستحق کے سامنے قائم کئے ہوں اور بعض مشائخ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ مستحق کے سامنے ہونے کی شرط نہ لگانی چاہیے اور ایسا ہی ٹمن الائمہ سرحی کا فتویٰ نقل کیا گیا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے ایک باندی دو شخصوں میں مشترک تھی کہ دونوں نے اُس کو

کسی سے خرید اتھا اور ایک نے اُس کو اُم ولد بنایا اور دوسرے کو اُس کی آدمی قیمت اور آوا عقر ادا کر دیا پھر اُس سے دوسرا بچہ پیدا ہوا پھر اُس کا کوئی شخص مستحق پیدا ہوا اور قاضی نے اُم ولد بنانے والے پر حکم کیا کہ باندی اور دونوں بچوں کی قیمت اور عقر اُس کو ادا کرے تو اُم ولد بنانے والا اپنے شریک سے جو اُس نے دیا ہے لے گا پھر دونوں اپنا ثمن بائع سے لیں گے پھر اُم ولد بنانے والا بائع سے دونوں بچوں کی آدمی قیمت بقدر حصہ خرید کے لے گا اور باقی آدمی قیمت نہ لے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

نور ابن ساعد میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک ساکھو کا لٹھا جو راستہ میں پڑا تھا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور مشتری اور ساکھو کے لٹھے کے درمیان موانع سے تخلیکہ کر دیا اور مشتری نے اُس کو اپنی جگہ سے نہیں ہلایا تو اُس پر قابض شمار ہوگا پس اگر اُس کو کسی نے جلا دیا تو مشتری کا مال گیا پس اگر گواہ اُس کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے جلا دینے والے سے ضمان لے یا بائع سے بشرطیکہ اس نے اُس کو اس جگہ ڈالا ہو اور مشتری سے ضمان لینے کی اُس کو کوئی راہ نہیں ہے بشرطیکہ مشتری نے اُس کو اس جگہ سے نہ ہلایا ہو یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک گدھے کو اپنا استحقاق ثابت کر کے کسی کے پاس سے بخارا میں لے لیا اور اس شخص نے بکل قاضی بخارا کا لے لیا اور اُس کا بائع سرقہ میں تھا پس قاضی سرقہ کے پاس آکر قاضی بخارا کا بکل وکلا کر بائع سے اپنا ثمن واپس کرنا چاہا پس بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور قاضی کے بکل ہونے سے انکار کیا پھر اُس شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ بکل قاضی بخارا کا بکل ہے تو قاضی سرقہ کو اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اُس شخص کے لیے ثمن واپس کر لینے کا حکم دینا جائز ہے تا وقتیکہ گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ قاضی بخارا نے اس شخص کو حکم دیا کہ جو گدھا اُس نے اس بائع سے خریدا تھا اُس کو مستحق کو دے دے اور اس کے پاس سے و لو اویا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

پس اگر بائع نے اس طرح دفع کرنا چاہا کہ یہ گدھا میرے بائع کی ملک میں پیدا ہوا ہے اور اس پر گواہ لایا پس اگر حقدار کے سامنے ہو تو گواہ مقبول ہوں گے اور گدھے کا حاضر ہونا شرط ہے اور امام ظہیر الدینؒ نے فرمایا کہ گدھے کا ہونا شرط نہیں ہے اور ایسے ہی غلام کی آزادی کے دعویٰ کرنے میں اگر مشتری بائع سے ثمن واپس کرنا چاہے تو غلام کی حاضری شرط نہیں ہے اور مستحق علیہ کا حاضر ہونا گدھے کے باب میں شرط نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

باب سو لہو (۶):

ثمن میں زیادتی اور کمی اور ثمن سے بری کرنے کے بیان میں

جو زیادتی کے بیع سے پیدا ہوتی ہے جیسے بچہ اور عقر اور ارش (جرمانہ ۱۲) اور بھل اور دووہ اور صوف وغیرہ وہ بھی بیع ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پس اگر یہ زیادتیاں قبضہ سے پہلے پیدا ہوں تو اُن کے لیے ثمن میں سے حصہ ہوگا اور اگر قبضہ کے بعد پیدا ہوں تو جبھا بیع ہوں گی اور ثمن میں سے اُن کا کچھ حصہ نہ ہوگا اور اگر قبضہ سے پہلے وہ زیادتی کہ جو بیع سے پیدا ہوئی ہے بائع نے تلف کر دی تو ثمن میں سے اُس کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور ثمن کو بیع کے عقد کے روز کی قیمت اور اُس کے بچہ کے تلف کو دینے کے دن کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا اور امام اعظمؒ کے نزدیک مشتری کو اختیار نہ ہوگا اور صاحبینؒ نے کہا کہ اس کو اختیار ہوگا اور اگر زیادتی کو کسی اجنبی نے تلف کیا تو اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ بیع کے ساتھ ملا کر بیع قرار دی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ثمن اور بیع میں دونوں کی موجودگی میں زیادتی کرنا جائز ہے خواہ یہ زیادتی جنس سے ہو یا غیر جنس سے ہو اور اصل عقد کے ساتھ ملا دی جائے گی اور اگر مشتری زیادتی کرنے کے بعد نام ہو تو انکار کے وقت اُس پر جبر کیا جائے گا اور عیب وغیرہ سے واپسی میں یہ زیادتی معتبر ہوگی گویا اُس نے مع اُس زیادتی کے

فروخت کیا ہے اور اگر شخص میں زیادہ کیا تو دوسرے کا اسی مجلس میں قبول کرنا ضرور ہے حتیٰ کہ اگر قبول نہ کیا اور جد اہو گئے تو باطل ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اور زیادتی اسی صورت میں صحیح ہے کہ جب مبیع محل عقد ہو پس اگر مشتری نے اُس کو اجرت پر دیا یا رہن کیا یا ذبح کیا یا سلایا یا اُس کی تلوار بنائی یا غلام کا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اُس کا ارش لیا تو زیادتی صحیح ہوگی لیکن اگر اُس نے مرہن یا مساجر کے ہاتھ فروخت کیا یا ذبح کرنے یا سلانے کے بعد فروخت کر دیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر آزاد کروایا یا کتاب یا مدبر کیا یا اُم ولد بتایا یا وہ مر گیا یا قتل کیا یا بہ کیا یا بیع کیا یا سپا یا بھنا یا یا شراب بنائی یا شراب خریدنے والا مسلمان ہوا تو زیادتی صحیح نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر آٹا تھا کہ اُس کی روٹی پکائی یا گوشت کا قلیہ یا کباب^(۱) بنائے پھر شخص میں زیادتی کی تو صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر شراب کے سرکہ ہو جانے کے بعد زیادہ کیا تو بلا خلاف زیادتی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک غلام ایک ہزار کو خرید پھر دوسرے کے ہاتھ سودینار کو بیچا پھر دوسرے نے پچاس دینار اور زیادہ کیے اور بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو شخص اور زیادتی واپس کرے اور اگر مشتری ثانی نے کوئی اسباب جو پچاس دینار کا ہوتا تھا یا پھر وہ مشتری اول کے قبضہ سے پہلے تلف ہو گیا تو تہائی غلام کی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر اُس نے دو تہائی غلام بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو نوے غلام واپس کر سکتا ہے اور اگر اُن دونوں نے ایک تہائی میں اقالہ کر لیا پھر دو تہائی قاضی کے حکم سے واپس کیا تو پہلا مشتری اپنے بائع کو کچھ نہیں واپس کر سکتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

پھر جس صورت میں مشتری کی طرف سے زیادتی صحیح ہے وہاں اجنبی کی طرف سے بھی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اجنبی نے زیادتی کی پس اگر مشتری کے حکم سے زیادتی کی تو مشتری پر دینی واجب ہے اور اجنبی پر واجب نہ ہوگی اور اگر اُس کے بلا حکم زیادتی کی تو موقوف رہے گی پس اگر مشتری نے اجازت دی تو اُس کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر اُس نے اجازت نہ دی تو باطل ہو جائے گی اور اگر زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ضامن ہوا یا اپنے ذاتی مال کی طرف نسبت کی تو زیادتی اُس کو (اجنبی پر) لازم آئے گی پس اگر مشتری کے حکم سے تھی تو اُس سے واپس لے گا ورنہ نہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ زیادتی متولدہ زیادتی مشروطہ میں مبیع کی مزاحمت نہیں ہوتی ہے جب تک مبیع قائم رہے یہاں تک کہ زیادتی مشروطہ مبیع پر زیادتی ہوتی ہے نہ ولد پر اور شخص پہلے مبیع اور زیادتی مشروطہ پر تقسیم ہوگا پھر جو شخص مبیع کے پرہ میں پڑے وہ اُس پر اور بچہ پر تقسیم ہوگا اور اصل مبیع کی قیمت عقد کے روز کی معتبر ہوگی اور زیادتی مشروطہ کی قیمت زیادتی کے دن کی اور بچہ کی قیمت قبضہ کے دن کی معتبر ہوگی۔ کسی نے ایک باندی خریدی ایک ہزار درہم کو کہ جس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی پھر قبضہ سے پہلے وہ ایک بچہ جنی کہ جس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے پھر بائع نے مشتری کے لیے ایک غلام بڑا ہادیا کہ جس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے پھر بچہ کی قیمت بڑا کر دو ہزار درہم ہو گئی پھر مشتری نے اُن سب پر قبضہ کیا اور ایک ہزار درہم ادا کر دیئے پھر بچہ میں کوئی عیب پایا تو اُس کو تہائی ہزار میں واپس کرے اور اگر اُس باندی میں کوئی عیب پایا تو اُس کو ایک چھٹے حصہ ہزار میں پھر دے گا اور اگر زیادتی میں کچھ عیب پایا تو آدھے ہزار میں واپس دے گا اور اسی طرح اگر باندی نہیں حتیٰ لیکن عقد کے وقت اُس کی آنکھ میں سفیدی تھی پھر وہ جاتی رہی پھر بائع کے پاس کسی غلام نے اُس کی آنکھ پھوڑ دی پس اُس غلام کو اُس کے مالک نے بسبب جرم کے بائع کو دے دیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام دیا جو ایک ہزار کا ہوتا تھا تو یہ صورت اور پہلی صورت برابر ہے پس جب مشتری اُن پر قبضہ کرے گا تو شخص باندی کی قیمت پر جو عقد کے وقت تھی اور زیادتی کی قیمت پر جو زیادہ کرنے کے دن تھی تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑے گا وہ اُس

۱۔ قولہ مزاحم یعنی مثلاً زید نے گھوڑی خریدی اور بائع نے ایک گدھی زیادہ کر دی پھر گھوڑی سے بچہ پیدا ہوا تو گدھی کچھ بچہ پر زیادتی نہ ہوگی بلکہ فقط گھوڑی

کے ساتھ ہوگی چنانچہ تفصیل سے ظاہر ہے ۱۲۔

(۱) یا بکری کے پاد چہ پاد چہ کر ڈالے ۱۲۔

کی قیمت پر جو عقد کے دن بھی اور دیئے ہوئے غلام کی قیمت پر جو مشتری کے قبضہ کے دن بھی تقسیم ہوگا پس اگر ان میں سے کسی میں عیب پائے گا تو اس کے حصہ کے عوض واپس کرے گا اور اگر باندی کی دونوں آنکھیں بچ کے وقت صحیح ہوں اور اس کی قیمت ایک ہزار درہم ہو پھر بائع کے پاس غلام نے اس کی آنکھ میں صدمہ پہنچایا پھر اس میں سپیدی آگئی پس اس غلام کو اس کے مالک نے بائع کو دے دیا پھر بائع نے مشتری کو ایک غلام زیادہ کیا جو ایک ہزار درہم کا ہوتا تھا پس ان سب پر مشتری نے قبضہ کر لیا تو پہلے وہ ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن بھی اور زیادتی کی قیمت پر برابر تقسیم ہوگا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑے گا اس پر اور اس غلام پر جو واپس کیا گیا ہے برابر تقسیم ہوگا خواہ غلام کی قیمت کم ہو یا زیادہ اور اگر باندی کسی اور سبب سے سوائے آنکھ پھوڑنے کے مر جائے پھر بائع نے مشتری کو بیع میں ایک گھوڑا بڑا دیا کہ جو ایک ہزار درہم کا تھا اور مشتری راضی ہوا تو یہ زیادتی صحیح ہوگی پھر جب مشتری قبضہ کرے تو ثمن باندی کی قیمت پر جو عقد کے دن بھی اور قیمت ولد اور غلام پر جو قبضہ کے دن بھی تقسیم ہوگا پھر باندی کا حصہ بسبب اس کے قبضہ سے پہلے مر جانے کے ساقط کیا جائے گا اور حصہ ولد و غلام واپس کیے ہوئے کا اس پر اور زیادتی پر تقسیم ہوگا اور زیادتی کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو زیادتی کے دن بھی اور ولد اور واپس کیے ہوئے غلام کی قیمت لی جائے گی جو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن بھی پس اگر مشتری نے کسی چیز کو ان میں سے اپنے قبضہ میں نہ لیا یہاں تک کہ زیادتی تلف ہوگئی تو بعض اپنے حصہ کے تلف ہوئی اور مشتری مختار ہوگا کہ اگر چاہے تو ولد یا واپس کیے ہوئے غلام کو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے ورنہ چھوڑ دے اور یہ اختیار سوائے اس اختیار کے ہے جو اس کو بسبب باندی کے قبضہ سے پہلے مر جانے کے حاصل ہوا تھا اور اگر ولد یا واپس کیا ہو غلام قبضہ سے پہلے مر گیا اور زیادتی باقی رہی تو بائع کو اختیار ہوگا کہ زیادتی مشتری کو نہ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دو باندیاں ایک ہزار کو خریدیں اور ایک باندی ایک بچہ جنی اور مرغی پھر بائع نے ایک غلام بڑا دیا اور قیمت ہر ایک کی ایک ہزار ہے اور بچہ کی قیمت ایک ہزار بڑھ گئی پھر ان پر مشتری نے قبضہ کیا تو پہلے وہ ثمن دونوں باندیوں پر آدھا آدھا تقسیم کیا جائے گا پھر جو باندی کے حصہ میں پڑا وہ اس پر اور اس کے بیٹے پر تین گڑے کر کے تقسیم ہوگا بسبب اس کے کہ بچہ کی قیمت قبضہ کے دن کی اعتبار کی جائے گی اور اس کی ماں کی قیمت بیع کے دن کی اور اس کا حصہ بسبب مر جانے کے ساقط ہوگا اور تہائی ثمن ولد کا ہوگا پھر غلام زائد کی قیمت بچہ اور زندہ باندی کے ثمن پر ہوگی پھر بچہ کے ساتھ غلام کا دو پانچواں حصہ اور زندہ باندی کے ساتھ تین پانچواں حصہ ملایا جائے گا پھر بچہ کا ثمن کہ وہ تہائی ہزار ہے اس پر اور دو پانچویں زیادتی پر چھ (۶) حصہ کر کے باعتبار دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو (۲) پانچویں زیادتی کی قیمت چار سو ہیں اور بچہ کی قیمت دو ہزار تو ہر چار سو کو ایک سہم گردانا جائے گا پس دو (۲) پانچویں زیادتی کا ایک سہم ہو اور بچہ کے پانچ سہم ہوئے پھر زندہ باندی کا ثمن اس پر اور غلام کے تین (۳) پانچویں پر آٹھ حصہ کر کے بقدر دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور زندہ باندی کی قیمت ایک ہزار ہے اور تین (۳) پانچویں زیادتی کی قیمت چھ (۶) سو ہیں پس ہر دو سو کا ایک سہم گردانا گیا پس باندی کے پانچ (۵) سہم ہوئے اور تین (۳) پانچویں زیادتی کے تین سہم ہوئے اور یہ سب آٹھ سہم ہوئے پس ظاہر ہوا کہ اگر غلام قبضہ سے پہلے مر گیا تو اس کے مقابل کچھ نہ ہوگا اور وہ باندی آدھے ثمن میں ہلاک ہوئی اور آدھا ثمن زندہ کے مقابل رہا اور زیادتی اس کی تابع ہے اور بسبب اس کے کہ قبضہ سے پہلے بیع متغیر ہوئی مشتری مختار ہوگا اور اگر باقی رہتی اور اس کی قیمت ایک ہزار ہوتی تو بسبب اس باندی کے مرنے کے ایک چوتھائی ساقط ہوتا پس اس کا ثمن اس پر اور تہائی غلام پر تقسیم ہوتا کیونکہ وہ غلام بچہ اور زندہ باندی کے درمیان تین حصہ کیا

۱۔ یعنی جو غلام کا آنکھ پھوڑنے کے جرم میں بائع نے دے دیا۔ ۲۔ ہو معنی تولد و ثمن الثمن للولد و بکذا فی النسخ الموجد و فصل النسخ علی الثمن یعنی دو تہائی ثمن۔

گیا کہ دو (۲) ٹلٹ اُس کے تابع اور ایک ٹلٹ بچہ کے بقدر اُن کی قیمت کے چار ٹکڑے کر کے ایک چوتھائی ٹلٹ زیادتی میں اور تین چوتھائی بچہ کے ٹن میں ملایا جاتا اگر زندہ کا ٹن اُس پر اور غلام کی تہائی پر پانچ ٹکڑے کیا جاتا تو تین (۳) پانچواں زندہ کے ٹن میں اور دو پانچوں دو تہائی زیادتی میں ملایا جاتا یہ کافی میں لکھا ہے کسی نے دو غلام ایک ہزار میں خریدے کہ ایک کی قیمت ایک ہزار ہے اور دوسرے کی پانچ سو پھر پہلے کی قیمت ایک ہزار ہوگئی پھر مشتری نے کچھ زیادتی کی تو زیادتی اُن دونوں پر عقد کے روز کی قیمت کے حساب سے تین حصہ کی جائے گی اور اگر دونوں میں سے ایک غلام زیادتی کے دن ہلاک ہو جائے تو بقدر موجود کے زیادتی صحیح ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک باندی بیچی اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا کہ بائع نے دوسری باندی بڑھادی پھر پہلی باندی استحقاق میں لے لی گئی تو مشتری باقی باندی کو اُس کے حصہ ٹن کے عوض لے گا ☆

منہجی میں ہے کہ کسی نے دو غلام یا ایک صفحہ میں ایک ہزار درہم کو خریدے اور دونوں باہم قبضہ کیا یا نہ کیا پھر مشتری نے ایک سو درہم ایک معین غلام کے ٹن میں بڑھادیے یا کہا کہ دونوں میں سے ایک کے ٹن سے ایک کے ٹن میں زیادہ کرتا ہوں اور معین نہ کیا تو زیادتی جائز نہیں ہے اور اگر ہر ایک کا ٹن علیحدہ معلوم ہو اور کسی معین میں بڑھادے تو جائز ہے اور اس صورت میں غیر معین کے ٹن میں بڑھانا بھی جائز ہے اور کسی ٹن کی طرف اس زیادتی کی نسبت کرنے میں مشترک قول معتبر ہوگا اور اسی کتاب میں دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ اگر دو غلام ایک صفحہ میں ایک ہزار درہم کو خریدے پھر مشتری نے ایک معین غلام کے ٹن میں زیادہ کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ جائز ہو اور ٹن دونوں غلاموں پر تقسیم کیا جائے پھر زیادتی اُس غلام معین کے حصہ میں ملائی جائے اور اسی طرح اگر ایک غیر معین کے ٹن میں ایک باندی بڑھادی تو جائز ہے اور مشتری کا خیار ہوگا کہ جس کے ٹن کی طرف چاہے ملائے اور ایسے ہی اگر کوئی اسباب بڑھایا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک باندی بیچی اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا کہ بائع نے دوسری باندی بڑھادی پھر پہلی باندی استحقاق میں لے لی گئی تو مشتری باقی باندی کو اُس کے حصہ ٹن کے عوض لے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

بعض ٹن کا کم کر دینا صحیح ہے اور یہ اصل عقد کے ساتھ ہمارے نزدیک ملایا جاتا ہے خواہ کم کرنے کے وقت بیع مقابلہ کا محل باقی رہی ہو یا نہ رہی ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر قبضہ سے پہلے بعض (مثلاً چوتھا ۱۲) ٹن مشتری کو ہبہ کیا یا اُس کو بری کیا تو یہ کم کر دینے میں شمار ہے پس اگر بائع نے ٹن پر قبضہ کر لیا ہو پھر کہے کہ میں نے تجھ کو بعض ٹن ہبہ کیا یا بعض ٹن تیرے ذمہ سے کم کر دیا تو صحیح ہے اور بائع پر واجب ہے کہ اُس کے مثل مشتری کو واپس کرے اور اگر قبضہ کے بعد کہا کہ میں نے تجھ کو بعض ٹن سے بری کیا تو یہ صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پورا ٹن گھٹا دیا یا ہبہ کیا یا اس سے بری کیا پس اگر یہ قبضہ سے پہلے ہو تو صحیح ہے لیکن اصل عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگا اور اگر ٹن پر قبضہ کرنے کے بعد ہو تو کم کر دینا اور ہبہ کر دینا صحیح ہے اور بری کر دینا صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اقالہ کے بعد ٹن سے بری کرنا جائز ہے اور بعد اقالہ کے بیع مشتری کے پاس امانت ہوگی یہ تا تاریخانیہ میں لکھا ہے اگر کوئی غلام بیع فاسد کے طور پر بیچا پھر بائع نے اس کو قیمت سے بری کیا بعد اس کے کہ دونوں قبضہ کر چکے تھے پھر غلام مر گیا تو وہ اُس کی قیمت کا ضامن ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھ کو غلام سے بری کیا تو وہ بری ہو جائے گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔

۱۔ قول کل یعنی کم کرنے کی صورت میں بیع کا باقی ہونا شرط نہیں کیونکہ میرقی ہے تو وجود موضوع ضرور نہیں بخلاف زیادتی کے کہ وہ ایجاب ہے تو موضوع کا وجود ہونا ضرور ہے ۱۲۔ ۲۔ قول ضامن ہے کیونکہ براءت بعد قبضہ کے باطل ہے تو بیع اپنی قسمت کے عوض اس کی ضمانت میں رہی ۱۳۔

سفر قول باب:

باب وصی اور قاضی کے نابالغ لڑکے کا مال بیچنے اور اس کیلئے خریدنے کے بیان میں

باب کو اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بیچنا اور اپنے واسطے اس سے خریدنا مستحسانا جائز ہے اور تمام حقوق لڑکے کو حاصل ہوں گے اور باب اس کے قائم مقام ہوگا اور اسی واسطے اگر لڑکا بالغ ہو گیا تو اپنے باب سے ثمن کے مطالبہ کا مالک ہوتا ہے اور اگر باب نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر لڑکا بالغ ہوا تو خود مطالبہ نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور مشائخ کا اختلاف ہے کہ اس عقد کے تمام ہونے کے واسطے ایجاب و قبول شرط ہے یا نہیں اور صحیح یہ ہے کہ شرط نہیں ہے یہاں تک کہ اگر باب نے کہا کہ میں نے یہ چیز اپنے لڑکے فلاں کے ہاتھ فروخت کی یا خریدی تو بیع تمام ہو جائے گی اور یہ شرط ہے کہ کہے کہ میں نے یہ چیز اپنے لڑکے کے ہاتھ بیچی اور خریدی اور باب کی طرف سے یہ بیع بعوض مثل قیمت کے اور بعوض اس قدر قیمت کے کہ لوگ اپنے انداز میں اس میں ٹوٹا اٹھاتے ہیں جائز ہے اور جب باب نہ موجود ہو تو باب کا باب یعنی دادا بجائے اس کے ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر باب نے اپنے لڑکے کی زمین یا عمارت مثل قیمت پر فروخت کیا پس اگر اس شخص کا حال لوگوں میں اچھا مشہور ہو یا مستور ہو تو جائز ہے اور اگر مفسد مشہور ہو تو جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر اس کا مال منقولہ بیچا اور وہ مفسد ہے تو ایک روایت میں ناجائز ہے مگر اس صورت میں جائز ہوگا کہ اس میں نابالغ کی بہتری ہو اور یہی اصح ہے اور نابالغ لڑکے کی طرف سے جبکہ وہ بھون ہو اور اس کا جنون طویل ہو تو باب کا بیچنا جائز ہے اور اگر طویل نہ ہو تو جائز نہیں ہے اور جنون طویل اس کو کہتے ہیں کہ جو ایک مہینہ یا زیادہ رہے اور اگر اس سے کم ہو تو طویل نہیں ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر باب یا وصی نے نابالغ کا کوئی مال غیر منقول فروخت کیا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر قاضی کے نزدیک اس بیع کا تو زید نابالغ کے حق میں بہتر ہو تو اس کو توڑ سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر باب نے نابالغ کے ہاتھ کوئی چیز اس کے مثل ثمن پر بیچی اور قاضی نے اجازت دے دی تو بیع نافذ ہو جائے گی اور اس طرح اگر نابالغ نے کوئی وصی مگر وانا پھر اس نے اجازت دی تو نافذ ہوگی یہ فقیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی کے دو نابالغ لڑکے ہوں کہ اس نے ایک کے مال کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور جب دونوں بالغ ہو جائیں گے تو یہ صحیح نہ ہوگا بلکہ ہب کے موافق عہدہ انہیں دونوں پر ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ باب نے اگر اپنا مال اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بیچا تو فقط بیع سے وہ قابض نہ ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر اس سے پہلے تلف ہو جائے کہ باب اس پر حقیقتاً قابض ہو سکتا ہے تو باب کا مال تلف ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جو ثمن کہ والد کے ذمہ اپنے واسطے اپنے لڑکے کا مال خریدنے سے لازم آیا ہے وہ اس سے بری نہ ہوگا جب تک کہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک وکیل نہ قائم کرے کہ وہ باب سے اپنے قبضہ میں لے کر پھر اس کو واپس کر دے تاکہ بیٹے کی طرف سے اس کے پاس ودیعت رہے اور اگر باب نے کوئی گھر اپنے بیٹے کے ہاتھ بیچا اور باب اس میں رہا کرتا ہے تو بیع قابض نہ ہوگا حتیٰ کہ باب اس کو خالی کرے اور یہ شرط ہے کہ قاضی کے امین کو سپرد کر دے کذا فی محیط السرخسی۔

پھر اگر باب وہاں سے چلے جانے کے بعد آکر اس مکان میں رہا یا اس میں اپنا اسباب رکھایا اپنے بال بچوں کو اس میں بسایا حالانکہ وہ مالدار آدمی ہے تو بمنزلہ غاصب کے شمار ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے کوئی کپڑا یا خادم خریدا اور اپنے مال سے اس کا ثمن ادا کیا تو اپنے کپڑے سے نہیں لے سکتا ہے مگر اس صورت میں کہ اس بات پر گواہ کرے کہ میں نے اس کو اپنے

لڑکے کے واسطے خریدا ہے۔ اگر اس نے ثمن ادا نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو ثمن اس کے ترکہ سے دلایا جائے گا پھر باقی وارث اس ثمن کو اس لڑکے سے نہیں لے سکتے ہیں بشرطیکہ میت نے اس بات پر گواہ نہ کیے ہوں کہ میں نے اس کو اس لڑکے کے واسطے خریدا ہے اور اگر نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی پھر ثمن کا ضامن ہو گیا پھر ثمن کو ادا کر دیا تو قیاس چاہتا ہے کہ لڑکے سے لے لے اور احتساباً نہیں لے سکتا ہے اور اگر ثمن ادا کرنے کے وقت یہ کہا کہ میں اس کو ادا کرتا ہوں تاکہ اپنے لڑکے سے لے لوں تو اس سے لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر لڑکے کے واسطے کھانا یا کپڑا خریدا تو اس کا ثمن لے سکتا ہے اگرچہ گواہ نہ کیے ہوں کیوں کہ یہ اس پر واجب تھا بخلاف گھریا عقد خریدنے کے کہ وہ واجب نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

باپ نے اگر لڑکے کا مال فروخت کیا اور پورا ثمن لینے سے پہلے پردہ کر دیا تو ثمن پورا لینے کے واسطے بیع کو واپس کر کے زوک سکتا ہے یہ غلام میں لکھا ہے کسی عورت نے اپنے بچے کے واسطے کوئی زمین اپنے مال سے اس شرط پر خریدی کہ اس ثمن واپس نہ لے گی تو احتساباً جائز ہے اور وہ عورت اپنی ذات کے واسطے مشتری ہوگی پھر وہ زمین اس کی طرف سے اس کے نابالغ لڑکے کو بطور صلہ رحم کے بہہ ہو جائے گی اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ زمین اس لڑکے کے نہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک گھریا ایک مرد اور اس کی عورت میں مشترک تھا اور ان دونوں سے ایک لڑکا تھا پھر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنے لڑکے کے واسطے اس کے مال سے خریدا اور باپ نے کہا کہ میں نے اس کو بیچا تو جائز ہے یہ غلام میں لکھا ہے اور اگر وہ دار باپ اور ایک اجنبی کے درمیان مشترک ہو اور عورت نے دونوں سے کہا کہ میں نے تم دونوں سے یہ گھریا اپنے بیٹے کے واسطے اس کے مال سے خریدا اور دونوں نے کہا کہ ہم نے بیچا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اور ہشام نے ذکر کیا ہے کہ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا غلام اپنے واسطے بطور بیع فاسد کے خریدا پھر وہ غلام اس سے پہلے کہ باپ اس کو کام میں لائے یا اس پر قبضہ کرے یا اس کو کسی کام کا حکم دے مر گیا تو نابالغ کا مال گیا اور اگر اپنا غلام اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ بطور بیع فاسد کے بیچا پھر باپ نے اس کو آزاد کر دیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر باپ نے لڑکے کا مال اپنے واسطے خریدا پھر لڑکا نابالغ ہوا تو لڑکے کی طرف سے عہدہ باپ پر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر باپ نے کوئی شخص وکیل کیا کہ میرا غلام میرے لڑکے کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ لڑکا اتنا چھوٹا ہو کہ اپنے نفس کو تعبیر نہ کر سکتا ہو مگر اس صورت میں جائز ہوگا کہ اس عقد کو وکیل سے اس کا باپ قبول کرے اور صحیح یہ ہے کہ حقوق عقد کے وکیل کو ثابت ہوں گے اور اس بات میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ باپ کا تصرف اپنے واسطے ہوگا یا نابالغ کے واسطے اور صحیح یہ ہے کہ یہ تصرف نابالغ کی طرف سے نائب ہو کر ہوگا اور عقد بیع کے حقوق بیٹے کی جانب سے باپ پر ہوں گے اور جو حقوق باپ کی جانب سے ہیں وہ وکیل پر ہوں گے اور اسی طرح سے اگر دو بیٹوں میں سے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ بیچنے کے واسطے ایک وکیل کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر دو شخصوں کو وکیل کیا اور انھوں نے باہم بیع کی تو جائز ہے باپ نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے بیٹے کا غلام فروخت کرے اور اس وکیل نے باپ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

نوادر ابن ساعد میں ہے کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کا غلام دوسرے کے ہاتھ ہزار درہم کو بیچا پھر اسے مرض میں کہا کہ میں فلاں شخص سے ثمن وصول پایا پھر اسی مرض میں مر گیا تو اس کا اقرار جائز نہیں ہے اور اگر اس نے مرض میں فلاں شخص سے دو سو وصول پائے اور وہ ضائع ہو گئے تو تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے قبضہ کر کے ان کو تلف کر دیا تو سچا نہ جانا جائے گا اور مشتری ان درہموں سے بری نہ ہوگا اور مشتری کو یہ بھی اختیار نہ ہوگا کہ جب لڑکے کے واسطے اس سے ثمن لیا جائے تو باپ یا اس کے ثمن سے وصول

کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر باپ نے صغیر کا کوئی دور حم لڑ کے کے مال سے خرید کیا تو یہ بیع باپ پر نافذ ہوگی نہ لڑ کے پر یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر بیوقوف لڑ کے کے واسطے کوئی باندی خریدی کہ وہ نکاح کے ساتھ اُس کو اپنے تصرف میں لایا تو قیاساً وہ باندی باپ پر لازم ہوگی اور امتحان میں یہ بیع بیوقوف لڑ کے پر جائز ہوگی اور اول اصح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر اپنے بالغ بیوقوف لڑ کے کے واسطے اس کے مال سے ایسا شخص خریدا جو اُس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا تو یہ بیع اُس پر نافذ نہ ہوگی بلکہ باپ پر نافذ ہوگی پھر اگر یہ خریدا ہوا شخص باپ کا قریب ہو تو اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر اجنبی ہو جیسے نابالغ یا بیوقوف کی ماں یا بھائی یا بہن تو اُس کی (باپ کی) طرف سے آزاد نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر باپ نے بیٹے کی ملک فروخت کی اور بیٹے نے کہا کہ میں فروخت ہونے کے وقت بالغ تھا میری بلا اجازت فروخت کی ہے اور باپ نے کہا کہ تو نابالغ تھا تو بیٹے کا قول مستبر ہوگا اگر ایک عورت مرگئی اور اُس نے چھوٹی اور بڑی اولاد چھوڑی پھر نابالغ کے باپ نے ترکہ میں سے کوئی چیز تقسیم ہونے سے پہلے فروخت کی تو نابالغ کے حصہ میں صحیح ہوگی بشرطیکہ یہ بیع اس کی مثل قیمت پر ہو یہ قیہ میں لکھا ہے اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے واسطے خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ اُس میں یتیم کی بہتری ہو اور عقار کے سوا چیزوں میں شمس الائمہ نے بہتری کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اپنا مال جو چندرہ درہم کا ہوتا ہے دس درہم میں دے اور یتیم کا مال جو ذبہ درہم کا ہوتا ہے اپنے واسطے چندرہ درہم میں لے اور عقار میں بہتری بعضوں کے نزدیک یہ ہے کہ اپنے واسطے دو گنی قیمت میں خریدا اور یتیم کے ہاتھ آدمی قیمت میں بیچے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے پھر جب وصی کی بیع اپنے واسطے جائز ہوئی جیسا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے تو کیا وصی صرف میں نے خریدا یا میں نے بیچا کہے گا جیسا کہ باپ کہتا ہے یا دونوں جزو کہنا چاہیے اور اُس کو امام محمدؒ نے کسی کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے اور ناظمی نے اپنے واقعات میں لکھا ہے کہ اس کو دونوں جزو کہنا چاہیے بخلاف باپ کے یہ محیط میں لکھا ہے۔

وصی نے یتیم کا کوئی عقار کہ جس کے بیچنے میں اُس کی بہتری ہے فروخت کیا لیکن وصی نے اس غرض

سے فروخت کیا کہ اُس کا شمن اپنی ذات پر خرچ کرے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ بیع جائز ہے ☆

اگر وصی نے یتیم کا مال کسی اجنبی کے ہاتھ اس کی مثل قیمت پر فروخت کیا تو جائز اور بعضوں نے کہا کہ اُس کا تصرف صرف ان تین شرطوں میں سے ایک شرط پائی جانے کے ساتھ جائز ہے یا تو دو گنی قیمت پر فروخت کرے یا نابالغ کو اُس کے شمن کی حاجت ہو یا منت پر ایسا قرضہ ہو جو بدوں اُس کے فروخت کرنے کے ادا نہ ہو سکے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو وکیل کیا کہ یتیم کے مال میں سے کوئی چیز خریدے اور اُس نے اپنے موکل کے واسطے خریدی تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر ایسے لڑ کے نے کہ جس کو خرید و فروخت کی اجازت دی گئی ہے اپنا مال وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو اُس کا فروخت کرنا خود وصی کے فروخت کرنے کے مانند ہے اور اگر ایسے لڑ کے نے جس کو خرید و فروخت کی اجازت ہے اجنبی کے ہاتھ کھلے ہوئے خسارہ کے ساتھ فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ وصی نے یتیم کا کوئی عقار کہ جس کے بیچنے میں اُس کی بہتری ہے فروخت کیا لیکن وصی نے اس غرض سے فروخت کیا کہ اُس کا شمن اپنی ذات پر خرچ کرے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ بیع جائز ہے اور اگر اُس نے شمن اپنی ذات پر خرچ کر لیا ہے تو یتیم کو اُس کی ضمان دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر وصی نے یتیم کے واسطے دوسرے یتیم سے کوئی چیز خریدی تو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر اُس نے دونوں کو تجارت کی اجازت دی تاکہ دونوں خرید و فروخت کریں تو بھی جائز نہیں اور اسی طرح اگر دونوں کے غلاموں کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے

دوسرے کے ہاتھ بیع کی تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر باپ ولی ہو تو دونوں بیٹوں یا ان کے دونوں غلاموں کے اجازت دینے سے ایسی بیع درست ہے یہ محیط سرحدی میں لکھا ہے۔ قاضی نے اگر اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا یا اس کا مال خود خرید تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر قاضی نے یتیم کے مال میں سے کوئی چیز وصی سے خریدی تو جائز ہے اگرچہ اسی قاضی نے اس کو وصی بنایا ہو یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔ ایک وصی نے یتیم کا مال اگر دوسرے وصی کے ہاتھ فروخت کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ وصی نے یتیم کے قرضدار سے ایک مکان جس کی قیمت پچاس دینار تھی بیس میں خرید اچھر جب قرض پورا لے لیا تو بیع کا اقالہ کر لیا پس یہ اقالہ جائز نہیں ہے یہ قیہ میں لکھا ہے وصی نے اگر یتیم کا مال کسی مدت کے ادھار پر بیچا پس اگر یہ مدت ایسی بڑھ کر ہو کہ ایسا مال اس مدت کے ادھار پر نہیں فروخت ہوتا ہے تو بیع جائز نہ ہوگی اور اگر ایسا نہ ہو لیکن مشتری سے یہ خوف ہو کہ وہ میعار پر مگر جائے گا یا اس سے ثمن وصول نہ ہوگا تو بھی جائز نہیں ہے اور اگر ان دونوں باتوں کا خوف نہ ہو تو بیع جائز ہوگی ایک شخص نے یتیم کا مال وصی سے ایک ہزار درہم کو خریدنا چاہا اور دوسرے نے ایک ہزار ایک سو کو خریدنا چاہا اور پہلا مشتری دوسرے سے مالدار ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ وصی کو چاہیے کہ پہلے کے ہاتھ فروخت کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر وصی نے ترکہ اپنے سوا دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر وارث نابالغ ہوں تو اس کا ہر چیز کا فروخت کرنا خواہ زمین ہو یا عقار یا اسباب جائز ہے خواہ ورثہ حاضر ہوں یا غائب ہوں خواہ میت پر قرض ہو یا نہ ہو لیکن صرف مثل قیمت پر یا ایسے دامنوں پر کہ جتنا ٹوٹا لوگ اندازہ میں اٹھاتے ہیں فروخت کر سکتا ہے اور ثمن الاثمہ نے شرح ادب القاضی میں فرمایا کہ یہ فتویٰ سلف کا ہے اور متاخرین کے نزدیک عقار کی بیع ان تینوں شرطوں میں سے کسی ایک کے ہونے کے ساتھ جائز ہوگی یا یہ کہ مشتری اس کی دو چند قیمت دینا چاہے یا نابالغ کو اس کے ثمن کی حاجت ہو یا میت پر ایسا قرض ہو کہ بدوں اس کے بیچنے کے ادا نہ ہو سکے پس اگر سب وارث نابالغ ہوں اور حاضر ہوں اور میت پر قرض نہ ہو تو وصی کو ترکہ میں بالکل تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے لیکن میت کے قرض وصول کر کے وارثوں کو دے دے اور اگر میت پر قرض ہو پس اگر وہ تمام ترکہ کو گھیرے تو اس پر اجماع ہے کہ وصی تمام ترکہ کو فروخت کرے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور قرضہ سے زائد کو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہ فروخت کرے اور اگر ترکہ پر قرض نہ ہے لیکن میت نے چند وصیتیں کی ہوں پس اگر وہ وصیت تہائی یا اس سے کم میں ہو تو وصی اس کو جاری کر دے اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو بقدر تہائی کے جاری کرے اور باقی وارثوں کا ہوگا اور اگر وصی نے کسی چیز کو ترکہ سے وصیت جاری کرنے کے واسطے بیچنا چاہا تو اس پر اجماع ہے کہ بقدر وصیت کے فروخت کرے اور وصیت سے زائد میں ویسا ہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ وارث اپنی خاص ملک سے قرضہ یا وصیت کو نہ ادا کر دیں اور اگر انھوں نے ایسا کیا تو وصی کو ترکہ بیچنے کا اختیار بالکل نہ رہے گا اور اگر وارث غائب ہوں جس کی میعاد امام محمدؒ سے تین دن روایت کی گئی ہے پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہ ہو تو وصی مال منقول بیچ سکتا ہے اور عقار نہیں بیچ سکتا ہے اور اگر عقار کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ وہ مالک نہ ہوگا اور اگر ترکہ پر قبضہ ہو تو اسباب میں حکم یہ کہ اس کو بقدر دین کے اور اس سے زائد بالکل فروخت کر سکتا ہے اور عقار کے باب میں وہی اختلاف ہے جو ہم نے ذکر کیا اور اگر وارثوں میں بعض نابالغ اور بعض بالغ ہوں پس اگر بالغ غائب ہوں اور ترکہ پر قرضہ اور وصیت نہ ہو تو وصی مال منقول کو بیچ سکتا ہے اور عقار میں سے نابالغوں کا حصہ فروخت کر سکتا ہے اور بالغوں کے حصہ میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور ایسی

۱۔ قولہ قرض نہ ہو یعنی میت قرض وارث نہیں ہر ایک تک اگر قرض دار ہو تو ترکہ سے قرضہ ادا کرنا بالاجماع مقدم ہے ۱۲۔ ۲۔ امام کے نزدیک فروخت کرے اور صاحبین کے نزدیک نہیں ۱۲۔

صورت میں اگر ترکہ کو قرضہ گھیرے ہوئے ہو تو عتقار اور منقول دونوں کو بیچ سکتا ہے اور اگر گھیرے ہوئے نہ ہو تو بالا جماع عتقار اور مال منقولہ میں سے بقدر قرضہ کے بیچ سکتا ہے اور اس سے زیادہ کی بیچ میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور اگر مانع وارث حاضر ہوں پس اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت نہ ہو تو بالا جماع مابالغوں کا حصہ عتقار و منقول سے فروخت کر سکتا ہے اور بالغوں کے حصہ کی بیچ میں وہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو پس اگر وہ قرضہ گھیرے ہوئے ہو تو وہ کل کو بیچ سکتا ہے اور اگر گھیرے ہوئے نہ ہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کرے اور زیادہ میں اختلاف ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

جو حکم ہم نے باپ کے وصی کا ذکر کیا وہی باپ کے وصی کے وصی کا اور داد یعنی باپ کے باپ کے وصی کا اور اس کے وصی کے وصی کا اور قاضی کے وصی کا اور اس کے وصی کے وصی کا بھی حکم ہے پس قاضی کا وصی بھی بمنزلہ باپ کے وصی کے ہے مگر صرف ایک صورت میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی نے اگر کسی کو کسی قسم کا وصی کیا تو یہ وصی اسی خاص قسم کا ہوگا اور باپ نے اگر کسی کو ایک نوع کا وصی کیا تو وہ ہر طرح کا وصی ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر وصی نے یتیم کا کوئی غلام یتیم کے لیے ایک ہزار درہم کو فروخت کیا کہ قیمت اس کی بھی ہزار درہم ہے اور اپنے واسطے خیار کی شرط کی پھر مدت خیار کے اند غلام کی قیمت بڑھ کر دو ہزار درہم ہو گئی تو وصی کو بیچ کا نافذ کرنا جائز نہیں ہے اور یہی قول امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کا بھی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی عورت نے اپنے شوہر کا اسباب اس کے مرنے کے بعد فروخت کیا اور یہ زعم کیا کہ وہ اس کی طرف سے وصیہ ہے اور اس کے شوہر کے چھوٹی چھوٹی نابالغ اولاد ہیں پھر ایک مدت کے بعد اس عورت نے کہا کہ میں وصیہ نہ تھی تو امام ابو بکر محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ مشتری کے حق میں اس عورت کی تصدیق نہ کی جائے گی اور مابالغوں کے بالغ ہونے تک اس بیچ میں توقف ہوگا پس اگر انھوں نے بالغ ہونے کے بعد اس عورت کی تصدیق کی کہ یہ وصیہ تھی تو اس کی بیچ جائز ہوگی اور اگر تکذیب کی تو باطل ہو جائے گی پس اگر مشتری نے اس سے خریدی ہوئی زمین میں کھاد دے کر اس کو درست کیا ہو تو عورت سے کچھ واپس نہ کر سکے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ عورت نے بیچ کرنے کے بعد یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں وصیہ نہ تھی اور اگر کسی لڑکے نے یہ دعویٰ کیا کہ اس عورت نے فروخت کیا حالانکہ وصیہ نہ تھی تو لڑکے کا دعویٰ قابل سماعت ہوگا بشرطیکہ اس لڑکے کو تجارت یا خصومت میں ایسے شخص کی طرف سے کہ جو دالی خصومت ہے جیسے قاضی یا وصی وغیرہ اجازت دی گئی ہو پس اگر وہ زمین کے واپس لینے سے عاجز ہو تو اس عورت سے اس چیز کی جو اس نے فروخت کی تھی قیمت کی ضمان لے گا بنا بر اس روایت کے کہ بالغ عتقار کو بیچ کر دینے اور سپرد کر دینے سے اس کی قیمت کا ضامن ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

لڑکے یا بیوقوف کا باپ یا باپ کا باپ یا وصی موجود ہے اور قاضی نے اس لڑکے یا بیوقوف کو تجارت کی اجازت دی اور باپ نے انکار کیا تو اس کی اجازت جائز ہے اگرچہ قاضی کی ولایت باپ یا وصی کی ولایت سے مؤخر ہے کذا فی القیہ۔

باب (۱۶) زہار ہو:

بیع علم کے بیان میں

اس میں چھ فصلیں ہیں

فصل اول☆

اس کی تفسیر اور رکن اور شرائط اور حکم کے بیان میں

بیع سلم ایک ایسا عقد ہے کہ اس سے ثمن میں بالفعل ملک ثابت ہوتی ہے اور ثمن میں کسی مدت پر ملک ثابت ہوتی ہے اور رکن بیع سلم کا یہ ہے کہ دوسرے سے کہے کہ میں نے تجھ کو دس (۱۰) درہم ایک ٹرگہوں کے عوض سلم میں دیئے یا سلف میں دیئے اور دوسرا کہ میں نے قبول کیے اور حسن کی روایت کے موافق بیع سلم لفظ بیع کے ساتھ بھی منعقد ہو جاتی ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے بیع سلم کی شرطیں دو طرح کی ہیں ایک وہ کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہے اور دوسری بدن کی طرف رجوع کرتی ہے جو شرط کہ نفس عقد کی طرف رجوع کرتی ہے وہ ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں عقد کرنے والوں کو یا ایک کو اس عقد میں شرط اختیار نہ ہو بخلاف مستحق کے اختیار کے کہ اس سے بیع سلم باطل نہیں ہوتی ہے حتیٰ کہ اس المال کا اگر کوئی شخص مستحق پیدا ہو حالانکہ دونوں عقد کرنے والے قبضہ کر کے جدا ہو چکے ہوں پھر مستحق اجازت دے تو بیع سلم صحیح ہے اور اگر اختیار شرط والے نے بدنی جدائی سے پہلے اپنا اختیار باطل کر دیا اور اس المال مسلم الیہ کے پاس قائم ہے تو وہ عقد ہمارے نزدیک جائز ہو جائے گا اور اگر اس المال تلف ہو گیا یا اس نے تلف کر دیا ہو تو بالا جماع جائز نہ ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اور جو شرطیں کہ بدل کی طرف رجوع کرتی ہیں وہ سولہ (۱۶) ہیں ان میں سے چھ (۶) اس المال میں اور دس (۱۰) مسلم فیہ میں ہیں پس اس المال کی شرطوں میں ایک یہ ہے کہ اس المال کی جنس بیان کرے کہ وہ درہم ہیں یا دینار ہیں یا ناپنے کی چیزوں میں سے مثل گہوں یا بکری کے ہے اور دوسرے یہ کہ اس کی نوع بیان کرے کہ یہ درہم عطر لینی ہیں یا عدالی یا دینار محمودی ہیں یا ہروی ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس شہر میں نقد و مختلف رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا نقد رائج ہو تو جنس کا ذکر کرنا کافی ہے اور تیسری (۳) صفت کا بیان کرنا چاہیے کہ وہ چید ہے یا ردی ہے یا درمیانی ہے کذا فی النہایہ اور چوتھی (۴) اس المال کی مقدار بیان کرنا چاہیے ایسی چیزوں میں کہ جن کی مقدار کے ساتھ عقد متعلق ہوتا ہے جیسے کیلی اور وزنی اور عدوی چیزیں اگرچہ اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اشارہ سے معین کر دینے کے بعد اس کی مقدار کا پہچانا شرط نہیں ہے پس اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے یہ درہم ایک ٹرگہوں کے عوض تجھ کو سلم میں دیئے اور درہموں کا وزن نہ معلوم ہوا یا اس نے کہا کہ میں نے یہ گہوں تجھ کو اتنے من زعفران کے عوض سلم میں دیئے اور گہوں کی مقدار نہ معلوم ہوئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے کذا فی الکافی۔

دو مختلف چیزوں میں بیع سلم ٹھہرائی اور اس المال کیلی یا وزنی چیزوں میں سے ہے تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق جب تک دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ اس المال میں سے نہ بیان کرے سلم جائز نہ ہوگی ☆

اگر اس المال ایسی چیزوں میں سے ہو کہ جن کی مقدار کے ساتھ عقد متعلق نہیں ہوتا ہے ان میں مقدار سے آگاہ کرنا شرط نہیں ہے بالا جماع اشارہ براکتفا کیا جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر دو مختلف چیزوں میں بیع سلم ٹھہرائی اور اس المال کیلی یا وزنی چیزوں میں سے ہے تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق جب تک دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ اس المال میں سے نہ بیان کرے سلم جائز نہ ہوگی اور اگر اس المال کیلی اور وزنی چیز کے سوا ہو تو اس تفصیل کی حاجت نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان سب میں جائز ہے کذا فی الحاوی۔ اگر دو جنسیں سلم میں دیں اور ایک کی مقدار نہ بیان کی تو دونوں کی سلم صحیح نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور پانچویں شرط درہم اور دیناروں کا منعقد (بکھا) ہونا چاہیے اور یہ بھی امام اعظمؒ کے نزدیک مقدار سے آگاہ کرنے کے ساتھ جائز ہونے کی شرط

۱۔ واضح ہو کہ اگر دس درہم زید نے ایک ٹرگہوں کے عوض عمر کو دیئے تو زید اب المسلم ہے اور عمرو مسلم الیہ ہے اور گہوں سلم فیہ ہیں اور دس درہم اس المال ہیں اور اس کو یاد رکھنا چاہئے ۱۲۔ ج مثلاً چہرہ دار یا چھوٹی گولی یا جیسوری یا مرشد آبادی یا انگریزی ہے ۱۳۔ ج مثلاً درہم اور دینار ۱۴۔

ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور چھٹی (۶) یہ کہ اس المال مجلس سلم میں قبضہ میں آتا چاہیے خواہ وہ اس المال دین ہو یا عین اور یہ عامہ علماء کے نزدیک احتساباً شرط ہے خواہ اول مجلس میں قبضہ کیا یا آخر میں کیونکہ مجلس کی سب ساعتوں کا حکم ایک ہے اور ایسے ہی اگر اُس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کھڑے ہو کر چلنے لگے پھر بدنی جدائی سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

نو اور میں لکھا ہے اگر دونوں نے عقد سلم کیا اور ایک میل یا زیادہ چلے اور ایک دوسرے کی نظر سے غائب نہ ہوا پھر اس المال پر قبضہ کر کے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دونوں یا ایک سو گیا پس اگر وہ دونوں بیٹھے تھے تو یہ جدائی میں شمار نہیں ہے کیوں کہ اس سے احتراز کرنا دشوار ہے اور اگر دونوں لیٹے تھے تو یہ جدائی میں شمار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوازل میں لکھا ہے کہ کسی نے دس (۱۰) درہم دس (۱۰) قفیر گہیوں کے عوض سلم میں دیے اور درہم اُس کے پاس نہ تھے پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوا تا کہ درہم لائے پس اگر ایسی جگہ گیا ہے کہ اُس کو مسلم الیہ دیکھتا تھا تو سلم باطل نہ ہوگی اور اگر اُس کی آنکھ سے پوشیدہ ہوا تو باطل ہو جائے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر ایک شخص پانی میں گھسا اور اُس میں غوطہ لگایا پس اگر پانی ایسا صاف تھا کہ بعد غوطہ کے نظر آتا تھا تو جدائی ثابت نہ ہوگی اور اگر گندلا تھا کہ بعد غوطہ کے نظر نہ آیا تو جدائی ثابت ہو جائے گی یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اگر مسلم الیہ نے اس المال پر مجلس میں قبضہ کرنے سے انکار کیا تو حاکم اُس پر جبر کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

جو شرطیں کہ مسلم فیہ میں ہوتی ہیں اُس میں سے ایک یہ ہے کہ مسلم فیہ کی جنس مثلاً گہیوں یا بکریاں بیان کرنا چاہیے اور دوسری اُس کی قسم کہ مثلاً خشکی کے گہیوں یا پہاڑی میں بیان کرنا چاہیے تیسری گہیوں کی صفت کہ جید ہیں یا ردی یا درمیانی بیان کرنا چاہیے یہ نہایہ میں لکھا ہے اگر کسی نے گہیوں کے سلم میں بیان کیا کہ گندم نیکو یا نیک یا سرہ یعنی کھرے تو جائز ہے اور بھی صحیح ہے یہ عتبایہ میں لکھا ہے اور چوتھی یہ کہ مسلم فیہ کی مقدار پیمانہ یا وزن یا عدد یا گز سے معلوم ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور یہ چاہیے کہ اس کی قدر ایسی مقدار سے معلوم ہو کہ جس مقدار کی لوگوں کے پاس سے کم ہونے کا خوف نہ ہو اور اگر اُس کی مقدار کسی معین پیمانہ سے معلوم کی جائے جیسے کہا کہ اس خاص برتن کے پیمانہ یا اُس پتھر کے وزن سے لوں گا تو جائز نہیں ہے بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس برتن میں کسی قدر ساتا ہے یا اس پتھر کا کیا وزن ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور ایسے ہی گزوں سے پکنے کی چیزوں میں چاہیے کہ اُس کی مقدار ایسے گزوں سے بیان کی جائے کہ جس کا لوگوں کے پاس سے کم ہونے کا خوف نہ ہو پس اگر کوئی معین کٹری کو بتلایا کہ جس کی ناپ نہیں معلوم ہے یا اپنے ہاتھ کی ناپ یا فلاں شخص کے ہاتھ کی ناپ بتلائی تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص کا پیمانہ یا اُس کا گز عام لوگوں کے گز اور نہ انہ سے محارب ہو تو اُس کے حساب سے بیع سلم صحیح نہیں ہے اور اگر اُس کا گز یا پیمانہ عام لوگوں کے موافق ہو تو اُس کی قید لگانا لغو ہوگی اور سلم جائز ہوگی یہ نیا بیع میں لکھا ہے اور یہ ضروری ہے کہ پیمانہ ایسا نہ ہو کہ جو بیع جاتا ہو یا کشادہ ہو جاتا ہو جیسے پیالے اور اگر زمیل یا تھیلی کے مانند ہو تو سلم جائز نہ ہوگی مگر صرف پانی کی مشک میں بسبب تائل کے جائز ہے ایسا ہی امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا گیا ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور پانچویں شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ میعاد اور میعاد معلوم ہو حتیٰ کہ فی الحال کی سلم جائز نہیں ہے اور ادنیٰ میعاد کہ بدوں اُس کے سلم جائز نہیں ہے امام محمدؒ کی تقدیر پر ایک مہینہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور رب السلم کے مرنے سے میعاد باطل نہیں ہوتی ہے اور مسلم الیہ کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہے حتیٰ کہ سلم اُس کے ترکہ سے فی الحال لی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور چھٹی یہ کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے میعاد آنے تک موجود ہونا چاہیے حتیٰ کہ اگر عقد کے وقت نہ ہو اور میعاد کے وقت موجود ہو یا اُس کا عکس ہو یا عقد کے وقت اور میعاد کے وقت موجود اور درمیان میں موجود نہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور موجود ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بازار

میں آتی رہے اور موجود نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ بازار میں نہ آتی ہو اگرچہ گھروں میں پائی جائے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر ایسی چیز میں مسلم کی کہ جو میعار تک پائی جاتی ہے اور اُس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ بازار سے جاتی رہی تو مسلم اپنے حال پر رہے گی اور رب المسلم کو اختیار ہے کہ چاہے مسلم کو تو زردے ورنہ اُس کے پائے جانے کا انتظار کرے یہ نیا بیع میں لکھا ہے ساتویں شرط یہ ہے کہ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جو معین کرنے سے معین ہوتی ہے یہاں تک کہ درہم و دینار میں مسلم صحیح نہیں ہے اور پتروں میں روایت صرف کے قیاس پر جائز نہیں ہے اور کتابت الشریک کے قیاس پر جائز ہے یہ نہایت میں لکھا ہے۔

آٹھویں یہ کہ مسلم فیہ ان چار جنسوں سے ہونا چاہیے کیلی یا وزنی یا عددی کہ جو باہم قریب برابر کے ہیں یا گزروں سے تاپنے کی چیز ہو یہ محیط میں لکھا ہے پس حیوان اور اس کی سری پایوں میں مسلم جائز نہیں ہے ایسے ہی غلام اور باندیوں میں بھی اس سبب سے کہ اُن کی عقل اور اخلاق خد اُچھ اُچھ ہوتے ہیں جائز نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے نویں شرط یہ ہے کہ جن چیزوں میں بار برداری وغیرہ ہوتی ہے جیسے گیسوں اُن کے ادا کرنے کا مکان بیان کرنا چاہیے کذا فی الکافی اور یہی صحیح ہے نہر الفائق میں لکھا ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ شرط نہیں ہے لیکن اگر دونوں شرط کر لیں تو صحیح ہوگی اور اگر شرط نہ کریں تو جس جگہ عقد ہوا ہے وہی سیر کرنے کی جگہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اگر رب المسلم نے مسلم الیہ سے یہ شرط کی کہ مسلم کو فلاں شہر میں سپرد کرے تو مسلم الیہ جس مقام پر اس شہر میں سے چاہے ادا کر سکتا ہے اور رب المسلم کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس کو دوسری جگہ سپرد کرنے کے واسطے تکلیف دے کذا فی المحیط۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب وہ شہر بڑا نہ ہو اور اگر بڑا ہو کہ اُس کے دونوں کناروں میں ایک فرسخ کا فاصلہ ہو تو جب تک اس کا کوئی کنارہ بیان نہ کرے جائز نہیں ہے اس واسطے کہ اُس کی جہالت سے جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور جن چیزوں میں بار برداری وغیرہ نہیں ہے جیسے مشک و کافور اُن میں ادا کرنے کا مکان معین کرنا بالاجماع شرط نہیں ہے اور کتاب البیوع و جامع صغیر کی روایت کے وافق جہاں عقد ہے وہی ادا کرنے کے واسطے معین ہوگا اور یہی اصح ہے اور یہ صاحبین کا قول ہے یہ محیط سرخسی میں اور عتاج میں لکھا ہے۔

اجارات میں لکھا ہے کہ وہ مکان معین نہ ہوگا اور اُس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے ادا کرے اور یہی اصح ہے یہ کافی اور ہدایہ میں لکھا ہے پس اگر کوئی مکان معین کیا تو بعضوں نے کہا ہے کہ متعین نہ ہوگا کیونکہ ایسی چیز کے لے جانے میں کچھ بار برداری نہیں ہے اور نہ جگہ کے بدلنے سے اُس کی مالیت بدلتی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ متعین ہوگا اور یہی اصح ہے یہ عنایہ میں لکھا ہے اور اگر سمندر یا پہاڑ کی چوٹی پر ایسی چیزوں میں کہ جن میں بار برداری اور مشقت ہے بیع مسلم کی تو جو سا مکان وہاں سے قریب ہوگا اُس مکان (مقام ۱۲) میں ادا کرے گا یہ نیا بیع میں لکھا ہے اور دسویں شرط یہ ہے کہ دونوں بدلوں کو کوئی وصف علت ربو کا شامل نہ ہو اور وہ قدر و جنس ہے اور یہ ہر جگہ جاری ہے مگر ثمنوں میں نہیں جاری ہے کہ اُن کا مسلم ورنہ چیزوں میں لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے بیع مسلم کا حکم یہ ہے کہ رب المسلم کو مسلم فیہ میں ایک مدت پر ملکیت ثابت ہوتی ہے اور مسلم الیہ کو اس المال معین اور موصوف میں فی الحال ملکیت ثابت ہوتی ہے یہ نہایت میں لکھا ہے اور جب بیع مسلم صحیح ہوگئی اور مسلم الیہ نے مسلم فیہ کو حاضر کیا تو رب المسلم کو اُس میں اختیار نہ ہوگا مگر اُس صورت میں کہ اپنی شرط کے برخلاف پائے تو اس صورت میں مسلم الیہ پر جبر کیا جائے گا کہ جس چیز پر عقد ہوا ہے اُس کو حاضر کرے یہ نیا بیع میں لکھا ہے۔

۱۔ قولہ قدر یعنی اس المال و مسلم فیہ میں متحد قدر و جنس کی علت نہ ہو یا یہ بات نہ ہو جس سے ادھار جائز نہ ہو اور اس کی مثال شرع مسئلہ فصل دوم میں آتی

فصل دوم:

اُن چیزوں کے بیان میں جن میں سلم جائز اور جن میں جائز نہیں ہے

اگر کوئی ہروی کپڑا ہروی کپڑے کی سلم میں دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر ایک قعیر گیہوں کو ایک قعیر کی سلم میں دیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر کیلی چیز کو وزنی چیز کی سلم میں دیا تو جائز ہے بشرطیکہ وزنی چیز مسلم فیہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اس طرح کہ اُس کا وصف بیان کر دینے سے مجمع متعین ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اگر گیہوں کو سونے یا چاندی کی سلم میں دیا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور عقد باطل ہوگا اور یہی اصح ہے اور وزنی چیز کو کیلی چیز کی سلم میں دینا جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور وزنی کو وزنی کی سلم میں دینا جب کہ دونوں عقد میں متعین ہو جاتے ہوں جیسے لوہا اور زعفران تو جائز نہیں ہے اور اگر درہم و دینار کو وزنی کی سلم میں دیا تو جائز ہے اور اگر گلائی ہوئی چاندی یا سونے کا تیرا یا ڈھلا ہوا سونا چاندی زعفران کی سلم میں دیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر پیسوں کو وزنی چیز کی سلم میں دیا تو جائز ہے مگر جب پیسوں کو اسی جنس میں دیا تو جائز نہیں ہے اگر پچل کے برتن وزنی چیز کی سلم میں دیئے پس اگر یہ برتن وزن سے بکتے ہوں تو جائز نہیں ہے اور اگر گنتی سے بکتے ہوں تو جائز ہے لیکن اگر برتنوں کو اپنی جنس کے ساتھ بچا تو جائز نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

کیلی چیز کو کیلی چیز کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے اور اگر کیلی یا وزنی چیز نہ ہو اور دونوں کی قسم مختلف ہو تو ایسی ایک چیز کو دو کے عوض ہاتھوں ہاتھ بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور ادھار فروخت کرنے کا بھی کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ وہ سلم فیہ وصف بیان کر دینے سے ایسی ہو جائے کہ مثلی چیزوں کے ساتھ مل جائے اور اگر ایسی نہ ہو تو جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اگر ایک ہروی کپڑا ایک جوہر یا موتی کے سلم میں دیا تو جائز نہیں ہے اور یہی حکم ہمارے نزدیک حیوانات میں ہے اور اگر غیر کیلی یا وزنی چیزیں ایک قسم کی ہوں تو ہمارے عقلا کے قول پر دو چیزوں کو ایک کے عوض ہاتھوں ہاتھ دینا روا ہے اور اُس میں ادھار بہتر نہیں ہے حتیٰ کہ اگر دو کپڑے ہروی ایک ہروی کی سلم میں دیئے تو ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کیلی چیز کو کیلی اور وزنی چیز کی سلم میں دیا یا کسی چیز کو اُس کی جنس اور غیر جنس کی سلم میں دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک تمام کا عقد باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک وزنی کے حصہ اور غیر جنس کے حصہ میں صحیح ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر کسی چیز کو ایک نوع کی کیلی اور وزنی چیز کی سلم میں دیا اس شرط پر کہ بعض کی مدت کسی وقت ہو اور بعض کی مدت دوسرے وقت ہو تو روا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک کا حصہ بیان کرنے کی احتیاج نہیں ہے اور اگر رب السلم نے قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ سلم فیہ جاتی رہی اور اُس کا مثل معدوم ہو گیا تو ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک سلم باطل نہ ہوگی لیکن رب السلم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اُس کے مثل موجود ہونے تک انتظار کر کے اُس کو لے ورنہ اپنا اس المال لے لے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر درہم و دینار کی سلم میں دیا تو جائز ہے اور پیسوں کو لوہے اور رصاص کے مانند چیزوں کی سلم میں دینا روا ہے اور اگر پیسوں کو پچل کی سلم میں دیا تو جائز نہیں ہے اور پیسوں سے مراد رائج پیسے ہیں اگر غیر رائج ہوں تو اُن کو لوہے اور رائگہ کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے اور اگر حیر وغیرہ کی پوریاں یا تگوار کو لوہے کی سلم میں دیئے تو جائز نہیں ہے اور اگر تگوار کو پچل کی سلم میں دیا تو جائز ہے بشرطیکہ تگوار گنتی سے بکتی ہو اور اگر وزن سے بکتی ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر دو دھ کے موجود ہونے کے وقت اُس میں بحساب پیمانہ یا وزن معلوم کے کسی میعاد معلوم تک سلم

ٹھہرائی تو جائز ہے ☆

گیہوں کو میعاد دی درہموں کی سلم میں دینا ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے اور جب اُس کا سلم صحیح نہیں ہوا تو عیسیٰ بن ابان نے فرمایا کہ عقد بالکل باطل ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اگر کیلی چیز میں بحساب وزن کے سلم قرار دی تو اس میں دو روایتیں ہیں اور جائز ہونے پر اعتماد ہے اور اسی طرح اگر وزنی چیز میں بحساب پیمانہ کے سلم قرار دی تو بھی یہی اختلاف ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر دودھ کے موجود ہونے کے وقت اُس میں بحساب پیمانہ یا وزن معلوم کے کسی میعاد معلوم تک سلم ٹھہرائی تو جائز ہے اور بھی حکم سرکہ اور شیرہ انگور کا ہے پھر شمس الائمہ نے فرمایا کہ دودھ میں وقت کی قید لگانا اُن کے شہروں کے موافق ہے اس لیے کہ اُن کے یہاں کبھی کبھی دودھ کا بازار میں آتا موقوف ہو جاتا ہے اور ہمارے ملکوں میں موقوف نہیں ہوتا تو ہر وقت جائز ہے اور یہی حال سرکہ کا ہے مگر شیرہ انگور ہر وقت نہیں پایا جاتا پس اُس کی سلم میں وقت کی شرط کرنی چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اور کھج کی سلم میں پیمانہ اور وزن سے بیچنا جائز ہے مگر امام محمدؒ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ وزن سے نہیں جائز ہے اور ایسے ہی ہر چیز جو رطل سے تولی جاتی ہے اس کا پیمانہ اور وزن سے بیچنا جائز ہے یہ تارخانہ میں لکھا ہے اگر کسی نے گیہوں کی سلم میں اُن کے موجود ہونے سے پہلے بیع قرار دی تو ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اسی سے نکلتا ہے کہ اگر کسی خاص مقام میں گیہوں کی سلم قرار دی پس اگر اس کے جاتے رہنے کا گمان نہ ہو تو سلم جائز ہوگی اور اسی طرح اگر کسی بڑے شہر مثل سمرقند و بخارا کے اناج میں سلم قرار دی تو بھی یہی حکم ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ شہر کے اناج میں جائز نہیں ولایت کے اناج میں جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ جس جگہ کا اناج بیان کیا گیا اگر غالباً اُس کا اناج معدوم نہ ہو تو وہ سلم جائز ہوگی خواہ وہ کوئی ولایت ہو یا بڑا شہر ہو اور اگر اُس کا اناج معدوم ہونے کا خوف ہو جیسے کوئی خاص زمین یا گاؤں تو اُس کی سلم جائز نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر قریہ کی طرف نسبت کرنا صرف صفت بیان کرنے کے واسطے ہو جیسے بخارا کی چشم دنی تو صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر میراث کے گیہوں میں سلم قرار دی تو جائز نہیں ہے اور اگر ہرات کے کپڑوں میں سلم قرار دی پس اگر سلم کی پوری شرطیں بیان کیں تو جائز ہے یہ شرح طحاویؒ میں لکھا ہے اور نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ بغداد کو مروی کپڑا مرد کے مروی کی سلم میں دینا جائز ہے اور ایسے ہی مروی بغداد کو مروی اہواز اور مروی واسطہ کی سلم میں دینا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ہرات کی روئی ہراتی کپڑے کی سلم میں دی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر بالوں کو بالوں کے موزے یا صوف کے نمدے کی سلم میں دیا یا خز کو خز کے کپڑے کی سلم میں دیا پس اگر وہ ٹوٹ کر بال نہ ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے اور اگر سوت کو سوت کے کپڑے کی سلم میں دیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور جو گنتی کی چیزیں ایسی ہوں کہ اُن کے عددوں میں فرق ہو جیسے انار اور خر بوزہ وغیرہ تو اُن کی سلم گنتی سے جائز نہیں ہے یا حاویٰ میں لکھا ہے اور جو گنتی کی چیزیں باہم قریب ہوں اُن میں جائز ہے حتیٰ کہ اخروٹ اور اٹھ سے میں گنتی سے اور پیمانہ اور وزن سے بھی جائز ہے اور زیادات میں لکھا ہے کہ اخروٹ اور اٹھ سے کی سلم میں جب کہ مرغی یا بٹا کا اٹھ ایمان کر دیا تو جائزہ اگر چہ جید اور ردی نہ بیان کیا ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جب عددی چیزوں کے اعداد جُدا جُدا قیمت سے جکتے ہوں یعنی ہر ایک کی قیمت علیحدہ ہو وہ عددی متفاوت کہلاتی ہیں اور جن کے ہر ایک عدد کی قیمت یکساں ہو وہ عددی متعارب ہیں یعنی باہم برابر ہیں اور بھی امام ابو یوسفؒ سے

۱۔ قولہ وقت یعنی جس وقت میں شیرہ موجود ہو اس وقت جائز ہے ورنہ نہیں ۱۲۔ ۲۔ قولہ صفت یعنی جہاں کا عمدہ گیہوں مثلاً مشہور ہو ۱۲۔ ۳۔ قولہ بالوں الخ عربی اصل میں شعر لکھا ہے اور بظاہر غلط الکاتب ہے ۱۲۔ ۴۔ قولہ نہیں ہے جیسے کلید وغیرہ ہوتا ہے ۱۲۔

روایت ہے کہ اگر بٹ کے انڈوں کو مرغی کے انڈے کی سلم میں دیا یا لٹامہ کے انڈوں کو مرغی کے انڈوں کی سلم میں دیا تو جائز ہے اور اگر مرغی کے انڈوں کو ان دونوں (بٹ یا لٹامہ) میں سے کسی کے انڈوں کی سلم میں پس اگر ایسے وقت میں دیا کہ دونوں کے انڈے ملتے ہیں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کاغذ میں گنتی کی راہ سے سلم ٹھہرائی تو جائز ہے اور اگر وزن سے ٹھہرائی تو میں نے فتاویٰ میں دیکھا ہے کہ یہ بھی جائز ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور پیسوں میں گنتی سے سلم ٹھہرانا ظاہر الروایت میں جائز کذا فی النہج اور یہی صحیح ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ بیگنوں کی سلم گنتی سے صحیح ہے اور یہی حال سیب وغیرہ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

حسن نے روایت کی ہے کہ پیاز اور لہسن کی سلم پیانہ اور گنتی سے جائز ہے کیونکہ وہ عددی متقارب ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور امام نے فرمایا کہ شیشہ کی سلم میں بہتری نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ ٹوٹا ہوا ہو پس اس کا وزن معلوم شرط کیا جائے اور یہی حال زجاج کا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے شیشہ کی سلم ہے کہ اگر سونے اور چاندی کے برتن میں سلم قرار دی اور اس المال میں سونا ٹھہرایا تو سلم جائز نہیں ہے یہ تار خانہ میں لکھا ہے اور جو برتن شیشہ سے بنائے جاتے ہیں ان کی سلم بھی جائز نہیں ہے کیونکہ وہ عددی متفاوت ہیں تاہم سلم جائز ہے جب کہ اس کی کوئی قسم معلوم بیان کر دی جائے اور مٹی کے پختہ برتنوں کی سلم اگر اس کی کوئی ایسی نوع بیان کی جائے جو لوگوں کو معلوم ہے تو جائز ہے اور کوزوں کا بھی یہی حکم ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ کچی اور پکی اینٹوں کی سلم روا ہے جب کہ اس کا پیانہ معلوم بیان کر دیا جائے اور پیانہ معلوم ہونے کی یہ صورت ہے کہ اس کا طول اور عرض و عمق عام لوگوں کے استعمالی گز سے بیان کر دیا جائے اور اگر اس شہر کے لوگوں نے اینٹوں کا ایک ہی پیانہ کیا ہو تو بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے یہ نیاہج میں لکھا ہے اور ایسے ہی کپڑوں کی سلم میں ان کا طول و عرض معلوم گز سے بیان کرنے کے بعد جائز ہے خواہ کپڑا روئی کا ہو یا ریشم کا اور سوت کے کپڑے میں وزن ذکر کرنا ضروری نہیں ہے اور حریر میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وزن شرط ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر وزن بیان کیا اور گز نہ بیان کیے تو بیع سلم جائز نہ ہوگی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ اگر حریر میں وزن شرط کیا اور گزوں کی شرط نہ کی تو بیع کا جائز نہ ہونا اس وقت ہے کہ جب ہر گز کا ثمن نہ بیان کیا ہو اور ہر گز کا ثمن بیان کر دیا تو جائز ہے اور اگر گز کے کپڑے میں سلم ٹھہرائی پس اگر طول و عرض اور رقعہ بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو جائز ہے اور اگر وزن بیان کیا اور طول و عرض و رقعہ نہ بیان کیا تو جائز نہیں ہے اور ایک روایت آئی ہے کہ اگر طول و عرض اور رقعہ بیان کیا اور وزن نہ بیان کیا تو بھی جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر چند گزوں کی مطلقاً شرط کی تو دونوں کا لحاظ کر کے درمیانی گز سے دیا جائے گا اور واضح ہو کہ بعض مشائخ نے کہا کہ درمیانی گز سے دینے سے یہ مراد ہے کہ گز سے درمیانی طور پر ناپا جائے گا کہ نہ بہت کھینچا جائے اور نہ ڈھیلا کیا جائے اور بعض مشائخ نے یہ کہا کہ گز سے مراد یہی گز ہے اور وہ ہزاروں میں چھوٹا بڑا اور درمیانی ہوتا ہے پس مراد درمیانی گز ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ جب بیع سلم میں گز مطلقاً چھوڑ دیا تو ان دونوں معنی کا لحاظ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

پچھونے اور چٹائی اور بور یوں کی بیع سلم میں اگر گز معلوم اور صفت معلوم اور صنعت معلوم کی شرط کی

ہو تو جائز ہے ☆

۱۔ یہ شاید ان کے ملک میں ہو اور ہمارے ملک میں گنتی سے جائز نہیں ہے اور بیگنوں کا بھی یہی حال ہے ۱۲۔ ۲۔ زجاج آئینہ داس کا جو ہر معروف ہے ۱۳۔ ۳۔ ناپ تو اس کی قسم ہمارے دیار میں معروف ہونا مشکل ہے ۱۴۔ ۴۔ رقعہ سے مراد اس کا مرتبہ ہے ۱۵۔ ۵۔ قولہ دلوں معنی یعنی بازاروں کے درمیانی گز سے درمیانی طور پر ناپا جائے ۱۶۔

اصل میں لکھا ہے کہ انجیر کی سلم میں اگر اُس کا پیمانہ معلوم ہو اور پیمانہ اُس کا وہ جوال ہے جس میں انجیر بھرے جاتے ہیں تو جائز ہے ورنہ بہتر نہیں ہے اور مشائخ نے اُس کے باب میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ وہ ہر حال میں کیلی ہے اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں میں وزن سے پکنے کا عرف ہو تو وزنی ہے اور اگر پیمانہ سے پکنے کا عرف ہو تو کیلی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ سناروں اور کان کی مٹی میں بیج سلم جائز نہیں ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے پچھو نے اور چٹائی اور یوریوں کی بیج سلم میں اگر گز معلوم اور صفت معلوم اور صنعت معلوم کی شرط کی ہو تو جائز ہے یہ حاویٰ میں لکھا ہے اور جوال اور موزے اور چادروں کی اگر صفت معلوم ہو اور طول و عرض اور رقبہ معلوم ہو تو جائز ہے اور پونٹھوں میں جائز نہیں ہے کیوں کہ اُن میں باہم تفاوت ہوتا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اونٹ اور گائے اور بکری کے چمڑے کی بیج سلم میں بہتری نہیں یعنی نارد ہے اور اگر اُس میں سے کسی کی کوئی قسم معلوم بیان کر دی تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

مبسوط میں ہے کہ چمڑے کی سلم جائز نہیں ہے مگر اُس صورت میں کہ جب اُس کی کوئی ایسی قسم ہو کہ جس کا طول و عرض اور جید ہونا معلوم ہو تو کپڑے کے مانند جائز ہوگی اور ایسے ہی اگر چمڑا وزن سے پکا ہو تو اُس کی سلم میں وزن اس طرح ذکر کرنے سے کہ جس سے لین دین میں جھگڑانہ ہو جائز ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور سری اور پایوں میں نہیں جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک گوشت میں سلم صحیح نہیں ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ جائز ہے بشرطیکہ اُس کی جنس اور نوع اور سن اور جگہ بلکہ صفت اور مقدار بیان کر دی جائے مثلاً بکری خسی دو دانت والی کے پہلو اور ران میں سے فربہ اور سور ٹل اور ہڈی کے گودہ میں دو روایتیں آئی ہیں اور اصح یہ ہے کہ ناجائز ہے اور حقائق اور عیون میں لکھا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور جب حاکم نے اس کے جواز کا حکم دیا تو بالاتفاق صحیح ہو جائے گا اور چکنی اور چربی کی سلم سب کے نزدیک صحیح ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور مچھلی کی سلم میں یا تازہ مچھلی ہوگی یا خشک نمک دار اور سلم یا گنتی سے ہوگی یا وزن سے پس اگر اُس نے گنتی سے سلم ٹھہرائی تو جائز نہیں خواہ مچھلی تر ہو یا خشک اور اگر وزن سے ٹھہرائی پس اگر مچھلی خشک ہے تو جائز ہے اور اگر تر ہو پس اگر عقد سلم اس مچھلی کے موجود ہونے کے زمانہ میں واقع ہو اور یہ حادث تک موجود رہے کہ درمیان میں جاتی نہ رہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے یہ شرح طحاویٰ میں لکھا ہے۔

اگر چھوٹی مچھلیوں میں پیمانہ یا وزن سے سلم ٹھہرائی تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کذا فی الیما صحیح اور بڑی مچھلیوں میں امام اعظمؒ سے دو روایتیں ہیں پس ظاہر روایت میں جائز ہے اور یہی صاحبین کا قول ہے اور اصل میں لکھا ہے کہ پرندوں میں سے کسی میں سلم ٹھہرانا بہتر نہیں ہے یہ محیط سرخی میں ہے اور جن پرندوں میں تفاوت نہیں ہوتا جیسے کنجشک تو بھی بعض نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور یہی اصح ہے اور پرندوں کے گوشت میں بھی جائز نہیں ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اُن پرندوں کے حق میں ہے جو جمع کر کے انڈے بچوں کے واسطے نہیں رکھے جاتے ہیں ورنہ جو ایسے ہوں ان کی نسبت بعض مشائخ نے کہا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ بالاتفاق جائز ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک روٹی میں سلم نہ وزن سے جائز اور نہ گنتی سے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وزن سے جائز ہے اور مشائخ نے فتویٰ کے واسطے قول ابو یوسف کا اختیار کیا ہے لیکن قبضہ کے وقت احتیاط کرنا واجب ہے کہ اُسی جنس سے لے جو اُس نے بیان کی ہے تاکہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ کا بدنا لازم نہ آئے یہ محیط میں لکھا ہے۔

روٹی کو گیہوں یا آٹے کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے تہذیب میں لکھا ہے

اور آنے کی سلم بیاناہ اور وزن سے جائز ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اور جواہر اور موتیوں کی سلم میں بہتری نہیں ہے اور چھوٹے چھوٹے موتی جو وزن سے نیچے جاتے ہیں اور دواؤں میں ڈالے جاتے ہیں اُن کی سلم وزن سے جائز ہے اور سچ اور چونے کی سلم میں بیاناہ معلوم کے حساب سے کچھ ڈر نہیں ہے کیونکہ اس کا کیلی ہونا معلوم ہے اور ہر وقت سپرد کیا جاسکتا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے تیل کی اگر کوئی قسم معلوم شرط کر دی تو اُس کی سلم میں کچھ خوف نہیں ہے اور خوشبودار اور غیر خوشبودار کا حکم یکساں ہے یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور صوف کے وزن سے بیچ سلم کرنے میں خوف نہیں ہے اور اگر بغیر وزن کے کچھ ڈھیریوں کی شرط کی تو جائز نہیں ہے اگر کسی نے خاص بکری کے صوف کی سلم کی تو جائز نہیں ہے اور یہی حکم بکریوں کے دودھ اور گھی کا ہے اور جو گھی یا زیتون کا تیل یا گیہوں کہ اس سال پیدا ہوں اُن کی سلم میں بہتری نہیں ہے تلواریں پھل کی سلم میں کچھ خوف نہیں ہے بشرطیکہ اُس کا طول و عرض و صفت معلوم ہو اور صوف کو بالوں کی سلم میں دینا جائز نہیں ہے کیوں کہ ان دونوں میں علت رطوبت کی یعنی وزن مشترک ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ بال وزن سے جلتے ہوں اور اگر وزن سے نہ جلتے ہوں تو اُدھار حرام نہیں ہے مترجم کہتا ہے یعنی سلم جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

دو زمیوں کا شراب میں بیچ سلم کرنا جائز ہے اور سور میں جائز نہیں ہے پس اگر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو تو بیچ سلم باطل ہو جائے گی اور مسلمان اور نصرانی تمام احکام سلم میں سوائے شراب کے برابر ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے روئی اور کتان اور ابرہ سلم اور تانبہ پتر اور لوہا اور رانگ اور پتیل اور کانسہ ان چیزوں کی بیچ سلم میں خوف نہیں ہے اور یہ چیزیں مثلی ہیں اور حنا اور دسہ اور خشک خوشبودار چیزیں جو کیلی ہوں انھیں چیزوں کے مانند ہیں اور تر خوشبودار چیزیں اور ساگ اور ایندھن مثلی نہیں ہیں تو اُن میں سلم جائز نہ ہوگی اور جبن (خیر ۱۲) کا بیاناہ اگر اُس پیشہ والوں کو اس طرح معلوم ہو کہ اُس میں فرق نہ پڑے تو اُس کی بیچ سلم میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر شہیروں کی کوئی قسم معلوم بیان کر دی اور اُس کا طول اور موٹائی اور میعاد اور وہ مکان کہ جس میں ادا کیے جائیں بیان کر کے بیچ سلم کی تو جائز ہے اور یہی حکم ساکھو اور حیدن اور لکڑی اور زکل کا ہے اور زکل میں موٹائی بیان کرنے کی صورت یہ ہے کہ بالشت یا گرو غیرہ کے انداز سے جس سے اُس کا گٹھا باندھا جاتا ہے بیان کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اور رطبہ کی سلم میں بہتری نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور سوت مثلی چیزوں میں ہے اس کو شمس الائمہ سرخسی نے بیان کیا ہے اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ جو وزن چیز ہے وہ مثلی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور طشت اور معمر اور سوزوں اور ایسی چیزوں کی بیچ سلم میں خوف نہیں ہے بشرطیکہ اُن کی شناخت ہو سکے ورنہ بہتری نہیں ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور کٹ کی بیچ سلم میں وزن کے حساب سے کچھ خوف نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر پانی میں وزن کے حساب سے بیچ سلم ٹھہرائی اور پانی کے خاص معلوم گھاٹ بتائے تو جائز ہے اور جب پانی میں جائز ہے تو برف میں بھی جائز ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

فصل سو:

۱۔ یعنی اس سال کے گیہوں ۱۲۔ ۲۔ قول صوف قول اس طرح بالوں کو صوف کی سلم میں دینا بھی جائز نہیں ہے اور اگر بال و صوف کو کھل و بندہ کی سلم میں دے تو دیکھا جائے کہ اگر وہ کھل یا بندہ ایسا ہے کہ کھل کر بال ہو جائیں گے جیسے اکثر بندہ ہوا کرتے ہیں تو نہیں جائز ہے ورنہ جائز ہے ۱۲۔ ۳۔ قول گز یعنی ٹاپ میں مشروط سے زیادہ تھا اور کی کی صورت میں گویا اس نے مقصود علیہ کو تبدیل کیا حالانکہ وہ بھی ادھار ہے اور اگر بدون اس کے رب السلم نے قبول کیا تو گویا چشم پوشی کر کے مشروط سے گٹھا ہوا قبول کر لیا یا وصف ساقط کر دیا اور کیلی و وزنی میں کھرے کے مقابلہ میں کچھ قیمت نہیں ہو سکتی ہاں اگر عین مال میں زیادتی یا کمی ہو تو زیادتی و کمی جائز ہے اور کپڑے میں ٹاپ اگر چہ وصف ہے لیکن زیادتی میں اعتبار کرنا احسان ہے اور امام ابو یوسف کا قول آسان ہے اور یہاں بھی عرف ہے ۱۲۔

اُن احکام کے بیان میں جو اس المال اور مسلم فیہ پر قبضہ کرنے سے متعلق ہیں

مسلم الیہ کو جائز نہیں ہے کہ اس المال سے رب المسلم کو بری کر دے اور اگر اُس نے بری کیا اور رب المسلم نے براءت قبول کر لی تو عقد مسلم باطل ہو جائے گا اور اگر قبول نہ کی تو باطل نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور یہ جائز نہیں ہے کہ اس المال کے عوض کوئی چیز اُس کے غیر جنس کے لے اور اگر اسی جنس سے اُس سے جید یا اُس سے ردی دیا اور مسلم الیہ نے ردی کو اختیار کر لیا تو جائز ہے اور اگر اُس کے حق سے جید دیا تو اس کے لینے پر مجبور کیا جائے گا اور امام زفر نے فرمایا کہ مجبور نہ کیا جائے گا اور اپنی رضا مندی سے لے گا اور یہی مختار ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور مسلم فیہ کے عوض کوئی چیز بدلنا جائز نہیں ہے اور اگر مسلم الیہ نے بجائے ردی کے جید دیا تو ہمارے نزدیک رب المسلم پر اُس کے قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اگر بجائے جید کے ردی دیا تو جبر نہ کیا جائے گا اور اگر مسلم میں جید کپڑا ٹھہرا تھا اور وہ ردی لایا اور کہا کہ تو اُس کو لے لے اور میں ایک درہم تجھ کو واپس دوں گا تو اس قسم کے آٹھ مسئلے نکلتے ہیں چار مسئلہ گزروں کی چیزوں میں اور چار کیلی اور وزنی چیزوں میں پس گزروں کی چیزوں کے یہ ہیں کہ اگر مسلم میں ایک کپڑا ٹھہرا تھا پھر مسلم الیہ اُس سے وصف میں بڑھ کر یا گز میں بڑھ کر لایا اور کہا کہ تو اس کو لے لے اور مجھ کو ایک درہم بڑھادے تو جائز ہے اور یہ درہم کی زیادتی بمقابلہ زیادتی خوبی یا گز کے ہوگی اور اگر ردی کپڑا لایا وہ ایک گز کم تھا اور کہا کہ تو اس کو لے اور میں تجھ کو ایک درہم واپس دوں گا اور اُس نے ایسا ہی کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اُس نے ردی دے کر یہ نہ کہا کہ میں تجھ کو ایک درہم واپس دوں گا اور رب المسلم نے قبول کر لیا تو جائز ہے اور یہ وصف سے بری کرنے میں شمار ہوگا اور اگر مسلم کیلی یا وزنی چیزوں میں ہو مثلاً دس قفیز گیسوں کے عوض دس درہم دیئے تھے اور وہ جید گیسوں لایا اور کہا کہ اس کو لے اور ایک درہم بڑھادے تو جائز نہیں ہے اور اگر گیارہ قفیز لایا اور کہا کہ اس کو لے اور ایک درہم بڑھادے یا نو قفیز لا کر دیں اور کہا کہ ایک درہم واپس کر دوں گا اور اُس نے قبول کر لیا تو جائز ہے اور اگر دس قفیز ردی گیسوں لایا اور کہا کہ تو اس کو قبول کر لے اور میں ایک درہم واپس دوں گا تو جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ سب صورتوں میں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اس المال کے عوض کوئی شے رہن کرنا کسی پر حوالہ کرنا یا اُس کا کفیل کر دینا صحیح ہے پس اگر رب المسلم اور مسلم الیہ اس المال پر قبضہ ہونے سے پہلے جدا ہو گئے تو عقد باطل ہو جائے گا اگرچہ جس شخص نے کفالت کی ہے یا جس پر اُترایا ہے مجلس میں موجود ہو اور اگر دونوں عقد کرنے والے مجلس میں موجود ہوں تو کفیل کا یا اُس شخص کا جس پر حوالہ کیا ہے جدا ہو جانا معترض نہیں ہے اور اگر اس المال کے عوض کچھ رہن کر لیا اور دونوں جدا ہو گئے حالانکہ رہن قائم ہے تو عقد ٹوٹ جائے گا اور اگر رہن اسی مجلس میں تلف ہو گیا تو عقد مسلم اپنی صحت پر رہے گا اور اگر مسلم فیہ کے عوض رہن کے عوض رہن لیا اور وہ تلف ہو گیا تو رب المسلم کو اپنا پورا حق مل گیا اور رہن تلف نہ ہوا لیکن مسلم الیہ مر گیا اور اُس پر بہت سے قرض ہیں تو رب المسلم اس رہن کا زیادہ حقدار ہے لیکن یہ رہن اُس کو نہ دیا جائے گا بلکہ اُس کے قرضہ کی جنس میں بیچا جائے گا تاکہ قبضہ سے پہلے مسلم فیہ کا بدلہ ملازم نہ آئے یہ محیط میں لکھا ہے اگر مسلم الیہ کے پاس آیا اور اُس کے اور مسلم فیہ کے درمیان سے روک اٹھا دی تو وہ ماتند اور قرضوں کے اس پر بھی قابض شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اور مسلم فیہ کا کسی پر اُترانا جائز ہے اور ایسے ہی کفالت کرنا بھی جائز ہے لیکن اُترانے کی صورت میں مسلم الیہ بری ہو جائے گا اور کفیل کرنے کی صورت میں بری نہ ہوگا اور رب المسلم کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو مسلم الیہ سے مطالبہ کرے یا کفیل سے مطالبہ کرے

اور رب المسلم کو کفیل سے بدل کر ناجائز نہیں ہے اور کفیل کو جائز ہے کہ جو اس نے رب المسلم کو ادا کیا ہے اس کے بدلے میں مسلم الیہ سے لے لے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر مسلم فیہ کا کوئی کفیل تھا پھر اس نے مسلم کو مسلم الیہ سے اقتضا کے طور پر پورا لے لیا پھر اس کو بیع کر اس میں نفع اٹھایا تو یہ اس کے لیے حلال ہے بشرطیکہ رب المسلم کو اس کے مثل ادا کر دے اور ایسی صورت میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ جب مسلم فیہ پر اس کی ملکیت بسبب اس کے کہ اس نے طعام مسلم کو ادا کر دیا ہے مقرر ہو گئی صرف خلاف اس صورت میں ہے کہ اگر رب المسلم کو طعام مسلم ادا کرنے والا خود مسلم الیہ ہو تو کفیل سے جو اس نے کفیل کو دیا ہے اس کے مثل واپس لے گا پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ کفیل نے جو نفع اٹھایا وہ اس کو حلال ہے اور یہ قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے اور امام محمد نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں دیانتہ دوست رکھتا ہوں کہ یہ نفع مسلم الیہ کو واپس کر دے اور قضا زمین اس پر جبر نہیں کرتا اور کتاب الکفالت میں لکھا ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زیادتی صدقہ کر دے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ مسلم کو کفیل نے اقتضا کے طور پر لیا ہو اور اگر رسول بن کر لیا ہو اس طرح پر کہ مسلم الیہ نے طعام مسلم اس کے سپرد کیا ہوتا کہ اس کو رب المسلم کے پاس پہنچا دے اور اس نے اس میں تصرف کیا اور نفع اٹھایا تو امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک نفع اس کو حلال نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر رب المسلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ میرا حق جو تجھ پر چاہیے ہے اس کو اپنے تھیلوں میں ناپ یا کہا کہ اس کو ناپ کر اپنے گھر میں جدا رکھ دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو رب المسلم قابض نہ شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے ایک گر گیسوں میں بیع مسلم غنہ انی تھی اور لیتے وقت رب المسلم نے مسلم الیہ کو حکم دیا کہ میرے تھیلوں میں اس کو ناپ دے اور اس نے ایسا ہی کیا اور رب المسلم اس وقت غائب تھا تو یہ قبضہ نہیں ہے حتیٰ کہ اگر وہ تلف ہو جائے تو مسلم الیہ کا مال تلف ہوگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر رب المسلم اس وقت حاضر ہو تو بالاتفاق قابض ہوگا خواہ تھیلے اس کے ہوں یا مسلم الیہ کے ہوں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر رب المسلم نے اپنے تھیلے مسلم الیہ کو دیئے اور اس میں اناج تھا اور کہا کہ جو میرا تجھ پر چاہیے ہے وہ ان تھیلوں میں ناپ کر بھر دے پھر اس نے ایسا ہی کیا اور رب المسلم اس وقت غائب تھا تو مشائخ کا اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ قابض شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس نے رب المسلم کے حکم سے اس کو پسایا تو رب المسلم قابض نہ ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر رب المسلم نے آٹا لے لیا تو اس کو حرام ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے اور اگر رب المسلم نے حکم دیا کہ اس کو دریا میں پھینک دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو مسلم الیہ کا مال کیا یہ عتایہ میں لکھا ہے۔

اور اگر رب المسلم نے مسلم الیہ کے غلام یا اس کے بیٹے کو مسلم پر قبضہ کرنے کا حکم دیا اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر رب المسلم نے مسلم الیہ کو اس المال دینے کے واسطے کوئی وکیل کیا تو وکالت صحیح ہے پس اگر وکیل نے اس حال میں دے دیا کہ وہ دونوں مجلس میں موجود تھے تو صحیح ہے اور اگر وکیل مجلس سے دے دینے سے پہلے چلا گیا اور وہ دونوں ابھی مجلس میں موجود ہیں تو مسلم باطل نہ ہوگی اور اگر وکیل کے دے دینے سے پہلے رب المسلم یا مسلم الیہ مجلس سے چلا گیا تو مسلم باطل ہو جائے گی اور ایسے ہی اگر مسلم الیہ نے کسی شخص کو اس المال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہو تو بھی ایسی صورتیں ہیں زید نے عمرو کو کچھ درہم ایک گر گیسوں کی سلم میں دیئے پھر عمرو نے بکر سے گیسوں اس شرط پر خریدے کہ وہ ایک گر ہیں اور رب المسلم کو ادا کر دیئے تو رب المسلم اس میں کھانے یا بیچنے وغیرہ کا تصرف مباح ہونے کے واسطے دو دفعہ پیمانہ کرنے کا محتاج ہے ایک دفعہ مسلم الیہ کی طرف سے اور ایک دفعہ اپنی طرف سے اور اگر مسلم الیہ نے ناپ لیا ہو تو رب المسلم کو اس کا ناپنا کافی نہیں ہے اگر چہ یہ اس کے ناپ لینے کے وقت حاضر ہو اور اسی لے اقتضا وصول حق کے طور پر لیتا ہے ۱۲۔ ۱۳۔ قولہ دونوں یعنی رب المسلم و مسلم الیہ ۱۲۔ ۱۳۔ قولہ کافی نہیں ہے یعنی اپنا تصرف مباح ہونے کے لئے صرف مسلم الیہ کا ناپنا کافی نہیں ہے تا وقتیکہ خود بھی ناپ نہ لے ۱۲۔

طرح اگر مسلم نے رب المسلم کو اُس پر قبضہ کر لینے کا حکم کیا اور اُس نے قبضہ کیا تو بھی دو دفعہ ناپنے کا محتاج ہے پہلے مسلم الیہ کی طرف سے اُس کا نائب ہو کر پیمانہ کرے پھر اپنے واسطے پیمانہ کرے اور ایک ہی پیمانہ کافی نہیں ہے اور اسی طرح اگر مسلم الیہ نے کچھ درہم رب المسلم کو اپنے واسطے بشرط پیمانہ گیسوں خریدنے کو دیئے اور اُس نے خرید کر قبضہ کر کے ناپ لئے پھر ان کو اپنے حق کے عوض لے لیا تو اُس پر دوبارہ پیمانہ کرنا واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر راس المال درہم اور دینار میں سے ہو اور اُس پر قبضہ کر لیا اگر اُس میں کچھ عیب پایا تو یا اُس کو استحقاق پائے گا یا ستوق پائے گا یا زیوف پائے گا ☆

اگر مسلم الیہ نے اندازہ سے گیسوں خریدے یا اپنی زمین سے پائے یا میراث یا ہبہ یا وصیت میں پائے اور ان کو رب المسلم کو ادا کر دیا اور اُس کے سامنے ناپ دیا تو رب المسلم کو یکبار پیمانہ کرنا کافی ہے یہ نہایت میں لکھا ہے اور اگر اُس نے کچھ اناج پیمانہ سے قرض لیا اور رب المسلم کے سپرد کر دیا تو دوبارہ پیمانہ کرنے کی حاجت نہ ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے اور جو حکم کیلی چیزوں میں معلوم ہو اسی وزنی چیزوں میں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر راس المال میں ہو کہ اُس کو مسلم الیہ نے ایسا پایا کہ اُس کا کوئی مستحق ہے یا عیب دار پایا پس اگر مستحق نے اجازت نہ دی یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو مسلم باطل ہو جائے گی خواہ جدا ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہو اور اگر مستحق نے اجازت دے دی یا مسلم الیہ عیب پر راضی ہوا تو مسلم جائز ہوگی خواہ راس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں اور پھر مستحق کو راس المال کے لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اُس کو اختیار ہوگا کہ رب المسلم سے اُس کا خصل لے لے اگر وہ منگی ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر راس المال درہم اور دینار میں سے ہو اور اُس پر قبضہ کر لیا اگر اُس میں کچھ عیب پایا تو یا اُس کو استحقاق پائے گا یا ستوق پائے گا یا زیوف پائے گا اور یا مجلس میں ایسا پائے گا یا بعد جدا ہونے کے پس اگر اُس نے مجلس کے اندر ایسا پایا کہ اُس کا کوئی حقدار ہے پس اگر مستحق نے اجازت دے دی تو مسلم جائز ہوگی بشرطیکہ راس المال قائم ہو یہ جامع میں صریح مذکور ہے اور اگر اجازت نہ دی تو اُس قدر کا قبضہ ٹوٹ جائے گا اور ایسا ہو جائے گا گویا اُس نے قبضہ ہی نہیں کیا پس اگر اُس نے اسی مجلس میں اس کے مثل پر قبضہ کر لیا تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں کذا فی محیط السرخسی اور اگر اُن کو ستوق پایا پس اگر مجلس عقد میں پایا اور مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو مسلم جائز (۱) نہ ہوگی اور اُن کو واپس کر کے بجائے اُن کے اسی مجلس میں کھرے درہم لے لئے تو جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر اُن کو زیوف یا نہر پایا اور مجلس عقد میں ہی ایسا ہوا پس اگر مسلم الیہ نے اس سے چشم پوشی کی تو جائز ہے اور اگر واپس کر کے اسی مجلس میں بدل لیتے تو جائز ہے اور اگر بدلنے سے پہلے جدا ہو گئے تو مسلم باطل ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر اُن درہموں میں سے کچھ درہم ایسے پائے جن کا کوئی مستحق ہے اور مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر مستحق نے اجازت دے دی اور ہنوز راس المال موجود ہے تو مسلم جائز ہوگی اور اگر اجازت دی تو بالاتفاق بقدر اُس کے سلم باطل ہو جائے گی اور اگر کچھ درہم اُن میں سے ستوق پائے اور یہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہوا تو بقدر اُس کے سلم باطل ہو جائے گی خواہ یہ تھوڑے ہوں یا بہت ہوں خواہ مسلم الیہ نے چشم پوشی کی ہو یا واپس کر دیا ہو خواہ بجائے اُن کے بدل لیے ہوں یا نہ بدلے ہوں اور مجلس کے بعد پھر قبضہ کرنے سے پوری سلم جائز نہ ہو جائے گی کذا فی المحیط۔

اگر اُن میں سے کچھ درہم زیوف پائے اور یہ جدا ہونے کے بعد ہوا پس اگر اُس نے چشم پوشی کی تو جائز ہے اور اگر واپس کیا تو

۱۔ قولہ بشرطیکہ مسلم الیہ نے خود اس کو نہ ناپا ہو بلکہ اناج فروخت کرنے والے کے کہنے پر اعتبار کر لیا ہو ۱۲۔ یعنی کسی دوسرے کی حقیقت میں ۱۲۔

۲۔ زیوف کو بیت المال کھنڈا کہتا ہے نثار جہنمہ کو نثار بھی رد کرتے ہیں ۱۳۔ مستحق یعنی اصلی مالک وہ ثابت ہو ۱۴۔

(۱) کیونکہ ستوق حقیقتاً درہم نہیں ہیں ۱۲

بالاجماع اگر اُس نے واپسی کی مجلس میں نہ بدلے تو بقدر واپس کیے ہوئے کے سلم باطل ہو جائے گی اور اگر واپسی کی مجلس میں بجائے اُنکے بدلے لیے تو روایت استحسان کے موافق اگر واپس کیے ہوئے تموزے ہوں تو باطل نہ ہوگی اور اسی کو ہمارے علمائے لیا ہے اور اگر بہت ہوں تو امام اعظمؒ کے نزدیک باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک استحساناً باطل نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پھر روایات ظاہرہ مشہورہ میں بالاتفاق امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ جو نصف سے زیادہ ہے اور نصف کے باب میں دو روایتیں آئی ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ تمہائی بہت ہے اور یہی روایت اصح ہے اور احوط ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور حاویٰ میں لکھا ہے کہ نصیر روایت کرتے ہیں کہ شہد اقرماتے تھے اگر مسلم الیہ بعد جد اہونے کے درہموں کو زیوف پائے تو چاہیے کہ بدل کو پہلے لے لے پھر زیوف کو واپس کرے اور فقیر نے فرمایا کہ ایسا کرنا احتیاط ہے (واجب نہیں ہے) پس اگر اُس نے زیوف کو واپس کیا اور پھر جد اہونے سے پہلے بدل کو لے لیا تو بھی ہمارے علمائے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ زیوف نصف سے کم ہوں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر مسلم الیہ کے ذمہ اس المال کے برابر رب المسلم کا قرضہ ہو تو اُس کی دو صورتیں ہیں یا یہ قرضہ بسبب عقد کے لازم آیا ہے یا قبضہ کرنے سے لازم آیا ہے پس اگر عقد کی وجہ سے لازم آیا تو اُس کی بھی دو صورتیں ہیں یا یہ عقد اس عقد سلم سے پہلے ہے یا اس کے بعد ہے پس اگر عقد سلم سے پہلے کا عقد ہو مثلاً رب المسلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ کوئی کپڑا دس (۱۰) درہم میں بیچا تھا اور درہموں پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اُس کو دس (۱۰) درہم سلم کے گیسوؤں میں دینے کے واسطے عقد کیا پس اگر دونوں اپنا اپنا قرضہ برابر کر لیں یا بدلا کر لینے پر راضی ہو جائیں تو بدلا ہو جائے گا اور اگر ایک نے انکار کیا تو بدلا نہ ہوگا اور یہ استحسان ہے اور اگر بسبب ایسے عقد کے لازم آیا جو عقد سلم سے پیچھے ہے تو بدلا نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ دونوں باہم بدلا کرنا چاہیں اور اگر وہ قرضہ بسبب قبضہ کے لازم آیا ہے مثلاً مسلم الیہ نے بطور غصب یا قرض لیا تو وہ قرضہ بدلا ہو جائے گا خواہ وہ دونوں اُس کو بدلا کریں یا نہ کریں بشرطیکہ دوسرا قرضہ (غصب و غیرہ ۱۲) اس عقد سے پیچھے ہو اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ دونوں قرضہ برابر ہوں اور اگر زیادتی ہو اور ایک نقصان پر راضی ہو تو دوسرا انکار کرے تو دیکھا جائے گا اور اگر زیادتی والا انکار کرتا ہے تو بدلا نہ ہوگا اور اگر کی والا انکار کرتا ہے تو بدلا ہو جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے زیارات میں لکھا ہے کہ کسی نے دوسرے کو بیع سلم میں سو (۱۰۰) درہم ایک گر درمیانی گیسوؤں کے عوض ایک میعاد معلوم تک کے واسطے دیئے پھر رب المسلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک گر درمیانی گیسوؤں کے جو سلم فیہ کے ہیں فروخت کیا اُس گر پر قبضہ کر لیا اور غلام اُس کے سپرد نہ کیا یہاں تک کہ بسبب غلام کے مرنے کے یا خیار شرط کے یا خیار روایت یا خیار عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے یا بدوں حکم کے قبضہ سے پہلے غلام کی واپسی کی وجہ سے یا قبضہ کے بعد قاضی کے حکم سے واپسی کی وجہ سے عقد بیع ہر طرح سے سب لوگوں کے حق میں ٹوٹ گیا تو رب المسلم واجب ہوگا کہ وہ گر جو اُس نے غلام کا ثمن لیا ہے وہ غلام کی بیع فتح ہونے کی وجہ سے مسلم الیہ کو واپس کرنے میں اگر غلام بیچنے والے نے یعنی رب المسلم نے کہا کہ میں وہ گر رہنے دیتا ہوں اور اُس کا مش پھروں گا تو اُس کو یہ اختیار ہوگا پس اگر رب المسلم نے وہ گر جو غلام کا ثمن ہے واپس نہ کیا یہاں تک کہ بیع سلم کی میعاد آگئی تو وہ گر مسلم فیہ کا قصاص ہو جائے خواہ دونوں بدلا کریں یا نہ کریں اور ایسے ہی اگر دونوں میں غلام کی عقد بیع عقد سلم سے پہلے واقع ہوئی لیکن وہ گر جو ثمن ہے بعد عقد سلم کے قبضہ میں آیا پھر انھیں سبوں سے جو ہم نے ذکر کیے عقد بیع دونوں میں فتح ہو گیا تو بیع سلم کی مدت آجانے کے وقت وہ گر جو غلام کا ثمن ہے مسلم فیہ کا بدلا ہو جائے گا اور اگر غلام کے خریدار نے کہ جو مسلم الیہ ہے اس غلام کو قبضہ کے بعد باہمی رضا

۱۔ دو روایتیں یعنی ایک میں نصف بہت ہے اور دوسرے میں نہیں ۱۲۔ عقد یعنی مسلم الیہ نے کوئی معاملہ دے کر ٹھہرایا جس کے معاوضہ میں اس کو اتار دیا دینا چاہئے یا قبضہ سے یعنی مسلم الیہ نے غصب و غیرہ کے طور پر اتار دیا تو وہ لے لیا تھا جو اس پر قرضہ ہوا ۱۲۔

مندی سے واپس کیا یا اتالہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو وہ کر جو شے ہے دونوں صورتوں میں مسلم کا بدلہ نہ ہوگا خواہ دونوں بدلہ کریں یا نہ کریں اور اگر عقد مسلم سے پہلے عقد کفر واقع ہوا اور اُس نے گیسوں پر قبضہ کر لیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو وہ کر جو غلام کا شے ہے مسلم کا بدلہ نہ ہوگا اگر چند دنوں بدلہ کریں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر رب المسلم پر کوئی ایسا قرضہ ہو کہ جو بسبب قبضہ مضمون کے ضمانت میں ہو گیا ہے جیسے کہ مسلم الیہ کی کوئی چیز بعد مسلم کے غصب کر لی تو ایسا قرضہ بدلہ ہوا جائے گا اگر عقد مسلم سے پہلے غصب کی اور وہ اُس کے پاس موجود ہے یہاں تک کہ مسلم کی میعاد آگئی پس بدلہ کرنے سے بدلہ ہو جائے گا خواہ دونوں حاضر ہوں یا نہ ہوں بشرطیکہ وہ مسلم فیہ کے مانند ہو اور عقد مسلم سے پہلے یا بعد ایک کر رب المسلم کے پاس ودیعت ہو پھر مسلم الیہ نے اس کو بدلہ کرنا چاہا تو بدلہ نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ گردنوں کے سامنے موجود ہو یا رب المسلم اُس پر دوبارہ قبضہ کر لے اور اگر مسلم کی میعاد آنے سے پہلے بعد عقد کے ایک کر غصب کیا پھر میعاد آگئی تو بدلہ ہو جائے گا اور اگر عقد مسلم سے پہلے غصب واقع ہوا تو بدلہ کرنے سے بدلہ ہوگا اور یہ سب اُس وقت ہے کہ جب مسلم فیہ کے مانند ہو اگر اُس سے جید یا کمتر ہوگا تو جید کی صورت میں بدلہ نہ ہوگا لیکن اگر مسلم الیہ راضی ہو جائے تو بدلہ ہو جائے گا اور گھٹیا کی صورت میں بھی رب المسلم کی رضا مندی سے بدلہ ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے زید نے عمرو کو سودر ہم ایک کر کی سلم میں دے پھر عمرو نے زید سے ایک کر اُس کے مانند بعض دوسودر ہم کے میعاد اُدھار پر خرید کر کے قبضہ کر لیا پس اگر کر اس کے پاس ہے اور رب المسلم نے چاہا کہ مسلم فیہ کے عوض اُس پر قبضہ کر لے تو جائز نہیں ہے اور اگر اُس نے قبضہ کر لیا اور اُس کو پسپا تو اُس کو اُس کے مانند دینا واجب ہوگا در یہ واجب مسلم کا بدلہ نہ جائے گا اگر چند دنوں اُس پر راضی ہو جائیں پس اگر مسلم الیہ نے ضمانت لے لی پھر مسلم فیہ کے عوض اُس کو ادا کیا تو جائز ہے اور اگر اُس نے نہ پسپایا لیکن اُس میں اس کے پاس عیب آگیا تو مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ چاہے اُس کو لے یا اُس کی ضمانت لے پس اگر اُس کا مثل ضمانت میں لیا تو بدلہ (۱) نہ ہوگا اور اگر لے کر پھر ادا کر دیا تو جائز ہے اور اگر اُس کر کا عین لینا اختیار کیا اور واپس نہ لیا پھر اُس کو بدلہ کیا تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں اس پر راضی ہو جائیں اور اگر بدلہ کر لینے پر دونوں نے صلح کی پہلے اس سے کہ مسلم الیہ کسی چیز کو اختیار کرے تو امام محمدؒ نے کتاب میں اُس کو ذکر نہیں کیا ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے اور اگر اُس نے بدلہ نہ کیا اور مسلم الیہ نے وہ عیب دار کر لے لیا پھر رب المسلم نے اُس کو غصب کر لیا اور راضی ہوا تو یہ بدلہ ہو جائے گا اور مسلم الیہ کی رضا مندی نہ دیکھی جائے گی اور اگر مسلم الیہ سے وہ کر کسی اجنبی نے غصب کر لیا پھر مسلم الیہ نے رب المسلم کو غاصب پر اُتر دیا کہ اُس سے لے کر سلم میں قبضہ کرے تو یہ جائز نہیں اور حوالہ کرنا باطل ہے پس اگر وہ اجنبی کے پاس عیب دار ہو اور رب المسلم اس سے راضی ہے تو جائز ہوگا اور ایسے ہی گردہ کر کسی اجنبی کے پاس ودیعت ہو اور رب المسلم اُس سے راضی ہو جائے تو بھی یہی حکم ہے لیکن فرق یہ ہے کہ غصب کی صورت میں اگر وہ کر قبضہ سے پہلے تلف ہو جائے تو حوالہ باطل نہ ہوگا اور ودیعت کی صورت میں باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے ترچھوارے کی ایک قفیر میں سلم ٹھہرائی اور اُس کی میعاد اُس کے پائے جانے کے وقت میں مقرر کی تاکہ بیع سلم جائز ٹھہرے پھر مسلم الیہ نے بجائے اُس کے ایک قفیر خشک چھوارہ ادا کئے یا یہ صورت ہوئی کہ اُس نے ایک قفیر خشک چھوارہ میں بیع سلم ٹھہرائی اور اُس نے بجائے اُس کے ایک قفیر ترچھوارہ ادا کیے اور رب المسلم نے اُس شے چشم پوشی کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر مسلم فیہ ترچھوارہ ہوں اور بجائے اُن کے خشک ادا کرے تو ہر حال میں ناجائز ہے اور یہ ایسا ہے کہ گویا

۱۔ حاضر مراد یہ کہ دونوں کی موجودگی ایک مجلس میں ہو یا نہ ہو اور آگاہی بھی ضروری نہیں ۱۲۔ دو بارہ یعنی واپس جا کر بلا ضمانت کے قابض ہونے پر قادر ہو ۱۳۔ ضمانت یعنی اپنے مال غصب کے مثل تاوان لیا ۱۴۔ اُس کے لینے یا بدلہ کرنے پر راضی ہے ۱۵۔

(۱) اختیار کیا تو صرف اختیار سے بدلہ نہ ہوگا ۱۶۔

اُس نے تین چوتھائی خشک چھوارے میں مسلم ٹھہرائی پھر اُس کا ایک قفیز پورا لے لیا اور اگر ایک قفیز خشک چھوارہ میں مسلم ٹھہرائی اور اُس نے ایک قفیز تر چھوارے ادا کیے تو صاحبین کے نزدیک اُس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اُس نے اپنا پورا حق لے لینے کے طور پر قبضہ کیا یا بطور کہ مسلم الیہ نے رب المسلم سے کہا کہ اُس کو اپنے حق میں یا اپنے حق کے ادا ہونے کے واسطے یا اپنے حق سے ادا ہونے کے واسطے لے یا کوئی اور ایسا ہی لفظ کہے اور دوسرے یہ کہ بطور صلح یا بری الذمہ ہونے کے قبضہ کیا ہو یا اس طور کہ مسلم الیہ نے کہا کہ اس کو اپنے حق کی صلح میں اپنے حق سے ادا ہونے کی صلح میں لے اس شرط پر کہ جو تیرا میری طرف ہے میں اُس سے بری ہوں تو پہلی صورت باطل ہے اور دوسرے صورت صلح کی لحاظ کی جائے گی اور غور کیا جائے گا کہ یہ تر چھوارہ خشک ہو کر کس قدر کم ہوں گے پس اگر یہ معلوم ہو گیا تو اسی بنا پر حکم دیا جائے گا اور اگر نہ معلوم ہو تو اکثر اوقات جس قدر سے کم نہیں ہوتا اُسی بنا پر حکم دیا جائے گا پس اگر معلوم ہوا کہ خشک ہو کر چوتھائی کم ہو جائیں گے یا جانا گیا کہ چوتھائی سے زیادہ کم نہ ہوں گے اور تین چوتھائی باقی رہ جائیں گے تو پھر لحاظ کیا جائے گا کہ تر چھوارے کی ایک قفیز کی قیمت تین چوتھائی خشک چھوارے کی قیمت کے برابر یا کم ہے تو صلح جائز ہوگی اور اگر اُس کی قیمت زیادہ ہوگی تو صلح باطل ہوگی کسی نے ایک قفیز گیسوں میں مسلم ٹھہرائی اور بجائے اس کے ایک قفیز بھولے ہوئے گیسوں دیئے تو بالا جماع جائز نہیں ہے اور ایسے ہی ایک قفیز گدڑ چھوارہ بنریا زرد میں اُن کے موجود ہونے کے وقت میں مسلم ٹھہرائی اور مسلم الیہ نے بجائے اس کے مطبوخ بسر (لبالے ہوئے) کا قفیز دیا یا ایک قفیز گیسوں میں مسلم ٹھہرائی اور اُس نے مطبوخ گیسوں کا ایک قفیز دیا یا آٹے کا ایک قفیز دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر ایک قفیز گیسوں میں مسلم ٹھہرائی اور اُس نے ایسے گیسوں کا ایک قفیز دیا جو پانی میں پڑ کر پھول گئے تھے تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے زیتون میں مسلم ٹھہرائی اور بجائے اُس کے زیتون کا تیل لے لیا تو جائز نہیں ہے اگرچہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ تیل اس سے کم ہے جتنا کہ اس قدر زیتون میں نکلتا ہے کذا فی المحیط۔

رجو نہی فصل ☆

رب المسلم اور مسلم الیہ کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان میں

اگر مسلم فیہ کی جنس میں دونوں اختلاف کریں مثلاً رب المسلم کہے کہ میں نے تجھ کو دس (۱۰) درہم ایک گر گیسوں کی سلم میں دیئے ہیں اور مسلم الیہ کہے کہ ایک گر جو کی سلم میں دیئے ہیں پس اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو احتساباً دونوں سے قسم لی جائے گی اور امام ابو یوسف کا پہلا قول یہ ہے کہ پہلے مسلم الیہ سے قسم لی جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پہلے رب المسلم سے قسم لی جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر دونوں نے قسم کھالی تو قاضی دریافت کرے گا کہ تم دونوں کیا چاہتے ہو پس اگر دونوں نے یا ایک مالک نے کہا کہ ہم عقد کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو قاضی فتح کر دے گا اور اگر انھوں نے فتح کرنا نہ چاہا تو دونوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے گا اس امید پر کہ کوئی دوسرے (دونوں میں سے) کی تصدیق کرے کذا فی الذخیرہ۔ اور دونوں میں سے جو شخص انکار کرے (قسم سے) اُسی پر مدعی کے دعویٰ کا قاضی حکم کر دے گا کذا فی شرح المطاوعی اور دونوں میں سے جو شخص گواہ قائم کرے اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے اور ہنوز دونوں مجلس عقد سے جدا نہیں ہوئے ہیں تو امام محمد کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا پس رب المسلم پر بیس درہم کا حکم دیا جائے گا اور مسلم الیہ پر ایک گر گیسوں کا حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں مجلس سے جدا ہو چکے اور رب المسلم نے صرف دس (۱۰) درہم ادا کیے لفظ یہ ہے کہ صلح میں عین حق سے کی ضرور ہے پس جب یہاں پائی جائے تو صحیح ہے ورنہ نہیں ۱۲۔ ۲۔ قول کم ہے یعنی تاکہ صلح کے طور پر کی سے جواز ہو کیونکہ مبادلہ میں زیادتی ضروری ہے فاقہم ۱۲۔ ۳۔ اختلاف واضح ہو کہ اختلاف کے بہت وجوہ ہیں ایک مسلم فیہ میں خواہ جنس میں یا مقدار میں یا صفت میں اور دوم اس المال سوم میعاد وغیرہ پس مسائل میں غور کرنا چاہئے ۱۲۔

کر دیئے ہیں تو رب المسلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جائے گا اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر صورت میں رب المسلم کی گواہی کے موافق ایک ہی عقد کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مسلم فیہ کی مقدار میں دونوں اختلاف کریں تو اس کا اور مسلم فیہ کی جنس میں اختلاف کرنے کا ایک حکم ہے اور اگر مسلم فیہ کی صفت میں اختلاف کریں اور دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو قیاس میں دونوں سے قسم لی جائے گی اور استحساناً قسم نہ لی جائے گی اور ہم قیاس ہی کو لیتے ہیں پس اگر کسی نے گواہ قائم کیے تو اس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا خواہ وہ طالب (مدعی) ہو یا مطلوب اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے قول پر قاضی رب المسلم کے گواہوں پر ایک ہی عقد کا حکم دے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دے گا اور یہی قیاس ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دس (۱۰) درہم ایک گریہوں کی سلم میں دیئے پھر مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے ردی گریہوں شرط کیے تھے اور رب المسلم نے کہا کہ تو نے کوئی شرط نہیں کی تھی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر اس کا اٹنا ہو تو مشائخ نے کہا کہ واجب ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک قول رب المسلم کا لیا جائے اور صاحبینؒ کے نزدیک مسلم الیہ کا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر اس المال میں دونوں نے اختلاف کیا اور اس المال ایسی چیز تھی جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتی ہے پس اگر دونوں نے اس کی جنس میں اختلاف کیا مثلاً رب المسلم نے کہا کہ میں نے تجھ کو ایک گریہوں کی سلم میں دس (۱۰) درہم دیئے ہیں اور مسلم الیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک دینار دیا ہے اور دونوں کے پاس گواہ نہیں تو قیاساً دونوں باہم قسم نہ کھائیں گے اور رب المسلم کا قول معتبر ہوگا اور استحساناً دونوں قسم کھائیں گے پس اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا اور رب المسلم پر ایک دینار اور دس درہم کا اور مسلم الیہ پر دو گریہوں کا بشرطیکہ دونوں مجلس سے جدا نہ ہوئے ہوں اور اس مسئلہ میں امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول کتاب میں مذکور نہیں ہے لیکن ابن سماعہ نے اپنے نوادر میں دونوں سے روایت کی ہے کہ قاضیؒ دو عقدوں کا حکم دے گا اور کرخی نے روایت کی ہے کہ مسلم الیہ کی دلیل کے موافق صرف ایک عقد کا حکم دے گا اور یہی صحیح ہے اور اگر اس المال کی مقدار یا اس کی صفت میں اختلاف واقع ہوا تو اس کا حکم دیا ہی ہے جیسا مسلم فیہ کی صفت اور مقدار میں اختلاف ہونے کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اور اصل یہ ہے کہ اگر مسلم فیہ کی جنس یا مقدار یا صفت میں یا اس المال کی جنس یا مقدار یا صفت میں دونوں اختلاف کریں اور دونوں گواہ پیش کریں تو امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جب تک ممکن ہوگا ایک ہی عقد کا حکم دیا جائے گا اور جب ناممکن ہوگا تو دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا اور جب معذور ہوگا تو ایک عقد کا حکم دیا جائے گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اگر مسلم فیہ اور اس المال میں دونوں نے اختلاف کیا اور اس المال ایسی چیز ہے جو معین کرنے سے متعین نہیں ہوتی ہے پس اگر مسلم فیہ اور اس المال کی جنس میں اختلاف کیا اور دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قیاساً استحساناً دونوں سے قسم لی جائے گی اور اگر کسی نے گواہ دیئے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے پس اگر وہ دونوں مجلس عقد سے جدا نہیں ہوئے تو

۱۔ فقہیں اربعہ مانند درہم و دینار وغیرہ ۱۲۔ ۲۔ قولہ دو عقدوں یعنی گواہ دس درہم بعض ایک گریہوں کے دیئے اور ایک دینار بعض دوسرے ایک گریہ کے دیا ہے اور دونوں فریق گواہوں نے اپنے اپنے معاملہ کی گواہی دی لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ دونوں فقط ایک ہی عقد کا دعویٰ کرتے ہیں لہذا کرخیؒ کی روایت میں ایک فریق کو ترجیح دی اور وہ مسلم الیہ ہے کیونکہ وہی گریہوں ادا کرنے والا ہے ۱۲۔ ۳۔ قولہ امام محمدؒ یعنی ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ ہر گواہی سے جو ثابت ہو وہ علیحدہ عقد ہے لیکن اگر ایسی صورت واقع ہو کہ وہاں دو عقد نہیں بن سکتے ہیں تو بجز ہری ایک عقد کا حکم ہوگا برعکس قول شیخین ۱۲۔ ۴۔ قدم و دینار ۱۲۔

تینوں اماموں میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ قاضی دو عقدوں کا حکم دے گا اور اگر مسلم فیہ اور اس المال کی مقدار میں اختلاف کیا اور کسی کے پاس گواہ نہیں تو دونوں سے قسم لی جائے گی اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو امام محمدؒ کے نزدیک قاضی دو عقدوں کا حکم دے گا بشرطیکہ مجلس سے دونوں جدا نہ ہوئے ہوں اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک عقد کا حکم دے گا اور اگر اس المال اور مسلم فیہ کی صفت میں اختلاف کیا تو قسم کھانے کے حق میں قیاساً و احتساباً دونوں سے قسم لی جائے گی اور دلیل پیش کرنے کی صورت میں بالا جماع سب کے نزدیک دیباہی حکم ہے کہ مسلم فیہ یا اس المال کی صفت میں اختلاف کرنے کا تھا پس جو حکم وہاں معلوم ہوا ہے وہی یہاں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اور اگر اس المال معین ہو مثلاً کوئی اسباب ہو پس اگر دونوں نے مسلم فیہ کی جنس میں اختلاف کیا تو قیاساً دونوں سے قسم نہ لی جائے گی اور مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا لیکن احتساباً دونوں سے قسم لی جائے گی پھر باقی صورتوں کا حکم مثل مسئلہ مذکورہ یعنی اختلاف جنس مسلم فیہ یا اس کی قدر یا صفت یا اس المال کی ایسی ہی اختلاف کے ہے اور اگر دونوں میں سے کوئی گواہ پیش کرے تو اس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو بالا جماع ایک عقد کا حکم دیا جائے گا اور اگر مسلم فیہ کی مقدار میں دونوں نے اختلاف کیا تو بالا جماع سب کے نزدیک قسم کھانے اور دلیل پیش (گواہ ۱۲) کرنے کا دیباہی حکم ہے جیسا پہلی صورت میں گزرا اور فیہ کی صفت میں اختلاف کیا اور کسی نے دلیل پیش نہ کی تو قیاساً دونوں قسم کھائیں گے اور احتساباً نہ کھائیں گے اور ہم قیاس کر لیتے ہیں اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو اسی پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو بالا جماع سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اس المال کی جنس میں اختلاف کیا اور کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً دونوں سے قسم نہ لی جائے گی اور رب المسلم کا قول معتبر ہوگا اور احتساباً دونوں سے قسم لی جائے گی اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو امام محمدؒ کے نزدیک دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا اور امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جائے گا اور یہ کرنی کی روایت ہے اور یہی اصح ہے اگر اس المال کی مقدار میں اختلاف کیا پس اگر کسی نے دلیل پیش کی تو قیاساً رب المسلم کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہ کھائیں گے لیکن احتساباً دونوں قسم کھائیں گے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس المال کی صفت میں اختلاف کیا پس اگر کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً و احتساباً قسم نہ کھائیں گے اور قول رب المسلم کا معتبر ہوگا اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جائے گا اور اگر مسلم فیہ اور اس المال دونوں میں اختلاف کیا پس اگر

۱ جنس میں اتفاق ہے ۱۲۔ قولہ اس المال یعنی اس المال کی جنس میں اختلاف کیا ایک نے کہا کہ درہم تھے اور دوسرے نے کہا کہ دینار تھے یا جنس میں اتفاق ہے کہ وہ درہم تھے لیکن مقدار میں اختلاف کیا کہ وہ سو درہم یا دو سو درہم تھے یا صفت میں کہ سو درہم دو دھیا تھے یا سیاہ تھے اسی طرح مسلم فیہ کی جنس میں اختلاف ہوا کہ گھوڑے یا چنے تھے یا گھوڑے یا چنے پر اتفاق ہے لیکن مقدار ایک نے پانچ میں اور دوسرے نے سات میں کہے یا صفت میں مثلاً پانچ من کھرے سپید تھے اور دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ پانچ میں سرخ تھے ۱۲۔ قولہ ایک عقد آج یہ بیان نہ کیا کہ کس کے گواہوں پر اور ظاہر یہ کہ مسلم الیہ کے گواہ مرجع ہوں گے ۱۲۔ قولہ ایک عقد یعنی مسلم الیہ کے گواہ قبول ہوں گے ۱۲۔ قولہ اختلاف کیا اور یہ اختلاف بھی تین حال سے خالی نہیں یا تو دونوں کی جنس میں ہوگا مثلاً اس المال درہم تھے یا دینار تھے اور مسلم فیہ گھوڑے یا چنے تھے اور یا دونوں کی مقدار میں مثلاً سو درہم یا دو سو درہم تھے اور دوسری من گھوڑے یا سات من تھے اور یا دونوں کی صفت میں اختلاف ہو یا اس المال کی جنس میں ہو اور مسلم فیہ کے عقد میں ہو پس مسائل پر غور کر کے سمجھنا چاہئے ۱۲۔

اس المال اور مسلم فیہ دونوں کی جنس میں اختلاف کیا اور کسی نے گواہ نہ دیے تو قیاساً و استحساناً دونوں قسم کھائیں گے اگر ایک نے گواہ پیش کیے تو اُس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو دو عقدوں کا حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں کی مقدار میں اختلاف کیا اور کسی نے دلیل پیش نہ کی تو قیاساً و استحساناً دونوں قسم کھائیں گے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ دیے تو سب کے نزدیک ایک عقد کا حکم دیا جائے گا اور ہر ایک کی دلیل زیادتی کے ثابت کرنے میں مقبول ہوگی اور اگر اس المال اور مسلم فیہ کی صفت میں اختلاف کیا اور کسی نے دلیل نہ پیش کی تو قیاساً و استحساناً قسم کھائیں گے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو اُس پر فیصلہ ہوگا اور اگر دونوں نے دلیل پیش کی تو ایک عقد کا حکم دیا جائے گا اور زیادتی دعویٰ کے اثبات میں ہر ایک کی دلیل مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر دونوں نے ادا کرنے کی جگہ میں اختلاف کیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ مسلم الیہ کا قول لیا جائے گا اور دونوں قسم نہ کھائیں گے اور صاحبینؒ نے کہا کہ دونوں قسم کھائیں اور بعض مشائخؒ نے کہا کہ اختلاف اس کے برعکس ہے اور پہلی روایت اصح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ کوئی شخص دلیل نہ پیش کرے اور اگر کسی نے دلیل پیش کی تو خواہ وہ طالب (مدعی) ہو یا مطلوب (مدعا علیہ) اُس کی دلیل پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے دلیل پیش کی تو طالب کی دلیل پر فیصلہ کیا جائے گا اور ایک عقد کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر مسلم کی میعاد میں دونوں نے اختلاف کیا تو اُس میں اختلاف کرنے سے باہم قسم کھانا اور باہم واپس کرنا لازم نہیں آتا ہے اور یہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک ہے یہ شرح طحاویؒ میں لکھا ہے پس اگر اصل میعاد میں اختلاف کیا اور رب المسلم میعاد ہونے کا مدعی تھا تو اُس کا قول معتبر ہوگا اور اگر مسلم الیہ اُس کا مدعی تھا اور رب المسلم منکر تھا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک استحساناً عقد صحیح رہے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک رب المسلم کا قول معتبر ہوگا اور عقد فاسد ہو جائے گا کذا فی الحاوی اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب کسی نے دلیل نہ پیش کی ہو اور اگر کسی نے پیش کی تو اُس کی دلیل مقبول ہوگی اور اگر دونوں نے دلیل پیش کی تو مدعی میعاد کے گواہ مقبول ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر میعاد مقرر ہونے پر دونوں نے اتفاق کیا لیکن اُس کی مقدار میں اختلاف کیا تو رب المسلم کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور قول کا معتبر ہونا اُس وقت ہے کہ جب کوئی شخص گواہ پیش نہ کرے اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُس کے گواہوں پر فیصلہ کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مطلوب کے گواہ لیے جائیں گے اور بالا جماع دو عقدوں کا حکم نہ دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ مدت ایک مہینہ تھی لیکن اُس کے گزر جانے میں اختلاف کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہوگا کذا فی الجہذیب اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو اُس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مطلوب کا مہینہ لے جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مدت کی مقدار اور اُس کے گزرنے دونوں میں اختلاف کیا تو مقدار میں رب المسلم کا قول لیا جائے گا اور گزرنے میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کئے تو اس زیادتی کے ثابت کرنے کے واسطے کہ مدت ابھی نہیں گزری ہے مسلم الیہ کے گواہ معتبر ہوں گے کذا فی شرح الطحاویؒ۔

۱۔ قول زیادتی آج مثلاً اس المال کی مقدار ایک نے سورہم اور دوسرے نے ڈیڑھ سورہم بتلائی اور ہر ایک نے گواہ دیے تو دونوں قبول ہو کر یہ حکم ہوگا کہ ایک سو پچاس درہم پر مقدار مسلم فیہ میں مسلم الیہ نے کہا کہ دس من گیسوں تھے اور رب المسلم نے کہا کہ پندرہ من ٹھہرے اور ہر ایک نے گواہ دیے تو قبول ہو کر پندرہ من قرار پائیں گے پس دونوں فریق گواہوں سے یوں لیا گیا کہ بعض ڈیڑھ سورہم کے پندرہ من گیسوں پر سلم ٹھہری ہے ۱۲۔ ۲۔ قول ہر ایک کی مثلاً مالک سلم کے گواہوں پر گیسوں کھرے پیدا وغیرہ صفات قبول ہوں گے اور مسلم الیہ کے گواہوں پر درہم کھرے دو دھیا وغیرہ صفات ثابت ہوں گے ۱۲۔ ۳۔ قول میعاد یعنی میعاد ہے یا نہیں ہے ۱۲۔

قال فی الحاشیة کذا فی جمیع النسخ الحاضرة والظاہران یقال الثبات زیادة الاجل دلتہ لم یمضی النتیجۃ قال
لمترجم لا وجه لظہورہ بل الظاہر هو ما فی النسخ الحاضرة فالمنفی ان البیعتہ فی المقدار بعیۃ رب السلم ایضاً ولكن عدم
لغنی زیادة علی مقدار الاجل فیقبل فیہا بعیۃ المسلم الیہ فہم المعشی وہم فاہم۔ اور اگر اس المال پر مجلس میں قبضہ کرنے
میں دونوں میں اختلاف ہو اور رب السلم گواہ لایا کہ اس المال پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے اور مسلم الیہ گواہ لایا کہ جدا
ہونے سے پہلے اس المال پر قبضہ ہو گیا ہے پس اگر اس المال مسلم الیہ کے ہاتھ میں ہو تو اُس کی دلیل لی جائے گی اور سلم جائز ہوگی
کذا فی الذخیرہ اور اگر وہ درہم معینہ رب السلم کے ہاتھ میں ہیں اور مسلم الیہ کہے کہ میں نے اُس کو قبضہ کے بعد ودیعت دیئے ہیں یا اُس
نے غصب کر لیے ہیں اور قبضہ ہونے پر گواہ قائم ہو چکے ہوں تو اُسی کا قول معتبر ہوگا اور درہم ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا کذا فی الحاوی۔
اور اگر کسی نے گواہ پیش کیے تو رب السلم کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر کسی نے بیعت پیش نہ کی پس اگر
وہ درہم مطلوب (مسلم الیہ ۱۲) کے ہاتھ میں ہیں اور طالب (رب السلم ۱۲) اُس پر غصب یا ودیعت کا دعویٰ نہیں کرتا ہے صرف اس المال پر
قبضہ نہ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہ آئے گی اور اگر طالب نے مجلس میں قبضہ کرنے سے انکار کرنے کے بعد غصب
یا ودیعت کا دعویٰ کیا تو مطلوب کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ درہم رب السلم کے پاس ہوں اور مطلوب نے قبضہ کا دعویٰ کیا اور طالب (رب
السلم ۱۲) پر غصب کر لینے یا ودیعت رکھنے کا اس کے بعد دعویٰ نہ کیا تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہ آئے گی اور اگر مجلس میں اس المال پر قبضہ
کرنے کے دعوے کے بعد مطلوب نے غصب یا ودیعت کا دعویٰ کیا اور طالب نے انکار کیا تو مشائخ میں سے بعض نے کہا کہ قسم لے کر
مطلوب کا قول معتبر ہوگا پس اُس سے قسم لی جائے گی اور سلم جائز ہوگی اور اس المال کو رب السلم سے لے لے گا اور بعض مشائخ نے کہا
کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب طالب نے یہ قول کہ تو نے قبضہ نہیں کیا ہے جدا کر کے اس طرح کہا ہو کہ میں نے تجھ کو سلم میں دیئے پھر
خاموش رہ کر کہا مگر تو نے قبضہ نہیں کیا یا یوں کہا کہ میں نے تجھ کو سلم میں دیئے اور تو نے قبضہ نہ کیا تو یہی حکم ہوگا اور اگر اُس نے ملا کر کہا کہ تو
نے قبضہ نہیں کیا اور مطلوب کہتا ہے کہ میں نے قبضہ کیا تو اس مسئلہ میں طالب کا قول مقبول ہونا واجب ہے اور مطلوب کا قول معتبر نہ ہوگا
یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد مسلم الیہ آدھا اس المال لے کر آیا اور کہا کہ میں نے اس کو زیوف پایا ہے پس اگر رب السلم
نے اُس کی تصدیق کی تو اُس کو اختیار ہوگا کہ رب السلم کو واپس کر دے اور اگر اس کی تکذیب کی اور مسلم الیہ نے دعویٰ کیا کہ یہ تیرے
درہم ہیں میں سے ہے پس اگر مسلم الیہ نے اس سے پہلے یہ اقرار کیا تھا کہ میں نے جید درہموں پر قبضہ کیا ہے یا اپنے حق پر قبضہ کیا ہے یا
اس المال پر قبضہ کیا ہے یا کہا کہ میں نے درہم پورے پائے ہیں تو ان چار صورتوں میں اُس کا دعویٰ نہ سنا جائے گا اور رب السلم سے قسم
نہ لی جائے گی اور اگر یہ اقرار کیا تھا کہ میں نے درہموں پر قبضہ کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ رب السلم کا قول معتبر ہو اور استحساناً مسلم الیہ کا قول
معتبر ہوگا اور اگر اُس نے کہا تھا کہ میں نے قبضہ کیا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا کذا فی الذخیرہ۔ اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ میں نے
درہموں پر قبضہ کر لیا ہے پھر دعویٰ کیا کہ وہ مستوق ہیں تو مقبول نہ ہوگا اور اگر قبضہ کر کے کچھ اقرار نہ کیا پھر مستوق ہونے کا دعویٰ کیا تو اُس کا

۱۔ قولہ تعالیٰ الخ بخشی نے شرح لمحاوی کی عبارت پر اپنی فہم کے موافق اعتراض کیا تھا اور مترجم نے جواب دے کر ظاہر کیا کہ شرح لمحاوی کا مسئلہ اپنی عبارت
سے بالکل درست ہے اور بخشی کی سمجھ کا تصور ہے ۱۲۔ ۲۔ قولہ مستوق کیونکہ یہ درحقیقت درہم نہیں ہیں اور ہمبرہ کھونٹے اور درہم صاف راغک کے درہم پر

چاندی کا طبع ۱۲۔

(۲) بیعت ہوا تھا یا نہیں ۱۲۔

قول مقبول ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کچھ اس المال منہرہ نکلیا اُس کو کسی حقدار نے لے لیا پھر دونوں نے اختلاف کیا اور رب المسلم نے کہا کہ وہ تہائی مال تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ آدھا تھا تو قسم لے کر رب المسلم کا قول معتبر ہو گیا اور اگر استوق یا رصاص نکلا تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہو گا یہ حاوی میں لکھا ہے۔

اگر رب المسلم نے کہا کہ تو نے مجھے شرط کی تھی کہ مسلم فیہ فلاں محلہ میں ادا کروں گا اور مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے تجھے اس محلہ کے سوا دوسرے محلہ میں ادا کروں تو رب المسلم پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا ☆

اگر کپڑے کی سلم میں جید ہونے کی شرط کی پھر وہ ایک کپڑا لایا اور کہا کہ یہ جید ہے اور رب المسلم نے انکار کیا تو قاضی اُس پیشہ کے دو آدمیوں کو دکھلائے گا اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اور ایک آدمی کو دکھلانا بھی کافی ہے پس اگر اُس نے کہا کہ جید ہے تو اُس پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھ کو دس (۱۰) درہم ایک گر گیہوں کی سلم میں دیئے تھے مگر میں نے اُن پر قبضہ نہ کیا پس اگر اُس نے اپنا یہ قول کہ میں نے اُس پر قبضہ نہ کیا اپنے کلام میں ملا کر کہا ہے تو قیاساً اور استحساناً وہ سچا سمجھا جائے گا اور اگر جُدا کر کے کہا ہے بایں طور کہ ایک ساعت خاموش رہا پھر کہا کہ مگر میں نے اُس پر قبضہ نہ کیا تو قیاساً تصدیق کیا جائے گا اور استحساناً سچا نہ سمجھا جائے گا پھر جب استحسان کی رو سے سچا نہ سمجھا گیا تو قسم لے کر طالب کا قول معتبر ہو گا اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب اُس نے کہا تو نے مجھ کو سلم میں دیئے اور اگر اُس نے کہا کہ تو نے مجھ کو دے دیئے یا کہا کہ تو نے مجھ کو نقد دیئے لیکن میں نے اُس پر قبضہ نہ کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ خواہ وہ ملا کر کہے یا جُدا کر کے کہ سچا نہ سمجھا جائے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ملا کر کہا تو تصدیق کی جائے گی اور اگر جُدا کر کے کہا تو نہیں یہ محیط میں لکھا ہے اگر رب المسلم نے کہا کہ تو نے مجھ سے شرط کی تھی کہ مسلم فیہ فلاں محلہ میں ادا کروں گا اور مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے تجھے اس محلہ کے سوا دوسرے محلہ میں ادا کروں تو رب المسلم پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر عقد سلم میں یہ شرط ہو کہ فلاں جگہ اس کو ادا کروں گا پھر مسلم الیہ کہے کہ تو اُس کو مجھ سے فلاں جگہ لے لے جو اس جگہ کے سوا ہے اور اُس جگہ تک کا مجھ سے کرایہ لے لے اور رب المسلم نے قبضہ کر لیا تو جائز ہے لیکن کرایہ لینا جائز نہیں ہے اور جو کرایہ لیا ہو اس کا واپس کرنا واجب ہے اور اُس کو خیار ہو گا کہ اگر چاہے تو اس قبضہ پر راضی ہو ورنہ واپس کر دے تاکہ اُس جگہ جو شرط کی گئی ہو ادا کرے اور اگر قبضہ کی ہوئی چیز اُس کے پاس تلف ہو گئی تو اُس کو کچھ نہ ملے گا یہ مسوط میں لکھا ہے۔

اگر یہ شرط کی کہ مسلم فیہ کو پہلے فلاں محلہ میں ادا کرنے کے بعد پھر میرے گھر میں ادا کرے تو عامۃً مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ قیاساً و استحساناً جائز نہیں ہے اور فقیمیہ ابو بکر محمد بن سلام فرماتے تھے کہ استحساناً سلم جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر یہ شرط کی کہ اُس کو پہلے میرے گھر میں ادا کرے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ قیاساً چاہتا ہے کہ جائز نہ ہو اور استحساناً جائز ہے اور حاکم شہیدؒ نے فرمایا ہے کہ یہ قیاس اور استحسان اُس صورت میں ہے کہ جب اُس نے اپنا گھر بتلایا ہو اور مسلم الیہ نہ جانتا ہو کہ کس محلہ میں ہے اور اگر اُس نے بیان کر دیا یا مسلم الیہ اُس کو جانتا ہو تو قیاساً و استحساناً جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے رب المسلم نے سلم کی میعاد آ جانے کے بعد مسلم الیہ سے سوائے اس شہر کے جس میں ادا کرنے کی شرط ٹھہری تھی دوسرے شہر میں ملاقات کی تو اُس کو اختیار ہے کہ اس سے مسلم فیہ کا مطالبہ کرے بشرطیکہ مسلم فیہ کی قیمت اس شہر میں اتنی ہی ہو جتنی اُس شہر میں ہے کہ جہاں ادا کرنے کی شرط ٹھہری ہے یا اُس سے کم ہو اور شیخؒ نے فرمایا

کہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیوں نے یہ فتویٰ دیا کہ اس کو دوسرے شہر میں مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں ہے اور یہ حکم مجھ کو پسند ہے مگر ایسی جگہ جہاں ضرورت واقع ہو تو مطالبہ کر سکتا ہے مثلاً مسلم الیہ کسی دوسرے شہر میں جا رہا تو رب المسلم اپنا پورا حق لینے سے عاجز ہو جائے گا یہ قیہ میں لکھا ہے۔

فصل دسہم:

بیع مسلم میں اقالہ اور صلح اور خیاریع کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ مسلم میں اقالہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے پس اگر تمام مسلم فیہ میں اقالہ کر لیا تو جائز ہے خواہ بعد میعاد آ جانے کے اقالہ کیا ہو یا اس سے پہلے اور خواہ اس المال مسلم الیہ کے پاس موجود ہو یا تلف ہو گیا ہو پھر جب اقالہ جائز ٹھہرا پس اگر اس المال ایسا ہے کہ جو محین کرنے سے متعین ہوتا ہے اور وہ موجود بھی ہے تو مسلم الیہ پر واجب ہے کہ اس کو بعینہ رب المسلم کو واپس کرے اور اگر وہ تلف ہو گیا پس اگر وہ ایسا ہے کہ اس کا مثل موجود ہے تو اس کو مثل واپس کرنا چاہیے اور اگر مثل نہ ہو تو اس کی قیمت واپس کرنا چاہیے اور اگر اس المال ایسا ہو کہ جو محین کرنے سے متعین نہیں ہوتا ہے تو اس پر مثل واپس کرنا واجب ہے خواہ وہ تلف ہو گیا ہو یا موجود ہو اور اسی طرح اگر رب المسلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کر لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا اور وہ اس کے پاس موجود ہے تو اقالہ جائز ہے اور رب المسلم پر واجب ہے کہ جس پر اس نے قبضہ کیا ہے اس کو بعینہ واپس کرے اور اگر دونوں نے بعض مسلم فیہ میں اقالہ کیا پس اگر بعد میعاد آ جانے کے تھا تو بقدر بعض کے اقالہ جائز ہوگا بشرطیکہ جس قدر باقی ہے وہ معلوم ہے جیسے کہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ اور باقی کی سلم کی میعاد قائمہ علماء کے نزدیک اپنے وقت پر ہوگی اور اگر میعاد آنے سے پہلے اس نے اقالہ کیا پس اگر اقالہ میں باقی کا کافی الحال لینا شرط نہ کیا تو اقالہ جائز ہوگا اور باقی کا ادا کرنا اپنی میعاد پر ہوگا اور اگر اس نے باقی کا کافی الحال لینا شرط کیا تو شرط صحیح نہیں اور اقالہ صحیح ہے اور یہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا قیاس ہے کیونکہ اقالہ ان کے نزدیک صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اور اگر اقالہ کرنے کے بعد رب المسلم نے اس المال سے کوئی چیز بدلنا چاہی تو استحساناً جائز نہیں ہے اور اسی کو متنبی اماموں نے اختیار کیا ہے اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ بیع مسلم کے اقالہ میں اس المال پر اسی مجلس اقالہ میں قبضہ کر لینا اقالہ کے صحیح ہونے کو واسطے شرط نہیں ہے یہ تا تاریخانیہ میں لکھا ہے کسی نے ایک باندی ایک گریہوں کی سلم میں دی اور مسلم الیہ نے اس پر قبضہ کیا پھر دونوں نے اقالہ کیا پھر وہ مسلم الیہ کے پاس مرگئی تو اقالہ صحیح ہے اور اس کو باندی کی وہ قیمت جو اس پر قبضہ کرنے کے دن تھی ادا کرنی واجب ہے اور اگر باندی کے مرجانے کے بعد اقالہ کیا تو بھی جائز ہے اور اس پر باندی کی قیمت واجب ہوگی یہ جامع صغیر میں لکھا ہے۔ علی بن احمد سے سوال کیا گیا کہ اگر رب المسلم نے مسلم فیہ کو قبضہ کرنے سے پہلے مسلم الیہ سے اس المال سے زیادہ پر یا بعوض اس المال کے خرید کیا تو کیا یہ بیع مسلم کا اقالہ ہوگا تو انھوں نے فرمایا کہ خریدنا صحیح نہیں ہے اور نہ اقالہ ہوگا یہ تا تاریخانیہ میں لکھا ہے۔

رب المسلم نے مسلم فیہ کو مسلم الیہ کے ہاتھ بعوض اس المال کے یا اس سے زیادہ پر فروخت کیا تو صحیح نہیں ہے اور نہ اقالہ ہوگا یہ قیہ میں لکھا ہے اگر مسلم میں دونوں نے اقالہ کیا پھر اس المال میں اختلاف کیا تو مطلوب (مسلم الیہ) کا قول مجتہد ہوگا اور اگر رب المسلم نے مسلم فیہ پر قبضہ کیا اور وہ اس کے پاس موجود ہے پھر دونوں نے سلم کا اقالہ کیا پھر اس المال کی مقدار میں اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائیں گے یہ محیط شرحی میں لکھا ہے۔ فتاویٰ ابواللیث میں ہے کہ کسی نے دوسرے سے ایک گریہوں میں سلم ٹھہرائی پھر رب المسلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو آدمی سلم سے بری کیا اور مسلم الیہ نے قبول کر لیا تو اس پر واجب ہے کہ آدھا اس المال واپس کرے کیونکہ یہ کہنا آدمی سلم کا اقالہ ہے ایسا ہی فرمایا ہے ابو نصر محمد بن اسلام اور فقہ ابو بکر اسکاف نے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ رب المسلم نے اگر

مسلم فیہ مسلم الیہ کو بہہ کر دی تو یہ مسلم کا اقالہ ہے اور اُس کو راس المال واپس کرنا لازم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر دونوں نے مسلم کو بیع کیا اور راس المال کوئی اسباب تھا کہ اُس کو رب المسلم نے مسلم الیہ کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہے اور دوسرے کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں ہے اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کسی نصرانی نے شراب میں بیع مسلم ٹھہرائی پھر ایک مسلمان ہو گیا تو یہ مثل اقالہ کے ہے یہاں تک کہ بعد بیع کے راس المال کے عوض بدل لینا جائز نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے نوادر ابن رستم میں امام محمد سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے کو مثلاً زید نے عمرو کو دس (۱۰) درہم ایک کرگیہوں کی مسلم میں دیئے اور عمرو کا اور بھی زید پر ایک کر بعدہ ایک سال کے آتا ہے پس زید نے عمرو سے بیع مسلم کا اس شرط پر اقالہ کیا کہ قرض کا کرنی الحال ادا کر دے تو اقالہ جائز ہے اور قرض اپنے وقت پر ملے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر مسلم فیہ گےہوں تھے اور راس المال سو درہم تھے پھر دونوں نے اس شرط پر صلح کی کہ رب المسلم کو دو سو درہم یا ڈیڑھ سو درہم واپس کرے تو صلح باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے بیع مسلم میں سو درہم راس المال پر صلح کی تو جائز ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ راس المال میں سے پچاس درہم پر صلح کی تو بھی جائز ہے اس لئے کہ باب سلم میں راس المال پر صلح کرنا اقالہ ہوتا ہے پھر اس کے بعد مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ جب اُس نے کہا کہ میں نے تجھ سے راس المال سے پچاس درہم پر بیع سلم سے صلح کی تو یہ پوری سلم کا اقالہ ہو گیا آدمی سلم کا اور اگر اُس نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ راس المال سے دو سو درہم پر صلح کی تو جائز نہیں ہے اور مراد یہ ہے کہ زیادتی جائز نہ ہوگی لیکن بقدر راس المال کے اقالہ صحیح ہوگا ایسا ہی شیخ السلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح میں اشارہ کیا کہ اس صورت میں بالکل اقالہ باطل (یعنی پورا اقالہ) ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے کسی شخص سے کچھ اناج میں بیع سلم ٹھہرائی پھر ایک نے اس سے اپنے راس المال پر صلح کر لی تو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صلح موقوف رہے گی پس اگر دوسرے نے اجازت دی تو جائز ہو جائے گی اور راس المال میں سے جو بقعہ میں آیا وہ دونوں میں مشترک ہوگا اور جس قدر اناج بیع سلم کا باقی رہا وہ بھی دونوں میں مشترک ہوگا اور اگر دوسرے نے اجازت نہ دی تو صلح باطل ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو صلح کرنے والا ہے اُس کے اور مسلم الیہ کے درمیان صلح جائز ہے اور اسی طرح اگر مسلم فیہ کا کوئی کفیل ہو اور دونوں رب المسلم میں سے کسی ایک نے اپنے راس المال پر کفیل سے صلح کر لی تو کفیل سے صلح کرنا اصل سے صلح کرنے مانند ہے اور وہی اختلاف ہے جو ہم نے بیان کیا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

جب راس المال از جنس نقود یعنی درہم و دینار میں سے ہو کہ جو معین نہیں ہوتے ہیں تو اس میں فقہاء

کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے ☆

یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب دونوں نے دس (۱۰) درہم مشترک کسی شخص کو ایک کر اناج کی سلم میں دیئے ہوں اور اگر دس مشترک نہ ہوں بلکہ دونوں نے دس درہم پر سلم ٹھہرائی پھر ہر ایک نے پانچ درہم آکر دیئے تو یہ صورت امام محمدؒ نے نہیں ذکر فرمائی اور بعض مشائخ نے شرح بیوع میں ذکر کیا ہے کہ ایسی صلح بالاجماع صلح کرنے والے کے حصہ میں جائز ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ امام محمدؒ نے ذکر نہیں کیا بلکہ امام محمدؒ نے کتاب الاصل کی صلح میں یہ صورت ذکر کی ہے اور اس میں امام اعظمؒ کا وہی قول ذکر کیا ہے پہلی صورت میں ہے اور اگر دونوں رب المسلم میں سے ایک نے بقدر اپنے حصہ کے سلم کا اقالہ کیا تو یہ صورت بھی کسی

۱۔ قولہ اقالہ ہے کیونکہ یہ باطل ہے تو لا محالہ صحیح ہو کر بھی حکم ہوگا ۱۲۔ ح۔ قولہ ایک یعنی رب المسلم یا سلم الیہ کوئی مسلمان ہوگا ۱۳۔ ح۔ یعنی شرط باطل

کتاب میں مذکور نہیں ہے اور اس میں بھی مشائخ کا ویسا ہی اختلاف ہے جیسا پہلی صورت میں ہم نے ذکر کیا ہے کذا فی محیط۔ اگر کسی نے سلم ٹھہرائی اور اس کا کوئی ٹھیل لے لیا پھر کفیل نے رب السلم سے اس المال پر صلح کی تو مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہے گی خواہ کفالت اس کے حکم سے ہو یا بدوں اس کے حکم کے ہو پس اگر اس نے اجازت دی تو صلح جائز ہوگی ورنہ باطل ہوگی اور بیع سلم اپنے حال پر باقی رہے گی اور یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور اگر اجنبی نے رب السلم سے اس المال پر صلح کی تو بھی یہی حکم ہے اور یہ حکم اختلافی اس صورت میں ہے کہ جب اس المال از جنس نفوذ یعنی ذرہم و دینار میں سے ہو کہ جو معین نہیں ہوتے ہیں اور اگر غلام یا کپڑے وغیرہ کے مانند معین ہو تو صلح بالاتفاق مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف رہے گی اور اگر کفیل نے اقالہ کیا اور رب السلم نے قبول کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے پس بعضوں نے کہا کہ اقالہ اور صلح یکساں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ بالا جماع مسلم الیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے؛ اگر رب السلم نے سلم کے گیسوں قبضہ میں لیے اور وہ اس کے پاس عیب دار ہو گئے پھر اس میں کوئی نہ اتانا عیب پایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اگر مسلم الیہ گیسوں کو نئے عیب کے ساتھ قبول کرے تو بیع سلم بھر عود کرے گی اور اگر اس نے انکار کیا تو اس کو اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر عیب دار کو قبول کرنے سے انکار کرے تو رب السلم مثل اُن گیسوں کے جو اس نے قبضہ میں لئے ہیں واپس کر دے گا اور جیسے اس نے سلم میں شرط کیے ہیں ویسے لے گا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر وہ واپس لینے سے انکار کرے تو رب السلم اس المال میں سے بقدر نقصان کے واپس لے گا یہ کافی میں لکھا ہے اگر رب السلم نے سلم فیہ پر قبضہ کیا پھر اس میں کوئی عیب پایا تو اس کو واپس کر دے اور اگر اس میں دوسرا عیب پایا تو مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو زیادتی عیب پر راضی ہو کر قبول کرے اور رب السلم کو بے عیب مسلم فیہ سپرد کرے اور اگر قبول سے انکار کیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ رب السلم کا عقد واپسی اور نقصان عیب لینے کا حق باطل ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ عیب کی زیادتی رب السلم کے پاس آسانی آفت یا رب السلم کے فعل سے ہو اور اگر اجنبی کے فعل سے ہو اور رب السلم اس سے نقصان کی قیمت لے لے تو اس کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور زیادتی عیب کے ساتھ مسلم الیہ کو اس کا قبول کرنا نہیں لازم ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے یہ شرح طحاویؒ میں لکھا ہے۔

ہشام نے اپنی نو اور میں لکھا ہے کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ کسی نے ایک کپڑا بیع سلم کے طور پر دس درہم دے کر لیا اور اس کو قطع کر لیا پھر اس میں کوئی عیب پایا تو انہوں نے فرمایا کہ نقصان عیب نہیں لے سکتا ہے اور بھی ہشام نے لکھا ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کو دو درہم سلم میں دیئے ایک درہم گیسوں میں اور دوسرا جواہر میں پھر مسلم الیہ نے ایک درہم ستوق پایا تو امامؒ نے فرمایا کہ اگر دونوں ایک ساتھ دیئے ہوں تو آدمی گیسوں اور آدمی جوار کی بیع فاسد ہوگی اور اگر علیحدہ دیئے ہوں پس اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مسلم الیہ کے گواہ لیے جائیں گے اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو دونوں قسم کھائیں گے اور پوری سلم فاسد ہو جائے گی اور ابیہم بن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو پانچ درہم ققیڑ گیسوں کی سلم میں علیحدہ اور پانچ ققیڑ جو کو سلم میں علیحدہ دیئے پھر دونوں کے جدا ہونے کے بعد اس نے ایک درہم ستوق پایا اور رب السلم نے کہا کہ وہ گیسوں کے درہم میں ہے اور مسلم الیہ نے کہا کہ جو کے درہم میں ہے تو رب السلم کو قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے باہم تصدیق کی کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ کس میں سے ہے تو سلم الیہ درہم اور واپس کرے اور گیسوں اور جو دونوں میں سے جو دونوں میں سے پانچواں حصہ کم ہو جائے گا اور بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک گیسوں کی سلم دس درہم میں ٹھہرائی اور ایک گیسوں کی سلم پانچ درہم میں ٹھہرائی اور دس درہم گیسوں والے دیئے پھر جو والے پانچ درہم ادا کئے پھر دونوں کے جدا ہونے کے بعد اس نے ایک درہم ستوق پایا اور مسلم الیہ

نے کہا کہ یہ درہم گیسوں کے درہموں میں سے ہے اور رب المسلم نے کہا کہ جو کے درہموں میں سے ہے تو امام نے فرمایا کہ اگر مسلم الیہ اپنا پورا حق حاصل کرنے کا اقرار کر چکا ہے تو رب المسلم کا قول معتبر ہوگا ورنہ اسی کا قول لیا جائے گا اور اگر دونوں نے سچ کہہ دیا کہ ہم نہیں جانتے کہ کس میں سے ہے تو امام نے فرمایا کہ آدھا درہم گیسوں میں اور آدھا لٹاؤ میں رکھا جائے گا پس بیسواں حصہ گیسوں میں سے اور دسواں حصہ جو میں سے کم ہو جائے گا اور اگر یہ صورت واقع ہو کر اُس نے پندرہ درہم ایک ہی صفحہ میں ادا کئے ہوں تو گیسوں کے دسویں حصہ کی دو تہائی اور جو کے پانچویں حصہ کی ایک تہائی کم ہو جائے گی کذا فی المحیط۔

فصل ششم:

بیع سلم میں وکیل کرنے کے بیان میں

اگر کسی نے ایک شخص کو وکیل کر کے کچھ درہم اس واسطے دیئے کہ ایک گریسوں کی سلم میں دیئے اور اُس نے وہ درہم بیع سلم کی شرطوں کے ساتھ دیئے تو جائز ہے یہ شرح تھمکہ میں لکھا ہے اور میعاد پر مسلم فیہ سپرد کرنے کا مطالبہ وکیل ہی کرے گا اور وہی اس المال سپرد کرے گا پھر اگر وکیل نے موکل کے درہم ادا کیے ہیں تو مسلم فیہ کو لے کر موکل کر دے گا اور اگر اس نے اپنے درہم ادا کئے ہیں اور موکل نے اُس کو کچھ نہیں دیا ہے تو بقدر اپنے درہم کے موکل سے لے گا کذا فی الذخیرہ اور وکیل کو اختیار ہے کہ سلم پر قبضہ کر لے اور قبضہ کر کے موکل کو نہ دے یہاں تک کہ اُس سے اپنے پورے درہم حاصل کر لے اور اگر مسلم فیہ اُس کے قبضہ میں تلف ہو جائے پس اگر اُس کا تلف ہونا موکل کو دینے سے روک لینے سے پہلے ہو تو امانت میں تلف ہوگی اور اگر بعد روک لینے کے تلف ہوئی تو ابام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ رہن کے تلف ہونے کے مانند تلف ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ قرضہ ساقط ہو جائے گا خواہ رہن کی قیمت ہو یا زیادہ ہو اور شمس اللائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ یہ قول امام اعظمؒ کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

پس اگر اُس نے اس المال کو موکل کے مال سے دیا اور سلم پر کوئی کفیل یا کچھ رہن لیا تو جائز ہے پس اگر میعاد آنے کے وقت وکیل نے تاخیر کی یا مسلم الیہ کو سلم سے بری کر دیا یا اُس کو ہبہ کر دیا تو جائز ہے اور وکیل اپنے موکل کو ضمان دے گا اور اسی طرح اگر اُس نے کسی غنی یا غیر غنی پر حوالہ لیا اور پہلے کو اُس نے بری کر دیا تو خاصہ وکیل پر جائز ہے اور اپنے موکل کو مسلم فیہ کی ضمان دے گا اور اگر اُس نے مسلم فیہ کو اپنی شرط سے گھٹ کر لے لیا تو جائز ہے اور موکل کو اختیار ہوگا کہ مثل شرط کے اُس سے ضمان لے اور اگر وکیل نے سلم کو باہم ترک (جنگ کر دیا) کر دیا تو جائز ہے اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اپنے موکل کے واسطے سلم کا ضامن ہوگا کذا فی الحاوی۔ اگر سلم کا اقالہ کر لیا تو جائز ہے اور امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک سلم کا نصف موکل کو ضمان میں دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر وکیل نے عقد سلم ٹھہرایا پھر موکل کو اُس نے اس المال ادا کرنے کا حکم دیا اور چلا گیا تو سلم باطل ہو جائے گی اور ایسے ہی اگر مسلم الیہ نے کسی

۱۔ قول بیسواں حصہ اصل عربی کی نسخ موجودہ میں یوں لکھا ہے فی شمس عشر اھلہ ونصف عشر اھلہ اتنی گیسوں کے دسویں حصہ اور جو کے بیسویں حصہ کی بیع ٹوٹ جاتی گی۔ مترجم کے نزدیک یہ غلطی کاتب ہے اور صحیح یہ کہ بیسواں حصہ گیسوں سے اور دسواں حصہ جو سے کم ہوگا کیونکہ گیسوں کی سلم میں دس درہم سے نصف درہم کم ہوتا تو بیسواں حصہ ہوا اور یہ بالکل ظاہر ہے ۱۲۔ ۲۔ قول دو تہائی اس واسطے کہ پندرہ درہم میں سے ایک درہم ساقط ہو تو وہ گیسوں و جو کے درہموں میں سے نصف نصف نہیں بلکہ بحساب مقدار کے رکھا جائے گا اور مقدار میں جو کے پانچ درہم سے گیسوں کے دس درہم دو چند ہیں تو اس درہم کے دو حصہ۔ جن میں اور ایک حصہ جو میں آیا پس گیسوں کے دسویں حصہ میں سے دو تہائی ساقط ہو اور جو کے پانچویں میں سے تہائی ساقط ہو افاقہم ۱۲۔ ۳۔ قول روک لینے یعنی پہلے تو مسلم فیہ اس کے پاس امانت تھی اور جب اس نے اپنے درہموں کے لئے روک لی تو رہن کی ضمانت ہوگئی ۱۲۔ ۴۔ ازرائی بقول کی ۱۲۔ ۵۔ قول پھر موکل آہ ہو قول ثم امر الموکل باداء اس المال وذہب الوکیل آہ اور مترجم کے نزدیک معنی یہ کہ پھر موکل کو اس المال ادا کر دینے کا حکم دے کر خود وکیل چلا گیا فافہم یعنی موکل کے ادا کر دینے سے پہلے چلا گیا اور مسلم الیہ نے ہنوز قبضہ بھی نہیں کیا ہے ۱۲۔

فخص کو اس المال پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قبضہ سے پہلے خود چلا گیا تو مسلم باطل ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

اگر مسلم کے وکیل نے مخالفت کی اور اُس چیز کے سوا کہ جس میں موکل نے بیع مسلم کرنے کو کہا تھا دوسری چیز میں مسلم ٹھہرائی تو موکل کو اختیار ہے کہ وکیل سے اپنے درہموں کی ضمان لے اور اگر چاہے تو مسلم الیہ سے ضمان لے پس اگر اُس نے وکیل سے ضمان لی تو بیع مسلم وکیل کے ساتھ صحیح رہے گی اور اگر مسلم الیہ سے ضمان لی پس اگر ایسی حالت میں ضمان لی کہ وکیل اور مسلم الیہ دونوں مجلس عقد میں موجود ہیں اور وکیل نے دوسرے درہم ادا کر دیئے تو مسلم جائز رہے گی اور اگر ایسے حال میں ضمان لی کہ دونوں مجلس سے جُدا ہو گئے ہیں تو مسلم باطل ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص کو دس درہم اس واسطے دیئے کہ ان کو اناج کی سلم میں دیئے پھر وکیل نے ایک شخص کو دے کر بیع ٹھہرائی پس اگر اُس نے بیع کی نسبت موکل کے درہموں کی طرف کی ہو تو بیع اُس کے لیے ہوگی اور اگر اُس نے اپنے درہموں کی طرف نسبت کی ہو تو اپنے واسطے بیع کرنے والا ہوگا اور اگر مطلق دس درہم پر بیع ٹھہرائی پھر موکل کے واسطے اُن کی نیت کی تو بیع اُس کے لئے ہوگی اور اگر اپنے واسطے نیت کی تو اپنے واسطے ہوگی اور اگر اُس کی کچھ نیت ہی نہ ہوئی اور اُس نے اپنے درہم ادا کئے تو بیع اُس کے لیے ہوگی اور موکل کے درہم ادا کیے تو موکل کے لیے ہوگی یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جب تک وہ عقد کے وقت موکل کی نیت نہ کرے جب تک عقد اُس کے واسطے ہوگا اور اگر دونوں نے نیت میں جھگڑا کیا اور موکل نے کہا تو نے میری نیت کی ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے اپنے نیت کی ہے تو بالاتفاق مسلم کا اناج اُس شخص کو ملے گا جس کے درہم اُس نے ادا کئے ہیں یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے کچھ درہم اناج کی بیع سلم میں لے لے پھر وکیل نے وہ درہم لے کر موکل کو دے دیئے تو سلم کا اناج وکیل کے ذمہ رہے گا اور وکیل کے یہ درہم موکل پر قرض ہوں گے اور اگر اُس کے وکیل نے اناج میں بیع سلم ٹھہرا دی پھر موکل نے اناج پر قبضہ کیا یا مسلم الیہ کے ساتھ عقد سلم کو فتح کر دیا تو استحساناً جائز ہے اور مسلم الیہ کو اختیار ہے کہ سلم کا اناج موکل کو دینے سے انکار کرے یہ خزانہ الاکل میں لکھا ہے اگر دو شخصوں کو اس واسطے وکیل کیا کہ اُس کے لیے بیع سلم ٹھہرائے پھر ایک نے بیع ٹھہرائی تو جائز نہیں ہے اور اگر دونوں نے ٹھہرائی پھر ایک نے ترک کر دی تو جائز نہیں ہے اور یہ بالا جماع ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ ایک شخص کو دو شخصوں نے وکیل کیا اور ہر ایک نے چاہا کہ میرے دس درہم اناج کی سلم میں علیحدہ دیئے اور اُس نے دونوں کی سلم ایک ہی عقد میں ٹھہرائی تو جائز ہے اور اگر اُس نے دونوں کے درہم ملا دیئے پھر سلم ٹھہرائی تو یہ سلم اُس کے واسطے ہوگی اور ملا دینے کے سبب سے دونوں کے مال کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اس ایک وکیل نے دونوں میں سے ہر ایک موکل کے درہم ایک شخص کو علیحدہ دیئے پھر اُس سے کچھ اناج وصول کیا اور دونوں موکلوں میں سے ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا حق ہے تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ غائب ہو تو وکیل کا قول لیا جائے گا اور اگر مسلم الیہ نے آکر وکیل کی تکذیب کی تو مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اگر ایک وکیل کو کسی نے بعض درہموں کے اپنا کپڑا بیچنے کو واسطے وکیل کیا اور اُس نے اُس کپڑے کو بعض اناج کے کسی میعاد تک بیع سلم میں دیا تو یہ بیع اُس کی (یعنی وکیل) ذات کے واسطے ہوگی اور اگر موکل نے اُس کو فروخت کرنے کا حکم دیا اور ثمن نہ بیان کیا ہو اور اُس نے اناج کی سلم میں کسی مدت تک بیع کیا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک بیع موکل پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے وکیل کو یہ حکم دیا کہ میرے درہم کسی شخص کو سلم میں دیئے پھر اُس نے دوسرے کو سلم میں دے دیئے تو جائز نہیں ہے

یہ خزانہ الاکل میں لکھا ہے اگر کسی نے بیع سلم کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے عقد سلم میں کوئی ایسی شرط لگائی کہ جس سے عقد فاسد ہو گیا

تو وکیل ضامن نہ ہوگا یہ حاویٰ میں لکھا ہے اگر کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ دس درہم طعام کی سلم میں دیئے تو ہمارے نزدیک احساناً طعام سے مراد گیہوں اور اُس کا آٹا ہے اور مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب درہم بہت ہوں اور تھوڑے ہوں تو یہ قول مطلق روٹیوں کی طرف رجوع کرے گا اور آٹے کے باب میں دو روایتیں آئی ہیں ایک روایت میں وہ بمنزلہ گیہوں کے ہے اور دوسری روایت میں بمنزلہ روٹی کے ہے اور ایسا ہی قیاس لُخْریہ کے وکیل میں ثابت ہے پس اگر اُس کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے درہم طعام کی سلم میں دیئے اور اُس نے جو وغیرہ کی سلم میں دے دیئے تو اُس نے مخالفت کی اور موکل کو اختیار ہے کہ وکیل سے اپنے درہموں کی ضمان لے اور اگر چاہے تو اُن کو مسلم الیہ سے لے لے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر ایسے شریک کو جو اُس کے ساتھ شرکت عنان رکھتا ہے مسلم الیہ بنایا تو جائز ہے ☆

اگر کسی ذمی کو عقد سلم کے واسطے وکیل کیا تو کراہت کے ساتھ جائز ہے یہ خزانہ الاکل میں لکھا ہے وکیل سلم نے اگر بیع میں کھلا ہوا ٹوٹا اٹھا لیا تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر وکیل نے کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ سلم پر مسلم الیہ سے لے کر قبضہ کرے اور اُس نے قبضہ کیا تو مسلم الیہ بری ہو جائے گا پس اگر وکیل کا وکیل یا اُس کا غلام یا اُس کا بیٹا ہو جو اُس کی پرورش میں ہے یا اُس کا اجیر ہو تو یہ قبضہ موکل پر جائز ہوگا اور اگر کوئی اجنبی ہو تو پہلا وکیل طعام سلم کا ضامن ہوگا اگر اُس کے وکیل کے پاس تنقب ہو جائے اور اگر اُس تک پہنچ جائے تو وہ اور اُس کا وکیل ضمان سے بری ہو جائیں گے یہ حاویٰ میں لکھا ہے اور وکیل سلم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے مگر جب موکل یہ کہہ دے کہ جو تو چاہے وہ کہ یہ خزانہ الاکل میں لکھا ہے وکیل سلم نے اگر اپنے کو یا اپنے معاوض کو یا اپنے غلام کو مسلم الیہ بنایا تو جائز نہیں ہے اور اگر ایسے شریک کو جو اُس کے ساتھ شرکت عنان رکھتا ہے مسلم الیہ بنایا تو جائز ہے بشرطیکہ مسلم فیہ اُن دونوں کی تجارت میں نہ ہو اور اگر اپنے بیٹے یا اپنی زوجہ یا ماں باپ میں سے کسی کو بنایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اس میں صاحبین نے اختلاف کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ میرا تجھ پر چاہیے ہے وہ ایک گریہوں کی سلم میں دے دے پس اگر اُس نے کسی شخص کو معین کیا تو بالا جماع وکالت صحیح ہے اور اگر معین نہ کیا تو بھی صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بحالت صحیح نہیں ہے یہ نیا بیع میں ہے اگر وکیل نے بیع سلم ٹھہرانے میں دوم اُس چیز کی سلم میں دے دے جس کا موکل نے حکم کیا تھا اور مسلم الیہ کے اس اقرار پر کہ میں نے درہم پورے پالے ہیں گواہ نہیں کیے پھر مسلم الیہ زیوف درہم واپس کرنے کو لایا اور کہا کہ میں نے انھیں درہموں میں پائے ہیں تو اُس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر وکیل نے مسلم الیہ کے اس اقرار پر گواہ کر لیے ہوں تو پھر اُس کے دعویٰ کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اُس کے معنی یہ ہیں کہ اگر مسلم الیہ نے اقرار کیا کہ میں نے جید درہم پورے حاصل کر لیے یا اپنا پورا حق لے لیا یا اس المال پورا لے لیا تو پھر اُس کا یہ دعویٰ کرنا کہ وہ درہم زیوف ہیں اُس کے اقرار کو توڑتا ہے پس اُس کی سماعت نہ ہوگی اور اُس کے گواہ بھی مقبول نہ ہوں گے اور نہ مدعا علیہ پر قسم آئے گی اور اگر اُس نے پورے درہم پالنے کا اقرار کیا ہو تو درہم کا لفظ زیوف اور جید دونوں کو شامل ہے پس اُس کا دعویٰ اُس کے اقرار کو نہ توڑے گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر قطن میں سلم ٹھہرائی تو اُس میں درہم نہ دیا جائے گا جیسا بیع میں ہے اور اس پر ہمارے زمانے کے مشائخ متفق ہیں بشرط نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے کو ایک گریہوں کو سلم میں ایک غلام دیا پھر مسلم الیہ نے وہ غلام کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اُس کے سپرد کر دیا پھر مشتری نے اُس غلام میں کوئی عیب پا کر مسلم الیہ کو بغیر حکم قاضی کے واپس کیا پھر رب المسلم اور مسلم الیہ نے

۱۔ قولہ قیاس یعنی اگر خرید کے واسطے وکیل کیا تو سلم کی طرح اس میں بھی حکم ہے ۱۲۔ ج۔ جتنا کوئی اندازہ کرنے والا اندازہ نہیں کرتا ۱۳۔

۲۔ قولہ چاہے یعنی اس معاملہ میں اپنی رائے سے عمل کرتا ۱۴۔ زیوف ہونے کا دعویٰ ۱۵۔ قولہ درہم کا رہنہ لے لی ہوئی قسم ہے ۱۶۔

کچھ مسلم کا اقالہ چاہا پس اگر رب المسلم نے کہا کہ میرا غلام مجھے واپس دے اور میں نے تجھ کو مسلم سے بری کیا یا کہا کہ بعوض اس غلام کے میں نے تجھ کو مسلم سے بری کیا یا کہا کہ بعوض اس غلام کے مجھ سے مسلم کا اقالہ کر لے تو یہ مسلم باطل ہے اور اگر اس نے کہا کہ مجھے مسلم کا اقالہ کرے اور غلام کا ذکر نہ کیا یا کہا کہ مجھ کو مسلم سے بری کر دے اور اپنا راس المال لے لے اور غلام کا ذکر نہ کیا تو مسلم ٹوٹ جائے گی اور اس کو راس المال میں غلام کی قیمت ملے گی یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام بعوض ایک کپڑے کے جس کا وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھا ہے فروخت کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ کپڑے کے ادا کرنے میں میعاد ہو اور دوسری یہ کہ نہ ہو دوسری صورت جائز نہیں ہے اور پہلی صورت جائز ہے پس اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو عقد باطل نہ ہو گا یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے۔

اگر رب المسلم نے راس المال میں کچھ بڑھایا تو فی الحال ادا کرنا جائز ہے اور میعادی جائز نہیں ہے پس اگر اس کو مجلس میں ادا کر دیا تو صحیح ہے اور اگر زیادتی پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بعد از زیادتی کے مسلم باطل ہو جائے گی اور مسلم الیہ نے کچھ زیادہ کیا تو دیکھا جائے گا کہ راس المال معین (خلاصہ ۱۲) ہے اور وہ موجود ہے تو فی الحال اور میعاد پر دونوں طرح جائز ہے اور اگر راس المال غیر معین ہے پس اگر مسلم الیہ سے معین چیز زیادہ کی تو فی الحال اور میعاد پر دونوں طرح جائز ہے اور اگر درہم یا دینار زیادہ کیے تو مجلس میں زیادتی پر قبضہ ہو جانا شرط ہو گا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔

باب (۱۵۰) :

قرض اور قرض لینے اور کوئی چیز ہنوانے کے بیان میں

جو چیزیں مثلی ہیں اُن کا قرض جائز ہے جیسے کیلی اور وزنی اور عددی متقارب مانند انڈے وغیرہ کے اور جو چیزیں مثلی نہیں ہیں جیسے حیوان اور کپڑے اور عددی متفادات اُن میں قرض جائز نہیں ہے اور قرض فاسد میں اگر مقروض چیز پر قبضہ کیا تو اس کا مالک ہو گیا جیسا کہ کچھ فاسد میں قبضہ کی ہوئی چیز کا مالک ہوتا ہے لیکن قرض فاسد میں جس چیز پر قبضہ کیا ہے خاص اُسی کو واپس کرے اور قرض جائز میں اگر قرض مقبوض قرض لینے والے کے پاس موجود ہو تو وہی واپس کرنے کے واسطے معین نہ ہو گا بلکہ اُس کو اختیار ہو گا کہ چاہے اُس کو واپس کرے یا اُس کا شل واپس کرے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے پھر جس جگہ قرض جائز نہیں ہو تو اُس قرضہ سے نفع اُٹھانا بھی جائز نہیں ہے لیکن اُس کا فروخت کرنا جائز ہے کذا فی التعماد یہ اور روئی کا وزن کے حساب سے نہ گنتی کے حساب سے قرض لینا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ کافی وغیرہ میں لکھا ہے نوادر ہشام میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ گیسوں اور آٹے کا وزن سے قرض لینا اور ایسے یہ خشک چھوڑے کا اس طرح قرض لینا ضروری نہیں اور نہ اُس میں بہتری ہے اگرچہ یہ ایسی جگہ واقع ہو جہاں یہ چیزیں وزن کی جاتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اصل میں مذکور ہے کہ اگر آٹا قول کر قرض لیا تو اُس کو وزن سے نہ واپس کرے لیکن دونوں کی قیمت پر صلح کر لیں اور امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ اُس کا وزن سے قرض لینا احتساباً جائز ہے جب کہ لوگوں میں اُس کا وزنی ہونا رائج ہو جائے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غیاثہ میں لکھا ہے۔ ایندھن اور لکڑی اور قصب اور تر خوشبودار چیزیں اور ساگ کا قرض لینا جائز نہیں ہے لیکن حنا اور دوسرا خشک خوشبودار چیزیں کہ جو پکانہ سے بکتی ہیں اُن کے قرض لینے میں کچھ خوف نہیں ہے یہ فصول عماد یہ میں لکھا ہے اور کاغذ کا گنتی

سے قرض لینا جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اخروٹ کا پیمانہ سے قرض لینا اور بیگنوں^۱ کا کنتی سے قرض لینا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور فتاویٰ عتابیہ میں ابن سلام سے نقل کیا ہے کہ کچی اور پکی اینٹوں کا کنتی سے قرض لینا جائز ہے بشرطیکہ اُن میں تفاوت نہ ہو یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے اور گوشت کا قرض لینا جائز ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور گوشت کا وزن سے قرض لینا جائز ہے یہ فتاویٰ مصریٰ میں لکھا ہے اور ہمارے شہروں میں خیر کو^۲ وزن سے قرض لینا جائز اور یہی مختار ہے یہ مختاری الفتاویٰ میں لکھا ہے اور زعفران کو وزن سے قرض لینا جائز ہے اور پیمانہ سے جائز نہیں ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے اور برف کو وزن سے قرض لینا جائز ہے اور اگر گرمیوں میں قرض لیا اور جائزوں میں ادا کیا تو اُس کے عہدہ^۳ سے نکل گیا اور برف اُن چیزوں میں ہے کہ جن کے عوض قیمت لی جاتی ہے اور اگر برف والے نے کہا کہ میں اس سال تجھ سے نہ لوں گا تو ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ میں اس مقام پر سوائے اس کے کوئی حیلہ نہیں جانتا کہ جس شخص پر برف آتا ہے وہ اُس کے برابر برف تول کر برف والے کے کتے میں پھینک دے تاکہ قرض سے بری ہو جائے اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ میرے نزدیک چھ نکارہ اس میں ہے کہ یہ بات قاضی کے سامنے پیش کرے تاکہ جس قدر اُس پر قرض ہے اتنے لینے پر قاضی اُس کو مجبور کرے جیسا اس صورت میں کہ کسی نے دوسرے سے گہوں قرض لیے پھر اُس کا بھاؤ بدل جانے کے بعد اُن کے مثل گہوں اُس کو دے تو قرض خواہ کو اُن کے قبول کرنے پر قاضی مجبور کرے گا یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے اور سونے اور چاندی کو وزن سے قرض لینا جائز ہے اور عدد سے قرض لینا جائز نہیں ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ اگر ایسے درہم ہوں کہ جن میں ایک تہائی چاندی اور دو تہائی بیتل ہے اور ان کو کسی شخص نے کنتی سے قرض لیا اور وہ لوگوں میں بھی کنتی سے رائج ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر لوگوں میں فقط وزن سے رائج ہیں تو صرف وزن سے اُن کا قرض لینا جائز ہوگا اور اگر ایسے درہم ہوں جن میں دو تہائی چاندی اور ایک تہائی بیتل ہے تو اُن کا قرض لینا فقط وزن سے جائز ہے اگرچہ لوگوں کا معمول ہو گیا ہو کہ اُن کے ساتھ کنتی سے فروخت کرتے ہوں اور اگر درہموں میں آدمی چاندی اور آدھا بیتل ہو تو اُن کا قرض لینا بھی فقط وزن سے جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ نے کتاب الصرف میں فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ ہر ایسے قرض کو جو نفع پیدا کرے

مکروہ جانتے تھے ☆

جس سرگین کا فروخت کرنا جائز ہے اُس کا قرض لینا بھی جائز ہے قال الحزب یعنی گوہروں میں سے کھاد کا بیچنا جائز ہے تو اُس کا قرض لینا بھی جائز ہے اور وہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے کہ سرگین کے تلف کرنے والے پر اُس کی قیمت واجب ہوتی ہے اور وہ ایسی چیزوں میں ہے کہ جس کا مقابل قیمت ہوتی ہے تو اس روایت کے موافق اُس کا قرض لینا جائز نہ ہوگا اور تجربہ میں لکھا ہے کہ اگر میعاد قرض دیا یا بعد قرض کے مدت مقرر کی تو مدت باطل ہوگی اور مال فی الحال دینا واجب ہے بخلاف اس صورت کے کہ کسی نے اپنے مال میں سے فلاں شخص کو ایک مہینہ کے واسطے قرض دینے کی وصیت کی کذا فی التاتار خانیہ اور قرض کے تلف کر دینے کے بعد مدت مقرر کرنے یا اُس سے پہلے مدت مقرر کرنے میں کچھ فرق نہیں ہے یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور قرض کی میعاد لازم ہو جانے میں یہ حیلہ ہے کہ قرض لینے والا قرض دار کا قرض کسی پر اتر اودے پھر قرض لینے والا اُس شخص سے کہ جس پر اتر آیا ہے مدت مقرر کر لے پس

۱۔ قول بیگنوں اقوال ہمارے دیار میں یہ حکم مشکل ہے علاوہ بریں اس میں سود جاری ہے اور ہر پھل کی طبلہ قیمت ہے ۱۲۔ یعنی بسبب عرف کے بنا

بریں مترجم کے دیار میں خیر اور آئے کا قرض لینا بھی وزن سے روا ہونا چاہیے ۱۲۔ قول عہدہ یعنی ذمہ دار پاک ہو گیا اگرچہ بے موسم اس کو ادا کیا ۱۲۔

۱۲۔ وصیت یعنی اس وصیت کو نافذ کرنا چاہیے اور قرض میں مدت اصل نہیں ہے ۱۲۔

میں لازم آئے گی یہ بحر افاق میں لکھا ہے۔ امام محمدؒ نے کتاب الصرف میں فرمایا کہ ام ابو حنیفہؒ ہر ایسے قرض کو جو نفع پیدا کرانے مکروہ جانتے تھے اور کرنخی نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ جب نفع قرض لینے میں شرط کیا گیا ہو مثلاً غلہ کے درہم اس واسطے دیے کہ اُس کو صحیح درہم ادا کر دے تو مکروہ ہے اور اگر یہ شرط عقد نہ ہو اور قرض لینے والا قرض سے جید ادا کرے تو اس میں کچھ خوف نہیں ہے اور ایسے ہی اگر کسی نے کسی کو کچھ درہم یا دینار اس واسطے قرض دیے کہ قرض لینے والا اُس کا کوئی اسباب گران ثمن میں خریدے تو مکروہ ہے اور اگر یہ شرط نہ ہو اور قرض لینے کے بعد اُس نے گران ثمن میں خرید لیا تو کرنخی کے قول پر کچھ خوف نہ ہوگا اور خصاف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

کہ میں اس کو اچھا نہیں جانتا ہوں اور ثمن الاثمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ یہ حرام ہے اور امام محمدؒ نے کتاب الصرف میں لکھا کہ سلف کے لوگ اس کو مکروہ جانتے تھے لیکن خصافؒ نے کراہت کو ذکر نہیں کیا صرف یہ کہا کہ میں یہ اس کے لیے اچھا نہیں جانتا ہوں پس یہ کراہت سے قریب ہے لیکن کراہت سے کم ہے اور امام محمدؒ نے اس میں کچھ خوف نہیں جانا کیونکہ انہوں نے کتاب الصرف میں فرمایا ہے کہ اگر قرض لینے والے نے قرض خواہ کو کوئی چیز ہدیہ بھیجی تو اس میں کچھ ڈر نہیں ہے اور امام محمدؒ نے اس کی تفصیل نہیں فرمائی پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے سلف کا قول چھوڑ دیا ہے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا کہ جو امام محمدؒ نے سلف کا قول نقل کیا ہے وہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب قرض لینے میں کسی قسم کا نفع شرط کیا گیا ہو اور یہ بلا خلاف مکروہ ہے اور جو امام محمدؒ نے فرمایا وہ اس صورت پر محمول ہے کہ جب قرض میں ہدیہ کی شرط نہ ہو اور یہ بلا خلاف مکروہ نہیں ہے اور قرض میں بیع کی صورت جو مکروہ لکھی گئی اُس وقت ہے کہ جب قرض بیع سے پہلے ہو اور اگر بیع قرض سے پہلے ہو اور اُس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے یہ چاہا کہ میرے ساتھ سود دینار کا معاملہ کرے اور عمرو نے زید کے ہاتھ ایک کپڑا کہ جس کی قیمت بیس دینار ہیں چالیس دینار پر فروخت کیا پھر اُس کو ساتھ دینار قرض دیے یہاں تک کہ قرض خواہ کے سود دینار زید پر قرض ہو گئے اور زید کو حقیقت میں اتنی دینار حاصل ہوئے ہیں تو اس صورت کو خصاف نے ذکر کیا کہ جائز ہے اور محمد بن سلمہ امام مالک کا یہی مذہب ہے اور یہ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن سلمہ کے پاس بہت اسباب تھا جب اور کوئی شخص اُن سے قرض مانگتا تھا تو پہلے اُس کے ہاتھ کوئی اسباب گران ثمن پر فروخت کرتے پھر اُس کی پوری حاجت کے موافق بعض دینار اُس کو قرض دیتے تھے اور بہت سے مشائخ اس بات کو مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ایسا قرض ہے جو نفع حاصل کراتا ہے اور مشائخ میں سے بعض نے یہ کہا کہ اگر قرض اور بیع دونوں ایک مجلس میں واقع ہوں تو مکروہ ہے اور اگر دونوں کی مجلس مختلف ہو تو کچھ خوف نہیں ہے اور ثمن الاثمہ حلوائی خصاف اور محمد بن سلمہ دونوں کے قول پر فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے۔

قرض دار کا ہدیہ لینے میں کچھ خوف نہیں ہے اور اگر یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے ہدیہ دیتا ہے تو افضل یہ ہے کہ اُس کا ہدیہ قبول نہ کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ قرض کی وجہ سے نہیں دیتا بلکہ قرابت یا دوستی کی وجہ سے دیتا ہے تو اُس سے پرہیز نہ کرے اور ایسے ہی اگر قرض دار سخاوت اور کرم میں مشہور ہو تو بھی پرہیز نہ کرنا چاہیے کذا فی محیط السرخسی اور اگر اُن میں سے کوئی بات نہ ہو تو یہ صورت مشکل ہے پس چاہیے کہ اُس سے پرہیز کرے جب تک کہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ اُس نے بسبب قرضہ کے ہدیہ نہیں بھیجا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جس پر قرض ہے اُس کی دعوت قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم شرعی طور پر ہے اور افضل یہ ہے اُس کی دعوت قبول کرنے سے پرہیز کرے بشرطیکہ یہ بات معلوم ہو کہ وہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہے یا اُس کو اشتباہ پیدا ہو جائے اور ثمن الاثمہ نے فرمایا کہ جو امام محمدؒ نے ذکر کیا وہ ایسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ اگر قرض دار قبل قرض لینے کے

۱۔ یعنی نوٹن لے ہوئے ۱۲۔ ۲۔ پیدا کرائے یعنی قرض کے ذریعہ سے کچھ نفع کھینچا اور یہ صحابہ سے صریح منقول ہے ۱۳۔ ۳۔ قول خوف نہیں اس میں اشارہ ہے کہ یہ محل خوف ہے تو بہتر نہیں ہے ۱۴۔

اس کی دعوت کیا کرتا تھا تو بعد قرض کے بھی اُس کی دعوت قبول کرے اور اگر یہ صورت ہو کہ وہ پہلے اس کی دعوت نہیں کرتا تھا یا پہلے ہر مہسوں میں اُس کی دعوت کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے ہر دس دن میں اُس کی دعوت کرنے لگا یا دعوت کے کھانے طرح طرح کے بڑھا دیے تو اس دعوت کا قبول کرنا حلال نہیں ہے اور وہ کھانا حدیث ہوگا اگر قرض کا بدلہ لاوا صبح ہوتا قرض میں شرط نہ کیا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی دوسرے پر کچھ درہم قرض تھے اور اُس نے قرض دار کے درہموں پر قابو پایا تو اُس کو اُن درہموں کے لئے لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ اُس کے درہم جید نہ ہوں اور قرض میعادى نہ ہو اگر اُس کے دیناروں پر قابو پایا تو ظاہر الروایت میں نہیں لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے قرض دار نے اگر قرض کو جیسا اُس پر چاہیے تھا اُس سے جید ادا کیا تو قرض خواہ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا جیسا کہ گنہگار ہونے کی صورت میں جبر نہ کیا جائے اور اگر اُس نے خود قبول کر لیا تو جائز ہے چنانچہ اگر قرض دار نے اُس کی جنس کے برخلاف دیا اور اُس نے قبول کر لیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر قرض میعادى تھا اور قرض دار نے میعاد آنے سے پہلے ادا کیا تو قرض خواہ قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر قرض دار نے جتنا اُس پر تھا اُس سے زیادہ وزن میں ادا کیا پس اگر اُس قدر زیادتی ہو جو دوبارہ وزن کرنے میں آجاتی ہے تو جائز ہے اور اس پر اجماع ہے کہ سودرہم میں ایک دانگ ایسا ہے کہ جو دوبارہ وزن میں زیادہ ہو جاتا ہے اور اگر وہ ایسی زیادتی ہوئی کہ دونوں وزن میں نہیں آتی ہے مثلاً ایک درہم یا دو درہم ہو تو بہت ہے اور جائز نہیں ہے اور آدمی درہم میں اختلاف ہے ابو نصر دہبویؒ نے فرمایا کہ سودرہم میں آدھا درہم زائد ہے پس اُس کے مالک کو واپس کیا جائے اور اگر قرض دار کو زیادتی کی خبر نہ ہو تو زیادتی کثیرہ اُس کو واپس کی جائے گی اور اگر اُس کو خبر ہو اور اُس نے اپنے اختیار سے وہی ہو تو زیادتی کے قبضہ کرنے والے کو حلال نہیں ہے اگر یہ دیے ہوئے درہم شکستہ ہوں یا ثابت ہوں کہ جن کو کٹڑے کرنا ضرر نہیں کرتا ہے تو یہ زیادتی جائز نہ ہوگی بشرطیکہ دینے والے اور لینے والے کو خبر ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر یہ درہم ثابت ہوں اور شکستہ کرنا ان کو مضر ہو پس اگر یہ زیادتی اگر اس قدر ہو کہ بدون توڑنے کے اس کا جدا کرنا ممکن ہے مثلاً ان درہموں میں ایک درہم کم حقدار کا ہو اور اسی قدر زیادتی بھی ہو تو زیادتی جائز نہیں ہے اور اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ بدون توڑنے کے اُس کا جدا کرنا ممکن نہ ہو تو بطریق ہیہ کے جائز ہے اور اگر کوفہ میں اُس شرط سے قرض دیا کہ اُس کو بصرے میں ادا کرے تو جائز نہیں ہے کذا فی الحیط اور سنجہ مکروہ ہے لیکن اگر مطلقاً قرض دیا اور بدون شرط کے قرض دار نے دوسرے شہر میں ادا کیا تو جائز ہے منتہی میں لکھا ہے کہ ابراہیمؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو مجھ کو ہزار درہم اس شرط پر قرض دے کہ میں تجھ کو اپنی یہ زمین عاریت دوں گا کہ تو اس میں کھیتی کرنا جب تک کہ تیرے درہم میرے پاس رہیں پس قرض خواہ نے کھیتی لی تو کوئی چیز صدقہ نہ کرے گا اور میں اُس کے لیے یہ حاصل مکروہ جانتا ہوں یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے پیسے یا عدالی قرض لیے پھر وہ کاسد ہو گئے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اُس پر اُن کے مثل کا سدا ادا کرنا واجب ہیں اور اُن کی قیمت کی ضمانت نہ دے گا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اُن پر قبضہ کرنے کے دن جو اُن کی قیمت تھی ادا کرے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان کے رائج ہونے کے آخری دن جو ان کی قیمت تھی وہ ادا کرے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور ہمارے زمانے کے بعض مشائخ نے امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور ہمارے زمانے میں انہیں کا قول قریب الصواب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص کو بخارا میں بخاری درہم قرض دیے۔ پھر قرض دار سے ایسے شہر میں ملا کہ جہاں وہ شخص ایسے درہموں پر قاصد نہ تھا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے کہ اُس کو مسافت اندازہ سے آنے جانے کی مہلت دے اور اُس کی طرف سے کوئی کفیل لے کر اپنی مضبوطی کر لے ورنہ اُن کی قیمت لے لے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اُس وقت ہے کہ جب اُس سے ایسے شہر میں ملا کہ جس میں یہ درہم چلتے ہیں لیکن پائے نہیں جاتے ہیں تو وہ اُس کو بقدر مسافت کے آنے جانے کی مہلت دے گا اور اگر ایسا شہر ہو کہ جس

میں سودرہم نہیں چلتے ہیں تو ان کی قیمت لے لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی شخص پر دوسرے شخص کے جید درہم قرض تھے اور اُس نے اُس سے زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ لے لیے اور اُن پر راضی ہو گیا تو جائز ہے ☆

اگر کسی نصرانی نے دوسرے نصرانی کو شراب قرض دی پھر قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب کا قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر قرض دار مسلمان ہوا تو امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت میں ساقط ہونا آیا ہے اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس پر شراب کی قیمت واجب ہے اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے یہ بخارا ائق کے مفرقات میں لکھا ہے۔ کسی نے دزنی یا کیلی چیز قرض لی پھر بازار میں اُس چیز کا آنا موقوف ہو گیا تو قرض خواہ کو مہلت دینے پر مجبور کیا جائے گا یہاں تک کہ کھینچا پک جائے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مختار الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ کسی شخص پر دوسرے شخص کے جید درہم قرض تھے اور اُس نے اُس سے زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ لے لیے اور اُن پر راضی ہو گیا تو جائز ہے پس اگر اُس نے اُن کو صرف کیا تو مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ زیوف یا نبہرہ کا قرض لینا مکروہ ہے اور قرض دار پر اُن کے مثل واجب ہوں گے پس اگر ان کا رواج جاتا رہے تو اُس پر اُن کی قیمت واجب ہوگی کسی نے دوسرے سے کچھ طعام ایسے شہر میں قرض لیا کہ جہاں وہ طعام ارزال ہے پھر قرض خواہ اس سے دوسرے شہر میں ملا کہ جہاں یہ طعام گراں ہے پھر قرض خواہ نے اُس سے اپنا حق مانگا اور اس کو پکڑا تو اُس کو پکڑ رکھنے کا اختیار نہ ہوگا اور قرض دار کو حکم دیا جائے گا کہ قرض خواہ کی مضبوطی کر دے اور اُس کا طعام قرض اُسی شہر میں جہاں اُس نے قرض لیا ہے ادا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درہم قرض دیے اور قرض دار نے اُن پر قبضہ کر لیا پھر قرض خواہ نے قرض دار سے کہا کہ اُن درہموں کو جو میرے تجھ پر ہیں بعوض دینا روں کے بیچ صرف کر لے پس اگر اُس نے کسی شخص کو مثلاً زید کو معین کیا اور کہا کہ اُس کے ساتھ بیچ صرف کر لے اور اُس نے بیچ صرف کر لی تو بالا جماع جائز ہے یعنی امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ سب کے نزدیک بالاتفاق بحق قرض خواہ جائز ہے اور اگر کسی شخص کو معین نہ کیا تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ یہ بیچ قرض دینے والے پر جائز نہ ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جائز ہوگی پھر اگر قرض خواہ نے قرض دار سے دینار لینا چاہا ہے اور قرض دار نے اختیار سے اُس کو دے دیے تو بالا جماع جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص پر دوسرے کے ایک ہزار درہم قرض تھے پھر ان میں سے سودرہم پر کسی مدت کے وعدہ پر اس سے صلح کر لی تو یہ کم کر دینا صحیح ہے اور سونی الحال دینا چاہیں اور قرض دار قرض سے انکار نہ کرتا تھا تو یہ سودرہم میعاد پر ملیں گے کسی نے دوسرے کو ایک گر گھوڑوں قرض دیے پھر قرض دار نے اُس سے یہ قرضہ بعوض درہموں کے خریدنا تو جائز ہے خواہ یہ قرضہ اس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور جب خریدنا جائز ٹھہرا پس اگر اس نے درہم اسی مجلس میں ادا کر دے تو خرید صحیح ہوگی اور اگر اسی مجلس میں ادا نہ کیے تو باطل ہو جائے گی اور یہ صورت اس کے برخلاف ہے کہ جب قرض دار کا بھی ایک گر گھوڑوں قرض خواہ پر آتا تھا پھر ہر ایک نے جو اُس پر آتا تھا بعوض اُس کے جو اُس کا وہ میرے پر آتا ہے خریدنا تو جائز ہے اگرچہ دونوں جدا ہو جائیں پھر اگر مشتری نے وہ درہم مجلس میں ادا کر دیے بعد اس کے اس کر میں کوئی عیب پایا تو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا لیکن شمن میں سے نقصان واپس لے گا اور اگر قرض مقبوضہ کو اُس نے تلف کر دیا ہو تو کل کے نزدیک یہی حکم ہوگا جو ہم نے بیان کیا اور ایسے ہی ہر کیلی اور روزنی چیز سوائے درہم اور پیسوں کے اگر قرض ہو تو یہی حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

اگر اُس گر کو جو اُس پر قرض ہے اُسی کے مثل کر کے عوض خریدنا تو جائز ہے بشرطیکہ نقد ہو اور اگر قرض ہو تو جائز نہیں ہے مگر جب

کہ اسی مجلس میں قبضہ کر لے پس اگر اُس نے قرضہ کے کر میں کچھ عیب پایا تو نقصان عیب واپس نہیں لے سکتا یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اگر ایک گر طعام قرض لیا اور اُس پر قبضہ کیا پھر قرض دار نے یہ گر بیعہ اپنے قرض خواہ سے خرید اتو بیع باطل ہے اور یہ نقص قرض کو متضمن نہیں ہے لیکن اگر قرض دار نے یہ گر بیعہ قرض خواہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تو صحیح ہے یہ خزانہ الاکل میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے کو سو درہم اس شرط پر قرض دیے کہ یہ کمرے ہیں اور اُسے قبضہ کر لیا پھر قرض دار نے قرض خواہ سے دس دینار کے عوض خریدے تو خرید صحیح ہے اور بعد صحت کے اگر دونوں بدون بدل پر قبضہ ہونے کے مجلس سے جدا ہو جائیں تو بیع صرف باطل ہو جائے گی اور اگر جدا ہونے سے پہلے دیناروں پر اس نے قبضہ کر لیا تو بیع صرف صحیح ہوگی پس اگر قرض دار نے قرض کے درہم زیوف یا نہرہ پائے تو واپس نہیں کر سکتا اور نہ نقصان عیب لے سکتا ہے اگر مستوق یا رصاص پائے تو اُن کو قرض خواہ کو واپس کرے بعد اُس کے اگر وہ دونوں مجلس سے جدا نہ ہوئے اور کھرے سو درہم اُس نے مجلس میں لے لیے اور دینار ادا کر چکا ہے تو بیع صحیح رہے گی اور اگر جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائے گی اور قرض دار کو اختیار ہوگا کہ اپنے دینار واپس کر لے کذا فی الحیظ اور قرض دار پر بجائے درہم کے دینار یا پیسے قرض تھے اور اُس نے بعوض درہموں کے خریدے پھر اُن کو زیوف یا نہرہ یا مستوق پایا تو دینار میں سب صورتوں میں وہی حکم ہے جو مذکور ہوا ہے اور ایسے ہی پیسوں کو اگر زیوف یا نہرہ پایا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر پیسوں کو مستوق پایا اور درہموں پر قبضہ کے بعد دونوں جدا ہو چکے ہیں تو عقد جائز رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

غلامہ میں لکھا ہے کہ قبضہ سے پہلے قرض میں تصرف کرنا صحیح یہ ہے کہ جائز ہے یہ تا تاریخانیہ میں لکھا ہے غلام اجر اور مکاتب اور لڑکے اور بے وقوف کا قرض دینا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے لڑکے یا بے وقوف کو قرض دیا اور اُس نے تلف کر دیا تو اُس پر ضمان نہ ہوگی اور یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جو اُس نے تلف کیا ہے اُس کا ضامن ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر ایسے غلام کو قرض دیا کہ جس کو اُس کے مالک نے تصرف کرنے سے باز رکھا ہے اور اُس نے تلف کر دیا تو اُس سے مواخذہ نہ کرنے یہاں تک کہ وہ آزاد ہو جائے اور اس میں ویسا ہی اختلاف ہے جو ہم نے بیان کیا اگرچہ صاف مذکور نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک فی الحال مواخذہ کیا جائے گا جیسا ودیعت میں ہوتا ہے اور اگر قرض دینے والے نے اپنا عینہ مال ان میں سے کسی کے پاس پایا تو وہ اُس کا زیادہ حق دار ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے واسطے فلاں شخص سے دس درہم قرض لے اور اس نے قرض لے کر قبضہ کر لیا اور کہا کہ میں نے وہ درہم حکم دینے والے کو دے دیے تو یہ مال وکیل پر قرض ہوگا اور موکل پر اُس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر کسی نے اپنے اپنی کو اپنا خط دے کر کسی کے پاس بھیجا کہ تو مجھے اس قدر درہم بھیج دے کہ وہ تیرے مجھ پر قرض ہوں گے اور اُس نے اسی کے ہاتھ بھیج دیے جس نے خط پہنچایا تھا تو ابو سلیمان نے ابو یوسف سے روایت کی کہ یہ حکم دینے والے کا مال نہ ہوگا جب تک اُس کے پاس نہ پہنچے اور اگر کسی نے اپنا اپنی دوسرے کے پاس بھیجا اور کہا کہ مجھ کو دس درہم قرض بھیج دے اُس نے کہا کہ اچھا اور اُس کے اپنی کے ہاتھ بھیج دیے تو اگر اُس شخص نے اتر کر کیا کہ میرے اپنی نے ان پر قبضہ کیا ہے تو ان کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی کو اس واسطے بھیجا کہ فلاں شخص سے ہزار درہم قرض لے اور اُس شخص نے اُس کو قرض دیے اور وہ اُس کے پاس ضائع

۱۔ قولہ شخص یا قرض یعنی جب قرض دار نے اس کو خریدا حالانکہ یہ بائع ہے تو کیا معاملہ قرض ٹوٹ گیا پس جواب دیا کہ فقط بیع باطل ہے اور معاملہ قرض کا تو زائل لازم نہ آئے گا ۱۲۔ ۲۔ یہ لوگ قرض نہیں دے سکتے ہیں ۱۲۔ ۳۔ نہیں کر سکتا ہے ۱۲۔ ۴۔ غلام مجبور مکاتب طفل ۱۲۔ ۵۔ دیگر قرض خواہوں کے سوا اسی کو ملے گا ۱۲۔ ۶۔ قولہ نہ پہنچے یعنی اس کے قبضہ میں نہ آئے تب تک اس پر قرضہ ثابت نہ ہوگا اور دونوں شکلوں میں فرق یہ ہے کہ اڈل میں پہنچانے والا مزدور ہے اور دوم میں پیغام پہنچانے والا اپنی ہے ۱۲۔

ہو گئے پس اگر اپنی نے یہ کہا تھا کہ فلاں بیچنے والے کے واسطے قرض دے تو یہ درہم بیچنے والے کے ضائع ہوئے اور اسی کو حمان دینی پڑے گی اور اگر اپنی نے یہ کہا کہ تو مجھ کو قرض دے فلاں بیچنے والے کے واسطے اور اُس نے دیے اور وہ اُس کے پاس ضائع ہوئے تو اپنی کے ذمہ پڑیں گے اور حاصل یہ ہے کہ قرض دینے میں وکیل کرنا جائز ہے اور قرض لینے میں جائز نہیں ہے اور قرض لینے میں اپنی بھیجا حکم دینے والے (بیچنے والے) کے واسطے جائز ہے اور اگر قرض لینے کے وکیل نے ایچیوں کے مانند کلام زبان سے نکالا تو یہ قرض حکم دینے والے کے ذمہ ہو جائے گا اور اگر وکیل کی طرح کلام کیا ہاں طور کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کی تو وہ اپنی ذات کے واسطے قرض لینے والا ہوگا اور جو کچھ اُس نے قرض لیا وہ اسی کا ہوگا اور اُس کو اختیار ہے کہ اپنے موکل کو نہ دے اور اگر موکل نے کوئی چیز اس کو اس واسطے دی تھی کہ اس کو رہن کر دے تو وکیل اپنے قرضہ کے عوض رہن کرنے والا ہوگا اور اُس رہن کا ضامن نہ ہوگا یہ فصول عمادہ میں لکھا ہے۔

کسی نے دوسرے سے ایک گریہوں قرض لیے اور اُس کو حکم دیا کہ میری زمین میں بودے تو قرض صحیح ہو گیا اور قرض لینے والا اپنی ملک میں پہنچ جانے کے سبب سے قابض ہو گیا ☆

کسی نے دس درہم قرض مانگے اور اپنے غلام کو بھیجا کہ اُس کو قرض خواہ سے لے آئے پھر قرض خواہ نے کہا کہ میں نے وہ درہم اُس غلام کو دے دیے اور غلام نے اُس کا اقرار کیا اور کہا کہ میں نے اپنے مالک کو دے دیے اور مالک نے غلام کے دس درہم پر قبضہ کرنے سے انکار کیا تو اُس کے مالک کا قول معتبر ہوگا اور اُس پر کچھ نہ آئے گا اور نہ قرض دینے والا غلام سے لے سکتا ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے ایک گریہوں قرض لیے اور اُس کو حکم دیا کہ میری زمین میں بودے تو قرض صحیح ہو گیا اور قرض لینے والا اپنی ملک میں پہنچ جانے کے سبب سے قابض ہو گیا یہ آثار غائبہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کچھ درہم قرض لیے اور قرض دینے والا اُن کو لایا پھر قرض لینے والے نے کہا کہ ان کو دریا میں پھینک دے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قرض لینے والے پر کچھ نہ آئے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر اس شرط پر قرض دیا کہ فلاں شخص فقیر ہو تو جائز ہے خواہ فلاں حاضر ہو یا غائب ہو کفالت کرے یا نہ کرے یہ فصول عمادہ میں لکھا ہے۔ کسی نے اقرار کر کے کہا کہ میں نے فلاں شخص سے ہزار درہم زینف یا نہرہ قرض لے کر خرچ کیے اور قرض دینے والے نے دعویٰ کیا کہ وہ کھرے تھے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قرض لینے والے کا قول معتبر ہوگا اگر اُس نے زینف یا نہرہ اپنے کلام میں ملا کر کہا اور اگر تو ذکر کہا تو اس کا قول معتبر نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک گریہوں خریدے پھر بائع سے کہا کہ مجھے ایک قفیز گیسوں یا یہ قفیز قرض دے اور اُس گریہ کے ساتھ جو میں نے تجھ سے خریدا ہے ملا دے اور اُس نے ایسا ہی کیا اور خرید کو قرض پر یا قرض کو خرید پر دیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں کا قابض ہو جائے گا اور ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے یہ فصول عمادہ میں لکھا ہے۔ جس شے کا قرض لینا جائز ہے اُس کا عاریت لینا بھی قرض ہے اور جس شے کا قرض لینا جائز نہیں ہے اُس کا عاریت لینا عاریت ہے یہ محیط سرحسی میں لکھا ہے۔ کسی پر کسی شخص کے ایک ہزار درہم قرض ہیں پھر اُس نے طالب کو کچھ دینا دیے اور کہا کہ ان کی بیع صرف کر کے اپنا حق ان میں سے لے لے اُس نے اُن کو لیا اور وہ اُس کے پاس تلف ہو گئے اُس سے پہلے کہ ان کی بیع صرف کرنے تو قرض دار کا مال گیا اور اگر اُس نے بیع صرف کر کے درہم پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے اُس کے پاس تلف ہو گئے تو بھی مطلوب کا مال گیا اور اگر اُس نے اپنا حق اُس میں سے لے لیا پھر ضائع ہو گئے تو اس کی طالب کا مال گیا اور اگر مطلوب نے طالب کو کچھ دینا دیے اور کہا کہ ان کو اپنے حق کی ادا کے واسطے لے اور اُس نے لے لے تو اُس کی

ضمانت میں ہو گئے اور اگر کہا کہ ان کو اپنے حق کے واسطے بیچ لے اور اُس نے اپنے حق کے برابر درہموں پر اُن کو بیچ کر درہموں کو لے لیا تو بیچ کے بعد قبضہ کے ساتھ اپنے حق کا قابض ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر قرض دینے والے نے یہ چاہا کہ قرض دار سے اپنا بعینہ کر لے تو اُس کو اختیار نہیں ہے اور قرض دار کو اختیار ہے کہ اس کے سوائے دوسرے یہ خزانہ الاکل میں لکھا ہے۔ بیس آدمی کسی شخص کے پاس آئے اور اُس سے قرض لے کر سب نے کہا کہ ہم میں سے اس ایک شخص کو ادا کر دے اور اُس نے دے دیا تو قرض خواہ اُس شخص سے مطالبہ نہیں کر سکتا ہے مگر اسی قدر کہ جتنا اس کا حصہ ہے اور اس مسئلہ سے ایک دوسرے مسئلہ کی روایت نکل آئی کہ قرض لینے والے کو قرضہ پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے اگرچہ قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا جائز نہیں ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ بنوا کر لینا ہر ایسی چیزوں میں جن میں لوگوں کا تعامل جاری ہے جیسے ٹوپی اور موزہ اور تانبے و ہتھل کے برتن وغیرہ استحساناً جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے پھر جن چیزوں میں لوگوں کا تعامل جاری ہے اُن میں بنوا کر لینا صرف اُس وقت جائز ہے کہ جب اُس کا وصف اس طرح بیان کر دیا جائے کہ جس سے اچھی طرح پہچان ہو جائے اور جن چیزوں میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے مثلاً کسی جولاہے سے ایک کپڑے کو کہا کہ اپنے سوت سے طیلہ کر لا تو جائز نہیں ہے یہ جامع صغیر میں لکھا ہے۔

بنوانے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً موزے والے سے کہے کہ اتنے درہم کے عوض میرے واسطے تو ایک موزہ اپنے چڑے سے بنا لا کہ جو میرے پاؤں کے موافق ہو اور اُس کو اپنا پاؤں دکھلا دیا یا کسی سنار سے کہا کہ اتنے درہم کے عوض میرے واسطے ایک انگوٹھی اپنی چاندی سے بنالا اور اُس کا وزن اور صفت بیان کر دے اور اسی طرح اگر کسی سقہ سے کہا کہ مجھ کو ایک پیسہ میں ایک بار پانی پلا دے یا پچھنے لگانے والے سے کہا کہ اجرت پر پچھنے لگا دے تو یہ بھی لوگوں کے تعامل کی وجہ سے جائز ہے اگرچہ پہنے کی مقدار یا پچھنے لگانے کی تعداد معلوم نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ استحصان یعنی بنوا کر لینا پہلے اجارہ ہوتا ہے اور آخر میں سپرد کرنے سے ایک ساعت پہلے بیع ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور کار گیر کو اختیار نہ ہوگا بلکہ وہ بتانے پر مجبور کیا جائے گا اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ اس کو اختیار ہوگا کذا فی الکافی اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں لکھا ہے اور بنوانے والا مختار ہے اگرچہ اُس کو لے ورنہ چھوڑ دے اور کار گیر کو اختیار نہیں ہے اور یہی اصح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ جس پر عقد قرار پایا وہ وہی چیز ہے جس کا بنوانا ٹھہرا ہے اور اسی واسطے اگر کار گیر اُس کو پوری تیار لے آیا کہ وہ اُس کی کار گیری سے نہ تھی یا اُسی کی بنائی ہوئی مگر عقد سے پہلے کی تھی تو جائز ہے کذا فی الکافی اور بدوں اختیار کر لینے کے متعین نہیں ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر کار گیر نے بنوانے والے کے دکھلانے سے پہلے اُس کو فروخت کر دیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اگر میعاد لگا دی اُن چیزوں جن میں لوگوں کا تعامل ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک سلم ہو جائے گی حتیٰ کہ بدوں شرائط سلم کے جائز نہیں ہے اور اُس میں اختیار ثابت نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ استحصان رہے گا اور مدت کا ذکر جلدی بنانے کے واسطے ہوگا اور اگر ان چیزوں میں مدت لگائی جن میں لوگوں کا تعامل نہیں ہے تو بالا جماع سلم ہو جائے گی یہ جامع صغیر میں لکھا ہے اور یہ مدت کا اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب مدت کا ذکر مہلت دینے کے طور پر ہو مثلاً ایک مہینہ یا اس کے مانند مہلت دی اور اگر جلدی کے طور پر ذکر کیا مثلاً کہا کہ اس شرط پر بنواتا ہوں کہ تو کل یا پرسوں فارغ ہو جائے تو بالا جماع سلم نہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے۔ کسی نے دوسرے سے کوئی چیز بنوائی پھر اُس چیز میں دونوں نے اختلاف کیا اور بنوانے والے نے کہا کہ تو نے ویسی نہیں بنائی جیسی میں نے کبھی تھی اور کار گیر نے کہا نہیں بلکہ میں نے ویسی ہی بنائی ہے تو مشائخ نے کہا کہ کسی پر قسم نہیں

۱۔ قول قبضہ الخ قبضہ سے پہلے حق وصول پانے والا نہ ہوگا ۱۲۔ ۲۔ قول اختیار یعنی چاہے بنائے یا نہ بنائے جیسے آئندہ مسئلہ میں کہا کہ کار گیر کو اختیار نہیں

ہے ۱۲۔ ۳۔ قول معیاد لگا دی مثلاً کہا کہ مجھے سو انگوٹھیاں چاندی کی ہر ایک بوزن یک تولہ سفید چاندی سے اس پیمانہ پر ایک مہینہ کی مدت پر بنادے ۱۲۔

آتی ہے اور اگر کارکن نے کسی پر دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے ایسی چیز بنوائی تھی اور مدعا علیہ نے انکار کیا تو قسم نہ دلائی جائے گی یہ بحوالہ ائق میں لکھا ہے۔

باب بیع (۱۶):

ایسی بیوع کے بیان میں جو مکروہ ہیں اور ایسے نفعوں کے بیان میں جو فاسد ہیں

جاننا چاہیے کہ وہ عربیہ جس کے باب میں اجازت آئی ہے وہ علیہ ہوتا ہے نہ بیع اور اس کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ میں سے ایک درخت کے خرما کسی شخص کو بیہ کرے پھر ہر روز اس شخص کا اس کے باغ میں آنا بسبب اس کے کہ اس کے اہل و عیال باغ میں ہیں اس پر گراں گزرے اور اس کو یہ بھی اچھا نہ معلوم ہو کہ اپنے وعدہ میں خلاف کرے اور بیہ سے رجوع کرے پس وہ شخص بجائے درخت کے پھل کے ٹوٹے ہوئے چھوڑے انداز سے اس کو دیتا ہے تاکہ اس کا ضرر اس پر سے دفع ہو جائے اور خلاف وعدہ بھی نہ ہو اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور وہ عینہ جس کے باب میں شرعی ممانعت آئی ہے اس کی تفسیر میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک حاجت مند آدمی دوسرے کے پاس جائے اور اس سے مثلاً دس درہم قرض مانگے اور قرض دینے والا قرض دینے میں رغبت نہ کرے اور بڑھتی میں طمع کی وجہ سے یہ کہے کہ قرض دینے میں تو مجھ کو آسانی نہیں ہے لیکن میں یہ کپڑا اگر تو چاہے تو تیرے ہاتھ بارہ درہم کو بیچتا ہوں اور بازار میں اس کی قیمت دس درہم ہے تو اس کو بازار میں دس درہم میں بیچ لینا اور قرض لینے والا اس پر راضی ہو جائے پس قرض دینے والا بارہ درہم میں اس کے ہاتھ فروخت کرے پھر قرض لینے والا اس کو بازار میں دس درہم پر فروخت کرے اور اس تجارت سے اس کپڑے کے مالک کو دس درہم کا نفع حاصل ہو اور اس سے قرض دار کو دس درہم حاصل ہوں اور بعض مشائخ نے اس کے یہ معنی بیان کئے کہ وہ دونوں تیسرا شخص درمیان میں ڈالیں پس قرض دینے والا اپنا کپڑا قرض لینے والے کے ہاتھ پر بارہ درہم میں بیچ کر اس کے سپرد کر دے پھر قرض لینے والا تیسرے کے ہاتھ دس درہم میں بیچ کر اس کے سپرد کر دے پھر تیسرا اس کپڑے کو کپڑے والے کے ہاتھ دس درہم میں فروخت کر کے اس کے سپرد کر دے دس درہم اس سے لے لے اور وہ درہم قرض مانگنے والے کو دے دے پس قرض مانگنے والے کو دس درہم ملیں گے اور کپڑے کے مالک کے اس پر بارہ درہم قرض ہوں گے یہ محیط میں لکھا ہے۔

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ عینہ جائز ہے اور اس پر عمل کرنے والے کو اجر ملے گا یہ بخاری الفتاویٰ میں لکھا ہے اور وہ بیع کہ جس کو ہمارے زمانے کے لوگوں نے سود لینے کا حیلہ نکال کر جاری کر کے اس کا نام بیع الوفا رکھا ہے وہ فی الحقیقت رہن ہوتی ہے اور وہ بیع مشتری کے پاس ایسی ہوتی ہے جیسے مرہن کے پاس مرہن ہوتی ہے کہ نہ وہ اس کا مالک ہوتا ہے اور نہ اس کے مالک کی بلا اجازت اس سے نفع اٹھا سکتا ہے اور جو اس کا پھل اس نے کھایا یا اس کا درخت تلف کیا تو اس کا وہ ضامن ہوگا اور اگر اس کے پاس وہ سب تلف ہو جائے تو قرضہ ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ اس میں قرضہ کی وفا ہو اور اس میں اگر کچھ زیادتی ہو جائے اور وہ اس کے بدوں فعل کے تلف ہو تو زیادتی کی ضمان اس پر نہ آئے گی اور جب اس کا بائع قرض ادا کر دے تو اس کو واپس لے سکتا ہے اور ہمارے نزدیک اس میں اور رہن میں کسی حکم میں فرق نہیں ہے یہ فصول عماد یہ میں لکھا ہے اور اسی پر سید ابوشجاع سرقندی کا فتویٰ ہے اور قاضی علی سفدی نے بخارا

۱۔ قول عربیہ الحدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عربیہ کی اجازت دی۔ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ جب تم لوگ بیع عینہ کرو گے تو تم پر ذلت آئے گی اور کفار تم پر غالب آجائیں گے ۱۲۔ ج۔ قولہ روایت ہے یعنی ضعیف خلاف ظاہر وارد آیا اور یہ بھی نہیں صاف کھلا کہ عینہ کے کیا معنی لئے ہیں ۱۲۔

میں اسی پر فتویٰ دیا ہے اور بہت سے ائمہ کا یہی فتویٰ ہے کہ کذا فی الحیط اور اس کی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ شے معین بعوض اس دین کے جو تیرا مجھ پر آنا ہے فروخت کی اس شرط پر کہ جب میں قرض ادا کروں تو یہ شے میری ہے یا بائع یوں کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ چیز اتنے کو اس شرط پر فروخت کی کہ جب میں تجھ کو شے دے دوں تب تو یہ شے مجھ کو واپس کر دے کذا فی بحر الرائق اور صحیح یہ ہے کہ جو عقد ان دونوں میں بندھا اگر وہ لفظ بیع کے ساتھ ہو تو رہن نہ ہوگا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر ان دونوں نے بیع میں کوئی فتح کی شرط ذکر کی ہے تو بیع فاسد ہوگی اور اگر ایسی شرط نہیں ذکر کی بلکہ بیع بشرط الوفا یا لفظ بیع جائز زبان سے بولے حالانکہ ان کے نزدیک ایسی بیع سے مراد وہی بیع غیر لازم ہے تو بھی بیع فاسد ہوگی اور اگر بیع میں کوئی شرط نہیں کی پھر شرط کو وعدہ کے طور پر ذکر کیا تو بیع جائز ہوگی اور وعدہ وفا کرنا لازم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

نفسیہ میں ہے کہ شیخ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنا گھر شمن معلوم کے عوض دوسرے کے ہاتھ بیع الوفا پر فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر بائع نے مشتری سے اس گھر کو اجارہ پر بشرائط صحت اجارہ لے کر قبضہ کیا اور مدت گزر گئی تو کیا اس پر اجرت دینا لازم ہے تو شیخ نے فرمایا کہ لازم نہیں ہے یہ بتا تارخانہ میں لکھا ہے۔ کسی نے اپنا انگور کا باغ بیع الوفا پر دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ بیع قطعی پر اس کو بیچ کر سپرد کر دیا اور غائب ہو گیا تو پہلے بائع کو اختیار ہے کہ دوسرے مشتری سے جھگڑا کر کے اپنا باغ واپس کرے اور اسی طرح اگر پہلا بائع اور دونوں مشتری مر گئے اور ہر ایک کے وارث موجود ہیں تو پہلے بائع کے وارثوں کو اختیار ہے کہ دوسرے مشتری کے وارثوں کے ہاتھ سے اس کو چھڑا لیں اور دوسرے مشتری کے وارث وہ شمن جو دوسرے مشتری نے ادا کیا ہے اس کے بائع کے ترکہ میں سے اس کے وارثوں کے قبضہ سے لے سکتے ہیں اور پہلے مشتری کے وارث اس کو بائع کے وارثوں سے لے کر اپنے وارث کے قرضہ کے عوض روک سکتے ہیں یہاں تک کہ بائع کے وارث اس کا قرضہ ادا کریں یہ جوابہر اخلاطی میں لکھا ہے۔

فتاویٰ ابوالفضل میں ہے کہ ایک انگور کا باغ ایک مرد اور ایک عورت کے قبضہ میں ہے اور عورت نے اپنا حصہ مرد کے ہاتھ اس شرط پر بیچا کہ جب وہ عورت شمن لائے تو مرد اس کا حصہ اس کو واپس کر دے پھر مرد نے اپنا حصہ فروخت کیا پس عورت کو اس میں شفعہ پہنچتا ہے یا نہیں تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ بیع بیع معاملہ یعنی بیع الوفا ہو تو اس میں عورت کا شفعہ ہوگا خواہ اس عورت کا حصہ اس کے قبضہ میں ہو یا مرد کے قبضہ میں ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور فتاویٰ عتابیہ میں لکھا ہے کہ بیع الوفا اور بیع المعاملہ ایک ہی ہے یہ بتا تارخانہ میں لکھا ہے۔ تلجیہ وہ عقد ہے کہ جو کسی امر کی ضرورت سے باندھا جائے پس اس کا مشتری بیع کا مالک نہیں ہوتا بلکہ ایسا ہے کہ گویا اس کو دی گئی ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ تلجیہ نفس بیع میں ہو مثلاً بائع کسی شخص سے کہے کہ میں ظاہر کروں گا کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ فروخت کر دیا اور فی الحقیقت وہ بیع نہ ہوگی اور اس بات پر گواہ کر لیے پھر ظاہر میں فروخت کیا تو بیع باطل ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ تلجیہ بدل میں ہو مثلاً پوشیدہ دونوں اس بات پر متفق ہو جائیں کہ شمن ایک ہزار ہے اور ظاہر میں دو ہزار کو بیچیں تو شمن وہی ہے جو پوشیدہ مذکور ہوا اور زیادتی میں گویا انہوں نے شمول کیا اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا اور تیسری صورت یہ ہے کہ پوشیدہ اس بات پر متفق ہو گئے کہ شمن ایک ہزار درہم ہے اور ظاہر میں سو دینار پر فروخت کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ عقد باطل ہو جائے اور اتھما تا سودینار پر صحیح ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

۱۔ قولہ لازم ہے لیکن اگر نہ وفا کرے تو یہاں جبر نہیں ہو سکتا ۱۲۔ ۲۔ قولہ لازم نہیں یعنی بیع الوفا باطل ہے اگرچہ لفظ بیع ہو ۱۳۔ ۳۔ قولہ شفعہ یعنی بیع الوفا مان کے نزدیک بالکل ہے اگرچہ لفظ بیع ہو ۱۴۔ ۴۔ قولہ دی گئی یعنی جیسے کسی کے ہاتھ میں ۱۵۔ ۵۔ قولہ بدل یعنی شمن یا بیع ۱۶۔

ایک نے تلجیہ کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مدعی پر گواہ لانا لازم ہے ☆

امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ بیع الکبجہ موقوف رہتی ہے اگر دونوں نے اُس کی اجازت دی تو جائز ہوگی اور اگر دونوں نے اُس کو رد کیا تو باطل ہو جائے گی یہ تہذیب میں لکھا ہے اور اگر دونوں اس بات پر متفق ہوئے کہ ایسی بیع کا اقرار کریں کہ جو نہیں واقع ہوئی اور دونوں نے اس کا اقرار کیا تو باطل ہے اور دونوں کی اجازت سے جائز نہ ہوگی یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک نے تلجیہ کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو مدعی پر گواہ لانا لازم ہے اور منکر پر قسم آئے گی یہ تہذیب میں لکھا ہے۔ زنا و فحشاء کے ہاتھ بیچنا اور ٹوپی مجوس کے ہاتھ بیچنا مکروہ نہیں ہے اور ایسے کعب کا جس میں چاندی لگی ہوئی ہے ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ معلوم نہ ہو کہ وہ اپنے پہننے کے واسطے خریدتا ہے مکروہ ہے اور امر دغلام کا ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا کہ یہ معلوم ہو کہ وہ بدکار اور اللہ تعالیٰ کا عاصی ہے مکروہ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص راستہ میں بیٹھ کر خرید و فروخت کرتا ہے اور راستہ کی چوڑائی کے سب سے لوگوں کو اس کا بیٹھنا معزز نہیں ہے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر لوگوں کو مضرب ہو تو مختار یہ ہے کہ اُس سے کچھ نہ خریدا جائے کیونکہ جب وہ کوئی خرید دار نہ پائے گا تو چلا جائے گا پس اُس سے خریدا گیا گناہ پر مدد کرنا ہوگا یہ غیاثیہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے تاجر سے کوئی چیز خریدی تو کیا مشتری پر لازم ہے کہ اُس سے پوچھے کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے پس مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ایسے شہر اور زمانہ میں ہو کہ جن بازاروں میں اکثر حلال بکتا ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں ہے اور ظاہری حال پر کام کرے اور اگر ایسا شہر یا زمانہ ہو کہ بازاروں میں اکثر حرام چیز بکتی ہے یا وہ بائع ایسا ہے کہ حرام و حلال بیچتا ہے تو مشتری احتیاط کرے اور اُس سے دریافت کر لے ایک شخص مر گیا اور اُس کی کمائی حرام ہے تو وارثوں کو چاہیے کہ شناخت کر دیں پس اگر اُس مال کے مالکوں کو پہچانیں تو اُن کو واپس کر دیں اور اگر نہ پہچانیں تو اُس مال کو صدقہ کر دیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے عیب دار اسباب بیچنا چاہا اور وہ اس کا عیب جانتا ہے تو اُس پر بیان کرنا واجب ہے پس اگر اُس نے بیان نہ کیا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ فاسق ہو جائے گا اور اُس کی گواہی مردود ہوگی اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ ہم اس قول کو نہیں لیتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کوئی چیز بعض چھوٹے دس درہم کے خریدی اور دس درہم اُس کو دے دے اور ان میں بعض بڑے تھے اور مشتری کو یہ نہ معلوم ہوا تو بائع کو حلال نہیں کہ اُس کو لے کر اپنی حاجت میں صرف کرے مشائخ ملخ سے ایسی مٹی کی بیع کا حکم لیا گیا کہ جو کھائی جاتی ہے تو فرمایا کہ ہم کو اس کا بیچنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے جب کہ اُس سے سوائے کھانے کے کوئی نفع نہ ہو کیونکہ وہ مضرب اور قاتل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

شیرہ انگور کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جو اُس سے شراب بناتا ہے امام اعظمؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے اور بیع جائز ہے اور انگور کو بھی ایسے شخص کے ہاتھ بیچنے میں ایسا ہی اختلاف ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے کسی نے ایک بکری ایسے کافر کے ہاتھ فروخت کی کہ جو اُس کو گھلا گھونٹ کر مار ڈالتا ہے یا اُس کے سر پر مارتا ہے یہاں تک کہ وہ مر جاتی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسی بیع میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ کسی نے دوسرے سے بعض شمن مشل کے کوئی چیز ٹھہرائی پھر دوسرے شخص نے جو اُس کا خریدنا نہیں چاہتا ہے شمن میں کچھ بڑھا دیا اور یہ کام اُس نے اس واسطے کیا کہ مشتری رغبت کر کے شمن بڑھا دے تو یہ مکروہ ہے اور یہی بخش ہے کہ جو شرع میں منع ہے اور اگر ایسا ہو کہ جس شخص نے چکایا یا وہ اُس چیز کی قیمت سے کم پر خریدنا چاہتا ہے تو دوسرے کو اُس شے کی پوری قیمت تک بڑھانے میں کچھ خوف نہیں ہے تاکہ مشتری رغبت کر کے اُس کی پوری قیمت تک بڑھا دے اور اس شخص کو اس میں اجر ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور ایسے ہی اگر شخص نے چاہا کہ اپنا مال اپنی ضرورت کے واسطے فروخت کرے اور وہ مال اپنی قیمت سے کم پر اُس

سے طلب کیا گیا پھر کسی نے اُس کی پوری قیمت تک بڑھا دیا تو اس میں کچھ خوف نہیں ہے اور یہ اچھا ہے برائے نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اس طرح پر فروخت کرنا کہ وہ کون شخص بڑھاتا ہے اور کون شخص اس پر زیادہ کرتا ہے ایسی بیع میں کچھ خوف نہیں ہے اور یہ بیع فقیروں کی اور ایسے شخصوں کی ہے جن کا مال کا سدّ ہو جائے اور کسی کو چکانے پر چکانا مکروہ ہے اور زیادہ کرنے میں اور دوسرے پر چکانے میں فرق یہ ہے کہ مال کا مالک جب اپنا اسباب فروخت کرنے کے واسطے آواز دیتا تھا اور اس سے کسی شخص نے کسی مول پر طلب کیا اور وہ آواز دینے سے رک رہا اور اس شخص کے ثمن کی طرف اُس نے میل کیا تو غیر شخص کو یہ جائز نہیں ہے کہ اس پر بڑھادے اور یہی دوسرے کے چکانے پر چکانا ہے اور اگر مال والا آواز دینے سے نہڑ کا تو دوسرے کو بڑھادینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اسی کو بیع میں زیادتی کرنا کہتے ہیں اور یہ دوسرے کے چکانے پر چکانا نہیں ہے اور اگر اسباب بیچنے پر آواز دینے والا دلال ہو اور اُس سے کسی شخص نے کسی قدر داموں کو طلب کیا پھر دلال نے کہا کہ میں مالک سے دریافت کر لوں تو اس حالت میں دوسرے کو جائز ہے کہ وہ ثمن پر بڑھادے پس اگر دلال نے مالک کو خبر کی اور اُس نے کہا کہ اتنے کوچ کر ثمن لے لے تو اس کے بعد پھر کسی کو بڑھانا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نے بڑھایا تو یہی دوسرے کے چکانے پر چکانا ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

گاؤں والے کے واسطے اُس کا مال شہر والے کو فروخت کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت اُس وقت ہے کہ جب شہر میں قحط ہو اور کافی میں اُس کی صورت یہ بیان کی ہے کہ گاؤں والا اہل شہر کے ہاتھ بھاری داموں کے لالچ سے فروخت کرے اور یہ مکروہ ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے اتنی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر جو کافی میں لکھی ہے۔ قولہ کہ بیع الخاضر للبادی کے ترجمہ مترجم کے موافق نہیں ہے اور بعض محققین نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ گاؤں والا اناج لے کر شہر میں آئے اور شہر والا اُس کی طرف سے وکیل ہو کر اس کا اناج فروخت کرے اور نرخ گراں کر دے اور بخشنی میں لکھا ہے کہ یہی تفسیر اصح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور جمعہ کی اذان کے وقت فروخت کرنا مکروہ ہے اور معتبر وہ اذان ہے کہ جو زوال کے بعد ہو یہ کافی میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر مشتری نے اُس کو فروخت کر کے نفع اٹھایا تو بیع صدقہ کر دے اور اگر بائع نے ثمن کے عوض کوئی چیز خریدی اور اس میں نفع اٹھایا تو اُس کو نفع جائز ہے کیونکہ باندی معین ہے اور عقد بیع اُس سے متعلق ہوا تو خبث اُس کے نفع میں بھی اثر کرے گا اور درہم اور دینار متعین نہیں ہوتے ہیں پس دوسرا عقد اُن کی ذات سے متعلق نہ ہوگا تو خبث بھی نفع میں اثر نہ کرے گا اور یہ تقریر بنا براس روایت ہے کہ جس میں آیا ہے کہ درہم و دینار متعین نہیں ہوتے ہیں کذا فی العنایۃ اور غیر معین میں خبث کا نہ اثر کرنا ایسے خبث میں ہے کہ جو سبب فساد ملک کے ہو اور جو خبث بسبب عدم ملک کے اثر کرتا ہے جیسے غصب کی چیز یا امانت میں خیانت کرنا تو ایسا خبث امام اعظم اور امام محمدؒ کے نزدیک متعین اور غیر متعین دونوں میں اثر کرتا ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے دوسرے پر ایک ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور اُس نے ادا کر دیے اور قابض نے اس میں تصرف کر کے نفع اٹھایا پھر دونوں نے سچا اقرار کیا کہ مدعا علیہ پر قرض نہ تھا تو اُس کو نفع حلال ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے ایک ہزار درہم اس شرط پر قرض لیے کہ قرض خواہ کو ہر مہینہ دس درہم ادا کرے گا اور اُن پر قبضہ کر لیا اور اس میں نفع اٹھایا تو اس کو نفع حلال ہے اور نوادر ہشام میں ہے کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ کچھ گہوں فروخت کیے پھر بائع نے اُن کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور دوسرے مشتری نے اُن پر قبضہ کر کے تلف کر دیا تو پہلے مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو بیع کو فسخ کر دے اور اگر چاہے تو

۱۔ قول کا سد یعنی بوجہ نہ ہونا ہو جائے ۱۲۔ ۲۔ قول دوسرے پر اناج دوسرے کے چکانے پر چکانے میں جو مخ ہے ۱۱۔ ۳۔ جو حرام ہے ۱۲۔

۴۔ ہو کر بیع الخاضر للبادی وہ ممنوع فی اللہ ص ۱۲۔ ۵۔ قول مکروہ یعنی گناہ ہوگا اگرچہ بیع جائز ہو جائے کی ۱۱۔ ۶۔ درہم و دینار ۱۲۔

دوسرے مشتری کا دامن گیر ہو پس اگر اس نے دامن گیر ہو کر اُن کے مثل گےہوں کے لیے اور اس المال سے زیادہ پر بیچا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ زیادتی اُس کو حلال ہے پھر میں نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ زیادتی صدقہ کر دے پس امام محمدؒ نے انکار کیا اور کہا کہ زیادتی صرف اس صورت میں صدقہ کرے گا کہ جب ان کی قیمت میں درہم لیے ہوں اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ کسی نے ایک غلام خرید کر اُس پر قبضہ کیا اور وہ اُس کے پاس مر گیا پھر کسی نے گواہ پیش کیے کہ میں نے اس غلام کو اس مشتری سے پہلے خریدا ہے تو اُس کو اختیار ہے کہ اُس غلام کی قیمت کی ضمان لے اور من سے زیادہ قیمت کو صدقہ کر دے اور نو اور ابن ساعدہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک مال ہزار درہم کو خریدے اور اُس نے اس شہر کے نقد پر خرید لیا پھر حکم دینے والے نے اُس کو کھرے درہم دیے اور مشتری نے اس مال کے ٹخن میں غلہ کے درہم دیے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر حکم دینے والے کو یہ معلوم ہوا اور اُس نے امور کے حق میں زیادتی حلال کی تو اُس کو حلال ہوگی اور اگر حکم دینے والے کو نہ معلوم ہوا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میرے دل میں اس سے کچھ خدشہ ہے اور کچھ حکم نہ دیا یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک غلام غصب کیا اور اُس کو بعوض غلام کے بیچ ڈالا پھر دوسرے غلام کو بعوض اسباب کے بیچ ڈالا پھر اسباب کو بعوض درہموں کے بیچ ڈالا پس امام کے قول پر جو اُس نے غلام کی قیمت میں ضمانت دی ہے اُس سے جس قدر زیادتی ہے اُس کو صدقہ کر دے اور ایسے ہی اگر ہزار درہم غصب کیے اور اُن کے عوض ایک غلام خرید لیا اور اُس کو دو ہزار کو بیچا اور دو ہزار کے عوض ایک اسباب خریدا اور اُس کو اُس سے بھی زیادہ پر بیچا تو بھی سب زیادتی کو صدقہ کر دے اور قاضی ابو یوسفؒ نے دونوں مسئلوں میں فرمایا کہ زیادتی اُس کو حلال ہے اگر کوئی باندی بطور بیع فاسد کے خریدی اور اُس کو بعوض ایک باندی کے فروخت کیا تو اُس کو اس باندی سے وطی کرنا حلال ہے اگرچہ پہلی باندی سے وطی کرنی جائز نہیں تھی اور قاضی ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر دوسری باندی کو اس نے فروخت کیا تو جو قیمت پہلی باندی کی اُس کو دینی پڑی اس سے جس قدر زیادہ ہے اُس کو صدقہ کر دے اور بیع فاسد میں وہ امام اعظمؒ کے موافق ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر بیع فاسد پر خریدی ہوئی چیز کو بعوض اسباب کے فروخت کیا پھر اسباب کو اس قیمت سے جو اس نے بیع فاسد کی بیع کی ضمان میں دی ہے زیادہ پر فروخت کیا تو زیادتی کو صدقہ کر دے اور بیع فاسد کو غصب سے بڑھ کر شمار کرتے ہیں یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے۔

اگر ایک خرما کا درخت ایک مد (پیمانہ) تر چھو راہ غیر معین کے عوض خریدا اور درخت پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ اُس پر چھو ارے پھلے تو ٹخن اُس درخت کی قیمت اور ان تازہ چھو اروں کی قیمت پر تقسیم

کیا جائے گا ☆

امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کوئی گھر خریدا کہ جس کو بائع نے کسی شخص کو کرایہ پر دے دیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں اجارہ تمام ہونے تک خاموش ہوں تو یہ جائز ہے اور اجرت بائع کو طے کی اور وہ اُس کو صدقہ کر دے یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک مرغی بعوض پانچ معین انڈوں کے خریدی اور اس پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ مرغی نے پانچ انڈے دیے تو مشتری اُس مرغی اور انڈوں کو لے لے اور کچھ صدقہ نہ کرے اور اگر بائع نے انڈوں کو تلف کر دیا اور اُس مرغی کی قیمت بھی دس انڈے ہوتے ہیں تو مشتری اس مرغی کو بعوض تین انڈے لے اور ایک تہائی انڈے کے لے لے اور اگر مرغی کو بعوض پانچ غیر معین انڈوں کے خریدا تھا پھر قبضہ سے پہلے مرغی نے پانچ انڈے دیے تو زیادتی کو صدقہ کر دے اور اگر ان انڈوں کو بائع نے تلف کر دیا تو مرغی کو بعوض تین انڈے لے اور ایک تہائی انڈے کے لے لے یہ محیط سرحسی میں لکھا ہے۔ اگر ایک خرما کا درخت ایک مد تر چھو راہ غیر معین کے عوض خریدا اور درخت پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ

۱۔ قولہ قیمت یعنی فروخت کے دام روپیہ ہوں تو مکروہ ہے ۱۲۔ ۲۔ قولہ حکم یعنی صاف نہیں کہا کہ کیا حکم ہے ۱۲۔ ۳۔ قولہ صدقہ کیونکہ غصب میں درہم بھی معین ہو جاتے ہیں ۱۲۔ ۴۔ ایک پیمانہ ہے ۱۲۔

اُس پر چھوڑے پہلے تو ثمن اُس درخت کی قیمت اور ان تازہ چھوڑوں کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا اور تازہ چھوڑوں میں سے جس قدر ثمن کے حصہ میں پہنچیں اس کو دے دے گا اور زیادتی کو صدقہ کر دے گا اور اگر درخت کو تازہ چھوڑا رہ معین کے عوض خریدتا تو جائز ہے اور کچھ صدقہ نہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر کسی نصرانی کے ہاتھ ایک درہم بعوض دو درہم کے فروخت کیا پھر اسلام لایا تو امام نے فرمایا کہ اگر اُس کے مالک کو پہچانتا ہے تو زیادتی اُس کو واپس کر دے اور اگر نہیں پہچانتا ہے تو صدقہ کر دے کسی نے ایک ہاندی بطور بیع قاسد کے خرید کر اُس پر قبضہ کیا اور اس کو بیچ ڈالا پھر قاضی نے حکم دیا کہ بائع اول کو اس کی قیمت ادا کرے اور اس نے ادا کر دی اور بائع اول نے اس کو ثمن سے بری کر دیا اور دوسرے ثمن میں اس قیمت سے جو اس نے ادا کی ہے کچھ زیادتی ہے تو امام اعظمؒ اور ابو یوسف کے نزدیک زیادتی کو صدقہ کر دے اور یہ زیادتی لفظ پر قیاس کر کے صرف مسکینوں کو حلال ہے اور بھی فرمایا کہ زیادتی اس مشتری کو حلال نہ ہوگی اگر چہ یہ فقیر ہو کیونکہ اس نے گناہ سے اس کو حاصل کیا ہے اور مساکین کے حق میں یہ لفظ سے زیادہ حلال ہے اور اگر اس نے زیادتی صدقہ نہ کی یہاں تک کہ اُس نے ثمن کے ساتھ کئی بار بیچ کی اور ہر ایک میں نفع اٹھایا تو امام نے فرمایا کہ ان سب کا نفع صدقہ کرے اور اگر ایسے شخص نے کوئی مال غصب کیا یا دبیعت میں تصرف کیا یا مضاربت میں مالک کی مخالفت کی اور نفع اٹھایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زیادتی کو صدقہ کرے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ نفع اس کو حلال ہے اور اگر اس نے بعوض غیر غصب کے بیچ ٹھہرائی اور پھر غصب کے درہم ادا کیے یا بعوض غصب کے بیچ ٹھہرائی اور غیر غصب ادا کیے تو بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسا ہی حکم ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ ایسی صورت میں صدقہ نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے ایک ہاندی ایک ہزار درہم کو خریدی پھر وہ بائع کے پاس بچہ جنی پھر مشتری نے اس پر قبضہ کیا اور ان دونوں میں ثمن پر بہت زیادتی ہے تو یہ زیادتی اس کو حلال ہے اور اگر ہاندی اور اس کا بچہ دونوں بائع کے پاس لڑ کر مر گئے اور مشتری نے بائع سے قیمت لینا اختیار کیا اور ثمن دے دیا تو قیمت پر جس قدر زیادہ ہو اس کو صدقہ کر دے اور اگر فقط لڑکا مار ڈالا گیا تو اس کی قیمت میں جس قدر اس کے حصہ ثمن پر زیادتی ہو اس کو صدقہ کرے گا اس جہت سے کہ زیادتی اس کی ضمانت میں نہیں واقع ہوئی ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک غلام ایک ہزار درہم کو خریدا اور قبضہ سے پہلے کسی غلام نے اس کو مار ڈالا پھر بائع نے اس کو اس کے (قال ۱۱) عوض دے دیا اور مشتری نے لے لیا اور اس کی قیمت میں اس کے ثمن پر زیادتی ہے تو زیادتی کا صدقہ کرنا مشتری پر واجب نہیں ہے اور اگر مشتری نے اس غلام کو اس زیادتی سے جو اس میں موجود ہے زیادہ فروخت کیا تو وہ زیادتی کو صدقہ کرے اور اس زیادتی سے تجاوز نہ کرے جو اس میں موجود تھی اور اگر اس غلام کو بعوض اسباب کے بیچا تو کچھ صدقہ نہ کرے اگر چہ اس میں زیادتی ہو پھر اگر اس اسباب کو بعوض درہم یا دینار کے بیچا اور اس میں زیادتی ہے تو اس جرمانہ کے غلام کی وہ قیمت جو قبضہ کے دن تھی دیکھی جائے گی پس اگر اس سے اس میں کچھ زیادتی نہ ہو تو کچھ صدقہ نہ کرے اور اس کی قیمت میں زیادتی ہو تو اس زیادتی کو اور اس نفع کو جو اس کے قبضہ میں ہوا ہے دیکھا جائے پھر جو زیادہ ہو اس کو صدقہ کر دے یہ محیط میں لکھا ہے۔

حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے ایک گر گئیہوں جو بچا اس درہم کا مال تھا غصب کر لیا پھر اس کو سو درہم پر فروخت کیا پھر گئیہوں کے مالک کو ان کا مثل ادا کیا تو زیادتی کو صدقہ کرنا چاہئے اور اگر کوئی کپڑا ہوتا تو اس میں نفع حلال تھا یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی غلام ایک ہزار درہم کو خریدتا اور اس کی قیمت دو ہزار درہم ہے پھر وہ بائع کے پاس مار ڈالا گیا اور مشتری نے اس کی قیمت لینا اختیار کیا اور اس میں سے ایک ہزار درہم صدقہ نہ کئے یہاں تک کہ ایک ہزار ضائع ہو گئے تو باقی سے کچھ صدقہ نہ

کرے گا اور اگر ضائع نہ ہوئے یہاں تک کہ اس نے اس سے کچھ ایسی چیز خریدی جس میں نفع اٹھایا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایک ہزار درہم اور اس کا حصہ نفع صدقہ کردے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہزار کا نفع صدقہ نہ کرے پس اگر ایک ہزار درہم میں تصرف کرنے کے بعد وہ تلف ہو گئے تو اس پر ایک ہزار درہم کا صدقہ کرنا واجب ہے اور اگر مشتری نے قائل سے ایک غلام لے کر قیمت لینے سے صلح کر لی اور غلام کو آزاد کر دیا تو اس پر کسی چیز کا صدقہ کرنا لازم نہیں آتا ہے اور اگر اس نے اس کو مال لے کر یا کتابت پر آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہے مگر ایک صورت میں کہ جب غلام قبضہ کے دن اس المال سے زیادہ قیمت کا ہو اور یہ غلام جس نے اس کو آزاد کیا ہے اس کے مثل قیمت یا زیادہ کا ہو تو قیمت میں جو اس المال پر زیادتی ہے اس کو صدقہ کردے یہ محیط میں لکھا ہے۔

☆ فصل

احتکار کے بیان میں

احتکار مکروہ ہے اور اس کی یہ صورت ہے کہ شہر میں سے اناج خرید لے اور اس کو فروخت کرنے سے روکے اور یہ کل لوگوں کے حق میں معسر ہو یہ حاویٰ میں لکھا ہے۔ اگر شہر میں خرید اور اس کو روکا اور وہ شہر والوں کو معسر نہیں تو کچھ ذخیرہ کذا فی التاثر خانیہ اور اگر شہر سے قریب جگہ سے خرید اور اس کو شہر میں لا کر روک رکھا اور یہ اہل شہر کو معسر ہے تو یہ مکروہ ہے اور یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ سے بھی ایک روایت میں یہی آیا ہے اور یہی مختار ہے کذا فی النبیائہ اور یہی صحیح ہے یہ جو اہر اخلاطی میں لکھا ہے اور جامع الجوامع میں ہے کہ اگر کجلب دور سے خرید لایا اور اس کو روکا تو منع نہیں ہے۔ یہ تاثر خانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شہر میں اناج خرید اور اس کو دوسرے شہر میں لے گیا اور وہاں اس کو روکا تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اپنی زمین جوئی اور اس کا اناج رکھ چھوڑا تو بھی مکروہ نہیں ہے کذا فی الحادی لیکن افضل یہ ہے کہ جو اس کی حاجت سے زائد ہو وہ لوگوں کی شدت حاجت کے وقت فروخت کر دے یہ تاثر خانیہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مدت تھوڑی ہو تو احتکار نہیں ہوتا اور اگر مدت زیادہ ہو جائے تو احتکار ہوتا ہے اور ہمارے اصحاب نے کہا کہ زیادہ مدت کی مقدار ایک مہینہ ہے اور اگر اس سے کم ہو تو تھوڑی ہے اور اناج کو گرانی کے انتظار میں اور قحط کے انتظار میں روکنا دونوں میں فرق ہے اور دوسرے کا وبال پہلے سے بڑھ کر ہے اور حاصل یہ ہے کہ اناج کی تجارت اچھی نہیں ہے۔ یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ ہر چیز کہ جس کے روکنے میں عام لوگوں کو ضرر ہو احتکار ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ احتکار صرف انہیں چیزوں میں ہوتا ہے جن سے آدمیوں و چوپایوں کی روزی ہے یہ حاویٰ میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر حاکم وقت کو یہ خوف ہو کہ شہر کے لوگ مرجائیں گے تو اس کو چاہئے کہ احتکار کرنے والے پر جبر کرے اور احتکار کرنے والے سے کہے کہ جتنے لوگ بیچے ہیں اتنے کو مع اس قدر زیادتی کے جس کا ٹوٹا لوگ اٹھاتے ہیں فروخت کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور بالا جماع نرخ مقرر نہ کرے مگر اس صورت میں کہ اناج والے تکمیل کرتے ہوں اور قیمت سے تجاوز کر جاتے ہوں اور قاضی مسلمانوں کا حق نگاہ رکھنے سے عاجز ہو جائے اور یہی چارہ ہو کہ نرخ مقرر کر دیا جائے تو اہل رائے کے مشورے سے نرخ مقرر کرنے میں خوف نہیں ہے اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ پس اگر نرخ مقرر ہو گیا اور روٹی والے نے نرخ سے زیادہ بیچا تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ان میں سے کسی نے بعض اس شخص کے جو امام نے مقرر کیا ہے فروخت کیا تو بیع جائز ہے یہ تاثر خانیہ میں لکھا ہے اور اگر

۱۔ جلب کشیدن یعنی دود سے بھرنا ۱۲۔ ۲۔ ایسی زیادتی کہ برمتی سے بڑھتی اندازہ کرنے والا اتنے کو انداز نہ کرے ۱۳۔ ۳۔ تکمیل زبردستی پار ڈالنا چارہ ہو کہ خریدیں ۱۴۔

تھکر حاکم کے سامنے پیش کیا گیا تو حاکم اس کو حکم دے کہ اچھی فراخی کے ساتھ جو تیرے اور تیرے اہل و عیال کے کھانے پینے سے زائد ہے اس کو فروخت کر دے اور احکام سے اس کو منع کرے پس اگر وہ باز رہا تو بہتر اور اگر نہ باز رہا اور پھر قاضی کے سامنے پیش کیا گیا اور اس کو اپنی عادت پر اصرار ہے تو قاضی اس کو سمجھائے و ڈرائے گا پھر اگر وہ سہ بارہ اس کے سامنے پیش کیا جائے تو اس کو قید کرے اور اپنی رائے کے موافق تعزیر کرے اور قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر امام وقت کو اہل شہر کے مرجانے کا خوف ہو تو تھکرین سے اناج لے کر حاجتمندوں میں تقسیم کرے پھر جب وہ لوگ پائیں گے تو اس کا مثل واپس کریں گے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور مضمرات میں لکھا ہے کہ آیا یہ قاضی کو جائز ہے کہ تھکر کی بلا رضامندی اس کا اناج فروخت کر دے تو بعض نے کہا کہ اس میں خلاف ہے اور بعضوں نے کہا کہ بالاتفاق فروخت کر دے اور ملقط میں ہے کہ اگر لوگوں کے مرجانے کا خوف ہو تو باہر سے لانے والوں کو بھی حاکم خوف دہی حکم کرے جیسا اس نے تھکر کو حکم کیا ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ تلقی یعنی شہر میں قافلہ آنے سے پہلے شہر سے نکل کر قافلہ والوں سے مل کر ان سے خرید لینا اگر اہل شہر کو مضر ہو تو مکروہ ہے اور اگر مضرت نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ قافلہ والوں کو شہر کا بھاؤ ملے نہ ہو اور نہ یہ شخص ان کو فریب دے کہ شہر میں یہ بھاؤ ہے اور وہ لوگ اس کی تصدیق کر لیں اور اگر اس نے شہر کا بھاؤ اس پر ملے نہ ہو تو مکروہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اعرابی مثلاً کوفہ میں آئے اور وہاں سے اپنے کھانے کا اناج خرید کر لے جانا چاہا اور یہ اہل کوفہ کو مضر ہے تو ان کو منع کیا جائے گا جیسا اہل شہر کو خریدنے سے منع کیا جاتا ہے اور اگر سلطان نے نان بانیوں سے کہا کہ دس سیر ایک درہم میں بیچو اور اس سے کم نہ کرو پھر کسی نے ایک باورچی سے دس سیر روٹی ایک درہم میں لی اور باورچی کو یہ خوف تھا کہ اگر اس سے کم دوں گا تو بادشاہ مجھ کو مارے گا تو مشتری کو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ برستی لینے میں داخل ہے اور حیلہ یہ ہے کہ مشتری نان بانی سے کہے کہ میرے ہاتھ تو روٹیاں جیسا تو چاہتا ہے فروخت کر دے تو بیچ صحیح ہوگی اور کھانا حلال ہوگا اور اگر بادشاہی حکم کے موافق مشتری نے دس سیر خریدیں پھر نان بانی نے کہا کہ میں نے اس بیچ کی اجازت دی تو جائز ہے اور مشتری کو اس کا کھانا حلال ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے اور یہ مکروہ ہے کہ چٹل میں کوئی دو اڈال کر اس کو پید کرے اور اس کو چاندی کے حساب سے بیچے اور ایسی ہی درہمیں کو نکال کے سوا دوسری جگہ ڈھالنا اگرچہ کھرے ہوں مکروہ ہے اور اگر چاندی کو اپنے لوگوں کے واسطے ڈھالا اور اس میں تانبہ ڈال دیا تو کچھ خوف نہیں ہے اور بزاز کو جائز ہے کہ کپڑے کو چھڑک کر نرم کر لے جیسا کہ باندی کے بیچنے والے کو جائز ہے کہ اس کا منہ دھو کر سنگار کر دے اور جید کوردی کے ساتھ ملے نہ کر دینا مکروہ ہے اور ایسے ہی گوشت میں زعفران دینا مکروہ ہے اور ایسے میل کی چیز جس کا میل ظاہر ہو جیسے مٹی طے ہوئے گیسوں بیچنے میں کچھ خوف نہیں ہے اور اگر ان کو پسیا تو بدوں بیان کے بیچنا جائز نہیں ہے اور یہ مکروہ ہے کہ نان بانی یا قصاب وغیرہ کے پاس کچھ درہم اس واسطے رکھے کہ اس سے جو چاہے گا سولے گا لیکن اس کے پاس ودیعت رکھے اور اس سے جس قدر چاہے بعض معین دامنوں کے ان درہمیں سے لے اور اگر ان کو بطور بیچ کے دیا تھا تو ضمانت لے اور بائع کو چاہئے کہ اپنا اسباب بیچنے کے واسطے قسم نہ کھایا کرے اور ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ فحاشی فحاش کھولتے وقت نبیؐ پر درو بھیجتا ہے تو گنہگار ہوتا ہے اور ایسے ہی چوکیدار چوکیداری کے وقت لا الہ الا اللہ کہنے میں گنہگار ہوتا ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔

اگر پختہ مٹی کا بیل یا گھوڑا بچوں کے بہلانے کو خریدنا تو صحیح نہیں ہے اور نہ اس کی کچھ قیمت ہے اور نہ

اس کا کچھ تلف کرنے والا ضامن ہے ☆

- ۱۔ تھکر کی طرف سے ۱۲۔ قول پید کرے یعنی کیما کی ترکیب سے جوڑا وغیرہ چاندی و سونا بنانا مکروہ ہے ۱۳۔ ح زبور میں میل کر دیا ۱۴۔
- ۱۵۔ قول ضمان یعنی اگر تلف ہوں اور تحقیق مسئلہ عین الہدایہ میں ہے ۱۶۔ ۱۷۔ فتاویٰ فالودہ فروش یعنی وہ مراعاتی کھولتے وقت ۱۸۔

اگر کوئی لڑکا پیسا یا روٹی لے کر دوکاندار کے پاس آیا اور اس سے کوئی ایسی چیز مانگی جو گھر کے کام میں آتی ہے جیسے نمک یا اشنان وغیرہ تو اس کے ہاتھ فروخت کر دے اور اگر اخروٹ یا پستہ وغیرہ ایسی چیز مانگی جو عاودہ لڑکے اپنے واسطے خریدا کرتے ہیں تو نہ فروخت کرے ایک لڑکا خرید و فروخت کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں بالغ ہوں پھر اس کے بعد کہا کہ میں بالغ نہیں ہوں پس اگر بالغ ہونے کی خبر دینے کے وقت بالغ ہونے کا احتمال رکھتا تھا یا اس طور کہ اس کا سن بارہ برس یا اس سے زیادہ کا تھا تو اس کا انکار معتبر نہ ہوگا اور اگر اس کا سن اس سے کم تھا تو بالغ ہونے کی خبر دینا صحیح نہ تھا پس اس کا انکار صحیح ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا اس نے کہا کہ مجھ کو فلاں شخص نے اس کے بیچنے کا وکیل کیا ہے اور میں دس سے کم نہ دوں گا پھر اس سے ایک شخص نے نو درہم کو طلب کیا پس اگر مشتری کے دل میں یہ تھا کہ یہ بات اس نے اپنے مال کے رواج دینے کو کہی تھی تو اس کو خریدنا جائز ہے اور اگر یہ بات اس کے دل میں نہیں آئی تو اس سے خریدنا جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر پختہ مٹی کا تیل یا گھوڑا بچوں کے بہلانے کو خریدنا تو صحیح نہیں ہے اور نہ اس کی کچھ قیمت ہے اور نہ اس کا کچھ تلف کرنے والا ضامن ہے یہ قیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کچھ مال حرام حاصل کیا اور اس سے کوئی چیز خریدی پس اگر پہلے یہ درہم بالغ کو دے دیئے پھر ان کے عوض وہ چیز خریدی تو اس کو حلال نہیں ہے صدقہ کر دے اور اگر درہم دینے سے پہلے خریدی پھر درہم دیتے تو بھی کر ثیٰ اور ابو بکرؓ کے نزدیک ایسا ہی ہے اور اس میں ابونصر کا خلاف ہے اور اگر یہ درہم دینے سے پہلے خریدی اور دوسرے درہم دینے یا مطلقاً خریدی اور یہ درہم دینے یا دوسرے درہم سے خریدی اور یہ درہم دینے تو ابونصرؒ نے فرمایا کہ حلال ہے اور اس پر صدقہ کر دینا واجب نہیں ہے امداد اس زمانہ میں فتویٰ کر ثیٰ کے قول پر ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں لکھا ہے۔ کسی نے ایک گھر خریدا اور اس کے شہتروں میں درہم پائے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ بالغ کو واپس کرے اور جو بالغ نے نہ لئے تو صدقہ کر دے اور یہ اصوب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر خانہ کعبہ کا پردہ بعض مجاوروں نے خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس کو دوسرے شہر میں لے گیا تو اس پر واجب ہے کہ فقیروں پر صدقہ کر دے۔ مسجد کا یوریا اگر پرانا ہو جائے تو جائز ہے کہ اس کو بیچ کر اس کے داموں میں کچھ بڑھا کر دوسرا خرید لیا جائے ایک شخص اپنے دوست کے باغ میں گیا اور اس میں کچھ انگور کھائے اور اس دوست نے انگور بیچ ڈالے تھے اور اس کو نہیں معلوم تھا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس پر گناہ نہ ہوگا اور چاہئے کہ مشتری سے معاف کرالے یا اس کو ضمان دے دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ہم کو اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص بازار میں میوہ خریدنے کو جائے اور اس میں سے کچھ ایسی چیز اٹھا کر کھا جائے کہ جس کی کچھ قیمت ہے جب تک کہ اس سے اجازت نہ حاصل کرے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ بیچ اور ہبہ وغیرہ میں چھوٹے و بڑے سے یا دو چھوٹوں کو اس کے ناتے کے محرم قرابت والے سے جدا کر دینا مکروہ ہے اور حکماً بیچ جائز ہوگی اور اگر ایک اس کا ہوا اور دوسرا اس کے نابالغ لڑکے یا غلام یا مکاتب کا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر دونوں اس کے ہوں اور ایک اپنے چھوٹے بیٹے کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مکروہ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر دونوں اس کی اولاد کے ہوں تو جدا کر کے بیچ سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے اس کا کچھ حصہ ہو تو میں مکروہ نہیں جانتا ہوں کہ ایک میں کا حصہ بدوں دوسرے کے فروخت کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر دونوں میں قرابت نہ ہو جیسے دو چچا زاد بھائی یا دو ماموں زاد بھائی تو ان کا جدا کرنا مکروہ نہیں ہے یا ان میں محرمیت بوجہ رضاعت یا صہریت کے ہو تو بھی تفریق مکروہ نہیں ہے زوجہ اور شوہر میں جدائی بیچ وغیرہ سے مکروہ نہیں ہے اور اس کو اختیار ہے کہ ایک عیب کی وجہ سے واپس کر دے یا کسی جرم اور قرض میں دے

۱۔ قولہ طلب کیا اور وہ راضی ہو گیا ۱۲۔ ۲۔ قولہ رضاعت یعنی دودھ کی وجہ سے صہریت یعنی دامادی کے رشتہ سے ۱۳۔ ۳۔ قولہ جرم مثلاً ایک نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور حکم ہوا کہ قاتل کو دے یا اس کا فد یہ دے یا قرض خواہ کے ادائے قرضے میں دے ۱۴۔

دے اور اگر ایک کو ام ولد یا مدبر بنایا تو دوسرے کا بیچنا مکروہ نہیں ہے اور اگر ایک کو مکاتب بنایا تو کچھ ڈرنیس ہے اگر کسی نے کہا کہ اگر میں تجھ کو خریدوں تو تو آزاد ہے پھر دونوں میں سے ایک کو اسی کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے۔ اگر دو مملوک ہیں ایک اس کا ہو اور دوسرا اس کی زوجہ یا مکاتب یا غلام تاجر قرضدار کا ہو تو تفریق میں کچھ ڈرنیس ہے اور اگر اس کے مضارب کا ہو تو کچھ ڈرنیس ہے کہ جو مضارب کے پاس ہے اس کو فروخت کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر ایک باندی کو اپنی شرط خیار پر خرید پھر اس کا بچہ خرید تو دونوں کو جدا بیچنا مکروہ ہے اور اگر باندی کو بشرط خیار خرید اور اس کا بچہ خریدنے والے کے پاس ہے تو بالاتفاق باندی کو واپس کر سکتا ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ کوئی حربی دو بھائیوں کو دار الحرب سے لایا تو اس کو اختیار ہے کہ دونوں جدا بیچے اور اگر اس نے دونوں کو کسی ذمی سے خرید تو تفریق جائز نہیں ہے اس پر جبر کیا جائے گا کہ دونوں کو ایک ساتھ بیچے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر دونوں کا مالک کافر ہو تو تفریق نہیں ہے خواہ وہ مالک آزاد ہو یا مکاتب یا ایسا غلام جس کو تجارت کی اجازت ہے خواہ اس پر قرض ہو یا نہ ہو چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور خواہ مملوک دونوں مسلمان ہوں یا دونوں کافر ہوں یا ایک مسلمان ہو اگر کوئی حربی دارالاسلام میں امان لے کر آیا اور اس کے ساتھ دو غلام ہیں دونوں چھوٹے یا ایک چھوٹا اور دوسرا بڑا ہے یا اس نے دارالاسلام میں ایسے دو غلام اپنے ساتھی سے جو اس کے ساتھ امان لے کر آیا ہے خریدے پھر ایک کے بیچنے کا ارادہ کیا تو مسلمان آدمی کو اس کے خریدنے میں کچھ ڈرنیس ہے اور اگر اس نے دونوں کو کسی مسلمان سے دارالاسلام میں یا کسی حربی سے جو امان لے کر اس کی ولایت کے سوا دوسری ولایت سے آیا ہو خرید تو مسلمان کو ایک کا خریدنا مکروہ ہے یہ بذائع میں لکھا ہے۔ اگر کسی کی ملک میں تین غلام ہوں کہ ایک چھوٹا ہو تو دونوں بڑوں میں سے ایک کا بیچنا جائز ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر صغیر کے ساتھ اس کے دو قریب جمع ہوں پس اگر وہ دونوں قرابت میں برابر ہوں پس اگر دونوں جہت میں مختلف ہوں جیسے ماں باپ اور پھوپھی خالہ تو ان سب کو اکٹھا ہی فروخت کرے خواہ وہ سب مسلمان ہوں یا سب کافر ہوں اور یہی حکم باپ کی طرف سے بہن یا ماں کی طرف سے بہن کا ہے اور اگر دونوں قرابت اور جہت میں برابر ہوں جیسے دو بھائی حقیقی اور ایک ماں باپ کی طرف سے دو بہنیں تو احتساباً ایک کا بیچنا جائز ہے اور اگر دونوں میں سے ایک زیادہ قریب ہو مثلاً تین بہنیں جدا جہت سے یا ماں اور پھوپھی یا خالہ ہو تو دور کے قرابت والے کے بیچنے میں کچھ ڈرنیس ہے اور ایسے ہی اگر اس کی دادی اور پھوپھی اور خالہ جمع ہوں تو پھوپھی اور خالہ کے بیچنے میں ڈرنیس ہے دار الحرب میں دو کافروں نے ایک باندی کے بچہ کا جو دونوں میں مشترک تھی دعویٰ کیا پھر وہ سب قید ہو کے مملوک ہو گئے تو کوئی دونوں باپوں میں سے فروخت نہ کیا جائے گا ایک عورت کے ساتھ ایک لڑکی ہے اس نے کہا کہ میری بیٹی ہے تو تفریق مکروہ ہے اگر چہ نسب ثابت نہیں ہوا ہے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور جس طرح آزاد کو تفریق سے بیچنا مکروہ ہے ویسے ہی مکاتب اور غلام تاجر کو بھی مکروہ ہے۔ یہ حاویٰ میں لکھا ہے اور اگر مالک کافر ہو تو تفریق مکروہ نہیں ہے۔ یہ عتابیہ میں لکھا ہے۔

۱۔ واپس کرنے سے تفریق لازم نہ آئے گی ۱۲۔ ۲۔ ایک تو ایک ماں باپ سے حقیقی اور دوسری فقہ باپ کی طرف سے اور تیسری فقہ ماں کی طرف سے ۱۲۔

۳۔ جیسے یہاں سوائے ماں اور سوائے حقیقی بہن کے ہیں ۱۲۔ ۴۔ دونوں کافر اس بچہ کے مدعی ہونے سے دونوں اس کے باپ قرار دیے جائیں گے ۱۲۔

۵۔ قولہ آزاد یعنی جیسے آزاد کو جائز نہیں کہ صغیر کو اس کے شفیق بھرتہ جی سے جدا کرے اسی طرح دوسرے تاجروں کو بھی روا نہیں ۱۲۔